جدید تخریج شدہ
عربی آیات
ترجمہ کنز الایمان
عطار الجنان
ترجمہ
حیات الحیوان
جلد اوّل
مصنف:
محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح:
حافظ محمد اختر حبیب اختر
پسند فرمودہ و مصدقہ
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور
تحقیق و ترجمہ و تخریج
ابو زین حضرت علامہ مولانا محمد اقبال قادری
شیخ الجامعہ جامعہ صفیہ عطاریہ (للبنات)
ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

تصحیح شدہ

قرآنی آیات
ترجمہ کنز الایمان

عطارُ الجنان

ترجمہ

حیاتُ الحیوان

جلد اوّل

مؤلف:

محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمالُ الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترجمہ و تخریج

ابوزین حضرت علامہ مولانا محمد اقبال قادری

شیخ الجامعہ جامعہ صفیہ عطاریہ (للبنات)

نزد قبرستان پکی (کوٹلی) ڈسکہ روڈ سیالکوٹ

پسند فرمودہ و مصدقہ

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

تصحیح:

حافظ محمد اسد حبیب اختر

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللہ

وعلٰی الك واصحابك یا حبیب اللہ

نام کتاب .... عطار الجنان ترجمہ حیات الحیوان (جلداوّل)

مصنف .... محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم .... ابوزین حضرت علامہ مولانا محمد اقبال قادری

تصحیح و پروفنگ .... حافظ محمد اختر حبیب اختر

پسند فرمودہ .... مفتی غلام حسن قادری

صفحات 792

تعداد 600

کمپوزنگ .... کاشف عباس، فیصل رشید، زاہد اقبال

اشاعت .... نومبر 2013ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... -/1500 روپے مکمل سیٹ ۲ جلد

قیمت .... -/2000 روپے مکمل سیٹ مجلد ڈائی دار

ضروری گزارش

اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جو ہمارے ادارے کی کتب کو دل سے پسند کرتے ہیں۔اس کتاب ''عطار الجنان ترجمہ حیات الحیوان'' کو نئے ترجمہ سے آراستہ کیا گیا ہے۔اگر آپ کو اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی وکمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم ادارہ کو مطلع کریں تاکہ ان اغلاط کی اگلے ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔آپ تعاون فرما کر ادارہ کی مزید ترقی کا سبب بنیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے اس تعاون کو قبول فرمائے۔آمین

آپ کا خادم

محمد اکبر قادری

انتساب

شیخ طریقت، رہبر شریعت، ریحانِ ملت، مردِ قلندر، آقائے نعمت، عاشق ماہِ رسالت
امیر اہلسنّت، پروانۂ شمع رسالت، واقفِ اسرارِ حقیقت، عالمِ شریعت، عارفِ معرفت
پیر طریقت، محسن اہلسنّت، ولی باکرامت، رہبر ملت عاشق اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ)
نائب اعلیٰ حضرت، سیّدی ومرشدی، نائب غوث الاعظم
یادگارِ امام اعظم، پیکر علم وعمل، مولائی ملجائی وماوائی وآقائی
حضرت علامہ مولانا ابوالبلال

محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

کہ جن کی نگاہِ فیض سے سگِ عطار اس سعی میں کامیاب ہوا

حرزِ جاں شد گر قبول افتد

نذرانۂ عقیدت

مخزن العلوم، معدن الفنون فقیہ العصر سلطان المدرسین
جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی

حافظ غلام حیدر خادمی مدظلہ

شیخ الجامعہ وبانی دار العلوم جامعہ نعمانیہ رضویہ شہاب پورہ، سیالکوٹ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

باب الثاء

عنوان	صفحہ

باب الباء الموحدة

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

باب التاء

باب الثاء

باب الجیم

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اعانت ونصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے کہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''حیات الحیوان (کامل)'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش
محمد اکبر قادری

مقدمہ از مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہم تیری حمد کرتے ہیں اے وہ ذات جس نے ہمارے صدور کو روشن چراغوں کے لئے طاق بنایا اور ہمارے دلوں کو علم کے انوار سے منور فرمایا اور ہم درود و سلام بھیجتے ہیں اللہ عزوجل کے محبوب، مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ جو کتاب ''عطار الجنان'' جو کہ اردو ترجمہ ہے۔ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کی معروف تصنیف ''حیاۃ الحیوان'' کا۔ اس کی تکمیل تو میں نے کر لی مگر اس میں کچھ ایسی ابحاث تھیں جن پر ائمہ اسلام کے اختلافات ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسی اشیاء، حیوانات، نباتات ہیں جن سے علاج و فوائد شریعت میں یا حرام ہے یا مکروہ تحریمی، یا مکروہ تنزیہی، یا مباح و مندوب یا جائز و مستحب و سنت' سو میں نے موجودہ دور کے اطباء، ڈاکٹرز، حکماء، فقہائے کرام، علماء کرام، مجتہدین و مقلدین مدظلہم اور عوام اہل سنت کی تنقید سے محفوظ رہنے کے لئے شریعت کے چراغ میری مراد وہ ائمہ اسلام کے دو گروہ جن کے نزدیک صرف حلال اشیاء سے علاج جائز ہے اور جن کے ہاں حرام اشیاء سے بھی علاج جائز ہے۔ تمام کے دلائل میں نے مقدمہ کی صورت میں واضح کر دیے ہیں۔

ماکولات و مشروبات

خورد و نوش اور خاص طور سے حیوانی غذاؤں کے بارے میں اقوام و ملل کا یہ اختلاف قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے کہ کیا چیزیں جائز ہیں اور کیا چیزیں ناجائز۔

جہاں تک نباتاتی غذاؤں اور مشروبات کا تعلق ہے اختلافات کا دائرہ وسیع نہیں ہے اور اسلام نے تو شراب کو حرام ٹھہرایا ہے۔ خواہ وہ انگور سے بنائی گئی ہو یا کھجور یا جو یا کسی بھی اور چیز سے۔ اسی طرح اس نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو عقل میں فتور یا بے حسی کی کیفیت پیدا کرتی ہوں نیز وہ چیزیں جو مضر صحت ہوں۔

رہیں حیوانی غذائیں تو اس معاملہ میں قوموں اور حلقوں کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے۔

برہمنوں کے نزدیک جانور کو ذبح کرنے اور کھانے کا مسئلہ

برہمنوں جیسے اہل مذاہب اور بعض اہل فلسفہ نے جانور کا ذبح کرنا اور اس کا کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ ان کا گزارہ سبزی خوری پر ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جانور کو ذبح کرنا بڑا اسنگدلانہ کام ہے۔ لیکن جب ہم کائنات پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان حیوانات کی تخلیق بجائے خود مقصود نہیں ہے کیونکہ ان کو عقل و ارادہ کی قوت عطا نہیں ہوئی ہے اور ان کی طبع

ساخت ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان کی خدمت کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ انسان جس طرح ان کی تسخیر سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح اگر ذبح کر کے ان کے گوشت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ہم اس سنت الٰہی کو بھی جانتے ہیں کہ ادنیٰ نوع کی مخلوق کو اعلیٰ نوع کی مخلوق کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ سبز نباتات حیوان کے چارہ کے لئے کاٹ ڈالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جانور کو انسان کی غذا کے لئے ذبح کیا جاتا ہے بلکہ انسانی قدر کو بھی اجتماعی مصالح کی خاطر لڑنا اور مرنا پڑتا ہے پھر انسان اگر جانور کو ذبح کرنے سے رک بھی جائے تو اسے موت یا ہلاکت سے بچایا نہیں جا سکتا۔ ایسی صورت میں یا تو دوسرے جانور اسے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے یا وہ اپنی موت مر جائے گا۔ اور یہ صورت بعض مرتبہ جانور کے لئے اس کے گلے پر چھری چلائے جانے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

حرام جانور یہود و نصاریٰ کے نزدیک

کتاب رکھنے والے مذاہب میں سے یہود پر اللہ نے خشکی و تری کے بہت سے جانور حرام کر دیئے تھے جس کی تفصیل توریت کی "سفر راوین" کی گیارہویں فصل میں بیان ہوئی ہے۔ یہود پر اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں سے بعض کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور ان کی تحریم کا سبب ان کے ظلم و معصیت کو قرار دیا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○

(الانعام:146)

ترجمہ: اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا انت یا ہڈی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

یہ ہے یہود کا معاملہ اور نصاریٰ ان کے تابع ہی ہیں چنانچہ انجیل کا بیان ہے کہ مسیح علیہ السلام ناموس (شریعت) کو ختم کرنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اس کو مکمل کرنے کے لئے آئے تھے لیکن نصاریٰ نے خود ناموس کو ختم کیا اور تورات کی حرام کردہ چیزوں میں سے جن کو انجیل نے منسوخ نہیں کیا تھا ان کو وہ خود جائز قرار دے بیٹھے۔ اسی طرح خورد و نوش کے معاملہ میں انہوں نے مقدس پولس کے احکام کی پیروی اختیار کی اور صرف اس جانور کو حرام قرار دیا جو بتوں کے لئے ذبح کر دیا گیا ہو۔ پولس نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ پاک لوگوں کے لئے ہر چیز پاک ہے اور جو چیز منہ کے اندر جاتی ہے وہ نجس نہیں کرتی بلکہ جو کچھ منہ سے نکلتا ہے وہ نجس کر دیتا ہے۔

اس دلیل سے انہوں نے سور کا گوشت بھی جائز کر لیا حالانکہ تورات میں صریح حکم موجود ہے جس سے آج تک ان پر یہ چیز حرام چلی آ رہی ہے۔

جاہلیت میں عربوں کے نزدیک:

رہے عرب تو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بعض جانوروں کو نجس سمجھ کر اور بعض کو بر بنائے وہم بتوں کے تقرب کے لئے

حرام قرار دیا تھا مثلاً بحیرہ، سائبہ، حیلہ اور حام جن کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے اور اس کے مقابلہ میں انہوں نے مردار اور بہتا ہوا خون جیسی بہت سی ناپاک چیزیں جائز کر لی تھیں۔

اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا

اسلام جب آیا تو لوگ حیوانی غذا کے معاملہ میں اس قسم کی افراط و تفریط میں مبتلا تھے۔ اسلام نے تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﱪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝" (البقرۃ: ۱۶۸)

ترجمہ: اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

گویا اسلام نے دعوت عام دی کہ لوگ آئیں اور اس وسیع دسترخوان (زمین) سے پاک چیزیں نوش کریں اور شیطان کی راہوں پر نہ چل پڑیں۔ بالفاظ دیگر اللہ نے جس کو حلال ٹھہرایا ہے اس کو حرام ٹھہرا کر گمراہی کے گڑھے میں نہ جا گریں۔ اس کے بعد مومنوں سے خصوصی خطاب کر کے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (البقرہ: 172، 173)

ترجمہ: اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝

اس خصوصی خطاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ پاک چیزیں کھائیں اور اپنے محسن کے شکرگزار بن کر اس کی نعمتوں کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ آیت میں جن چار اصناف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (الانعام: ۱۴۵)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا لوگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو

جو نا چار ہو نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے o

سورۂ مائدہ میں ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَ مَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (المائدہ:۳)

ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔

اس آیت میں دس محرمات بیان کئے گئے ہیں اور اس سے پہلے والی آیت میں صرف چار محرمات، دونوں میں کوئی تغایر نہیں ہے بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر ہے کیونکہ منخنقہ، موقوذہ متردیہ اور درندوں کا پھاڑ کھایا ہوا جانور یہ سب مردار ہی کے حکم میں ہیں اور اسی کی یہ تفصیل ہے۔ استھانوں پر ذبح کیا ہوا جانور بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کے حکم میں شامل ہے۔ اس طرح محرمات اجمالاً چار ہیں اور تفصیلاً دس۔

مردار کی تحریم اور اس کی مصلحتیں

(1) قرآن کی آیات میں جہاں حرام کھانوں کا بیان ہوا ہے وہاں سب سے پہلے مردار کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ حیوان یا پرندہ جو طبعی موت مرا ہو اس کی موت ذبح یا شکار کے ذریعہ واقع نہ ہوئی ہو۔

عصر حاضر کا ذہن سوال کرتا ہے کہ مردار کو حرام قرار دینے اور کھانے کے کام میں لانے کے بجائے رائیگاں جانے دینے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

جواب میں ہم عرض کریں گے کہ مردار کی تحریم گونا گوں مصلحتوں پر مبنی ہے۔

(ا) طبع سلیم مردار سے نفرت کرتی ہے عام طور سے اہل دانش مردار کھانا باعث احتقار سمجھتے ہیں اور اسے انسان کے شایان شان خیال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتابی مذاہب مردار کو حرام قرار دیتے ہیں اور ذبح شدہ جانور ہی کو کھانا پسند کرتے ہیں گویا کہ ذبح کرنے کا طریقہ مختلف ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ آدمی کوئی ایسی چیز کھائے جس کے حصول کا اس نے قصد وارادہ نہ کیا ہو۔ مردار کا معاملہ ایسا ہی ہے البتہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے یا جس کا شکار کر لیا جاتا ہے اس میں انسان کے قصد اور اس کی سعی وعمل کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

(ج) جو جانور اپنی موت مرا ہو اس کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ اس کی موت دائم المریض ہونے یا کسی حادثہ کا شکار ہونے یا زہریلی نباتات کھانے سے واقع ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں ضرر کا اندیشہ ہے اور یہ اندیشہ اس صورت میں بھی ہوتا ہے جب کہ شدتِ ضعف یا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

(د) اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام قرار دے کر چرند و پرندے کے لئے اپنی رحمت سے غذا مہیا کر دی ہے کیونکہ وہ بھی ہماری طرح ایک امت ہیں۔

(ہ) ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مملوکہ جانوروں کو مرض کا شکار ہونے یا کمزور ہو کر تلف ہو جانے کے لئے نہ چھوڑ دے بلکہ یا تو علاج کے لئے جلدی کرے یا آرام پہنچانے (ذبح کرنے) میں جلدی کرے۔

بہائے ہوئے خون کی حرمت

(2) محرمات میں سے دوسری چیز "دم مسفوح" ہے یعنی بہنے والا خون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ تلی کا کیا حکم؟ فرمایا "کھا سکتے ہو" لوگوں نے کہا وہ تو خون ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہنے والے خون کو حرام کیا ہے اس کی وجہ اس کا نجس ہونا ہے۔ انسان کی پاکیزہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور اس میں مردار کی طرح مضرتوں کا بھی احتمال ہے۔

اہل جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی شخص کو بھوک محسوس ہوتی تو وہ ہڈی یا کوئی تیز چیز اونٹ وغیرہ کے جسم میں جھونک دیتا اور جو خون نکل پڑتا اس کو وہ پی لیتا۔ اس سے جانور کو بڑی تکلیف ہوتی اور وہ کمزور ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہائے ہوئے خون کو حرام قرار دیا۔

سؤر کا گوشت

(3) تیسری چیز سور کا گوشت ہے جو طبع سلیم کے نزدیک نجس ہے اور اس سے اسے نفرت ہے کیونکہ خنزیر کی مرغوب غذا نجاست اور کوڑا کرکٹ ہے طب جدید کی رو سے اس کا کھانا ہر خطہ میں اور خاص طور پر گرم ممالک میں سخت مضر ہے اور سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے کہ سور کا گوشت کھانے سے خاص قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑے مہلک ہوتے ہیں اور معلوم نہیں آئندہ مزید کیا کیا اسرار منکشف ہوں گے!

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ سور کا گوشت ہمیشہ کھاتے رہنے سے غیرت کم ہو جاتی ہے۔

غیر اللہ کے لئے نامزد کردہ جانور

(4) محرمات میں سے چوتھی چیز وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو یعنی جو بتوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ بت پرست اپنے ذبیحہ پر لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کے نام لیا کرتے تھے یہ غیر اللہ کے لئے تعمر و تقرب تھا۔ اس کی تحریم کا سبب دینی ہے۔ اس سے مقصود توحید کا تحفظ عقائد کی تطہیر اور شرک و بت پرستی کے مظاہر کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی اس کے لئے زمین کی ساری چیزیں مسخر کر دیں اور جانور کو بھی اس کے تابع کر دیا نیز انسان کے فائدے کے لئے اس کی جان لینا بھی جائز کر دیا بشرطیکہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ گویا اللہ کا نام لینا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ ایک جاندار مخلوق کو ذبح کرنے کا کام وہ اللہ ہی کی اجازت سے کر رہا ہے لیکن اگر وہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتا ہے تو اس اجازت کو عملاً باطل کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس ذبیحہ سے استفادہ سے محروم کر دیا جائے۔

مردار کی قسمیں:

اجمالاً یہ چار چیزیں جن کا بیان اوپر گزر چکا حرام ہیں۔ان کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت میں بیان ہوئی جس کی رو سے حرمات دس ہیں۔

(5) منخنقه: یعنی وہ جو گلا گھٹ جانے سے مر گیا ہو۔

(6) موقوذة: یعنی وہ جو لاٹھی وغیرہ کی مار کھانے سے مر گیا ہو۔

(7) مترديه: یعنی جو اوپر سے گر کر مر گیا مثلاً کنوئیں میں گر کر مر جائے۔

(8) نطیحه: یعنی وہ جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

(9) وہ جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو یعنی کسی درندے نے جانور کو پھاڑ کر اس کا کوئی جز کھایا ہو اور اس کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

ان پانچ اقسام کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اِلَّا مَاذَکَّیْتُمْ) یعنی ان میں سے کسی جانور کو تم نے زندہ پا کر ذبح کر دیا تو وہ حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ایسی صورت میں ذبح کرنے کے لئے رمق بھر زندگی کا ہونا کافی ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔اگر تم موقوذہ' متردیہ اور نطیحہ کو ذبح کرتے وقت اس حال میں پاؤ کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے تو اسے کھاؤ۔
اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اہل جاہلیت ان جانوروں کو ذبح کئے بغیر کھاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ان کو حرام ٹھہرایا لہٰذا جو جانور اس حال میں پایا جائے کہ اس پاؤں یا دم یا آنکھیں حرکت کر رہی ہوں اور اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔
البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں قرار پذیر زندگی کا ہونا ضروری ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ خون بہنے لگے اور ہاتھ پاؤں سخت حرکت کرنے لگیں۔

مردار کی ان قسموں کو حرام کرنے کی مصلحتیں:

مردار کی ان قسموں کی حرمت میں یہی مصلحتیں ہیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے مردار کی حرمت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور خاص طور سے مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جانوروں پر مہربان ہونے اور ان کی محافظت کا احساس پیدا ہو۔ایسا نہ ہو کہ لوگ جانوروں کو بے پرواہی کے ساتھ چھوڑ دیں کہ کوئی گلا گھٹ کر مر جائے اور کوئی اونچائی سے گر کر اور نہ انہیں لڑنے کے لئے چھوڑ دیں کہ سینگ مار مار کر ایک دوسرے کو ہلاک کریں۔جانور کو اتنا مارنا بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مر جائے جس طرح بعض سنگدل چرواہے مارتے ہیں۔اسی طرح جانوروں کو جو لڑایا جاتا ہے مثلاً دو بیلوں کو سینگ مارنے کے لئے اکسایا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔
رہی درندے کے پھاڑ کھائے ہوئے جانور کی حرمت تو اس معاملہ میں انسان کی بزرگی ملحوظ رہی ہے اور اسے درندے کے پس خوردہ سے دور رکھا گیا ہے۔اہل جاہلیت درندوں کے پھاڑ کھائے ہوئے اونٹ گائے وغیرہ کو کھا لیا کرتے تھے لیکن اللہ

تعالیٰ نے ان کا پس خوردہ مومنوں پر حرام کر دیا۔

استھان کا ذبیحہ:

(10) ان محرمات میں سے دسویں چیز نصب یعنی استھان کا ذبیحہ ہے۔ استھان وہ بت یا پتھر ہے جو طاغوت کے نشان کے طور پر قائم کر دیا گیا ہو یعنی جس سے غیر اللہ کی پرستش مقصود ہو۔ خانہ کعبہ کے اطراب میں استھان بنائے گئے تھے اور اہل جاہلیت اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے لئے ان پر جانور ذبح کرتے تھے۔ یہ استھان کا ذبیحہ "غیر اللہ کے ذبیحہ" کے قبیل ہی کے چیز ہے کیونکہ دونوں ہی میں طاغوت کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کے اطلاق کے لئے ضروری نہیں کہ ذبح کرتے وقت بت سامنے موجود ہو بلکہ بت کے نام پر ذبح کرنا کافی ہے لیکن استھان کا ذبیحہ استھان ہی پر کیا جاتا ہے۔ خواہ غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ گویا پہلی صورت میں مقام متعین نہیں ہوتا لیکن دوسری صورت میں مقام متعین ہوتا ہے۔

خانہ کعبہ کے اطراف میں استھان موجود تھے اور کوئی گمان کرنے والا یہ گمان کر سکتا تھا کہ ان استھانوں پر ذبح کرنے سے بیت اللہ کی تعظیم ہو گی اس لئے قرآن نے اس توہم کا ازالہ کر دیا اور اس فعل کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا ورنہ "غیر اللہ کے ذبیحہ" کے مفہوم میں استھان کا ذبیحہ شامل ہی ہے۔

مچھلی اور ٹڈی مردار کے حکم سے مستثنیٰ ہے

اسلامی شریعت نے مچھلی جیسے آبی جانوروں کو حرام کردہ مردار سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ھو الطھور ماء ہ والحل میتتہ" (صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر رقم الحدیث: ۸۳)

"سمندر کا پانی طہور (پاک) ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔"

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدۃ: ۹۶)

ترجمہ: حلال ہے تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

سمندر کے شکار کا مطلب یہ ہے کہ جو سمندر سے شکار کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور سمندر کے کھانے سے مراد یہ ہے کہ جس کو سمندر خود پھینک دے۔ اسی کے مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ

"سمندر کے کھانے سے مراد سمندر کا مردار ہے"۔

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث سریۃ من اصحابہ فوجدو حوتا کبیرًا قد جز رعنہ البحر ای میتافا کلوا منہ بضعۃ و عشرین یوما ثم قدمو الی المدینۃ فاخبرو الرسول علیہ السلام

فقال کلوا رزقا اخرجه اللہ لکم اطعمونا ان کان معکم فاتاہ بعضھم بشیء فاکلہ ۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر رقم الحدیث:۴۳۶۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ کسی مہم پر روانہ کیا۔ان کے ہاتھ ایک بڑی مچھلی لگی جسے سمندر نے پھینک دیا تھا۔یعنی وہ مردار تھی۔اسے وہ بیس سے زیادہ دنوں تک کھاتے رہے پھر جب وہ مدینہ لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نکالا ہے اسے کھاؤ۔اگر اس مچھلی میں سے تمہارے پاس کچھ موجود ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ سو بعض حضرات نے اس مچھلی کے کچھ اجزا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔

سمندر کے مردار ہی کی طرح ٹڈیوں کا حکم ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ ٹڈیاں کھانے کی اجازت دی ہے کیونکہ ان کو ذبح کرنا ممکن ہی نہیں۔حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات ناکل معہ الجراد“

(صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید باب أکل الجراد رقم الحدیث جو کہ درج نہیں)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے رہے۔

مردار کی کھال ہڈی اور بال سے فائدہ اٹھانا

مردار کے حرام ہونے کا مطلب اس کا کھانا حرام ہے اس کی کھال سینگ ہڈی یا بال سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مطلوب ہے کیونکہ ایک قابل استفادہ چیز کو ضائع کرنا جائز نہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

”تصدق علی مولاۃ لمیمونۃ ام المومنین بشاۃ فماتت فمربھا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھلا اخذتم اھابھا جلدھا فدبغتموہ فانتفعتم بہ؟ فقالوا انھا میتہ فقال انما حرم أکلھا“

(صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی رقم الحدیث:۱۴۹۲)

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو صدقہ میں بکری ملی جو مرگئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا۔تو فرمایا اس کی کھال تم نے نہیں لی کہ اس کو دباغت کر کے اپنے کام میں لاتے؟ لوگوں نے کہا: وہ مردار ہے۔فرمایا مردار کا بس کھانا ہی تو حرام کیا گیا۔(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کی کھال کو پاک کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے یعنی دباغت کرنا۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دباغ الا دیم ذکاتہ (صحیح مسند احمد بن حنبل ۳/۴۷۶ رقم الحدیث:۱۵۹۰۸)

کھال کو دباغت کے ذریعہ پاک کرنا جانور کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

"دباغه يذهب بخبثه" (بهذا اللفظ السنن الكبرىٰ للبيهقي ۱/۱۷)

دباغت نجاست کو زائل کرتی ہے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

ايما هاب دبغ فقد طهر (صحیح مسلم کتاب الحیض باب طہارۃ جلود المیتۃ بالدباغ رقم الحدیث:۳۶۶)

جس کھال کی بھی دباغت کی گئی وہ پاک ہوگئی۔

یہ حکم عام ہے جس کا اطلاق تمام کھالوں پر ہوتا ہے خواہ وہ کتے کی ہو یا خنزیر کی۔ یہ اہل ظاہر کا قول ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اسے ہی ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت سدرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ہماری ایک بکری مرگئی تو ہم نے اس کی کھال کی دباغت کی۔ اس کے بعد ہم برابر اس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بناتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پرانا مشکیزہ بن گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 21774)'(مسند احمد رقم الحدیث: 27458)'(ابن حبان رقم الحدیث: 5414)'(طحاوی شریف رقم الحدیث:2496)'(سنن الکبریٰ رقم الحدیث:55)'(طبرانی اوسط رقم الحدیث:2408)'(طبرانی کبیر رقم الحدیث:95)'(صحیح البخاری کتاب الایمان والنذر درباب اذا حلف ان لایشرب نبیذ رقم الحدیث:۶۶۸۶)

مجبوری کی حالت مثنیٰ ہے

یہ تمام حرمات اختیاری حالت سے تعلق رکھتے ہیں حالت مجبوری کے احکام اس سے مختلف ہیں جس کا ذکر اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ (الانعام:۱۱۹)

ترجمہ: وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو۔

اسی طرح مردار اور خون کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرۃ:۱۷۳)

ترجمہ: تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

جس مجبوری پر سب کا اتفاق ہے وہ کھانے کی ایسی مجبوری ہے کہ بھوک کاٹ رہی ہو بعض فقہا نے اس کی تحدید اس طرح کی ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایک شب و روز گزر جائے اور سوائے حرام غذا کے کوئی چیز کھانے کے لئے نہ ملے۔ ایسی صورت میں مجبور شخص حرام غذا اس حد تک کھا سکتا ہے کہ مجبوری ختم ہو جائے اور وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے

ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ پیٹ بھر کھالے اور ضرورت کے بقدر سفر کے لئے ساتھ لے لے یہاں تک کہ کوئی جائز چیز کھانے کے لئے مل جائے۔ دیگر فقہاء کا قول یہ ہے کہ حرام میں سے سدرمق سے زیادہ نہ کھائے اور غالباً اللہ تعالیٰ کے ارشاد (غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ) سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

بھوک کی مجبوری کا حقیقۃً مجبوری ہونا قرآن کی نص سے واضح ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌO (۲/ البقرۃ: ۱۷۳)

ترجمہ: پس جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر بغیر گناہ کی طرف مائل ہوئے کوئی حرام چیز کھالے تو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے O

علاج کی مجبوری

رہی علاج کی مجبوری یعنی شفا حاصل کرنے کے لئے کسی حرام چیز کا کھانا ناگزیر ہو جائے تو فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے اس مجبوری کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم (صحیح موقوفاً مستدرک حاکم ۴/۲۱۸)

اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی ہے۔

لیکن دوسرے گروہ نے علاج کی مجبوری کا لحاظ کیا ہے اور علاج کو غذا کی طرح ضروری قرار دیا ہے کیونکہ دونوں ہی چیزیں زندگی کے لئے ضروری ہیں اس گروہ کا استدلال یہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔

(بخاری رقم الحدیث: 5501)'(ابوداؤد رقم الحدیث: 4056)'(ترمذی رقم الحدیث: 1722)'(نسائی رقم الحدیث: 5310)'(ابن ماجہ رقم الحدیث: 3592)'(ابن حبان رقم الحدیث: 5430)

حالانکہ ریشم پہننا ممنوع ہے اور اس پر وعید آئی ہے۔ (صحیح مسند احمد بن حنبل ۳/۱۲۸۷)

غالباً یہ قول اسلام کی اسپرٹ سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اسلام نے تمام تشریعی امور میں انسانی زندگی کی محافظت کا پورا پورا لحاظ کیا ہے لیکن جو دوا حرام چیز سے بنائی گئی ہو اس کو استعمال کرنے کی اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

(1) اس کو استعمال نہ کرنے کی صورت میں صحت کو واقعی خطرہ لاحق ہو۔

(2) کوئی ایسی جائز دوا نہ مل سکے جو اس دوا کا بدل ہو۔

(3) یہ دوا کسی مسلمان طبیب نے تجویز کی ہو جو دینی لحاظ سے بھی قابل اعتماد ہو اور اپنی معلومات اور تجربہ کے لحاظ سے بھی۔

ہم اس پر اپنی معلومات اور قابل اعتماد ڈاکٹروں کے بیانات کی روشنی میں اس بات کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان محرمات میں سے کسی چیز کو علاج کے لئے استعمال کرنا ناگزیر ہو۔ ایسی کوئی طبی ضرورت واقعی موجود نہیں ہے۔ پھر بھی اصولی طور پر ایسی ضرورت کو ہم احتیاطاً تسلیم کر لیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کوئی مسلمان کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں اسے محرمات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ مل سکے۔

فرد کی مجبوری اس صورت میں باقی نہیں رہتی جبکہ معاشرہ میں اس کی ضرورت کو پورا کرنے کا سامان موجود ہو

آدمی کے پاس اگر ذاتی طور سے خورد ونوش کی اشیاء موجود نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر طرح مجبور ہو گیا ہے جبکہ معاشرہ کے دیگر افراد کے پاس خواہ وہ مسلم ہوں یا ذمی کھانے پینے کی چیزیں فاضل مقدار میں موجود ہوں ایسی صورت میں اس مجبور شخص کی ضرورت ان فاضل چیزوں سے پوری کی جا سکتی ہے اور اسے حرام چیزیں کھانے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تکمیل درحقیقت ایک دوسرے سے مل کر ہوتی ہے اور وہ باہم ایک دوسرے کے کفیل ہوتے ہیں۔ گویا اسلامی معاشرہ کے افراد جسد واحد کے اجزاء ہیں یا یوں کہیے کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جس کے اجزا ایک دوسرے کو مستحکم کرتے ہیں۔

اجتماعی کفالت کے بارے میں ابن حزم کی یہ گراں قدر رائے فقہائے اسلام کے لئے مشعل راہ ہے۔

ایک مسلمان کے لئے حالت اضطرار میں مردار یا سور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے جبکہ اس کے مسلم یا ذمی ساتھی کے پاس خورد ونوش کی فاضل اشیاء موجود ہوں کیونکہ جس کے پاس کھانے کی فاضل چیزیں موجود ہوں اس پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض ہے۔ ایسی صورت میں یہ مضطر (لاچار) شخص مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے مجبور نہیں ہے اس کو اپنے ساتھی سے کھانے پینے کی فاضل چیزیں حاصل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اس غرض کے لئے اگر اسے لڑنا پڑے اور اس میں وہ مارا جائے تو قاتل کے ذمہ قصاص ہوگا اور اگر مجبور ار وکنے والے شخص کو قتل کرنا پڑا تو اس مقتول پر اللہ کی لعنت ہے کیونکہ اس مقتول نے ایک مجبور شخص کو اپنا حق حاصل کرنے سے روکا۔ بنابریں اس کا شمار باغی گروہ میں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے۔

فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹)

ترجمہ: پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

دراصل اپنے بھائی کو روکنے والا شخص باغی ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔ (المحلی لابن حزم ج ۶ ص:۱۵۹)

حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ کا حرام اشیاء سے شفاء حاصل کرنے کے متعلق نظریہ

جب شفاء کے حصول کا یقین ہو تو حرام چیزوں سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے جیسے شدید بھوک کے وقت مردار کھانا، شدید پیاس کے وقت اور حلق سے لقمہ نیچے اتارنے کے لئے خمر کو پینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۴ ۱ مطبوعہ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

حضرت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ کا حرام اشیاء سے شفاء حاصل کرنے کے متعلق نظریہ

حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے جیسا کہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی سے نقل کیا ہے کہ جب حرام چیز میں شفاء کا یقین ہو اور اس کے علاوہ اور کسی دوا پر یقین نہ ہو تو پھر رخصت ہے جس طرح پیاسے کے لئے خمر کی رخصت ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(درمختار علی ہامش رد المختار ج ا ص ۱۹۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۸۸ھ)

(شرح صحیح مسلم جلد 6 صفحہ 235 از شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ نعیمیہ کراچی 38)

میں نے اپنی تحقیق کے مطابق حلال اشیاء کے ذریعہ علاج اور حرام اشیاء کے ذریعے علاج کو مدلل طور پر تحریر کر دیا ہے اور کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے تک میرا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا کہ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمۃ نے تو طب کے لحاظ سے حرام اشیاء سے بیماریوں اور امراض کے علاج تحریر فرمائے ہیں لیکن حرام اشیاء حرام حیوانات، حرام نباتات سے علاج کی ممانعت کی جانب مجھے توجہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعجاز آفریدی مفتی دالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور نے دلائی کہ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے تو کوے کو، ہاتھی کو، شیر کو، کچھوے کو، سانپ، چھپکلی، گرگٹ، باز وغیرہ اشیاء کے خواص وفوائد تحریر کئے ہیں اور ساتھ ہی ان کے ذریعے علاج بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اس لئے ذرا احتیاط سے اس پر تحقیق کریں۔ اس لئے میں نے اس کتاب کے مقدمہ کے ضمن میں ان سے علاج کا شرعی حکم تحریر کر دیا ہے لیکن میں (محمد اقبال عطاری) ناچیز کا مذہب حلال اشیاء و حیوانات ونباتات سے علاج والا ہے۔

المختصر میں اپنے تمام محبت رکھنے والے جو کہ میرے لئے لیل ونہار دعائیں کرتے رہتے ہیں میری مراد

میاں محمد بوٹا (صدر انجمن آرائیاں پکی کوٹلی)

چوہدری خالد محمود گھمن (اینٹی کرپشن)

چوہدری اویس گھمن (پنجاب پولیس)

چوہدری افتخار رشید گھمن (الکوثر گرائمر سکول)

چوہدری حاجی ارشاد گھمن

چوہدری سعید کاہلوں (کیبل والے)

چوہدری راشد ممبر، ثناء خوان رسول جناب مختار عطاری، جناب حیدر علی قادری

میاں شہزاد (حال مقیم جرمن)

میاں شبیر عطاری، میاں نوید عطاری

جناب رضوان اقبال مغل (ڈیڈن سپورٹس)

جناب اشرف مغل (ایف۔ ایس۔ سی)

غلام یٰسین عطاری

جناب عباس مغل (سندھو انڈسٹریز)

جناب عاشق حسین قادری برادر اکبر

جناب سکندر اعظم، جناب افضال عطاری

جناب آصف اقبال عطاری (پی۔سی۔او والے)

جناب بلال عطاری (ساؤتھ افریقہ)

جناب ذیشان عطاری (دبئی)، جناب ماموں فیاض صاحب (فیصل آباد)

اور حضرات علماء کرام میں سے سب سے پہلے

حضرت علامہ مفتی اعجاز آفریدی جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت علامہ مفتی عمران ہاشمی (ضلع میانوالی)

حضرت علامہ مولانا ممتاز اشرفی (کراچی)

حضرت علامہ تنویر احمد وٹالوی (آزاد کشمیر)

حضرت علامہ پیر سید انتصار الحسن شاہ (گدی نشین کڑیاں والا گجرات)

حضرت مولانا یعقوب نقشبندی (اٹلی)

حضرت علامہ راشد مدنی عطاری (مدرس جامعۃ المدینہ رنگپورہ رڑی سیالکوٹ)

حضرت علامہ مفتی محمد معین الدین (مدرس: جامعہ اسلامیہ برکاتیہ منظر پور آزاد کشمیر)

حضرت علامہ عبداللطیف چشتی الازہری (پرنسپل: حضور ضیاء الامت فاؤنڈیشن جرمنی)

حضرت علامہ مولانا حافظ مفتی غلام حسن قادری (مفتی جامعہ حزب الاحناف لاہور)

استاذی المکرم شیخ الحدیث والتفسیر حافظ غلام حیدر خادمی مدظلہ شیخ الجامعہ جامعہ نعمانیہ رضویہ شہاب پورہ سیالکوٹ

حضرت علامہ افضل قادری

حضرت علامہ مولانا حافظ علی اصغر ناز نوشاہی (خطیب مرکزی جامعہ مسجد پکی کوٹلی)

حضرت مولانا یعقوب عطاری (خطیب جامع مسجد باب رحمت)

حضرت مولانا عبدالقدیر عطاری

حضرت مولانا حافظ یٰسین عطاری

حضرت مولانا ذیشان عطاری

حضرت مولانا وقاص سیفی عطاری

حضرت مولانا احمد یار خاں

حضرت مولانا الفت رضا عطاری

اور تمام اہل محبت اور خاص طور پر اپنے پیارے دوست و بھائی اور پبلشر جناب اکبر قادری صاحب مالک کتب خانہ اکبر بک سیلرز لاہور کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور صمیم قلب سے ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کا حکم ارشاد فرمایا۔

میری اتنی زیادہ کتابوں کا منظر عام پر آنا یہ ایک دیدہ زیب کرامت ہے۔ میرے امیر اہل سنت، شیخ طریقت، امیر دعوت اسلامی، عاشق اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری کے فیض کی نگاہ شفقت کی دعاؤں کی۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کتاب کو ذریعہ نجات بنائے میرے لئے میرے پیرو مرشد امیر اہل سنت کے لئے میرے والدین مرحومین کے لئے میرے تمام اہل محبت اور بزرگوں اور دوستوں کے لئے اور حضور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت مسلمہ کے لئے۔

ع

ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہو گا

جو ہوا وہ ہوا کرم سے تیرے جو ہو گا وہ ہو گا کرم سے تیرے

سگ غوث ورضا وعطار

فقط

محمد اقبال عطاری

پرنسپل: دارالعلوم جامعہ صفیہ عطاریہ للبنات (رجسٹرڈ)

نزد قبرستان پکی کوٹلی سیالکوٹ

خطیب: مرکز دارالاحسان بھلو مہار سیالکوٹ

19/8/13

0300-7159620

0301-6300026

نشانِ منزل

از عالم نبیل، فاضل جلیل، مصنف کتب کثیرہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد معین الدین مدظلہ
مدرس: جامعہ اسلامیہ برکاتیہ بینک روڈ مظفر آباد آزاد کشمیر

مولانا محمد اقبال قادری عطاری زیر علمہ وعلمہ کا ذوق وشوق قابل قدر ہے۔ جوانی کے عالم میں علم وعمل کی راہ پر گامزن ہیں۔ 1980ء کو پکی کوٹلی ڈسکہ روڈ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حافظ محمد یار خاں صاحب سے ناظرہ قرآن کریم سے دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ عصری علوم کے حصول کے لئے سید پبلک ہائی سکول پکی کوٹلی میں میٹرک تک پڑھا اور اسی دوران دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع 1999ء میں حاضری ہمارے پیارے اسلامی بھائی جناب شکیل عطاری کی وساطت سے ہوئی اور اسی اجتماع میں امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو البلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ کے دست مبارک پر بیعت کی جس کے فیوض وبرکات آج تک حاصل ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ عزوجل ہوتے رہیں گے۔

دینی تعلیم کا آغاز

پھر دینی تعلیم کے لئے جامعہ نعمانیہ رضویہ شہاب پورہ سیالکوٹ میں تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے امتحانات ثانویہ خاصہ اور شہادۃ العالیہ اور عالمیہ پاس کئے اور عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ جامع مسجد اگوکی محلہ رحیم پورہ میں امامت وخطابت کے منصب پر فائز ہوئے۔ مولانا محمد اقبال قادری زیدہ مجدہ نے اپنے اساتذہ کرام سے جو کچھ حاصل کیا، اسے آگے پہنچانے کے لئے تحریر وتقریر سے کام لے رہے ہیں۔ یہ عمدہ وصف ہے جسے موصوف نے اپنا لیا ہے اس وقت تک آپ کی کئی کتابیں اشاعت کا لباس پہن چکی ہیں۔ نام ملاحظہ فرمایئے۔

(1) جواہر شریعت
(2) اربعین طالب
(3) اربعین صنفیہ
(4) سنی تحفہ خواتین
(5) شادی مبارک
(6) تحفہ دولہا
(7) تحفہ دلہن
(8) سنی خواتین کی محفل میلاد دو جلدیں
(9) مبلغات کی ضرورت تین جلدیں
(10) عظمت میلاد مصطفیٰ
(11) خطبات رمضان
(12) خاک کربلا اور امام حسین

(13) شہادت امام حسین
(14) خواتین کے مسائل اور ان کا حل
(15) کائنات کا سب سے بڑا معجزہ
(16) اربعین زکوٰۃ
(17) قبر کی زندگی
(18) مرنے کے بعد کیا ہوگا
(19) موت کا منظر
(20) جنت کے حسین مناظر
(21) جہنم کے خوفناک مناظر
(22) علامات قیامت
(23) عطاء النبوی ترجمہ شرح اربعین نووی
(24) وجود باری تعالیٰ
(25) چھبیس تقریریں
(26) شاہکار نقابت
(27) گلزار نقابت
(28) فتاویٰ رسول اللہ
(29) نگاہ کا کمال
(30) برکتیں ہی برکتیں
(31) وہابی کی پہچان
(32) بدعت کیا ہے؟
(33) جدید فقہی مسائل
(34) عقائد اہل سنت
(35) باطل فرقوں کے باطل عقائد
(36) ام التفاسیر
(37) عطار الجنان ترجمہ حیات الحیوان دو جلدیں
(38) عطار النیام ترجمہ ابن ہشام دو جلدیں
(39) عطار الغالبین ترجمہ غنیۃ الطالبین
(40) سیرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ
(41) اربعین سنت
(42) باادب بانصیب بےادب بےنصیب
(43) اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام
(44) سیرت حلبیہ کا ترجمہ چار جلدیں
(45) پیارے آقا کے پیارے معجزات
(46) اربعین حکمت
(47) اربعین فیضان عطار
(48) قصص الانبیاء اردو ترجمہ ابن کثیر
(49) قوت القلوب اُردو ترجمہ (دو جلدیں)
(50) الہدایہ شریف کا اُردو ترجمہ (چار جلدیں)

اور یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے یہ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کی کتاب ''حیات الحیوان'' کا اردو ترجمہ ''عطار الجنان'' ہے۔ جس میں مولانا نے نہ صرف ترجمے میں بلکہ جہاں بھی حضور مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کردار، حیوانات، نباتات کے متعلق احادیث مبارکہ آئی ہیں ان کی جو تخریج کی ہے وہ بڑی قابل دید ہے۔ میری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مولانا موصوف کو زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی خدمت کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور ان کو حاسدین سے محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو مزید امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے قلم اٹھانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اکابر علمائے اہل سنت اگر ایسے نئے لکھنے والے نوجوان مصنفین کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرمائیں تو مستقبل میں اہل

تحقیق وتصنیف کی اچھی خاصی جماعت وجود میں آسکتی ہے۔ نیز جدید مصنفین ومترجمین سے بھی گزارش ہے کہ اپنی تصانیف میں مناسب مقام پر مشائخ عظام علمائے کرام اکابر اسلام کی تصانیف وملفوظات سے استفادہ کرتے وقت ان کے اسمائے گرامی بھی درج فرما کر اپنی کتاب کو متبرک بنا کر لیا کریں۔ اس سے یقیناً برکت ہوگی۔ اغیار کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے بڑوں کا ذکر جگہ جگہ کرتے وقت ان کے نام لکھ دیتے ہیں جبکہ ہمارا معاملہ برعکس ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

مولانا محمد اقبال قادری زید مجدہ نے قلم کی آبیاری کے لئے جو راہ اختیار کی ہے یہ نہایت وسیع وکشادہ ہے۔ اللہ کرے اس راہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہیں اور اہل سنت وجماعت کے مثبت لٹریچر میں اضافہ کا وسیلہ بنتے رہیں۔

موصوف نے درج ذیل اساتذہ کرام سے علم وعمل کی روایت کو سمیٹا اور سمیٹ رہے ہیں۔

اسمائے کرام ملاحظہ ہوں۔

(1) حضرت علامہ مولانا حافظ غلام حیدر خادمی مدظلہ

(2) حضرت علامہ مولانا ضیاء اللہ قادری اشرفی علیہ الرحمۃ

(3) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع گولڑوی مدظلہ

(4) حضرت علامہ مولانا عبدالقیوم اوکاڑوی مدظلہ

(5) حضرت علامہ مولانا اقبال سعیدی مدظلہ

(6) حضرت علامہ مولانا ذوالفقار قادری مدظلہ

(7) حضرت علامہ مولانا خاور حسین نقشبندی مدظلہ

(8) حضرت علامہ مولانا انصر ہاشمی مدظلہ

(9) حضرت علامہ مولانا علی اصغر ناز نوشاہی مدظلہ

(10) حضرت علامہ مولانا احمد یار خان مدظلہ

(11) حضرت علامہ مولانا نبی مرجان قمر مدظلہ

(12) سر جماعت علی مدظلہ

(13) سر عبدالقدیر شاہ مدظلہ

دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے تصنیفی وتالیفی ذوق کو دوبالا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

العاجز: محمد معین الدین مدظلہ العالی

مدرس: جامعہ اسلامیہ برکاتیہ بنیک روڈ مظفر آباد آزاد کشمیر

13/8/13

تقریظ اوّل

صاحبزادہ پیر سید انتصار الحسن شاہ آستانہ عالیہ غوث یگانہ چھالے شریف کڑیاں والا تحصیل و ضلع گجرات

میں نے مولانا محمد اقبال عطاری مہتمم جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی سیالکوٹ کی آج سے قبل بہت زیادہ تحاریر بہت زیادہ موضوعات پر مثلاً

سنی تحفہ خواتین	واقعہ کربلا اور امام حسین	عظمت میلاد مصطفیٰ
موت کا منظر	علامات قیامت	جنت کے حسین مناظر
جہنم کے خوفناک مناظر	گلشن نقابت	خطبات رمضان
شادی مبارک	عطاء النبوی شرح اربعین نووی	

ملاحظہ کیں اور اس کے مطالعہ سے دل کو بڑی تسکین ہوئی کہ مولانا نے چھوٹی سی عمر میں کثیر تعداد میں کتابیں تحریر کیں جن کے سبب ہر خاص و عام کے علم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زیر نظر کتاب علامہ دمیری کی کتاب ''حیاۃ الحیوان'' کا اردو ترجمہ ہے جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے جس کو مولانا موصوف نے بڑے اچھے انداز میں کیا ہے اس ترجمے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جہاں بھی حدیث مبارکہ آئی ہے مولانا نے اس کی تخریج بھی کی ہے اور جہاں کہیں اپنے مسلک کی بات آئی ہے وہاں اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل مولانا موصوف کے علم و عمل اور سوز و گداز میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

عاجز

سید انتصار الحسن شاہ

آستانہ عالیہ غوث یگانہ چھالے شریف کڑیاں والا گجرات

0300-8460710

تقریظ دوم

مصنف کتب کثیرہ محترم جناب

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی

بانی: تحریک صوت الاسلام آزاد کشمیر (پاکستان)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں حافظ محمد تنویر قادری وٹالوی مولانا محمد اقبال عطاری مدظلہ العالی کی طرح ایک حقیر سا مصنف ومؤلف ہوں میں نے مولانا کی اکثر کتب کو ملاحظہ کیا اوران کو پڑھ کر بہت مسرور ہوا۔ اس لئے کہ حضرت نے اپنی تمام تحریر کردہ کتب میں جس حوالے سے بھی بحث وتحریر سپرد قلم کی ہے وہ تمام تر قابل فخر اور قابل مطالعہ ہیں۔ ان کا مطالعہ کر کے نہ صرف عامۃ الناس بلکہ اہل علم حضرات بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ وقت کے دامن میں قلت کے باعث انہی الفاظ کے ساتھ مولانا موصوف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں اوران کے لئے دعا گو بھی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو اور وسعتیں عطا فرمائے۔

فقط

محمد تنویر قادری وٹالوی

بانی تحریک صوت الاسلام آزاد کشمیر

21/7/13

0300-6182305

تقریظ سوم

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری یعقوب نقشبندی مدظلہ آف اٹلی

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اما بعد

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس پرفتن دور میں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی کیونکہ دین کی سمجھ کا ملنا صراطِ مستقیم کا ملنا ہے اور صراط مستقیم وہ ہے جو آدمی کو اپنے گھر پہنچادے اور ہماری منزل جنت ہے۔ دنیا تو مسافر خانہ ہے اور اس منزل کا سامان ایمان اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے اعمال ہیں اور مولانا محمد اقبال عطاری نے ہر ہر موضوع پر کتاب لکھ کر یہ سامان امت مصطفیٰ تک پہنچایا ہے۔ زیر دست کتاب ''حیاۃ الحیوان'' کا اردو ترجمہ ہے جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تکمیل بہت تھوڑے عرصے میں مولانا موصوف نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں اور قلم میں مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

حافظ محمد یعقوب نقشبندی
حال مقیم اٹلی
23/7/13

تقریظ چہارم

عالم نبیل، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا ممتاز اشرفی مدظلہ
مہتمم: دار العلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار سیکٹر 16 اورنگی کراچی

الحمدللہ! برصغیر میں ماضی قریب کی ایک صدی میں علوم دینیہ پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے اور اب ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان کے بعد اسلامی لٹریچر اور دینی و علمی سرمائے کے اعتبار سے اردو زبان دنیا کی کسی بھی زبان سے کسی بھی طور پر کم نہیں ہے۔ بلاشبہ اسلام کے دینی و علمی، تاریخی و ادبی سرمائے کو عربی سے اردو زبان میں منتقل کرنے میں علماء اہل سنت کا کردار بہت نمایاں ہے اور بعض جہتوں سے تو اس حد تک تحقیقی کام ہوا ہے جو بجائے خود ماخوذ کے ماخذ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

کرم بالائے کرم یہ کہ اب ہمارے مقتدر و محقق علماء کو تھوڑی سی فرصت ملی ہے اور امید واثق ہے کہ انشاء اللہ قلیل عرصے میں تفاسیر و احادیث کے تراجم پر وقیع و تحقیقی کام کا وافر ذخیرہ ہمارے علمی ورثے میں شامل ہو جائے گا اور اس معاملے میں محقق العصر مولانا محمد اقبال عطاری کا نام انشاء اللہ علماء کے اس قافلے کے سالار کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہے گا اور ان کو بقاء دوام نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس تصنیف ترجمہ "حیاۃ الحیوان" کو اپنی جناب سے رفعتیں عطا فرمائے۔ آمین

الاحقر
محمد ممتاز اشرفی
خادم: دار العلوم اشرفیہ رضویہ۔
16 اورنگی کراچی
21/6/13

تقریظ پنجم

حضرت علامہ مولانا محمد راشد المدنی عطاری
فاضل: عالمی مدنی مرکز دعوت اسلامی باب المدینہ کراچی
مدرس: جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ رنگپورہ رڑی سیالکوٹ

اللہ عزوجل کا کروڑہا شکر ہے کہ جس نے انسان کو انسانیت کا شرف بخشا۔ ''حضور شہنشاہِ مدینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ اے لوگو خبردار ہو جاؤ یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مجھے صلاح وفلاح انسانیت کی غرض سے قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس مقدس کتاب جیسی تعلیمات علیحدہ سے عطا کی گئی ہیں۔
اس حدیث مبارکہ سے بعد والی حدیث مبارکہ میں اسی کے مثل بات مزید وضاحت کے ساتھ کچھ اس طرح ہے ''خبردار میں نے کئی اشیاء کا حکم دیا گئی کے بارے میں رغبت دلائی گئی سے منع فرمایا وہ تم پر لازم اور واجب الاتباع ہونے کے لحاظ سے بھی قرآن مجید ہی کی مثل بلکہ اس سے کثیر ہیں۔'' انہی پاکیزہ تعلیمات اور اوامر ونواہی کو حدیث نبوی کہا جاتا ہے۔
حدیث مبارکہ کے مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے محدثین نے ابتداء سے اب تک بڑی محنتوں سے اس کی خدمت اور حفاظت فرمائی ہے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مولانا محمد اقبال عطاری ہیں کہ جنہوں نے ہمارے اسلاف کی تصنیف کردہ کتب کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ اللہ عزوجل مولانا موصوف کے علم وعمل اور سوز وگداز میں دن دگنی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

العاجز
محمد راشد المدنی عطاری
فاضل: عالمی مدنی مرکز (دعوت اسلامی)
باب المدینہ کراچی
مدرس: جامعۃ المدینہ سیالکوٹ
17/7/13

تقریظ ششم

حضرت علامہ مفتی محمد عمران ہاشمی
پرنسپل جامعہ نوریہ جامع مسجد النور کندیاں ضلع میانوالی

میں نے مولانا محمد اقبال عطاری کی بہت زیادہ کتب مارکیٹ میں دیکھیں ان کو بڑا مدلل، پُر مغز اور علم سے بھرپور پایا اور اس وقت جو کتاب میرے ہاتھوں میں موجود ہے یہ مولانا موصوف کی بڑی عظیم کاوش ہے۔ میری مراد علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کی معروف تصنیف ''حیاۃ الحیوان'' کا اردو ترجمہ ''عطار الجنان'' ہے جو کہ قابل دید ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے علم وعمل اور قلم وقرطاس میں دن بدن ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

فقط

محمد عمران ہاشمی
پرنسپل: جامعہ نوریہ کندیاں ضلع میانوالی
2/7/13
0334-9846740

تقریظ ہفتم

حضرت علامہ مولانا عبداللطیف چشتی الازہری
پرنسپل: ضیاء الامت فاؤنڈیشن (جرمنی)

مولانا محمد اقبال عطاری مدظلہ صاحب تصانیف کثیرہ ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جن کو قسام ازل نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا فیض دوسروں تک پہنچانے اور ان کے مفاہیم و مطالب عالیہ کو سہل انداز میں پیش کر کے عامۃ المسلمین کو بہرہ افروز کرنے کی سعادت پر مامور کر دیا ہے۔ مولانا محمد اقبال عطاری کی کچھ تالیفات کے مطالعہ اور ان سے استفادہ کے باعث آپ سے ایک گونہ تعارف تو عرصہ سے ہو چکا ہے مگر خود مولانا موصوف سے علمی مجلس اور ان کی معروف تالیف ترجمہ "حیاۃ الحیوان" کے مطالعہ کا موقع میسر نہ ہوا تھا۔ مولانا کے ترجمہ اور تشریح کو دیکھ کر یہ تاثر قائم ہوا کہ آپ منشاء رسالت کو اردو کی صورت میں منتقل کرتے ہیں۔ مفاہیم احادیث کو اپنے خیالات کے مطابق نہیں ڈھالتے بلکہ اپنی فکر اور قلم کو ان کی ترجمانی کے لئے استعمال کرتے ہیں خود کوئی دعویٰ ایجاد کر کے اس کے لئے احادیث کو استعمال نہیں کرتے بلکہ احادیث سے جو آشکارا ہوتا ہے انہی فوائد و نکات کو اصلاح امت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ میں اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں دعا گو ہوں کہ وہ مولانا موصوف کے قلم و قرطاس اور سوز و گداز میں دن بدن ترقیاں عطا فرمائے اور ان کو لمبی عمر عطا فرمائے جس کے سبب یہ تحریر کے شعبہ کو مضبوط سے مضبوط تر بناتے چلے جائیں۔

فقط
عبداللطیف چشتی الازہری
پرنسپل: ضیاء الامت فاؤنڈیشن (جرمنی)
20-8-2013

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کے حالات

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کا اسم مبارک محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری علیہ الرحمہ ہے

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کی سن ولادت

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ 742ھ بمطابق 1344ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کا مزاج و حالات زندگی

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ اپنے مذہبی اعتقادات کے باعث تصوف کے اس مسلک سے جڑے ہیں جس کی تاسیس خانقاہ صالحیہ میں ہوئی تھی۔ علامہ موصوف علیہ الرحمہ ایک زاہد، عابد اور صاحب کرامت بزرگ کے طور پر مشہور تھے نوجوانی میں تو وہ کھانے پینے کے بہت زیادہ شوقین تھے مگر بعد میں وہ اکثر روزے کی حالت میں رہتے۔ اپنی زیادہ ساعت نمازوں میں وقف فرماتے اور راتوں کو قیام فرماتے۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کا کاروبار

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے اپنی گزر بسر کے واسطے کپڑے سینے کا یعنی درزی کا پیشہ اختیار کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرنے کی سعی بھی جاری رہی۔ آخر کار حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمۃ نے درزی کا پیشہ چھوڑ کر طلب علم میں منہمک ہو گئے۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کے اساتذہ کرام

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے جن اہل علم سے علم کا فیض حاصل کیا ان میں بہت مشہور شافعی عالم بہاؤ الدین السبکی، جمال الدین السنوی، ابن عقیل اور برہان القیر اطی جیسی بڑی شخصیات شامل ہیں۔ ان اساتذہ کی علم پرور محبتوں کا اثر تھا کہ حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمۃ نے تھوڑی ہی مدت میں فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان اور معانی و بیان میں بڑی مہارت حاصل کر لی۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ بحیثیت استاد

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمۃ نے الازہر، جامعہ الظاہر، مدرسہ ابن البقری اور قبہ جیسے عظیم علمی مراکز میں درس و

تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کا سفر مکہ ومدینہ

علامہ موصوف علیہ الرحمۃ نے 1361ء سے 1397ء کے مابین چھ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی اور اس دوران انہوں نے ایک جانب تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء وشیوخ سے اپنے علم کی پیاس بجھائی تو دوسری جانب اپنے درس ووعظ اور فتاویٰ سے عوام الناس کو فیض یاب فرمایا۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کی کتب

علامہ موصوف علیہ الرحمۃ نے کئی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں حیوۃ الحیوان اور ان کی اختتامی تصنیف ''سنن ابن ماجہ'' کی تشریح بھی شامل ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کا عنوان ''الدیباچہ'' ہے۔

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کی ناموری کا سبب

علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کو ان کی تصنیف ''حیوۃ الحیوان'' کے سبب سے مشرق ومغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔اس کتاب میں انہوں نے جانوروں کے بارے میں عوام الناس میں پائے جانے والے غلط خیالات وتصورات کی اصلاح کرنے کی سعی کی ہے۔اس کتاب کا مسودہ انہوں نے 1371ء میں تیار کیا تھا اور اس میں ان سارے حیوانات کے متعلق ممکنہ حد تک مکمل معلومات فراہم کی گئی ہیں جن کا تذکرہ قرآن پاک اور اس کے علاوہ عربی ادب میں جگہ جگہ ملتا ہے۔اس کتاب کے مقالات حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کئے گئے ہیں اور ترتیب میں حیوانات کے اسموں کے اول حروف کو پیش نظر رکھا ہے ہر مقالے میں مندرجہ ذیل بحث کی گئی ہے۔

- ......حیوانی اسم کے لسانی پہلو
- ......حیوان اور اس کی عادات کی تفصیل
- ......حدیث کی کتابوں میں حیوانات کا تذکرہ
- ......بحیثیت غذا مختلف حیوانات کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق مختلف مذاہب کی رائے۔
- ......حیوانات کے اسم سے تعلق رکھنے والی ضرب الامثال
- ......ہر حیوان کے اعضاء اور اجزاء کے طبی اور دیگر خواص
- ......مختلف حیوانات کے خواب میں دکھائی دینے کی تعبیر

الدمیری نے اپنی معلومات کے واسطے مکمل طور پر عربی مآخذ پر انحصار کیا ہے تاہم ان میں دوسری زبانوں خاص طور پر لاطینی سے عربی میں کئے گئے تراجم بھی شامل ہیں۔انہوں نے مختلف حیوانات کے کوائف درج کرتے ہوئے 805 مصنفین کا حوالہ دیا ہے اور یہ مسلمانوں کے سوا دوسری قوموں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔''حیوۃ الحیوان'' کا اسلوب واضح اور سلجھا ہوا ہے۔ادبی لحاظ سے یہ کتاب اس واسطے اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں حیوانات سے متعلق مشاہدات کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں

کی رائج کردہ روایات اور عقائد کے متعلق اکثر مقامات پر خاصی معلومات درج ہیں۔اس کے علاوہ اس کتاب میں مصنف اکثر وقت اپنے اصل موضوع سے بچتے ہوئے دوسرے مضامین پر توجہ دینا شروع کر دیتے ہیں۔بمثال کے طور پر''روز'' کا مطلب ''بطخ'' کے عنوان کے تحت خلفاء کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا ہے جو پوری کتاب کا تقریباً تیرہواں حصہ بنتا ہے۔

''حیوۃ الحیوان'' متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کے تین منقش نسخے ہیں۔الکبریٰ،الوسطیٰ اور الصغریٰ۔اس کے بہت سے خلاصے اور اقتباسات بھی تیار کئے گئے ہیں۔سترہویں صدی میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا جبکہ ترکی زبان میں اس کا ایک ترجمہ بعد میں ہوا۔اس کے سوا انگریزی زبان میں ایک نامکمل کتاب کا تقریباً تین چوتھائی ترجمہ بھی ملتا ہے لیکن یہ زبان و بیان کے اعتبار سے کمزور ہے۔

حضرت امام دمیری علیہ الرحمۃ کا سفر آخرت

حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمۃ کا انتقال 808ء بمطابق 1405ھ کو قاہرہ میں ہوا۔اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

حیات الحیوان حضرت امام علامہ دمیری علیہ الرحمہ کے قلم سے

ہر طرح کی تعریفیں اللہ عزوجل کے واسطے ہیں جس نے انسان کو دل وزبان کی نعمت کے ذریعہ تمام مخلوقات پر شرف عطا فرمایا اور گفتگو و بیان کے ذریعے اس کو یعنی کہ انسان کو تمام حیوانات پر فضیلت عطا فرمائی اور انسان کو عقل کے ذریعہ سارے حیوانات پر ترجیح دی۔ انسان عقل کے بہترین ترازو میں فیصلوں کو جانچتا اور تولتا ہے اور اسی عقل کے ذریعہ انسان نے اللہ عزوجل کی توحید پر مضبوط دلائل قائم کئے ہیں۔ میں یعنی کہ علامہ دمیری علیہ الرحمۃ اس ذات کی بہترین حمد کرتا ہوں جس نے ہم پر پے در پے احسانات کئے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ یعنی کہ اللہ عزوجل "وحدہٗ لاشریک" ہے اور عقل والے حدود ورسوم کے ذریعے اس اللہ عزوجل کی ذات کی اصلیت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ میں علامہ دمیری علیہ الرحمۃ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں واضح دلائل عطا فرمائے گئے ہیں۔ اللہ عزوجل ان پر اور ان کی آل اور ان کے صحابہ کرام پر تا ابد سلام رحمتیں اور برکتیں نازل فرمادے۔ اس وقت تک کہ زمین وآسمان کی بقا ہے اور لیل ونہار کی گردش جاری ہے۔ امابعد! یہ کتاب تصنیف کرنے کے واسطے نہ کسی شخص نے مجھ سے سوال کیا اور نہ ہی میری طبیعت نے اس کی تالیف کی جانب مجھے مجبور کیا بلکہ اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہوا کہ میرے بعد دروس میں جس میں اس بات کا خفیہ رکھنا اسی طرح محال تھا جس طرح نئی نویلی دلہن سے خوشبو کا چھپانا "مالک الحزین" ایک قسم کے پرندہ اور منحوس بجو کا تذکرہ آیا۔

سوان حیوانوں کی بحث سے ایسی طوالت کی حالت پیدا ہوگئی جس طرح کہ جنگ بسوس ایک بسوس نامی کی اونٹنی کے سبب سے قبیلہ بکر اور قبیلہ تغلب میں ہونے والی جنگ کی تندرست رائے بیمار کے ہمراہ جمع ہونے لگی۔ گدھ اور شتر مرغ میں کوئی فرق نہ رہا۔ بچھو زہریلے سانپ سے الجھنے لگا۔ دودھ چھوڑنے والے بچوں نے جانوروں کی برابری کی ابتداء کی۔ دوست احباب نے بکریوں کو اونٹوں کے ہمراہ چرانا شروع کر دیا۔ مچھلی اور گوہ کو ایک جیسا خیال کرنے لگے، ہر ایک نے بالطبع بجو کے اخلاق اختیار کئے۔ اہل دستار نے چیتے کی کھال پہن لی۔ عوام الناس نے کبوتر کے طوق کی طرح اپنی گردن میں برائیوں کا پٹہ ڈال لیا۔

والقوم اخوان و شتی فی الشیم قیل فی شانهم اشتدی فی الریم

''قوم کے لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں اوران کے اخلاق الگ الگ ہیں۔ان کی شان میں نقل ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باوجود قوی ہیں۔''

بڑوں نے خیال کرلیا کہ وہ ''خطاء'' پرندے سے زیادہ سچے ہیں اور چھوٹے ''فاختہ'' کی نسبت غلط ہیں۔ ماہر بوڑھا دو مشکیزوں والی عورت ثابت ہوا۔دانا طبیب بدو نکلا جو حنین کے دو موزے لے کر لوٹا تھا۔دانا آدمی ''اشقر'' پرندے کی طرح متحیر نظر آیا۔طالب علم ''حباری'' پرندہ کی طرح متحرک دکھائی دیا، سننے والا کہہ رہا تھا کہ تمام شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہیں۔حق کا طالب سیٹی بجانے والے پرندے کی طرح کہہ رہا تھا اے نادان پرندے خاموشی اختیار کر لے۔سو اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ فیصلہ کرنے والے کے گھر جانا چاہئے کمان اگر کمان بنانے والے کو دی جائے تو حقائق واضح ہوتے ہیں۔گھوڑ دوڑ میں آگے بڑھنے والے گھوڑے کو ہی دیکھا جاتا ہے اور رات بھر چلنے والے کی تعریف صبح کے وقت ہی ہوتی ہے۔اس کے بعد میں نے اللہ عزوجل سے جو کرم اور احسان کرنے والا ہے سے اس قسم کی کتاب کی تالیف کے متعلق استخارہ کیا کہ جو اس شان کی ہو یعنی کہ حیوانات کے متعلق جامع ہو میں نے اس کتاب کا اسم مبارک ''حیٰوۃ الحیوان'' رکھا۔

اللہ عزوجل اس کتاب کو میرے واسطے جنت کی فلاح کا ذریعہ بنائے اور تا ابد اسے لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے۔ بیشک وہ رحمٰن اور رحیم ہے میں نے اس کتاب کو حروف معجم یعنی کہ حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔اس واسطے کہ حروف تہجی کے ذریعہ سے اسماء کو یعنی کہ جانوروں کے اسماء کو جاننے میں سہولت ہو۔

مؤلف

محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

باب الالف

الاسد (شیر)

شیر: شیر جانوروں میں سب سے مشہور جانور ہے۔ عربی زبان میں شیر کو "اسد" کہا جاتا ہے۔ اسد کی جمع اُسُود، اُسدٌ اور آسَادٌ ہے۔ عربی زبان میں شیرنی کے لئے "اسدۃ" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

حضرت اُم زرع رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ (پانچویں عورت نے کہا) "میرے شوہر کا تو یہ عالم ہے کہ جب وہ گھر میں آئے تو اس طرح آتا ہے جیسے کہ وہ چیتا ہے اور جب وہ گھر باہر جائے تو اس کی حالت ایسی ہوتی ہے گویا کہ وہ شیر ہے (اور وہ گھریلو معاملات کے بارے میں باز پرس نہیں کرتا)۔"

شیر کے نام: شیر کے بے شمار نام ہیں۔ کسی چیز کے زیادہ نام اس کے عظیم ہونے کی علامت ہے۔ حضرت امام ابن خالو علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیر کے تقریباً "پانچ سو" نام ہیں اور اس کی اتنی ہی خوبیاں ہیں۔ علی بن قاسم بن جعفر اللغوی نے شیر کے پانچ سو ناموں میں ایک سو تیس نام مزید شامل کئے ہیں۔

اسامۃ، البھیس، التاج، الجذب، الحرث، حیدرۃ، الدواس، الرئبال، زفر، السبع، الصعب، الفرغام، الضیغم، الطلیثار، العنبس، الغضنفر، الفراصفۃ، کھمس، القسورۃ، اللیث، التمانس شیر کے یہ نام شہرت عام رکھتے ہیں اور بعض علمائے لغت کے مطابق شیر کی مندرجہ ذیل کنیتیں ہیں۔ ابو الابطال، ابو حفص، ابو الاخیاف، ابو الزعفران، ابو شبل، ابو العباس، ابو الحرث۔

شیر سے ابتداء کی وجہ: اس کتاب کا آغاز "شیر" سے اس لئے کیا گیا ہے کہ شیر کو دیگر جانوروں میں خاص اہمیت حاصل ہے اور شیر جنگلی جانوروں میں سب سے عظیم اور برتر ہے۔ وہ اس لئے کہ شیر کی حیثیت اس کے شجاع، بے رحم، سنگ دل، طاقتور، عیاز، سوء مزاج اور بدخلق ہونے کی وجہ سے ایک دبدبہ والے شہنشاہ کی سی ہے۔ اسی وجہ سے شجاعت، دلیری، جرأت، قوت، قرائن، حملہ آوری اور اقدام میں شیر کی مثال دی جاتی ہے۔

حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو اسی وجہ سے "اسد اللہ" (اللہ کا شیر) کہتے ہیں۔ دیگر علماء نے فرمایا کہ شیر کے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ اس کے نام سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو "شیر خدا" کا لقب دیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو "فارس النبی" یعنی حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شہسوار کہتے ہیں۔

صحیح مسلم "باب اعطاء القاتل سلب المقتول" میں روایت ہے "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا ایسا

ہرگز نہیں ہوسکتا (کہ ہم مقتول کا سامان) قریش کی ایک لومڑی کودے دیں اور ابوقتادہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سیدالمرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے (دشمن سے) لڑتا ہے انہیں محروم کردے۔''

شیر کی قسمیں: شیر کی کئی قسمیں ہیں۔ ارسطو نے کہا کہ میں نے شیر کی ایک انوکھی قسم دیکھی جس کا رنگ سرخ تھا۔ اس کا چہرہ انسانی چہرے کی طرح اور اس کی دم بچھو کی دم جیسی تھی۔ شیر کی اسی قسم کو عربی زبان میں ''الورد'' یعنی گلاب کہا گیا ہے۔

ایسی ہی قسم کا ایک دوسرا شیر بھی ہے جس کی شکل گائے کی شکل سے مشابہ ہے۔ اس کے سینگ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں جن کی لمبائی بالشت برابر ہوتی ہے۔ ماہرین حیوانات کا کہنا ہے کہ شیرنی کے بچہ پیدا کرنے کا طریقہ بھی انوکھا ہے کہ شیرنی گوشت کا ایک بے حس وحرکت لوتھڑا پیٹ سے نکال کر زمین پر پھینکتی ہے اور پھر مسلسل تین روز تک اس کی حفاظت کرتی ہے پھر شیر اس پر پھونکیں مارتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس لوتھڑے میں روح پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عمل کے بعد اس کے جسمانی اعضاء وغیرہ بننا شروع ہوتے ہیں اور وہ لوتھڑا شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے اور شیرنی دودھ پلا کر اس کی پرورش کرتی ہے۔ پھر ایک ہفتے کے بعد بچہ آنکھیں کھول کر اس کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے اور تقریباً چھ ماہ بعد اس بچے کو احساس ذمہ داری ہو جاتا ہے۔

شیر کی خصوصیت: ماہرین حیوانات نے کہا ہے کہ شیر بھوک کی حالت میں صبر وبرداشت سے کام لیتا ہے۔ شیر کو پانی کی ضرورت کم محسوس ہوتی ہے۔ شیر کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ دوسرے درندوں کا شکار (جوٹھا) نہیں کھاتا۔ اگر شکار کھاتے ہوئے شیر سیر ہو جائے تو باقی وہیں چھوڑ دیتا ہے اور پھر دوبارہ اس میں سے نہیں کھاتا۔ بھوک کی حالت میں شیر چڑچڑا ہو جاتا ہے مگر جب شیر کا پیٹ بھرا ہو تو بے سدھ ہو کر کاہل ہو جاتا ہے۔ شیر دوسرے جانوروں بالخصوص کتے کا جوٹھا پانی ہرگز استعمال نہیں کرتا۔ شاعر نے اپنے اشعار میں اسی بات کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

واترك حبها من غير بغض وذاك لكثره الشركاء فيه

اور میں نے اس سے بغیر کسی کینہ ودشمنی کے تعلقات ختم کر دیئے ہیں کیونکہ اس نے بہت سے احباب بنالئے ہیں۔

اذا وقع الذباب على طعام رفعت يدى ونفسى تشتهية

جب کسی کھانے میں مکھی گر جائے تو طلب اور خواہش کے باوجود ہاتھ روک لیتا ہوں۔

وتجتنب الاسود ورود ماء اذا كان الكلاب ولغن فيه

اور شیر ایسے گھاٹ کا پانی پینے سے گریز کرتے ہیں جس سے کتوں نے پیا ہو۔

قلم کے بارے میں چند شعراء نے بڑی منفرد بات کہی ہے:

وارقش مرهوف الشباة مهفهف يشتت بشمل الخطب وهو جميع

قلم نازک ہم شکلوں میں مختلف کیفیت رکھتا ہے جو حادثات کی وجہ سے منتشر ہو جاتے ہیں مگر خود مستقل مزاج رہتا ہے۔

حمی الملك مقطوطا كما كان تحتمی بـه الاسلافـی الآجـام وهو رضیع

قلم وہ ہے جو دودھ چھوڑنے کے بعد ملک کی حفاظت ایسے کرتا ہے جیسے وہ دودھ پیتے ہوئے کچھار میں رہنے والے شیروں کی حفاظت کرتا ہے۔

شیر کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ بغیر چبائے اپنے سامنے والے دانتوں سے نوچ نوچ کر شکار کھاتا ہے۔شیر کا لعاب دہن کم آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر شیر کا منہ گندا ہوتا ہے۔شیر کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ نڈر،جرأت مند اور بہادر ہوتا ہے لیکن اس وصف کے ساتھ ساتھ اس میں بزدلی اور کم ہمتی بھی موجود ہوتی ہے۔مرغ کی آواز سن کر شیر پریشان ہو جاتا ہے۔بلی کی خوفناک آواز سے ہراساں ہو جاتا ہے۔سلفچی (ہاتھ دھونے کا برتن) کی آواز سے بھی شیر کے حواس مختل ہو جاتے ہیں۔آگ جلتے ہوئے دیکھ کر تعجب کا شکار ہو جاتا ہے۔

شیر کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔اسے کسی بھی جانور سے محبت نہیں ہوتی کیونکہ وہ دوسرے جانوروں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ وہ جانور اس پر جوابی حملہ کر سکیں گے۔شیر کی کھال کو اگر کسی چیز پر رکھ دیا جائے تو اس چیز کے بال رفتہ رفتہ جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔شیر اگر کوشش کر کے بھی حائضہ عورت کے پاس جانا چاہے تو نہیں جا پاتا۔شیر پر ہمیشہ بخار غالب رہتا ہے۔اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔شیر کے ضعیف ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے دندان گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

شیر کا تذکرہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں: شفاء الصدور میں ابن سبع السبتی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک دفعہ کسی سفر میں تھے۔دوران سفر ان کا گزر ایسے گروہ پر ہوا جو آرام کر رہے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس گروہ سے ان کی خیریت معلوم کی۔آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا ہے۔انہوں نے بتایا کہ اس راستے میں ایک شیر ہے جس نے ہم لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا ہے۔یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے نیچے تشریف لائے اور شیر کے نزدیک جا کر اس کا کان پکڑا اور اسے راستے سے ہٹا دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق یقیناً بالکل درست فرمایا ہے کہ بے شک تجھے ابن آدم پر ان کے غیر اللہ سے ڈرنے کی بناء پر ان پر مسلط کیا گیا ہے۔اگر انسان ماسوائے اللہ کے اور کسی سے خوفزدہ نہ ہو تو پھر تو مسلط نہیں۔اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ ڈرتا تو وہ اپنے معاملات میں کسی پر بھی اعتماد نہ کرتا۔''

سنن ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن آدم سے مروی ہے کہ اگر ابن آدم اللہ پاک کی طاقت اور تقدیر پر مکمل یقین رکھتا ہو تو پھر وہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی پر اعتماد نہ کرتا اور نہ اپنے حالات و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ رکھتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب و سینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس کائنات پر ایسی حالت میں اتریں گے کہ ان کو دیکھنے سے علم ہوگا کہ ان کے سر مبارک سے پانی بہہ رہا ہے جبکہ ان کے سر مبارک میں کسی قسم کی نمی یا پانی کی بوند تک نہ ہوگی۔وہ صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کا قتل کریں

گے۔ان کی آمد سے مال میں کثرت پیدا ہو جائے گی۔ زمین میں امن و امان قائم ہو گا۔ عدل و انصاف کا یہ عالم ہو گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا' گائے کے ساتھ اکٹھے پانی پئیں گے۔ بکری اور بھیڑیا بھی اکٹھے پانی پینے میں کوئی عار محسوس نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ کوئی بھی کسی کو ضرر نہ پہنچائے گا۔ اس کیفیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔

پھر ان کا انتقال ہو گا اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری رسومات ان کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ادا کریں گے۔

(بخاری' کتاب البیوع میں مختلف الفاظ کے ساتھ' رقم الحدیث 2222' مسلم شریف' کتاب الایمان' رقم الحدیث 155' ابن ماجہ شریف' کتاب الفتن' رقم الحدیث 4078)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ: ثور بن یزید کے حالات میں حضرت امام ابو نعیم علیہ الرحمہ کی کتاب الحلیہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ شیر صرف حرام کار کا شکار کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ خود ان کا واقعہ جو شیر کے ساتھ پیش آیا وہ بے حد شہرت کا حامل ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف الثقفی کے عہد تک حیات رہے۔ محمد بن منکدر نے کہا کہ مجھ سے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دریا میں کشتی پر محو سفر تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں ایک تختہ کے اوپر بیٹھ گیا۔ وہ تختہ بہتے بہتے ایک شیر کی کچھار کے نزدیک لگ گیا۔ دفعتہً میں نے دیکھا کہ ایک شیر میری جانب لپکا ہے تو میں نے شیر سے کہا کہ میں سفینہ' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب و سینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں اور میں راستہ بھول بیٹھا ہوں۔ اس بات کا سننا تھا کہ شیر نے اپنے کندھوں سے اشارہ کیا حتیٰ کہ اس نے مجھے درست راہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد شیر چنگھاڑنے لگا تو میں جان گیا کہ شیر مجھے پہنچا کر اب واپس جانا چاہتا ہے اور میں محفوظ ہو گیا۔

دلائل النبوۃ میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ نے محمد بن منکدر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روم کی سرزمین کے نزدیک اپنے لشکر سے بچھڑ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو مقید کر لیا گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ فرار ہوئے اور لشکر کو ڈھونڈتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شیر کھڑا ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر کو مخاطب کیا اور فرمایا "اے ابو الحرث میں سفینہ' حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں۔ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ اتنے میں شیر دم ہلاتے ہوئے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کسی بھی قسم کی کوئی آواز سماعت فرماتے تو شیر کو تھام لیتے۔ سو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ شیر کے ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو پا لیا۔ اس کے بعد شیر واپس لوٹ گیا۔

(مشکوۃ شریف' رقم الحدیث 5949' شمائل رسول' رقم الحدیث 347' دلائل النبوۃ' صفحہ 46' جامع معمر بن راشد' 281)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے اسم کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ آپ رضی اللہ عنہ کا نام

رومان' کچھ علماء مہران' بعض طہمان اور چند عمیر نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام ترمذی' نسائی' ابن ماجہ رحمہما اللہ وغیرہ نے بھی روایت لی ہے۔

عتبہ بن ابی لہب کے لئے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا: حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی لہب کے بیٹے عتبہ کے لئے بددعا فرمائی کہ "اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس (عتبہ) پر مسلط فرما دے"۔ عتبہ کو شام میں زرقاء کے مقام پر ایک شیر نے وار کر کے ہڑپ کر لیا۔

حافظ ابونعیم نے اسود بن ہبار سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابولہب اور اس کے فرزند عتبہ نے شام کی طرف سفر کی تیاری کی۔ اسد بن ہبار بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم لوگ "الشراع" کے مقام پر ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس رکے تو راہب نے ہم سے کہا کہ آپ لوگوں نے یہاں کیوں قیام کیا ہے۔ اس جگہ تو جنگلی جانوروں کی بہتات ہے۔ ابولہب نے کہا تم سب میرے بارے میں بہتر جانتے ہو' تو ہم سب نے جواب میں کہا "جی ہاں ہم جانتے ہیں۔" ابولہب نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے فرزند عتبہ کو بددعا دی ہے۔ اس وجہ سے آپ سب کا یہ اخلاقی فرض بنتا ہے کہ اپنا ساز وسامان اس عبادت گاہ کی چھت پر اکٹھا کر کے اس کے اوپر میرے بیٹے کا بستر لگا دیں اور پھر اس کے ساتھ ہی اطراف میں سو جائیں۔

اسود بن ہبار کہتے ہیں' ہم سب نے ابولہب کے کہنے پر عمل کیا۔ سارا ساز وسامان اکٹھا کیا یہاں تک کہ وہ بہت بلند ہو گیا اور عتبہ سامان کے اوپر جا کر محوِ خواب ہو گیا۔ رات کے کسی پہر ایک شیر کی آمد ہوئی۔ شیر نے ہم سب کا منہ سونگھنا شروع کر دیا' پھر ایک دم وہ اچھل کر سامان کے اوپر چڑھ گیا اور اس نے عتبہ کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اس لمحے عتبہ کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوئے "سیفی یا کلب" (میری تلوار اے کتے) اور اس کے بعد عتبہ کچھ بھی نہ کہہ پایا۔

(سیرت حلبیہ' جلد 2' صفحہ 404' تفسیر روح البیان' جلد 9' صفحہ 311' مدارج النبوت' جلد 1' صفحہ 439)

بعض روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیر نے عتبہ' چیر پھاڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عتبہ یہ فریاد کرتے ہوئے مر گیا کہ شیر نے مجھے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ اس شیر کو ڈھونڈتے رہے مگر وہ ہمیں کہیں نہ ملا۔

حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر کے ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرنے کی بناء پر شیر کو کتا کہا (کیونکہ کتا بھی ایسے ہی پیشاب کرتا ہے)

فائدہ: حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں یہ روایت نقل کی ہے کہ

"ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فر من المجذوم فرارك من الاسد"

حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے تم

شیر سے دور بھاگتے ہو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ”انه صلی الله علیه وسلم اخذبید مجذوم وقال بسم الله ثقة بالله وتو کلا علیه وادخلها معه الصحفة۔“

حضور جانِ کائنات‘ صاحب معجزات‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ تھاما اور یہ دعا ”بسم الله ثقه بالله وتو کلا علیه“ پڑھتے ہوئے اس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ (ابن ماجہ)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے قول کہ ”کوڑھ اور برص متعدی ہوتے ہیں“ کا مفہوم ہے کہ کوڑھ اور برص بذات خود متعدی نہیں ہوتے بلکہ اللہ پاک کی ذات کے اثر ڈالنے کی بناء پر متعدی ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ خدائے بزرگ و برتر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر کوئی تندرست انسان کسی بیمار شخص کے ساتھ غیر معمولی قربت رکھتا ہو‘ یا پھر وہ دونوں اکٹھے رہتے ہوں تو صحت مند بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ دوست اپنی قسمت کی وجہ سے اس بیماری کا شکار ہو جاتا ہے تو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہونے کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ کوڑھ اور برص ہی متعدی ہیں جبکہ حضور سراج السالکین‘ رحمۃ للعالمین‘ سید المرسلین‘ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذہب اسلام میں نہ تو (بیماریوں میں) اچھوت ہے اور نہ نحوست و بدشگونی۔ اس بات کا تذکرہ انشاء اللہ آگے بھی ہوگا۔

حضرت امام صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”یہ ممکن نہیں کہ کوڑھی کا بیٹا اس بیماری سے محفوظ رہے“ ان الفاظ کا مفہوم حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے قول کی مناسبت سے جاننے کے لئے اس پر غور کریں ”کہ بچے نے والد کی کسی رگ کو کھینچ لیا ہے جس کی بناء پر وہ کوڑھی ہو گیا۔“

حدیث میں ہے کہ حضور جانِ کائنات‘ صاحب معجزات‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کوڑھی شخص بیعت کرنے کی نیت سے حاضر ہوا تو شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ‘ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس شخص کی جانب نہیں بڑھایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو نہ بڑھاؤ بس میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔ حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد قرار‘ آمنہ کے لال‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی انسان کسی مجذوم (کوڑھی) کو مسلسل نہ دیکھے اور جب تم اس قسم کے لوگوں سے مخاطب ہونا چاہو تو اس کے اور تمہارے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔

جذام کے فقہی مسائل: کتاب القواعد میں شیخ صلاح الدین عراقی علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں کہ ”حضور سرکار مدینہ‘ راحت قلب وسینہ‘ فیض گنجینہ‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی جو کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو وہ کسی بھی صحت مند انسان کے ہاں نہ جایا کرے۔“

اس حدیث پاک سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اگر کسی بچے کی والدہ برص یا کوڑھ کے موذی مرض کا شکار ہے تو ماں کے ذمہ بچے کی پرورش کا حق نہیں رہتا کیونکہ ماں کے ساتھ رہنے اور اس کا دودھ پینے کی بناء پر اولاد کو بھی برص یا کوڑھ کی بیماری لاحق ہو سکتی ہے۔

حضرت ''امام دمیری'' نے بھی شیخ صلاح الدین عراقی علیہ الرحمۃ کے لکھے کی تائید کی ہے اور مالکیہ سے بھی منقول ہے کہ اگر کوئی جذام کی بیماری میں مبتلا شخص صحت مند تو انا لوگوں کے ساتھ سرائے یا ہوٹل وغیرہ میں رہنا چاہے تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے یہاں تک کہ ہوٹل یا سرائے میں رہنے والے بیمار کو ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔

بالفرض اگر کوئی مجذوم پہلے ہی سرائے میں مقیم ہو اور اس کی موجودگی میں صحت مند افراد سرائے میں قیام کے لئے آئیں تو اس بیمار (مجذومی) کو ڈرا کر سرائے سے بے دخل کر دیا جائے گا۔ اس شرط پر کہ صحت مند افراد بھی یہی چاہتے ہوں۔

اگر کوئی شخص جذام کی بیماری کا شکار ہو اور اس نے اپنی بیوی کو ہم بستری کے معاملے میں پابند نہ کیا ہو تو ان دونوں میں علیحدگی کروائی جاسکتی ہے۔ اس صورت میں بیوی خود مختار ہے۔ شریعت اسلامیہ نے بھی اس معاملے میں بیوی کی خود مختاری کو تسلیم کیا ہے۔

دورِ نبوت کا ایک واقعہ: حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون سے فرمایا کہ شیر تجھے کھالے گا سو ایک شیر نے اس عورت کو کھالیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ شیر دھاڑتے ہوئے کیا کہتا ہے؟ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کے رسول شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہی تو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیر کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے کسی نیک اور شریف انسان پر مسلط ہونے سے بچا۔

شیر کے خوف سے محفوظ رہنے کی دعا: حضرت امام ابن سنی علیہ الرحمہ نے حضرت عکرمہ، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر کبھی تم کسی ایسی جگہ موجود ہو جہاں شیر کے حملے کا خوف ہو تو تم اس دعا کا ورد کیا کرو:

''اعوذ بالدانیال وبالجب من شر الاسد''

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ: اس دعا سے اشارتاً اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو ایک گہرے کنویں میں ڈال دیا گیا تھا تو جنگلی جانور حضرت دانیال علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنی دم ہلاتے ہوئے بڑی محبت کے ساتھ آپ علیہ السلام کے جسم کو چاٹنے لگے۔ اسی کیفیت میں اللہ پاک کی طرف سے ایک فرشتہ حاضر ہوا اور یہ آواز دی۔ اے دانیال (علیہ السلام)! حضرت دانیال علیہ السلام نے یہ آواز سنی اور فرمایا کہ آپ کون ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ ''مجھے تمہارے پروردگار نے بھیجا ہے کہ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں کھانا پیش کروں۔'' اس وقت حضرت دانیال علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی:

''الحمد للہ الذی لا ینسیٰ من ذکرہ'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابن ابی دنیا نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام جس بادشاہ کے زیر حکومت میں تھے اس کے دربار میں ایک روز نجومیوں اور علماء کرام کا ایک گروہ حاضر ہوا اور یہ پیش گوئی کی کہ فلاں رات ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو آپ کی حکومت کو ختم کر دے گا۔

اس بات کا سننا تھا کہ بادشاہ نے یہ حکم صادر کر دیا کہ اس رات جو بھی لڑکا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے۔ سو جب حضرت دانیال علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو ایک شیر کی کچھار میں ڈال دیا۔ اسی وقت شیر اور شیرنی دونوں آ گئے اور آ کے حضرت دانیال علیہ السلام کی زبان کو چاٹنے لگے۔ اس طرح سے پروردگارِ عالم نے حضرت دانیال علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے بچایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا تھا حضرت دانیال علیہ السلام ان مراحل سے بھی گزرے۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن بن ابی زناد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں ایسی انگوٹھی دیکھی۔ اس انگوٹھی کے نگینے میں ایک آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جسے دو شیر چاٹ رہے تھے۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ انگوٹھی میرے والد نے اس جگہ سے حاصل کی ہے جہاں حضرت دانیال علیہ السلام دفن ہیں اور یہ انہی کی انگوٹھی ہے۔ سو میرے والد نے شہر کے علماء سے اس بابت دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ اس انگوٹھی میں حضرت دانیال علیہ السلام کی ہی تصویر ہے جسے دو شیر چاٹ رہے ہیں اور یہ اس وجہ سے موجود ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ پاک کے احساناتِ کو بھول نہ سکیں۔

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ پاک نے پیدائش اور عمر کے آخری ایام میں دو دفعہ آزمائش میں ڈالا اور حضرت دانیال علیہ السلام دونوں مرتبہ ہی ان امتحانات میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس نعمت سے نواز دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کا نام لے کر پناہ مانگنے والوں کی خطرناک جانوروں سے حفاظت فرماتے ہیں۔ حضرت معاذ بن رفاعۃ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا ذکر حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر سے ہوا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کی قبر سے اس دعا کی آواز سنی:

"سبحان من تعزز بالقدرة وقهر العباد بالموت"

"پاک ہے وہ ذات جو اپنی طاقت سے بندوں پر غالب ہے اور جس نے بذریعہ موت بندوں کو بے بس کر رکھا ہے۔"

اسی وقت اس دعا کے جواب میں غیبی آواز سنائی دی:

"میں ہی ہوں جو اپنی طاقت سے غالب ہوا اور جس نے موت سے بندوں کو مغلوب کیا۔"

جو بھی شخص یہ دعا پڑھے گا اس کے لئے زمین و آسمان کی اشیاء دعائے مغفرت کریں گی۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا زمانہ: حضرت دانیال علیہ السلام کو خدائے بزرگ و برتر نے نبوت اور دانائی سے نوازا تھا۔ آپ علیہ السلام بخت نصر نہایت ظالم اور جابر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں بادشاہ نے اسرائیلی قیدیوں کے ساتھ حضرت دانیال علیہ السلام کو بھی قید کر رکھا تھا مگر جب بادشاہ نے

برا خواب دیکھا تو پریشان ہوگیا۔ بادشاہ نے لوگوں سے اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے معذرت کرلی۔ جب حضرت دانیال علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو آپ علیہ السلام نے بالکل درست تعبیر بتادی۔ تعبیر سن کر بادشاہ بہت مسرور ہوا اور اسی وقت سے بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو خاص عزت واحترام سے نوازنا شروع کردیا۔ مؤرخین کے مطابق ''نہرسویز'' میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو دیکھا گیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر مبارک کو ڈھونڈ لیا تھا۔ انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کے جسد پاک کو قبر سے نکالا۔ دوبارہ کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی اور دوبارہ وہیں ''نہرسویز'' میں ہی دفن کردیا۔ اس کے بعد قبر مبارک پر پانی بہادیا۔ (المجالستہ للد نیوی)

المجالستہ للد نیوی میں عبدالجبار بن کلیب نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں ابوابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ کے ساتھ محوسفر تھا۔ اچانک ایک شیر سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا تو حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ نے مجھے یہ دعا پڑھنے کے لئے کہا:

''اللّٰھم احرسنا بعینك اللتی لاتنام واحفظنا برکنك الذی لایرام وارحمنا بقدر تك علینا لانھلك وانت رجاء نا یا اللہ یااللہ یا اللہ''

عبدالجبار بن کلیب کہتے ہیں کہ اس دعا کے پڑھتے ہی شیر واپس چلا گیا اور اب یہ میری عادت بن چکی ہے کہ سنگین حالات میں اس دعا کو پڑھتا ہوں۔ اس دعا کی برکت سے مجھے ہر جانب بھلائی ہی بھلائی دکھائی دیتی ہے۔

فائدہ: علماء کرام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دکھ درد' بیماری یا پریشانی میں مبتلا ہو تو وہ درج ذیل آیات مبارکہ کو لکھ کر پہن لے انشاء اللہ خوف وہراس اور پریشانی دور ہوجائے گی۔ دشمن پر غلبہ نصیب ہوگا' ظاہری وباطنی امراض سے حفاظت اور دیگر امور میں کامیابی کے لئے سودمند ہے۔

ان آیات مبارکہ کی خاص صفت یہ ہے کہ ان میں تمام حروف تہجی مجتمع ہیں۔ اگر ان آیات مبارکہ میں سے کوئی آیت کسی رقابی میں لکھ کر زیتون یا تل کے تیل یا پھر عرق گلاب سے دھو کر کسی بھی قسم کی جسمانی تکلیف مثلاً پھنسی' مسہ' ریح' ابھارہ وغیرہ پر لگایا جائے تو بے حد مفید ہے۔

آیات درج ذیل ہیں:

(1) ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (آل عمران:154)

پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر

بے جا گمان کرتے تھے۔ جاہلیت کے سے گمان کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ آپ فرما دیں کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے۔ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو تم یہاں نہ مارے جاتے۔ آپ فرما دیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوئے۔ جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لیے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمانے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ (پارہ نمبر 4 آیت 154)

(2) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ الفتح:28)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدے میں گرتے۔ اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ ان کے علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے ایک کھیت اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی۔ پھر دبیز (موٹا) ہوئی۔ پھر اپنی ساق کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا۔ ان سے جو ایمان اور اچھے کاموں والے نہیں۔ بخشش اور بڑے ثواب کا۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: کئی مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ اپنے ملک میں گشت کرتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچا تو اسے پیاس محسوس ہوئی۔ بادشاہ ایک گھر کے دروازے پر پہنچا اور پانی مانگا۔ اچانک بادشاہ نے دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین عورت کوزے میں پانی بھر کے لا رہی ہے۔ اس عورت کو دیکھتے ہی بادشاہ اس پر فدا ہو گیا اور اس کو ورغلانے کی کوشش کی۔ اتفاق کی بات تھی کہ وہ عورت بادشاہ کو پہچانتی تھی' جب اس عورت کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ وہ بادشاہ سے اپنے آپ کو بچا نہیں پائے گی تو وہ دوبارہ گھر میں داخل ہوئی اور ایک کتاب لا کر بادشاہ کو پیش کی اور یہ کہہ کر واپس چلی گئی کہ بادشاہ سلامت آپ بہت غور سے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے تاکہ آپ کی نیت پاک ہو سکے۔ مطالعہ کے دوران بادشاہ نے ''آیت زنا'' پڑھی۔ جس میں زانی اور زانیہ کے متعلق سزا کا ذکر موجود تھا اور زانیوں کو آخرت میں سخت عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔ یہ پڑھتے ہی بادشاہ نے خود کو سنبھال لیا۔ سو اس نے خدا کے حضور توبہ کی اور گناہ سے دور رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ بادشاہ نے اس عورت کو بلا کر کتاب اسے واپس کی اور وہاں سے لوٹ آیا۔

اس واقعے کے دوران اس عورت کا شوہر گھر میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا خاوند واپس آیا تو عورت نے سارا واقعہ اپنے خاوند کے گوش گزار کیا۔ سو یہ واقعہ سن کر اس کا خاوند پریشان ہوا اور اسے یہ خوف محسوس ہوا کہ کہیں واقعی بادشاہ کی یہ آرزو نہ

رہی ہو مگر وہ عورت سے کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔ سو وہ چند دن تک سوچتا رہا۔

عورت نے اپنے شوہر کی موجودگی میں تمام رشتہ داروں کو یہ واقعہ سنایا۔ سب رشتہ دار اس فیصلے پر پہنچے کہ اس معاملے کو بادشاہ کے حضور لے جایا جائے۔ سو وہ سب بادشاہ کے پاس گئے اور شاہی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عرض کیا اللہ پاک ہمارے بادشاہ کی حفاظت فرمائے اور کہا ''اے بادشاہ سلامت'' اس (خاوند) نے ہم لوگوں سے کرائے پر کھیتی باڑی کے لئے زمین لی ہے وعدے کے مطابق اس نے کھیتی باڑی کی اور اب اس زمین کو معطل کر رکھا ہے اور اب یہ عالم ہے کہ یہ نہ تو اس میں کھیتی باڑی کرتا ہے اور نہ ہی ہمیں زمین واپس لوٹاتا ہے جبکہ زمین رہنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے خاوند سے دریافت کیا کہ ایسی کون سی چیز ہے جس نے تمہیں اس زمین میں کھیتی باڑی سے روک رکھا ہے؟

جواب میں خاوند نے کہا کہ ''میرے علم میں آیا ہے ایک شیر میری زمین میں رہنے لگا ہے' مجھے اس کا خوف ہے کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں اس شیر سے لڑنے کی قدرت نہیں رکھتا' اس لئے اس کے نزدیک جانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

اس بات کا سننا تھا کہ بادشاہ کو سارے معاملے کی سمجھ آ گئی۔ بادشاہ نے خاوند سے کہا ''دیکھو تمہاری زمین بہت بہترین ہے اور اس قابل ہے کہ اس میں کھیتی کی جائے' تم جاؤ اور کھیتی کرو' تمہاری زمین میں اب کبھی بھی ''شیر'' نہیں آئے گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے دونوں میاں بیوی کو انعام دینے کا حکم دیا۔

اس واقعہ کو تاریخ ابن خلکان میں بھی نقل کیا گیا ہے کہ جب مازیار' بادشاہ معتصم باللہ کے دربار میں آیا تو بادشاہ اس پر سخت ناراض ہوا۔ لوگوں نے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ ان کے بارے میں جلدی سے کام نہ لے کیونکہ مازیار بہت دولت مند شخص ہے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے ابوتمام کا یہ شعر پڑھا:

ان الاسود اسود الغاب همتها   یوم الکریهة فی المسلوب لاالسلب

جنگ کے دن شیروں (شجاعت مندوں) کا ہدف مال واسباب کی بناء پر حملہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ مال و دولت والا ان کا اصل ہدف ہوتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ: مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے انگور کی بیل اگائی۔ ایک روز شیطان نے آ کر اس بیل پر پھونک ماردی تو وہ بیل خشک ہوگئی۔ بیل کی یہ حالت دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کو پریشانی لاحق ہوئی۔ ایسے حالات میں شیطان کی آمد ہوئی۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کیوں پریشان ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام نے تمام ماجرا بیان کیا۔ شیطان نے تمام ماجرا سن کر حضرت نوح علیہ السلام کو یہ رائے دی کہ اگر آپ اس بیل کو پھر سے تر و تازہ اور ہرا بھرا دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے مشورے پر عمل کریں اور مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں شیر' چیتے' ریچھ' گیدڑ' کتے' لومڑی' مرغ' سات جانوروں کا خون اس بیل پر نذر کے طور پر چڑھا دوں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ایسا کرنے سے یہ بیل دوبارہ سے ہری بھری ہو جائے گی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شیطان کو اجازت دے دی۔ یہ اجازت انہوں نے انجانے میں دی

کیونکہ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کو نذر چڑھانے کی حرمت کے متعلق علم نہیں تھا۔ سو شیطان نے ان ساتوں جانوروں کا خون انگور کی بیلوں پر چڑھا دیا تو اچانک وہ ہری بھری ہونے لگیں بلکہ خون ڈالنا اتنا مفید ثابت ہوا کہ پہلے بیل میں ایک ہی طرح کے انگور لگتے تھے مگر اس مرتبہ سات قسم کے انگور لگے۔

یہی وجہ ہے کہ شرابی (شراب پینے والا) شیر کی طرح دلیر، ریچھ کی طرح قوت مند، چیتے جیسے غصیلا، گیدڑ کی طرح بھونکنے والا، کتے کی طرح جھگڑالو، لومڑی کی طرح عیار اور مرغ کی طرح چیختا رہتا ہے۔ اسی دور میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر شراب حرام کر دی گئی۔ (روضۃ العلماء)

حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالجبار ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت پر طویل دعوت کے بعد ان کے گناہوں کے باعث نوحہ کرتے تھے جس وجہ سے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔ آپ کے بھائی کا نام معب بن لامک ہے۔ صائبین کا دین و مذہب انہی کی طرف منسوب ہے۔

ابو مسلم خراسانی کے واقعات: ابو مسلم خراسانی کا نام عبدالرحمٰن بن مسلم ہے۔ بنوامیہ سے جنگ کے بعد ابو مسلم خراسانی ہر وقت اشعار پڑھا کرتے تھے جو درج ذیل ہیں:

ادركت بالحزم والكتمان ماعجزت عنه ملوك بنی مروان اذ حشدوا

میں نے احتیاط اور رازداری کا وہ اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا ہے جسے بنو مروان کے بادشاہ اکٹھے ہو کر بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

مازلت اسعی بجهدی فی دمارهم والقوم فی غفلة بالشام قدر قدوا

میں انہیں تباہ و برباد کرنے کی سعی کرتا رہا مگر دشمن ملک شام میں غفلت کی نیند سو رہے تھے۔

حتی ضربتهموا بالسیف فانتبهوا من نومة لم ینمها قبلهم احد

آخر کار میں نے ان پر تلوار سے حملہ کیا تو وہ نیند سے جاگے کہ اس سے پہلے کوئی بھی اس طرح خواب خرگوش کی طرح سو نہیں رہا تھا۔

ومن رعی غنما فی ارض مسبعة ونام عنها تولی رعیها الاسد

اور جو بھی چرواہا بے خبری سے بکریوں کو جنگلی جانوروں والی زمین میں چراتا ہے اور غفلت برتتا ہے تو شیر اس کی بکریوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابو العباس السفاح، ابو مسلم خراسانی کی بہت عزت کرتا تھا مگر جب سفاح فوت ہو گیا تو خلافت اس کے بھائی منصور کو مل گئی۔ منصور کے دوران خلافت ابو مسلم خراسانی سے کچھ ایسے کام سرزد ہوئے جس وجہ سے خلیفہ منصور غصے میں آ گیا اور اتنا ناراض ہوا کہ مسلم خراسانی کو قتل کرانے پہ تیار ہو گیا۔ خلیفہ منصور نے پریشانی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا مگر پھر بھی کسی فیصلے پر نہ پہنچ پایا۔

ایک روز خلیفہ منصور نے مسلم بن قتیبہ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے ابو مسلم کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟

مسلم بن قتیبہ نے کہا کہ امیر المومنین ''لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا'' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ایک ریاست میں ایک سے زیادہ حکمران ہوئے تو نظام حکومت تباہ و برباد ہو جائے گا۔

یہ سن کر خلیفہ منصور نے کہا' اے ابن قتیبہ تو نے مجھے بہت اچھی رائے دی ہے۔ اب میں عقل مندی سے کام لوں گا۔ سو منصور اس کے بعد سے ابو مسلم کے پیچھے لگا رہا اور مسلسل اسے دھوکا دیتا رہا۔ بالآخر ایک روز خلیفہ منصور نے مدائن پہنچ کر ابو مسلم کے قتل کا بھرپور انتظام کیا اور اسے بلا لیا۔ خلیفہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھا دیا تھا کہ جب میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیروں تو تم ابو مسلم پر حملہ کر دینا۔

جب ابو مسلم خراسانی کو خلیفہ کے دربار میں لایا گیا تو خلیفہ نے اسے کی خامیاں بیان کرنا شروع کر دیں اور اسے لعنت وملامت کرنے لگا۔ پھر خلیفہ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اس کے ساتھیوں نے ابو مسلم پر حملہ کر دیا۔ ابو مسلم نے چلاتے ہوئے کہا اے خلیفہ! آپ نے مجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہے؟ تو خلیفہ نے جواب دیا اے اللہ کے دشمن تم سے بڑا بھی کوئی دشمن ہے۔ جب ابو مسلم خراسانی کو قتل کر دیا گیا تو اس کی حمایت کرنے والے طیش میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے ابو مسلم کے حمایت کرنے والوں کو ہزار ہا درہم اور دینار دینے کا حکم دیا' جس پر ابو مسلم کے حمایتی لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

پھر خلیفہ منصور نے ابو مسلم کا سرتن سے جدا کر کے اس کے ساتھیوں کے سامنے ڈال دیا پھر اس کے سر کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اس ہنگامے کے بعد جعفر بن حنظلہ تشریف لائے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ابو مسلم کا سر ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ہے تو بولے اے امیر المومنین آج سے آپ کی خلافت کا آغاز ہوتا ہے جس پر منصور نے یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاھا و استقر بھا النوی — کما قر عیناً بالایاب المسافر

محبوبہ نے تھک ہار کر اپنی لاٹھی رکھی ہے اور اس کے مزاج میں فراق پیوست ہو گیا جیسے کہ مسافر کو گھر پہنچ کر سکون کا سانس ملتا ہے۔

ابو مسلم کا سر کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اس کیفیت میں منصور مجمع سے گفتگو کرنے لگا:

زعمت ان الدین لایقتضی — فاستوف بالکیل ابا مجرم

تم قرض کے نہ اترنے کا گمان کرتے تھے تو جناب ابو مجرم جاؤ دیکھ لو اور پیمائش کر کے اپنا حق پورا حاصل کر لو۔

اشرب بکاس کنت تسقی بھا — امر فی الحلق من العلقم

تم اسی برتن میں پی کر دیکھو جس میں تم دوسرے لوگوں کو پلاتے تھے تو وہ گلے میں زہر سے زیادہ کڑوا محسوس ہوگا۔

ابو مسلم خراسانی کو لوگ ابو مجرم بھی کہا کرتے تھے سو ابو دلامہ شاعر نے کہا ہے:

ابا مجرم ماغیر اللہ نعمۃ — علی عبدہ حتی یغیرھا العبد

اے ابومجرم! اللہ پاک اس وقت تک اپنے بندے سے کسی نعمت کو واپس نہیں لیتا جب تک وہ بندہ خود ناشکری نہ کرنے لگے۔

افی دولة المنصور حاولت غدره الا ان اهل الغدر آباء ك الكرد

اے ابومجرم! کیا تم منصور کی ریاست میں غداری سے کام لینا چاہتے ہو۔ یاد رکھو تمہارے آباؤ اجداد کرہی غداری سکتے ہیں۔

ابا مجرم خوفتني القتل فانتحي عليك بما خوفتني الاسد الورد

اے ابومجرم! تم نے مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی تھی تو جس شیر سے مجھے ڈرایا کرتا تھا اس نے تیری ہی طرف رخ کر لیا۔

ابومسلم کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ منصور نے اپنی رعایا سے خطاب کیا۔ اس نے کہا کہ بلاشبہ آغاز میں ابومسلم خراسانی ایک نیک انسان تھا لیکن عمر کے آخری دور میں برائی کی طرف گامزن ہو گیا۔ پھر خلیفہ نے نابغہ ذبیانی کے ان شعروں کی تعریف کرتے ہوئے جو اس نے نعمان بن منذر کے متعلق کہے تھے پڑھ کر اپنے خطاب کا اختتام کیا:

فمن اطاعك فانفعه لطاعته كما اطاعك وادلله على الرشد

اگر کوئی تمہاری اطاعت کرتا ہو تو تم اسے اس کے فرمانبردار ہونے کی وجہ سے فائدہ پہنچاؤ اور اسے صراط مستقیم پر لگادو۔

ومن عصاك فعاقبة معاقبة تنهى الظلوم ولاتقعر على ضمد

اور اگر کوئی تمہاری نافرمانی کرنے پر آجائے تو اسے ایسی کڑی سزا دو کہ وہ ظلم سے پناہ مانگ لے۔ دل میں بغض لے کر بیٹھنا ٹھیک بات نہیں ہے۔

ابومسلم خراسانی کے حالات: ابومسلم خراسانی کو شعبان کے مہینے میں (136ھ یا 137ھ) قتل کیا گیا تھا۔ مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابومسلم سے حدیث کا سننا ثابت ہے۔ دیگر علماء کرام اور محدثین نے بھی ابومسلم سے روایت کی ہے۔ ابومسلم خراسانی کے بارے میں یہ بات خاص شہرت کی حامل ہے کہ ایک روز وہ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبے کے درمیان ہی ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپ کے سر پر یہ سیاہ رنگ کا کپڑا کیا ہے؟ اس پر ابومسلم خراسانی نے بتلایا کہ مجھ سے ابوالزبیر نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں تشریف آوری ہوئی تو حضور جانِ کائنات' صاحب معجزات' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ یہ لباس شاہی اور دبدبہ والے ہوا کرتے ہیں۔ یہ بتلا کر اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردو۔

(بخاری شریف' ابواب الاحصار' رقم الحدیث 1749' مسلم' رقم الحدیث 1357' ابوداؤد' رقم الحدیث 2685' ترمذی' رقم الحدیث 1693)

ابن رفعہ نے کہا ہے کہ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ

''حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ تھا اور اس

کا شملہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹک رہا ہوتا تھا۔(مسلم)

ابن رفعہ کا کہنا ہے کہ بنو عباس نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ خطبہ کے دوران سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ کر رکھتے ہیں۔کئی مؤرخین لکھتے ہیں کہ مسلم خراسانی نے جن لوگوں کو جنگ کے میدان میں یا قیدی بنا کے یا پھر بے گناہ ہی قتل کیا ہے ان کی تعداد تقریباً چھ لاکھ کے قریب ہے۔(وفیات الاعیان)

علماء کرام نے ابو مسلم خراسانی کے نسب میں اختلاف رائے کیا ہے۔کچھ نے کہا ہے کہ یہ عربی النسل تھا۔کچھ نے عجمی اور دیگر نے کرد قبیلہ کا ایک فرد بتایا ہے۔

علماء کرام نے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے خیال کے مطابق ابو مسلم خراسانی زیادہ بہتر تھا یا حجاج' ابو مسلم سے زیادہ شر پسند تھا۔(وفیات الاعیان)

ابو مسلم خراسانی بہت عالم فاضل تھے اور قدرت نے انہیں حسن تدبیر سے بھی خوب نوازا تھا۔ابو مسلم کو کبھی بھی کسی کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا' نہ ہی کبھی ان کے چہرے پر کسی قسم کی خوشی کے اثرات نظر آئے اور نہ ہی انہیں جلدی غصہ آتا تھا۔

ابو مسلم کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ ایک سال میں محض ایک مرتبہ ہی اپنی بیوی کے پاس جاتے۔ان کی یہ رائے تھی کہ جماع جنون کی ایک قسم ہے اور انسان کے لئے یہ سال میں ایک ہی مرتبہ کافی ہے۔ابو مسلم خراسانی کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بنو امیہ سے بغاوت کیوں مول لی؟ انہوں نے بتلایا کہ بنو امیہ نے اپنے عزیز و احباب پر اعتماد قائم کر کے اپنے آپ کو بہت دور کر لیا تھا۔بنو امیہ نے اپنے دشمنوں سے مانوسیت قائم کر کے ان کو اپنے نزدیک کرنا چاہا مگر اس کے برعکس ہوا یہ کہ نہ تو وہ دشمن احباب بن پائے بلکہ احباب اور اقارب دشمن بن گئے۔یہ بات بھی شہرت کی حامل ہے کہ ابو مسلم نے بنو امیہ کی حکومت کو ختم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی اور بنو عباس کی حکومت قائم کرنے اور اسی قوم سے خلیفہ بنانے کے لئے بھرپور کوششیں کرتا گیا۔ابو مسلم نے ہی بنو عباس کی خلافت کی داغ بیل ڈالی۔

خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ واقعہ: ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے جب ابن ہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا کہ اپنی عورتوں کے لئے خود ہی مٹی کی کھدائی کر رہا ہے۔جب اس بات کا علم ابو ہبیرہ کو ہوا تو اس نے خلیفہ منصور کو پیغام بھیجا کہ میرے متعلق جو بات تم نے کی ہے اس پر تمہارا میرا مقابلہ ہو جائے۔خلیفہ منصور نے ابو ہبیرہ کو جواب میں اس بات کا پیغام بھیجا کہ میری اور تمہاری مثل بالکل ایسی ہے جیسا کہ ایک شیر اور خنزیر کی آپس میں جنگ ہو جائے۔خنزیر نے شیر سے کہا کہ آؤ مجھ سے مقابلہ کرو' شیر نے جواب دیا میں تمہارے مقابلے میں کیوں کر آ سکتا ہوں جبکہ تم میرے برابر ہی نہیں ہو۔سو اگر تم نے میرا نقصان کر دیا تو وہ میرے لئے شرمندگی کا باعث ہوگا۔اس کے برعکس اگر میں تجھے ہرانے میں کامیاب ہو گیا تو تو بولے گا کہ میں خنزیر ہوں۔(میرا تمہارا کیا جوڑ) تو اس باعث اس میں نہ تو مجھے داد و دہش مل پائے گی اور نہ ہی تمہیں مارنا میرے لئے

باعث غرور ہوگا۔ شیطان نے کہا کہ تو اگر میرے ساتھ دست و گریباں نہ ہوا تو میں سب جنگلی جانوروں کو بتا دوں گا کہ شیر میرے مقابلے میں نہیں آیا کیونکہ وہ مجھ سے ہراساں ہے۔ اس پر شیر نے جواب دیا کہ تیرے جھوٹ بولنے کی بناء پر شرم سہنا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میرے ہاتھوں تیرا خون ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

شیر کا شرعی حکم: حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اور داؤد ظاہری بلکہ جمہور علماء کرام کے مطابق شیر کا گوشت حرام ہے۔ یہ علماء کرام اس حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں جسے صحیح مسلم میں حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل ذی ناب من السباع فاکلہ حرام'' (صحیح مسلم)

حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جانوروں میں جو جانور دانت سے اپنا شکار پکڑتا ہو اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

(بخاری، کتاب الذبائح، رقم الحدیث 5207، مسلم، رقم الحدیث 1932، ابوداؤد، رقم الحدیث 3802، ترمذی، رقم الحدیث 1477، نسائی، رقم الحدیث 4325)

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ شوافع کے مطابق دانت سے شکار پکڑنے والے سے مراد وہ درندے ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے شکار کیا کرتے ہیں۔

الحاوی میں ماوردی نے لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا دین یہ ہے کہ ذی ناب سے مراد وہ درندے ہیں جن کے دانت (کچلی کے دانت) بے حد مضبوط ہوں اور وہ انہی دانتوں کی مدد سے دوسرے جانوروں پر حملہ آور ہوتے ہوں یعنی کہ کچلی کے دانتوں سے حملہ آور ہونا حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مطابق حرمت کی نشانی ہے۔

ابو اسحٰق المروزی نے لکھا ہے کہ جن درندوں کی زندگی کا انحصار ان کے کچلی کے دانتوں پر ہو ان کو ذی ناب کہتے ہیں اور ذی ناب ہونا ہی حرام ہونے کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ذی ناب ایسے جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے شکار کریں چاہے وہ آغاز میں حملہ نہ کریں۔ ایسے ہی وہ جانور کچلی کے دانتوں کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہوں۔ فقہاء نے یہ تین نشانیاں بیان کی ہیں۔ ان نشانیوں میں عام نشانی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی ہے۔ درمیانے درجے کی علت حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی اور سب سے خاص علت اسحاق المروزی کی ہے۔ سو پہلی دو علتوں کی بنیاد پر ''ضبع'' (لگڑ بگڑ) کی حلت پتہ چلتی ہے۔ وہ اس لئے کہ ''ضبع'' خود کو بظاہر سوتا ہوا دکھاتا ہے مگر جیسے ہی کوئی جانور سامنے آئے وہ اسے شکار کر لیتا ہے۔ صرف امام شافعی علیہ الرحمہ کی علت کی بنیاد پر تمام اقسام کی بلیاں حلال ہوتی ہیں۔ وہ اس لئے کہ بلی اپنے کچلی کے دانتوں سے کام نہیں لیتی حالانکہ بلی کا مطلوب شکار ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بات اس لئے ہوتی ہو کہ بلی کے کچلی کے دانت زیادہ مضبوط نہیں ہوتے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دوسرے ہم خیال علماء کے مطابق بلی حرام ہے (اس کی مزید بحث باب السین میں ہوگی) نیز حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بنائی گئی علت کی بنیاد پر گیدڑ بھی حلال ہے کیونکہ وہ شکار کا آغاز حملہ

کرنے سے نہیں کرتا۔ حضرت امام ابواسحٰق المروزی علیہ الرحمہ کی علت کی بناء پر گیدڑ حرام ہے کیونکہ اس کی زندگی کچلی کے دانتوں پر منحصر ہے اسی وجہ سے وہ حرام ہے اور یہی بات زیادہ بہتر ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کی آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے ہر کچلی والے جانور کو مکروہ قرار دیا ہے حرام نہیں کہا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (الانعام:144)

''آپ فرمائیں میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوتی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے یا بے حکمی کا جانور۔''

علامہ دمیری علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شوافع نے اسی حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ ''کچلی والے ہر درندے کا گوشت حرام ہے'' اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں تو فقط اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آیت مبارکہ میں ذکر کی گئی چیزوں کے علاوہ دوسری چیزیں حرام نہیں ہیں۔

اس کے بعد حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ ''کچلی والا ہر درندہ ہی حرام ہے'' اسی بناء پر اس حدیث مبارکہ پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔ نیز ہمارے تمام امام حضرات اپنے مسلک کی حمایت میں کہتے ہیں کہ عربی لوگ شیر' کتا' بھیڑیا' چیتا اور ریچھ وغیرہ کا گوشت نہیں کھاتے اور نہ ہی سانپ' بچھو' چوہا' چیل' کوا' گدھ' شکرہ اور بغاث (سبزی مائل سفید پرندہ) وغیرہ کھاتے ہیں۔

شیر کی خرید و فروخت کرنا بھی حرام کہلاتا ہے۔ شیر کی خرید و فروخت کرنا درست امر نہیں ہے وہ اس لئے کہ اس سے کسی بھی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں کہلاتا نیز شیر کے شکار کیے ہوئے کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

امثال: اہل عرب کا یہ رواج ہے کہ وہ لوگ جانوروں کو کثرت سے ضرب الامثال کے طور پر استعمال کرتے ہیں اسی لئے اگر وہ کسی کی تعریف کریں یا برائی تو اس گفتگو میں جانوروں سے مثال دیئے بغیر ادھورا سمجھتے ہیں۔ یہ شاید اس بناء پر ہو کہ عربی لوگ اپنی زندگی جانوروں' کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کے بلوں کے قریب گزارا کرتے تھے۔ اسی ماحول میں وہ پلتے بڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ جانوروں کی مثال کو شعروں میں استعمال کرنے لگے۔ سو حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بسند حسن روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کم از کم ایک ہزار کے قریب ضرب الامثال مجھے زبانی ازبر ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ حسن بن عبداللہ عسکری نے اپنی تصنیف ''الامثال'' میں ایک ہزار کے قریب احادیث مبارکہ جن میں ضرب الامثال ہیں نقل کی ہیں۔ ان احادیث میں چند وہ بھی ہیں جن میں شیر کے بارے میں مثالیں ہیں جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں:

هو اكرم من الاسد ۔ هو ابظر من الاسد ۔ هو اكبر من الاسد ۔ هو اشجع من الاسد ۔ هو اجرأ من الاسد ۔

"وہ شیر سے زیادہ شریف ہے وہ شیر سے زیادہ منہ کا گندا ہے وہ شیر سے زیادہ کبیر السن ہے وہ شیر سے زیادہ شجاع ہے وہ شیر سے زیادہ جرأت مند ہے۔"

ایسے ہی عربی لوگ شیر سے ڈرنے کے بارے میں مثال دیتے تھے۔ ایک دفعہ مجنوں (عامر بن قیس) نے لیلیٰ سے کہا:

یقولون لی یوما وقد جئت فیھم وفی باطنی نار یشب لھیبھا

ایک روز جب میں محلے میں داخل ہوا تو وہ بولے اور اس وقت میرا باطن آتش عشق سے بھڑک رہا تھا۔

اما م تخشی من اسد نافاحبتھم ھوی کل نفس این حل حبیبھا

کیا تم ہمارے بہادر (شیر) نوجوان سے ڈرتے نہیں؟ میں نے کہا ہر شخص کا رجحان اسی طرف ہو جاتا ہے جس طرف اس کا محبوب رہتا ہے۔

اہل عرب اسد الشری سے بھی مثال دیا کرتے ہیں۔ اسد الشری وہ وادی ہے جس میں شیروں کی بہتات ہے اور اسی وادی سے سلمٰی (عرب کی مشہور محبوبہ) کے گھر کا راستہ تھا۔ سو فرزدق شاعر نے کہا ہے:

وان الذی یسعی لیفسد زوجتی کساع الی اسد الشری یشتبیلھا

اور جو میرے اور میری زوجہ کے درمیان باہم فساد کی کوشش کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے وہ اسد الشری سے شیر کے بچوں کو اٹھاتا ہے۔

فرزدق کا قصیدہ: درج ذیل قصیدہ فرزدق سے منسوب ہے۔ اس قصیدہ کے مضامین کی وجہ سے یہی امید کی جاتی ہے کہ فرزدق جنتی ہوگا۔ ہشام بن عبدالملک ایک سال اپنے باپ کے دور میں حج کے لئے آیا۔ اس نے دوران طواف یہ خواہش کی کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے مگر لوگوں کی زیادہ تعداد کی وجہ سے وہ حجر اسود کی تقبیل وسلام پر قادر نہ ہو سکا پھر اس کے لئے ایک کرسی منگوائی گئی۔ وہ اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی تشریف لائے جو نہایت خوبصورت اور خوشبو سے معطر تھے۔ حضرت زین العابدین طواف خانہ کعبہ کے لئے آگے بڑھے۔ جس وقت انہوں نے حجر اسود کو چومنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کا رش ختم ہونے کے قریب آ گیا اور انہیں بآسانی بوسہ دینے کے لئے جگہ مل گئی۔ ایک شامی شخص جو ہشام بن عبدالملک کے ساتھ تھا وہ پوچھنے لگا کہ یہ شخص کون ہے جس کے عزت واحترام میں لوگ غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں۔ ہشام بن عبدالملک نے جواب دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا حالانکہ وہ انہیں جانتا تھا۔ اسی ہجوم میں فرزدق بھی موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس ہستی کے بارے میں جانتا ہوں۔ شامی نے پوچھا اے ابو فراس! مجھے بتلایئے کہ وہ کون ہیں؟ اس پر فرزدق نے حضرت زین العابدین کی شان میں یہ قصیدہ کہا:

هٰـذَا ابْـنُ خَيْـرِ عِبَـادِ اللهِ كُـلِّهِـمْ هٰذَا التَّقِـي النَّقِـي الطَّـاهِـرُ الْعِلَمِ

هٰذَا الَّذِىْ تَعْـرِفُ الْبَطْحَـاءُ وَطْأَتَـهُ وَالْبَيْـتُ يَـعْـرِفُـهُ وَالْحِلُّ وَالْحَـرَمُ

إِذَا رَأَتْـهُ قُـرَيْـشٌ قَـالَ قَـائِلُهَـا إِلَـى مَـكَـارِمِ هٰـذَا يَـنْتَهِـي الْكَـرَمِ

يَنْمِي إِلَى ذِرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِي قَصُرَتْ ... عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجَمِ

يَكَادُ يُمْسِكُهُ عِرْفَانُ رَاحَتِهِ ... رُكْنُ الْحَطِيمِ إِذَا مَا جَاءَ يَسْتَلِمِ

فِي كَفِّهِ خَيْزُرَانٌ رِيحُهُ عَبِقٌ ... مِنْ كَفِّ أَرْوَعَ فِي عَزَّنِيهِ شمم

يُغْضِي حَيَاءً وَيُغْضَى مِنْ مَهَابَتِهِ ... فَمَا يُكَلَّمُ إِلَّا حِينَ يَبْتَسِمِ

يَنْشَقُّ نُورُ الْهُدَى مِنْ نُورِ غُرَّتِهِ ... كَالشَّمْسِ يَنْجَابُ عَنْ إِشْرَاقِهَا الْقَتَمِ

مُشْتَقَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ نَبْعَتُهُ ... طَابَتْ عَنَاصِرُهُ وَالْخِيمُ وَالشِّيَمِ

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ إِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ ... بِجَدِّهِ أَنْبِيَاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا

اَللهُ شَرَّفَهُ قِدْمًا وَعَظَّمَهُ ... جَرٰى بِذَاكَ لَهُ فِي لَوْحِهِ الْقَلَمِ

وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهِ ... الْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ أَنْكَرْتَ وَالْعَجَمِ

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا ... يَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوْهُمَا عَدَمِ

سَهْلُ الْخَلِيقَةِ لَا تُخْشٰى بَوَادِرُهُ ... يَزِينُهُ اثْنَانِ حُسْنُ الْخَلْقِ وَالشِّيَمِ

حَمَّالُ أَثْقَالِ أَقْوَامٍ إِذَا افْتَرَحُوْا ... حُلْوُ الشَّمَائِلِ يَحْلُوْ عِنْدَهُ نِعَمِ

لَوْ قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشَهُّدِهِ ... لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نِعَمِ

عَمَّ الْبَرِيَّةَ بِالْإِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ ... عَنْهَا الْغِيَابَةُ وَالْإِمْلَاقُ وَالْعَدَمِ

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِينٌ وَبُغْضُهُمُوْ ... كُفْرٌ وَقُرْبُهُمُوْا مُنْجِيْ وَمُعْتَصَمِ

إِنْ عُدَّ أَهْلُ التُّقٰى كَانُوْا أَئِمَّتَهُمْ ... أَوْ قِيلَ مَنْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ قِيلَ هُمُوْ

لَا يَسْتَطِيعُ جَوَادٌ بَعْدَ غَايَتِهِمْ ... وَلَا يُدَانِيهِمُوْا قَوْمٌ وَإِنْ كَرُمُوْا

هُمُ الْغُيُوثُ إِذَا مَا أَزْمَةٌ ازمت ... وَالْأُسْدُ أُسْدُ الشَّرٰى وَالْبَأْسُ مُحْتَدَمِ

لَا يَنْقُصُ الْعُسْرُ بَسْطًا مِنْ اكفهم ... سيان ذالك إِنْ أَثَرُوْا وَإِنْ عَدَمُوْا

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللهِ ذِكْرُهُمُوْا ... فِي كُلِّ بَدْءٍ وَمَخْتُوْمٍ بِهِ الْكَلِمِ

أَيُّ الْخَلَائِقِ لَيْسَتْ فِي رِقَابِهِمْ ... لا ولية هٰذَا اوْلِهِ نِعَمِ

مَنْ يَعْرِفُ اللهَ يَعْرِفُ اولية ذَا ... خَالِدَيْنِ مِنْ بَيْتِ هٰذَا نَالَهُ الْأُمَمِ

ترجمہ شعر 1: یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے بہتر آدمی کے فرزند ہیں۔ پرہیزگار صاف ستھرے پاکیزہ اور سردار ہیں۔

ترجمہ شعر 2: یہ وہ شخص ہے جسے بطحاء کی نرم زمین اور بیت اللہ اور حل وحرام پہچانتے ہیں۔

ترجمہ شعر 3: قریش جب انہیں دیکھتے ہیں تو ایک دم کہتے ہیں کہ ان کے نیک کاموں پر بزرگی کی انتہا ہے۔

ترجمہ شعر 4: یہ بزرگی کے ایسے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں جسے پانے سے عربی و عجمی عاجز رہتے ہیں۔

ترجمہ شعر 5: یہ ممکن ہے کہ رکن حطیم ان کو روک لے' حجر اسود کو چومتے ہوئے کیونکہ وہ ان کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔

ترجمہ شعر 6: ان کے مبارک ہاتھ میں عصائے شاہی ہے جس میں خوبصورت ہاتھ کے لگنے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے' ان کی ناک سیدھی اور خوبصورت ہے۔

ترجمہ شعر 7: وہ باعث شرم وحیا نظروں کو نیچا رکھتے ہیں بلکہ لوگ نظریں نیچے رکھتے ہیں۔ ان کی دہشت کی بناء پر لوگوں کو بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا جب وہ مسکرائیں۔

ترجمہ شعر 8: ہدایت کا نور ان کی روشن پیشانی کی چمک سے پھیل رہا ہے جیسا کہ سورج طلوع ہونے سے صبح ہوتی ہے اور اندھیرا ختم ہوجاتا ہے۔

ترجمہ شعر 9: ان کا شریف اور معزز خاندان حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ ان کی نسل' عادت وصفات سب پاک ہیں۔

ترجمہ شعر 10: یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں' اگر تم ان سے واقف نہیں ہو (اے ہشام) ان کے جدامجد پر نبیوں کا سلسلہ نبوت ختم کردیا جاتا ہے۔

ترجمہ شعر 11: اللہ پاک نے ہی انہیں شرافت وبزرگی عطا کی ہے جس کے بارے میں لوح محفوظ میں قلم لکھ چکا ہے۔

ترجمہ شعر 12: اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ کون ہیں ان کے لئے نقصان دہ نہیں اس لئے کہ جس کے تم منکر ہو عرب وعجم ان کی پہچان رکھتے ہیں۔

ترجمہ شعر 13: ان کے دونوں ہاتھوں سے خیرات اور فائدہ عام ہو رہا ہے' ان سے مغفرت مانگی گئی۔ ان کے دونوں ہاتھ برابر کشادہ ہیں' ان پر کبھی غربت حاوی نہیں ہوتی۔

ترجمہ شعر 14: ان کی سرشت میں نرمی ہے' ان سے بے مقصد طیش اور قہر کا خوف نہیں ہے۔ وہ بردباری اور عظمت دو عادتوں سے آراستہ ہیں۔

ترجمہ شعر 15: یہ لوگوں کے قرض کے بوجھ اتارتے ہیں۔ ان کی تمام عادتیں پاکیزہ ہیں' وہ کسی کے سوال کو نظرانداز نہیں کرتے۔

ترجمہ شعر 16: انہوں نے کبھی کلمہ ''لا'' کلمہ شہادت کے بغیر استعمال نہیں کیا۔ اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو وہ ''نہ'' کا استعمال نہ کیا کرتے ہمیشہ ہاں ہی کہتے۔

ترجمہ شعر 17: یہ نیکی اور احسان کی بدولت تمام مخلوق پر چھاگئے اور مخلوق سے ظلم' مفلسی' فقر وفاقہ ان کی وجہ سے دور ہوگیا۔

ترجمہ شعر 18: یہ ایسی جماعت سے ہیں جن کی محبت بالکل دین اور دشمنی کفر ہے۔ ان کی قرابت داری نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔

ترجمہ شعر 19: خداترس لوگوں کو اگر گنا جائے تو یہ ان کے رہنما ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہیں تو یہی

کہا جاتا ہے کہ یہی (حضرت زین العابدین) ہیں۔

ترجمہ شعر 20: کوئی بھی ان کے رتبے تک پہنچنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی قوم خواہ وہ کتنی ہی عزت دار کیوں نہ ہو ان کے برابر آسکتے ہیں۔

ترجمہ شعر 21: خشک سالی میں یہ ابر بہار کی بارش کی طرح ہیں اور دوسروں کی تنگی اور مصیبت کے عالم میں یہ شری مقام کے شیر کی طرح دلیر ہو جاتے ہیں۔

ترجمہ شعر 22: ناداری ان کے ہاتھوں کو بند نہیں کرسکتی' ان کے ہاں تنگی اور فراخی دونوں یکساں ہیں۔

ترجمہ شعر 23: اللہ عزوجل کے ذکر کے بعد ہر چیز میں ان کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے ذکر کے بعد ختم کیا جاتا ہے۔

ترجمہ شعر 24: مخلوق میں ایسا کوئی بھی نہیں جس کی گردن ان کی عنایت کے بوجھ سے جھکی نہ ہو۔

ترجمہ شعر 25: جو اللہ تعالیٰ کی شناخت رکھتا ہے وہ ان کی عظمت سے بھی واقف ہے کیونکہ لوگوں کی دینداری اسی گھرانے کا فیض ہے۔

یہ قصیدہ سنتے ہی ہشام طیش میں آ گیا۔ سو اس نے مکہ و مدینہ کے درمیان عصفان کے مقام پر فرزدق کو قید کر لیا۔ فرزدق کے گرفتار ہونے کی خبر جب حضرت زین العابدین تک پہنچی تو انہوں نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم بھیجے۔ فرزدق نے وہ درہم واپس کرتے ہوئے کہا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی جو تعریف کی ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے کی ہے نہ کہ اس لئے کہ مال و دولت حاصل کروں۔ حضرت زین العابدین نے فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں جب کسی کو کوئی ہبہ دیتے ہیں تو واپس نہیں لیا کرتے۔ پھر فرزدق نے حضرت زین العابدین کا یہ ہدیہ قبول کیا۔ فرزدق قیدی ہوتے ہوئے بھی ہشام کی برائی کرتا رہا حتیٰ کہ ہشام نے اسے رہا کر دیا۔

فرزدق: فرزدق کا اصلی نام ہمام بن غالب تھا مگر اس کے اصل نام کے بجائے اس کے لقب سے اسے شہرت ملی۔ لغوی طور پر فرزدق کے معنی "گندے آٹے کا پیڑا بنانا" ہے۔ اس کا واحد فرزدقہ آتا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ "ہمام بن غالب" کا نام فرزدق مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہمام بن غالب کو چیچک نکل آئی تو اللہ پاک نے اسے شفاء عطا فرمائی۔ چیچک کا خاتمہ تو ہو گیا مگر اس کی وجہ سے فرزدق کا چہرہ داغدار ہو گیا اور برا لگنے لگا اسی بناء پر ہمام بن غالب کا نام فرزدق مشہور ہو گیا۔ کچھ نے فرزدق مشہور ہونے کی وجہ سے اس کا برا اخلاق اور گرم مزاجی بتائی ہے۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ فرزدق کے آباؤ اجداد میں "محمد بن سفیان" نامی ایک شخص تھا جس کی شمولیت ان تین لوگوں میں تھی جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں "محمد" نام رکھا تھا۔ اس لئے کہ تاریخ میں ان تینوں کے سوا اور کسی کا بھی ذکر نہیں ملتا کہ حضور جان کائنات' آمنہ کے لال' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ان کا نام محمد رکھا گیا ہو۔ اس کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ ان تینوں کے آباؤ اجداد میں سے چند لوگ اپنے دور کے کسی ایسے شہنشاہ کی خدمت میں آئے جسے آسمانی کتابوں کا علم تھا۔ اس نے ان لوگوں کو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک اور ان کی بعثت سے خبردار کیا۔ جب

وہ اپنے وطن واپس آئے تو دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان لوگوں نے اپنی بیویوں کو حاملہ دیکھا تو نذر مان لی اور یہ وصیت کر دی کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو پھر اس کا نام ''محمد'' رکھا جائے سو ان لوگوں کے مرنے کے بعد ان کی ازواج نے اپنے بچوں کا نام ''محمد'' رکھا۔ وہ تین لوگ یہ ہیں:

(1) محمد بن سفیان بن مجاشع۔ یہ فرزدق کے دادا ہیں۔

(2) محمد بن احیحۃ بن اجلاح' یہ عبدالمطلب کے ماں شریک بھائی تھے۔

(3) محمد بن حمران بن ربیعہ۔

فائدہ: حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابدقرار' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق کشتی میں سوار ہوئے تو آپ علیہ السلام نے سارے جانداروں کے ایک ایک جوڑے کو ساتھ لیا تو ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم لوگ کس طرح ایک ساتھ سکون سے رہ سکتے ہیں جبکہ ہمارے ساتھ کشتی میں شیر بھی موجود ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیر کو بخار ہو گیا اور زمین پر یہ سب سے پہلا بخار تھا۔ اسی وقت سے ہی شیر کو دائمی بخار رہتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کو چوہیا سے کوئی شکایت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ چوہیا ہمارا کھانے پینے کا اور دوسرا سارا سامان خراب کر دے گی۔ سو اللہ عزوجل نے شیر کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ وہ چھینک مارے۔ سو شیر نے چھینک لی اور اس کے چھینکنے سے بلی نکل آئی۔ بلی کو دیکھ کر چوہیا چھپ گئی۔ ''الحلیۃ لابی نعیم'' میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سارے جانوروں کے جوڑوں کو لے کر سوار ہونے کا حکم دیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں شیر اور بکری کے ساتھ کیا معاملہ اختیار کروں گا۔ ایسے ہی بھیڑیے اور بکری کے بچوں اور کبوتر و لومڑی کیساتھ کیسا سلوک کروں گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے نوح! ان سب جانوروں میں دشمنی کس نے پیدا کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب میں ہی ان میں الفت و محبت اور سلوک اتفاق پیدا کروں گا کہ یہ سب جانور ایک دوسرے کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

شیر کے طبی خواص: شیخ عبدالملک بن زہیر جو اشیاء کے خواص کے ماہر ہیں کہتے ہیں کہ

1- اگر کوئی آدمی شیر کی چربی سے اپنے سارے جسم پر مالش کر لے تو اس کے قریب کوئی بھی جنگلی جانور نہیں آئے گا اور ایسے آدمی کو جانوروں سے خطروں کا کوئی بھی خوف نہ ہوگا۔

2- اگر مگر مچھ شیر کی دھاڑ سن لے تو اس کا دم گھٹ جاتا ہے۔

3- اگر کوئی شخص (نر) شیر کا پتہ انڈے کیساتھ مکس کر کے پی لے تو اس کے لئے عورت کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔

4- اگر کوئی شخص شیر کی بال دار کھال کا ایک ٹکڑا باندھ کر گلے میں ڈالے تو مرگی کی بیماری جو اسے جوان ہونے سے پہلے ہوئی ہو' ٹھیک ہو جاتی ہے لیکن اگر کسی کو جوان ہونے سے پہلے ہوئی ہو تو اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔

5- کسی جگہ پر اگر شیر کے بالوں میں آگ لگائی جائے تو اس کی لو سے سارے جانور بھاگ جائیں گے۔
6- فالج کے مریضوں کے لئے شیر کا گوشت نہایت فائدہ مند ہے۔
7- شیر کی کھال کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اگر کسی صندوق میں رکھا جائے تو اس میں رکھے کپڑوں وغیرہ میں دیمک لگنے کا کوئی ڈر نہیں ہوگا۔
8- اگر کوئی آدمی شیر کے دانت اپنے پاس رکھ لے تو اسے کبھی بھی دانتوں کے درد کی شکایت نہ ہوگی۔
9- اگر ہاتھوں اور پاؤں میں شیر کی چربی کی مالش کی جائے تو سردی کا احساس نہیں ہوتا اور اگر پورے جسم پر شیر کی چربی سے مالش کی جائے تو جوؤں وغیرہ کا کوئی خوف نہیں رہتا۔
10- ہرمس کا کہنا ہے کہ شیر کی کھال پر بیٹھنے سے بواسیر، گنٹھیا (پاؤں کا درد) اور انگوٹھے کا درد وغیرہ جیسی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔
11- شیر کے ماتھے کی چربی گلاب کے عرق میں ملا کر اگر سارے چہرے پر لگائی جائے تو عام لوگوں کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی رعب میں آجائے گا۔
12- حضرت طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر شیر کے پتے کا سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو نظر تیز ہوتی ہے اور اگر کسی کو یرقان کا مرض لاحق ہو جائے تو شیر کے پتے کو ایک دانق کے برابر اسپغول اور پودینہ کے ساتھ پانی میں ملا کر پیا جائے تو بہت ہی فائدہ ہوتا ہے۔
13- اگر شیر کے خصئے کو بورق احمر و مصطگی میں مکس کر کے خشک اور باریک کر کے ستو میں ڈال کر مشروب کے طور پر استعمال کیا جائے تو پیٹ کے ہر قسم کے درد کے لئے فائدہ مند ہے۔ نیز بواسیر و پیچش وغیرہ کے لئے بھی مفید ہے۔
14- اختلاج قلب کے مریضوں کے لئے اگر شیر کے دماغ کو زیتون کے پرانے تیل میں مکس کر کے مالش کی جائے تو بہت مفید ہے۔
15- اگر کسی کو کام چوری اور سستی کی شکایت ہو یا جسم پر چھائیاں پڑ جائیں تو شیر کی چربی سے مالش کرنا فائدہ مند ہے اور چہرے کی تمام بیماریوں کے لئے فائدہ مند ہے۔
16- شیر کے گوبر کو اچھی طرح سکھا کر (خشک کر کے) رگڑنے والی خوشبو میں مکس کر کے سپید داغ دھبوں پر لگایا جائے تو وہ داغ دھبے ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر شیر کے گوبر کو خشک کر کے برابر مقدار میں لے کر شراب کے عادی شخص کو پلایا جائے تو وہ آدمی شراب سے اتنی نفرت کرنے لگے گا حتیٰ کہ شراب کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔
17- شیر کے پتے کو اصلی شہد میں مکس کر کے کنٹھ مالا میں لگانا بے حد مفید ہے۔
18- شیر کی چربی کو لہسن میں ملا کر باریک پیسنے کے بعد جسم پر اس کی مالش کی جائے تو کوئی بھی جنگلی جانور نزدیک نہیں آپائے گا۔
تعبیر: شیر خواب میں کبھی ظالم و درشت کی صورت میں، کبھی طاقتور، شجاعت مند، کبھی بہت خطرناک دشمن، کبھی بہت

کامیاب حملہ آور کی صورت میں آتا ہے۔ شیر سارے درندوں میں خوفناک جانور ہے اس کی گرفت سے نہ کوئی دشمن محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوست محفوظ رہ سکتا ہے۔

اکثر خواب میں شیر موت کی خبر دیتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو مار دیتا ہے لیکن بعض اوقات وہ مریض کو خیر و عافیت کی نوید بھی دیتا ہے۔

اگر کسی نے شیر کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ شیر اس شخص کو نہیں دیکھ رہا جبکہ یہ شخص شیر کو دیکھ کر بھاگ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جس چیز سے ڈر رہا ہے، جس چیز سے اسے خطرہ ہے اس سے چھٹکارا مل جائے گا۔ نیز اسے علم و حکمت کی عظیم دولت بھی ملے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ○

''پس میں فرار ہو گیا تم سے جب مجھے ڈر کا احساس ہوا۔ پھر مجھے میرے خدا نے حکمت سے نوازا اور مجھے پیغمبروں میں شامل کر دیا''۔

علامہ محمد بن سیرین علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر خواب میں کسی نے یہ دیکھا کہ شیر اس کے مقابل آ گیا ہے اور پھر وہ شیر سے دور دوڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ شیر کو دیکھنے والا ہمہ وقت بخار کی لپیٹ میں ہوگا' یا پھر جیل میں قیدی کی زندگی گزارے گا وہ اس لئے کہ بخار مسلمانوں کے لئے قید خانہ ہے لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کے خواب کی تعبیر کسی مرض میں مبتلا ہونے کی دی جاتی ہے۔

خواب میں اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس شیر کے بال' گوشت یا شیر کی ہڈیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کسی حاکم یا کسی بیری دشمن سے دولت نصیب ہوگی۔ اگر کسی نے یہ خواب دیکھا کہ وہ شیر پر سواری کر رہا ہے مگر اسے ڈر بھی لگ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ انسان کسی دکھ' پریشانی یا پھر آزمائش میں مبتلا ہوگا لیکن اگر سواری کرنے والے کو ڈر محسوس نہیں ہوگا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے دشمن پر غلبہ نصیب ہوگا۔

اگر کسی نے خواب میں ایسا دیکھا کہ وہ شیر کے سنگ بغیر کسی ڈر کے لیٹا ہوا ہے تو اللہ پاک دشمن سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔ اگر کسی شخص کو خواب میں یہ نظر آیا کہ وہ شیر کا سر کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کسی ملک کی بادشاہت کا موقع ملے گا۔ کسی شخص کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ شیر کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی ظالم حکمران کے ساتھ بھائی چارے کا معاملہ اختیار کرے گا۔

اگر کسی کو یہ خواب آئے کہ اس نے شیر کے بچوں کو گود میں لیا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ پاک اسے بچہ عطا کرے گا بشرطیکہ اس کی بیوی حاملہ ہو۔ اس کے برعکس اگر بیوی حاملہ نہ ہو تو اس کی تعبیر یوں ہوگی کہ وہ شخص کسی امیر و کبیر بچے کی پرورش کرے گا۔ اگر کوئی خواب میں شیر کو چنگھاڑتا ہوا دیکھے گا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی بیماری کا شکار ہو جائے گا اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ شیر نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو اگر وہ کسی کا قیدی تھا تو اسے رہائی ملے گی۔ اس کے برعکس دیکھنے والا کسی

حکمران سے خوف میں مبتلا ہوگا۔

اگر شیر خواب میں دھاڑتا ہوا نظر آئے تو کسی حاکم سے ڈانٹ ڈپٹ کا اندیشہ ہوگا۔ اگر کسی کو خواب میں شیر اپنی خوشامد کرتا دکھائی دے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے کچھ انوکھے کام سرانجام ہوں گے بلکہ اکثر اوقات اس کی یہ تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ اسے دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم

اختتامیہ: حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ "اگر انسان یہ بات سمجھ لے کہ علم کلام میں جھوٹی خواہشات کے سوا اور کچھ بھی نہیں تو انسان علم کلام سے ایسے بھاگے گا جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔"

"احیاء العلوم" میں حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اگر آپ کے نزدیک علم جدال اور علم کلام سیکھنا ٹھیک نہیں ہے جیسا کہ آپ علم نجوم کے متعلق کہتے ہیں تو درحقیقت علم کلام جائز ہے یا مستحب مگر اس کے علاوہ اکثر علماء کرام نے علم کلام کے متعلق درمیانی درجے سے ہٹ کر کلام کیا ہے اور اس کے سیکھنے یا نہ سیکھنے کے بارے میں علماء کرام کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے۔

سو جان لیں کہ اہل علم میں سے اکثریت نے علم کلام کے سیکھنے اور سکھانے کو بدعت یا حرام قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے اللہ سے اس حالت میں ملے کہ اس نے شرک کے علاوہ سارے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو تو وہ اس کے لئے بہت اچھا ہے' بہ نسبت اس کے کہ وہ اللہ پاک سے ایسی حالت میں ملے کہ وہ علم کلام جانتا ہو۔

اکثر اہل علم کے مطابق علم کلام کو سیکھنا واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ فرض کفایہ یا فرض عین وہ اس لئے کہ علم کلام کی درس و تدریس اعمال میں افضل اور اچھے اعمال میں سے ہے بلکہ عبادت کی عمدہ قسم ہے کیونکہ علم کلام سے توحید کے علوم میں قوت پیدا ہوتی ہے اور علم کلام سے دین و ملت کے خلاف ساری قوتوں کا دفاع کرنا ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی' حضرت امام مالک' حضرت امام احمد' حضرت امام سفیان علیہم الرحمہ اور سارے محدثین کے مطابق علم کلام حاصل کرنا حرام ہے۔ ابن عبدالاعلی نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے سنا جبکہ وہ ایک متکلم حفص الفرد سے مناظرہ کر رہے تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ انسان کے لئے یہ درست ہے کہ وہ اپنے خدا سے اس حال میں ملے کہ شراب کے علاوہ سب گناہ کر چکا ہو بہ نسبت اس چیز کے کہ وہ علم کلام جانتا ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے محدثین کے ایسے اقوال کا علم ہوا ہے کہ (اگر مجھے علم نہ ہوا ہوتا) تو میں اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ وہ اس طرح کی بات کہیں گے کہ یہ ٹھیک ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ساری ناجائز اور منع کی گئی باتوں کو اختیار کرے مگر شرک جیسا گناہ کبیرہ نہیں ہوا تو بھی کوئی بات نہیں اس کی نسبت کہ وہ علم کلام کا پڑھنے والا ہو۔

کرابلیسی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے علم کلام کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے خفگی ظاہر کی اور یہ فرمایا کہ علم کلام کے متعلق حفص الفرد اور ان کے ساتھی لوگوں نے سوال کیا تو اللہ پاک نے انہیں بے عزت کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ علالت کا شکار ہوئے تو ان کی خدمت میں حفص الفرد آئے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ تو

عقص الفرد ہے۔ اللہ پاک تمہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے جب تک تم ان سب کاموں سے توبہ نہ کرتو جن میں تم ہمہ وقت لگے رہتے ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم کسی کو علم کلام پر گفت وشنید کرتے ہوئے سنو کہ اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے یا غیر تو گواہ رہنا کہ وہ شخص اہل کلام سے تعلق رکھتا ہے اور ان لوگوں کا کوئی دین ومذہب نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں اہل کلام کے متعلق فتویٰ جاری کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو کھجور کی چھڑی سے مارا جائے اور ان کو سر بازار گھمایا جائے۔ نیز یہ بھی لازمی امر ہے کہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے جن لوگوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر علم کلام کو اپنا شوق بنالیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ علم کلام کا علم رکھنے والے کو کبھی کامیابی نہیں مل سکتی اور علم کلام کا شوق پالنے والے کے قلب میں شکوک وشبہات' کفر ونفاق' زیغ وضلال جیسی کوئی نہ کوئی باطنی بیماری ضرور ہوگی۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ الحرث المحاسی اپنے زہد وتقویٰ کے باوجود اہل بدعت کے رد میں ایک کتاب لکھ رہے تھے مگر پھر بعد میں اپنا ارادہ بدل دیا۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے ان سے کہا کہ مجھے آپ پر بہت دکھ ہے کہ آپ اہل بدعت کے رد میں کتاب لکھیں گے تو کیا آپ پہلے بدعات کو بیان نہیں کریں گے پھر اس کے بعد ان کا رد کریں گے تو یہ ایسے ہو جائے گا کہ آپ بھی ان کو بدعات کی درس وتدریس کرنے کا باعث بنے۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اسی مجلس میں علم کلام کی ہجو میں ایک لمبی گفتگو فرمائی۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہل باطل' نفس پرست اور مبتدعین کی گواہی قطعی طور پر ناقابل قبول ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے اصحاب نے ان کے اس قول کی تاویل میں کہا ہے کہ اہل باطل سے مراد علم کلام کا علم رکھنے والے ہیں ان کا تعلق بے شک کسی بھی مسلک سے ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے علم کلام کے ذرائع سے علم حاصل کیا وہ زندیق ہیں (زندیق اسے کہتے ہیں جس کی توبہ قبول نہ ہو) سلف صالحین میں سے اکثر محدثین نے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی اس بات کی حمایت کی ہے۔ سو اس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ علم کلام سیکھنے کے بارے میں علماء کرام سے بہت سی وعیدیں بیان کی گئی ہیں مگر جن لوگوں نے تشدد آمیز کلمات کا استعمال کیا ہے وہ تو بے شمار ہیں۔

<u>دیگر اصحاب کا مؤقف</u>: دوسری رائے والے علماء کرام جنہوں نے علم کلام کو واجب یا فرض کفایہ کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ علم کلام کا بس وہ حصہ ناجائز ہے جس میں اشیاء کے جوہر یا عرض ہونے سے گفتگو کی گئی ہے وہ اس لئے کہ یہ اس طرح کی اصطلاحات ہیں جن کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اس انوکھی بحث کو مفصل حلق میں اتارنے کے لئے اس طرح کیا جاتا ہے کہ دیکھئے وہ چاہے کسی طرح کا کوئی بھی علم کیوں نہ ہو اس میں دماغ کو تیز اور حاضر کرنے کے لئے بعض اصطلاحات کو ایجاد کیا جاتا ہے جس طرح کہ ''شریعت' حدیث اور تفسیر'' کے بارے میں اصطلاحات یا فقہ کے بارے میں اکثر اس طرح کی اصطلاحات بناتے ہیں جن کا ظہور نادر حالات میں ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمیں دلائل کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنے پڑیں گے جن سے کسی بدعتی میں جوش اور استدلال پیدا کر پائیں' یا پھر اسے الزامی یا یقینی جواب دے کر شکوک کی

الجھن میں ڈال دیں یا پھر صرف اپنے دماغ کو تیز کر دیں یا اس کے ذریعے سے خود کو دلیلوں سے ہتھیار بند کر لیں تا کہ بوقت ضرورت کام آسکیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح کسی نے جنگ لڑنے کے لئے جنگ کا سارا ساز و سامان جنگ کے لئے اکٹھا کر لیا ہو۔

اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ علم کلام حاصل کرنے کے متعلق آپ کے نزدیک رائج اور مختار بیان کون سا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کے علم میں مطلقاً برائی یا مدح کے جواز کا قائل ہونا صرف اور صرف غلط ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔

تفصیل: 1- جان لیں کہ اکثر چیزیں اس طرح کی ہیں جن میں حرمت خود پائی جاتی ہے جس طرح کہ شراب اور مردار کیونکہ ان میں حرمت کا وصف (یعنی نشہ اور لذت) خود اس میں پایا جاتا ہے مگر اس کے باوجود لوگ ہم سے اس چیز کے بارے میں فتویٰ لیں تو ہم اسے حرام کہیں گے اور اس کی دوسری جانب توجہ نہیں کریں گے کہ مردار مجبوری کی حالت میں حلال ہو جاتا ہے یا مثال کے طور پر اگر کسی پہر آدمی کھانا تناول کر رہا ہو اور کھاتے ہوئے کھانا اس کے گلے میں اٹک جائے اور اس وقت اسے نگلنے کے لئے شراب کے علاوہ دوسرا کوئی مشروب نہ ہو تو اس وقت شراب پینا جائز ہے تا کہ جان بچے اور انسان اللہ کی عبادت کر پائے۔

2- کئی چیزیں ایسی ہیں جن میں دراصل حرمت نہیں ہوتی بلکہ کسی خارجی صفت کی بناء پر ہوتی ہے۔ جیسے کسی مومن شخص نے کوئی چیز خریدی ہو اور اس نے خیار کی مدت بھی رکھی ہو تو اس عرصے میں اس چیز کے متعلق خرید و فروخت حرام کہلاتی ہے۔ مثال دوم یہ ہے کہ اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا اور مثال سوم مٹی کھانا وغیرہ۔ وہ اس وجہ سے کہ مٹی کھانے کے بہت سارے نقصانات ہیں اور مٹی کھانے کے بارے میں بہت سی صورتیں ہیں کہ تھوڑی مٹی کھانا حرام ہے جس طرح سنکھیا وغیرہ کی زیادہ مقدار کھانا جان لیوا ہو سکتا ہے مگر تھوڑی مقدار میں کھانا مفید ہے۔ یا شہد کی مثال کہ شہد کی زیادہ مقدار کھانا گرم طبیعت شخص کے لئے مضر ہے اور یہ بالکل مٹی کی طرح ہے اس لئے کہ مٹی کا زیادہ مقدار میں کھانا نقصان دہ ہے لہٰذا شراب پر حرمت کا قطعی حکم اور شہد پر حلال ہونے کا قطعی حکم ان کے غالب حالات پر نظر کرتے ہوئے ہے کیونکہ کسی چیز کے متعلق حکم لگانے کے لئے اس چیز کے غالب احوال کا خیال کرتے ہیں۔ اسی مفصل بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سب سے برتر یہ ہے کہ علم کلام میں تفصیل کی جائے اور یہ کہا جائے کہ علم کلام میں فائدہ اور نقصان دونوں ہیں۔ اس بناء پر علم کلام کے فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فائدہ کے وقت اسے بوقت ضرورت حلال یا مندوب واجب کہا جائے گا۔ اگر علم کلام سے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر وہ حرام ہوگا۔

علم کلام کا نقصان یہ ہے کہ ذہین یا کند ذہن لوگ اسے پڑھ کر بھٹک جاتے ہیں۔ عقائد میں شش و پنج پیدا ہوتا ہے اور ایمان میں کمزوری آجاتی ہے۔ ان حالات کا سامنا انسان کو ابتدا میں ہوتا ہے جبکہ دلائل کمزور ہوں یا اس میں لوگ مختلف فیہ ہوں تو ایسے عقیدوں میں خرابی پیش آتی ہے۔ علم کلام سے یہ بھی نقصان پیش آتا ہے کہ کبھی کبھار بدمذہب اپنے غلط دعووں میں اس قدر پختگی پیدا کر لیتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ بحث کرتے ہیں اس طرح ان کے اصولوں میں مزید استواری پیدا ہو جاتی ہے مگر یہ ضرر صرف ضد اور دشمنی کی وجہ سے بحث کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

علم الکلام کا فائدہ: علم الکلام کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں حقائق کو مفصل بیان کیا جاتا ہے اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت مل جاتی ہے۔ علم الکلام سے لوگوں کے دین کی حفاظت' بد مذہبوں کی نکتہ چینی اور ان کو ہر جھوٹے راستے سے بچانا مطلوب ہوتا ہے۔ وہ اس لئے کہ عام لوگ فکری لحاظ سے ہتھیار بند نہیں ہوتے جس کی وجہ سے بے دین لوگوں کی رائے سے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال لیتے ہیں۔ عوام متقدمین کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس لئے علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کے عقیدے کو بد مذہب لوگوں کی چال بازیوں اور ان کے طریقہ کار سے بچائیں جیسا کہ مال و دولت اور دوسرے حقوق کی حفاظت ان کے ذمے ہے۔ اسی طرح قضاء اور ولایت کے مسئلے ہیں۔ جب تک علماء کرام ان تمام مسئلوں کے پڑھنے پڑھانے اور ان کی نشر و اشاعت کرنے کے لئے راضی نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ تمام علوم زندہ نہیں رہ پائیں گے اور اگر ان کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو یہ تمام علوم ختم ہو جائیں گے مگر محض علم کلام کی چھپائی اور اسے کتاب کی شکل میں پیش کرنا مبتدعین کے وسوسوں کو مٹانے کے لئے کافی نہیں ہے حتیٰ کہ اس کو درس و تدریس کے ذرائع سے دماغ میں نہ بٹھا دیا جائے۔

اسی لئے علم کلام کی درس و تدریس ضروری امر ہے مگر تعلیم دینا عوام کا فعل نہیں ہے جیسا کہ تفسیر اور فقہ وغیرہ کی تدریس لوگوں کا فرض نہیں بلکہ یہ علماء کرام کا کام ہے کیونکہ علم کلام کی مثل ایک دوا جیسی ہے اور علم فقہ کی مثال خوراک کی طرح ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خوراک کے ضرر سے حفاظت مشکل امر ہے بخلاف دوا کے کہ اس سے احتیاط کی جاسکتی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: کوئی اگر یہ کہے کہ علماء کرام نے توحید کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ توحید علم کلام' بحث و مباحثہ کے اصول اور قانون پہچاننے اور سامنے والے کی نکتہ چینیوں کو اپنے دائرہ عمل کے اندر لانے کو کہتے ہیں' یہی اشخاص کبھی توحید کا استعمال وسوسے پیدا کرنے کی طاقت و اہلیت اور تہمت کے جواب میں دینے کی لیاقت پر بھی کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے اکثر لوگوں نے خود کو اہل توحید اور اہل عدل مانا۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ توحید کی درست تعریف متکلمین کا ایک گروہ سمجھنے سے مجبور ہے مگر ان کی عقل میں اگر کچھ سمایا بھی ہے تو وہ توحید کی درست تعریف کرنے پر قادر نہیں۔

توحید کی صحیح تعریف: جان رکھو کہ توحید کی تعریف یہ ہے کہ کائنات میں ہونے والے تمام کام یا کوئی بھی واقعہ جو ظاہر ہوتا ہے بے شک اس کا تعلق اچھائی سے ہو یا برائی سے ان سب کا ہونا اللہ عزوجل کی جانب سے ہے اور اسی کی مرضی سے ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اس طرح رکھنا جس سے کچھ دھیان اسباب کی جانب بھی منتقل ہو یہ سب سے اعلیٰ توحید کی تعریف ہے۔

توحید اس طرح کا قیمتی گوہر ہے جس پر دو طرح کے پردے چڑھے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک پردہ اصل گوہر کے نزدیک ہے اور ایک دور ہے۔

توحید کا اول درجہ یہ ہے کہ ہم زبان سے "لا الہ الا اللہ" کا قول مان لیں۔ یہ اس طرح کی توحید کا ماننا ہے جس سے نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث باطل قرار ہو جاتا ہے مگر اس طرح کی توحید کا ماننا کبھی منافق بھی کر لیتے ہیں جن کا اندر ان کے ظاہر کو محفوظ کرتا ہے۔

توحید کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ "لا الہ الا اللہ" کے ماننے کے بعد پھر قلب میں کسی بھی قسم کا چوڑیا کوئی تردید نہیں پائی جاتی بلکہ

اندر کے ساتھ ساتھ ظاہر میں بھی اس عقیدہ کی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ یہ توحید عام لوگوں کے بارے میں ہے تو متکلمین علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ اس توحید کے متعلق لوگوں کی حفاظت اور نگہداشت کرتے رہیں اور مخالف اور مبتدعین کے وسوسوں کو دور کر کے انہیں اطمینان قلب پہنچائیں۔ سو علمائے کرام اور فقہائے عظام نے توحید کے عظیم گوہر کو دو پردوں سے ڈھک دیا ہے اور ان دو حالتوں میں سارے لوگوں کو وابستہ کر دیا ہے مگر لوگوں کا یہ عالم ہے کہ لوگوں نے توحید کے ان دو پردوں کو ایسے چھوڑ دیا جیسے ان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اب اس بات کا جواب کہ توحید کا مغز کیا ہے' توحید کا مغز یہ ہے کہ جو بھی حالات پیش آئیں ان کو یہی سمجھا جائے کہ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا دھیان اسباب وعلتوں کی جانب بھی ہو۔ پھر ہم اللہ پاک کی بندگی ایسے کرنے لگیں جیسا کہ ہم خالق حقیقی کو در حقیقت معبود برحق اور اسے ہی بندگی کے لئے خاص سمجھ رہے ہیں اور اللہ کی بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

اس تفصیل و وضاحت کے بعد ذکر کی گئی تعریف سے جھوٹے عقائد اور نفس کی پیروی خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ اب ہم یہ سمجھ جائیں گے کہ اگر کوئی فرد اپنے نفس اور خواہشات کی تقلید کرے گا تو جیسے اس نے اپنے نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰاهُ"

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے اس فرد کی ہلاکت بھی دیکھی جس نے اپنی خواہشات کو اپنا رب بنا لیا ہے۔"

حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین میں انسان کا ناپسندیدہ معبود اللہ پاک کے نزدیک اس کا نفس ہے۔

در حقیقت ماجرا یہ ہے کہ جو فرد سوچ بچار کرے گا وہ اس نتیجہ پر آئے گا کہ بتوں کو پوجنے والے لوگ در حقیقت ان کو نہیں پوجتے بلکہ اپنی آرزوؤں کی پیروی کرتے ہیں' اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد جس مذہب کے ماننے والے تھے اور جس ماحول میں ان لوگوں نے اپنی زندگیاں بسر کیں اس کے اثرات سے ان کی اگلی نسلیں بھی نہیں بچ پاتیں جبکہ ان کی اولاد بھی ان کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ تو در حقیقت وہ اپنی آرزوؤں کی تکمیل کر رہے ہیں۔ یہی "ھویٰ" کی تفسیر ہے۔ سو اس مفصل وضاحت سے مخلوقات پر جبر' زیادتی اور ان کی جانب توجہات کرنا توحید سے خارج کہلائے گا۔

سو جو انسان یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو کچھ بھی اس دنیا میں ہوتا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ بھی ہو گا وہ سب اللہ پاک کی رضا سے ہوتا ہے۔ تو وہ کس طرح کسی اجنبی پر تشدد کر سکتا ہے۔ بہر حال توحید تو بلند و برتر مرتبے کا نام ہے اور توحید میں سو فیصد یقین کا یہی مرتبہ ہوتا ہے۔ اب غور فرمائیے کہ آپ کے قلب و ذہن کو کسی چیز سے موڑ آگیا ہے اور توحید کے کس پردے پر قناعت کرنی چاہئے۔ تو اصل میں موحد وہ فرد ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے' صرف اللہ ہی معبود برحق ہے اور اس کی تمام تر توجہ کا مرکز صرف اللہ کی ذات ہو' اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے قلب کو اس یقین اور اعتماد پر منجمد کر دے۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی تصنیف ''الجواہر الفرید فی علم التوحید'' کے آٹھویں باب میں اس موضوع پر مفصل اور تسکین بخش بحث کی ہے جس سے ہر قسم کے شکوک وشبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی تصنیف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور اکابر علماء کرام کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ (لہٰذا اس کتاب کی جانب رجوع کرو)

علم نجوم: جان رکھو کہ علم نجوم کی درس وتدریس کو انتہائی ناپسندیدہ جانا گیا ہے سو حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''جب تقدیر کی بات ہو تو خاموشی اختیار کرو، جب ستاروں کی بات ہونے لگے تو چپ رہو اور جب میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بات چیت ہونے لگے تب بھی خاموشی اختیار کرو۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بعد اپنی امت کے لئے تین باتوں کا اندیشہ محسوس کر رہا ہوں، اماموں کے ظلم وجبر سے، ستاروں پر ایمان اور تقدیر کی نفی سے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تین وجوہات کی بناء پر علم نجوم سے منع کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ اس سے عوام کے عقیدوں پر اثرات مرتب ہوتے ہیں سو جب عوام کو علم ہوتا ہے کہ کسی ستارے کی چال کے بعد کیا کیا حادثات پیش آئیں گے تو ان کے قلب وذہن میں یہ بات مضبوط ہو جاتی ہے کہ ستارے ہی کارگر حقیقی ومعبود ہیں اور ستارے ہی دنیا کا نظام چلانے والے ہیں۔ اس لئے کہ یہ پرلطف جواہر آسمان کی وسعتوں پر موجود ہیں جس کی بناء پر لوگوں کے قلب وذہن میں ستاروں کی بزرگی بس جاتی ہے۔ لوگوں کو ایسے لگتا ہے کہ اچھائی اور برائی ستاروں کے دم سے ہی واقع ہوتی ہے۔ ان اعتقادات کی بناء پر قلب اللہ پاک کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں، کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کی نگاہ وساطت سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔ اس کے برعکس تجربہ کار عالم ان سب حقیقتوں سے واقف ہوتا ہے۔

علم نجوم سے مخالفت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نجوم کے حکم اور حادثات کے بارے میں اس کی پیش گوئی صرف سرسری حساب پر مشتمل ہے۔ ہر کسی کے حق میں ان کا علم نہ حقیقی ہوتا ہے نہ خیالی۔ سو ظاہر ہے کہ علم نجوم کے ذریعے سے کوئی حکم لگانا ایسا ہے جیسا کہ بے علم پر حکم لگانا۔ اس لئے کہ علم نجوم کی مخالفت جہل ہونے کی وجہ سے کی جاتی ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ یہ علم ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کو علم نجوم عطا کیا گیا تھا۔ وہ تو معجزہ تھا اب اس علم کا اختتام ہو چکا ہے مگر ہمارے دیکھنے میں آتا ہے کہ کبھی کسی نجومی کی بتائی ہوئی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے، دراصل یہ محض اتفاق کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اکثر اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ نجومی کو مسبب کے کسی ایک سبب کا علم ہو جاتا ہے، اس کی باقی شرائط اس سے مخفی رہتی ہیں اور مسبب کا واقع ہونا انہی کی شرطوں پر ملتوی رہتا ہے جن کے علم کا دائرہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر اتفاق سے اللہ

پاک باقی شرطوں کو ظاہر کر دے تو نجومی اپنے دعوے پر پورا اترتا ہے اور اگر وہ شرطیں ظاہر نہ ہوں تو دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی آدمی پہاڑوں کے اوپر سے گھنے بادلوں کو دیکھ کر صرف اندازاً یہ کہہ دے کہ آج برسات ہوگی جبکہ آسمان کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ برسات ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ برسات کی بجائے دھوپ نکل آئے تو اس سے اس بات کی وضاحت ہوگی کہ صرف بادلوں کا چھا جانا برسات کے لئے کافی نہیں بلکہ بارش کے اور بھی سبب ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی اگر کوئی ملاح (کشتی چلانے والا) ہواؤں کی سمت دیکھ کر یہ دعویٰ کر دے کہ کشتی خیر خیریت سے گزر جائے گی گویا کہ وہ ہواؤں کی سمت کو بخوبی پہچانتا ہو پھر بھی ہواؤں کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں جو اس کے علم میں نہ ہوں اس لئے کبھی تو ملاح کا دعویٰ واقعہ کے عین مطابق ہوتا ہے اور کبھی کبھار اس کا لگایا ہوا اندازہ غلط بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ علم نجوم کی مخالفت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس علم سے کوئی مفاد نہیں ملتا لہٰذا یہ ایک غیر ضروری علم ہے اور جس علم کا کوئی مفاد نہ ہو اس کو سیکھنے میں عمر برباد کرنا کیسی دانش مندی ہے اس سے بڑھ کر کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ

حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے فرد کے پاس سے گزرے جس کے گرد لوگ اکٹھے ہوئے تھے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ، فیض گنجینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جواب دیا حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ بڑا علامہ (علم والا) ہے۔ حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کس چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بتلایا کہ شاعری اور انساب عرب کا علم رکھنے والا ہے۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ علم رکھتا ہے جس میں کوئی نفع بخش بات نہیں اور اس سے بے علمی کسی ضرر کا باعث نہیں۔ (ابن عبدالبر)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تو محض آیت محکمہ، سنت جاریہ یا (مال موروثہ کی) تقسیم کا علم ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ان دونوں احادیث پر سوچ بچار کرنے سے انسان یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ علم نجوم اور اس طرح کے دوسرے علوم میں دلچسپی لینا خود کو خطرے میں ڈالنے کے برابر ہے اور اس طرح کے کاموں میں وقت ضائع ہوتا ہے جن کا کوئی مفاد نہیں اس لئے کہ جو کچھ بھی تقدیر میں ہے وہ تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔ یہ بھی علم میں رکھو کہ علم نجوم کو علم طب سے اور علم تعبیر سے نہ جانچا جائے وہ اس لئے کہ علم طب سے انسان کی حاجتیں جڑی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اطباء اور حکماء کو بعض دلیلوں کا علم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی علم تعبیر ہے یہ علم گویا کہ خیالی ہے مگر اسے حدیثوں میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے نیز اس علم میں کسی بھی قسم کا خطرہ اور عقیدے میں خرابی کا کوئی خوف نہیں ہے۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی ضرورت کے تحت ہم نے اپنی تصنیف میں ان دونوں علوم (طب اور تعبیر) کو نقل کیا ہے کیونکہ ان علوم میں غلطیوں کی گنجائش کم ہے۔

''الابل'' (اونٹ)

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ لفظ ''جمال'' واحد اسم ہے جو جمع پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ وہ نہ تو جمع ہوتا ہے اور نہ ہی اسم جمع بلکہ وہ جنس پر رہنمائی کرتا ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ اس لفظ ''جمال'' کی جمع نہیں بلکہ یہ مؤنث ہے۔ وہ اس لئے کہ وہ اسم جمع جس کا واحد اس کے الفاظ میں سے نہ ہو اور وہ ذوی العقول کے لئے برتا ہوا ہو تو ان کے لئے مؤنث ہونا ضروری ہوتا ہے مگر تصغیر بناتے ہوئے ھاء کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''ابیلۃ و غنیمۃ '' وغیرہ بارہا ''اِبِل'' اور ''اِبْل '' آتا ہے اس کی جمع ''آبال '' ہے مگر جب یائے نسبت کا اضافہ کیا جائے تو ''ابلی '' یائے مفتوح کا استعمال ہوتا ہے۔

ابن ماجہ میں عروۃ البارقیؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر والوں کے لئے عزت کا باعث اونٹ اور بکریاں برکت کا باعث بنتی ہیں اور گھوڑوں کی پیشانیوں پر (یعنی گھوڑوں میں) بھلائی اور برکت بروز قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔

ابن ماجہ میں وھب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے قتل کئے گئے بیٹے کے لئے برس ہا برس تک اونٹ ذخیرہ کرتے رہے اور اس عرصہ میں حضرت حوا علیہا السلام سے نہیں ملے (یعنی ان سے کسی قسم کی صحبت نہیں کی اور ان سے دور ہی رہے)۔

اہل لغت لکھتے ہیں کہ عرب میں اونٹ کو ''نبات اللیل '' بھی کہتے ہیں۔ نیز مذکر و مؤنث کو جب وہ نو سال یا چار سال (جذعہ) ہو جاتا ہے تو اسے ''بعیر '' بھی کہتے ہیں۔ جس کی جمع ''ابعرہ بعران آتی ہے۔ ضعیف اونٹنی کو ''الشارف '' کہا جاتا ہے جس کی جمع ''شرف '' آتی ہے۔ دو کوہان والے اونٹ کو ''عوامل '' کہا جاتا ہے۔ اونٹ بہت تابعدار اور بھاری بھرکم جانور ہے مگر اکثر و بیشتر دیکھنے کی بناء پر اس کا عجیب و غریب مخلوق ہونا کوئی عام بات نہیں رہی۔ اس کے برعکس یورپ کی عوام کے لئے ابھی تک یہی ہے۔

اونٹ کی خصوصیات: اونٹ بڑی ڈیل ڈول والا بڑے جسم کا مالک جانور ہے اونٹ کی خوبی یہ ہے کہ اونٹ وزنی بوجھ اٹھا کر کسی بھی قسم کی تکلیف کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑا بھی ہو سکتا ہے اور بیٹھ بھی سکتا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی چوہا بھی اونٹ کی نکیل کو دبا جس جگہ بھی لے کر جانا چاہے نہایت آسانی سے لے کر جا سکتا ہے۔ اونٹ کی تابعداری ہچکچاتا نہیں ہے اونٹ کی پشت اتنی کشادہ ہے کہ آدمی اپنے ساز و سامان اشیائے خورد و نوش ظروف بستر اور کپڑوں وغیرہ کے ساتھ بآسانی اونٹ کی پشت پر سوار ہو سکتا ہے۔ آدمی کو ایسا محسوس ہوگا جیسا کہ وہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہے۔ ان تمام اشیاء کے باجود اونٹ اس نقلی گھر کو ساتھ لئے گھومتا رہتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۝ (الغاشیہ) ''کیا وہ اونٹ کی جانب نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا۔''

اللہ پاک نے اونٹ کی گردن لمبی اس لئے بنائی ہے تاکہ اونٹ بآسانی وزن اٹھا کر اٹھے اور بیٹھے اور وزنی ساز و سامان اٹھا

پائے۔ اکثر فلسفیوں سے پوچھا گیا کہ اونٹ کیا شے ہے؟ فلسفیوں نے سوچ بچار کے بعد بتلایا کہ اونٹ ایک لمبی گردن والا جانور ہے۔ اونٹ کو ایسے پیدا کرنے میں اللہ پاک کا یہ عزم تھا کہ پانی کی کشتی جیسی ایک صحرا کی کشتی بھی تیار ہو جائے۔ اونٹ میں پیاس پر صبر کرنے کی بہت زیادہ قوت پائی جاتی ہے سو اگر اونٹ کو دوران سفر دس روز تک بھی پانی نہ دیا جائے' پھر بھی اونٹ برداشت کرلے گا۔ ایسے ہی وہ چارا جسے دوسرے حیوانات کھانا پسند نہیں کرتے اونٹ کھالیتا ہے۔

سعید بن جبیر سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ راستے میں میری ملاقات قاضی شریح سے ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جارہے ہیں؟ قاضی شریح نے جواب میں کہا کہ میں کناسہ (کوفہ کے نزدیک گاؤں) کی جانب جارہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ وہاں جاکر کیا کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہاں جاکر میں اونٹوں کا نظارہ کروں گا کہ اللہ عزوجل نے ان کو کیسے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ" اور ان پر بھی اور کشتی پر بھی لدے پھرے (سوار ہوکر) پھرتے ہو۔

اللہ پاک نے اونٹ کی مطابقت کشتی کے ساتھ اس وجہ سے دی کہ ظاہری طور پر اونٹ بھی صحرا کی کشتی ہے۔ ایسے ہی "ذوالرمۃ" شاعر کہتا ہے: "سَفِيْنَةُ بَرٍ تَحْتَ خَدِّيْ زِمَامُهَا"

ترجمہ: "صحرا کی کشتی (اونٹ) کی مہار اس کے گالوں کے نیچے ہوتی ہے۔"

دوسری جگہ پر "ذوالرمۃ" اونٹ کا ذکر "میدح" کے نام سے کرتا ہے۔

ترجمہ: میں نے یہ سماعت کیا کہ لوگ گھاس کو ڈھونڈ رہے ہیں تو میں نے میدح (اونٹنی) سے کہا کہ تم بھی موزوں زمین (پر چرنے کی جگہ) تلاش کرلو۔

"میدح" ذوالرمۃ شاعر کی اپنی اونٹنی کا اسم تھا۔ اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ ذکر کیا گیا شعر سیبویہ نحوی کا ہے۔ لفظ "الناس" کو شاعر حضرات نے زبر اور پیش دونوں طرح ہی پڑھا ہے۔ "الناس" مرفوع ہونے کی شکل میں داستان کی طرز میں یہ معانی ہوں گے کہ ان کلمات کو افراد نے سنا۔ انشاء اللہ میدح پر مفصل بحث باب الصاد میں پیش کی جائے گی۔

<u>اونٹ کے متعلق احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم</u>: حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو کبھی برا بھلا مت کہا کرو کیونکہ اونٹ خون کے بہایا اور نیک شخص کے لئے محبت ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اونٹ کو دیت وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے قتل و غارت سے بچاؤ اور زندگی کی حفاظت ممکن ہو جاتی ہے اور قتل کرنے والا قصاص کے طور پر قتل (خون بہا) سے بچ جاتا ہے۔ اس وضاحت کا ذکر "الفصیح فی اللغۃ" میں کیا گیا ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ "اونٹ کو گالی مت دیا کرو کیونکہ وہ اللہ پاک کی روح ہے۔"

ابن سیدہ نے اس کی وضاحت میں کہا کہ اونٹ کا شمول ان اشیاء میں ہوتا ہے جن کے ذریعے اللہ پاک نے انسان کو کشادگی عطا کی ہے۔

ایسے ہی ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ "اونٹوں کو گالیاں نہ دیا کرو اس لئے کہ اونٹ رحمان کی روح ہیں۔"

صحیحین (بخاری، مسلم) میں "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن کی دیکھ بھال کرو (یعنی قرآن پڑھتے رہو) قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قرآن پاک سینوں سے ایسے نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اتنی جلدی اپنی رسی سے نہیں نکل پاتا۔" (بخاری شریف رقم الحدیث 4746)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابدقرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے قاری کی مثل بندھے ہوئے اونٹ کی مانند ہے۔ اگر مالک اس کی دیکھ بھال کرتا ہے تو وہ بندھا اور کھڑا رہتا ہے اور اگر اونٹ کو چھوڑ دیتا ہے (یعنی اس کی دیکھ بھال نہیں کرتا) تو وہ جاتا رہتا ہے۔ بالکل ایسے ہی قرآن پاک کا قاری باقاعدگی کے ساتھ قرآن پاک کی قرأت کرتا رہے گا تو اسے قرآن پاک یاد رہے گا مگر اس کے برعکس اگر وہ قرأت نہیں کرے گا اور قرآن پاک یاد نہیں کرے گا تو قرآن کریم اس کے سینے سے نکل جائے گا۔ (یعنی وہ بھول جائے گا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ سو اونٹوں کے جیسے ہیں جن میں سے کوئی سواری کے لائق نہیں۔" (بخاری ومسلم)

اس کو "باب الراء المهملة فی لفظ الراحلة" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

اونٹ کی اقسام: اونٹ کی کئی قسمیں ہوتی ہیں:

1- **الارحبیہ:** اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو قبیلہ "بنو ارحب" کی جانب منسوب ہو۔ شیخ ابن صلاح کا کہنا ہے کہ "ارحبیہ" یمنی اونٹ کا اسم ہے۔

2- **الشدقمیہ:** نام کا اونٹ نعمان بن منذر کا ایک نہایت اعلیٰ قسم کا اونٹ تھا اس لئے اس کی نسلیں اسی نام کی جانب سے منسوب ہوئیں۔

3- **العیدیہ:** جو اونٹ قبیلہ "بنو العید" کی جانب منسوب ہوئے ان کو "العیدیہ" کہا جاتا ہے۔ صاحب الکفایہ کے قول کے مطابق "العیدیہ" قبیلہ "بنو حمرہ" کی شاخ ہے۔

4- **المجدیہ:** المجدیہ یمنی اونٹ کو کہا جاتا ہے جسے نہایت اعلیٰ ہونے میں شہرت حاصل ہے۔

5- **الشدنیہ:** صاحب الکفایہ کے کہنے کے مطابق "الشدنیہ" وہ اونٹ ہیں جن کی نسبت فحل یا بلد کی جانب ہے۔

6- **المهریہ:** یہ وہ اونٹ ہیں جن کی نسبت "مہرہ بن حیدان" کی طرف ہے۔ ابن صلاح کا کہنا ہے کہ مہرہ بن حیدان قبیلہ کا والد تھا۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "المهریہ" ردی اونٹوں کو کہا جاتا ہے مگر یہ بات درست نہیں وہ اس لئے کہ ان ہی اونٹوں میں اکثر جنگلی اونٹ ہوتے ہیں اور ان کو جنگلی اونٹ ہی کہتے ہیں۔ اکثر لغویین کا کہنا ہے کہ وہ عاد اور ثمود کی قوموں کے باقی اونٹ کی نسلوں میں سے ہوتے ہیں مگر (اہل لغت) چند اونٹوں کے دوسرے اسم بھی رکھتے ہیں۔ اس کی محض یہ

وجہ ہے کہ اکثر اونٹوں میں مختلف قسم کی خوبیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے کچھ اچھی اور کچھ بری ہوتی ہیں۔

7- العیس: ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی طبیعت میں درشتی اور شدت پسندی کی کثرت ہوتی ہے۔

8- الشملال: یہ وہ اونٹ ہوتے ہیں جو نہایت ہلکے پھلکے ہوں۔

9- الیعملة: کام کاج کرنے والے اونٹوں کو کہا جاتا ہے۔

10- الوجناء: یہ وہ اونٹ ہیں جن کی طبیعت میں سختی پائی جاتی ہے۔

11- الناجیة: یہ ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کے چلنے کی رفتار تیز ہو۔

12- العوجاء: چھریرے جسم والے اونٹوں کو العوجاء کہتے ہیں۔

13- الشمردلة: لمبی جسامت والے اونٹ الشمردلة کہلاتے ہیں۔

14- الھجان: عمدہ قسم کے اونٹوں کو الھجان کہا جاتا ہے۔

15- الکوما: بڑے بڑے کوہانوں والی اونٹنیاں الکوما کہلاتی ہیں۔

16- الحرف: پتلی اور ہلکے پھلکے جسم والی اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔

17- القوداء: لمبی گردن والی اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔

18- الشملیل: نہایت تیز رفتار اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔

کعب بن زہیر نے اپنے شعر میں اونٹوں کی قسموں کا ذکر کیا ہے۔

حرف أبوھا أخوھا من مھجنة   وعمھا وخالھا قوداء شملیل

الحرف اونٹنی کے والد بھائی جسم کے دبلے سفید شریف النسل ہوتے ہیں اس کے چچا ماموں کی گردنیں لمبی اور ان کی رفتار نہایت تیز ہوتی ہے۔

وضاحت: ابوعلی القالی علیہ الرحمہ نے حضرت ابوسعید سے نقل کیا ہے کہ شاعر کے شعر میں "ابوھا واخوھا" سے یہ مراد ہے کہ اس اونٹ کے والد اور بھائی دونوں نیک ہیں مگر اکثر کے مطابق "ابوھا واخوھا" ایسے ہی "عمھا واخالھا" کا یہ معنیٰ ہے کہ والد بھائی چچا ماموں یہ سارے تعلق ایک ہی اونٹ میں پائے جاتے ہیں اور اس طرح کا اونٹ عرب میں نہایت عمدہ اونٹ کہلاتا ہے۔ یہ تمام رشتے اس طرح اکٹھے ہوں گے کہ ایک جوان اونٹ جو اپنی والدہ سے جفتی کرے اور اس کے بعد جس بچے کی پیدائش ہو تو یہ جفتی کرنے والا اونٹ باپ کے تعلق سے پیدا ہونے والے اونٹ کا بھائی بھی ہوا۔ ایسے ہی (ماں سے جفتی کرنے والا اونٹ) جس پہلے والد (اونٹ) کا بچہ ہے اس کے تعلق سے یہ (ماں سے جفتی کرنے والا) اونٹ چچا بھی ہوا اور ماموں بھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کلام میں یہ اشعار بھی موجود ہیں:

لَوْ كُنْتُ اَعْجَبُ مِنْ شَیْءٍ لَّاَ عْجَبَنِیْ   سَعْیُ الْفَتٰی وَھُوَ مَخْبُوْءٌ لَّهُ الْقَدَرُ

یَسْعَی الْفَتٰی لِاُمُوْرٍ لَیْسَ یُدْرِكُھَا   فَالنَّفْسُ وَاحِدَةٌ وَالْھَمُّ مُنْتَشِرٌ

وَالْمَرْءُ مَا عَاشَ مَمْدُوْدٌ لَهُ أَمَلٌ　　　لَا تَنْتَهِي الْعَيْنُ حَتَّى يَنْتَهِي الْعَصْرِ

ترجمہ شعر 1: میں اگر کسی شے کو پسند کرتا تو نوجوان شخص کی کوششوں کو پسند کرتا جو اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔

ترجمہ شعر 2: نوجوان شخص ان کاموں کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے جن کو وہ نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ اس کی جان تو ایک ہے مگر مقاصد بہت سارے ہیں۔

ترجمہ شعر 3: اور انسان کی خواہشات زیادہ ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ حیات رہتا ہے' آنکھیں تب تک ختم نہیں ہو سکتیں جب تک قدموں کے نقوش نہ ختم ہو جائیں۔

ماہرین حیوانات کا کہنا ہے کہ جب اونٹ کو غصہ آتا ہے تب وہ کسی کی بھی فکر نہیں کرتا' غصے کی حالت میں اونٹ بداخلاق ہو جاتا ہے۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنا جاری ہو جاتا ہے اور وہ بے قرار ہو جاتا ہے۔ غصے کی حالت میں اونٹ بہت تھوڑی خوراک کھاتا ہے اور اس کے منہ سے "شقشقة" خارج ہوتی ہے۔ "شقشقة" اونٹ کی اس سرخ کھال کو کہا جاتا ہے جس کو وہ اپنے پیٹ سے باہر نکال کر پھونکیں مارتا ہے۔ اگر اسی کیفیت میں اونٹ کی باچھ کو دیکھا جائے تو وہ شناخت میں نہیں آئے گا۔ حضرت لیث علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حالت عرب کے اونٹوں کے سوا اور کسی اونٹ میں نہیں پائی جاسکتی مگر یہ بات درست نہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فقیر اور حاجت مند ہیں اور ابوجہم کے بڑبڑانے سے مجھے ڈر کا احساس ہوتا ہے۔ (رواہ الحاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خطابت شیطان کی جھاگ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوش بیان اور فاضل شخص کو بڑبڑانے والے اونٹ سے تشبیہ دی اور اس شخص کی زبان کو اونٹ کی جھاگ کی مانند کہا۔

اونٹ کی عادات: 1- اونٹ پورے سال میں محض ایک دفعہ جفتی (اونٹنی کو حاملہ کرنا) کرتا ہے مگر اس کی جفتی مضبوط ہوتی ہے اور وہ اس دوران بار بار انزال کرتا ہے۔ اسی بناء پر اونٹ جب جفتی سے فارغ ہوتا ہے تو اس میں کاہلی اور کمزوری پائی جاتی ہے۔

2- اونٹنی تین سال میں حاملہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے "حقة" بھی کہا جاتا ہے۔

3- ماہرین حیوانات کے نزدیک اونٹ دشمنی اور حسد کرنے والا حیوان ہے مگر اس کے ساتھ ہی اونٹ میں صبر و برداشت اور دوسروں پر حملہ کرنے کی اہلیت بھی موجود ہوتی ہے۔

4- صاحب المنطق لکھتے ہیں کہ اونٹ اپنی والدہ سے جفتی نہیں کرتا۔ صاحب المنطق نے اونٹ کے اس وصف پر ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ بیتے ہوئے دور میں ایک شخص نے اونٹنی پر ایک کپڑا ڈال دیا اور اس کے نوجوان بچے کو اس پر چھوڑا۔ وہ بچہ اپنی والدہ پر (جفتی کے لئے) چڑھا مگر اس بچے کو اپنی والدہ کی شناخت ہوگئی کہ یہ میری والدہ ہے تو اس بچے نے اپنے

ذکر (آلہ تناسل) کو کاٹ لیا۔ اس کے بعد وہ نوجوان اونٹ اس شخص سے دشمنی رکھنے لگا حتیٰ کہ اس نوجوان اونٹ نے اس شخص کو ہلاک کر دیا پھر اس نوجوان اونٹ نے خود کو بھی مار ڈالا۔

5- اونٹ اس طرح کا جانور ہے جس کے جسم میں "پتہ" نہیں پایا جاتا' غالباً اسی بناء پر اونٹ میں صبر و برداشت کی بہت زیادہ قوت پائی جاتی ہے اور پیروی و تابعداری کا عنصر اس میں موجود ہوتا ہے۔ ابوایوب اونٹ کی کنیت ہے' اونٹ کے جگر میں پتے جیسی ایک شے ہوتی ہے۔ ممکن ہے وہ ایک طرح کی کھال ہو' جس میں تھوک لگا ہوتا ہے اس کھال کی یہ صفت ہے کہ اگر اس کا سرمہ آنکھوں میں لگا لیا جائے تو پرانے پھولے کے لئے مفید ہے۔

6- اونٹ کی خوبی یہ ہے کہ وہ کانٹے دار خودرو جھاڑیاں بہت ہی مزے سے کھاتا ہے۔ اونٹ کو ان کانٹے دار جھاڑیوں کو ہضم کرنے میں بھی کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اس کی آنتیں اتنی طاقت ور ہوتی ہیں کہ اسے کانٹوں سے بھرپور جھاڑیاں وغیرہ ہضم کرنے میں دقت پیش نہیں آتی مگر "جو" کو ہضم کرنے میں اسے پریشانی ہوتی ہے۔

7- اونٹ کے بارے میں عربی لوگوں میں عجیب بات دیکھی گئی ہے کہ جب بھی کوئی اونٹ خارشی ہو جائے تو دوسرے بالکل ٹھیک اونٹوں کو بھی داغ دیا جاتا ہے تا کہ بیماری چھوت نہ ہو سکے اور خارشی اونٹ بالکل تندرست ہو جائے۔

نابغہ کا کہنا ہے:

وحملتني ذنب امرىء وتركة كذا العريكوى غيره وهوراتع

مجھے کسی شخص کی غلطی سے تنگی ہو تو میں اس غلط کام کرنے والے کو معاف کر دیتا ہوں اور کسی اور سے اس کا بدلہ لیتا ہوں۔ ایسے ہی خارشی اونٹ کی وجہ سے تندرست اونٹ کو بھی داغا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

غيري جنى وانا المعاقب فيكم فكانني سبابة المتندم

گناہ کا ارتکاب کسی دوسرے نے کیا اور سزا مجھے دے دی گئی غالباً جرم کرنے والے کے اشارہ پر مجھے نشانہ بنا دیا گیا۔

ابوعبید القاسم بن سلام اس سے منکر ہیں اور علماء کرام کے ایک گروہ نے ایک روایت بیان کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنو فزارہ کا ایک فرد حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور کہا ہے میری زوجہ نے اس طرح کا بچہ پیدا کیا ہے جس کا رنگ سیاہ ہے۔ بہرحال حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے گزارش کیا کہ ہاں میرے پاس اونٹ موجود ہیں۔

حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا رنگ کون سا ہے؟ اس فرد نے جواب میں عرض کیا کہ "سرخ رنگ کے۔" پھر حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اونٹوں میں کیا کسی کا رنگ گندمی (خاکستری) بھی ہے۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ ہاں گندمی رنگ کے اونٹ بھی ہیں۔ پس حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس وہی بات ہے (جو اس

میں ہے) پھر اس شخص نے عرض کی کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھول کر بیان فرمائیں کہ ان سرخ اونٹوں میں یہ گندمی رنگ کا اونٹ کس طرح پیدا ہوگیا؟ تو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابدقرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے اس (کالے رنگ) کو کسی نس نے کھینچ لیا ہو (یعنی کہ حقیقت میں بھی اس بچے کا کوئی رشتہ دار کالے رنگ کا ہوگا جس سے اس کی مشابہت ہوگئی ہے)

اس حدیث پاک کا ذکر باب ''الاسد'' میں بھی ہو چکا ہے اور حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''ہوسکتا ہے کہ اس کالے رنگ کو کسی نے کھینچ لیا ہو' اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس سیاہ فام غلام کی کنیت سے انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔

توضیح: اس حدیث پاک میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا اسم ضمضم بن قتادہ العجلی ہے مگر ابوعمر بن عبدالبر نے اپنی تصنیف ''الاستیعاب'' میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اور اس حدیث پاک کے سوا اور کوئی بھی حدیث ان سے روایت نہیں کی گئی۔ حدیث کے باقی ذخائر ''مسند'' وغیرہ میں بھی اس نام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ شیخ عبدالغنی علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کو مزید اضافے کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قبیلہ بنو عجل کی ایک خاتون تھی بنو عجل کی کچھ ضعیف خواتین کی آمد مدینہ منورہ میں ہوئی اور سب نے اس خاتون کے متعلق پوچھا کہ کیا اس خاتون نے سیاہ فام غلام پیدا کیا ہے۔ ان خواتین نے بھی یہی جواب دیا کہ ان کے آباؤ اجداد میں ایک کالے رنگ کا شخص بھی تھا۔ شیخ عبدالغنی علیہ الرحمہ نے اس شخص کا نام ضمضم بن قتادہ العجلی بیان کیا ہے۔ خطیب ابوبکر علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''ان کے آباؤ اجداد میں ایک دادی کا رنگ بھی کالا تھا'' یہ بھی ان خواتین نے کہا تھا۔

اونٹ کا شرعی حکم: نص اور اتفاق رائے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اونٹ کا گوشت حلال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ (المائدہ:1) ''تمہارے لئے چوپائے کی قسم کے تمام جانور حلال کئے گئے۔''

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لئے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کر رکھا تھا۔ اونٹ کے دودھ اور گوشت کی حرمت کے متعلق حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنی رائے اور اپنے نفس کے لئے ایک رکن تھا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ دیہات میں رہائش پذیر تھے۔ اس بناء پر آپ علیہ السلام کو عرق النساء کی شکایت پیش آگئی تھی۔ سو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لئے اونٹ کے دودھ اور گوشت کو حرام تصور کرلیا تھا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

علماء کرام نے گوشت کھانے پر وضو کے بارے میں اختلاف کا اظہار کیا ہے' اگر کوئی باوضو ہو اور اس حالت میں وہ اونٹ کا گوشت کھالے تو کیا اس کا وضو قائم رہے گا' یا ٹوٹ جائے گا؟

علماء کرام کی اکثریت کا یہ ماننا ہے کہ وضو قائم رہے گا۔ یہ ہی مذہب صحابہ کرام علیہم الرضوان میں چاروں خلفاء کرام حضرت

ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوالدرداء، ابوطلحہ انصاری، ابوامامہ باہلی اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ جمہور تابعین میں یہ مذہب حضرت امام مالک، حضرت امام اعظم، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی علیہم الرحمہ کے شاگردوں میں سے حضرت امام بیہقی الرحمہ کا ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا پرانا قول بھی یہی تھا کہ (وضو نہیں ٹوٹتا)

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے اونٹ کے کوہان کے بارے میں روایات کی دو اقسام ہیں (یعنی جائز بھی ہے اور حرام بھی) مگر اونٹ کا دودھ پینے کے بارے میں حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے شاگردوں سے دو اقسام کی روایات ہیں کہ (پیا جا سکتا ہے اور نہیں بھی پیا جا سکتا)۔

اونٹ کے باڑے میں نماز ادا کرنا مکروہ کہلاتا ہے۔ عطن اور اعطان وہ جگہ ہے جس جگہ اونٹ کھاپی کر آرام کرتے ہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں براء بن عازب کی روایت منقول ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرلیا کرو۔ اس کے بعد حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ پھر حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور شاہِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اونٹ کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔ اس کے بعد بکری کے باڑہ میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس میں نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ بکریاں مبارک ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹوں کو شیطان سے پیدا کیا گیا ہے۔

اونٹ کی زکوٰۃ: اگر پانچ اونٹ ہوں تو (ایک سال بعد) زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک چارہ کھانے والی بکری ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد دس ہو جائے تو پھر دو بکریاں، پندرہ اونٹ ہوں تو تین بکریاں اور بیس اونٹ ہونے کی صورت میں چار بکریوں کا دینا واجب ہوتا ہے۔ سو جب اونٹ تعداد میں پچیس ہوں تو ایک بنت مخاض (اونٹ کا ایک سالہ بچہ)، چھتیس اونٹ ہوں تو ایک بنت لبون (اونٹ کا دو سالہ بچہ)، اگر اونٹ چھیالیس ہوں تو ایک حقہ (تین سالہ بچہ)، چھہتر اونٹ ہوں تو پھر دو بنت لبون (دو سالہ دو بچے)، اونٹوں کی تعداد اکیانوے ہو تو دو حقے (دو تین سالہ بچے) اور اگر اونٹ تعداد میں ایک سو اکیس ہوں تو پھر تین بنت لبون (تین دو سالہ بچے) پھر اس کے بعد جب اونٹوں کی تعداد میں مزید چالیس اونٹ شامل ہو جائیں تو ایک بنت لبون (دو سالہ بچہ) واجب ہوگا۔ اس کے بعد زکوٰۃ ایسے ادا کرنی ہوگی کہ ہر چالیس اونٹوں کے مزید شامل

ہونے پر ایک بنت لبون اور اونٹوں کی تعداد پچاس ہونے پر ایک حقہ واجب ہوگا۔

ایک سال کی عمر کا اونٹ بنت مخاض' دو سالہ اونٹ بنت لبون' تین سالہ اونٹ حقہ اور چار سالہ اونٹ جذعہ کہلاتا ہے۔ جس بکری کو اونٹ کی زکوٰۃ میں دیا جائے گا اس کی عمر دو سال ہونا لازمی ہے (عربی زبان میں لفظ ''معز'' کا استعمال بکرا' بکری دونوں کے لئے ہوتا ہے) یا ایک دنبہ دیا جائے گا۔ زکوٰۃ کے متعلق باقی احکامات کو شہرت عام حاصل ہے۔

اختتامیہ: حضرت امام متولی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے فرد کے لئے بعد از موت ایک اونٹ دینے کی وصیت کی تو جو کو وصیت کی گئی ہو وہ لوگ نر یا مادہ (اونٹ) جو بھی چاہیں ادا کریں۔ اس کے برعکس اگر وارث (جسے وصیت کی گئی) نے اونٹ کا بچہ (فصیل) یا ایک سال کی عمر کا اونٹ دے دیا تو جس فرد کو اونٹ دینے کی وصیت کی گئی ہو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

امثال: مسلم و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سے کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو۔

اس حدیث پاک کا یہ معنی ہے کہ لوگوں میں اچھے اور نیک لوگوں کی تعداد بہت کم پائی جاتی ہے۔ مزید تشریح ''باب الراء المہملہ'' میں بیان کی جائے گی۔ ازہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہے کہ اس جہاں سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے (زاہد فی الدنیا) اور آخرت کی جانب گامزن ہونے والے لوگ نہایت کم ہوتے ہیں جیسا کہ سواری کرنے کے لائق اونٹوں کی تعداد میں کمی پائی جاتی ہے۔ اہل عرب کہا کہتا ہے ''انہوں نے دل کھول کر فحش گوئی کی اور اونٹوں کو ساتھ لئے چل پڑے۔''

اکثر علمائے کرام کا کہنا ہے کہ کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی نے سب سے پہلے اس مثال کو استعمال کیا۔ یہ مثل اس آدمی کے لئے دی جاتی ہے جو گالی' فحش کلامی اور لفاظی کے سوا اور کچھ نہ جانتا ہو۔ ایسے ہی مثال دیتے ہوئے اہل عرب کہتے ہیں کہ

''ماهكذا يا سعد تورد الابل'' اے سعد! اونٹوں کو اس طریقے سے پانی نہیں پلاتے۔

یعنی مسائل کو اس بد طریقے سے سلجھایا نہیں جاتا۔ یہ مثل اس آدمی کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو بری صحبت اختیار کرنے لگے۔ بیہقی علیہ الرحمہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس مثل کا استعمال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا' ایسے ہی مثال دیتے وقت عربی لوگ کہتے ہیں:

''یاابلی عودی الی مبارمك'' (اے میرے اونٹ چلا جا اپنی باڑ کی جانب)

یہ مثل اس فرد کے لئے بولی جاتی ہے جو اس طرح کی چیز سے کترانے لگے جو اس کے لئے اہم ہو اور اس کے ساتھ ہی اس میں اچھائی بھی پائی جاتی ہو۔

اونٹ کے طبی خواص: ۱۔ حضرت امام زہیر علیہ الرحمہ وغیرہ کا کہنا ہے اگر اونٹ کی نظر سہیل ستارے پر چلی جائے تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

2-اونٹ‘ ایک سال کی عمر کا مینڈھا یا پہاڑی مینڈھے ان تمام جانوروں کا گوشت خراب اور نا کارہ ہوتا ہے۔
3-اگر خون بہنا بند نہ ہو تو اونٹ کے بال جلا کر وہ راکھ بہتے ہوئے خون پر چھڑک جائے تو خون نہیں بہے گا۔
4-اونٹ کی چیچڑی کو اگر کسی عاشق کے بازو میں باندھا جائے تو اس کا عشق اختتام پذیر ہو جائے گا۔
5-اونٹ کا پیشاب اگر کوئی نشہ کرنے والا شخص پیئے گا تو اس کا نشہ فوراً اتر جائے گا۔
6-اونٹ کا گوشت کھانے سے قوت باہ (مردانہ طاقت) میں اضافہ ہوتا ہے اور ایسے ہی جماع کے بعد کاہلی دور ہوتی ہے اور تازگی و پھرتی پیدا ہوتی ہے۔اس کے علاوہ جگر کی سوزش میں بھی انتہائی مفید ہے۔
7-اگر کوئی خاتون بے شک وہ بانجھ ہو‘ حیض سے پاک ہو جائے تو مسلسل تین روز تک اونٹ کی ساق (ٹخنے اور گھٹنے کے درمیان کا گوشت) کا مغز نکال لے اور اسے روئی یا اون کے ٹکڑے میں رکھ کر اپنی فرج (شرمگاہ) میں باندھ کر رکھے‘ پھر اس سے جماع کیا گیا تو اس کے حمل ضرور ٹھہرے گا۔
نوٹ: ماہرین طب نے خواتین کے بانجھ پن معلوم کرنے کے متعلق طریقہ کار بیان کیا ہے جو انشاء اللہ ”انسان“ کے باب میں بیان ہوگا۔

تعبیر: خوابوں کی تعبیر کا علم رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو خواب میں یہ نظر آیا کہ اسے سو اونٹوں کی ملکیت مل گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص عزت دار لوگوں کا حاکم بنے گا اور اسے بہت ساری دولت حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں یہ نظر آیا اسے بکریوں کے ریوڑ کی ملکیت عطا کی گئی ہے یا اس کو کوئی بکری یا اونٹنی ملی ہے تو اس خواب کی تعبیر بھی یہی ہوگی۔

علماء معبرین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ شخص اونٹوں کا مالک بن چکا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوئے گی کہ اس کو زبردست انعام اور مذہب وعقیدے میں حفاظت ملے گی کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ ان کو کیسے پیدا کیا گیا۔“

اگر کوئی یہ کہے کہ اس نے خواب میں جمل (اونٹ) کو دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سے غلط کام سرزد ہوں گے۔

سو اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ (الاعراف:40)

اور وہ (لوگ) جنت میں نہیں جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے گزر جائے۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ (المرسلٰت:32-33)

ترجمہ: ”وہ آگ محل کی طرح ایسے بڑے بڑے شرارے (چنگاریاں) پھینکے گی (جو اچھلتی ہوئی ایسی محسوس ہوں گی) جیسا کہ وہ پیلے اونٹ ہیں۔

اگر کسی کو خواب میں مویشی نظر آئے اس کیفیت میں کہ اس نے مویشیوں کو چارہ کھانے کے لئے چھوڑ رکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص وقت طلب امور میں فتح یاب ہوگا اس کے ساتھ ساتھ اسے اللہ اپنی نعمتوں سے بھی نوازے گا کیونکہ اللہ پاک قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ O (النحل:5)

''اس (اللہ) نے حیوان پیدا کئے جن میں تمہارے لئے لباس بھی ہے اور غذا بھی اور قسم قسم کے دوسرے فوائد بھی۔''

اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ وہ عرب کے اونٹ چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عرب قوم کی سرداری کرنا نصیب ہوگا۔ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ کسی شہر میں ہر طرف اونٹ ہی اونٹ ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس شہر میں کسی وباء کے پھوٹنے اور جنگ وغیرہ کا اندیشہ ہے۔

حضرت امام الجبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ وہ اونٹ کا مالک بن گیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس آدمی کو عزت اور بزرگی کی دولت عطا ہوگی۔

ارطامیدوس کا کہنا ہے کہ اگر کسی آدمی کو خواب میں یہ نظر آئے کہ اس نے اونٹ کا گوشت تناول کیا ہے تو اس کی تعبیر میں یہ کہا جائے گا کہ وہ آدمی کسی بیماری کا شکار ہو جائے گا۔

حضرت امام المعبرین محمد بن سیرین علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ خواب میں اونٹ کا گوشت تناول کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ O (النحل آیت 5)

باب ''الجیم فی لفظ الجمل'' میں اس موضوع کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

الابابیل (جھنڈ)

''ابالة'' یہ الابابیل کا واحد ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ ابابیل کا واحد نہیں ہوتا ہے۔ اکثر لغویین کا کہنا ہے کہ ابابیل کا واحد ابول' عجول کے وزن پر آتا ہے۔ اکثر کے مطابق ایبال' سکیت کے وزن پر آتا ہے اور اکثر کا کہنا ہے کہ ایبال' دینار اور دنانیر اس کے وزن کہلاتے ہیں۔

حضرت امام فارسی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ ابابیل کا واحد ابالة ہے جو کہ تشدید کے ساتھ سماعت کیا گیا ہے مگر فراء نحوی بلا تخفیف (بغیر تشدید) اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد مبارک ہے:

وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ O (الفیل: 3) اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ابابیل'' ایک ایسا پرندہ ہے جو اپنا گھونسلا زمین و آسمان کے وسط میں بناتا ہے اور وہیں پر اس کے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی چونچ پرندوں کی طرح ہوتی ہے اور اس کے بازو کتے کے بازو جیسے

ہوتے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ "ابابیل" وہ ہرے رنگ کے پرندے ہیں جو سمندر سے نکلتے تھے اور ان کے سر درندوں کی مانند ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "ابابیل" وہ پرندے ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اصحاب فیل (ہاتھی والوں) پر مسلط کیا اور وہ ہو بہو "البلسان" کی طرح ہوتے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق وہ پرندے "وطواط" (چمگادڑ) کی مانند تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ "ابابیل" ایک ایسا پرندہ ہے جو "زرزور" (ایک پرندہ) کی شکل کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابابیل وہ پرندے ہیں جو "خاطف" (سیاہ رنگ کا پرندہ) پرندے سے مشابہت رکھتے تھے اور خاطف سے مراد "السوتو" پرندہ ہے جو ان دنوں مسجد حرام میں موجود ہوتا ہے' اس کا واحد "سنوتۃ" ہے۔

"الابیل" نصرانی راہب کو بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ "ابیل الابیلین" کہا کرتے تھے جیسا کہ عربی شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ شعر 1: تم کو خون کی لہریں مارنے والے سمندروں کی قسم جو تم کو عزیٰ اور نسر کی پہاڑی پر "دم الاخوین" کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔

ترجمہ شعر 2: اور قسم ہے ان تسبیحات کی جو تمام عبادت گاہوں میں راہبوں نے پڑھیں اور ان کے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے پڑھیں۔

درست ہے ہماری طرف سے عامر نے بزور جنگ اس تلوار کا مزا چکھا ہے کہ جس وقت وہ ہاتھوں میں حرکت کرتی ہے تو گردنوں کو اڑا دیتی ہے۔

"الابالۃ بالکسر" ابالہ (زیر کے ساتھ) لکڑی یا گھاس کے بنڈل پر بولا جاتا ہے اور "ضغث علی ابالہ" (مصیبت در مصیبت) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

الاتان (گدھی)

ہمزہ اور تاء کے ساتھ لفظ "الاتان" کا مطلب "گدھی" ہے مگر گدھی کے لئے لفظ "انسانۃ" (تاء تانیث کے ساتھ) استعمال نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ کہا جائے گا۔

ثلاث اتن (تین گدھیاں) جس طرح "عنان" اور "عنق" (بکری کا بچہ) استعمال کیا جاتا ہے اور اضافے کے لئے "اتن و اتن" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

"استاتن الرجل" (اس نے ایک گدھی خریدی اور اسے اپنے لئے رکھ لیا)

محمد بن سلام علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ مجھے ایک قریشی نے کہا کہ ایک روز خالد بن عبداللہ القشیری رحمۃ اللہ علیہ جو عراق کے امیر تھے شکار کی نیت سے روانہ ہوئے۔ پھر وہ اپنے سنگیوں سے بچھڑ گئے اور اکیلے رہ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک عربی دیہاتی سامنے سے ایک کمزور گدھی پر بیٹھ کر آرہا ہے اور اس کے سنگ ایک ضعیف خاتون بھی ہے۔ خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے اس سے پوچھا کہ تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟ اس شخص نے بتلایا کہ میں ایک باعزت اور قابل فخر خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور میں اس گھر کا فرد ہوں عزت و بزرگی جسے وراثت میں ملی ہے۔ خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ کیا تم قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہو؟ چلو تم یہ بتاؤ کہ قبیلہ مضر کی کس شاخ سے تمہارا ناتا ہے؟ اس آدمی نے بتایا کہ میں قبیلہ مضر کی اس شاخ سے تعلق رکھتا ہوں جو گھوڑوں پر بیٹھ کر نیزہ بازی کرتے ہیں اور جب مہمان تشریف لائیں تو ان سے بغل گیر ہوا کرتے ہیں۔ خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے یہ سن کر اس شخص سے کہا کہ غالباً تم قبیلہ عامر سے تعلق رکھتے ہو مگر تم اس کی کون سی شاخ سے جڑے ہو؟ اس شخص نے بتلایا کہ میں معزز حاکم اور لوگوں کا دکھ درد محسوس کرنے والے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ بولے کہ پھر تو تم قبیلہ جعفر کے فرد ہو مگر اس قبیلہ کی کون سی شاخ سے تمہارا واسطہ ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ میں قبیلہ جعفر کی اس شاخ شمس و قمر اور سپہ سالاروں کے خاندان سے واسطہ رکھتا ہوں۔ خالد بن عبداللہ نے پوچھا کہ کیا تم نئے چنے گئے لوگوں میں سے ہو؟ اور تم اس جگہ پر کون سے مقصد کے تحت آئے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ زمانے کے حالات اور خلیفہ کے تھوڑا متوجہ ہونے کی بناء پر آیا ہوں۔ خالد بن عبداللہ قشیری علیہ الرحمہ نے سوال کیا کہ اس نیت سے تمہارا کس کے پاس جانے کا خیال ہے؟ اس (دیہاتی) نے کہا کہ میں نے آپ کے امیر کے پاس جانے کا سوچا ہے جس کی دولت مندی نے اس کو انتہائی وسعتوں پر پہنچایا ہے مگر اس کے خاندان نے اسے گرایا ہے۔

خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے دریافت کیا کہ آخر تم نے امیر کے پاس جانے کا کیوں سوچا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میں امیر کے آباؤ اجداد کے بخشش و کرم سے فیض یاب ہونے آیا ہوں۔ اس پر خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے بولا کہ اب تک تم نے جو جواب دیئے ہیں ان سے یہ علم میں آتا ہے کہ اس بارے میں تم نے کچھ شاعری بھی کی ہے۔ دیہاتی نے اپنے ساتھ موجود خاتون سے کہا کہ تم شاعری سناؤ۔ اس خاتون نے یہ بولا کہ ہم نے ملامت گر صفت کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا ہے۔ چلیں آج رہنے دیں کیونکہ برائی کی تعریف و توصیف ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ نہیں تم شاعری پڑھو تو اس خاتون نے شاعری پڑھنا شروع کیا۔

ترجمہ شعر 1: اے ابن عبداللہ ہم جس محنت سے فاصلہ طے کر کے تمہاری جانب آئے ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ اونٹ تھکان کا شکار ہو گئے اور ان کی کمریں ٹوٹ گئیں۔

ترجمہ شعر 2: بنو عامر کے وہ شریف اونٹ پہ سواری کر کے آئے ہیں جن کو سیل عرم جیسے قحط نے بے تحاشا ضرر پہنچایا ہے۔

ترجمہ شعر 3: وہ اس طرح کے ٹھکانے کا ارادہ کر کے آئے ہیں جو صفت کے جواب میں مال کی برسات کر دے اور بخشش و سخاوت اس کی جڑوں میں ہے۔

ترجمہ شعر 4: اگر تو ہم لوگوں پر مہربانی کرے تو ہماری جانب سے تیری تعریف ہی تعریف ہے اور اگر ہم پر کرم نہ کرے تو پھر کوئی بری بات نہیں۔

خالد بن عبداللہ قشیری علیہ الرحمہ کہنے لگے کہ اے بندۂ خدا! تمہارے شعر تو بہت اچھے ہیں جبکہ تم اپنی کمزور گدھی پر سواری کر کے آئے ہو اور یہ سمجھ رہے ہو کہ خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار ہو۔ تم نے انسان کی وہ خوبیاں بتائی ہیں جو تمہاری بول چال سے عیاں نہیں ہوتیں۔

وہ شخص بولا اے بھتیجے! ہم نے ملامت گر کی مداح سرائی میں جن مشکلات کا سامنا کیا ہے وہ ہم لوگوں کے لئے شاعری میں غلط تعریف بیان کرنے سے زیادہ کٹھن ہے۔ وہ شخص ان سے کہنے لگے کہ کیا تم خالد کو جانتے ہو؟ یہ سن کر خالد بن عبداللہ قشیری علیہ الرحمہ بولے کہ میں ہی خالد بن عبداللہ قشیری ہوں۔ دیہاتی کہنے لگا بخدا! تم ہی خالد ہو۔ خالد نے کہا ''جی ہاں۔'' جس سے تم سوالات پوچھ رہے ہو وہی خالد بن عبداللہ اور میں تم کو ایسی شے دوں گا جس کا نعم البدل تم سے ادا نہیں ہو پائے گا۔ اس شخص نے اپنی خاتون سے کہا اے ام جحش اپنی گدھی کا رخ پھیر لو۔

خالد بن عبداللہ علیہ الرحمہ اس خاتون سے کہنے گے کہ تم ایسا ہرگز مت کرنا' تم اور تمہارا خاوند دونوں یہیں رہو۔ اس شخص نے کہا نہیں نہیں۔ بخدا! کیا میں ان کو کچھ سنا کر دولت حاصل کر سکتا ہوں' یہ کہہ کر اس شخص نے گدھی کا رخ پھیرا اور چل پڑا۔ خالد بن عبداللہ قشیری علیہ الرحمہ کہنے لگے کہ ایسے امور یہ شخص اور اس کے آباؤ اجداد سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جس نے اونی لباس پہنا' بکری کا دودھ دوہا اور گدھی پر سواری کی تو اس میں ایک ذرے جتنا بھی غرور نہیں۔ ایسے ہی مضمون کی حمایت کا ''الکامل'' میں عبدالرحمٰن بن عمار بن سعد کے زندگی کے احوال میں تذکرہ ہے۔

ایک دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اونی کپڑے پہننا' غریب مسلمانوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنا' گدھی پر سواری کرنا' بکری کو ٹانگوں میں دبا کر دوہنا اور اپنے خاندان کے ساتھ کھانا تناول کرنا وغیرہ غرور سے بچائے رکھتے ہیں۔

زرارہ بن عمرو نخعی نصف رجب 9 ھ کے نزدیک حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے راستے میں ایک خواب نظر آیا ہے جس نے مجھے پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو خواب میں کیا نظر آیا؟ زرارہ نے عرض کیا مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے پاس ایک گدھی کو چھوڑا ہوا ہے جس نے ایک سرخی مائل سیاہ رنگ کا ایک سال کی عمر کا بکری کا بچہ پیدا کیا ہے اور مجھے یہ بھی دکھائی دیا کہ زمین سے آگ بھڑکی ہے جس نے میرے بیٹے ''عمرو'' کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس آگ سے آواز سنائی دی ہے کہ اس کا شعلہ آنکھوں

میں بینائی رکھنے والے اور اندھے دونوں کو ہی جلا دے گا۔ سو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ تو نے اپنے گھر میں ایک زندہ دل لونڈی کو رکھا ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا جب ہاں اے اللہ کے نبی! حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لونڈی نے تمہارا ہی بچہ پیدا کیا ہے اور وہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ (بیٹا) سیاہ رنگ کا سرخی مائل کیسے پیدا ہوا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک ہو جاؤ تو وہ شخص نزدیک ہو گیا پھر حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ کو برص کا مرض لاحق تھا۔ تم یہ بات چھپا رہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا بخدا جس نے حضور سرکار مدینہ فیض گنجینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی معبوث کیا ہے آج سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نے بھی یہ راز نہیں بتایا۔ پھر اس نے بولا کہ جی ہاں حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل درست فرمایا ہے۔ پس حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آگ تمہیں دکھائی دی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ میرے بعد ایک فتنہ کی صورت میں نمایاں ہوگی۔

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ وہ کیسا فتنہ ہے جو حضور شہنشاہِ مدینہ راحت قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہوگا۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عوام اپنے امام کو قتل کریں گے آپس میں جھگڑا کریں گے اور وہ بڑے لوگ ہوں گے۔ ان کی انگلیوں کے وسط میں ایک مسلمان کا لہو دوسرے کے سامنے ایسے بہے گا جس طرح پانی سے زیادہ کم قیمت ہو اور گناہ گار لوگ اس کام کو بہت بہتر سمجھا کریں گے۔ اے زرارہ! اگر تم اس فتنہ کو نہ دیکھ پائے تو تمہارا فرزند لازمی اس فتنہ کو دیکھے گا۔ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیے کہ میں اس فتنے کو نہ دیکھ سکوں۔ سو حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی۔ (الحدیث)

علماء کرام کہتے ہیں کہ اسی فتنہ کا مطلب ''فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ ''الاسفع الاحوی'' چتکبرے کو کہا جاتا ہے۔

امثال: اہل عرب کا کہنا ہے کہ ''کان حمارا فاستتان'' (یعنی وہ گدھا تھا پھر گدھی بن گیا) یعنی کہ وہ معزز تھا پھر رسوا ہو گیا۔ یہ مثل اس آدمی کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو پہلے تو معزز رہا ہو مگر بعد میں ذلالت کا شکار ہو گیا۔

تعبیر: گدھی کا خواب میں نظر آنا اس طرح کی خاتون پر استدلال کرتا ہے جو کاروبار میں معاون بے انتہا فائدہ مند اور نسل واولاد والی کہلاتی ہے۔ لفظ ''الاتان'' ''ایتان'' سے بنتا ہے (یعنی ہمیشہ فائدے والا)۔

الاخطب

''الاخطب'' احمر کے وزن پر آتا ہے۔ اکثر کا کہنا ہے کہ ''اخطب'' ایک پرندہ ہے جس کا نام ''مرد'' ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ

ولا انثنى من طيرة عن مريرة اذا الاخطب الداعى على الدوح مرمرا

میں اپنے پکے عزم سے غصے کی بناء پر نہیں پھرتا جبکہ کسی بڑے شجر پر ''اخطب'' تیز طوفان کو صدائیں دے رہا ہو۔

''الاخطب'' اس طرح کے گدھے کو کہا جاتا ہے جس کی پشت ہرے رنگ کی ہو۔ فراء نحوی نے کہا ہے کہ ''الخطبا'' اس طرح کی گدھی کو کہا جاتا ہے جس کی پشت پر سیاہ رنگ کی دھاریاں پائی جاتی ہوں اور گدھے کو اخطب کہا جاتا ہے۔

الاخیضر

الاخیضر: ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''اخیضر'' ہرے رنگ کی مکھی کو کہا جاتا ہے۔ جو سائز میں سیاہ مکھی جتنی ہوتی ہے۔

الاخیل

ہرے رنگ کا پرندہ ''اخیل'' کہلاتا ہے۔ اس کے رنگ کے برخلاف اس کے بازوؤں میں ایک چمک پائی جاتی ہے۔ اس کی پیٹھ پر ایک تل پایا جاتا ہے۔ اس بناء پر اس پرندے کو ''اخیل'' کہتے ہیں۔

اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ ''اخیل'' کو ''الشقراق'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل ''باب الشین'' میں تحریر کی جائے گی۔ شقراق فاختہ سے بڑا ایک پرندہ ہے جسے شقرق شقراق اور شرقرق بھی کہتے ہیں۔ ''الاخیل'' اگر نکرہ مستعمل ہو تو منصرف پڑھا جائے گا۔ اگر نکرہ کے طور پر استعمال ہوگا تو منصرف (حرکت کے ساتھ) آئے گا۔ اکثر نحویین کا کہنا ہے کہ بے شک اس کو بطور معرفہ استعمال کیا جائے گا یا نکرہ دونوں حالتوں میں یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ نحویین اسے ''التخیل'' مصدر سے صفت مانتے ہیں اور وہ درج ذیل شعر سے دلیل لاتے ہیں۔

ذرينى وعلمى بالامور وشيعتى فما طائرى فيها عليك باخيلا

مجھے چھوڑ دو اور سارے معاملات کے متعلق مجھے خبر دو کیونکہ میری عادت ہے کہ میں آپ کے متعلق بدفالی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

الاربد

یہ ایک طرح کا زہریلا سانپ ہوتا ہے اس کے کاٹ لینے سے چہرے کا رنگ خاکستری پڑ جاتا ہے۔ اس کے متعلق عبدالمطلب بن عمیر نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں نے زیاد کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ (قبر) پر کھڑے

ہو کر یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھ لیا:

ان تحت الاحجار حزما وعزما ‏ وخصيما الدذا معلاق

(سانپ) پتھروں کے نیچے لکڑی کے بنڈل کی مانند (سمٹا ہوا) شجاع، حملہ آور اور جھگڑنے والا دشمن ہے۔

حیة فی الوجار اربد لاینفع ‏ منه السليم نفث الراقی

''اربد سانپ اپنے بل میں موجود ہوتا ہے اس کے پھنکارنے سے جھاڑ پھونک کرنے والے کی حفاظت بھی ممکن نہیں۔''

زیاد کہتا ہے بخدا! میں جس کسی سے دشمنی مول لیتا ہوں تو آخری حد تک دشمنی نبھاتا ہوں اور جس سے دوستی اور بھائی چارہ اختیار کرتا ہوں تو اسے بھی انتہا تک نبھاتا ہوں۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''ذو معلاق'' کا مطلب ''بے انتہائی جھگڑنے والا'' ہے۔ جس طرح کہ شاعر مہلہل کہتا ہے:

ان تحت الاحجار حزما وجودا ‏ وخصيما الدذا معلاق

(سانپ) پتھروں کے نیچے لکڑی کے بنڈل کی مانند (سمٹا ہوا) شجاع، حملہ آور اور بے انتہائی جھگڑالو ہے۔

الارخ

ابن درستویہ کا کہنا ہے کہ ''الارخ'' اس دو سالہ گائے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ ابھی تک جفتی نہ کی گئی ہو۔ ''ارخ'' کی جمع ''اروخ'' اور ''اراخ'' آتی ہے۔ ابن درستویہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ مزینہ کے ایک دیہاتی شخص نے مجھے مکہ مکرمہ کے راستے میں یہ شعر سنایا جو کہ اس شخص نے اپنے لئے ہی کہا تھا۔

ايام عهدى فيك كانها ‏ ارخ يرود بروضة مشقال

میری حیات کے یوم تمہارے سنگ ایسے گزرے جس طرح ''ارخ'' گھنے جنگل میں رہا کرتا ہے۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''ارخ'' جنگلی گائے یعنی نیل گائے کو کہا جاتا ہے۔

صاحب المغرب کہتے ہیں کہ ''الارخ'' جنگلی گائے کا بچہ کہلاتا ہے۔

الارضة

الارضة: دیمک کو کہا جاتا ہے، دیمک بہت چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جس کا سائز مسور کے دانے جتنا ہوتا ہے اور یہ جانور لکڑی کو کھانے میں لگا رہتا ہے۔ اس جانور کو ''السرفة'' بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زمینی کیڑا ہے جس کا تذکرہ خداوند کریم نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں کیا ہے۔ اس کو ''باب السین'' میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

دیمک اپنے ہنر کو زمین پر ہی ظاہر کرتا ہے اسی وجہ سے اسے ''دابۃ الارض'' کہتے ہیں۔

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ ''الاشکال'' میں بیان کرتے ہیں کہ جب دیمک کی عمر ایک سال ہو جاتی ہے تو اس کے جسم میں دو لمبے پرندوں کا اضافہ ہو جاتا ہے جن کی مدد سے اڑنے لگتا ہے اور اس کو ''دابۃ الارض'' بھی کہتے ہیں۔ اس کیڑے نے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے فوت ہونے کی خبر جنوں تک پہنچائی تھی۔ چیونٹی دیمک کی دشمن ہوتی ہے۔ سو چیونٹی دیمک کے پیچھے کی طرف سے آ کر اسے اٹھاتی ہے اور اپنے سوراخ میں لے جاتی ہے۔ اگر چیونٹی دیمک کے سامنے سے حملہ آور ہو تو وہ اس کے قابو میں نہیں آ سکتا کیونکہ پھر دیمک چیونٹی سے دوبدو ہونے کے لئے چوکنا ہو جاتا ہے۔

<u>دیمک کے خواص</u>: دیمک کی خاص بات یہ ہے کہ دیمک مکڑی کے جال جیسا لکڑی کا ایک پیارا سا گھر بناتا ہے اور وہ نیچے سے اوپر کی جانب بنتا جاتا ہے اور اس کے گھر کی کسی سمت میں ایک چوکور شکل کا دروازہ موجود ہوتا ہے۔ دیمک کا گھر کسی تابوت کی طرح ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ

''تعلم الاوائل بناء النواولیس علی موتاھم''

''بڑی عمر کے بزرگوں نے اپنے مرنے والوں کے واسطے قبرستان کی عمارت بنانا سیکھا ہے۔''

بخاری و مسلم میں اس روایت کا ذکر ہے کہ جس وقت قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بہترین برتاؤ اختیار کیا ہے تو اس بات پر قریش کو بہت ناگواری کا احساس ہوا۔ سو قریش کے اس انتقام میں حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دکھ اور طیش ظاہر کرنے لگے اور قریش نے بنو ہاشم کی مخالفت میں آپس میں ایک معاہدہ طے کیا کہ وہ لوگ آج کے بعد ان مومنوں سے نکاح نہیں کریں گے، نہ ہی ان کے ساتھ تجارت کریں گے اور ان سے میل جول بھی نہیں رکھیں گے۔ اس معاہدے کو ''بغیض بن عامر'' سے تحریر کروایا گیا سو اس کے ہاتھ بے حس اور ضائع ہو گئے تھے۔ جب یہ عہد نامہ تیار ہوا تب قریش نے اس معاہدے کو خانہ کعبہ میں لٹکایا اور بنو ہاشم کے سارے لوگوں کو شعب ابی طالب میں قیدی بنا دیا۔ یہ واقعہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتویں برس محرم الحرام کے آغاز میں پیش آیا۔ قریش کے سارے لوگوں نے اس معاہدے پر عمل درآمد کیا ماسوائے بنو عبد المطلب کے، بنو عبد المطلب نے اس سلسلے میں حمایت کا مظاہرہ کیا اور حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھا برتاؤ اختیار کیا۔ قریش نے ''بنو ہاشم'' کے لئے کھانے پینے کی اشیاء اور ان کے دوسرے لوازمات پر بھی پابندی عائد کر رکھی تھی۔ قریش نے اس قطع تعلق میں (جس کو مقاطعہ قریش کہتے ہیں) میں اپنی ساری طاقت استعمال کی تھی۔ ان لوگوں نے قطع تعلقی کا یہ سلسلہ تین سال تک قائم رکھا۔ پھر اللہ عزوجل نے اس معاہدے کی اطلاع ''بذریعہ وحی'' حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ سو اس عہد نامے کو اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے علاوہ دیمک نے چاٹ لیا۔ اس کے بعد حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے قریش کو اس بات

سے آگاہ کیا کہ تم لوگوں کے معاہدے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے تو قریش نے جب صحیفہ کو دیکھنا چاہا تو اسے بالکل ایسے ہی حال میں پایا جیسے حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بتلایا تھا۔ پھر اس کے بعد اہل قریش نے شعب ابی طالب کے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

سنن ابن ماجہ ابن سعد میں ایک اور روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے نزدیک نماز ادا کر رہے تھے اور حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے کو منبر کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کھجور کے تنے کو حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہوگئی جتنی اونٹنی کو اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے۔ پس حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس کھجور کے تنے پر پھیر دیا تو وہ اپنی جگہ منجمد ہو گیا پھر جب وہ تنا سجدہ گاہ ختم ہونے پر آیا اور بدلنے لگا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کو اپنے گھر لے گئے اور حفاظت سے اپنے گھر میں ہی رکھ لیا۔ جب وہ کھجور کا تنا پرانا ہو گیا تو اس کو دیمک نے چاٹ لیا سو وہ کھجور کا تنا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ (اس کا مفصل تذکرہ انشاء اللہ ''باب الدال فی لفظ الدابۃ'' میں ہوگا)

دیمک کا شرعی حکم: دیمک کی گندگی کی وجہ سے اسے کھانا حرام ہے۔ قاضی حسین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر دیمک نے کسی اس طرح کی زمین (جگہ) پر گھر بنا رکھا ہو اور وہ زمین کی سطح ڈھیلے دار ہو تو اس کی مٹی سے تیمم کرنا بلاشبہ جائز ہے اور وہ مٹی دیمک کے لعاب کے میل جول کی بناء پر ناپاک نہیں ہو جائے گی کیونکہ دیمک کا لعاب پاک ہوتا ہے پس دیمک کی لعاب دار مٹی کا حکم اس آٹے کی طرح ہو گیا جسے عرق گلاب یا کسی سرکہ سے گوندھا جائے مگر اس طرح کی لکڑی یا کتاب کا باقی حصہ جس کو دیمک نے چاٹ رکھا ہو ان سے تیمم کرنا درست نہیں کیونکہ یہ مٹی نہیں ہے اور تیمم تو بس مٹی سے کرنا ہی درست ہے۔

امثال: اہل عرب کا کہنا ہے ''ھو اکل من ارضۃ'' وہ دیمک سے زیادہ کھانے والا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو زیادہ کھانے کا شوقین ہو۔

تعبیر: اگر کسی کو خواب میں ''دیمک'' نظر آئے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ علوم میں بحث و مباحثہ اور حجت کرے گا۔

الارقم (چتکبرا سانپ)

یہ وہ سانپ ہوتا ہے جس کے بدن پر سفیدی اور سیاہی اس طرح پائی جاتی ہے جیسا کہ اس کے بدن پر کچھ لکھا ہوا یا اس کے بدن پر کوئی نقش بنایا ہوا ہو۔

ایک انوکھا واقعہ ایسے روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کی ہڈی توڑ دی تو وہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور قصاص طلب کرنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کسی بناء پر قصاص دلانے سے منع کر دیا تو اس

آدمی نے کہا کہ یہ سلسلہ تو بالکل ''ارقم'' (چتکبرا سانپ) کی طرح ہوا ہے کہ دونوں حالتوں میں نقصان کے خلاوہ کچھ نہیں۔ سو اگر آپ سانپ کو چھوڑ دیں گے تو کسی بھی لمحے اس کے ڈسنے کا خوف ہوگا اور اگر اسے ماریں گے پھر بھی ضرر کا خوف رہے گا۔

''النھایہ'' میں ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ دور جہالت کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ سانپوں کو مارنے کا بدلہ جن لیتے ہیں۔ سو اکثر اوقات سانپ کو مارنے والا مر جاتا یا پاگل ہو جایا کرتا تھا۔ اس واسطے یہ بات بالکل اسی طرح ہوگئی جس طرح کہ کوئی شخص ہو جس پر دو نقصان پہنچانے والی چیزیں جمع ہوگئی ہوں اور وہ اس کے جوابی عمل کی کوئی بھی حکمت نہ جانتا ہو تو اس کا دونوں جانب سے نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو ہڈی ٹوٹی اور دوسرا قصاص سے بھی محرومی ملی۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''الارقم'' وہ سانپ ہے جس کے بدن پر سرخی اور سیاہی دونوں کا وجود ہوتا ہے۔ سو مہذب الملک شاعر ''الارقم'' سے تمثیل بیان کرتے ہوئے شعر کہتا ہے کہ

ترجمہ شعر 1: اس کی سردی کو آتش دان نے ختم کر دیا ہے۔ ہمارا آتش دان بہت عزت دار لوگوں کے وسط میں رکھا ہوا ہے۔

ترجمہ شعر 2: وہ آتش دان ارقم (چتکبرا سانپ) کے جیسا ہے جس کے پیٹ میں سرخ لکیریں اور پشت پر چتکبری رنگ کی دھاریاں موجود ہوں۔

الارنب (خرگوش)

(خرگوش) یہ واحد ہے اور اس کی جمع ''ارانب'' آتی ہے اور یہ اسم جنس ہے جو نر اور مادہ دونوں کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ خرگوش ایک اس طرح کا جانور ہے جو بکری کے چھوٹے بچے سے مشابہت رکھتا ہے۔ خرگوش کے ہاتھ چھوٹے اور پاؤں لمبے ہوتے ہیں۔ خرگوش زرافہ (ایک جانور) کے بالکل الٹ ہوتا ہے اور یہ چلنے پھرنے میں پچھلی ٹانگوں کو استعمال کرتا ہے۔

جاحظ کا کہنا ہے کہ جس وقت تم ''ارنب'' بولو گے تو اس سے مراد مادہ ہی ہوگی لہٰذا ایسے ہم کہتے ہیں کہ ''ھذا العقاب وھذہ الارنب'' الکامل میں مبرد نحوی کہتے ہیں کہ عقاب کا استعمال نر اور مادہ دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ نر اور مادہ میں تمیز اسم اشارہ سے کی جائے گی جیسا کہ ''ارنب'' میں کی جاتی ہے۔

عربی زبان میں نر خرگوش کو ''الخزن'' بھی کہتے ہیں اور اس کی جمع ''خزان'' ہے جیسا کہ ''مرد و مردان''۔ مادہ خرگوش کو ''عکرشۃ'' کہتے ہیں اور خرگوش کے بچوں کے لئے ''الخرنق'' کے لفظ مستعمل ہوتے ہیں اور اس کے چوزوں کے لئے اول ''خرنق'' پھر ''سخلۃ'' پھر ارنب کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

نر خرگوش کی ایک قسم اس طرح کی بھی پائی جاتی ہے جس کے بدن کے ایک حصے میں ہڈی اور دوسرے حصے میں گوشت موجود ہوتا ہے۔ سو اس قسم کی نوع لومڑی میں بھی موجود ہوتی ہے۔ اکثر اوقات مادہ خرگوش اپنے نر سے خود جفتی کرتی ہے۔ وہ اس بناء پر کہ مادہ خرگوش میں شہوت کا غلبہ پایا جاتا ہے۔ مادہ خرگوش حمل کی کیفیت میں جفتی کر لیتی ہے۔

خرگوش میں ایک انوکھی چیز پائی جاتی ہے کہ یہ جانور ایک سال تک نر ہوتا ہے پھر دوسرے سال مادہ بن جاتا ہے۔

''فسبحان القادر علیٰ کل شیءٍ ''پس پاک ہے اس کی ذات جو ہر چیز پر قادر ہے۔

عجیب وغریب واقعہ: 613ھ میں ابن اثیر علیہ الرحمہ نے ''الکامل'' میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میرے ایک عزیز نے خرگوش کا شکار کیا جب اس نے خرگوش پر توجہ دی تو اس کو علم ہوا کہ خرگوش میں عضو مخصوص (آلہ تناسل) بھی ہے اور شرمگاہ بھی۔ سو جب انہوں نے خرگوش کو ذبح کر کے اس کا جائزہ لیا تو دونوں چیزوں (شرمگاہ اور عضو مخصوص) کو خرگوش میں موجود پایا۔

ابن اثیر علیہ الرحمہ نے اس سے بھی انوکھی بات بیان کی ہے کہ ہمارے پڑوسیوں کی ایک لڑکی تھی جس کا اسم صفیہ تھا۔ جب وہ لڑکی پچیس برس کی ہوئی تو اس کے مردانہ عضو مخصوص نکلا اور پھر داڑھی بھی آ گئی۔ سو اس دوشیزہ میں دونوں جنسوں کے اعضائے مخصوصہ مجتمع ہو گئے۔ اس طرح کی مثل ''الضبع'' کے موضوع میں بھی بیان ہو گی انشاء اللہ۔

خرگوش کے خصائل: خرگوش میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ سوتے ہوئے آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔ جب کوئی اس کا شکار کرنے لگے تو کھلی آنکھیں دیکھ کر اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ خرگوش جاگ رہا ہے اور وہ شکار نہیں کرتا۔ خرگوش کے بارے میں یہ بات بھی شہرت رکھتی ہے کہ خرگوش دریا کو دیکھے تو وہ مر جاتا ہے اسی لئے یہ اکثر دریا کے کنارے موجود ہوتے ہیں۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میرے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے۔

اہل عرب کا خرگوش کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ خرگوش کو حیض آنے کی بناء پر جن اس سے دور ہی رہا کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

وفملك الارانب فوق الصفا كمثل دم الحرب يوم اللقا

''خرگوش کے حیض کا لہو صفا پہاڑ پر ایسے بکھرا پڑا ہے جیسا کہ بروز جنگ خون بہا کرتا ہے۔''

فائدہ: جانداروں میں سے جن جانداروں کو حیض آتا ہے تعداد کے لحاظ سے وہ چار ہیں۔

(1) عورت۔ (2) ضبع (لگڑ بگڑ)۔ (3) چمگادڑ۔ (4) خرگوش۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ کتیا کو بھی حیض آتا ہے۔

حضرت امام ابوداؤد علیہ الرحمہ نے سنن ابوداؤد میں ایک روایت بیان کی ہے۔

جابر بن حویرث علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرگوش (ان جانداروں میں سے ہے جن) کو حیض آتا ہے۔

ابن معین کا کہنا ہے کہ میں جابر بن حویرث کے بارے میں معلومات نہیں رکھتا مگر ابن حبان نے جابر بن حویرث کو ''ثقات'' میں گنا ہے۔

جابر بن حویرث سے محض ایک حدیث کی روایت شہرت رکھتی ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خرگوش پیش کیا گیا تو حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ ہی تناول فرمایا اور اس سے منع بھی نہیں فرمایا۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ غالباً حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گمان تھا کہ خرگوش کو حیض آتا ہے اور خرگوش گوشت بھی کھایا کرتا ہے، جگالی کیا کرتا ہے، مینگنی کرتا ہے، اس کے دونوں پیروں کے نیچے اور جڑوں کے اندر والے حصے میں بال بھی پائے جاتے ہیں۔

خرگوش کا شرعی حکم: سارے علماء کرام کے مطابق خرگوش کا گوشت حلال قرار دیا گیا ہے مگر ایک روایت جو حضرت ابن عمر اور حضرت ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کے لحاظ سے خرگوش کا گوشت مکروہ ہے۔ سو ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے دلیل لاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ''مرالظہران'' (مکہ اور مدینہ کے وسط میں سولہ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر ایک خرگوش کا پیچھا کیا، پھر میں نے اسے پکڑا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خرگوش کو ذبح کرنے لگے اور اس کی ''ایک سیرین اور دونوں رانیں'' حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیں۔ سو حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبولیت بخش دی۔

(بخاری، کتاب الھبہ، رقم الحدیث 2433، ترمذی رقم الحدیث 1789، نسائی رقم الحدیث 4312، مسند امام احمد 12203، مصنف ابن شیبہ رقم الحدیث 2427، ابن ماجہ رقم الحدیث 3243)

احناف کے مطابق خرگوش کا گوشت اسی روایت کی بدولت جائز ہے۔

بخاری میں ''کتاب الھبہ'' میں ایک دوسری روایت میں بیان ہے کہ نبی شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خرگوش کو نہ صرف قبولیت بخشی بلکہ اسے تناول بھی فرمالیا۔

ابوداؤد میں یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں قوت والا نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے ایک خرگوش کا شکار کر کے اس کو پکالیا لہٰذا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس خرگوش کی ایک ران دی اور حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔

ایک اور حدیث میں بیان ہے کہ حضور سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، راحت قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرگوش کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ خرگوش حلال ہے۔

احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم میں محمد بن صفوان سے روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے دو خرگوش شکار کئے اور اس کے بعد ان کو پتھر کے دو ٹکڑوں کی مدد سے ذبح کیا۔ اسی عالم میں حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی تو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرگوشوں کو تناول کرنے کا فرمان دیا۔

ابن قانع کی ''معجم'' میں محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد سے مروی ہے کہ علماء کرام کے جس گروہ نے خرگوش کا گوشت مکروہ قرار دیا ہے مثال کے طور پر ابن ابی لیلیٰ اور ان کے سارے موافقت رکھنے والے علماء کرام وہ سب اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو ترمذی میں نقل ہے۔

حبان بن جزء نے اپنے بھائی خزیمہ بن جزء سے روایت کیا ہے۔ حبان بن جزء کا کہنا ہے کہ ایک روز میں نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خرگوش کے بارے میں دریافت کیا تو حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کو تناول بھی نہیں کروں گا اور اس کو حرام بھی قرار نہیں دوں گا۔

حبان نے کہا ہے کہ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان ہے کہ اسے لہو (حیض) آتا ہے' پھر انہوں نے لگڑ بگڑ (ہنڈار) کے بارے میں سوال کیا' تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نے جواب میں فرمایا کہ اسے (لگڑ بگڑ) کو کون کھانا چاہے گا۔

حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند زوردار نہیں۔ حضرت امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اس حدیث کو ''ابوبکر بن ابی شیبہ'' سے روایت کرتے ہیں اور اس میں ''ضبع'' (لگڑ بگڑ) کے ساتھ ''ثعلب'' (لومڑی) اور ''ضب'' (گوہ) کا مزید اضافہ بھی کرتے ہیں۔

اکثر روایات میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔

''اور میں نے حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیڑیے کے بارے میں پوچھا تو حضور سرکار مدینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی بھی انسان جس میں تھوڑی سی بھی بھلائی موجود ہوگی کھانا پسند نہیں کرے گا۔

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ احادیث میں کوئی اس طرح کی کمزور حدیث نہیں ملتی جس میں خرگوش کے حرام ہونے کا تذکرہ ہو مگر ان دو اقسام کی روایات سے محض یہ علم ہوتا ہے کہ خرگوش غلیظ جانور ہے مگر اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

مثال: عربی لوگ ضرب الامثال کے طور پر کہا کرتے ہیں ''اقطف من ارنب واطعم اخاك من كلية الارنب''
''خرگوش کے گردے نکال کر اپنے بھائی کو کھانے کے لئے دو۔''

ایسی ہی ایک اور مثل ہے ''اطعم اخاك من عقنقل الضب'' (اپنے بھائی کو گوہ کی آنتیں کھلاؤ)۔ عربی لوگ یہ مثال مصیبت میں کسی کا ساتھ دیتے وقت' ہمدردی اور مدد کرتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔

عربیوں نے اس جیسی ایک شہرت کی حامل مثل جانوروں سے لی ہے کہ ''فی بیته یو تی الحکم''
''اس کے گھر میں ہی فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔''

اسی کے بارے میں ایک واقعہ شہرت عام رکھتا ہے کہ ایک دفعہ کسی خرگوش نے ایک کھجور اٹھائی' لومڑی اس سے کھجور لے کر

کھا گئی۔ سو خرگوش اور لومڑی جھگڑتے ہوئے اپنے معاملے کو لے کر گوہ کے پاس پہنچے۔
خرگوش نے شکایت کی اور کہنے لگا اے ابوحسل (یہ گوہ کی کنیت کہلاتی ہے) گوہ نے سن کر کہا کہ "سمیعادعوت" (تم سننے والے کو ہی پکار رہے ہو) خرگوش کہنے لگا کہ میں اور لومڑی تمہارے پاس ایک معاملہ لے کر آئے ہیں تاکہ تم درست فیصلہ کرو۔ گوہ بولا "عادلا حکیما" (تم لوگ انصاف کرنے والے عقلمند کے پاس آئے ہو) خرگوش کہنے لگا تم ہمارے ساتھ آجاؤ۔ گوہ بولا "فی بیته یوتی الحکم" (اس کے گھر میں ہی فیصلہ صادر کیا جاتا ہے) خرگوش اسے کہنے لگا کہ میں نے کھجور اٹھالی۔ گوہ بولا "حلوة فكليها" (کھجور میں مٹھاس ہوتی ہے کھاؤ) گوہ بولا "لنفسه يعني الخير" (اپنے لئے ہی خیر اور نیکی کی جاتی ہے) خرگوش کہنے لگا کہ پھر میں نے اس کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ گوہ بولا "بحقك اخذت" (تم نے اپنا حق وصول کیا) خرگوش کہنے لگا کہ بعد میں لومڑی نے بھی مجھے تھپڑ رسید کیا۔ گوہ بولا "حرا انتصر لنفسه" (آزاد نے خود کی ہی مدد کی) خرگوش کہنے لگا کہ تم ہمارا انصاف کرو۔ گوہ بولا "قدقضيت" (بے شک میں نے انصاف کیا)
سو گوہ کے سارے اقوال کو ضرب الامثال کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔
ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عدی بن ارطاۃ قاضی شریح کے پاس عدالت میں آ گئے۔ عدی نے پوچھا آپ کدھر ہیں؟ قاضی فرمانے لگے "بينك وبين الحائط" (تمہارے اور دیوار کے وسط میں ہوں) عدی بولے کہ میں آپ کے پاس سنانے کی غرض سے آیا ہوں۔ قاضی نے فرمایا "للاسماع جلست" میں سننے کے مقصد سے ہی بیٹھا ہوں۔ عدی بولے کہ ایک خاتون سے میں نے نکاح کیا ہے۔ قاضی جواباً بولے "بالوفاه و البنين" (زوجہ سے مطابقت اور اولاد نصیب ہو) عدی بولے کہ میری زوجہ کے اہل خانہ نے شرط عائد کی ہے کہ اس کو گھر سے باہر لے کر نہیں جاؤں گا۔ قاضی شریح نے جواب دیا "اوف لهم بالشرط" (تم ان کی شرط پر پورا اترو) عدی نے بتایا کہ میں تو اپنی زوجہ کو ان کے گھر سے لے کر جانا چاہتا ہوں۔ قاضی فرمانے لگے کہ "في حفظ الله" (اللہ حفاظت فرمانے والا ہے) عدی بولے کہ آپ اس حال میں فیصلہ فرما کر میری مدد کیجئے۔ قاضی فرمانے لگے "قدفعلت" (میں نے تو فیصلہ کیا ہے) عدی کہنے لگا کہ کس پر فیصلہ کیا ہے۔ تو قاضی فرمانے لگے "على ابن امك" (تیری والدہ کے فرزند پر) عدی نے پوچھا کہ کس شخص کی شہادت ہے؟ قاضی نے فرمایا "بشهادة ابن اخت خالتك" (تیری خالہ کی ہمشیرہ کے فرزند کی گواہی پر)

قاضی شریح کے حالات: قاضی شریح سے مراد شریح بن الحرث قیس الکندی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو "کوفہ" میں بطور قاضی مقرر فرمایا تھا۔ سو قاضی شریح نے بطور قاضی کوفہ میں پچھتر سال خدمت میں گزارے۔ قاضی شریح پچھتر سال کے عرصے میں تین سال کے علاوہ برابر قضاء کے عہدے پر متعین رہے۔ ان کے تین برس قضاء کے عہدے پر مقرر نہ ہونے کی وجہ یہ رہی تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں جو فساد برپا ہوئے تھے اس کے دوران حجاج بن یوسف نے قاضی شریح سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا تھا۔ سو قاضی شریح نے اسی وقت استعفیٰ دینے کا فیصلہ کیا' اس کے بعد قاضی شریح نے کبھی بھی دو افراد کے درمیان فیصلہ نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ قاضی شریح' اکابر تابعین اور ماہر علماء کرام میں سے تھے۔ قاضی

شریح کو بطورِ خاص قضاء کے معاملات پر مکمل رسائی تھی۔ ان کے چہرے پر داڑھی اور مونچھ نہیں نکلی تھی۔ اکابر میں اس طرح کے چار اشخاص گزرے ہیں جن کی بوڑھے ہونے تک بھی داڑھی نہیں آئی تھی (1) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ (2) قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ (3) احنف بن قیس جن کی نرمی و صبر ضرب المثل ہے۔ (4) قاضی شریح۔ واللہ اعلم

ابن خلکان سے روایت کیا گیا ہے کہ قاضی شریح کا محض ایک ہی فرزند تھا سو جس وقت قاضی شریح علالت کا شکار ہوئے تو ان کی یہ علامت ہی ان کی موت کا سبب بنی اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ قاضی شریح کے فوت ہونے سے پہلے ان کے فرزند کو بہت پریشانی لاحق تھی پھر بعد میں وہ قطعاً گھبراہٹ کا شکار نہ ہوا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک آدمی نے قاضی شریح کے بیٹے سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے باپ کی علالت سے قبل تو بہت پریشانی میں مبتلا تھے حتیٰ کہ کسی بھی قسم کی خوشی ظاہر نہیں ہوتی تھی اور اب آپ کا یہ عالم ہے۔ قاضی شریح کے بیٹے نے بتلایا کہ تب میری پریشانی میرے والد کے لئے بطور محبت اور شفقت تھی مگر جب تقدیر کا لکھا وقوع پذیر ہوا تو میں اللہ کی رضا میں راضی ہو گیا۔ (وفیات الاعیان)

حضرت امام ابوالفرج بن الجوزی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ زیاد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا۔ اے امیر المومنین! میں اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو آپ کی خاطر قابو کئے بیٹھا ہوں اور دائیں ہاتھ کو آپ کی فرمانبرداری کے لئے فراغت دے رکھی ہے۔ اس بناء پر آپ مجھے حجاز کے گورنر کا عہدہ دے دیں۔ اس کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ملی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ سو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زیاد کو بددعا دیتے ہوئے کہا اے خداوند کریم! تیری رضا ہو تو زیاد کے سیدھے ہاتھ سے ہماری حفاظت فرما۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بددعا قبول ہوئی اور زیاد کے سیدھے ہاتھ میں طاعون ہوا تو سارے طبیبوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ زیاد کے سیدھے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ زیاد نے طبیبوں کی اس رائے کے بارے میں قاضی شریح سے مشاورت کی۔ قاضی شریح نے یہ رائے دی کہ آپ ہاتھ نہ کٹوائیں کیونکہ اس رزق کی تقسیم تو چکی ہے اور موت کا وقت بھی مقرر ہے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں آپ اس کیفیت میں حیات رہیں کہ آپ کا ہاتھ کٹ چکا ہو مگر جب آپ ہاتھ کو کٹوا دیں اور اسی دوران میں آپ کا انتقال ہو جائے تو آپ اللہ پاک سے ہاتھ کٹنے کے بارے میں استفسار کریں یہ ٹھیک نہیں لگتا۔ اس لئے کہ جب اللہ پاک آپ سے ہاتھ کٹوانے کے بارے میں استفسار کریں گے تو آپ کا جواب یہ ہوگا کہ قضاء و قدر کے ڈر اور آپ سے ملاقات نہ کرنے کی بناء پر اس طرح کیا ہے۔ سو تاریخ میں یہ رقم ہے کہ اسی روز زیاد کا انتقال ہو گیا۔ اس طرز کی رائے دینے پر اکثریت نے قاضی شریح کو برا بھلا کہا۔ وہ اس بناء پر کہ عوام کو زیاد سے بہت نفرت و حقارت تھی۔ قاضی شریح نے عوام کو یہ جواب دیا کہ زیاد نے مجھ سے رائے مانگی تھی۔ اگر وہ مجھ سے رائے طلب نہ کرتا اور رائے دینے والا امانت دار ہونے کا شرعی پابند نہ ہوتا تو میری بھی یہ خواہش تھی کہ زیاد کا ایک ہاتھ آج اور پاؤں کل کے دن کاٹ دیا جاتا پھر اس کے بدن کا ہر حصہ روز کٹتا۔

ابوالفتح البستی اپنے لمبے قصیدہ میں اس کے ہم معنی بیان کرتے ہیں:

لاتستشر غیر ندب حازم فطن قد استوت منه اسرار و اعلان

عقل مند و دانا اور ہوشیار کے سوا کسی سے مشاورت نہ کرو کیونکہ اس کا ظاہر و باطن دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

فلـلـتـد ابیـر فـرسـان اذار کـفـوا فیهـا أبـرو اکـمـا لـلـحرب فرسان

لہٰذا حکمتوں کے لئے شہسوار بھی ہوا کرتے ہیں جبکہ وہ اس میں قدم رکھیں تو ایسے لوٹا کرتے ہیں جیسا کہ جنگ کے میدان میں شہسوار ہوتے ہیں۔

''باب الثاء المثلثہ'' میں اس کا ذکر ثعبان کے تحت ہوگا انشاء اللہ۔

تاریخ ابن خلکان میں بیان ہے کہ قاضی شریح سے حجاج بن یوسف کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ مومن تھا؟ قاضی شریح نے بتلایا کہ ہاں وہ شیطان پر یقین رکھتا تھا اور اللہ سے کفر کا مرتکب ہوتا تھا۔

قاضی شریح کی وفات 79ھ یا 80ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

خرگوش کے خواص: 1- جاحظ کا کہنا ہے کہ دورِ جہالت میں عربی لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر کوئی آدمی خرگوش کے ٹخنے پہنے تو اس پر بری نظر اور جادو موثر نہیں ہوگا کیونکہ ''جن'' خرگوش کے حیض کی بناء پر اس کے نزدیک نہیں آتے۔

2- اگر کسی آدمی کے صحت یاب ہونے کے بعد اس کے جسم کا کوئی حصہ ارتعاشی حالت میں مبتلا ہو جائے تو اس آدمی کو خشکی کا خرگوش بھون کر اس کا دماغ کھلائیں تو یہ اس کے لئے بہت فائدہ مند ہوگا۔

3- اگر کوئی آدمی دو چنوں جتنا خرگوش کا دماغ لے اور آدھے رطل کے چھٹے حصے جتنا گائے کا دودھ لے کر اسے استعمال میں لائے تو وہ کبھی ضعیف نہیں ہوگا۔

4- سرطان (کینسر) کی بیماری میں خرگوش کا انفحہ لگانا بہت فائدہ مند ہے۔

5- اگر کوئی خاتون نر خرگوش کا پنیر مایہ پئے تو اس کی اولاد نرینہ پیدا ہوگی اور اگر مادہ خرگوش کا انفحہ پئے تو لڑکی پیدا ہوگی۔

6- خرگوش کی مینگنی یا گوبر کو خاتون باندھے اور لٹکائے تو وہ خاتون حاملہ نہیں ہوگی۔

7- بقراط کا کہنا ہے کہ خرگوش کے گوشت میں گرمی خشکی پائی جاتی ہے۔ خرگوش کا گوشت پیٹ کی صفائی کرتا ہے اور اسے کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔ اس خرگوش کو بہتر سمجھا جاتا ہے جس کو کتے نے شکار کیا ہو تو یہ موٹاپے کے لئے فائدہ مند ہے لیکن خرگوش کا گوشت استعمال کرنے سے نیند کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور سوداء کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے طبیبوں نے تر مصالحے کی رائے دی ہے لہٰذا خرگوش کا گوشت سرد مزاج لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

8- خرگوش کے دماغ کو بھون کر کالی مرچوں کے ساتھ مکس کر کے کھالیا جائے تو رعشہ کے لئے بہت مفید ہے۔

9- اکثر خرگوش کے گوشت میں خشکی پائی جاتی ہے کیونکہ ان کو چرانے کی غرض سے اس طرح کے مقام پر چھوڑا جاتا ہے جس جگہ گھاس وغیرہ موجود ہوتی ہے جس وجہ سے خرگوش کے گوشت میں خشکی کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ بہ نسبت ان خرگوشوں کے جن کو گھر میں ہی پالا گیا ہو۔

10- اگر چوتھائی وزن (ایک دانق) کے برابر خرگوش کے مغز میں ''دو جے'' کا فور مکس کر کے کسی فرد کو پلا دیا جائے تو کوئی بھی

انسان کو جو اس کی طرف دیکھے گا اس فرد سے انسیت ہو جائے گی اور بالفرض اسے کسی خاتون نے دیکھا تو وہ اس پر فدا ہو جائے گی حتیٰ کہ اکٹھے رہائش کے لئے زور دے گی۔

11- اگر کسی خاتون نے خرگوش کا لہو پی لیا تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے امید سے نہیں ہوگی۔ ایسے ہی سفید داغ دھبوں اور چھائیوں پر خرگوش کا لہو لگائیں تو انشاء اللہ وہ داغ دھبے اور چھائیاں ختم ہو جائیں گی۔

12- کوئی خاتون خرگوش کا مغز کھائے اور اس کی تھوڑی سی مقدار اپنی فرج (شرمگاہ) میں رکھے اس کے بعد اپنے خاوند سے مباشرت کرے تو وہ خاتون امید سے ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ ایسے ہی خرگوش کا مغز اگر بچوں کے مسوڑھوں پر لگایا جائے تو ان بچوں کے دانت بہت جلد نکلیں گے۔

13- خرگوش کے لہو کا سرمہ آنکھوں میں لگائیں تو آنکھوں میں کسی طرح کے بال نہ آپائیں گے۔ ھرارس حکیم کا کہنا ہے کہ اگر خرگوش کا پتا گھی اور خاتون کے دودھ میں مکس کر کے سرمہ کے طور پر استعمال ہو تو اس کے لگانے سے آنکھوں کے پھولے اور دوسرے زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔

14- خرگوش کا لہو بدن کے سیاہ داغ دھبوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

15- خرگوش کا گوشت بلا ناغہ کھانے سے بستر پر پیشاب کرنے والوں کو افاقہ ہوتا ہے۔

16- ارسطو لکھتا ہے کہ اگر خرگوش کا پنیر مایہ سرکہ میں مکس کر کے پی لیا جائے تو اس کا پینا سانپ کے زہر کے لئے نہایت فائدہ مند ہے۔ ایسے ہی اگر یہ ایک لوبیا کے دانے جتنا کھلائیں تو چوتھیا بخار سے نجات ملے گی۔ مگر اسے ایک درہم کے برابر پی لیں تو پیدائش میں آسانی ہوگی۔ ایسے ہی اگر خرگوش کا پنیر مایہ خطمی میں مکس کر کے اس طرح کے زخموں پر رکھا جائے جن میں کیل وغیرہ پھنسی ہو تو وہ کیل انشاء اللہ بہت جلد نکلے گی اور اسی طریقے سے جسم سے کانٹا بھی نکلے گا۔

17- اگر بیت الخلاء میں خرگوش کے گوبر کا دھواں دیا جائے تو جو کوئی بھی اس کو سونگھے گا تو اس سے ہوا کا اخراج ہوگا۔

18- اگر کوئی فرد جسے کسی ایذا دینے والے حیوان نے کاٹ لیا ہو تو وہ جسم کے متاثرہ حصے پر خرگوش کے خصیہ کو لگائے تو اس کے لگانے پر زہر کا اثر جاتا رہے گا۔

19- اگر خرگوش کی چربی کسی خاتون کے سرہانے کے نیچے رکھیں گے تو وہ خاتون اپنے آپ نیند کی کیفیت میں راز افشا کرے گی۔

20- اگر کوئی آدمی خرگوش کی داڑھ کو باندھ کر گردن میں لٹکائے تو وہ داڑھ کی تکلیف سے بچ جائے گا اور اسے اطمینان ملے گا۔

خواب کی تعبیر: 1- خرگوش کو خواب میں دیکھنے کی تشریح ایک حسین خاتون کی ہے جس میں پیار و محبت نام کی کوئی شے نہیں۔

2- اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے خرگوش ذبح کیا ہے تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ اس کی بیوی فوت ہو جائے گی یا اس سے الگ ہوگی۔

3- اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ خرگوش کا پکا ہوا گوشت اس نے تناول کیا ہے تو اس کی تشریح یہ ہے کہ اسے اس طرح کی

جہد سے رزق نصیب ہوگا جس جگہ کے بارے میں اس نے کبھی گمان بھی نہ کیا ہوگا۔

4۔ اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ وہ خرگوش کا شکار کرتا ہے یا کوئی اس کو خرگوش تحفے کے طور پر دیتا ہے یا پھر اس نے خرگوش کی خریداری کی ہے تو ان سب کی تشریح یہ ہے کہ اس کو رزق کی نعمت عطا ہوگی مگر یہ خواب جسے دکھائی دے اگر وہ کنوارہ ہے تب اس کی تشریح یہ ہوگی کہ اس کا کسی جگہ سے رشتہ آئے گا۔ اگر دیکھنے والا شادی شدہ ہے تو اسے اولاد جیسی نعمت سے نوازا جائے گا یا پھر وہ اپنے دشمنوں پر فوقیت پائے گا اور اسے کامیابی ملے گی۔

الارنب البحری (دریائی خرگوش)

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ اس طرح کا حیوان ہے جس کا سر خرگوش کی طرح اور باقی سارا بدن مچھلی کے جیسا ہوتا ہے مگر شیخ الرئیس ابن سینا کا کہنا ہے کہ یہ ایک چھوٹا ساز ہر رکھنے والا جانور ہے جو سیپ میں پایا جاتا ہے اور یہ اتنا زیادہ زہر والا ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس کو تناول کر لے تو اسی وقت اس کی جان چلی جاتی ہے۔

شریعت کا حکم: دریائی خرگوش کا گوشت کیونکہ زہریلا ہوتا ہے اس لئے فقہاء نے اس خرگوش کے گوشت کو حرام کہا ہے۔ سو یہ جانور فقہاء کے اس اصول سے الگ مقرر کیا گیا ہے۔ ''**ما اکل شبهه فی البر اکل شبهه فی البحر**'' جس جانور کا ہم صورت خشکی میں تناول کرنا درست ہے اس کا ہم صورت پانی میں بھی جائز ہوگا۔ دریائی خرگوش خشکی والے خرگوش سے مکمل طور پر مشابہت نہیں رکھتا اسی بناء پر دریائی خرگوش کا بحری خرگوش کا ایک جیسے نام ہونا اس کے حرام ہونے کا جواز نہیں ہو سکتا۔

الاروية (پہاڑی بکری)

ہمزہ پر زیر اور پیش دونوں کا پڑھنا درست ہے۔ راء ساکن، واؤ مکسور اور یاء پر تشدید کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ نر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مادہ کے لئے ''الوعول'' کے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ اسی مادہ سے ایک لفظ خاتون کے لئے بھی بولتے ہیں۔ ''الاروية'' کی جمع ''أراوی' أراووا' اروی'' وغیرہ آتی ہے۔ درحقیقت أروية' افعولة کے وزن پر ہے مگر (علماء صرف نے) دوسرے واؤ کو یاء سے تبدیل کر کے واؤ میں مدغم کیا ہے۔ واؤ کو یاء کے لحاظ سے کسرہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے ثلاث أراوی' أفاعيل کے وزن کے مانند مستعمل ہوگا مگر جب کثیر تعداد میں بولا جائے گا تو أروی کے ہمزہ کے ساتھ ''أفعل'' کے وزن پر مستعمل ہوگا۔ اکثر لغویین (زبان کا علم رکھنے والے) کے خیال میں ''الاروی'' بکری کو کہتے ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''الاروية'' کا تذکرہ: حدیث پاک میں ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے تھے کہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک پہاڑی بکرے کو تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔

ایک اور حدیث میں ایسے بیان ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنگ احد کے روز میں نے پہاڑ پر ایک سہارا لیا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑ پر چڑھتی ہے۔ پھر میں نے ایک حضور جان کائنات صاحب معجزات فخر موجودات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا ہے۔

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"

"اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول بے شک ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔"

ترمذی شریف کی ایک روایت عمرو بن عوف کے دادا سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک مذہب اسلام حجاز کی جانب ایسے سمٹے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل کی جانب سمٹتا ہے اور دین حجاز (مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور اس سے متعلقات) میں ایسے جڑیں پھیلائے گا جیسے کہ پہاڑی بکری پہاڑ پر رہا کرتی ہے اور دین انجان کیفیت میں دنیا میں آیا اور آخر میں بھی یہی کیفیت ہوگی لہٰذا غریبوں کے لئے خوشی کی اطلاع ہے' غریب ہی اس شے (یعنی میری سنت) کو ٹھیک کریں گے جسے میرے وصال کے بعد لوگ خراب کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام کو کھلے ہوئے ہموار میدان میں ڈالا گیا تو اللہ پاک نے اس جگہ پر کدو کی بیل کو اگایا اور آپ علیہ السلام کے واسطے ایک جنگلی بکری کا بندوبست کر دیا جو خشکی سے کھا کر آپ علیہ السلام کے سامنے آتی اور اپنی ٹانگ اٹھاتی۔ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام دن رات اس کا دودھ پیتے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا بدن گوشت سے بھر گیا۔

ابن عطیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت یونس علیہ السلام پر اپنا خاص فضل فرمایا۔ انہیں طرح طرح کی خوراک کدو سے ملا کرتی تھی اور ان کا جی بہلانے کے لئے کئی طرح کی خوشنما اشیاء موجود ہوتیں۔

ابن جوزی علیہ الرحمہ' حضرت حسن سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد "وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ" کے تحت اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری کو ایک پہاڑی گھاٹی سے بھیج دیا تھا۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ ایک شخص سے مخاطب تھی۔ وہ عاجز آ گیا تو کہنے لگا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں ایک ساتھ مجتمع ہوئے ہیں (یعنی اس کا یہ مطلب تھا کہ دو افراد متضاد مکالمہ میں محو ہیں) کیونکہ پہاڑی بکرا تو پہاڑ کی چوٹی پر مقیم ہوتا ہے اور شتر مرغ نرمی والی اور خوشکن جگہ پر مقیم ہوتا ہے۔

پہاڑی بکرے کی خوبی یہ ہے کہ اس میں بچوں کی مہربانی ومحبت کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اگر کوئی شکاری پہاڑی بکری کے بچوں میں سے ایک بچے پر حملہ آور ہو کے شکار کر لے تو دوسرا اس کے پیچھے بھاگتا ہے یعنی وہ اکٹھے رہنا پسند کرتے ہیں۔ نیز

حیوان کے اندر والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اس طرح کرتا ہے کہ جو اشیاء اس کے والدین تناول کرتے ہیں وہ اشیاء لے کر انہیں کھلاتا ہے' پھر اس سے زیادہ اچھا برتاؤ اس وقت کرتا ہے جس وقت اس کے ماں باپ ضعیف ہو جاتے ہیں تو یہ حیوان خوراک کو اپنے جبڑوں سے چبا چبا کر اپنے والدین کو کھلاتا ہے۔ اکثر حضرات نے کہا ہے کہ پہاڑی بکرے کے دونوں سینگوں میں دو سوراخ پائے جاتے ہیں جن کی مدد سے وہ سانس لیتے ہیں اور اگر کسی بناء پر یہ سوراخ بند ہو جائیں تو پہاڑی بکرا مر جاتا ہے۔

شریعت کا حکم: علماء کرام کے مطابق پہاڑی بکری کا گوشت حلال ہے۔ باب واؤ میں ''الوعل'' کے تحت اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔

مثالیں: اہل عرب مثال دیتے وقت کہا کرتے ہیں ''انما فلان کبارح الاروی ''حقیقتاً فلاں شخص پہاڑی بکرے کی اندھیری رات کی مانند ہے کیونکہ پہاڑی بکرا پہاڑی کی چوٹی پر رہا کرتا ہے اس لئے وہ لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہتا ہے۔ لوگ اس کو دیکھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ ایسے ہی جس آدمی سے مہربانی واحسان کا واقع کبھی کبھار ہو جاتا ہو اس طرح کے آدمی کے لئے عربی لوگ مثل کے طور پر اور بطور کہاوت استعمال کیا کرتے ہیں۔

دوسری مثل ایسے ہے ''تکلم فلان فجمع بین الاوری والنعام ''اس شخص نے اس طرح کی بات کی کہ جیسے پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں اکٹھے ہو گئے۔

اسی طرح سوئم مثل ہے ''مایجمع بین الاوری والنعام ''یعنی اس آدمی نے اس طرح کی باتیں کیں جیسا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ مجتمع ہو گئے۔

یہ امثال تب استعمال کی جاتی ہیں جب دو مختلف نوعیت کی اشیاء جمع ہو جائیں پھر یہ امثال بول کر یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ برائی وبھلائی اکٹھے کیسے جمع ہوئے۔

تاکید: مسلم شریف میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی ہے) کہ اروی بنت اویس کسی بات میں آپ سے الجھ پڑیں۔ سو وہ اپنا دعویٰ لئے مروان بن حکم کے پاس گئیں جو اس وقت مقام حیرہ (اطراف مدینہ) میں قیام پذیر تھے۔ اروی بنت اویس نے شکوہ کیا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ میرا حق ادا نہیں کرنا چاہتے اور وہ میری زمین کے کچھ حصے پر قابض ہیں۔ اروی بنت اویس کے اس مکالمے کو سماعت کر کے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس خاتون پر کس طرح ظلم کر سکتا ہوں جبکہ میرے سامنے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اگر کوئی فرد کسی کی زمین کے ایک بالشت بھر حصہ پر بھی زور داری سے قبضہ کرے گا تو بروز قیامت سات زمینوں کے برابر کی طوق اسے پہنا دی جائے گی۔''

(بخاری' کتاب المظالم' رقم الحدیث 2321' مسلم شریف' رقم الحدیث 1612' مسند احمد' رقم الحدیث 2498)

یہ فرما کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کے لئے زمین کو چھوڑ دیا پھر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مروان بن حکم سے مخاطب ہوئے اور یہ فرمایا کہ آپ اس خاتون کے مسئلے کو دور کریں اور اس خاتون سے کنارہ کشی اختیار کریں' اس کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو بد دعا دی:

"اللّٰھم ان کانت کاذبۃ فاعم بصرھا واجعل قبرھا فی بئرھا"

"اے اللہ پاک! اگر یہ خاتون جھوٹ بولتی ہے تو اس کو نابینا کر دے اور کنوئیں میں اس کی قبر بنادے۔"

فوراً وہ خاتون نابینا ہو گئی' پھر اسی عرصے میں سیلاب کی آمد ہوئی اور اس نے اس خاتون کی زمین کی حدوں کو نمایاں کر دیا۔ جس وقت اللہ پاک نے اروی بن قیس نابینا کیا تھا تو اس وقت اس کی کیفیت اس طرح ہوگئی کہ وہ دیواروں کا سہارا لے کر چلتی تھی اور یہ کہا کرتی تھی کہ مجھ پر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بد دعا نے اثر انداز کیا ہے۔ سو وہ اس کیفیت میں مبتلا کنوئیں میں جا گری اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ اکثر روایت کرنے والوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس خاتون نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ وہ اس کے لئے خیر کی دعا فرمائیں تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اللہ پاک نے مجھ میں جو وصف پیدا کیا ہے اس کو میں کسی بھی صورت موڑ نہیں سکتا۔ ایک قول یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ والے جس وقت کسی کو بد دعا دیتے ہیں تو زیادہ تر یہی دیتے ہیں کہ "اعماہ اللہ کما اعمی اروی" "اے اللہ پاک! اس کو نابینا کر دے جس طرح تیری ذات نے اروی کو نابینا کیا۔

سو مدینہ والے اروی سے اس خاتون اروی بن قیس کو ہی مراد لیتے تھے' اس کے بعد کم علم لوگوں نے بھی بولنا شروع کیا "اعماہ اللہ کما اعمی الاروی" مگر کم علم "الاروی" سے مراد اس پہاڑی بکرے کو سمجھنے لگے جس کی آنکھیں روشنی سے محروم ہوں کیونکہ ان کا گمان تھا کہ پہاڑی بکرا نابینا ہوتا ہے مگر درست قول وہ ہے جو پہلے گزرا ہے۔

پہاڑی بکرے کی خاصیتیں: اگر کوئی تروتازہ اور محنت و مزدوری کرنے والا آدمی جسم میں تھکاوٹ اور تکلیف کا احساس کرے تو پہاڑی بکرے کے سینگ اور کھر پیس کر تیل میں شامل کرے اور سارے جسم' ٹانگوں پر ملے تو اس کو اتنا سکون ملے گا جس طرح کہ اس نے کوئی مشقت نہ کی ہو۔

الاساریع (سبزی کے کیڑے)

الاساریع: (ہمزہ کے زبر کے ساتھ ہے) ان سرخ رنگ کے کیڑوں کو کہتے ہیں جو سبزی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سبزی کی کھال اتارتے ہیں اور سبزی کو اپنا بچھونا بناتے ہیں۔ ابن مالک نے فرمایا ہے کہ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ دراصل "یسروع" یاء پر زبر کے ساتھ ہی ہوتا ہے مگر کلام میں "یفعول" کے وزن پر مستعمل نہیں ہوا کرتا۔ اکثر لغویین کہتے ہیں کہ "الاساریع" وہ حشرات ہیں جن کے سر سرخی کی طرح اور بدن سفید ہوا کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ریتلی زمین میں پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ حشرات ہیں جن سے خواتین کی انگلیاں مشابہت رکھتی ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "الاساریع" "شحمة

الاوض (کیچوے) نام کے حشرات پر بولا جاتا ہے مگر درست یہ ہے کہ "اساریع" کو "شحمۃ الارض" نہیں بولا جاتا جس طرح کہ بہت جلد "باب الشین" میں اسے واضح کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ "الکفاہ" میں ذکر کیا گیا ہے کہ "الاساریع" ان حشرات کو بولتے ہیں جن کا بدن لمبائی میں ہوتا ہے اور یہ ریت میں پائے جاتے ہیں اور ان سے ہی خواتین کی انگلیوں کو تمثیل دیتے ہیں اور ان حشرات کا دوسرا اسم "بنات النقاوز" ہے۔ ادب الکاتب میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ "الاساریع" سے مراد وہ حشرات ہیں جو نرم اور چکنائی والے سفید رنگ کے ہوتے ہیں جو خواتین کی انگلیوں سے مشابہ ہیں۔ ابن مالک نے اپنی تصنیف "المنتظم الموجز فیما یھمز و لایھمز" میں ذکر کیا ہے کہ "الیسروع والا سروع" وہ حشرات ہیں جو سبزیوں میں پائے جاتے ہیں۔

یہ سبزیوں کی کھال اتارتے ہیں اور اس کا بچھونا بناتے ہیں۔ سو آخر میں یہ قول "ابن السکیت" بھی بیان ہے (کہ یہ سبزی کے حشرات ہیں اور ان کی کھال نوچ کر اس کا بچھونا بنا لیتے ہیں)

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابن السکیت کی جانب سے جو تشریح کی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہے بلکہ وہ اس طرح ہے کہ ابن السکیت نے اپنی تصنیف "اصلاح المنطق" میں بیان کیا ہے کہ "اساریع" وہ حشرات ہیں جو رمل (ریت) میں ہوتے ہیں اور یہ کھال نوچ کر اپنا بچھونا بناتے ہیں۔ سو یہ علم ہوا کہ ابن السکیت کے یہاں "بقل" کی جگہ "رمل" کا تذکرہ ہے کیونکہ زیادہ بہتر رائے یہ ہے کہ در حقیقت لفظ "بقل" (ترکاری) کا تذکرہ تھا مگر غلطی سے "رمل" (ریت) لکھ دیا گیا ہے۔

<u>شریعت کا حکم</u>: "الاساریع" کو حشرات الارض (زمینی کیڑے مکوڑے) میں گنا جاتا ہے جس بناء پر ان کو تناول کرنا حرام کہلاتا ہے۔

<u>الاساریع کی خصوصیات</u>: 1- اگر ان حشرات کو باریک پیس لیں اور کٹے ہوئے پٹھے پر رکھیں تو اسی وقت مفید ہوگا۔

2- حضرت امام رازی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ اگر یہ کیڑے دھو کر سکھا لیں، اس کے بعد ان کو بہت باریک پیس لیں اور تل کے تیل میں شامل کر کے آلہ تناسل (مردانہ عضو خصوص) پر لگائیں تو وہ موٹا ہوگا۔

<u>خواب کی تعبیر</u>: اگر کوئی آدمی خواب میں ان حشرات کو دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی اس طرح کا فرد جو دیکھنے میں شریف نظر آئے اس شخص کے احوال اور اس کا نفاق کسی سے چھپا نہ رہے گا مگر اس کے باوجود چور رہے گا اور تھوڑا تھوڑا سامان چوری کر کے لے جائے گا۔

معبرین (خواب کی تعبیر کا علم رکھنے والے) کا کہنا ہے کہ "الیسروع" ہرے رنگ کے حشرات ہیں جو انگور کی بیل، مقائی اور خوشوں میں رہتے ہیں۔

الاسفع (شکرا)

''الاسفع ''صقر اور شکرے کو کہا جاتا ہے۔اس کا رنگ سرخی مائل کالا ہوا کرتا ہے۔اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''الاسفع '' اس سیاہ تل کو بولتے ہیں جو خواتین کے دونوں گالوں پر ہوتا ہے۔سو ایک صحیح حدیث میں ذکر ہے ''امرأة سفعاء المخدین '' یعنی اس طرح کی خاتون کھڑی ہے جس کے دونوں گالوں میں سیاہ تل ہے سو کبھی ''الحمامة'' کبوتر کو بھی سفعاء بولا جاتا ہے یا کبوتری کے لئے صفت کے طور پر ''السفعة'' مستعمل ہوتا ہے۔

الاسقنقور (ایک چھوٹی قسم کی چھپکلی)

الشیخ ع نے کہا ہے کہ یہ خشکی کا مگرمچھ ہے جس کا گوشت دوئم درجے کا گرم ہوتا ہے۔اگر اس کے گوشت میں نمک ڈال کر ایک مثقال کے بقدر کھا لیں تو قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے' شہوت میں ابھار پیدا ہوتا ہے۔
گردے کی سردی ختم کر کے اس میں گرمی پیدا کرتا ہے اور اس کے درد کو ختم کرتا ہے۔ابن زہری نے کہا ہے کہ ''الاسقنقور'' مصر کی طرح کے ملکوں میں ملنے والے حیوانات میں سے ایک ہے جو اپنے پھلنے پھولنے کے آخری مراحل میں چھپکلی کی طرح ہوتا ہے۔اگر ''الاسقنقور'' کی آنکھ کو کسی اس طرح کے فرد پر مل دیا جائے جس کو رات کے وقت ڈر لگتا ہو تو اس کو اس بیماری سے چھٹکارا مل جائے گا لیکن اگر اس آدمی کا ذہنی توازن ہی ٹھیک نہ ہو تو یہ اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا۔
ارسطاطالیس اپنی تصنیف ''الحیوان الکبیر'' میں بیان کرتے ہیں کہ ''الاسقنقور'' کو پینا قوت باہ میں کثرت پیدا کرتا ہے۔ مصر کے سوا سارے ملکوں میں بھوک لگاتا اور غذا طلبی کو زیادہ کرتا ہے۔''الاسقنقور'' ہندوستانی شہنشاہوں کو دیئے جانے والے نذرانوں میں سے عمدہ نذرانہ جانا جاتا تھا۔اس لئے کہ شہنشاہ اس کو سونے کی چھری سے ذبح کرتے اور اس میں مصری نمک بھرتے اور اپنے ملک میں لے جا کر ایک مثقال کے برابر اسے انڈے یا گوشت کے ساتھ مستعمل کرتے تو ان کو بہت افاقہ ہوتا تھا۔

''اسقنقور ہندی'' کو ''باب السین'' میں ''التمساح'' کے موضوع پر مفصل بیان کیا جائے گا۔یہ اگر خشکی میں انڈہ دے تو اگر اس کا انڈا پانی میں شامل ہو جائے اور اس سے بچے کی پیدائش ہو تو وہ ''التمساح'' کہلاتا ہے اور اگر خشکی پر ہی پیدائش ہو تو وہ ''الاسقنقور'' کہلاتا ہے۔

الاسود السالخ (کالا سانپ)

یہ ایک مخصوص قسم کا کالا سانپ ہے۔اسے ''السالخ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر برس اپنی جلد (کینچلی) اتار دیتا ہے۔
اس کا واحد چاہے مذکر کے لئے ہو یا مؤنث کے لئے ''اسود سالخ ''ہوتا ہے۔سو مؤنث کے لئے صفت کا صیغہ ''سالخة'' مستعمل نہیں ہوتا' اس کا تثنیہ ''اسودان سالخة'' ہے۔

امام اصمعی وابوزید علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''مسالخ'' خاصیت کا صیغہ ہے جو گننے کے طور پر مستعمل نہیں ہوا کرتا لیکن ابن درید سے اس کا صیغہ صفت مستعمل ہوتا نقل کیا گیا ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ کے مطابق اصمعی کا قول راجح اور راست ہے۔ ''الاسود السالخ'' کی جمع ''اساود سالخة'' یا ''سوالخ'' آتی ہے۔

ابوداؤد' نسائی' الحاکم اور مسلم و بخاری میں اس کے متعلق نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم' حضور جانِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سفر فرماتے اور رات کا وقت ہوتا تو حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے:

''یا ارض ربی وربك الله اعوذبالله من شرّك وشرما فيك وشرما خلق فيك وما يدب عليك. اعوذ بالله من اسد واسود و من الحية والعقرب ومن ساكن البلد ومن والد وما ولد.''

''اے زمین میرا اور تیرا خالق اللہ پاک ہے' میں تیرے شر سے اللہ پاک کی پناہ طلب کرتا ہوں اور جو تیرے اندر مخلوق ہے اس کی برائی سے اور جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کی برائی سے۔ میں پناہ کا طلب گار ہوں اللہ پاک کی اور اسود (خاص طرح کے سانپ) سے اور سانپ وبچھو سے اور جنوں اور شیطانوں سے۔''

''ساكن البلد'' کا مفہوم ''جنات'' اور ''والد وما ولد'' کے معنی ابلیس وطاغوت کے ہیں۔

بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے بھی سانپ اور بچھو کو ہلاک کرنے کا فرمان دیا ہے۔ ابن ہشام اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ ایسے کرتا ہے:

مابال عينك الاتنام كانما ... كحلت اماقيها بسم الاسود

تیری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ سونہیں پاتیں۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ تو نے اس کی پتلیوں پر سانپ کے زہر کا سرمہ لگا رکھا ہے۔

حنقا على سبطين حلايثربا ... اولى لهم بعقاب يوم اسود

جنہیں مدینہ منورہ میں قیام پذیران دونواسوں کی دشمنی نے نابینا کر رکھا ہے ان کو چاہئے کہ وہ کالے دن کا (یعنی بروز قیامت' یا شاعر کی وفات کا روز)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے شعروں میں ''اسود سالخ'' کا تذکرہ یوں کیا ہے:

والشاعر المنطيق اسود سالخ ... والشعر منه لعابه ومجاجه

اور کثرت سے شاعری کرنے والا شاعر ''اسود سالخ'' ہے اور شعر ہی اس کے منہ کا تھوک اور اس کا جھاگ ہے۔

وعداوة الشعراء داء معضل ... ولقد يهون على الكريم علاجه

اور شاعر حضرات کی عداوت سخت مرض ہے اور بے شک اس کا علاج شریفوں کے لئے بہت سہل ہے۔

وقوعات: عبدالحمید بن محمود نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں میں حاضر تھا

کہ ایک آدمی کی آمد ہوئی اور اس نے کہا کہ ہم لوگ حجاج کے پاس جانے لگے تھے حتیٰ کہ جب ہم مقام صفاح تک گئے تو ہمارے ایک رفیق کا وقت آخر آ گیا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ ہم لوگوں نے اس کے لئے ایک جگہ قبر کھودنا شروع کی۔ سو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالا سانپ آیا اور وہ پوری قبر پر قابض ہو گیا۔ ہم نے ایک دوسری جگہ پر بھی قبر کی کھدائی کی پھر ویسا ہی ہوا کہ ایسے ہی ایک سانپ آیا اور ساری قبر میں پھیل گیا۔ ہم لوگوں نے ایک تیسری جگہ پر قبر کھودلی مگر اس دفعہ بھی وہی ہوا کہ سانپ کی آمد ہوئی اور وہ قبر میں اپنا گھیراؤ کئے بیٹھ گیا۔ آخر کار ہم لوگ اس کو ویسے ہی چھوڑ کر آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ہمیں رائے دیں کہ ہم اب کیا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ یہ اس شخص کے اعمال ہیں کو وہ اپنی حیات میں سرانجام دیتا تھا لہٰذا تم لوگ جا کر اس کو ایسے ہی کسی کنارے میں دفنا دو اس لئے کہ تم لوگ ساری زمین بھی کھود ڈالو گے تو ایسا ہی انجام ہوگا۔ اس آدمی نے کہا کہ آخر کار ہم لوگوں نے اپنے مرے ہوئے رفیق کو سانپ کے ساتھ ہی مدفن کیا اور سفر سے لوٹنے کے بعد میں اس کی زوجہ کے پاس گیا کہ اس کے اعمال کے بارے میں استفسار کروں تو اس آدمی کی زوجہ نے بتلایا کہ وہ خوراک بیچتا تھا۔ ہر دن اپنے گھر والوں کے لئے رات کی غذا اس میں سے نکالتا تھا اور اتنی ہی مقدار میں جو کی بھوسی کی ملاوٹ کر کے بیچتا تھا۔ سو اللہ پاک نے اس آدمی کو اس عمل کا عذاب اس طریقے سے دیا۔

حضرت امام طبرانی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "**المعجم الاوسط**" میں اور حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "**کتاب الدعوات الکبیر**" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بسند عکرمہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت قضائے حاجت کی نیت سے تشریف لے جاتے تھے تو بہت دور تک چلے جایا کرتے تھے۔ ایک روز حضور سرکار مدینہ، فیض گنجینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک شجر تلے بیٹھے۔ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے اتار کر علیحدہ رکھے اور ابھی محض ایک ہی موزہ پہن رہے تھے کہ ایک پرندے کی آمد ہوئی اور پرندہ دوسرا موزہ لے اڑا اور بہت اوپر جا کر چکر کاٹنے لگا۔ اسی وقت اس موزہ سے ایک کالا سانپ نکلا اور زمین پر گر پڑا۔ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا اور فرمانے لگے کہ یہ ایک بہت بڑا احسان ہے جو پروردگار نے میرے اوپر فرمایا ہے اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی:

"**اللّٰھم انی اعوذبك من شر من یمشی علی بطنه ومن شر من یمشی علی رجلین ومن شر من یمشی علی اربع**"

"اے پروردگار عالم! میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری ذات کی اس برائی سے جو کہ پیٹ کے بل چلا کرتا ہے (یعنی سانپ، بچھو وغیرہ) اور ان کے فساد سے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں (یعنی جن وانس) اور ان کے فساد سے جو چار پیروں پر چلتے ہیں (یعنی حیوان، درندے وغیرہ)"

(طبرانی اوسط، رقم الحدیث 9304، ابونعیم، دلائل النبوۃ، رقم الحدیث 150، مجمع الزوائد، جلد 1، صفحہ 203)

اس حدیث پاک کی دوسری صحیح الاسناد نظائر کا تذکرہ انشاء اللہ "باب الغین" میں الغراب کی جرح میں ہوگا۔

"کتاب الزھد" میں احمد علیہ الرحمہ نے سالم بن ابی الجعد کی روایت نقل کی ہے۔

سالم بن جعد نے فرمایا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک آدمی نے عوام کو تنگ کر رکھا تھا' عوام نے حضرت صالح علیہ السلام سے اس کا شکوہ کیا اور یہ عرض کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام اس آدمی کے لئے بددعا فرمائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمان دیا کہ جاؤ تم سب اس کے فتنے سے حفاظت میں رہو گے۔ وہ شخص ہر روز لکڑیاں چننے کے لئے نکلتا تھا سو اس روز بھی وہ لکڑیاں چننے کی غرض سے چلا گیا۔ اس روز اس کے پاس دو روٹیاں بھی تھیں' اس شخص نے ایک روٹی کھائی اور دوسری بطور صدقہ دے دی۔ سو وہ چلا گیا اور لکڑیاں چن کر رات کو ٹھیک ٹھاک واپس آ گیا۔ اس کو کسی قسم کا بھی ضرر نہ پہنچا تو لوگ پھر صالح علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور کہنے لگے کہ وہ شخص تو کام سے بالکل ٹھیک ٹھاک واپس لوٹا ہے اس کو تو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو حیرانی ہوئی تو انہوں نے اس شخص کو بلا بھیجا اور پوچھ گچھ کی آج کے روز تو نے کیا کام کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ آج جس وقت میں لکڑیاں چننے کے لئے جانے لگا تو میرے پاس جو چپاتیاں موجود تھیں ایک چپاتی میں نے تناول کی اور دوسری چپاتی بطور صدقہ دے دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمان دیا کہ اس بنڈل کو کھول دو' جس وقت وہاں موجود افراد نے ان لکڑیوں کا بنڈل کھولا تو اس بنڈل میں سے ایک کالا سانپ کسی تنے کی طرح بیٹھا تھا اور اپنے دانتوں کو ایک موٹی لکڑی کی ٹہنی میں گاڑھے ہوئے تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام فرمانے لگے کہ تمہارے صدقہ کرنے کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

اس کی مثال "باب الذال" میں ذئب کے بیان میں مفصل بیان ہوگی انشاء اللہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ ان میں سے آج ایک شخص "انشاء اللہ" فوت ہو جائے گا۔ وہ گروہ وہاں سے گزر کر چلا گیا' جب شام کو واپس لوٹا تو اس گروہ کے ساتھ لکڑیوں کا ایک بنڈل تھا اور ان میں سے کسی کی موت نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس گروہ سے فرمایا کہ اسے رکھ دو اور جونسے فرد کے فوت ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس سے فرمانے لگے کہ اس بنڈل کو کھول دو۔ سو جس وقت اس نے وہ بنڈل کھول دیا تو اس بنڈل میں سے ایک کالا سانپ نکل آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے دریافت کیا کہ آج کے روز تو نے کونسا اچھا کام سرانجام دیا ہے؟ اس شخص نے بتلایا اس طرح کا تو کوئی بھی کام مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ دھیان سے غور وفکر کرو' سو اس شخص نے بتلایا کہ میرے پاس چپاتی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک بھوکا انسان میرے نزدیک سے گزرنے لگا تو اس بھوکے شخص نے میرے سے پوچھا تو میں نے چپاتی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا اسے بھی دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے اس امر کی بدولت اللہ پاک نے تم کو اس کالے سانپ سے محفوظ رکھا۔ (رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر)

الامرمان

الامـــرمــان (کوااور بھیڑیا)ابن السکیت کا کہنا ہے کہ کوے اور بھیڑیے کو''امرمان''اس بناء پر کہتے ہیں کہ دونوں ہی آدمیوں سے دور دور اور تنہا رہتے ہیں۔''الامرمان''شب وروز کو بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر کوئی ایک دوسرے سے مختلف اور قطع ہونے والے ہیں۔

ایک صحابی کو پیش آنے والا واقعہ: حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر یہ فرماتے تھے کہ اس طرح کے آدمی کے بارے میں بتلاؤ جس نے اپنی ساری حیات میں کبھی بھی نماز ادا نہ کی ہو لیکن اس کے باوجود اسے جنت میں داخلہ مل گیا۔لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا تو وہ آپ سے پوچھتے کہ آپ ہی بتلادیں کہ وہ کون سا فرد ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ وہ آدمی''امیرم بن عبدالاشہل'' ہیں۔عامر بن ثابت بن قیس نے فرمایا ہے کہ میں نے محمود بن لبید سے سوال کیا کہ وقوعہ کیسا ہے۔محمود بن لبید نے جواب دیا کہ وہ اسلام کے منکر تھے مگر جس وقت غزوہ احد کا وقت آیا اور حضور جانِ کائنات'فخر موجودات'صاحب معجزات'رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی غرض سے روانہ ہوئے تو اس وقت پر''امیرم''اسلام پر ایمان لائے۔تلوار کو ہاتھ میں لئے جہاد کے لئے چل نکلے اور جہاد میں مصروف رہے حتیٰ کہ انہیں شہادت نصیب ہوئی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کے شہید ہونے کے متعلق تذکرہ کیا تو حضور شہنشاہِ مدینہ'قرارِ قلب وسینہ'نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''امیرم''جنت میں گئے ہیں۔

الاصلة

اصـلة (نہایت زہر والا سانپ) ہمزہ'صاد اور لام تینوں پر زبر ہے۔ابن انباری نے کہا ہے کہ اصـلة ایک بڑے سر والا اور مختصر بدن والا سانپ ہے۔اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ گھوڑے پر سوار شخص پر اچھل کر اسے ڈس لیتا ہے جو اس شخص کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔اکثریت کے مطابق یہ ایک بہت زیادہ ضرر پہنچانے والا سانپ ہے۔اس کا ایک پیر ہوا کرتا ہے وہ اسی کے اوپر کھڑا ہوتا'گھومتا پھرتا اور اچھلتا ہے۔امام اصمعی اس کا تذکرہ اپنی شاعری میں یوں کرتے ہیں:

یـــا رب ان کـــان یـزیـد قـد اکـل لـحـم الـصـدیـق عـلـلا بـعـد نـهـل

اے اللہ پاک مبادا یزید نے پیٹ بھر کر احباب کا گوشت کھایا ہے۔

فـــاقـدرلـــه اصـــلة مـن الاصـل کیســاء کـالـقـرصـة او خف جمل

تو تیری ذات پاک یزید پر(اصلہ)سانپوں میں سے کسی سانپ کا تسلط کر دے جو اونٹ کے تلووں کی مانند اس پر لیٹا ہوا اور اس کو چھپائے ہوئے ہو۔

علامہ جاحظ نے عربیوں کے قول کو نقل کیا ہے کہ عرب کے گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ(اصلہ)سانپ جدھر سے گزرے

(زہر کی زیادتی کی بناء پر) اس کو جلا دیتا ہے۔ سو اس طرح واضح ہوتا ہے کہ اس کے اسی طرح جان لینے کی بناء پر اس کا اسم (اصلہ) رکھ دیا ہے۔ احادیث میں "دجال" کی ایک شناخت بتائی گئی ہے کہ (دجال) کا سر "اصلہ" سانپ کے سر کی طرح کا ہو گا اور اکثریت کے مطابق اس سانپ کا چہرہ انسانی چہرے کی مانند بڑا ہوگا۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ سانپ کا چہرہ ایسا اس لیے ہوا کرتا ہے جس وقت اس کی عمر ایک ہزار برس ہو جائے۔

اصلۃ کی خاصیت: اس سانپ کی خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی آدمی دیکھے تو وہ سانپ اس انسان کو مار دیتا ہے۔ اس کو انشاء اللہ "باب الحاء" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

الاطلس (سیاہ بھیڑیا)

"الاطلس" یہ کالے رنگ کی مانند بھورے رنگ کا بھیڑیا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ حیوان جو کالے رنگ کی مانند بھورا رنگ رکھتا ہو اس کو بھی "اطلس" کہتے ہیں، کمیت نے محمد بن سلیمان ہاشمی کی توصیف میں جو شاعری کی ہے اس میں "اطلس" کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

تلقی الامان علی حیاض محمد ثولاء مخرفة وذئب اطلس

محمد بن سلیمان کی شاہی مجلس میں شہد کی مکھیوں کے مجمع اور کالے رنگ کی مانند بھورے بھیڑیے نے بھی امان پائی ہے۔

لاذی تخاف ولا لهذا اجرأة تهدی الرعية ما اقام الرئيس

یہ اس طرح کا پرامن مقام ہے جدھر عوام ڈرتے ہیں لیکن اسے ہمت نہیں جس وقت حکمران قائم ہیں وہ اپنے عوام کی رہنمائی کریں گے۔

علامہ جوہری اس شعر سے استدلال کرتے ہیں کہ حکمران قوم کے لئے جیسے "قیم" کا لفظ لقب کے طور پر مستعمل ہوتا ہے ایسے ہی لفظ "الرئیس" کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔

الاطوم (سمندری کچھوا)

اطوم (سمندری کچھوا) لفظ اطوم 'انوق' کے وزن پر ہے۔ حضرت علامہ جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اطوم سے مراد سمندری کچھوا ہوتا ہے۔ اکثر خواتین کا کہنا ہے "اطوم" اطوم سے مراد موٹی کھال والی مچھلی ہے جس کی چمڑی اونٹ کی چمڑی کی مانند ہوتی ہے اور اس سے سار بانوں کے لئے موزہ کی تیاری ہوتی ہے۔ اکثریت نے اس کو زرافہ اور اکثر نے گائے بولا ہے۔

ابن سعدہ کا کہنا ہے کہ سمندری کچھوے کو (اطوم) اس بناء پر کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی صورت مچھلی کی طرح ہوتی ہے۔ ہر چند کے اس کی چمڑی موٹی اور کھردری ہوتی ہے۔

الاطیش

ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہوتا ہے "الاطیش" کے معنی "احمق پن" کے آتے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "مارایت افقه من اشهب لو لا طیش منه" بالفرض اشہب میں احمق پن نہ پایا جاتا تو اشہب سے بڑا فقیہ میں کبھی نہ دیکھتا۔

اشہب سے مراد اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد ہیں۔ یہ مصر سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ مالکی کے ایک بڑے فقیہ کہلاتے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش کے متعلق کہتے ہیں کہ جس برس حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پیدا ہوئے (150ھ میں) اسی برس اشہب کی پیدائش بھی ہوئی۔ اشہب کا یوم وفات حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے یوم وفات کے 18 روز کے بعد ہے۔

ابن عبدالحکیم کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سماعت کیا ہے کہ اشہب حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مرنے کی دعا مانگتے رہتے تھے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے جس وقت اس کا تذکرہ کیا گیا تو وہ فرمانے لگے:

تمنی رجال ان اموت وان امت فتلك سبيل كنت فيها بأوحد

لوگ میرے مرنے کی خواہش رکھتے ہیں بالفرض میری موت واقع ہوگئی تو یہ ایک طرح کا راستہ ہے جس پر میں تنہا نہیں ہوں۔

فقال للذی یبغی خلاف الذی مضی تهيا الاخرى مثلها فكان قد

لہٰذا اسے کہو جو گزرے ہوئے کی مخالفت میں راہ ڈھونڈ رہا ہے اور خواہش کرتا ہے مرنے کی طرح ہی کسی اور مشکل کے آنے کے لئے تیار رہے۔ اس لئے مرنا تو ایک دن لازمی ہے۔ شیخ ابن عبدالحکیم کا کہنا ہے کہ جس وقت حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی تو اشہب نے ان کے چھوڑے ہوئے ترکہ (مرے ہوئے شخص کی دنیا میں چھوڑی ہوئی دولت) میں سے ایک غلام کو خریدا' اس کے بعد جس وقت امام اشہب کی وفات ہوئی تو پھر ایک مہینے کے بعد شیخ ابن عبدالحکیم نے ان کے چھوڑے ہوئے ترکہ سے اس غلام کو خریدا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی: شیخ ابن عبدالحکیم نے فرمایا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی ماں جس وقت امید سے ہوئیں تو ان کی ماں کو خواب میں دکھائی دیا کہ ستارہ مشتری اپنے برج سے نکل آیا اور مصر کے مقام پر ٹوٹ کر گر پڑا۔ اس کے بعد وہ شہر اور ممالک میں کمان کی مانند وقوع پذیر ہوا۔ علماء معبرین نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ جس خاتون کو یہ خواب نظر آیا ہے اس کے ہاں ایک بہت بڑے عالم کی ولادت ہوگی جس کے علوم سے بالخصوص اہل مصر فیض یاب ہوں گے۔ بعد ازاں سارے ملکوں کے لئے یہ عالم مفید ثابت ہوں گے۔ سارے علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پرہیزگاری' امانت و صداقت اور دیانت داری میں اعتماد کے قابل اور معتبر ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے اصول فقہ پر ساروں سے قبل کلام فرمایا ہے اور معاملات کے نکالنے کے امر کی شروعات کی۔ حضرت

امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت کوئی آدمی ان کی خدمت میں تازہ کھجوریں بطور ہدیہ پیش کرتا تو آپ علیہ الرحمہ اس آدمی سے فرمانے لگتے کہ اے برادر! تو نے یہ بہت اعلیٰ اور قابل تعریف امر سرانجام دیا ہے مگر علم کی لازوال دولت تیرے اس امر سے زیادہ پیاری ہے۔ اور پھر آپ علیہ الرحمہ ان کھجوروں کو تناول نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے احوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک کنیز خریدی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پوری شب کتب بینی میں مشغول رہتے۔ آپ کی کنیز آپ سے ملنے کے لئے انتظار میں کھڑی رہتی مگر آپ اس کی جانب قطعی دھیان نہ دیتے تو ایک روز وہ کنیز غلاموں کی تجارت کرنے والے شخص کے پاس گئی اور تاجر سے شکوہ کیا تو نے مجھ کو ایک دیوانے شخص کو بیچ کر قیدی بنا دیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کو جس وقت اس شکوہ کے متعلق پتہ چلا تو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ برادر دیوانہ تو وہ ہے جس کو علم کی قدر و منزلت کا ادراک ہو پھر بھی وہ اس کا ضیاع کرے یا پھر وہ لاپروائی کا مظاہرہ کر کے علوم کا زیاں کر دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ ایک نیک، شجاع اور سخاوت کرنے والے انسان تھے، ان پر کسی کا بھی ادھار باقی نہ تھا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ مال واسباب کا ذخیرہ بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی صفات تو ان گنت ہیں مگر ان پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی پیدائش: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ 150ھ میں غزہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اکثر تاریخ لکھنے والوں نے سال اور برس کی جگہ محض یوم کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ اکثر تاریخ دانوں کے نزدیک آپ کی ولادت اس برس ہوئی جس برس حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا انتقال 151ھ کو ہوا اور اکثر کے گمان میں 153ھ میں ہوا۔ جس روز حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ خالق حقیقی سے جا ملے اس روز حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی۔ (تہذیب الاسماء)

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ عسقلان یا یمن میں پیدا ہوئے۔ ابن خلکان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ عسقلان میں پیدا ہوئے، اس کے بعد ان کو غزہ کے مقام سے چھ برس کی عمر میں مکہ مکرمہ میں منتقل کر دیا گیا۔

ایسے ہی 191ھ میں آپ کی آمد مصر ہوئی۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ 201ھ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی مصر سے رخصتی ہوئی مگر اس کے برعکس کچھ علماء کرام کا کہنا ہے کہ آپ علیہ الرحمہ مصر میں ہی قیام پذیر رہے حتیٰ کہ 204ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مدفن مصر میں ''قرافہ'' کے مقام پر موجود ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کل 54 برس اس دنیا میں حیات رہے۔

الاغثر

ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''الاغثـــــر'' کے معنی ایک پانی کے پرندے کے ہیں۔اس پرندے کی گردن لمبائی میں اور جسم پر بالوں کی بہتات ہوتی ہے۔

الافال و الافائل (اونٹ کا بچہ)

اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بچے ''الافال و الافائل'' کہلاتے ہیں۔اس کا واحد ''افیل'' آتا ہے اور مادہ بچے کے لئے ''افیلۃ'' کا اطلاق ہوتا ہے۔باب ''تبیع'' میں اس مفصل ذکر ہوگا۔انشاءاللہ

الافعی (سانپ)

الافعی مادہ سانپ کو کہا جاتا ہے اور نر سانپ ''افعون'' کہلاتا ہے۔ہمزہ اور عین پر پیش ہوتی ہے۔حضرت امام زبیدی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ ''افعی'' ایک ابلق سانپ ہوا کرتا ہے اس کی گردن اور منہ کا سائز بہت بڑا ہوا کرتا ہے مگر ان میں سے کچھ اس طرح کے بھی ہوا کرتے ہیں کہ ان کے دو سینگ (Cerastes of Horned Vipe) بھی پائے جاتے ہیں اور ''ابوحیان' ابویحیٰ'' ان کی کنیت کہلاتی ہے کیونکہ یہ سانپ ایک ہزار برس تک حیات رہتے ہیں۔یہ سانپ بہت زیادہ شجاع اور رنگ میں سیاہ ہوتا ہے۔انسانوں پر چھلانگ مار کر حملہ آور ہوتا ہے اور یہ سانپ سارے سانپوں میں سب سے زیادہ خوفناک ہے اور اس سے بھی زیادہ خوفناک ''بجستان'' کے علاقہ کے سانپ ہوا کرتے ہیں۔

وقوعات: ابن شبرمہ سانپ کا ایک عجیب وغریب معاملہ لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک سانپ نے ایک چھوٹے لڑکے کے پیر پر کاٹ لیا تھا جس کی بناء پر اس لڑکے کا ماتھا پھٹ گیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شبیب بن شبہ ایک روز خلیفہ منصور کے پاس گئے تو خلیفہ منصور نے شبیب کو مخاطب کیا اور فرمانے لگے کہ اے شبیب! کیا تم کبھی بجستان کی جانب گئے ہو؟ مجھ کو اس بات کا علم ہوا ہے کہ اس جگہ سانپوں کی بہتات ہوتی ہے۔شبیب نے جواب میں کہا کہ جی ہاں۔اے امیرالمومنین میں اس جگہ پر جا چکا ہوں۔خلیفہ نے فرمایا کہ اس جگہ کے سانپوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔شبیب کہنے لگا کہ بجستان کے سانپوں کی خاص بات یہ ہے کہ ان کی گردن باریک' منہ کا سائز بڑا' رنگ مٹی جیسا' سیاہی کی طرح اور سفید داغوں والا ہوتا ہے۔جس طرح ان کو چتی پڑی (یعنی داغ پڑے) ہوئی ہو۔بجستان کے زیادہ بڑے سانپوں کے ڈسنے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور چھوٹے تلوار کی طرح کاری وار کرتے ہیں۔

خواص: حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''افعی'' مختصر دم والا ایک خوفناک اور خباثت والا سانپ ہوتا ہے' اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ نابینا ہو جاتا ہے مگر کچھ روز بعد اس کی نظر دوبارہ بحال ہو جاتی ہے۔اس طرز کے سانپ کی آنکھ ہمہ وقت کھلی رہتی ہے۔سردیوں میں یہ سانپ چار مہینوں تک زمین کے اندر ہی چھپا رہتا ہے۔جس وقت وہ باہر آتا ہے تو اس کو نظر نہیں آتا

اور وہ سونف کے شجر کو تلاش کر کے اس کے ساتھ اپنی آنکھوں کو رگڑتا ہے تو اس کی نظر واپس لوٹ آتی ہے۔

امام زمخشری نے فرمایا ہے کہ ''افعی'' کے بارے میں یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ جس وقت وہ ایک ہزار برس کا ہو جائے تو نابینا ہو جاتا ہے اور اللہ پاک اس کے قلب میں یہ بات پہنچا دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھیں سونف کے شجر سے رگڑ لے۔ سو جس وقت وہ سونف کے پتوں کے ساتھ اپنی آنکھیں رگڑ لیتا ہے تو اس کی بینائی لوٹ آتی ہے۔ اکثر اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ یہ سانپ بہت دور جنگل کی طرف چلا جاتا ہے کہ ادھر سے آبادی تک جانے کے لئے تین روز تک فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے مگر یہ سانپ اندھا ہوتے ہوئے بھی بہت دور تک فاصلہ طے کر لیتا ہے تو راستے میں کسی باغیچے میں اس کا ٹکراؤ سونف کے درخت سے ہو جاتا ہے سو وہ اپنی آنکھیں اس شجر سے رگڑتا ہے اس عمل سے اس کی نظر بحال ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کی پونچھ کٹ جائے تو پھر نئے سرے سے نکل آتی ہے۔ جس وقت اس کی داڑھ ٹوٹ جائے تو تین روز بعد نئی داڑھ نکل آتی ہے۔

اس سانپ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ بالفرض اس کو کاٹ دیں تو یہ تین روز تک ہلتا رہتا ہے۔ یہ سانپ انسانوں کا سب سے زیادہ خوفناک حریف ہے مگر جنگلی گائے اسے کھا کر کے ہضم بھی کر لیتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک اونٹنی اپنی اولاد کو دودھ دے رہی تھی کہ اس کو ''افعی'' نے لبوں پر کاٹ لیا تو اس اونٹنی کا بچہ فوراً اپنی ماں سے بھی پہلے ہلاک ہو گیا۔

اس طرز کے سانپ میں یہ خواص موجود ہے کہ اسے بیماری لاحق ہوتی ہے تو زیتون کے پتے نوش کرنے سے فوراً صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اکثر سانپ آپس میں منہ ملا کر جفتی کیا کرتے ہیں' کبھی کبھار یوں ہوتا ہے کہ جس وقت نر سانپ مادہ سے جفتی کرے تو ہوش سے غافل ہو کر گر پڑتا ہے اور کسی وقت اس طرح بھی ہوتا ہے کہ مادہ سانپ کے ذکر (آلہ تناسل) کو کاٹتی ہے تو وہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''کشیش الافعی ''سانپ کی وہ آواز ہے جو اس کی چمڑی سے نکلتی ہو' سو رجز کا مطالعہ کرنے والے شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ

کــان صــوت شخبهـا الـمـرفـض ۔۔۔ کشيـــش افــعـی ازمـعـت لـعـض

اس کے بہتے ہوئے لہو کی آواز اس سیاہ ناگ کی آواز کی مانند ہے جو ڈسنے کے لئے نکلا ہو۔

فهــی تــحـك بــعـضـهـا بـبـعـض

لہٰذا اپنے بدن کا کچھ حصہ کچھ پر گرگڑنا شروع کر دیتا ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن محمد المزین الصغیر الصوفی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ''تبوک'' کے کسی دیہات میں گیا ہوا تھا کہ (ان کو) پیاس کا احساس ہوا۔ تب میں پانی پینے کی غرض سے ایک کنویں پر آیا۔ یکا یک میرا پیر پھسلا اور میں کنویں میں گر پڑا۔ مجھے کیا دکھائی دیا کہ کنویں میں کافی جگہ ہے۔ میں اس جگہ کو ٹھیک کر کے وہیں بیٹھا۔ یکا یک مجھے کسی جھنکار کی طرح آواز

سنائی دی تو مجھے فکر لاحق ہوئی۔ تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا سانپ مجھ پر گرا اور ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔ میں چپ چاپ خوفزدہ بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس نے مجھ کو اپنی پونچھ میں لپیٹا اور کنویں سے باہر نکالا اور اپنی پونچھ کو کھول کر واپس لوٹ گیا۔

جعفر الخلدی کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میں ابوالحسن المزین الصغیر علیہ الرحمہ کو روانہ کرنے گیا تو میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ مجھ کو کچھ نصیحت فرماتے جائیں۔ ابوالحسن علیہ الرحمہ نے فرمان دیا کہ مبادا کوئی شے تم سے کھو جائے یا پھر اس کا زیاں ہو جائے' ایسے ہی اگر تم یہ خواہش کرو کہ اللہ پاک تمہارا میل کسی سے کروائیں تو پھر تم اس دعا کو پڑھو:

"یا جامع الناس لیوم لاریب فیه ان الله لایخلف المیعاد اجمع بینی وبین کذا ۔"

اللہ عزوجل اس دعا کی برکات سے تمہارا میل کروائیں گے' یا پھر کھوئی ہوئی شے تم کو مل جائے گی۔

جعفر الخلدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس دعا کو پڑھ کر میں نے جو بھی دعا کی اس کو اللہ پاک نے قبولیت بخش دی۔ شیخ ابوالحسن کی وفات مکہ مکرم میں 386ھ میں ہوئی۔ "الحاریہ" افعی سانپ کی طرز کا سانپ ہے' اس بارے میں "نابغہ ذبیانی" کہتا ہے کہ

حاریـــه قد صغرت من الکبـر مهر وأة الشـدقین حولاء النـظر

حاریہ سانپ بہت مختصر ہوا کرتا ہے اور اس کے دانت کھلے ہوتے ہیں جو نگاہوں کو حیرت زدہ کر دیا کرتا ہے۔

روایات میں بیان ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابدقرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت غمگین ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا بدن اس غم کی بدولت نحیف ہو گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔

<u>مثالیں</u>: اہل عرب "افعی" سانپ کو ضرب الامثال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ "هوا ظلـم من افـعی" "وہ افعی سانپ سے بھی زیادہ ظلم کرنے والا ہے۔ ظلم کی حش "افعی" سے اس بناء پر دیتے ہیں کہ وہ اپنے لئے کبھی بل نہیں کھودا کرتا۔ اس کے بجائے وہ کسی دوسرے کے بل میں رہنا شروع کر دیتا ہے۔ سو عرب کے شاعر نے کہا ہے:

- وانـت کـالافـعـی التی لاتحتفر ثـم تـجـی مـبـادر الحتـجـر

اور تم سیاہ سانپ کی مانند (ظالم) ہو جو اپنا (بل) کبھی نہیں کھودا کرتا' وہ یکا یک دوسرے کے کھودے بل میں چلا جاتا ہے۔

سو جس بل میں سانپ رہنا چاہے تو اس بل کا حیوان کسی اور جگہ پر بل بنا لیتا ہے اور یہ بل اس کے لئے چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔

ایسے ہی اہل عرب کا کہنا ہے کہ "تحککت العقرب بالافعی" "بچھو سانپ کو ایذا دینے کے لئے راضی ہو گیا۔ یہ مثل تب مستعمل ہوتی ہے۔ جس وقت نحیف خود سے زیادہ قوت مند کے ساتھ مقابلہ کرے یا مخاطب ہونے لگے۔ اس مثل کو "عقرب" کے بیان میں بھی پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

یوں ہی اہل عرب مثل دیتے ہوئے کہتے ہیں "رماہ اللہ تعالٰی بافعی حاریۃ "مطلب یہ کہ اللہ پاک اس کو "افعی حاریہ" سانپ کے ذریعے سے ہلاک کرے۔ اس مثل کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جس وقت یہ بددعا دی جاتی ہو کہ اللہ پاک کسی پر خوفناک دشمن کا تسلط قائم کرے مطلب کہ اس کو فوراً برباد کردے کیونکہ "افعی حاریہ" وہ سانپ ہے جو کاٹ لے تو فوراً ہلاکت ہو جاتی ہے۔

ایسے ہی عربی لوگ کہا کرتے ہیں "من سعته افعی من جرا لحبل یخاف" مطلب جس کو "افعی" سانپ کاٹ لے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ کسی رسی کے گھسیٹنے سے بھی ڈر جاتا ہے۔

یہ مثل اس موقع پر استعمال ہوتی ہے جس وقت کوئی شخص بہت فکر مند ہو اور اس کو کچھ بھائی نہ دے۔ شیخ صالح بن عبدالقدوس علیہ الرحمہ نے اپنی شاعری میں اس کا تذکرہ بیان کیا ہے کہ

المرء یجمع والزمان یفرق ویظل یرقع والخطوب تمزق

انسان اکٹھا کرتا اور دور بکھیر دیا کرتا ہے اور انسان جوڑتا رہتا ہے مگر شب و روز کی گردش ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی ہے۔

ولان یعادی عاقلا خیر لہ من ان یکون لہ صدیق احمق

دانا کی عداوت سے احمق کی یاری اچھی ہے۔

فاربابنفسك ان تصادق احمقا ان الصدیق علی الصدیق مصدق

تمہارے لئے یہ درست ہے کہ بے عقل تیرا محبوب ہو اس لئے کہ احباب ہی احباب کی صداقت کرتے ہیں۔

وزن الکلام اذا نطقت فانما یبدی عقول ذوی العقول المنطق

بات کرنے سے پہلے اس کو تول لو کیونکہ بول چال سے ہی دانا کی دانائی کا علم ہوتا ہے۔

ومن الرجال اذا استوت اخلاقهم من یستشار اذا استشیر فیطرق

اور اگر انسان خوش خلق ہو تو اس سے رائے لینے والا بھی منزل تک جا پہنچتا ہے۔

حتی یحل بکل وادقلبہ فیری ویعرف مایقول فینطق

حتیٰ کہ اس کا دل سب گھاٹیوں میں اتر جاتا ہے پھر وہ غور و فکر کر کے بات چیت کرتا ہے۔

لاالفینك ثاویافی غربة ان الغرب بکل سهم یرشق

میں تم سے الفت نہیں رکھتا کیونکہ تم پردیس کے رہنے والے ہو اور پردیس میں ہر شخص کا عمل تیر بہدف ہوتا ہے۔

ماالناس الا عاملان فعامل قدمات من اعطش وآخر یغرق

انسان دو طرح کے اعمال سرانجام دینے والے ہوتے ہیں۔ اس بناء پر تو بھی کام کیا کر ایک وہ کام کرنے والا ہے جس نے دنیا کی خواہش کی تو ختم ہو گیا اور دوسرا وہ ہے جو بے پرواہ ہو گیا۔

والناس فی طلب المعاش وانما بالجد یرزق منهم من یرزق

اور انسان روزگار کی تلاش میں مصروف ہیں اور روزی کے طلب گار کو تو جانفشانی اور دھوڑ دھوپ سے ہی روزی عطا کی جاتی ہے۔

لو یرزقون الناس حسب عقولهم　　　الفیت اکثر من تردی یتصدق

اگر انسان کو ان کی دانائی کے لحاظ سے روزی عطا ہو تو تم بعض کو صدقہ خیرات کرتے ہوئے دیکھو گے۔

لکنه فضل الملیك علیهم　　　هذا علیه موسع ومضیق

مگر ان پر اللہ عزوجل کا کرم ہے کہ اس کی ذات پاک نے ان کو روزی میں وسعت بھی عطا کی ہے اور قلت بھی۔

واذا الجنازة والعروس تلاقیا　　　ورأیت دمع نوائع یترقرق

اور جس وقت میت اور دولہا آمنے سامنے ہوں تو ماتم کرنے والوں کے اشکوں کو تھمتے ہوئے دیکھو۔

سکت الذی تبع العروس مبهتا　　　ورأیت من تبع الجنازة ینطق

وہ شرا (دولہا) تعجب کا شکار ہو کر چپ ہو گیا جو دلہن کے پیچھے چلا اور تم نظارہ کرو گے کہ جو میت کے پیچھے چل رہا تھا وہ بات چیت کر رہا تھا۔

واذا امرؤ لسعته افعی مرة　　　ترکته حین یجر حبل یفرق

اور جس وقت ''سیاہ سانپ'' ایک دفعہ کاٹ لے تو وہ شخص کھنچتی ہوئی رسی کو چھوڑ چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے گا۔

بقی الذین اذا یقولوا یکذبوا　　　ومضی الذین اذا یقولو ایصدقوا

اس طرح کے انسان بچے (حیات) ہیں جو بات چیت کرتے ہوئے غلط بیانی کرتے ہیں اور وہ انسان چلے (یعنی مر گئے) جو گفتار کے وقت سدا سچائی اختیار کرتے ہیں۔

شیخ صالح کے حریدل لبھانے والے شعر درج ذیل ہیں:

مایبلغ الاعداء من جاهل　　　مایبلغ الجاهل من نفسه

کوئی بیری (عداوت رکھنے والا) کم علم شخص کو اتنا ضرر نہیں دے سکتا جتنا وہ کم علم شخص اپنی کم علمی کی بناء پر خود کو ضرر پہنچا لیتا ہے۔

والشیخ لایترك اخلاقه　　　حتی یواری فی ثری رمسه

اور ضعیف شخص اپنی حرکات کو ترک نہیں کرتا جس وقت تک کہ وہ لحد کی نرم خاک کے سپرد نہیں کر دیا جاتا۔

اذا ارعوی عاد الی جهله　　　کذی الضنی عاد الی نکسه

جس وقت وہ (اپنی حرکات سے) رکا رہتا ہے تو کم علمی کی جانب چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی کنجوس شخص اپنی بیماری (کنجوسی) کی جانب چلا جاتا ہے۔

وان من ادبته فی الصبا　　　کالعود یسقی الماء فی غرسه

جو کوئی اسے لڑکپن میں تہذیب سکھائے تو غالباً وہ "عود" کو لگاتے ہوئے پانی سے سینچ دیتا ہے۔

حتی تراہ مورقا ناضرا بعد الذی أبصرت من یبسه

حتیٰ کہ تو اس کو دیکھے گا سرسبز و سیراب اس حال میں ہوتے ہوئے بھی تو اس کو سوکھے ہوئے دیکھ چکا ہوگا۔

"والشیخ لایترك اخلاقه" اور اس کے نیچے والا شعر یہ دونوں اشعار شیخ صالح بن عبدالقدوس علیہ الرحمہ کے قتل کا موجب بنے تھے وہ ایسے کہ

خلیفہ مہدی نے شیخ صالح بن عبدالقدوس علیہ الرحمہ پر بے دین ہونے کا بہتان لگا دیا۔ سو جس وقت شیخ صالح کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا تو شیخ صالح نے پیش ہو کر اپنی شاعری سنائی تو خلیفہ نے شیخ کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد شیخ صالح کو گورنر بنانے کی رائے دی گئی تو شیخ صالح علیہ الرحمہ نے نفی میں جواب دیا۔ شیخ صالح سے سوال کیا گیا کہ یہ دونوں شعر "والشیخ لایترك اخلاقه" کیا آپ نے نہیں لکھے؟ شیخ صالح علیہ الرحمہ نے بتلایا اے خلیفہ! کیوں نہیں یہ میری ہی شاعری ہے۔ سو خلیفہ مہدی بولے کہ کیا تو اپنی عادتوں کو نہیں چھوڑے گا؟ اور خلیفہ مہدی نے شیخ صالح کو قتل کرنے کا فرمان دے دیا۔ سو شیخ صالح کو پل پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔

یہ وقوعہ 197ھ میں رونما ہوا۔ صالح بن عبدالقدوس کے بہترین شعروں میں ایک شعر درج ذیل ہے:

اذا لم تستطیع شیئا فدعه وجاوزه الی ما تستطیع

اگر تم کوئی کام سرانجام دینے کی اہلیت نہیں رکھتے ہو تو اس کو چھوڑ دو اور اس کام کی جانب قدم بڑھاؤ جو تمہاری بساط کے مطابق ہو۔

یہ شعر ہو بہو ابن درید کے شعر جیسا ہے:

ومن لم یقف عند انتهاء قدره تقاصرت عنه فسیحات الخطا

اور جو نہ ٹھہرے قوت و خطرے کے خاتمے پر تو پھر اس کی چال کی وسعت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

صالح بن عبدالقدوس فلسفہ جاننے والے تھے خلیفہ مہدی نے ان پر "کفر" کا بہتان لگا کر انہیں سولی پر چڑھوا دیا تھا۔ شیخ بصرہ میں وعظ بھی فرماتے تھے۔ چند احادیث شیخ صالح سے نقل کی گئی ہیں اور یہ معتبر مؤرخ نہیں تھے۔ اکثریت کا کہنا ہے کہ کسی نے شیخ صالح کو مرنے کے بعد دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو میرے اللہ کے حضور پیش کیا گیا جس کی ذات اقدس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے تو اللہ پاک نے میرے ساتھ رحم فرمایا۔ اللہ پاک نے یہ بھی فرمایا کہ تجھ پر جو بہتان لگا تھا تجھے اس سے آزاد کیا جاتا ہے۔

اکثر شاعر حضرات شمع و قندیل کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقندیل کان الضوء منه محیا من هویت اذا تجلی

اور قندیل روشنی پھیلاتی ہوئی ایسے لگتی ہیں جس طرح کہ تیرا محبت کرنے والا رفیق مسکرا رہا ہو

اشـار الـی الـدجـی بلسـان افعی فشـمـر ذیـلـه فـرقـاو ولـی

جیسا کہ "افعی" سانپ کی جیب کی مانند لپلپاتی ہے جو کچھ لمحوں بعد ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔

الافعون

افعوان: یہ سیارہ رنگ کا بہت شجاعت مند سانپ ہوتا ہے جو لوگوں پر اچھل کر حملہ آور ہوتا ہے۔ "ابوحیان" اور "ابو یحییٰ" اس کی کنیت ہے کیونکہ یہ تقریباً ایک ہزار برس تک جیتا ہے۔ اس کی عمر ایک ہزار برس ہوا کرتی ہے۔

اکثر عرب شاعروں نے اس پر خوش نما شاعری کی ہے جو درج ذیل ہے:

صـرمـت حـبالك و هـلك زیـنـب والـدهـر فیـه تـغیـر وتـقـلـب

تم نے الفت کو قطع ہونے دیا وقات کے بعد اے زینب اور دور اس میں متغیر و تبدیل کر دیا ہے۔

نشـرت ذوائبهـا الـتی تـزهو ابیهـا سـودا وراسك كـالـثـغـامة اشـیب

اس کے سیاہ بال جس سے وہ حسین لگتی ہے بکھر گئے ہیں اور تمہارا سر "ثغامۃ" گل کی مانند سفید ہوتا جا رہا ہے۔

واستـنـفـرت لـمـا رأتك وطـالـما كـانـت تـحسـن الـی لقاك وترغب

اور وہ چاہنے والی جب تم کو دیکھ لے تو فرار کی راہ ڈھونڈتی ہے علاوہ ازیں اس سے قبل وہ تم سے ملنے کی آرزو کیا کرتی تھی۔

وكـذاك وصـل الـغـانیـات فـانـه آل ببـلـقـعـة وبـرق خـلـب

اور ایسے ہی گانے والی خواتین آ گئیں کیونکہ وہ خالی مکان میں کا ہلی دکھلا رہا تھا اور بجلی روشنی بکھیر رہی تھی۔

فـدع الـصبـا فـلـقـدعـداك زمـانـه وازهـد فـعـمـرك مـرمنـه الاطیـب

اس وقت لڑکپن کو ختم کر دو اس لئے کہ تیرا دشمن دور آ گیا ہے اور دنیا کی خواہش نہ کرو کیونکہ تیری عمر اس امر کے لئے نہیں ہے۔

ذهـب الـشـاب فـمـالـه من عودة واتـی الشیـب فـاین من المهـرب

شباب چلا گیا ہے اور پھر نہیں آئے گا اور بڑھاپے کا دور آ گیا ہے لہٰذا اس سے نجات ممکن نہیں۔

دع عـنك مـاقـد كـان فی زمن الصبا واذكـر ذنـوبك وابـكـهـا یـا مذنـب

دفعہ کر دے لڑکپن کے خرافات کو اور اے گناہ گار اپنی کوتاہیوں کو یاد کر و اور آہ و بکا کیا کر۔

واذ كـرمـنـا قشة الحسـاب فـانـه لابـدیـحـصـی مـاجنیت ویكتـب

اور حساب و کتاب کے متعلق سوچ بچار کرو کیونکہ جو نسے امور تم نے سرانجام دیئے ہیں وہ سارے تمہارے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔

لم ینسه الملکان حین نسیته بل اثبتاه وانت لاہ تلعب

گرتو اسے بھول بیٹھا ہے تو اعمال نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے اس کو نہیں بھولیں گے اور وہ دونوں تو لکھتے رہتے ہیں اور تو مستغنی ہوئے پھرتا ہے۔

والروح فیك ودیعة اودعتها ستردها بالرغم منك وتسلب

اور تمہارے جسم میں جان ڈال دی گئی ہے اور بہت جلد وہ تم سے زبردستی چھینی جائے گی اور اسے کھینچ لیا جائے گا۔

وغرور دنیاك التی تسعی لها دار حقیقتها متاع یذهب

اور فریب ہے تیری دنیاداری جس کے لئے تو دوڑ دھوپ کر رہا ہے وہ اک مکان جیسی ہے اور اس کی سچائی آنے جانے والی دولت سے زیادہ نہیں۔

واللیل فاعلم والنهار کلاهما انفاسنا فیها تعد وتحسب

لہٰذا یہ جان رکھو کہ شب و روز میں ہم جتنے بھی سانس لیتے ہیں ان کی تعداد شمار کی جاتی ہے۔

وجمیع ماخلقته وجمعته حقا یقینا بعد موتك ینهب

اور وہ سب اشیاء جو تو نے ساری عمر کی جان فشانی سے اکٹھی کی ہیں اور چھوڑ دی ہیں بلاشبہ تیرے انتقال کے بعد چھین لی جائیں گی۔

تبا الدار لایروم نعیمها ومشیدها عما قلیل یخرب

وہ مقام فناہ ہو جائے گا جس کی آسائشیں سدا نہ رہیں اور اس کی طاقتور عمارتیں عنقریب فناہ ہونے والی ہیں۔

فاسمع هدیت نصیحة اولاکها برنسوخ مجرب للامور

لہٰذا سماعت کرو میں نے جو تمہیں ہدایت دی ہے کیونکہ تم ہدایت کے زیادہ ضرورت مند ہو یہ خلقت کے لئے بھلائی اور آزمایا ہوا طریقہ ہے۔

محب الزمان واهله مستبصرا ورای الامور بما تنوب وتعقب

دور ساتھ رہا اور اہل دور نظارہ کر رہے تھے اور لوگوں نے وہ انوکھی اور حیرت انگیز اشیاء دیکھی ہیں جو تو نے پیچھے چھوڑی ہیں۔

لاتامن الدهرا الخون فانه مازال قدما للرجال یودب

تم محفوظ نہ رہو بددیانتی کرنے والے دور سے کیونکہ یہ انسانوں کی ہر ہر قدم پر سرزنش کرتا ہے۔

وعواقب الایام فی غصاتها مضض یذل له الاعز الانجب

اور دور کے انجام ایک مشکل کے جیسے ہیں جس کے سامنے نیک اور معزز شخص سرنگوں ہو جاتا ہے۔

فعلیك تقوی الله فالزمها تفز ان التقی هو البهی الاهیب

سو تمہارے لئے یہ لازمی ہے کہ تم اللہ پاک سے خوف کھاؤ اور اس پر ڈٹے رہو تو فلاح پاؤ گے اور پرہیز گار شخص خوبصورت اور ڈرا ہوا ہوتا ہے۔

واعمل بطاعته تنل منه الرضا ان المطیع له لدیه مقرب

اور تم اس کی بندگی کرو تو تم کو اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی کیونکہ فرمانبردار شخص اس کی ذات کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

واقنع ففی بعض القناعة راحة والیاس مما فات فھوا المطلب

اور تو تھوڑی چیز پر خوش رہ کر زندگی گزار اس لئے کہ تھوڑی سی قناعت سکون کا باعث ہے اور گزری ہوئی اشیاء میں ناامیدی ہی غرض ہونی چاہئے۔

فاذا طمعت کسیت ثوب مذلة فلقد کسی ثوب المذلة اشعب

لہٰذا جس وقت تو لالچ کرے گا تو ذلیل ہو جائے گا اور جو رسوائی کا لباس پہن لے وہ غمزدہ رہا کرے گا۔

وتوق من غذر النساء خیانة فجمیعھن مکایدلك تنصب

اور تو خواتین کے دھوکے اور بے ایمانی سے بچ کے رہو کیونکہ وہ سارتمہیں دھوکہ دہی کے جال میں پھانسنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔

لاتامن الانثی حیاتك انھا کالافعوان یراع منه الانیب

تو کبھی اپنی حیات میں خواتین سے بے ڈر نہ ہونا کیونکہ وہ کالے سانپ کی مانند ہیں جس سے لمبے لمبے دانت رکھنے والا بھی خوف کھاتا ہے۔

لاتامن الانثی زمانك کله یوما ولو خلقت یمیناً تکذب

تم اپنی ساری حیات خواتین سے بے ڈر نہ ہونا کیونکہ تم ان کے بارے میں حلف بھی اٹھاؤ گے تو جھوٹے کہلاؤ گے۔

تغری بلین حدیثھا وکلامھا واذا سطت فھی الصقیل الاشطب

وہ اپنی دلچسپ گفتگو سے ظاہر ہوتی ہیں اور جس وقت وہ فتح یاب ہو جائیں تو وہ خوبصورت لمبی قامت والی اور حسین لگتی ہیں۔

وابدا عدوك بالتحیة ولتکن منه زمانك خائفا تترقب

اور سدا اپنے حریف کو سلام میں پہل کرو اس کے بعد اطمینان مت رکھنا اس کے بجائے ترساں رہو اور گرد و پیش کی جانچ کرتے رہو۔

واحذره ان لاقیته متبسما فاللیث یبدو نابه اذیغضب

اور اگر تم اسے ہنستے ہوئے بات چیت کرتے ہوئے دیکھو تو اس سے بچ کے رہو کیونکہ جب شیر کو غصہ آتا ہے تو پھر شیر اپنے

کچلنے والے دانت باہر نکالتا ہے۔

ان العدو وان تقادم عهده　　　فالعقد باق فی الصدور مغیب

حریف حریف ہی رہتا ہے گولمبی مدت گزر جائے مگر حسد اور نفرت دل میں موجود اور چھپی ہوئی رہتی ہے۔

واذا الصدیق لقیته متملقا　　　فهو العدو حقه یتجنب

اور جس وقت تم خوشامد کرنے والے دوست سے ملو تو اس سے بچ کے رہو کیونکہ حقیقت میں وہ حریف ہے۔

لاخیر فی ودامری ء متملق　　　حلوا للسان وقلبه یتلهب

خوشامدی شخص کے ساتھ دوستی کرنے میں کوئی اچھائی نہیں کیونکہ وہ میٹھی زبان والا تو ہوتا ہے مگر اس کا قلب شعلے برسانے والا ہوتا ہے۔

یلقاك یحلف انه بك واثق　　　واذا تواری عنك فهو العقرب

وہ تجھ سے خود اعتباری کی قسم اٹھا کر ملا کرتا ہے مگر جس وقت وہ تجھ سے علیحدہ ہوگا تو بچھو جیسا بن جائے گا۔

وصل الکرام وان رموك بجفوة　　　فالصفح عنهم بالتجاوز أصوب

اور تم اچھا برتاؤ کیا کرو شریفوں کے ساتھ گویا کہ وہ برابر تاؤ اختیار کریں لہٰذا اس وقت تم کو معافی اور بخشش اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

واختر قرینك واصطفیه تفاخرا　　　ان القرین الی المقارن ینسب

اور تو اپنی یاری کے لئے کوئی اچھا اور قابل غرور یار ڈھونڈ کیونکہ یار اپنے احباب سے ہی شناخت ہوتا ہے۔

ان الغنی من الرجال مکرم　　　وتراه یرجی مالدیه ویرهب

بلاشبہ دولت مند شخص عزت والا ہوتا ہے اور تم اس کو دیکھو کہ لوگ اس شخص سے آس اور ڈر دونوں رکھا کرتے ہیں۔

ویبش بالترحیب عند قدومه　　　ویقام عند سلامه ویقرب

اور اس کی تشریف کے وقت لوگ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کے دعا سلام کرتے وقت احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔

واخفض جناحك للاقارب کلهم　　　بتذلل واسمح لها ان أذنبوا

اور سارے عزیز و اقارب سے نرم رویہ اپناؤ اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو درگزر کر دو۔

ودع الکذوب فلایکن لك صاحبا　　　ان الکذوب یشین حرا یصحب

اور جھوٹ بولنے والے شخص کو اپنا یار نہ بناؤ کیونکہ غلط بیانی کرنے والا شخص شریف اور آزاد مزاج کو عیب دار بنا دیتا ہے۔

وزن الکلام اذا نطقت ولاتکن　　　ثرثارة فی کل ناد تخطب

اور بات چیت کرتے ہوئے اچھی باتیں کرو اور ہر محفل میں فضول اور زیادہ باتیں مت کرو۔

واحفظ لسانك واحترز من لفظه فالمرء یسلم باللسان ویعطب
اور تم زبان کی نگہداشت کرو اور زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ زبان سے ہی شخص حفاظت میں رہتا ہے اور زبان سے ہی قتل بھی ہوتا ہے۔

والسر فاکتمه ولا تنطق به ان الزجاجة کسرها لایشعب
اور بھید کو پوشیدہ رکھو عیاں نہ کرو کیونکہ آئینہ ٹوٹنے کے بعد جوڑا نہیں جا سکتا۔

وکذاك سر المرء ان لم یطوه نشرته السنة تزید وتکذب
اور ایسے ہی اگر انسان کے بھید کو بھید نہ رکھا گیا تو لوگ نمک مرچ لگا کر اضافہ کرتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لیا کرتے ہیں۔

لاتحرص فالحرص لیس بزائد فی الرزق بل یشقی الحریص ویلتعب
تم طمع نہ کرو کیونکہ اس سے روزی میں برکت نہیں ہوتی بلکہ لالچی شخص کی تقدیر برابر ہوتی ہے اور وہ تھکن کا شکار ہو جاتا ہے۔

ویظل ملهوفا یروم تحیلا والرزق لیس بحیلة یتجلب
اور وہ غمزدہ ہو جاتا ہے اور بہانہ سازی اختیار کرتا ہے اور روزی حیلہ بہانے کر کے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

کم عاجز فی الناس یاتی رزقه رغدًا ویحرم کیس ویخیب
کتنے ناتواں لوگ ایسے ہیں جنہیں بہت رزق ملتا ہے اور عاقل شخص محروم اور نامرادرہ جاتا ہے۔

وارع الامنة والخیانة فاجتنب واعدل ولاتظلم یطب لك مکسب
اور امانت کی نگہبانی کرو بددیانتی سے بچو حق بات کرو ظلم نہ کرو تو یہ امور تمہارے لئے فائدہ مند ہوں گے۔

واذا صابك نکبة فاصبر لها من ذارأیت مسلما لاینکب
اور جس وقت تم کسی آفت میں پھنس جاؤ تو تحمل سے کام لو تحمل کے ساتھ تم نے کتنے مومنوں کو دیکھ رکھا ہوگا کہ وہ فکرمند نہیں دکھائی دیتے۔

واذارمیت من الزمان بریبة اونالك الامر الاشق الاصعب
اور جس وقت تم کو دور بے قراری میں مبتلا کر دے یا پھر تم کو کوئی کٹھن امر پیش آجائے۔

فافرع لبرك اله أدخی لمن یدعوه من حبل الورید واقرب
تو پھر تم اپنے اللہ کے حضور عاجزی اختیار کر کے اسے پکارو کیونکہ جو اسے یاد کرتا ہے وہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

کن ما استطعت عن الانام بمعزل ان الکثیر من الوری لایصحب

تم حسب توفیق انسانوں سے علیحدہ رہا کرو کیونکہ زیادہ انسانوں کے ساتھ یاری نہیں رکھی جاسکتی۔

واحذر مصاحبة اللئیم فانه یعدی کما یعدی الصحیح الاجرب

اورتم اوچھے شخص کی دوستی سے بچ کر رہو کیونکہ اس کی لت لگ جاتی ہے جس طرح خارش بالکل صحت یاب شخص کو لگ جاتی ہے۔

واحذر من المظلوم سهماً صائبا واعلم بان دعائه لایحجب

اورتم ستائے ہوئے کی بددعا سے بچ کے رہو کیونکہ یہ علم میں رکھو کہ ایسے شخص کی بددعا رد نہیں کی جاتی نہ ہی روکی جاتی ہے۔

واذارأیت الرزق عزببلدة وخشیت فیها ان یضیق الملهب

اور جس وقت تم دیکھو کہ کسی شہر میں روزی کی کمی واقع ہوگئی ہے اور تم کو خوف ہو کہ وہ تنگی کا شکار ہو جائے گا۔

فارحل فأرض الله واسعة الفضا طولاً وعرضاً شرقها والمغرب

بہرحال اللہ پاک کی زمین بہت بڑی ہے۔تم لمبائی' چوڑائی' مشرق ومغرب کسی بھی طرف چلے جاؤ۔

فلقد نصحتك ان قبلت نصیحتی فالنصح اعلی مایباع ویوهب

''بہرحال بلاشبہ میری ہدایت کو تم پسند کرو گے کیونکہ ہدایت بیچ دینے اور کسی کو دینے والی شے سے زیادہ نایاب ہے۔''

شیخ ابوالفرج بن جوزی ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ نزار بن معد کے چار فرزند (معز' ربیعہ' ایاد' انمار) تھے۔جس وقت نزار کا وقت نزع آیا تو نزار نے اپنا مال واسباب اپنے ان بیٹوں میں بانٹ دیا۔نزار بن معد نے ان چاروں کو بلایا اور کہنے لگے کہ جو سرخ رنگ کی ٹوپی ہے یا اس طرز کا جو بھی سامان ہے وہ معز کا حصہ ہے' یہ سیاہ گدڑی اور اس سے مشابہت رکھنے والا سامان ربیعہ کا حصہ ہے' یہ غلام وغیرہ اور اس طرح کا دوسرا مال وہ ایاد کے لئے ہے۔یہ تھیلی اور یہ کرسی انمار کے حصے میں ہے۔شیخ نزار نے وصیت دیتے ہوئے یہ بھی اصرار کیا کہ اگر تمہیں کسی طرح کی الجھن محسوس ہو یا کسی بارے میں لڑائی ہو جائے تو اسی وقت ''افعی بن افعی الجراہمی'' کے پاس جا کر انصاف کروالینا۔سو جس وقت شیخ نزار بن معد کی وفات ہوئی تو ان کے فرزندان میں مخالفت پیدا ہوگئی بالآخر انہوں نے یہ معاملہ ''افعی'' بادشاہ نجران کے پاس لے جانے کا سوچا۔سو یہ سب اس کے پاس جارہے تھے کہ یکایک معز کو دکھائی دیا کہ ایک اونٹ گھاس کھا رہا ہے تو معز بولا کہ یہ اونٹ تو ایک آنکھ والا ہے۔ربیعہ بولا کہ نہیں یہ تو ٹیڑھا اور پتلے سینے والا ہے۔ایاد کہنے لگا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور انمار بولا کہ نہیں بس چونکتا ہے۔وہ بس تھوڑا سا دور ہی گئے تھے کہ یکایک ان کا میل ایک شخص سے ہوا تو وہ سارے بھائی اس شخص سے اونٹ کے بارے میں فیصلہ کرانے لگے کہ آخر اونٹ کس طرح کا ہے؟ ساروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔معز بولا کہ میرے خیال میں اونٹ ایک آنکھ والا ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ تو نے درست کہا ہے۔اس کے بعد ربیعہ کہنے لگا کہ میں تو ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ وہ ٹیڑھا اور پتلے سینے والا ہے' تو وہ شخص بولا کہ یہ بھی بالکل ٹھیک ہے اور ایاد بولا کہ برادر مجھے تو وہ کٹی دم والا لگ رہا ہے۔پھر بھی وہ شخص بولا کہ یہ درست ہے۔

انمار بولا کہ وہ تو بس چونکتا ہے تو وہ شخص دوبارہ یہی بولا کہ یہ درست ہے۔

اونٹ کے یہ سارے خصوص سن لینے کے بعد وہ شخص کہنے لگا بھائیو یہ خصوصیات تو میرے اونٹ میں ہیں۔تم لوگ میرے اونٹ کے بارے میں بتلاؤ کہ آخر آپ لوگوں نے اس کو کدھر دیکھا ہے؟

اس بات کا سننا تھا کہ ان سب بھائیوں نے اسی وقت قسم کھائی کہ انہوں نے کوئی بھی اونٹ نہیں دیکھا بالآخر ان سب بھائیوں کی نفی کے باوجود اس شخص نے ان کی جان نہ چھوڑی حتیٰ کہ وہ سب نجران آ گئے اور پھر وہ سارے ہی شاہ نجران ''افعی بن افعی الجرہمی'' کی مجلس میں چلے گئے۔سو وہ شخص جو اونٹ کا متلاشی تھا اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ان بھائیوں نے اس کے اونٹ کو دیکھا ہے کیونکہ ان لوگوں نے میرے اونٹ کے خواص بتائے ہیں مگر یہ سب میرے اونٹ کے متعلق نہیں بتا رہے کہ وہ کدھر ہے؟ اسی وقت ان سب بھائیوں نے کہنا شروع کیا کہ اے بادشاہ سلامت! ہم لوگوں نے اس شخص کے اونٹ کو نہیں دیکھ رکھا۔افعی بادشاہِ نجران نے دریافت کیا کہ اگر تم سب نے وہ اونٹ نہیں دیکھ رکھا تو اونٹ کے خواص کس طرح بتلائے جو اس شخص کے اونٹ سے ملتے ہیں۔سو ان لوگوں میں سے مضر کہنے لگا کہ میں نے اونٹ کو ایسے دیکھا کہ وہ اپنی ایک طرف گھاس چھوڑ کر کھا رہا تھا تو مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ اونٹ اعور اور ایک آنکھ والا ہے۔

ایسے ہی ربیعہ کہنے لگا کہ مجھے اس طرح لگا کہ اونٹ کے ہاتھ میں عیب ہے تو میں نے یہ خیال کیا کہ اس نے ٹیڑھے اور پتلے سینے کی وجہ سے بوقت جفتی اپنے ہاتھ ضائع کر لئے ہیں۔ایاد بولا کہ مجھے اونٹ کی مینگنیاں اکٹھی پڑی دکھائی دیں تو میں نے سوچا کہ اس کی پونچھ کٹی ہوئی ہے (دم کٹا ہے)۔اگر اس کی دم ہوتی تو پھر وہ اسے ہلاتا تو مینگنیاں ادگرد پھیل جاتیں۔انمار نے بتایا کہ میدان میں چرتے وقت ڈھلوان والی زمین کی جانب مڑا تو میں نے گمان کیا کہ غالباً وہ چونکتا ہے۔سو بادشاہِ نجران اس اونٹ کے مالک شخص سے کہنے لگا کہ یہ بھائی تیرے اونٹ کو نہیں پہچانتے 'تو جا اور اپنا اونٹ ڈھونڈ لے۔اس کے بعد بادشاہ نے ان کی جانب دھیان کر کے پوچھا کہ آپ سب کون ہیں؟ میں آپ بھائیوں کو نہیں پہچانتا سو ان سب نے خود کو متعارف کروایا۔ متعارف ہوتے ہی بادشاہ نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہنے لگا کہ برادر آپ سب بلاشبہ یہاں ضروری کام سے آئے ہیں اور میں اس کا احساس بھی کرتا ہوں۔اس کے بعد بادشاہ نے ان کی دعوت کی اور ان لوگوں کے لئے کھانے پینے کا اہتمام کیا۔سو ان بھائیوں نے کھانا تناول کیا اور شراب پی لیا۔مضر تصریح کرتے ہوئے بولا کہ بھائیو کہ یہ شراب تو نہایت اعلیٰ ہے اس طرح کی شراب میں نے پہلے نہیں دیکھی مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ قبرستان سے نہ ہوتی۔ایسے ہی ربیعہ کہنے لگا کہ میں نے آج کے جیسا اتنا زبردست گوشت پہلے کبھی نہیں تناول کیا اس شرط کے ساتھ کہ بکری کو کتیا کا دودھ پینے کو نہ دیا ہوتا۔

ایاد بولا کہ مجھے آج کے روز کی مانند کوئی شخص شب میں اتنا زیادہ چلنے والا دکھائی نہیں دیا اس شرط کے ساتھ کہ یہ اپنے اس والد کا فرزند نہ ہوتا جس کی جانب یہ نسبت رکھتا ہے۔انمار بولا کہ میں نے آج جیسی عمدہ چپاتیاں اس سے قبل نہیں تناول کیں اس شرط کے ساتھ کہ اس آٹے کو حیض والی عورت نہ گوندھتی۔

افعی بادشاہ نے اس سے پہلے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا وکیل ان بھائیوں کے پاس بھیجا تھا سو وہ ان کی بات

چیت سماعت کر رہا تھا' سننے کے بعد اس نے بات چیت کی تفصیل بادشاہ کے گوش گزار کی کہ انہوں نے کس طرز کی تصریح کی ہے تو بادشاہ نے اس گفت وشنید کی تفتیش کے لئے شراب بنانے والا کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے کس طرح سے شراب تیار کی ہے؟ بالکل درست بات بتاؤ کیا ہے؟ تو وہ بولا کہ وہ شراب ان انگوروں سے کشید کی گئی ہے جو آپ کے والد کی قبر پر آگائے گئے تھے۔ ان انگوروں سے کشید کی گئی شراب آپ کو اس بناء پر دی تھی کہ اس سے زیادہ بہتر شراب ہمارے پاس موجود نہیں تھی۔

ایسے ہی گوشت والے قصاب کو بلایا اور دریافت کیا کہ تم نے کس قسم کا گوشت بھیجا ہے؟ سچا واقعہ بتاؤ کیا ہے؟ تب وہ کہنے لگا کہ آپ کو اس طرح کی بکری کا گوشت بنا کر دیا ہے جس کو ہم نے کتیا کا دودھ پلایا ہوا تھا اور اس سے صحت مند بکری ہمارے پاس گوشت بنانے کے لئے موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد ''افعی'' بادشاہ نجران گھر میں چلے آئے اور جس خادمہ نے چپاتیاں بنائی تھیں اس سے سوال کیا کہ تو نے کس طرح کی چپاتیاں بنائی ہیں؟ درست اصلیت بیان کرو؟ تو وہ بتانے لگی کہ ان دونوں میں حالت حیض میں ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی والدہ کے پاس حاضر ہو کر اپنی والدہ سے اپنے والد کے بارے میں سوال کرنے لگا کہ وہ کس طرح کے تھے؟ تو بادشاہ کی والدہ نے بتلایا کہ میں ان سے قبل ایک شہنشاہ کی زوجہ تھی جس کے ہاں کوئی بھی اولاد نہیں ہوا کرتی تھی تو شہنشاہ کی وفات کے بعد کسی انجان کے پاس حکومت چلی جانے کے ڈر سے یہ عمل کیا کہ اس شخص کے ساتھ صحبت کر لی جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو پھر اس میں سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔

جس وقت ''افعی'' بادشاہِ نجران نے سب تفتیش کر لی تو اس کو ان بھائیوں کی بات چیت اور تصریح پر تعجب ہوا تو بادشاہ نے ان سے زیادہ احوال ومعاملات کی تفصیل جاننے کی خواہش کی کہ آخر تم لوگوں کو یہ کس طرح علم ہوا اور تم سب کو ان حقیقتوں کا ادراک کیسے ہوا؟

سو سب سے اول مضر کہنے لگا کہ درحقیقت شراب کی اس اصلیت سے کہ وہ ایسے انگوروں سے بنی ہے جو قبر پر لگے ہوں اس وجہ سے میں جان گیا کہ شراب کی خصوصیت تو یہ ہے کہ اسے پی لینے کے بعد سارا جسم مدہوش ہو جاتا ہے اور ہر طرح کے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔ دماغی سکون کا احساس ہوتا ہے مگر یہ شراب اس کے بالکل الٹ ہے۔ جس وقت ہم نے اسے پی لیا تو دکھ درد کم ہونے کے بجائے اس میں زیادتی محسوس ہوئی۔

ربیعہ کہنے لگا کہ مجھے گوشت کی اصلیت کہ وہ اس طرح کی بکری کا ہے جسے کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے اس طرح علم ہوا کہ ہر طرز کے گوشت میں یہ وصف پایا جاتا ہے کہ چربی گوشت کے اوپر ہوتی ہے کتوں کے گوشت کے علاوہ کیونکہ ان کی چربی گوشت کے اندرونی حصہ میں پائی جاتی ہے۔ سو جس وقت ہم لوگوں نے وہ گوشت تناول کیا تو سارے گوشت کی بالکل الٹ حالت تھی۔ اس بناء پر میں نے شناخت کر لیا کہ یہ گوشت کسی اسی طرح کی بکری کا لگتا ہے جس کو کتیا کا دودھ دیا گیا ہو۔

ایاد نے بتایا کہ ان کے والد کی حقیقت میں اس لئے جان چکا ہوں کہ انہوں نے کھانا پکوا کر ہم لوگوں کے لئے بھیجا تو ہے مگر خود ہمارے ساتھ بیٹھ کر تناول نہیں کیا تو ان کے مزاج کے متعلق قیاس کیا کہ ان کے والد تو ایسے نہیں تھے اور نہ ہی ان کا ایسا اخلاق تھا۔

انمار بولا کہ حیض والی خاتون کی بنائی ہوئی چپاتیوں کے بارے میں' میں نے اس طرح جان لیا کہ جس وقت چپاتی کے ٹکڑے بناتے ہیں تو وہ تناول کرتے ہوئے ذرہ ذرہ ہو جاتی ہے مگر اس جگہ کا دوسرا عالم تھا تو پھر مجھے انکشاف ہوا کہ حیض والی خاتون نے آٹے کو گوندھا ہے۔

وکیل نے ان سب کی باتی چیت اور قیاس آرائی کے متعلق بادشاہ کو مطلع کیا تو بادشاہ بولا کہ یہ سب بھائی تو شیاطین لگتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان بھائیوں کے پاس تشریف لایا اور پوچھا کہ برادران آپ سب کو کون سا امر درپیش ہے؟ یا کیا حادثہ ہوا ہے؟ بتلاؤ اس لئے کہ آپ کے آنے کی وجہ کا پتہ چلے۔ سو ان سب نے اپنا حال بیان کیا کہ ان لوگوں کے والد نے وفات کے وقت اس طرح کی وصیت دی تھی مگر مال بانٹتے ہوئے مخالفت پیدا ہو گئی ہے اور والد نے یہ نصیحت بھی کر رکھی تھی کہ اس صورت میں آپ سے رابطہ کر کے مشکل دور کی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے مخالفت کی وجوہات بتائیں تو بادشاہ نے فرمایا کہ جو سامان سرخ رنگ کی ٹوپی کے قبیل سے ہے وہ مضر کے لئے ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے حصے میں دینار اور اونٹ وغیرہ بھی آئیں گے کیونکہ دینار سرخ رنگ کے ہوتے ہیں کیونکہ اکثر اونٹ بھی سرخ رنگ کے پائے جاتے ہیں۔ ان کی شمولیت بہترین طرز کے مال میں ہوتی ہے اور اہل عرب اس کو بہت پسند کیا کرتے ہیں۔

وہ سامان جو سیاہ گدڑی اور اس سے مشابہت رکھتا ہو وہ ربیعہ کے حصے میں اس کے یہ معنی ہیں کہ باقی حیوان' دولت اور گھوڑے وغیرہ بھی ربیعہ کے حصے میں آتے ہیں کیونکہ اکثر گھوڑوں کا رنگ سیاہ بھی ہوتا ہے۔ جو سامان نوکروں کی طرح ہو (وہ ایاد کا ہے) اور نوکر بکھرے ہوئے بالوں کی طرح ہے اسی وجہ سے اس کا یہ مفہوم ہے کہ مویشی جانور اور ابلق گھوڑے وغیرہ بھی ایاد کے حصے میں آئیں گے۔

ایسے ہی بادشاہ نجران نے انمار کے واسطے درہم اور زمین وغیرہ کا فیصلہ دیا یہ تفصیل سن کر وہ سب بھائی "افعی" بادشاہ نجران کے پاس سے واپس چلے گئے۔

ابن التلمیذ کے احوال: ابن تلمیذ کے احوال کے متعلق مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ابن التلمیذ نصاریٰ اور اطبار دونوں کے ہی بزرگ مانے جاتے تھے۔ ابن التلمیذ اور وحید الزمان شہرت کے حامل حکیم ہبۃ اللہ کے درمیان ناچاقی رہا کرتی تھی۔ حکیم ہبۃ اللہ پہلے یہودی کہلاتے تھے اس کے بعد آخری عمر میں اسلام پر ایمان لے آئے تھے۔ حکیم ہبۃ اللہ کو جذام کا مرض لاحق ہو گیا تھا تو وہ بدن پر افعی سانپ کو لپیٹ کے رہتے تھے سو جب سانپ کو بھوک محسوس ہوتی تو وہ ان کے بدن میں بہت کاٹتا تھا۔ حکیم ہبۃ اللہ اس علاج کی بناء پر اس مرض سے صحت یاب ہو گئے مگر پھر اس کے زہر کے اثر سے ان کی نظر جاتی رہی سو ابن التلمیذ نے ان کے متعلق شعر بیان کئے ہیں:

لنا صدیق یهودی حماقة — اذا تکلم تبدو من فیه

ہمارا ایک یہودی رفیق ہے اس کا احمق پن جو اس کے منہ میں پایا جاتا ہے اس لئے عیاں ہوتا ہے جس وقت وہ بات چیت کرتا ہے۔

يتيــه والكلب اعلى منـه منزلة　　　كـانـه بعد لم يخـرج من التيـه

وہ متعجب گھومتا رہتا ہے اس کے بجائے کتا اس سے زیادہ درجہ رکھتا ہے جیسا کہ وہ تعجب سے اس کے بعد بھی نہیں نکل پاتا۔

ابن التلمیذ بہت خاطر تواضع کرنے والے اور مسکین طبیعت رکھتے تھے حالانکہ "وحيد الزمان هيبة الله متكبر" تھے سو ان دونوں کے بارے میں بدیع الاسطرابی نے کچھ شعر بیان کئے ہیں:

ابو الحسن الطبيب ومقتضيه　　　ابو البركات في طرفي نقيض

ابوالحسن وید اور حکیم ہیں اور ان کی پیروی کرنے والے ابوالبرکات ہیں ان کے دونوں اطراف میں الٹ (برعکس) لگتے ہیں۔

فهذا بالتواضع في الثريا　　　وهذا بالتكبر في الحضيض

لہٰذا یہ آؤ بھگت اور عاجزی کی بناء پر ثریا میں جا پہنچے ہیں اور وہ غرور کی بناء پر ذلالت میں ہیں۔

شیخ ابوالحسن نے المیزان (ترازو) کے بارے میں ایک انوکھی بات بیان کی ہے۔

ما واحد مختلف الاسماء　　　يعدل في الارض وفي السماء

مختلف اسموں کی کوئی بھی شے نہیں ہے۔ جو دھرتی اور عنبر میں برابری اور انہیں یکساں کر رہی ہو۔

يحكم بالقسط بلا رياء　　　اعمى يرى الارشاد كل راء

وہ تصفیہ کرتی ہے دھوکے کے بغیر جبکہ وہ نابینا ہے مگر وہ ہر شے کو دیکھا کرتی ہے۔

أخرس لامن علة وداء　　　يغني عن التصريح بالايماء

وہ کسی سبب اور بیماری کے گونگا ہے جو کہ اشارہ کر کے سچائی سے مستغنی کر دیتی ہے۔

يجيب ان ناداه ذامتراه　　　بالرفع والخفض عن النداء

اگر کوئی شک کرنے والا شخص اسے مخاطب کرتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر انکساری سے مخاطب کی پکار کا جواب دیتا ہے۔

يفضح ان علق في الهواء

اگر اس کو ہوا میں آویزاں کر دیا جائے تو وہ صاف صاف عیاں ہو جاتا ہے۔

وضاحت: "مختلف الاسماء" میں جن اشعار کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے کافی ہم معانی ہیں۔ میزان الشمس، اسطرلاب، آلات رصد یہ وغیرہ اس جملے کے یہی مفہوم ہیں۔ "يعدل في الارض وفي السماء" (کہ وہ دھرتی و عنبر میں برابر وزن کرتا ہے) نیز میزان اسم کی مختلف عنوانات پر تصنیفات ہیں جس طرح نحو میں میزن الکلام، عروض میں میزان الشعر اور منطق میں میزان المعنی وغیرہ۔

الاسطرلاب (ایک طرز کا آلہ ہے جس کی مدد سے نجومی ستاروں کی اونچائی کا قیاس کرتے ہیں) ہمزہ پر زبر سین پر

سکون اور طاء پر پیش ہے جس کا مفہوم میزان الشمس ہے کیونکہ یونانی زبان میں ''اسطر'' میزان اور ''لاب'' آفتاب کو کہا جاتا ہے۔ حکیم بطلیموس نے اسے (باء اور لام پر زبر طاء اور یاء پر سکون اور میم پر پیش ہے) اختراع کیا ہے اور اختراع کے معاملے میں ایک انوکھا قوعہ بیان کیا ہے جس کے لمبا ہونے کی بناء پر اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ابن التلمیذ ابوالحسن کئی قسم کے علوم کے ایک بہترین جامع بے حد ذہانت والے اور عقل مند عالم رہے ہیں مگر ان سارے اوصاف کے ہونے پر بھی وہ اسلام کی دولت سے بے نصیب رہے اور یہ بات خدائی بھیدوں میں سے ایک ہے اور پاک واعلیٰ ذات کی بہت بیش قیمت نعمت ہے۔ وہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے بھٹکا دیتا ہے اور جسے وہ سیدھی راہ پر چلاتا ہے پھر اسے کوئی بھی شخص بھٹکا نہیں سکتا۔ اللہ پاک ہم سب کو بھلائی پر موت دے اور آخری دم تک اپنی وحدت پر قائم رکھے۔ ابن التلمیذ کا انتقال 560ھ صفر المظفر میں ہوا۔

<u>افعی سانپ کی خاصیتیں</u>: 1- افعی سانپ کا لہو سرمہ کے طور پر دیدوں میں لگانے سے دیدوں کی نظر و روشنی میں بڑھوتری ہوتی ہے۔

2- افعی سانپ کے قلب کو اگر کوئی شخص سکھا کر گردن میں آویزاں کر لے تو اس پر کسی قسم کا جادو موثر نہیں ہوگا۔

3- اگر کسی کے دانت میں دکھن ہو تو وہ افعی سانپ کا دانت باندھ کر آویزاں کر لے تو اس کے دانت کی دکھن دور ہو جائے گی۔

4- اگر افعی سانپ کی بائیں جانب کا دانت کوئی خاتون بائیں ران میں باندھ لیا کرے تو جس وقت تک بندھا رہے گا خاتون حاملہ نہیں ہوگی۔

5- حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابن زہر اور ابن بختیشوع کا کہنا ہے کہ اگر شخص کو چوتھیا کا تاپ (بخار) آجاتا ہو تو وہ ''افعی سانپ'' کا قلب باندھے اور آویزاں کرے تو انشاءاللہ عزوجل اس شخص کا بخار دور ہو جائے گا۔

6- افعی سانپ کی چربی ہر طرز کے حشرات کے کاٹنے میں مفید ہے۔

7- اگر کسی عضو کے بال اتار کر اس عضو پر ''افعی سانپ'' کی چربی سے مالش کریں تو اس جگہ پر دوبارہ بال کبھی نہیں آئیں گے۔

8- اگر کوئی شخص نوشادر منہ میں پگھلائے اور ''افعی'' یا اور کسی بھی دوسرے سانپ کے منہ میں لعاب ڈال دے تو دونوں طرز کے سانپ فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔

9- اگر افعی سانپ کی چمڑی سرکہ میں ڈال کر پکائیں اور اس کے بعد اسے منہ میں ڈال کر کلیاں کر لیں تو دانتوں اور داڑھ کی دکھن کے لئے فائدہ مند ہے۔

10- اگر اس سانپ کی چمڑی کو مٹی میں ڈال کر بہت پتلا پیس کر سرمہ کی مانند لگائیں تو دیدوں (آنکھوں) کی نظر میں زیادتی پیدا ہوگی۔

11- اگر کسی شخص کو بواسیر کا مرض یا دیدوں میں سفیدی پھیل گئی ہو تو ''افعی'' سانپ کی چربی سے مالش کرے اور دیدوں میں

سرمہ کی طرح لگائے تو انشاء اللہ دونوں امراض ختم ہو جائیں گے۔

12- "افعی سانپ" کا پتہ فی الفور زہر کی مانند جان لیوا ہے۔

13- بقراط کا کہنا ہے کہ اگر کوئی آدمی "افعی سانپ" کا گوشت تناول کرے تو وہ سارے جان لیوا مرضوں سے حفاظت میں رہے گا۔

ایک داستان: عمرو بن یحییٰ العلوی نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ہمارا کارواں مکہ مکرمہ میں راہوں کو طے کرتے ہوئے رواں تھا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کو استسقاء (پیاس کی بیماری) کا مرض لاحق ہو گیا لہٰذا ہم نے جاتے جاتے کیا دیکھا کہ عربی بدوؤں نے اونٹوں کی ایک لائن کو جس میں یہ بیمار آدمی بھی بیٹھا تھا توڑ دیا۔ پھر جس وقت ہم لوگوں کا سفر پورا ہوا تو کوفہ واپس آ کر ہم نے کیا دیکھا کہ وہ بیمار شخص جو اونٹوں کی چوری میں جا چکا تھا صحت یاب دکھائی دے رہا ہے تو ہم نے اس سے احوال دریافت کئے کہ برادر کیا معاملہ پیش آیا' کس طرح روز گزرے اور کس طرح توانا ہو گئے؟ اس شخص نے بتلایا کہ یوں ہوا کہ جس وقت عربی بدو اپنے سنگ لے کر اپنے مقام پر جانے لگے تو ان لوگوں نے مجھے نزدیک ہی کچھ فرسخ کے فاصلے پر اکیلا چھوڑ دیا۔ مجھے اتنا خوف آیا کہ میں مرنے کی خواہش کرنے لگا تھا۔ سوئے اتفاق ایک روز میں نے کیا دیکھا کہ "افعی" سیاہ سانپ جنہیں وہ لوگ پکڑ لائے تھے ان کے سر اور پونچھ کاٹ کر انہوں نے پکا پکا کر تناول کرنا شروع کر دیا تو میں نے گمان کیا غالباً یہ لوگ انہیں تناول کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اسی بناء پر ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچ رہا اس کے برعکس اگر میں تناول کر لوں تو موت آ ہی جائے گی۔ بہتر ہے اگر میں بھی اس کو تناول کروں گا تو سدا کے لئے چین کی نیند سو جاؤں گا اور ان ساری آفتوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ میں نے ان بدوؤں سے گوشت طلب کیا کہ برادر میں بھی بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے بھی کھانے کو دو تو ان میں سے ایک شخص نے ایک سانپ میری جانب اچھال دیا۔ سو میں اسے تناول کر کے میٹھی نیند سو گیا۔ جس وقت میں جاگا تو سارا بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مزاج میں تبدیلی آتی رہی' کبھی پسینہ' کبھی جوش' کسی وقت مزاج میں اس طرح کی جوشیلی حالت تقریباً سو دفعہ بدلتی رہی۔ جب دن چڑھا تو میرا بدن کمزور' پتلا' بہت چھوٹا اور ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر بھوک محسوس ہوئی' خوراک تناول کرنے کا دل چاہا تو میں نے کھانا لے کر تناول کیا' اس کے بعد ان کے پاس ہی کھڑا رہا حتیٰ کہ مجھے یقین ہو گیا کہ میں صحت یاب ہو چکا ہوں۔ اس وقت کسی بھی طرز کا کوئی درد نہیں بچا۔ اس کے بعد میں ان کے کچھ ساتھیوں کے سنگ کوفہ آ گیا۔

الاقہبان (ہاتھی اور بھینس)

ہاتھی اور بھینس کو "الاقہبان" کہا جاتا ہے سورو بہ اپنی توصیف بیان کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

لیث یدق الاسد الهموسا والاقهبین الفيل والجاموسا

شیر پھاڑ کھانے والا جانور شیر کو کھٹکنے کے ساتھ ساتھ "اقہبین" ہاتھی اور بھینس کو بھی کھٹکتا ہے۔

الاملول

ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''الاملول'' یہ ایک بھٹ تیتر کی مانند یا قطا (کبوتر کی صورت کا صحرا کا جانور) پرندے کی مانند ایک ریگستان کا جانور ہے۔

الانس

الانس انسان اور بشر کو انس کہا جاتا ہے۔اس کا واحد انسی وانسی کہلاتا ہے اور جمع ''اناسی'' ہوتی ہے۔ایسے ہی اگر انسان کو واحد مانیں تو اس کی جمع ''اناسی'' کہلائے گی (مطلب نون کی جگہ یاء آ جائے گی) جس طرح کہ خدائے بزرگ و برتر کا فرمانِ مبارک ہے ''انا کثیرا'' ایسے ہی اناسیہ صارفۃ اور صاقلۃ کے وزن پر آتی ہے۔

انسان کا استعمال خاتون پر بھی کیا جاتا ہے مگر جنس مؤنث ہونے کی بناء پر انسان میں ''تائے تانیث'' استعمال کر کے ''انسانۃ'' نہیں کہا جاتا مگر عموماً لوگ ''انسانۃ'' کہنے سے بھی کتراتے ہیں۔حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ اکثر عرب کے شاعر حضرات نے ''انسانۃ'' استعمال کیا ہے۔

انسانۃ فتانۃ

بدر الرجی منھا خجل

وہ ایک شرارتی خاتون ہے جس سے ہلال (چاند) بھی شرمسار ہو جاتا ہے۔

اذا زنــــت عـيـنـــي بـهـــا　　　فـبـــا لــدمـوع تـغـتـســل

جس وقت وہ زانیہ بنتی ہیں تو اس عمل سے میری نظریں تو اشکوں سے نہاتی ہیں۔

الانسان

انسان کا استعمال بشر پر کیا جاتا ہے اس کی جمع ہوتی ہے۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ انسان کی اصل ''فعلان'' کے بوزن ہے۔اگر تصغیر بنانا مقصود ہو تو یاء کا مزید اضافہ کر کے ''انسیان'' کہا جاتا ہے جس طرح رجل کی تصغیر ''رویجل'' ہوتی ہے۔علماء کرام کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ انسان کی اصل ''انسیان'' درحقیقت ''افعلان'' کے وزن پر آتی ہے مگر بکثرت مستعمل ہونے کی بناء پر یاء کو تخفیفاً حذف کیا جاتا ہے اور تصغیر کے بناتے ہوئے یاء اپنی جگہ پر آ جایا کرتی ہے کیونکہ تصغیر سے الفاظ کی کثرت نہیں ہوتی اس کے بجائے تصغیر میں حروف حقیقی واپس آ جایا کرتے ہیں۔

علماء کرام کا ایک گروہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انسان کو انسان اس وجہ سے بولا جاتا ہے کہ انسان سے اللہ پاک نے اپنی پروردگاری کا وعدہ لیا تھا مگر پھر یہ بھول بیٹھا

اور ''الناس'' حقیقت میں ''اناس'' ہے۔ اس کے بعد آس میں کمی کر دی گئی ہے۔ سو قرآن پاک میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ'' ''بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین طریقے سے تخلیق کیا ہے۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے جسم کے حصوں کو اعتدال میں' باہم نسبت رکھنے والے اور برابر اصول کی مطابقت سے پیدا کیا ہے کیونکہ اللہ پاک نے ہر شے اس کے چہرے کے متبادل تخلیق کیا ہے انسان کے علاوہ کہ اس کے مکھڑے کو درمیانی درجے کا اور باقی اعضاء کی مانند تخلیق کیا ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو ایک خوش بیان اور آسان زبان سے نوازا ہے جس کے ساتھ وہ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں۔ ایسے ہی انسان کو ہاتھ اور ہاتھوں میں انگلیاں بھی عطا کی ہیں جن کی مدد سے وہ سب اشیاء کو قوت سے گرفت میں لے سکتا ہے۔ یوں ہی دانائی و تہذیب کے بہت سے انعامات سے بھی سرفراز کیا ہے جن کی بدولت وہ خالق حقیقی کی اطاعت سے منہ نہیں موڑ سکتا' نیز انسان کو غذا تناول کرنے کا ڈھنگ بھی سکھایا ہے۔

طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت منقول ہے کہ حضرت ابو مزینہ دارمی جنہیں حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب و سینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھنا بھی نصیب ہوا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے دو آدمی اس طرح کے تھے کہ جس وقت وہ آپس میں میل جول کرتے تو پھر الگ نہ ہوتے۔ جس وقت تک کہ ان میں سے ایک کسی دوسرے کو یہ آیت نہ سناتا۔ ''وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ'' (العصر:۱-۲) (قسم ہے دور کی کہ انسان البتہ نقصان میں ہے)

نفع: ابن عطیہ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن پاک خلق نہیں ہے اس کا استدلال ابن عطیہ نے اس طرح کیا ہے کہ قرآن پاک میں ''کتاب اللہ'' کا ''54'' مقامات پر تذکرہ ہوا ہے مگر کسی بھی مقام پر قرآن پاک کے لئے لفظ ''خلقت'' کا اطلاق نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی جانب رمز کیا گیا ہے مگر قرآن پاک کی نسبت انسان کا ذکر ایک تہائی ''18'' دفعہ کیا جا چکا ہے۔ نیز ہر مقام پر انسان کے تخلیق ہونے کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ سو قرآن پاک میں انسان اور قرآن کا ذکر اسی طرز پر ہوا ہے۔ دونوں کا ذکر الگ الگ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ'' (رحمٰن نے قرآن سکھایا' انسان کو تخلیق کیا)

قاضی ابوبکر بن عربی مالکی فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے ساری خلقت میں انسان کے علاوہ کسی کو بلند و برتر (اشرف المخلوقات) نہیں بنایا ہے اور نہ ہی انسان کے سوا کسی اور خلق کو اس سے زیادہ اچھے طریقے سے پیدا کیا۔ اسی بناء پر اللہ پاک نے انسان کو حیات عالم اور قدرت والا بنایا ہے۔ نیز انسان کو بولنے کا طریقہ' سماعت کرنے' دیکھنے کی طاقت اور عقل مندی کی طرح کی بے شمار نعمتیں بخشی ہیں اور یہ ہی خوبیاں اللہ عزوجل کی بھی ہیں۔ اس کا ذکر حضور سرکار مدینہ' راحت قلب و سینہ' فیض گنجینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں بھی ہیں:

''ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علیٰ صورته۔''

''بلاشبہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل پر بنایا۔''

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ان ثبوتوں کے مدنظر کلام کا علم رکھنے والوں کو دعوت عام ہے کہ ان سے وہ

قرآن مجید کے ''طلق'' نہ ہونے پر استدلال کر سکتے ہیں مگر کیونکہ اس جگہ پر یہ عنوان نہیں ہے اس لئے اس معاملے کو بحث میں لانے سے کنارہ کشی کی جا رہی ہے۔

ابوبکر بن عربی مالکی لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی اپنی زوجہ سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ اگر تم چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو تو تمہیں تین طلاقیں ہیں۔ ان کی زوجہ نے جب یہ سنا تو وہ ان سے پردہ کرنے لگی اور بولی کہ مجھ کو طلاق ہوگئی ہے سو جس وقت موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کی زوجہ نے ان سے پردہ داری اختیار کر لی تو موسیٰ بن عیسیٰ کے لئے شب گزارنا کٹھن ہو گیا۔ جس وقت سحر طلوع ہوئی تو خلیفہ منصور کی آمد ہوئی تو ابن العربی نے خلیفہ منصور سے اس قصہ کا ذکر کیا۔ یہ سماعت کر کے خلیفہ منصور نے اپنے سارے فقہائے کرام کو بلا کر ان کے ساتھ اس معاملے پر غور وفکر کیا تو ایک فقیہ کے علاوہ باقی سارے فقہائے کرام نے طلاق واقع ہو جانے پر اتفاق رائے کیا۔ مخالفت کرنے والے فقیہ نے یہ رائے دی کہ طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔'' (التین) ''ہم نے انسان کو بہتر سانچے پر تخلیق کیا ہے۔''

سو خلیفہ منصور نے فرمایا کہ آپ کی رائے بالکل درست ہے پھر خلیفہ منصور نے موسیٰ بن عیسیٰ کی زوجہ کو بھی یہ فیصلہ سنا دیا۔ یہی جواب حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میرے مطابق موسیٰ بن عیسیٰ کے واقعہ پر یہ حجت ہے کہ وہ خلیفہ منصور کے ہونے والے جانشین (ولی عہد) تھے۔ مگر بعد میں خلیفہ منصور نے اپنے فرزند مہدی کی بناء سے موسیٰ بن عیسیٰ سے جانشینی واپس لے لی تھی اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی پیدائش 150ھ میں ہوئی جس طرح کہ اس سے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور ابن خلکان کے کہنے کے لحاظ سے خلیفہ منصور کا انتقال 158ھ میں ہوا۔ اس وجہ سے اس معاملے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کس طرح رائے دے سکتے ہیں۔ اس بات پر بھی سوچ بچار کی جائے۔ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ درج ذیل قصہ امام زمخشری نے آیت مبارکہ ''یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ '' کی تشریح کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ عمران بن حطان خارجی کا رنگ سیاہ تھا مگر اس شخص کی زوجہ بے حد حسین تھی۔ ایک روز اس کی زوجہ اپنے خاوند کو توجہ سے دیکھ رہی تھی اور پھر اس نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پڑھا تو اس کے خاوند نے سوال کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس خاتون نے بتلایا میں نے اس لئے اللہ کا شکر ادا کیا ہے کہ میں اور آپ دونوں بہشتی ہیں۔ خاوند نے پوچھا کہ کس طرح؟ خاتون بولی کہ آپ کو میرے جیسی خوبصورت اور پری وش زوجہ مل گئی تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھ کو آپ جیسا خاوند ملا تو میں نے خود کو صابر پایا اور اللہ پاک نے صابر وشاکر لوگوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر زمخشری)

ابن الجوزی وغیرہ کا کہنا ہے کہ عمران بن حطان خارجی شخص تھا اور یہ وہی آدمی ہے جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر عبدالرحمٰن قاتل کی توصیف میں یہ شعر کہے تھے:

یا ضربۃ من تقی ما اراد بھا ۔۔۔ الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

اے اس آدمی کی مار جس نے اپنے فیصلے کو محفوظ کیا' ہوشیار عرش والے کی جانب سے خوشی کی خبر سنوادو۔

انی لاذکرہ یوما فاحسبہ — اوفی البریہ عنداللہ میزانا

میں جس روز بھی اس کو سوچتا ہوں تو اللہ پاک کی مجلس میں اس کو خلقت سے زیادہ وفا کرنے والا گردانتا ہوں۔

اکرم بقوم بطون الارض اقبرهم — لم یخلطوا دینهم بغیا وعدوانا

اور ملت میں ساروں سے زیادہ معزز سمجھتا ہوں اور اس کا لحد میرے مطابق نیچی زمین میں ان سب انسانوں سے زیادہ اٹھا ہوا محسوس ہوتا ہے جن لوگوں نے اپنے مذہب کو غداری اور ستم سے نہیں ملنے دیا۔

جس وقت یہ شعر ابوالطیب الطبری کی سماعتوں تک پہنچے تو ابواللطیب نے جواب میں یہ شعر کہے:

انی لا برأ مماانت قائلہ — فی ابن ملجم الملعون بهتانا

میں اس بات سے برأت کرتا ہوں جو بھی کچھ تم نے ابن ملجم کے بارے میں الزام تراشی کی ہے۔

انی لاذکرہ یوما فالعنہ — دینا والعن عمران بن حطانا

میں جس روز بھی اس کو سوچوں تو اس پر لعنت بھیج دیتا ہوں' اس کے بعد عمران طان پر بھی لعنت بھیج دیتا ہوں۔

علیك ثم علیہ الدهر متصلا — لعائن اللہ اسراراً واعلانا

عرصۂ دراز تک تجھ پر اور اس پر عیاں اور پوشیدہ اللہ پاک کی لعنت ہو۔

فانتم من کلاب النار جاء لنا — نص الشریعة برهانا وتبیانا

لہٰذا تو دوزخ کا کتا ہے کیونکہ ہمارے لیے بطور استدلال شرع کی نص آشکار ہوگئی ہے۔

شیخ طبری نے آخر والے شعر میں حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ''الخوارج کلاب النار'' (خوارج جہنم کے کتوں کو بولا جاتا ہے) کی جانب اشارہ کیا ہے۔ (کتاب الاذکیاء)

<u>ایک انوکھا قصہ:</u> بغداد کی تاریخ میں بیان ہے کہ علی بن نصر بن احمد ایک فقیہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے ماننے والے' اعتماد کے قابل اور متقی شخص تھے۔ آپ ہی کے فرزند شیخ عبدالوہاب ایک نہایت اعلیٰ عالم رہے ہیں۔ ان کے احوال حیات میں ایک قصہ یہ بھی منقول ہے کہ ان کے ہمسائے میں ترکی کا ایک غلام رہا کرتا تھا۔ غلام اور اس کی والدہ کا ہمارے ہاں میل جول تھا۔ علی بن نصر کا کہنا ہے کہ میں نے اس کی شادی ایک شریف دوشیزہ سے کروادی۔ سو دونوں دو برس تک ایک ساتھ رہے۔ ایک روز وہ غلام میرے ہاں آیا اور کہنے لگا کہ حضور آپ نے میری شادی جس عورت سے کروائی تھی اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے' مجھ کو یہ شکوہ ہے کہ جس وقت سے بچے کی پیدائش ہوئی ہے اس وقت سے آج تک مجھ کو بچہ نہیں دیکھنے دیا۔ میں جس وقت بھی بچے کی دید کی خاطر جاتا ہوں تو میری زوجہ مجھ کو منع کر دیتی ہے' بچہ نہیں دیکھنے دیتی۔ میں اس لئے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں کہ آپ میری زوجہ کی والدہ سے عرض کریں تاکہ میں اپنے بچے کو دیکھ کر اطمینان پاؤں۔ سو علی بن نصر نے اس کی زوجہ کی والدہ سے درخواست کی۔ وہ اسی وقت پردہ سے مخاطب ہوئیں اور کہنے لگیں ''حضور والا میں انہیں بچہ کو دیکھنے سے

اس لئے روتی ہوں کہ بچہ ابلغ' سر سے ناف تک سفید ہے اور اس کا بقیہ بدن سیاہ ہے۔ ہم بھی بے قراری میں مبتلا رہتے ہیں۔" سو والد نے جس وقت یہ سنا کہ بیٹا ابلغ پیدا ہوا ہے تو وہ چلانے لگا ہاہ میرا فرزند' میرا فرزند۔ اسکے بعد وہ بولا کہ ہو بہو اس رنگ کے میرے والد کے والد (دادا) بھی ہوا کرتے تھے اس بناء پر مجھ کو اس سے فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔ جس وقت اس کی زوجہ نے یہ ساعت کیا تو وہ کھل اٹھی' اس کی ساری فکر ختم ہو گئی اور اس نے بچہ خاوند کو دکھایا۔

حکیم ابن عثیشوع (جس کا مطلب عبدالمسیح ہے) نے اپنی کتاب کو "کتاب الحیوان" کے موضوع سے شروع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جیسا کہ انسان ساری جان دار اشیاء میں اعتدال والی طبیعت' عضو میں مکمل اور مناسب' محسوسات وشوق میں لطف والا' تجویز اور مشاورت میں چوکنا ہوا کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ انسان ساری خلقت پر ایک بہت بہترین حکمران شہنشاہ کے درجے سے کام سرانجام دیتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے اس کو دانائی کی عظیم دولت عطا کر کے ساری اشیاء سے افضل اور اعلیٰ درجے والا بنایا ہے۔ درحقیقت انسان ہی کائنات کی بادشاہت کے قابل ہے۔ اسی بناء پر اکثر حکماء نے انسان پر عالم اصغر کا استعمال کیا ہے۔

فوائد 1: شیخ شہاب الدین احمد البونی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف "سرالاسرار" میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد کو کوئی اشد حاجت درپیش ہو تو وہ حاجت مند فرد بدھ' جمعرات اور جمعہ کے روز کے روزے رکھے۔ جمعہ کے روز بطور خاص نہا کر جمعہ ادا کرنے کے لئے جائے اور یہ دعا پڑھ لے تو انشاء اللہ عزوجل اس کی ضرور پوری ہو گی اور یہ عمل آزمایا ہوا ہے۔

"اللّٰهم انی اسالك باسمك بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط الذی لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم واسالك باسمك بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط الذی لا اله الا هو الحی القيوم لاتاخذه سنة ولانوم الذی ملأت عظمته السموت والارض واسالك باسمك بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط الذی لا اله الا هو عنت له الوجوه وخشعت له الابصار ووجلت القلوب من خشيته ان تصلی علی محمد وعلی اٰل محمد و ان تعطينی مسئلتی وتقضی حاجتی وتسميها برحمتك يا ارحم الراحمين ."

اگر کوئی آدمی جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد باوضو 35 دفعہ محمد رسول اللہ' احمد رسول اللہ لکھے اور اسے اپنے پاس رکھ لے تو اللہ پاک اس کو بندگی میں چاک و چوبند اور ہر طرح کی برکات عطا فرمائیں گے۔ وہ شخص شیطانی اندیشوں اور شیطانی اثرات سے حفاظت میں رہے گا۔ ایسے ہی اسے ہر سحر سورج نکلتے وقت بہت دیر تک نظروں سے دیکھا جائے اور ساتھ ساتھ درود پاک کا ورد بھی جاری رکھے تو اس کو اللہ پاک حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار باسعادت نصیب فرمائیں گے اور یہ آزمایا ہوا عمل ہے۔

حضرت امام ابن حنبل علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں 99 دفعہ اللہ جل شانہ کا دیدار نصیب ہوا

ہے۔ سو حضرت امام بن حنبل علیہ الرحمہ کے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر سو دفعہ دیدار پورا ہو گیا تو وہ اللہ پاک سے ... سوال کریں گے۔ حضرت امام بن حنبل علیہ الرحمہ کی یہ آرزو تکمیل کو پہنچی تو آپ نے اللہ پاک سے پوچھا اے خداوند عالم تیری بندگی کرنے والے بروز قیامت کس شے سے فلاح پائیں گے؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی تین دفعہ دن رات یہ پڑھے

سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان من رفع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء سبحانه لم یتخذ صاحبة ولا ولدا سبحانه لم یلدولم یولد ولم یکن له کفوا احد ۔

حضرت امام حنبل علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی فجر کی نماز کے بعد اور صبح کے وسط 40 دفعہ "یا حی یا قیوم یا بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام یا اللہ لا الہ الا انت اسالک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا ارحم الراحمین " پڑھ لے تو اللہ پاک اس کے قلب کو زندہ رکھیں گے جس روز سارے انسانوں کے اقلاب میں زندگی ختم ہو جائے گی۔

نفع دوم: کتاب البستان میں درج ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس آدمی کی یہ خواہش ہو کہ اللہ پاک تا قیامت اس کے ایمان کو محفوظ رکھیں تو پھر وہ ہر روز کسی سے بات چیت سے قبل مغرب کی سنتیں ادا کرنے کے بعد دو نوافل ایسے پڑھے کہ دونوں رکعات میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ " پڑھ لے اور دو نوافل پورے پڑھ لینے کے بعد سلام پھیرے تو اللہ جل شانہ تا قیامت اس آدمی کے ایمان کو محفوظ رکھیں گے۔ راوی نے فرمایا ہے کہ یہ تو نہایت مفید ہے۔

حضرت امام نسفی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک کو لمبی سند کے ساتھ نقل کر کے مزید اضافہ بھی کیا ہے کہ ان ساری سورتوں کے ساتھ سورۃ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) سے پہلے "اِنَّآ اَنْزَلْنٰـهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ " بھی پڑھ لیا کرے اور پھر سلام پھیر کر 15 دفعہ سبحان اللہ کا ورد کرے اور یہ دعا پڑھ لے۔

"اللّٰهم انت العالم ما اردت بها تین الرکعتین اللّٰهم اجعلهما لی ذخرا یوم لقائك اللّٰهم احفظ بهما دینی فی حیاتی وعند مماتی وبعد وفاتی ۔"

حضرت امام نسفی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے سے اللہ پاک اس کے ایمان کو محفوظ کر دیں گے اور یہ بہت بلند بہتری ہے۔

اکثر علماء کرام اور حکماء کرام سے یہ پوچھا گیا کہ مسلمان میں سب سے بہترین خصلت کون سی ہے؟ علماء و حکماء کرام نے فرمایا کہ مسلمان میں سب سے بہترین خصلت (عادت) دینداری ہے پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص دو خصلتوں کا مجموعہ بننا چاہے تو پھر وہ دوسرے والی خصلت کیسی ہونی چاہئے؟ علماء و حکماء کرام نے فرمایا کہ دین دار ہونا اور مال و اسباب۔ پھر

پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص چار خواص کا مجموعہ بن جانا چاہتا ہو؟ اس پر علماء نے فرمایا کہ دین دار ہونا' مال و اسباب' حیاء اور اس کے ساتھ خوش خلق اور باکردار ہونا چاہئے پھر دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص پانچ عادتوں کا مالک بننا چاہے تو علماء و حکماء نے بتلایا کہ دین دار' مالدار' حیاء' خوش خلق و باکردار ہونے کے ساتھ پھر اسے سخی بھی ہونا چاہئے۔ جس کسی مسلمان میں یہ ساری خصلتیں اکٹھی ہو جائیں تو پھر وہ پرہیزگار اور ولی صفت مومن بن جاتا ہے اور طاغوت اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ علماء کرام کا یہ بھی فرمانا ہے کہ مومن شخص شریف النفس' نرم گفتار اور رحم کرنے والا ہوتا ہے۔ لعنت کرنے والا' چغلی کرنے والا' حسد کرنے والا' بغض و کینہ رکھنے والا' کنجوس اور غرور والا نہیں ہوتا۔ نیز پاک اخلاق' دنیا سے بے توجہی' سخاوت کرنے والا' اجنبیوں کا محسن' ان سے خلوص رکھنے والا' ایک عظمت والا اور پروقار انسان ہوتا ہے۔ اس کو زبان پر قابو اور وقت کے زیاں کا شبہ بھی نہیں ہوتا' وہ سدا آنے والے وقت میں اچھی خواہش کا متقاضی اور گزر جانے والے وقت پر دکھ کا اظہار کرتا ہے اور وہ اپنی حیات کا ایک پل اپنے خالق حقیقی کو یاد کرنے میں گزارتا ہے۔ وہ کبھی بھی اپنے ارادے کو نہیں بھولتا' ایسے ہی وہ اپنے احباب کا غلط فعل میں ساتھ نہیں دیا کرتا' یوں ہی مومن شخص اپنے حریف کے حقوق کو چھین لینے کی تگ و دو نہیں کرتا۔ وہ سدا لوگوں کے کام آتا ہے' اجنبی لوگوں کے ساتھ پیار اور مشکل میں اپنے بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ یہ ساری خوبیاں نیک صفت مومن اور خدا کو ایک ماننے والے شخص میں مجتمع ہونی چاہئیں۔

اسم اعظم کی توضیح: حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ کے ساتھ اللہ پاک کی ذات پر تیقن رکھنے والا ایک نیک شخص رہتا تھا' ایک روز اس نے حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ آپ مجھ کو سمجھائیے کہ اسم اعظم کیا ہے؟ جس کی خوبی یہ ہے کہ اگر اسم اعظم کے تسلط سے کیسی بھی دعا مانگی جائے تو خدائے بزرگ و برتر اسے پوری فرما دیتے ہیں۔

یوں ہی اگر اسم اعظم کے تسلط سے اللہ عزوجل سے سوال کریں تو وہ بھی پورا ہو جایا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم روز و شب ان کلمات کا ورد کیا کرو کیونکہ اگر کوئی شخص ان کلموں کے واسطے سے دعا مانگے تو وہ قبولیت کے درجے پر پہنچ جاتی ہے اور خداوند کریم اسے محفوظ فرما دیتے ہیں۔

ہراساں شخص کو سکون اطمینان ملتا ہے' ایسے ہی اگر کوئی ان کلموں کے وسیلے سے دعا مانگے تو اللہ رب العزت اس کی دعا کو قبولیت بخشتے ہیں۔

"یامن لہ وجہ لایبلی ونور لایطفی واسم لاینسی وباب لایغلق وستر لایھتک وملک لایفنی اسالک واتوسل الیک بجاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تقضی حاجتی وتعطینی مسئلتی."

اکثر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اسم اعظم کا وصف یہ ہے کہ اگر اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اسے شرف قبولیت ملتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے آگے سوالی بنیں تو سوال پورا ہو جاتا ہے۔ اسم اعظم درج ذیل ہے:

"لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین اللّٰھم انی اسالک بانی اشھد انک انت اللہ

الاحد اللّٰھم انی اسالك بان لك الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یاذالجلال والاکرام یا حی یا قیوم ۔"

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ اسم اعظم کیا ہوتا ہے اور قرآن پاک میں اس کا ذکر کس مقام پر ہے تو جواب میں آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اسم اعظم کے متعلق بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ سوایک حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسم اعظم قرآن پاک کی تین سورتوں البقرہ، آل عمران اور طٰہٰ میں موجود ہے۔

اکثر آئمہ متقدمین نے فرمایا ہے کہ سورۂ بقرہ اور آیت الکرسی میں "ھو الحی القیوم" اسم اعظم کہلاتا ہے۔ ایسے ہی قرآن پاک کے کئی اور مقامات مثال کے طور پر سورۂ آل عمران کے آغاز میں اور سورۂ طٰہٰ میں بھی موجود ہے۔ "وعنت الوجوہ للحی القیوم" اسم اعظم ہے۔ یہ بہترین نتیجہ ہے۔ واللہ اعلم

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کی دعا (جس وقت تک وہ کوئی غلطی یا بے رحمی یا جلد بازی نہیں کرتا) پوری کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا حضور جلد بازی کا کیا مفہوم ہے؟ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کرنے والا ہر دعا میں کہنے لگے کہ میں نے اتنی دفعہ دعا کی مگر اسے قبولیت نہیں ملی اور اس کے بعد وہ مایوسی میں مبتلا ہو جائے اور دعا کرنا ہی ترک کر دے۔

(بخاری، کتاب الدعوات، رقم الحدیث 6340، مسلم، کتاب الذکر، رقم الحدیث 2735، ابوداؤد، رقم الحدیث 1484، ترمذی، رقم الحدیث 3387، ابن ماجہ، رقم الحدیث 3853)

نفع: کس کس طرح کے انسانوں کی دعا پوری کی جاتی ہے۔ پریشانی میں مبتلا اور مظلوموں کی دعائیں بلاتردد قبول کر لی جاتی ہیں۔ اس بارے میں کفر کرنے والے یا گناہوں میں مبتلا اشخاص کی کوئی خصوصیت نہیں۔ باپ کی دعا اپنے فرزند کے لئے اور فرمانبردار فرزند کی دعا اس کے ماں، باپ کے لئے قبول کر لی جاتی ہے۔ عدل کرنے والے بادشاہ اور نیک صفت شخص کی دعا کو بھی قبول کیا جاتا ہے۔ سفر کرنے والے کی دعا (جس وقت تک وہ حالت سفر) میں ہو، روزہ دار کی دعا (جس وقت تک اس نے افطار نہ کیا ہو) قبول ہوتی ہے۔ ایسے ہی وہ مسلمان جو کسی سے تعلقات ختم نہ کئے بیٹھا ہو، یا وہ مومن جس نے کسی دوسرے سے زیادتی نہ کی ہو، یا پھر اس نے دعا کرنے کے بعد ناامیدی ظاہر نہ کی ہو (یعنی یہ نہ کہے کہ دعا تو مانگتا ہوں مگر پوری نہیں ہوا کرتی) کی دعا کو قبولیت بخشی جاتی ہے۔

آزمودہ فوائد: 1۔ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میرے شیخ یافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی بھلائی و برکات کا متمنی ہو یا اپنی ضرورت کو پورا کرنے کا خواہاں ہو یا دکھ درد دور کرنا چاہے یا ظلم کرنے والے کے لئے بددعا

کر رہا ہو تو وہ یہ کام کرلے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص وضو کر کے نماز عشاء کے بعد ایک ہی بیٹھک میں اللہ پاک کا نام مبارک (یالطیف) 16441 (سولہ ہزار چار سو اکتالیس) دفعہ کسی کمی بیشی کے بغیر پڑھا کرے تو انشاء اللہ اس عمل سے بہ طرح کے راز اور فریبی کو لوٹنا ہوگا۔ اس عمل کو کرنے کا طریق کار یہ ہے کہ ہم پڑھتے ہوئے جس وقت "129" دفعہ پڑھ لیں تو اس وقت تسبیح کے دانے کو روکیں اور "129" دفعہ "یالطیف" پڑھ لیں تو انشاء اللہ ایسا پڑھنے سے ذکر کئے گئے مقصد پورے ہو جائیں گے کیونکہ "لطیف" میں حروف تہجی کے لحاظ سے "ل-ط-ی-ف" کا پورا کلیات "129" ہے۔ اس کے بعد جس وقت ہم اپنے کام کا اسم لے کر دعا مانگیں گے تو انشاء اللہ خدا پاک اس کام کو ضرور پورا فرمائیں گے مگر اس چیز کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا کہ جس وقت "129" دفعہ ورد پڑھ لیں تو ایک دفعہ یہ آیت بھی پڑھیں:

"لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۔"

2- اگر کوئی بھلائی و برکات یا روزی میں اضافے کا خواہش مند ہو تو ہر نماز کے بعد سو دفعہ یہ آیت پڑھ لیا کرے:

"لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ"

اور اس کے بعد اسم اعظم پڑھ لے اور پھر آخر میں ان کلمات کا ورد کرے:

"اللّٰهم وسع علی رزقی اللّٰهم عطف علی خلقك اللّٰهم كما صنت وجهی عن السجود لغيرك فصنه عن ذل السوال لغيرك برحمتك يا ارحم الراحمين ۔"

3- شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی درج ذیل اوصاف حمیدہ کے خود کو قریب کرلے تو اسے دین و کائنات میں بلندی و خوش نصیبی عطا ہوگی۔

کفر کرنے والوں کے ساتھ دوستی نہ کرے' مسلمانوں سے دشمنی نہ کرے' دنیا سے سچائی و پرہیزگاری ساتھ لئے آخری سفر طے کرے یوں ہی اس پر ایمان رکھے کہ ایک نہ ایک دن اسے مر جانا ہے اور اللہ پاک کی توحید اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہِ مدینہ' فیض گنجینہ کی رسالت کی شہادت دے۔ اس کے بعد خود کو نیک اعمال کی طرف راغب کرے اور یہ کلمات پڑھے:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۔"

لہٰذا جو ان اوصاف حمیدہ کو اپنا لے تو اللہ پاک اس کے لئے دنیا اور آخرت میں چار چار اشیاء کی ذمہ داری لے لیا کرتے ہیں۔ دنیا میں اصول و کردار میں سچ' کاموں میں خلوص' روزی میں اضافہ' برائیوں سے محفوظ اور آخرت میں بخشش' اللہ پاک کی نزدیکی' بہشت میں جانا اور اعلیٰ مقامات عطا ہوں گے۔

4- ایسے ہی اگر کوئی شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ وہ قول و فعل میں کھرا ہو تو "اِنَّـا اَنْـزَلْـنٰـهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" کا تواتر سے زیادہ سے زیادہ ورد کیا کرے۔

5- یوں ہی اگر کوئی شخص اس چیز کا خواہاں ہو کہ اللہ پاک اس کی روزی میں برکت پیدا فرما دیں تو پھر وہ "قُـلْ اَعُـوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" تواتر کے ساتھ پڑھا کرے اور اگر کوئی فرد حریف کی برائیوں سے بچنا چاہتا ہو تو وہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

متواتر بکثرت پڑھا کرے۔

6- اگر کوئی فرد بھلائی و برکات اور روزی میں اضافہ کرنا چاہے تو ان کلمات کو متواتر پڑھا کرے۔ ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ'' نیز ''سورۂ واقعہ'' اور سورۂ یٰسین کی بھی متواتر قرأت کیا کرے۔

7- یوں ہی اگر کوئی مسلمان یہ چاہتا ہو کہ اللہ پاک اس کے دکھ درد کو دور کریں اور اس کی روزی میں برکت پیدا کریں تو ''استغفار'' کا بکثرت ورد کیا کرے۔

8- اگر کوئی فرد کسی کو خوفزدہ کرتا ہو دھمکاتا ہو یا پریشانی میں ملوث کرے تو اس دعا کو پڑھا کریں انشاء اللہ ڈر کا خاتمہ ہو جائے گا:

''اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقله ومن شر عباده ومن همزات الشياطين و ان يحضرون ۔''

9- اگر کوئی اس بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہو کہ دعا کے قبول ہونے کے واسطے آسمان کے در کس وقت وا ہوتے ہیں تو وہ اذان کا جواب کلمۂ شہادت پڑھ کے پھر دے کیونکہ حدیث پاک میں ذکر ہے کہ جس وقت کوئی آفت یا بیماری عنبر سے اترے تو مسلمانوں کو اذان کے کلموں کا جواب دینا چاہئے۔ جب اذان کا جواب دیا جائے تو اللہ پاک آفتوں کا خاتمہ فرما دیتے ہیں۔

10- اگر کوئی گھبراہٹ کا شکار ہو تو اس دعا کا ورد کرے:

''توكلت على الحى الذى لايموت ابدا والحمد لله الذى لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك فى الملك ولم يكن له ولى من الذل وكبره تكبيرا ۔''

11- اگر کوئی مسلمان دکھ درد میں پریشان ہو تو اس دعا کو پڑھ لیا کرے:

''اللّٰهم انى عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصيتى بيدك ماض فى حكمك عدل فى قضائك أسئلك بكل اسم سميت به نفسك أو أنزلته فى كتابك أو علمته احد من خلقك أو استاثرت به فى علم الغيب عندك أن تجعل القرآن ربيع قلبى ونور صدرى وجلاء حزنى وهذاب همى وغمى فيذهب عنك همك وغمك وحزنك ۔''

12- اگر کوئی مسلمان یہ چاہے کہ اللہ پاک اس کو ننانوے (99) بیماریوں سے بچائے رکھیں حتیٰ کہ چھوٹے گناہ اور پاگل پن کے اثرات وغیرہ سے بھی چھٹکارا ملے تو جس طرح کہ حدیث پاک میں ذکر ہے کہ ان کلمات کا ورد کیا کرے ان کلمات کا ورد کرنے سے انشاء اللہ وہ حفاظت میں ہی رہے گا:

''لاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم ۔''

13- کسی مسلمان کی یہ خواہش ہو کہ مشکل و امتحان کے ساتھ ساتھ اس کو صلہ بھی ملا کرے تو وہ ان کلموں کا ورد کیا کرے:

"انا لله وانا اليه راجعون اللّٰهم عندك احتسبت مصيبتي فاجرني فيها وابدلني خيرا منها ۔"
اور اس دعا کو بھی پڑھتے رہیں:
"حسبنا الله ونعم الوكيل توكلنا على الله وعلى الله توكلنا ۔"

14- اگر کسی کو یہ چاہت ہو کے اس کے دکھ درد ختم ہو جائیں اور وہ ادھار سے چھٹکارا پالے تو ان کلموں کا ورد کیا کرے:
"اللّٰهم انی اعوذبك من الهم والحزن واعوذبك من العجز والكسل واعوذبك من الجبن والبخل واعوذبك من غلبة الدين وقهر الرجال ۔"

15- کوئی مسلمان اگر عبادت میں خشوع وخضوع کا خواہاں ہو تو پھر وہ دوسروں پر بری نگاہ ڈالنے سے گریز کرے۔ ایسے ہی اگر علم ودانش کی آرزو کرتا ہو تو بے فضول بات کرنے سے بچے۔ عبادت میں شیرینی کا طالب ہو تو بھی فضول کاموں کو ترک کر دے روزہ دار بنے' شب میں قیام کیا کرے' اور تہجد گزار بن جائے۔ اگر کسی کو رعب ودبدبہ اور شان وشوکت درکار ہو تو مذاق کرنا ترک کر دے اور تھوڑا ہنسا کرے۔ اگر کوئی متاعِ محبت پانا چاہے تو وہ کائنات سے بے توجہی قائم کرے۔ ایسے ہی اجنبیوں کے نقائص کی تلاش میں پڑنے سے بچا جائے تو اپنے نقص دور کرنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ جستجو منافقت کا ایک حصہ ہے جس طرح حسن گمان ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اللہ پاک کی ذاتِ مقدس میں سوچ بچار کرنے سے خشیت الٰہی کا انعام اور منافقت سے بچاؤ قسمت میں ہوتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ بدظن نہ ہونے سے اللہ پاک ہر شر سے حفاظت نصیب کرتے ہیں۔ لوگوں کے بجائے خدائے بلند وبرتر پر اعتماد کرنے سے شان وشوکت کی دولت عطا ہوتی ہے۔

16- اگر کوئی یہ چاہے کہ اس کا قلب حیات رہے تو وہ ہر روز باقاعدگی کے ساتھ چالیس دفعہ "يا حي يا قيوم لا اله الا انت" کو پڑھا کرے۔ ایسے ہی اگر کوئی فرد یہ چاہت رکھتا ہو کہ بروز قیامت اسے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار عطا ہو تو پھر وہ "اذا الشمس كورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت" اس آیت مبارکہ کی بہت زیادہ تلاوت کر لیا کرے۔

17- اگر کوئی فرد یہ خواہش کرتا ہو کہ اس کا چہرہ منور رہے تو پھر وہ سدا شب کے وقت اللہ پاک کی بندگی کرے۔ ایسے ہی اگر کوئی فرد یہ خواہش کرتا ہو کہ اللہ پاک بروز قیامت اس کو سخت پیاس سے بچائیں تو وہ زیادہ تر روزہ رکھا کرے۔

18- اگر کوئی مسلمان یہ سوچتا ہو کہ اللہ پاک اس کو قبر کی آفات سے بچالیں تو وہ ناپاکی اور حرام اشیاء سے گریز کرے اور نفس کا مطیع ہونا ترک کر دے۔

19- اگر کوئی فرد دولت مند ہونے کے متعلق سوچے تو پھر وہ تھوڑی چیز پر بھی خوش رہا کرے۔ ایسے ہی اپنے آپ سے دوسرے لوگوں کو فائدہ اور سکون دینے سے انسان سارے انسانوں سے بہتر جانا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان بندگی میں ساروں سے زیادہ آگے نکل جانا چاہے تو اس حدیث پاک پر عمل پیرا ہو۔

حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص میرے سے ان

کلموں کو سیکھ پائے اور ان پر عمل پیرا ہو یا پھر کسی اس طرح کے انسان کو سکھائے جو ان پر عمل پیرا ہونے لگے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا حضور کیا میں اس طرح کر پاؤں گا؟ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) تو حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ پانچ چیزیں گنوائیں۔ تو اللہ کی روکی ہوئی اشیاء سے بچا رہنا انشاء اللہ سارے مسلمانوں سے زیادہ عبادت گزار اور سچے کہلاؤ گے اور جو بھی اللہ پاک نے قسمت میں درج کر رکھا ہے اس پر خوش رہو تو تم سب سے زیادہ دولت مند اور امیر ہو جاؤ گے۔ ایسے ہی تم ہمسائیوں کے ساتھ بہترین برتاؤ اختیار کرو تو پھر تم مومن بن جاؤ گے' جو بھی تم اپنے آپ کے لئے پسند کرتے ہو دوسرے ساتھیوں کے لئے بھی اسی کا انتخاب کرو تو تم درست مفہوم میں مسلمان کہلاؤ گے۔ زیادہ کثرت سے ہنسنے سے گریز کرو کیونکہ اس طرح سے انسان کا ضمیر مر جایا کرتا ہے' ایسے ہی اگر تم کچے احسان کرنے والے بننے کے خواہاں ہو تو اللہ کی بندگی ایسے کیا کرو جیسے تم اس کا دیدار کر رہے ہو' اگر اس طرح نہ کر پاؤ تو یوں محسوس کر لیا کرو کہ کم از کم اللہ پاک کی ذات تمہاری جانب دیکھ رہی ہے۔

(بخاری' رقم الحدیث 50' مسلم' رقم الحدیث 8' ترمذی' رقم الحدیث 2601' ابوداؤد' رقم الحدیث 4695' نسائی' رقم الحدیث 4990)

20- اگر کوئی فرد مکمل ایمان والا بن جانے کا خواہاں ہو تو پھر وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ اللہ پاک کی ذات اس سے پیار کرے تو وہ دوسرے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کیا کرے کیونکہ اس حدیث پاک میں ہے کہ جس وقت اللہ پاک کسی شخص سے پیار کرنا چاہتا ہے تو حاجت مند افراد کو اس کی جانب بھیج دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کا اطاعت گزار اور فرماں روا ہونا چاہتا ہے تو وہ اللہ پاک کے فرائض کو ادا کرے۔ یوں ہی اگر کوئی مسلمان خواہش کرے کہ اللہ پاک اس کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائیں تو وہ غسل جنابت کر لے اور بروز جمعہ بطور خاص نہائے کیونکہ اس طرح کا انسان بروز قیامت اللہ پاک کے ساتھ اس کیفیت میں ملے گا جیسا کہ اس نے کبھی کسی بھی طرح کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ایسے ہی اللہ پاک کی خلقت پر ستم نہ ڈھائے' ایسا کرنے سے بروز قیامت ''نور ھادی'' کے سنگ حشر ہوگا اور ظلمات میں روشنی عطا ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ استغفار کرنے سے کوتاہیوں کا وزن کم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنے سے اللہ پاک اس کو قوت بخش بنا دیتے ہیں۔ مکمل پاکیزگی اور پاک زندگی بسر کرنے سے اللہ پاک روزی میں برکت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اللہ کی خلقت سے قہر وطیش کو دور کر دینے سے اللہ پاک کے غصے سے حفظ وامان ملتا ہے۔ حرام اشیاء اور سود سے دور رہنے سے اللہ پاک دعاؤں کو قبولیت بخشتے ہیں۔ شرمگاہ اور زبان کی نگہبانی سے اللہ پاک خلقت کے سامنے رسوائی سے بچاتے ہیں۔ دوسروں کے نقائص پر پردہ ڈالنے سے اللہ پاک بھی ہماری کوتاہیوں پر پردہ ڈالتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل چھپانے والا اور کھوٹ کی پردہ داری کرنے والا ہے اور وہ دوسروں کے کھوٹ کی پردہ پوشی کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ زیادہ استغفار اور عاجزی وانکساری اور اکیلے پن میں نیک کام کرنے سے اللہ پاک کوتاہیوں کو بخش دیتے ہیں۔ خوش خلقی' آفت ومصیبت میں صبر کرنے اور آہ و بھگت و عاجزی سے اللہ پاک انعام اور ثواب عطا کرتا ہے۔ حسد' کنجوسی اور بد خلقی سے دور رہنے سے اللہ پاک بڑے گناہوں سے بچائے رکھتے ہیں۔ اگر کوئی فرد یہ پسند کرے کہ وہ اللہ پاک کے قہر وجلال سے حفاظت میں رہے تو اس کو چاہئے کہ

وہ رحم دلی اختیار کرے دوسروں پر رحم کرے اور صدقہ وخیرات کرے تو اس کو چھپائے۔

21- اگر کوئی فرد یہ سوچے کہ اللہ پاک اس کے ادھار کو اتارنے کا کوئی وسیلہ بنا دیں تو وہ اس دعا کو پڑھے جو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو اس کے پوچھنے پر بتائی۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص پر ایک پربت کے برابر بھی ادھار ہوگا تو اس دعا کو پڑھنے سے اللہ پاک ادا فرماتے ہیں اور اس کو ادھار واپس کرنے کی اہلیت سے نوازتے ہیں۔ دعا درج ذیل ہے:

"اللّٰھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك ۔"

ایک دوسری روایت میں بیان ہے کہ اگر کسی فرد پر سونے کے پہاڑ جتنا بھی ادھار ہوگا تو اس دعا کی فضیلت سے اللہ پاک اس کو ادھار واپس کرنے کی طاقت سے نوازیں گے۔ دعا یہ ہے:

"اللّٰھم فارج الکرب اللّٰھم کاشف الھم اللّٰھم مجیب دعوۃ المضطرین رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمھما اسئالك ان ترحمنی فارحمنی رحمۃ تغنینی بھا عمن سواك ۔"

22- اگر کوئی فرد آفت میں مبتلا ہو تو وہ اس دعا کو پڑھا کرے:

"بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العظیم ۔"

اللہ پاک اس دعا کی فضیلت سے اس کو آفت سے حفظ وامان میں لیتے ہیں۔

23- اگر کوئی مسلمان کسی شرارتی ملت سے حفظ وامان میں رہنا چاہتا ہے تو وہ اس دعا کو پڑھ لے جس طرح کہ حدیث پاک میں ذکر ہے۔ انشاءاللہ وہ مسلمان اس قوم کی برائی سے بچ کے رہے گا۔ دعا درج ذیل ہے:

"اللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم ۔"

یا پھر اس دعا کو پڑھا کرے:

"اللّٰھم اکفنا ھم بما شئت انك علی کل شیء قدیر ۔"

24- ایسے ہی ایک حدیث پاک میں تذکرہ ہے کہ اگر کوئی دبدبہ والا شہنشاہ ہو اس کے نزدیک آنے جانے سے ڈر محسوس ہو یا پھر وہ شہنشاہ ظلم کرنے والا ہو تو اس کے نزدیک جاتے ہوئے اس دعا کا ورد کریں:

"اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اعز من خلقہ جمیعا اللّٰہ اعز مما اخاف واحذر والحمدللّٰہ رب العالمین ۔"

25- اگر کوئی فرد کسی حاکم سے ڈر محسوس کرتا ہو تو وہ اس دعا کا ورد کیا کرے۔ انشاءاللہ اس کے ڈر کا خاتمہ ہوگا۔

"لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم رب السموت السبع و رب العرش العظیم لا الہ الا انت عزجارك و جل ثنائك لا الہ الا انت ۔"

یا پھر اس دعا کو پڑھ لیا کرے:

"اللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم ."

26-اگر کوئی مسلمان دین میں ثابت قدم رہنے کا خواہاں ہوتو وہ اس دعا کو پڑھے جس کا ذکر حدیث پاک میں بھی کیا گیا ہے:

"اللّٰھم ثبت قلبی علی دینك ."

ایک دوسری حدیث پاک میں بیان ہے:

"یامقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینك ."

(نوٹ: ان وظائف کے سوا دیگر مواقع پر پڑھے جانے والے وظائف حاصل کرنے کے لئے میرے شیخ طریقت، امیر اہل سنت، ابوالبلال حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار مدظلہ کی تصنیف "مدنی پنج سورہ" کا مطالعہ کریں۔)

نفع: 1-اگر عوام کسی شہنشاہ کے پاس آمدورفت سے ڈر محسوس کریں یا شہنشاہ سے کسی برائی کا اندیشہ ہوتو اس کے قریب جانے سے قبل اس دعا کا ورد کریں۔ انشاءاللہ ڈر کا خاتمہ ہوگا:

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ ."

2-اگر کوئی فرد یہ خواہش کرے کہ اللہ پاک اس کی روزی میں بھلائی و برکات اور کشادگی پیدا فرمائیں تو پھر وہ سورۃ الم نشرح اور سورۃ الکافرون سدا پڑھتا رہے۔

3-اگر انسانوں سے عیب پوشی مطلوب ہوتو اس دعا کا ورد کرنا چاہئے:

"اللّٰھم استرخی بسترك الجمیل الذی سترت به نفسك فلاعین تراك ."

4-اگر کوئی فرد اپنی بھوک اور پیاس پر کنٹرول کرنا چاہتا ہوتو اسے چاہئے کہ وہ "سورۂ لایلاف قریش" سدا پڑھتا رہے۔ یہ آزمایا ہوا طریقہ ہے۔

5-اگر کوئی فرد کاروبار میں کامیابی کا خواہاں ہوتو اس کو چاہئے کہ "سورۃ الشعراء" لکھے اور اپنی دکان میں آویزاں کر دے۔ ایسا کرنے سے انشاءاللہ منافع ملے گا اور خریداری کے لئے زیادہ گاہک آئیں گے۔

6-ایسے ہی اگر کوئی فرد جسے کاروبار یا پھر کسی دوسرے مقصد میں ناکامی کا سامنا ہوتو وہ "سورۃ القصص" لکھ کر آویزاں کرے تو انشاءاللہ وہ ضرر سے حفاظت میں رہے گا۔ یہ طریقہ بھی آزمایا ہوا ہے۔

نفع: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد "آیۃ الکرسی" کا ورد کرتا ہے تو اس کی روح کو خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔

حضرت ابونعیم سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں نے حضرت معروف کرخی سے سماعت کر رکھا ہے کہ جس لمحہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لئے مجتمع تھے تب اللہ پاک نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کا ساتھ دینے کے لئے زمین پر اتارا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بازو کے اندر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

"اللّٰھم انی اعوذ باسمك الاحد الاعز وادعوك اللّٰھم باسمك الکبیر المتعال الذی ملا الارکان کلھا ان نکشف عنی ضرّما امیت واصبحت فیه ۔"

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلمات ادا کئے تو اللہ پاک نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمان دیا کہ میرے بندگی کرنے والے کو بحفاظت میری طرف لے آؤ۔

نفع: درد سر کے لئے آزمایا ہوا علاج: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ بنوامیہ کے اکثر خاندانوں میں چاندی کا ایک عدد (تالا لگا ہوا) ڈبہ ملا کرتا تھا۔ اس ڈبے پر "شفاء من کل داء" (ہر بیماری سے صحت یابی کیلئے) درج ہوتا تھا اور اس کے اندرون یہ الفاظ درج ہوتے تھے:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بسم الله وبالله ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم اسکن ایھا الوجع سکنتك بالذی یمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنه ان الله بالناس لرؤف رحیم ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ بسم الله وبالله ولا حول ولاقوة الا بالله العلی العظیم أسکن ایھا الوجع سکنتك بالذی یمسك السموت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انه کان حلیمًا غفورًا ۔"

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کوئی سر میں سخت درد محسوس کرے تو اس کو کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کی قطعی ضرورت نہیں اس کے بجائے وہ ان کلمات کو پڑھ کر دم کرے تو انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔ یہ آزمایا ہوا بہترین طریقہ ہے۔

2۔ سر کے درد کے لئے یہ بھی آزمایا ہوا طریقہ ہے کہ ذکر کئے گئے الفاظ کو ایک سفید رنگ کے کاغذ پر درج کر کے درد والی جگہ پر چپکائیں تو انشاء اللہ تکلیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ الفاظ درج ذیل ہیں:

"د م ہ م ل ہ"

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ بنوامیہ کے خزانہ میں ایک عدد کافور مشک اور عنبر خام سے بھری ہوئی چوکور شکل کی کندن کی ڈھال ہوا کرتی تھی اور اس ڈھال میں سبز زمرد کے بٹن بھی لگے ہوتے تھے۔ اگر کسی فرد کو سر درد کی شکایت ہوتی تو اس درد والی جگہ پر یہ ڈھال رکھ دیا کرتے تھے تو سر کی تکلیف سے نجات مل جاتی تھی۔ ایک دفعہ کئی افراد نے اس ڈھال کو کھول کر اس کا نظارہ کیا تو اسکے بٹن میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا۔ اس پر یہ حروف درج تھے:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط يُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ

فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط أَلَمْ تَرَ إِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَظِیْمِ۔"

3- سر کے درد کے لئے یہ سوئم آزمودہ علاج ہے کہ درج ذیل الفاظ کو کسی تختی یا پھر پاکیزہ مقام پر لکھ کر پھر کیل سے دبایا جائے اس کے بعد درج ذیل الفاظ پڑھ لیں۔

"أَلَمْ تَرَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَظِیْمِ۔"

سو سر کی تکلیف میں کمی واقع ہو گی اس کے بعد پھر کیل کو دبا کے رکھیں۔ ایسا کر لینے سے بھی اگر آرام نہ آئے تو کیل دباتے دباتے ہی ایک لفظ سے دوسرے لفظ تک جاتے جائیں حتیٰ کہ سر کا درد دور نہ ہو جائے۔ یہ طریقہ کرتے رہنے سے انشاء اللہ سر کا درد ایک نہ ایک لفظ پر اختتام پذیر ہو جائے۔ علاوہ ازیں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا مقصود ہے کہ کیل کو روشنی میں رکھا جائے۔ سر درد کو دور کرنے کا یہ طریقہ بھی آزمودہ ہے اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"ا ح ا ك ك ح ع ح ا م ح"

درج ذیل حروف کو اس شاعری میں اکٹھا کیا گیا ہے:

انی حملت الیك كل كریمة　　　　حوراء عن حظ المتیم ماحنت

میں نے تم لوگوں کے پاس ہر اس پاک شے کو تعویذ باندھنے کے واسطے پیش خدمت کیا ہے جس طرح تم خواہش کرتے تھے۔

فاوائل الكلمات منها مقصدی　　　　لصداع رأسی یافتی قد جربت

لہٰذا اے نوجوان ہمارا ارادہ ان الفاظ سے سر درد کا خاتمہ کرنا ہے یہ آزمایا ہوا بہترین علاج ہے۔

خواص: 1- حکیم جالینوس کا کہنا ہے کہ انسانی بال جلا کر عرق گلاب میں مکس کر کے خاتون اپنے سر میں رکھے تو (بچہ کی پیدائش کے وقت ہونے والا درد) دردزہ کے لئے فائدہ مند ہے اور اس سے پیدائش آسانی سے ہو جائے گی۔

2- انسان کی منی برص (جسم پر سیاہ سفید داغ ہونا) کے مرض اور سفید داغ دھبوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

3- اگر آدمی کی منی زمین کی سطح پر گر جائے تو اس جگہ پسو اور حشرات وغیرہ مجتمع ہو جاتے ہیں۔

4- انسان کا لعاب دہن سانپ کے لئے زہر ہے کیونکہ اگر کوئی شخص سانپ کے دہانے میں لعاب پھینک دے تو سانپ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔

5- اگر کسی انسان کے تیل سے چراغ کو جلائیں تو تند و تیز ہوائیں جو شب کے وقت چل رہی ہوں رک جایا کرتی ہیں۔

6- اگر خواتین کی دراز زلفوں کو دریا میں ڈبو کر باہر نہ نکالیں تو وہ زلفیں آبی سانپ بن جاتی ہیں اور ایسے ہی اگر آدمی

''سکرطرزد'' میں خاتون کا دودھ ڈال کر سرمہ کے طور پر استعمال کیا کرے تو آنکھوں کی سفیدی میں اکسیر ہے۔

7- اگر کسی طفل کی آنکھ نیلی ہو جائے تو اس کو حبشی دوشیزہ کا دودھ چالیس روز تک پلائیں تو بچے کی آنکھیں سفید ہو جائیں گی۔

8- اگر کسی بچے کا پیشاب لے کر اسے گور کی لکڑی کی راکھ میں ملائیں اور زخموں میں لگائیں تو اس سے زخم بھر جائیں گے اور تکلیف ختم ہو گی۔

9- اگر کوئی خاتون پہلے سال کے طفل کا دانت باندھے اور آویزاں کر لے تو وہ امید سے (حاملہ) نہیں ہو گی۔

10- حکیم جالینوس اور یحییٰ بن ماویشہ کا کہنا ہے کہ انسان کے پتہ میں زہر پایا جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کی آنکھیں سفید ہو جائیں تو انسانوں کے پتہ کو سرمہ کے طور پر لگانے سے یہ بیماری ختم ہو جائے گی۔

11- حکیم ابن ماویشہ کا کہنا ہے کہ اگر خاتون کے ہاتھ میں تکلیف ہو تو وہ طفل کی پہلی ناف کو کاف کر اپنی گردن میں لٹکائے تو درد کا خاتمہ ہو گا۔ اگر اس کی ہڈی کو پتلا سا پیس کر ایلوا میں ملائیں پھر جس بندے کے ناک میں ناسور ہو اس کے ناک میں پھونک دیں تو وہ صحت یاب ہو جائے گا انشاء اللہ۔

12- اگر کسی شخص کی آنکھ میں پھولا نکل آئے تو وہ کسی شخص کے پیٹ سے نکلتے ہوئے کیڑوں کو خشک کر کے پتلا پتلا پیس کر سرمہ کے طور پر استعمال کرے تو یہ مرض دور ہو جائے گا۔

13- اگر کسی شخص کے پاخانے کو باریک پیس لیں (خشک کر کے) اور پھر اس کو چھان کر شہد اور سرکہ میں مکس کر کے آکلہ (وہ مرض جس میں عضو تناسل میں کمزوری پائی جائے) پر استعمال کریں تو انشاء اللہ صحت مندی نصیب ہو گی۔ ایسے ہی یہ عمل گلے کے خوانیق (گلے کا مرض جس میں سانس لینا دشوار ہو) میں مستعمل ہو تو اس کا خاتمہ ہو گا۔

14- آدھا سیسی کے درد میں انسانوں کی زلفیں باندھ کر آویزاں کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

15- اگر کسی کو کتا کاٹ لے تو پھر وہ زلفوں کو سرمہ میں گیلا کر کے اس جگہ پر لگائے تو صحت یاب ہو گا۔

16- انسان کا لہو میتھی کے آٹے اور آب سنداب میں گوندھ کر لہو، رعشہ اور ٹانگوں کے زخموں پر لگانا نیز ہر طرح کے زخموں کے لئے اکسیر ہے۔

17- اگر کسی خاتون کے حیض کے کرسف کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو کشتی کے پچھلے حصے میں باندھ دیا جائے تو پھر کشتی میں ہوا کا دخل نہیں ہو سکتا۔

18- ایسی خاتون جس کو ناف میں تکلیف ہو وہ حیض کا کرسف لے کر اسے جلائے اور کچھ راکھ اور دھنیا لے اور اس کو ٹھنڈے آب میں مکس کر کے ناف کے آس پاس لگائے تو انشاء اللہ تکلیف کا خاتمہ ہو گا۔ یہی علاج وقت نفاس کی تکلیف کے لئے فائدہ مند ہے۔

19- اطفال کا قلفہ سکھا کر پیس لیں اور مشک اور گلاب کے پھول کے پانی میں مکس کر کے اس کو برص اور جذام (کوڑھ) پر استعمال کیا جائے تو انشاء اللہ یہ دونوں بیماریاں بڑھ نہیں پائیں گی۔ ایسے ہی اطفال کا قلفہ جلا کر پیس لیں اور کسی اس طرح

کے آدمی کو پلائیں جس کو برص کا مرض لاحق ہونا شروع ہو تو اللہ کے حکم سے وہ ضرور صحت یاب ہوگا۔

20- اگر کسی انسان کو (آنت کا مرض) قولنج لاحق ہو جائے تو کسی شخص کا پاخانہ ایک چنے کی مقدار جتنا لے کر اس کو ٹھنڈے آب میں حل کریں اور پلائیں تو انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

21- انسان کا پاخانہ جو سب سے اول باہر آتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اس کو کسی پرانی الکوحل میں مکس کر کے کسی بیمار حیوان کو پلا دیں تو وہ صحت مند ہو جاتا ہے۔

22- اگر کوئی شخص کسی سے پیار کرنا چاہے تو پھر وہ اپنے دونوں پاؤں اور ہاتھوں کے میل کو دھوئے پھر اپنے محبوب کو پلائے تو اس سے پیار ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اس سے دور ہونا کٹھن ثابت ہوگا۔ یہ طریقہ آزمودہ ہے۔

23- محبت کا دوئم طریقہ یہ ہے کہ جس سے بھی پیار کی خواہش ہو اس کو علم میں لائے بغیر اپنی قمیص کی جیب کو دھو کر پلائیں تو اس سے بہت زیادہ محبت ہو جائے گی۔

24- اگر کوئی فرد کسی قلعے یا گنبد میں کبوتروں کے گروہ کو اکٹھا کرنا چاہے تو کسی مرے ہوئے شخص کی بہت برس پرانی کھوپڑی لے کر برج میں دفنا دے تو اس برج میں اتنی مقدار میں کبوتر مجتمع ہوں گے کہ وہ برج ہی چھوٹا پڑ جائے گا۔

25- اگر کسی فرد کو لقوہ یا فالج کا مرض لاحق ہو جائے تو وہ سیاہ یا حبشی دوشیزہ کا دودھ لے کر اس میں روغن سوسن آزاد مکس کر کے ناک میں سے اندر چڑھائے تو صحت یاب ہوگا۔ مرد کے لئے خوراک ایک قیراط کے جتنی اور اطفال کے لئے ایک حبہ کے جتنی جو اس میں انزروت سفید بھی ڈال لیں تو آشوب چشم کے مرض کے لئے اکسیر ہے۔

26- اگر کسی حیوان کے خاک ملی ہوئی گھاس کھا لینے سے پیٹ میں تکلیف ہو تو پھر کسی نابالغ طفل کا پیشاب لے کر اس میں ''کاشم'' کو پتلا سا پیس کر ملائیں اور استعمال کریں تو انشاء اللہ تکلیف کا خاتمہ ہوگا۔

27- اگر کسی مرد کی یہ آرزو ہو کہ خاتون کے پاس اس کے سوا کوئی اور میل جول نہ کرے تو وہ اس خاتون کے کنگھے سے نکلے ہوئے بال لے کر یا پھر اس کی زلفوں کو جلا کر راکھ بنائے اور اس کے بعد بوقت صحبت ''احلیل'' میں لگائے اور مباشرت کرے تو اس مرد سے خاتون کو اتنا لطف کا احساس ہوگا کہ وہ خاتون اسکے بعد کسی اور شخص کے پاس جانا نہ چاہے گی۔ یہ طریقہ موثر اور آزمودہ ہے۔

28- اگر تھوڑی سی مقدار میں کسی فرد کی منی لیں پھر اس کو زیتون میں مکس کر کے تین روز تک ایسے آدمی کی ناک میں چڑھائیں جس کو لقوہ کا مرض لاحق ہو تو اللہ پاک کے حکم سے اسے ضرور صحت یابی ملے گی۔

29- اگر کسی حیوان کی آنکھ میں سفیدی ہو جائے تو انسان کے پاخانے کو خشک کر کے پیس کر اس میں اندرانی نمک اور تھوڑی سی خربنل مکس کر کے باریک کر لیں۔ اس کے بعد اسے حیوان کی آنکھ میں لگا دیں تو اللہ کے حکم سے اسے لازمی صحت یابی عطا ہوگی۔

30- اگر کسی کو آشوب چشم (آنکھ میں سرخی) یا پھر آنکھ میں سوجن کا مرض ہو تو وہ کسی نابالغ طفل کے پیشاب کو ایک ظروف میں

رکھے اور تپالے۔ اس کے بعد اس کو روئی کے ٹکڑے میں گیلا کر کے آنکھ میں رکھ لیں تو انشاء اللہ مرض ختم ہو جائے گا۔

31- انسان کی منی کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ اگر اس کو برص کے مرض پر استعمال کریں تو انشاء اللہ داغوں سے نجات ملے گی۔

32- اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی چھا جائے تو پیشاب کو تانبے کے برتن میں ڈال کر اتنا پکائیں کہ وہ گاڑھا بن جائے' اس کے بعد اس کو سکھا کر کھانے والا نمک ڈال کر باریک کر لیں۔ اس کے بعد آب زعفران میں گوندھیں اور بودا قہ رکھ کر آگ جلا دیں جس سے کہ وہ ظروف چاندی کی مانند گھومنے لگے۔ پھر اس میں مشک ملا کر پتھر پر رگڑیں' اس کے بعد اس کو بطور سرمہ دیدوں میں لگا لیں تو انشاء اللہ یہ مرض نہ رہے گا۔ پرانے حکیموں نے اس کو جوہر نفیس مانا ہے اور یہ ایک موثر اور آزمودہ علاج ہے۔

33- اگر کسی فرد کی آنکھ میں رعشہ' داد یا نقطہ بن جائے تو وہ کسی کالے رنگ کی خاتون کا دودھ لے کر زعفران اور سفرجل مکس کر کے آنکھ میں اس کے دو سے تین قطرے ڈال لے تو انشاء اللہ آنکھ میں سکون اور مرض سے صحت یابی ملے گی۔

34- اگر کسی دوشیزہ کا اول حیض لے کر خاتون پستانوں کی گھنڈی میں لگا لیں تو وہ ہمیشہ کھڑے رہیں گے۔ موثر اور آزمایا ہوا طریقہ ہے۔

35- حیض کی تاثیر گرم اور گیلی ہوتی ہے۔ جب کسی کی آنکھ میں سرخی یا نقطہ آ جائے یا آنکھ میں سوجن پیدا ہو جائے تو اس کو اون کے ٹکڑے پر لگا کر آنکھ میں رکھیں تو یہ بیماری جاتی رہے گی۔

36- اگر کوئی خاتون فربہ ہونا چاہے تو مادہ بطخ یا مرغابی کی چربی کو باریک کر کے بورہ ارمنی اور کالے زیرے کو میتھی کے آٹے میں ڈال کر ریٹھے جتنا بنا لیں' اس کے بعد اس کو کسی سیاہ مرغی کو سات روز تک لگاتار تناول کروائیں' اس کے بعد اس مرغی کو حلال کر کے اس کی چمڑی اتار کر جو کوئی بھی اس کا گوشت تناول کرے گا یا شوربے کو پی لے گا تو وہ اتنا فربہ ہو جائے گا کہ اس پر چربی کی تہہ نظر آئے گی۔ مزید فربہ ہونے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان کے پتے کو تھوڑے سے گیہوں میں ڈال کر آب میں ڈبو کر اس وقت تک رکھیں کہ گندم پھول جائے۔ اس کے بعد اس کو سیاہ مرغی کو سات روز تک تناول کرائیں۔ اس کے بعد اس مرغی کو حلال کر کے اس کی چمڑی اتار کر جو کوئی بھی اس کے گوشت کو تناول کرے گا وہ اتنا فربہ ہوگا کہ وہ گھومنے پھرنے سے عاجز ہو جائے گا۔ یہ طریقہ بھی موثر اور آزمایا ہوا ہے۔

37- اگر کوئی خاتون اپنے دودھ کو ختم کر دینا پسند کرے تو وہ کچھ میتھی لے کر اس کو پیس لے اور آب سے گوندھے' اس کے بعد اس آمیزے کو اپنے پستان پر لگائے تو انشاء اللہ اس کے دودھ کا خاتمہ ہوگا۔

38- اگر کوئی خاتون اپنے دودھ میں اضافے کی خواہاں ہو تو پھر وہ خاتون حنظل پیس کر اس کو زیتون کے تیل میں ملائے' اس کے بعد اون کے نیلے کپڑے لے کر اسے کسی لکڑی میں لپیٹ کر زیتون کے تیل میں بھگو کر اور حنظل (تمہ) لگا کر اب اسے اپنے سینہ پر لگائے تو انشاء اللہ دودھ میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ یہ علاج بھی نہایت موثر اور آزمایا ہوا ہے۔

39- اگر کسی آدمی کی یہ خواہش ہو کہ اس کے گھر حسین لڑکے کی ولادت ہو تو وہ ایک حسین بچے کی تصویر کو اس طرح کے مقام پر

آویزاں کردے کہ اس کو بیوی وقت مباشرت تکتی رہے تو یقینی طور پر بچہ اس تصویر سے مماثل ہوگا۔

40-حکیم جالینوس کا کہنا ہے کہ اگر کسی فرد کی داڑھ میں تکلیف ہوتو پھر وہ کسی مرے ہوئے شخص کی داڑھ لے کر باندھے اور اپنی گردن میں آویزاں کرلے تو اس کی تکلیف کا خاتمہ ہوگا۔

41-اگر کسی شخص کی داڑھ اور ہدہد کے سیدھے بازو کی ہڈی لے کر اس کو کسی سوئے ہوئے شخص کے سرہانے رکھ دیں تو جس وقت تک یہ دونوں اشیاء اس کے سرہانے رہیں گی تب تک وہ شخص سویا رہے گا۔

42-کچھ تناول کرنے سے پہلے انسان کا لعاب حشرات کے ڈس لینے اور کاٹنے میں فائدہ مند ہے۔ایسے ہی درد اور مسہ وغیرہ کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔

43-خواتین کا دودھ شہد میں ڈال کر پی لیا جائے تو اس سے مثانہ میں موجود پتھری لازمی ٹوٹ جاتی ہے۔

44-اگر کسی شخص کو پاگل کتا کاٹ لے تو اس پر پیشاب لگانا بہت فائدہ مند ہے۔

45-اکثر طبیبوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کو کتے نے کاٹا ہو وہ کسی صحت یاب آدمی کا لہو پی لے تو فوراً صحت یاب ہو جائے گا۔

سو شاعر کہتا ہے:

احلامکم لسقام الجهل شافية كما دماء كم تبرى من الكلب

تیرا سونا کم علمی کی بیماری کے لئے صحت بخش ہے ایسے ہی تیرا لہو کتے کے کاٹ لینے میں فائدہ مند ہے۔

46-انسان کے کاٹے ہوئے ناخن کو اگر کسی دوسرے شخص کو پلادیں تو وہ اسی وقت سے محبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ایسے ہی کسی بھی زہر والے جانور کے کاٹنے پر پیشاب پی لینا فائدہ مند ہے۔

47-اگر کسی کے انگوٹھے میں سخت درد ہو یا کسی طرح کی تکلیف کی لہر اٹھنے لگے تو اس پر پیشاب لگانا بھی فائدہ مند ہے۔

48-اگر کسی کو خون والا زخم ہو گیا ہو تو اگر اس پر پیشاب کر دیا جائے تو لہو آنا فوراً رک جاتا ہے۔یہ طریقہ بھی نہایت موثر اور آزمایا ہوا ہے۔

49-اگر کسی شخص کا پسینہ غبار الرحاء (مطلب کہ وہ غبار جو چکی میں آٹا پیستے ہوئے اڑ کر دیواروں پر لگتا ہے) میں ڈال دیا جائے اس کے بعد اس کو سوجے ہوئے پستانوں پر لگا دیں تو وہ صحت یاب ہو جائیں گے۔ایسے ہی اگر منی میں شہد مکس کر کے خناق (اس طرح کا مرض جس میں سانس لینا دشوار ہو) میں لگائیں تو انشاء اللہ صحت یابی ملے گی۔

50-وقت پیدائش طفل کا پاخانہ لے کر خشک کریں اور اسے سرمہ کے طور پر آنکھ میں لگائیں تو آنکھوں کی سفیدی، پردہ اور دھندلے پن کے لئے فائدہ مند ہے۔

51-اگر کسی کو پاخانے نہ آنے کی بناء پر تکلیف ہوگئی ہو یا پیشاب رک جائے یا پھر کسی شخص کو قولنج (آنت کا مرض) لاحق ہو تو اس کو کسی شخص کا پاخانہ ایک چنے کے جتنا لے کر اسے الکوحل کے سرکہ میں ڈال کر ان ساری بیماریوں میں تناول کروایا

جائے تو بہت فائدہ مند ہے۔اس کے برعکس اگر پاخانہ گرم ہوتو وہ گھوڑا جو بدہضمی کا مریض ہو اس کے لئے صحت بخش ہے۔ایسے ہی اگر کسی انسان کے کانٹے پر لگا دیں تو بھی بہت سکون بخش ہے۔اگر کسی کے کان میں کوئی کیڑا چلا جائے تو کسی بھی روزہ دار کا تھوک ایک ایک قطرہ ڈالنے سے وہ کیڑا باہر نکل آتا ہے۔یوں ہی اگر روزہ دار کا تھوک چاول کے ساتھ مکس کر کے بواسیر کے مرض پر لگائیں تو انشاءاللہ صحت یابی ملے گی۔

52-اگر کسی فرد کو قولنج کا مرض ہو تو وہ کسی طفل کی ناف کو کاٹ کر انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھ کر لگاتار پہنے رہے تو انشاءاللہ اس مرض سے نجات ملے گی۔

53-حضرت امام بن زہر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قولنج کے لئے دوسرا علاج یہ ہے کہ کسی اس طرح کے طفل کے دانت (جو اپنی والدہ سے پہلا پیدا ہوا ہو) لے کر چاندی یا کندن کی انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھیں اس شرط پر کہ اس کا نگینہ بھی چاندی یا کندن کا ہو تو اس کے پہننے والے کو اس مرض سے نجات ملے گی۔

54-اگر کوئی خاتون انسان کی زلفوں کا دھواں لے تو وہ زخم کے ہر طرح کے مرض سے بچ جائے گی۔ایسے ہی اگر کوئی خاتون پہلے طفل کی پیدائش کے بعد نفاس کو اپنے سارے جسم پر لگائے تو جس وقت تک وہ حیات رہے گی دوبارہ امید سے نہیں ہو گی۔

55-اگر پہلے بچے کی پیدائش کے بعد زمین پر گرنے سے قبل کے دانت کو انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھیں، اس کے بعد یہ انگوٹھی کوئی خاتون پہن لے تو وہ کبھی امید سے نہیں ہو پائے گی۔

56-خاتون کا پسینہ خارش اور کھجلی جیسے مرض کے لئے بہت موزوں ہے۔

57-اگر کسی شخص کے پیشاب کو انگور کی راکھ میں ملائیں پھر اس طرح کے زخم پر رکھیں جس سے لہو آنا بند نہ ہو رہا ہو تو انشاءاللہ فوراً لہو رک جائے گا۔

58-برص یا جسم کے ظاہری داغ دھبوں یا پاگل کتے نے کاٹا ہو تو حیض کا لہو لگانے سے ان امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

59-حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ اگر کسی شخص کی نکسیر پھوٹ پڑے تو ایک کپڑے کا ٹکڑا لے کر اس پر اس شخص کا نام اس کے لہو سے لکھ کر اس کے بعد اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھا جائے تو اسی وقت نکسیر پھوٹنا رک جائے گی۔

60-جب بکارت کا لہو بہے تو اس لہو کو پستانوں میں لگائیں تو وہ بڑے نہیں ہوں گے۔

اصول: طبیبوں کا کہنا ہے کہ بانجھ پن کے متعلق جاننے کا یہ آزمودہ عمل ہے کہ لہسن لے کر اس کو روئی کے ٹکڑے میں رکھ کر خاتون اپنی فرج (شرمگاہ) میں سات گھنٹے تک رکھ لے۔سو اگر اس خاتون کے دہن سے لہسن کی بدبو آئے تو اس کو دواؤں سے ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ٹھیک ہونے پر وہ خاتون انشاءاللہ قابل حمل ہو گی۔اس کے برعکس اگر بدبو نہ آئے تو خاتون لاعلاج ہو گی۔حضرت امام رازی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ یہ عمل آزمایا ہوا اور موثر ہے۔

خوابوں کی تعبیر: 1-اگر خواب میں کوئی انسان دکھائی دے تو خواب دیکھنے والا اصل میں اس آدمی معین ہی کا نظارہ کرتا ہے بے

شک وہ آدمی کو دیکھے یا خاتون کو دیکھنے والے کے نام والا ہو یا اس سے مشابہت رکھتا ہو مگر جو خواب میں کوئی اجنبی شخص دکھائی دے تو وہ حریف ہے۔

2- کسی ضعیف شخص کا خواب میں دیکھائی دینا خوش قسمتی ہے۔ علاوہ ازیں کبھی کبھار ضعیف شخص کو خواب میں دیکھنے سے گہرا رفیق تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی ضعیف' کمزور شخص جس میں بڑھاپا ظاہر نہ ہوا ہو' سفیدی وغیرہ دکھائی نہ دے' کو دیکھا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آدمی خوش قسمت اور نیک بخت ہوگا۔

3- اگر کسی فرد نے خواب میں بچوں کو طفلی میں دیکھا تو اس کا مطلب قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے لیا جاتا ہے:

''فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ'' (سورۂ مریم)

''اس کے بعد حضرت مریم علیہ السلام ان کو (مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) گود میں اٹھائے ہوئے اپنی ملت کے پاس آ گئیں۔''

4- کسی جوان شخص کا خواب میں نظر آنا خوشی کی خبر اور طاقت کی علامت ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ

''یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ'' (سورۂ یوسف)

5- اگر کوئی فرد کسی حسین طفل کو خواب میں اس کیفیت میں دیکھے کہ وہ کسی اس طرح کے شہر میں داخلہ کر رہا ہے جسے محصور کیا گیا ہے یا اس شہر میں جائے جس میں بیماری یا خشک سالی ہو تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس شہر سے گھیرا اٹھا لیا جائے گا اور بیماری و خشک سالی سے نجات ملے گی۔

6- اگر کسی کو خواب میں بارش برستی نظر آئی یا یہ دکھائی دیا کہ زمین سے آب خارج ہو رہا ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہوگا کہ عوام حفظ و امان پائیں گے۔ ایسے ہی شہر میں کسی فرشتہ کا داخلہ شہریوں کے لئے خوشیوں کی نشانی ہے۔

7- اگر کسی بیمار کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ اس کو کسی بے داڑھی لڑکے نے پکڑ رکھا ہے' یا خواب دیکھنے والے کی گردن کو توڑ دیا جاتا ہے تو اس کو ملک الموت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

8- اگر کسی کو خواب میں کئی سرخ پیلے رنگ کا نوبالغ دکھائی دیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ ایک کنجوس' حریص دشمن ہے۔

9- اگر کسی کو خواب میں کوئی ترکی نوبالغ نظر آیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا جیسا کہ وہ اس طرح کے حریف کی صورت میں آیا جس سے پناہ نہیں مل پائے گی یعنی وہ بہت خوفناک ہوگا۔

10- اگر کسی کو خواب میں نحیف کمزور نوبالغ دکھائی دیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ایک بے قوت حریف ہے اور کسی کو سانولے رنگ کا نوبالغ دکھائی دیا تو وہ دیکھنے والے کا کوئی دولت مند حریف ہے۔ ایسے ہی سفید رنگ کا نوبالغ دکھائی دے تو اس کو دینی حریف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

11- اگر کسی کو خاتون خواب میں دکھائی دی (چاہے وہ اجنبی ہو یا جاننے والی) تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ وہ کائنات ہے۔ اگر خواب میں کوئی حسین خاتون نظر آئی تو پھر وہ اچھی شے ہے اور اگر خواب میں بدشکل خاتون دکھائی دی تو پھر وہ کوئی بری

شے ہے۔

12- اگر کسی کو خواب میں زانیہ خاتون دکھائی دی تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ بھلائی و برکات کا موجب ہوگی کیونکہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ شب معراج مجھے ایک ایسی بوڑھی خاتون ملی جس کے دونوں ہاتھ واتھے تو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں۔ سو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون سے مراد یہ کائنات لی تھی۔

13- اگر کسی کو خواب میں اندھیری شب دکھائی دی تو اس کو سیاہ رنگ کی عورت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر خواب میں دن دکھائی دیا تو اس کو حسین خاتون سے تعبیر کیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی شخص کو خواب میں یہ نظر آئے کہ سیاہ خاتون آ کر غائب ہوگئی' اس کے بعد وہ سفید اور حسین شکل میں آئے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اندھیرا دور ہو کر صبح روشن طلوع ہوگی۔

14- اگر کسی خاتون نے اجنبی نوبالغ خاتون کو خواب میں دیکھا تو اس کو اس خاتون کی خوش نصیبی سے تعبیر کیا جائے گا۔ ایسے ہی کبھی کبھار اس کو سالانہ یا پھر برس سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اگر کسی کو خواب میں فربہ خاتون نظر آئی تو وہ برس ہرا بھرا گزرے گا اور اگر پتلی اور لاغر خاتون نظر آئی تو خشک سالی آئے گی۔ سو عورت کو برس سے مشابہ اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ خاتون کو دو اشیاء میں مشابہ کیا جاتا ہے۔ ایک تو اس بناء پر کہ خاتون بلاشبہ زمین اور کھیت کی مانند ہوتی ہے سو قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ" (البقرہ)

"تم لوگوں کی ازواج تم لوگوں کی کھیتیاں ہیں لہٰذا اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ۔"

دوئم یہ کہ جیسے زمین سے فصلوں کی پیداوار ہوتی ہے ایسے ہی خواتین سے بھی اولاد کی پیدائش ہوتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں زمین یا ایسی خاتون کو دیکھا جس نے نقاب کیا ہو تو اس سے دیکھنے والے کو تنگدستی کا سامنا ہوگا اس کے برعکس اگر کسی کو خواب میں بے پردہ خاتون نظر آئی تو پھر وہ کائنات ہے' اس پر بوجھ کا باعث نہیں ہوگی۔

15- خواتین اس کائنات میں سجاوٹ اور بناؤ سنگھار کہلاتی ہیں۔ اگر یہ خواتین خواب دیکھنے والے کی جانب مائل ہوئیں تو پھر کائنات توجہ کرے گی اور اگر مائل نہ ہوئیں تو پھر کائنات کی توجہ بھی نہ ہوگی۔

16- اگر کسی کو خواب میں بدصورت شخص نظر آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کوئی سخت کام پیش آئے گا۔ اگر خواب میں سیاہ رنگ کا شخص نظر آیا تو یہ بدبختی کی جانب اشارہ ہے۔

17- اگر کسی نے خواب میں اجنبی خصی شخص کو دیکھا تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ وہ ملائک ہے اور خواب دیکھنے والے سے اس کی آرزوؤں کو دور کرنے آیا ہے۔ اگر کسی کو دکھائی دیا کہ وہ خود خصی ہوگیا ہے تو وہ باعث رسوائی ہوگا۔

18- اگر کسی کو خواب میں نظر آیا کہ کسی شخص نے اس کے سر کا گوشت کھایا یا اس کی زلفوں کو ہاتھ میں جکڑ لیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا

کہ دیکھنے والے کو کسی دولت مند شخص سے دولت حاصل ہوگی۔

19- اگر کسی کو خواب میں اپنا چہرہ بڑی طرز کا دکھائی دیا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ دیکھنے والا کسی ریاست کا شہنشاہ چنا جائے گا۔ اگر کسی کو یہ نظر آیا کہ اس نے اپنا گلا کاٹ لیا ہے تو اس کا مطلب اور ہوگا۔ اگر دیکھنے والا غلام تھا تو اس کو آزادی ملے گی۔ اگر غمزدہ تھا تو دکھ ختم ہوگا۔ اگر بیمار تھا تو اس کو صحت عطا کی جائے گی اس کے برعکس اگر وہ کسی شخص کا ملازم یا خادم تھا تو وہ اپنے مالک سے علیحدہ ہو جائے گا۔

20- اگر کسی کو خواب میں یہ نظر آیا کہ وہ اپنا سر کسی چٹان سے کچل رہا ہے تو اس کا یہ مفہوم ہوگا کہ اس نے نماز عشاء سے غفلت کی۔ اگر کسی کو اپنا چہرہ خواب میں کتے کی طرح دکھائی دیا یا یہ نظر آیا کہ اس کی صورت گھوڑے، گدھے، اونٹ یا خچر کی طرح بن گئی ہے یا یہ نظر آیا کہ اس کا چہرہ چار ٹانگوں والے جانوروں اور مویشیوں جیسا ہو گیا ہے جو لوگوں کے کام کاج میں لگے رہتے ہیں اور بوجھ اٹھاتے ہیں تو پھر ان خوابوں کو دیکھنے والا سختی اور فکر میں مبتلا ہوگا کیونکہ یہ سب جانور سخت کام کرنے والے اور انسانوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

21- اگر کسی کو خواب میں اپنی صورت پرندے جیسی نظر آئی تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ دیکھنے والا زیادہ سفر میں جائے گا۔ اگر کسی کو یہ نظر آیا کہ وہ اپنے ہی ہاتھ میں آ گیا ہے اور اس کے سر کے مقام پر کسی دوسرے کا سر جڑا ہے تو اس کا یہ مفہوم ہوگا کہ دیکھنے والا برے کاموں میں اصلاح کا باعث بنے گا۔

22- اگر کسی نے خواب میں خود کو کسی ایسے حیوان کا کچا گوشت کھاتے دیکھا جس کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتا تو اس شخص کی عمر لمبی ہوگی۔ خواب میں کسی شکل یا سر کو دیکھنا ریاست یا حکمرانی کی نشانی ہے۔ نیز اکثر و بیشتر اس کو خزانے یا اصل مال سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی نے پہلے ذکر کی گئی چیزوں کو تھوڑی بہت تبدیلی یا کمی بیشی کے ساتھ دیکھا تو ان کے مفہوم انہی ذکر کی گئی چیزوں سے نکالے جائیں گے۔ اگر خواب میں کسی کو اپنا چہرہ شیر کی طرح نظر آیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اگر دیکھنے والے میں اہلیت ہوگی تو وہ سلطنت، پردیس یا پھر عزت پائے گا۔

23- اگر کسی کو خواب میں یہ نظر آیا کہ وہ کسی شخص کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کا یہ مفہوم ہے کہ دیکھنے والا اس شخص کی غیبت (برائی) کرتا رہا تھا۔ اگر یہ نظر آیا کہ وہ خود ہی تناول کر رہا ہے تو دیکھنے والا چغلیاں کرتا ہے۔ اکثر تعبیر بتانے والوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے سپنے میں کچا گوشت تناول کیا تو اس کو مال و دولت میں ضرر پہنچے گا اور اگر پکا ہوا گوشت کھایا تو اسے مال و دولت سے تعبیر کیا جائے گا۔

24- اگر کسی کو (خاتون کو) خواب میں یہ نظر آیا کہ وہ کسی دوسری خاتون کا گوشت تناول کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آپس میں جماع کرتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر دیکھنے والی خاتون خود کا ہی گوشت تناول کر رہی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ زنا کے امور میں گرفتار ہے۔

25- اگر کسی کو خواب میں کمزور و لاغر گائے دکھائی دی تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ دیکھنے والے کو کوئی بیماری لاحق ہوگی۔ خوابوں

میں کئی طرح کے گوشت وغیرہ کو کئی جان داروں سے ہی نسبت کیا جائے گا سو سانپ کا گوشت دیکھنا عداوت رکھنے والے کی مال و دولت سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کچا گوشت دیکھیں تو یہ غیبت کی علامت ہے۔ ایسے ہی اگر خواب میں درندوں کا گوشت نظر آیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو کسی حکمران کی طرف سے دولت ملے گی۔ یوں ہی اگر خواب میں درندوں، پرندوں اور خنزیر کا گوشت نظر آیا تو اس کو حرام مال و دولت سے تعبیر کیا جائے گا۔

انسان الماء (پانی کا انسان)

یہ بھی ہم جیسے انسان سے مشابہت رکھتا ہے۔ فرق محض اتنا ہے کہ آبی انسان کی پونچھ ہوتی ہے۔ شیخ قزوینی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ آبی انسان ہمارے شہنشاہِ مقدر کے دور میں نکلا تھا (جس طرح کہ ہم نے اپنی تصنیف میں اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے) اکثر علماء کا کہنا ہے کہ دریائے شام میں یہ آبی انسان اکثر و بیشتر ہماری طرح کے انسان کی وضع قطع جیسے ہی نظر آتے ہیں۔ ان کی سفید داڑھی بھی پائی جاتی ہے، اس کو "شیخ البحر" بھی کہا جاتا تھا۔ سو جب یہ خواب میں دکھائی دے تو اس کو سرسبزی و سیرابی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ایک آبی انسان ایک شہنشاہ کی مجلس میں لایا گیا تو وہ شہنشاہ اس شخص سے اس کے احوال دریافت کرنے کا خواہاں تھا۔ سو شہنشاہ نے آبی شخص کی ایک عورت سے شادی کروادی۔ اس خاتون سے ایک بیٹا پیدا ہوا جو کہ والدین کی گفتگو کو جان جاتا تھا۔ ایک دفعہ شہنشاہ نے اس بچے سے پوچھا کہ تیرا باپ کیا بات چیت کر رہا ہے تو وہ بولا کہ میرے باپ یہ بول رہے ہیں کہ سب حیوانوں کی پونچھ ان کے پیچھے والے حصے میں ہوا کرتی ہے مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کی پونچھ ان کے چہرے پر ہی موجود ہے۔ اس کو انشاء اللہ "باب الماء" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

حکم: حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے آبی انسان کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آبی انسان کا گوشت کسی بھی کیفیت میں تناول نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم

الانقد

الانقد (نون پر سکون، قاف اور دال پر زبر ہے) اس کا مطلب قنفذ (سیہی) ہے۔

مثالیں: عربیوں کا کہنا ہے کہ "فلان بلیل انقد" (فلاں شخص نے سیہی کی طرح رات بسر کی) مطلب کہ وہ سویا نہیں ہے کیونکہ سیہی ساری شب مسلسل جاگتی ہی رہتی ہے۔ اس کو بہت جلد "باب القاف" میں بیان کیا جائے گا۔

حضرت امام میدانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "انقد" اسم معرفہ ہے اور اس میں لام اور الف کا داخلہ نہیں ہوتا اور یہ حرف "انقد" اس کے لئے مستعمل ہوگا جو ساری شب بیداری میں ہی گزارتا ہو۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ "انقد" "نقد" سے بنایا گیا ہے کیونکہ جس کی داڑھ اور دانت میں تکلیف ہو وہ بھی "انقد" کہلاتا ہے۔ سو یہ آدمی جو دانتوں کو ہلایا کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو شب بھر نیند نہیں آیا کرتی۔

فوائد: 1- اگر کسی کی داڑھ میں دکھن ہو تو وہ یہ درج ذیل کلموں کو لکھ لے اور گلے میں پہنے تو اسے صحت یابی ملے گی۔ یہ علاج موثر اور آزمایا ہوا ہے۔ کلمے درج ذیل ہیں۔

"وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه قال من یحیی العظام وهی رمیم قل یحییها الذی انشاها اول مرة وهو بکل خلق علیم محوصه سمه ولها ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم جهکو طکفوم طسم طس طسم خم خم خم خم خم خم خم أسکن ایها الوجع بالذی سکن له مافی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم البقس تقس قسا مسقس ان البهر بهر هر اور اب۔"

2- داڑھ کی تکلیف کے لئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی داڑھ میں درد کا احساس ہو تو درج ذیل الفاظ" ح ب وم لا وع م لا" کو مکمل لکھیں اور جس آدمی کو تکلیف ہو اس سے یہ کہیں کہ تم اپنی کسی انگلی کو داڑھ میں رکھو۔ اس کے بعد ایک کیل لے کر اسے سب سے اول لفظ پر لکھ کر ہولے ہولے دبائیں۔ اس کے بعد کیل کو دبانے والا دباتے ہوئے ان کلمات کا ورد کرے:

"وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔"

اس کے بعد دباتے ہوئے دریافت کرتا رہے کہ آرام آگیا۔ اگر یہ بولے کہ آرام آگیا تو پھر کیل کو قوت سے دبائے مگر وہ یہ بولے کہ آرام نہیں آیا تو پھر کیل کو ایک سے دوسرے لفظ پر پھیرتا چلا جائے تا کہ سارے الفاظ اختتام پذیر ہو جائیں۔ اس کے بعد جس لفظ پر درد سے راحت مل جائے تو اس لفظ کو طاقت سے کیل پر دباؤ ڈالیں اس طریقہ کا بہت دفعہ تجربہ کیا جاچکا ہے۔ سو کسی نہ کسی لفظ پر لازمی آرام آجائے گا اور جس وقت تک کیل کو دبا کے رکھیں گے تو تکلیف کا خاتمہ ہوگا اور جس وقت ہٹائیں گے تو درد واپس لوٹ آئے گا۔ نیز اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ ح ع او رم میں کیل کو وسط الفاظ میں رکھیں گے باقی سارے الفاظ میں کیل کو نیچے کی جانب کیا جائے گا۔ یہ طریقہ بھی آزمایا ہوا اور موثر ہے۔ اس طریقہ کو اکثر حضرات نے بطور نظم بیان کیا ہے:

وللضرس فاکتب فی الدار مفرقا بما جمعة جبر صلاء وعملا

اوران کلموں کو داڑھ کی تکلیف کے لئے دیوار میں الگ الگ لکھو جس طرح روشنی نے مجتمع کر دیا ہے۔

ومره علی الوجوع یجعل اصبعا وضع انت مسمار اعلی الحرف اولا

اور جس آدمی کی داڑھ میں تکلیف ہو تو وہ تکلیف کی جگہ پر انگلی رکھے اور تم سارے اول لفظ پر (عامل کے طور پر) کیل کو رکھ دو۔

ودق خفیفا ثمسله تری به سکونا نعم ان قال بلغه موصلا

اور کیل کو ہولے ہولے دباؤ اور سوال کرو کہ آرام آرہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ ہاں میں جواب دے تو کیل کو اور قوت سے دباتے جاؤ۔

وان قال لا فنقله لثانی حرفه وفی کل حرف مثل ماقلعت فافعلا

اور اگر وہ بولے کہ آرام محسوس نہیں ہو رہا تو پھر کیل اٹھاؤ اور باقی الفاظ پر پھیرتے رہو۔ اس کے بعد ہر لفظ پر کیل کو

دباؤ اور پہلے جیسا طریقہ کرو۔

و فی سورہ فرقان تقرأ ساکنا کذا آیة الانعام فاتل موبلا

اور سورۂ فرقان کو پڑھو ایسے ہی اس آیت پاک کو پڑھو جو کہ سورۂ انعام میں موجود ہے۔

وتترك ذا المسمار فی الحیط مثبتا مدی الدهر فلا سقام تذهب والبلا

اور کیل کی نوک کو داڑھ میں ایک ایک دور تک طریقے سے دبا کر رکھو تو دانت کا مرض اور باقی تکلیفیں ختم ہو جاتی ہیں۔

فخذها اخی کنز الویك مجربا ذخیرة أهل الفضل من خیرة الملا

لہٰذا اے میرے برادر! یہ طریقہ آزمودہ ہے اس کو ذہن میں بٹھالو یہ تمہارے پاس گنجینہ ہے اور بہترین انسانوں کے لئے پونجی اور مسافر کا کھانا ہے۔

اور جس وقت اسامہ بن منقذ نے اپنی داڑھ نکلوائی تھی تو انہوں نے اس بارے میں انوکھی شاعری کی تھی۔ یہ شعر بھی اسی طرح کے ہیں:

اصبر اذا ناب خطب وانتظر فرجا یاتی به الله بعد الریب والیاس

گردش ایام مقید کئے رکھے تو اس کی وسعت کے منتظر رہو اللہ پاک تکلیف کے بعد آرام سے نوازتا ہے۔

ان اصطبار ابنة العنقود اذ جست فی ظلمة القار أداها الی الکاس

اگر سیپی صبر سے کام لیتی تو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی اسے جام تو قع مل جاتا۔

یہ شعر بھی اسی بارے میں ہیں:

من یرزق الصبر نال بغیته ولاحظته السعود فی الفلك

جو آدمی صابر رہتا ہے اسے اس کا مطلوب مل جایا کرتا ہے اور وہ فلک پر وسعتیں دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔

ان اصطبار الزجاج حین بدا للسبك أدناه من فم الملك

آئینہ جس وقت بنایا جاتا ہے تو وہ صابر رہتا ہے کیونکہ اس کو شہنشاہ کے ہونٹوں کے پاس جانا ہوتا ہے۔

وصاحب لاأمل الدهر صحبته یشقی لنفعی ویسعی سعی مجتهد

اور یہ ایک ہم لوگوں کا رفیق (مطلب داڑھ) جس کے ساتھ دور میں کوئی توقع نہیں کی جاسکتی جبکہ وہ میری بہتری کے لئے ایک دفعہ اور ہمت کرنے والے کی مانند ہمت کرتا ہے۔

لم ألقاه مذتصاحبنا فمذوقعت عینی علیه افترقنا فرقة الابد

میں اس سے نہیں ملا جس وقت سے وہ ہمارا رفیق ہوا تو جس وقت میری نظر اس پر پڑی تو ہم دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

الانکلیس

الانکلیس (لام اور ہمزہ پر زبر اور زیر دونوں کو پڑھا جا سکتا ہے) یہ اس مچھلی کو کہا جاتا ہے جو سانپ کی مانند ہوتی ہے۔ اس کی خوراک فضول اشیاء ہوا کرتی ہیں۔ عربی زبان میں اس کا دوسرا اسم ''الجری'' ہے (اس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا) اس مچھلی کا اسم ''مارماہی'' بھی ہوتا ہے (اس کا ذکر بھی انشاء اللہ آگے ہوگا) حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ اس مچھلی کا تذکرہ صحیح بخاری میں کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تذکرہ ہے کہ رسول پاک، سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بازار کی جانب روانہ کیا سو حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ''مارماہی'' کی خریداری نہ کرنا۔ اس حدیث پاک سے علم ہوتا ہے کہ حضور جان کائنات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مارماہی'' کو ناپسند کرنا عیاں کیا ہے مگر اس حدیث پاک سے اس کے حرام ہونے کا ذکر نہیں۔ ''الانکلیس''، ''الانقلیس'' (الف اور لام پر زبر کے ساتھ اکثر نے الف اور لام کے ساتھ اور کچھ نے الف اور لام دونوں پر زبر کے ساتھ نقل کیا ہے) امام زمخشری کہتے ہیں کہ اکثر حضرات نے ''انکلیس'' کا دوسرا اسم ''الشلق'' (گداز کانٹوں والی مچھلی) بیان کیا ہے۔ ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''انکلیس'' اس مچھلی کو کہا جاتا ہے جس کا چہرہ مہرہ باقی مچھلیوں جیسا ہی ہوتا ہے مگر تفریق بس یہ ہوتی ہے کہ اس مچھلی کی پونچھ کے قریب مینڈک کے جیسے دو پاؤں ہوا کرتے ہیں مگر ہاتھ نہیں پائے جاتے۔ یہ مچھلی بعض اوقات بصرہ کے دریاؤں میں ملتی ہے۔

الانن

الانن (الف پر پیش اور دونون ہیں) یہ اس پرندے کا اسم ہے جو پھیکے سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اس پرندے کی دبسی طوق کی مانند ایک طوق بھی نظر آتی ہے۔ اس پرندے کے دونوں پیر سرخ اور چونچ کبوتری کی مانند ہوا کرتی ہے۔ تفریق بس یہ ہے کہ اس پرندے کی چونچ کالے رنگ کی ہوا کرتی ہے۔ یہ اپنی آواز (اوہ اوہ) کے جیسی نکالا کرتا ہے۔

الانیس

الانیس (پانی کا پرندہ) اس کو تیرانداز ''الانیسۃ'' کہا جاتا ہے۔ ''الانیس'' اس پرندے کو کہا جاتا ہے جس کی نظر تیز اور آواز اونٹ کی طرح کی ہوا کرتی ہے۔ یہ پرندہ دریائی علاقوں میں موجود ہوتا ہے جدھر آب کے ساتھ ساتھ شجر بھی بہت زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس پرندے کا رنگ حسین اور خوش نما ہوا کرتا ہے۔ اس پرندے کی خوبی یہ ہے کہ یہ پرندہ اپنی حیات کے لئے روزی کے لئے تگ ودو بہت بہترین کرتا ہے۔ ارسطو کا کہنا ہے کہ یہ پرندہ ''شرقراق'' اور کوے کے باہم ملنے سے تخلیق ہوتا ہے۔ اس کا رنگ اجلا اور خوشنما ہوتا ہے اور یہ پرندہ انسانوں کے ساتھ بہت انسیت رکھتا ہے۔ اس پرندے میں

آداب و تمیز سیکھنے کی اہلیت پائی جاتی ہے۔اس کی آواز بہت انوکھی طرز کی ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر تو ''قمری'' کی مانند بہت اعلیٰ سر کی آواز نکالا کرتا ہے۔ کبھی کبھار یہ گھوڑے کی ہنہناہٹ جیسی آواز بھی نکالتا ہے۔اپنی خوراک میں یہ پرندہ گوشت اور میوہ جات وغیرہ کھاتا ہے۔اس کی رہائش بکثرت اس مقام پر ہوا کرتی ہے جدھر آب ہونے کے ساتھ گھنے شجر بھی پائے جائیں۔

حکم: اس پرندے کے گوشت کو حلال مانا جاتا ہے کیونکہ یہ ایک پاک پرندہ ہے مگر اس میں حرام ہونے کی علت بھی نکل سکتی ہے کیونکہ اس کی خوراک گوشت ہے۔علاوہ ازیں یہ پرندہ کوے اور ''شرقراق'' کے باہم ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔

الانوق (عقاب)

الانوق (''فعول الرخمۃ'' کے وزن پر ہے۔اس کا رنگ پھیکا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک چٹیا سی بنی ہوتی ہے یا وہ پرندہ ہے جس کی چونچ پیلی ہوتی ہے اور اس کے سر میں زلفیں ذرا بھی نہیں ہوتیں۔

اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ اس پرندے کی چار خصلتیں تعریف کے قابل ہیں۔ یہ پرندہ اپنے انڈوں کی نگہبانی' بچوں کی تربیت و نگہداشت اور بچوں سے پیار کرتا ہے۔اس پرندے کا سب سے خاص وصف یہ ہے کہ یہ اپنی بیوی کے سوا کسی دوسرے سے جفتی کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

مثالیں: عربوں کا کہنا ہے کہ ''ابعد من بیض الانوق ''(عقاب کے انڈوں سے بھی زیادہ پرے)''ھو اغز من بیض الانوق ''(شکرہ کے انڈوں سے زیادہ قیمتی) یہ دونوں مثالیں اس شے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جن کو حاصل کرنا ممکن نہ ہو کیونکہ یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ شکرہ یا عقاب کے انڈوں تک نہیں پہنچا جا سکتا اس لئے کہ وہ پہاڑی چوٹیوں اور کٹھن راستوں والی وادیوں میں انڈے دیا کرتا ہے۔ یہ سارے اوصاف ہوتے ہوئے بھی عقاب احمق ہوتا ہے' سو عربی شاعر کہتا ہے کہ

وذات اسمین والالو ان شتی	وتحمق وھی کیسۃ الحویل

یہ آویزاں کی ہوئی تھیلی کی مانند بے وقوف ہوا کرتا ہے۔

ایک دوسرے شاعر کا کہنا ہے کہ

وکنت اذا استودعت سرا کتمتہ	کبیض أنوق لاینال لھا وکر

اور جس وقت میں کسی کو امانت کے طور پر رکھتا ہوں تو پھر اس کو عیاں ہونے سے بچاتا ہوں جیسا کہ عقاب کے انڈے حاصل کرنے کے لئے اس کے گھونسلے تک رسائی ناممکن ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی کہ وہ اپنی ماں سے اس شخص کا نکاح پڑھوا دیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری ماں تو بانجھ پن کا شکار ہو چکی ہیں ان کو نکاح کی کوئی حاجت نہیں۔تو وہ شخص بولا کہ اگر آپ میرا نکاح نہیں کروا سکتے تو پھر ایسا کیجیے مجھے کسی علاقے کا سرپرست بنا دیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

نے جواب میں یہ شعر کہا:

طلب الابلق العقوق فلما أعجزته أراد بیض الانوق

اس نے نراونٹ کو حاملہ کرنے کی کوشش کی جو کہ ناممکنات میں سے تھا جیسا کہ وہ عقاب کے انڈوں کا متلاشی رہا۔

اس شعر کا یہ مطلب ہے کہ گویا کہ اس شخص کو اس طرح کی شے کی خواہش ہے جس کا واقع ہونا ممکن نہیں۔ جس وقت تک انسان نہ ہونے کے قابل شے کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اس شے کو مانگا جس کو حاصل کرنے کے لئے مانگا جا سکتا ہے مگر یہ شے گنجائش ہوتے ہوئے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں طلبی وقوعہ درست نسبت نہیں رکھتا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں کی وفات 14ھ میں اس برس ہوئی جس برس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی کیونکہ جدھر تک اس مثل کی بات ہے تو اس کا پس منظر وہ درست لگتا ہے جو کہ مؤرخ ابن الاثیر نے ''النہایہ'' میں بیان کیا ہے۔ وہ وقوعہ ایسے ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے عرض کی کہ جناب عالی آپ میرا حصہ مقرر کریں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بہت بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ بولا کہ میرے فرزند کو بھی دیوان میں رکھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہرگز نہیں۔'' اس کے بعد وہ شخص بولا کہ میرے اہل وعیال کے لئے بھی حصہ مقرر ہونا چاہئے تو دوبارہ آپ رضی اللہ عنہ نے وہی فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مثال کے طور پر ایک شعر سنایا:

طلب الابلق العقوق فلما اعجزته اراد بیض الانوق

اس نے نراونٹ حاملہ کرنے کا ارادہ کیا جو کہ ناممکنات میں سے تھا جیسا کہ وہ عقاب کے انڈوں کا متلاشی رہا۔

''العقوق'' گابھن اونٹنی کو کہا جاتا ہے اور نراونٹ ''ابلق'' کہلاتا ہے اور نراونٹ کبھی بھی گابھن (حاملہ) نہیں ہو سکتا۔ اسی بناء پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس شخص نے حاملہ نراونٹ کی طلب کی ہے۔

''بیض الانوق'' (عقاب کے انڈے) یہ مثل اس شے کے مانگنے پر مستعمل ہوتی ہے جس کو پانا ناممکن ہو اور جو انہونی شے ہو۔ حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ نے ''اوائل الروض'' میں بیان کیا ہے کہ ''انوق'' مادہ عقاب کو کہا جاتا ہے۔ سو ''اراد بیض الانوق'' (فلاں نے عقاب کے انڈوں کو ڈھونڈا) یہ مثل اس شے کے لئے مستعمل ہوتی ہے جس کو پانا ممکن ہی نہیں کیونکہ عقاب پہاڑی چوٹی میں ایسے مقام پر انڈے دیا کرتا ہے جس مقام سے ان کو پانا ممکن نہیں ہے۔ اسی بات کو ابوالعباس المبرد نے الکامل میں نقل کیا ہے مگر حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ نے اس اصول پر بے سکونی ظاہر کرتے ہوئے حضرت امام خلیل نحوی علیہ الرحمہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔ حضرت خلیل نحوی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''الانوق'' نر عقاب کو کہا جاتا ہے اور یہ مفہوم ہی زیادہ عقل کے قریب ہے کیونکہ نر عقاب کبھی انڈے نہیں دیا کرتا لہٰذا جو شخص عقاب کے انڈوں کا متلاشی ہوتا ہے غالباً وہ اس شے کو پانے کے لئے وقت کا ضیاع کرتا ہے جسے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ تو یہ یوں ہی ہو جاتا ہے جس طرح کہ کوئی فرد

گابھن یعنی حاملہ اونٹ کو حاصل کرنے کا متمنی ہو۔ حضرت امام قالی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ "الانوق" کا استعمال عقاب کے مذکر اور مؤنث دونوں اجناس پر ہوا کرتا ہے۔

امالی اور انوق کا حکم شریعت انشاء اللہ آگے بیان کیا جائے گا۔

اختتام: حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ کا اسم عبدالرحمٰن بن محمد سہیلی خثعمی ہے۔ حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ شہرت کے حامل اور معزز بڑی شان والے عالم کہلاتے تھے۔ حضرت امام ابوالخطاب بن دحیہ علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ مجھ کو حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ نے کچھ اشعار سنائے ہیں۔ حضرت امام ابوالخطاب نے کہا ہے کہ ان شعروں کے وسیلے سے جس نے بھی رب ذوالجلال والاکرام سے دعا کی ہے تو اللہ پاک نے اسے شرف قبولیت بخشا ہے اور جو کچھ بھی کسی نے مانگا ہے رب پاک نے اس کو لازمی اس سے نوازا ہے۔

ان اشعار کے بھی یہی اثرات ہیں۔

یامن یری مافی الضمیر ویسمع　　　انت المعد لکل مایتوقع

اے وہ ہستی جو قلب کے بھید کو جانتا اور سماعت کرتا ہے تیری ہی پاک ہستی ہے جو ضرورت کی اشیاء فراہم کرتی ہے۔

یامن یرجی للشدائد کلھا　　　یامن الیہ المشتکی والمفزع

اے وہ ہستی عظیم جس کی ذات سے مشکل وقت میں توقع کی جاتی ہے۔ اے وہ خالق جس کی مجلس میں متفکر اور سہمے ہوئے لوگ ٹھکانے بناتے ہیں۔

یامن خزائن رزقہ فی قول کن　　　امنن فان الخیر عندك اجمع

اے وہ ہستی جس کے "ہو جا" کہنے میں روزی کے گنجینے پائے جاتے ہیں۔ آپ کی ذات احسان فرمائے کیونکہ ساری خیر آپ ہی کے دم سے ہے۔

مالی سوی قرعی لبابك حیلة　　　فلئن رددت فای باب اقرع

میرے پاس آپ کے در پہ دستک دینے کے سوا اور کوئی بھی چارہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے میری جھولی خالی لوٹائی تو پھر ایسا کون ہے جس کے در پہ دستک دوں۔

مالی سوی فقری الیك وسیلة　　　فبالافتقار الیك فقری ارفع

میرے پاس آپ کی نوکری کے واسطے مفلسی کے علاوہ اور کوئی حل نہیں لہٰذا میں تو اپنی درویشی کو آپ کی ذات کی غلامی کی بدولت دور کیا کرتا ہوں۔

ومن الذی ادعوا واھتف باسمہ　　　ان کا فضلك عن فقیرك یمنع

اے وہ ہستی جس کا اسم مبارک لے کر میں درخواست کرتا اور بلاتا ہوں گویا کہ آپ کی عنایت اس مفلس پر نہیں ہو رہی۔

حـاشـا لـجـودك ان تقنط عـاصيا　　فـالـفـضـل اجـزل والمواهب اوسع

پاکیزگی ہے آپ کی ذات اقدس کی سخاوت وکرم کے لئے گویا کہ وہ کسی گناہ میں ملوث شخص کو ناامید کرتی ہے پھر بھی آپ کی ذات کی بہت عنایت ومہربانی ہے اور آپ کی عنایتیں بے شمار ہیں۔

حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ کا انتقال بصرہ میں 581ھ میں ہوا۔ اللہ پاک ان پر اپنی رحمتیں اور عنایتیں نچھاور فرمائے۔ آمین

الاوزة

''الاوزة'' الف پر زبر اور واو پر زبر پائی جاتی ہے۔''اوزہ'' مرغابی یا بڑی والی بطخ کو کہتے ہیں۔''اوزة'' اس کا واحد ہوتا ہے اور''اوزون'' واؤ اور نون کے ساتھ جمع بنتی ہے۔ ابونواس شاعر''اوزة'' کو متعارف کرواتے ہوئے شعر کہتا ہے:

كـانـمـا يـصـنـون من مـلاعـق　　صـرصـرة الاقـلام فـی الـمهـارق

غالباً بطخ چمچوں کی مدد سے سیٹی بجایا کرتی ہے۔ بہت تیز قلم ہیں بغیر پانی و گھاس کے میدانوں میں۔

ابونواس عہد عباسیہ میں ایک بہترین شاعر گزرے ہیں۔ ان کے متعلق انوکھے واقعات اور دل لبھانے والی پہیلیاں شہرت کی حامل ہیں۔ ابونواس نے خمریات کے موضوع پر زبردست اشعار لکھے ہیں۔

ابونواس کا نام الحسن بن ہانی بن عبدالاول ہے۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ الماموم نے بیان کیا ہے کہ ابونواس نے اس کائنات کے بارے میں اس طرح کے انوکھے شعر لکھے ہیں کہ خود کائنات بھی نہ کہہ پائے۔ سوان کے دو شعر درج ذیل ہیں:

الاکـل حتـی هـالك وابن هـالك　　وذونـسـب فـی الهـالـكین عریق

جان لو کہ ہر زندہ رہنے والا مرنے والا اور مرنے والے کا فرزند ہے اور بہترین خاندانی سلسلے والے مرنے والوں میں زیادہ معزز ہوا کرتے ہیں۔

اذا امتـحـن الـدنـيـا لبيـب تكشفت　　لـه مـن عـدوفـی ثيـاب صـديق

جس وقت کوئی علم ودانش رکھنے والا کائنات کا امتحان لیتا ہے تو اس کے قریب احباب نما حریف کی سچائی روشن ہو جاتی ہے۔

الماموم کا بھی یہ کہنا ہے کہ جس نے بامعنی اور حیرت انگیز شعر بیان کئے ہوں۔ وہ ابونواس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی توجہ کریں کہ ابونواس اللہ پاک کے متعلق کتنی اچھی سوچ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ اشعار سے استفادہ فرمائیں:

تـكـثـر مـا اسـتـطـعـت من الخطايا　　فـانـك بـالـغ ربـا غـفـورا

تو دل کھول کر غلطیاں کرتا رہ کیونکہ تو بخشنے والے مہربان اللہ کے پاس جانے والا ہے۔

سـتـبـصـر ان وردت عـلـيـه عـفـوا　　وتـلـقـی سیـدا مـلـكـا كـبـيـرا

تو نظارہ کرنے گا معافی وعنایت کو اگر تم اس کی مجلس میں جاؤ گے اور بادشاہ اعظم سے ملو گے۔

تعض ندامة كفيك مما ترکت مخالفة النار الشرورا

تم شرم کے باعث اپنے ہاتھ ملو گے ان کوتاہیوں کی بناء پر جنہیں تم نے آگ کے ڈر سے ترک کیا ہے۔

ایک خواب: محمد بن نافع کا کہنا ہے کہ ابونواس کی وفات کے بعد وہ ان کو خواب میں نظر آئے تو محمد بن نافع نے ان کو بلایا۔ ابونواس! وہ بولے کہ یہ کنیت سے مخاطب کرنے کا لمحہ نہیں ہے۔ میں بولا ٹھیک اے الحسن بن ہانی۔ ابونواس بولے جی اب کہیے۔ محمد بن نافع نے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا ہے؟ ابونواس نے بتلایا کہ اللہ پاک نے میری اس شاعری کی بناء پر مجھے بخش دیا ہے جو میں نے فوت ہونے سے پہلے کی تھی' اور وہ شعر میرے سرہانے کے نیچے پڑے ہیں۔

محمد بن نافع کا کہنا ہے کہ جس وقت میں نیند سے جاگا تو میں اٹھ کر اسی وقت ابونواس کے گھر میں گیا اور ان کے اہل وعیال سے دریافت کیا کہ برادر ابونواس نے انتقال سے پہلے کچھ شاعری کی تھی۔ وہ کس جگہ پر رکھی ہے؟ اہل وعیال نے بتایا کہ اس کے متعلق ہم نہیں جانتے مگر اتنا تو ذہن نشین ہے کہ انہوں نے اس لمحے کاغذ اور پنسل طلب کیا تھا مگر وہ کاغذ کا پرچہ جس پر شعر درج ہیں اس کا ہمیں علم نہیں۔

محمد بن نافع نے فرمایا ہے کہ اس کے متعلق جاننے کے بعد میں گھر کے اندر گیا اور ابونواس کے سرہانے دیکھا تو کاغذ کے ایک پرچے پر درج ذیل شعر درج تھے:

يارب ان عظمت ذنوبي كثرة فلقد علمت بان عفوك اعظم

اے پالنے والے اللہ پاک! اگر میری کوتاہیاں بکثرت ہیں تو میں بھی اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ تیری ذاتِ اقدس کا دامن بخشش بہت کشادہ ہے۔

ان كان لايرجوك الامحسن فمن الذی يدعوويرجوالمجرم

اگر تیری پاک ذات سے محض نیکیاں کرنے والے انسان ہی توقع رکھیں تو پھر وہ کون سی ذات ہے جس کے دم سے گناہ گار توقع رکھیں اور دعا مانگیں۔

ادعورب كما امرت تضرعا فاذا رددت يدی فمن ذايرحم

میں دعا کرتا ہوں اے پروردگار عالم تیری ذات پاک کے فرمان کے تابع آہ وبکا کر رہا ہوں' سو اگر تیری ہستی مجھ کو ڈانٹ دے تو پھر کون سی ذات مہربانی کرے گی۔

مالی اليك وسيلة الاالرجا وجميل عفوك ثم انی مسلم

میرا آپ کی ذات تک جانے کے لئے توقع ومعافی کے علاوہ اور کوئی روزن نہیں اور اس کے بعد میں شرمندہ ہوں۔

محمد بن نافع کا کہنا ہے کہ ابونواس سے ان کے حسب ونسب کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ بولے کہ میرا ادب میرے نسب

سے زیادہ عظمت والا ہے۔ ابونواس کی وفات 194ھ میں ہوئی۔

بڑی بطخ کے خصوص: 1- بطخ تیرنے میں خوب ماہر ہوتی ہے۔

2- بطخ کے بچے انڈوں سے نکلنے کے فوراً بعد تیرنا شروع کر دیتے ہیں۔

3- بطخ جب انڈے سیتی ہے تو اس کا نر اس سے ایک پل بھی الگ نہیں ہوتا۔

4- بطخ کے بچے۔

بطخ کے بارے میں ایک انوکھا واقعہ: حسن بن کثیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد دیکھا ہوا ہے۔ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے تشریف آور تھے تو انہوں نے یا دیکھا کہ سامنے ہی ایک بطخ اپنی شکل پر تھپڑ رسید کر رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ اس بطخ کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ ماتم کر رہی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حسن بن کثیر کا کہنا ہے کہ میرے باپ نے بتلایا ہے کہ اسی پل میں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گزارش کی اے امیر المومنین ہم کو اور اس مرادی کو علیحدہ چھوڑ دیں ہم اس سے ٹکراؤ کر لیں گے (ابن ملجم بنو مراد قبیلہ کا ایک فرد تھا) آپ رضی اللہ عنہ آگے نہ ہوں۔ اس کے لئے بھی کوئی بکری ٹھہرے گی اور نہ ہی اونٹنی (مطلب کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ نہیں اس طرح نہ کرو بلکہ تم لوگ اس طرح کرو کہ ابن ملجم کو قیدی بنالو۔ اگر میرا انتقال ہو گیا تو اس کو ہلاک کر دینا اور اگر میں حیات رہا تو زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہی رہے گا۔

شہادتِ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ: ابن خلکان وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک روز خوارج کے چند افراد اکٹھے ہو کر اصحاب نہروان کے بارے میں بات چیت کرنے لگے کہ ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد ہم سب لوگ حیات رہ کر کیا کر پائیں گے۔ سو عبدالرحمٰن بن ملجم، البرک بن عبداللہ، عمرو بن بکر تمیمی نے ایک دوسرے کے ساتھ یہ عہد کر لیا کہ ایک ہی روز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر دیا جائے۔ سو عبدالرحمٰن بن ملجم بدنصیب یہ کہنے لگا کہ میں تنہا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بہت ہوں۔ البرک بن عبداللہ بولا کہ میں بھی تنہا ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہت ہوں۔ ایسے ہی عمرو بن بکر بولا کہ میں بھی تنہا ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر سکتا ہوں۔ سو ان تینوں نے اپنی اپنی تلواریں نیام سے نکالیں اور 13 رمضان المبارک کو ایک ہی وقت میں حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم ارادۂ قتل سے کوفہ پہنچا۔ یکا یک وہ ایک قطام نام کی خاتون سے ملا جس کا والد اور برادر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم اس خاتون سے کہنے لگا کہ میں تم سے شادی کا خواہاں ہوں۔ خاتون بولی کہ کچھ شرطوں کی بناء پر میں تمہاری زوجہ بن سکتی ہوں۔ اول شرط یہ ہے کہ میرا حق مہر تین ہزار درہم ہوں، دوم میری چاکری کے لئے نوکر اور سوئم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہلاک کرنا۔ ابن ملجم کہنے لگا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیونکر قتل کروں گا۔ خاتون بولی کہ فریب سے ہلاک کرو۔ اگر تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارنے میں کامیاب ہو گئے اور زندہ رہے تو تم

لوگوں کو ان کے شر سے تقویت دینے کا باعث بنو گے اور تم اپنے خاندان کے ساتھ زندگی بسر کرو گے اور اگر تم مارے گئے تو بہشتی بنو گے اور اس طرح کا مقام حاصل کرو گے جدھر کے انعامات کبھی نہ کم ہوں گے اور تم کو بھی ایسے ہی مقام کی آرزو کرنی چاہئے۔
ابن ملجم کہنے لگا کہ میں کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جان سے مار دینے کے لئے آیا ہوں۔ سو ابن ملجم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جان سے مارنے کے لئے دروازے کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جدھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ادا کرنے کی غرض سے تشریف لاتے تھے۔ سو جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر ادا کرنے کے لئے آئے تو ابن ملجم نے موقع غنیمت جان کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رب کعبہ کی قسم تو فلاح پا گیا' تم سارے لوگ ابن ملجم کو حراست میں لے لینا۔ اس بات کو سنتے ہی ابن ملجم لوگوں پر حملہ آور ہوا' تمام لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا سو مغیرہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب نے ابن ملجم پر چادر ڈالی اور اسے گرفت میں لے کر زمین پر گرا دیا اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے۔
مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس واقعے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ دو روز تک (جمعہ اور ہفتہ کو) حیات رہے۔ اس کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون
سو ابن ملجم کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ہلاک کر دیا۔ عوام کو جس وقت ابن ملجم کی ہلاکت کی اطلاع ملی تو وہ اکٹھے ہو گئے اور سب نے اس کی نعش کو راکھ کر دیا۔
البرک بن عبداللہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مارنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ سو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا مگر زیادہ زور سے وار نہ کیا جا سکا۔ البرک بن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرین میں برچھا مار دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں درج ہے کہ ان کے سیرین بڑے بڑے ہوا کرتے تھے جس کی بناء پر ان کی عرق النکاح کٹ گئی جس کے نتیجے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی اولاد کی ولادت نہ ہوئی۔ جس وقت قاتل البرک بن عبداللہ کو حراست میں لے لیا گیا تو اس کو بتایا گیا کہ تیرے لئے سکون اور خوشی کی اطلاع ہے جس شب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا اسی شب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حملے کی زد میں لایا گیا حتیٰ کہ یہ بھی اطلاع مل گئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل البرک بن عبداللہ کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا اور اس کو رہا کر دیا۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ وہ شخص البرک بن عبداللہ بصرہ روانہ ہو گیا اور وہیں پر زندگی بسر کرتا رہا حتیٰ کہ زیاد بن ابیہ (جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانے میں عراق میں ان کے ماتحت تھے) کو اطلاع ملی کہ اس قاتل (البرک بن عبداللہ) کے ہاں اولاد کی ولادت ہوئی ہے تو زیاد بن ابیہ نے اس کو ہلاک کر دیا اور یہ کہنے لگا کہ اس بدنصیب قاتل کے گھر اولاد کی ولادت ہو سکتی ہے اور امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر اولاد کی ولادت نہ ہو یہ بات میں کس طرح سہہ سکتا ہوں۔ سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کے واسطے اس بناء پر ایک حویلی تعمیر کرنے کا فرمان دیا۔
سوئم خارجی عمرو بن بکر تمیمی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جان سے مارنے کے لئے ان کی تاک میں بیٹھا تھا مگر اتفاق سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں تکلیف شروع ہو گئی جس بناء پر وہ نماز کی امامت کے لئے مسجد میں

حاضر نہ ہو پائے تو پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی جگہ قبیلہ بنو سہم کے ایک شخص نے نماز کی امامت کی۔ عمرو بن بکر نے خارجہ پر ایک کاری ضرب لگائی جس سے ان کو شہادت نصیب ہوگئی۔ قاتل عمرو بن بکر کو حراست میں لے لیا گیا جس وقت اس کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ کے پاس لے کر گئے تو اس شخص سے ان لوگوں نے دریافت کیا (جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موضوع خلافت پر بات چیت کر رہے تھے) کہ کیا تو نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جان سے مار دیا ہے؟ عمرو بن بکر بولا کہ نہیں ان کی بجائے مجھ سے خارجہ نامی آدمی کی ہلاکت ہوئی ہے۔ سو حرضت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تو نے مجھے ہلاک کرنے کا عزم کیا مگر اللہ پاک نے خارجہ کے متعلق عزم کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس قاتل عمرو بن بکر کو جہنم رسید کر دیا۔

یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس لمحے عبدالرحمٰن بن ملجم قاتل پر نظر ڈالتے تو آپ رضی اللہ عنہ عمرو بن معدیکرب بن قیس بن مشکوح مرادی کے اس شعر سے مشابہت دیتے ہوئے فرمایا کرتے:

أريد حياته ويريد قتلي　　　عذيرك من خليلك من مراد

میں اس شخص کی حیات کا خواہاں ہوں اور وہ مجھ کو مارنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ تیرے بے وفا رفیق کا واسطہ قبیلہ مراد سے ہے۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اس شعر پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ابن ملجم کے بارے میں واقف تھے اور اس کے عزم کو بھی جانتے تھے تو آپ نے اس سے قبل ہی اس کو ہلاک کیوں نہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں اپنے مارنے والے کو کس طرح مار دیتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاها واستقربها النوى　　　كما قرعينا مالاياب المسافر

اس نے اپنی چھڑی تھکن کی بناء پر رکھ دی ہے اور اس کے مزاج میں دوری نے مقام بنا لیا جیسا کہ مسافر واپس لوٹ کر راحت محسوس کرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ اول امام ہیں کہ جن کی گور لوگوں سے چھپی ہوئی ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی گور (قبر) کو چھپائے رکھنے کے بارے میں وصیت دی تھی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہو گیا تھا کہ حکومت بنوامیہ کے پاس چلی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنوامیہ کی طرف سے سکون نہیں تھا کہ کہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کی گور کو مسئلہ نہ بنا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گور کے متعلق مخالفت ہے کہ آخر کار وہ ہے کدھر؟ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے کسی کونے میں پائی جاتی ہے۔

اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گور "قصر الامارۃ" میں ہے۔ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گور جنت البقیع میں ہے جبکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اکثر حضرات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گور نجف

(مشہد) میں موجود ہے۔ان دنوں عام وخاص کے لئے ایک زیارت گاہ ہے۔

بہت جلد جو ابن خلکان کا کہنا ہے اس کو "باب الفاء" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔انشاء اللہ

نفع: امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تتر بتر ہونے اور اختلاف کو ان میں امیر اور خلیفہ بن کر یکجا کر دیا گیا ہے اور چھپلے ہوئے انتقام کو اکٹھا کرنے کے لئے زبردست کاوش کی گئی ہے۔گویا کہ اکثر خراب احوال کی وجہ سے اکثر خلفاء کو برطرف بھی کر دیا گیا ہے۔اسی لئے خلافت کے بارے میں توضیح ضروری جانی جاتی ہے۔

مؤرخین نے تذکرہ کیا ہے کہ اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر چھ نمبر والا خلیفہ برطرف کیا گیا کیونکہ سارے خلفاء کرام کے احوالِ حیات اختصار کے ساتھ ولادت سے انتقال' کارگری کے دن' خلافت کے دن اور برطرف ہونے کی وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

سیرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم: مؤرخین کا کہنا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ دکھانے کے لئے سب سے قبل دور فترۃ (ایک نبی کے وصال کے بعد دوسرے کی بعثت کے عرصے تک) کے بعد حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی سو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت تک نہ صرف نبوت کا پیغام پہنچایا بلکہ اس کا حق بھی ادا کیا اور اللہ پاک کی راہ میں ایسے جہاد کیا جس طرح کہ جہاد کئے جانے کا حق تھا۔امت کو نیکی واچھائی کی تبلیغ کی' اپنے خدا کی بندگی بھی کرتے رہے حتیٰ کہ خالق حقیقی کے سپرد اپنی جانِ آفریں کر دی۔

حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت میں ساروں سے برتر' سارے نبیوں میں سب سے شریف' رحم فرمانے والے نبی' پرہیزگاروں کے امام' اللہ پاک کی عبادت وتعریف کو بلند کرنے والے' شفیق' مقام محمود سے اونچے مرتبے والے' اللہ کے رسول ہیں۔بروزِ قیامت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سارے مومنوں کو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے مجتمع کیا جائے گا۔حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت باقی ساری امتوں سے بہترین ہے۔

ترمذی' رقم الحدیث 3001' ابن ماجہ' رقم الحدیث 4287' مستدرک' رقم الحدیث 6987' مسند احمد' رقم الحدیث 11604' سنن الکبریٰ' رقم الحدیث 5' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 1012' مسند حمیدی' رقم الحدیث 411)

حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبیوں کے بعد سارے انسانوں سے برتر' حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سارے ادیان سے اونچے مرتبے والا اور حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بعد ساری خلقت میں عظیم اور برتر ہیں۔

حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے معجزے' عقل کل' اعلیٰ خاندانی سلسلہ' حسن

وخوبصورتی میں مکمل' سخاوت وکرم کے بادشاہ' بہادری کے مجسم' بردباری کے مجسم کی طرح کی کمال رکھنے والی خوبیاں عطا کی تھیں۔

حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے علم نافع' اعمال میں مضبوطی' مستقل مزاجی وخشیت الٰہی کی طرح کی بیش قیمت کرامات سے نوازا تھا۔

حضور سرکار مدینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے خلقت میں ساروں سے زیادہ سادہ میٹھی گفتگو کرنے والے' خلق وچال چلن کے عمدہ اور نفیس انسان اور ساری خصوصیات وصفات کا جامع تخلیق کیا تھا۔ اسی بارے میں شاعر کہتا ہے کہ

لم یخلق الرحمن مثل محمد ابدا وعلمی انہ لایخلق

اللہ عزوجل نے حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند اور کسی کو تخلیق نہیں کیا اور جس حد تک میں علم رکھتا ہوں ایسا کوئی تخلیق بھی نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت گھر میں تشریف فرما ہوتے تو اہل وعیال کے کاموں میں لگے رہتے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو صحیح کرتے' جوتے مرمت کرتے' خود کو سجاتے اور جس اونٹ کا استعمال آب وغیرہ لانے میں ہوتا تھا اسے اس کی خوراک بھی خود ہی ڈالتے۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں صفائی بھی کیا کرتے' اونٹ کو بھی باندھا کرتے' غلام کے ساتھ کھانا تناول فرماتے حتیٰ کہ آٹے کو گوندھنے میں اس کی مدد کیا کرتے اور بازار سے سودا سلف بھی خود خرید لیتے۔ حضور راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت غمگین اور فکر میں مبتلا رہتے اس طرح کہ جیسے سکون وآرام نہ کیا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ جانِ کائنات' صاحب معجزات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متعلق پوچھا تو حضور شہنشاہ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ خدا شناسی میری بساط ہے' الفت میرا قاعدہ ہے' دلچسپی میری سواری ہے' ذکر خدا میری خواہش ہے' غم میرا رفیق ہے' علم میرا محافظ ہے' صبر میری کملی ہے' اللہ کی خوشنودی میری غنیمت ہے اور مفلسی میری پہچان ہے' تقویٰ میری سنت ہے' تیقن میری طاقت ہے' سچ میری شفاعت ہے' بندگی میرا فخر ہے' اللہ کی راہ میں لڑنا میری عادت ہے اور میری آنکھوں کی راحت نماز ہے۔

حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری' شرم وحیا' الفت' صبر' سخاوت' برداشت' مہربانی' احسان' انصاف' جاہ وجلال' وحشت' بھروسا اور بے شمار صفات حمیدہ ہیں جن کو شمار کرنا ناممکن ہے۔ سو علماء کرام نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت' حیات' غزوات' خلق' اوصاف اور معجزوں

کے موضوعات پر کئی تصانیف لکھ رکھی ہیں۔ اگر سب موضوعات پر لکھا جائے تو تصنیفات کے ڈھیر لگ جائیں گے۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال، دین مکمل ہونے اور نعمتوں کے تمام ہونے کے بعد 12 ربیع الاوّل 11 ھ پیر کے دن ہوا۔ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ 63 برس تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال، رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہے۔

خلافت امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ: حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نزع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کا فرمان دیا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز اور بہترین رفیق تھے۔

(بخاری، رقم الحدیث 3456، مسلم، رقم الحدیث 2373، ترمذی، رقم الحدیث 3655، ابن ماجہ، رقم الحدیث 93، مسند احمد، رقم الحدیث 2432، ابن حبان، رقم الحدیث 6855)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا شمول خاص احباب میں کیا جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ دیگر لوگوں سے برتر تھے۔

جس دن حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس روز سقیفہ بن ساعدہ میں خلافت کے لئے بیعت کی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ہم اس واقعے کی طوالت کی وجہ سے اسے مفصل بیان کرنے سے گریزاں ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ بہت عمدہ کام سرانجام دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بہت جلد یمامہ فتح کیا اور بعض دوسرے شہروں میں بھی اسلام کا پرچم لہرایا اور اسلامی حکومت قائم کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑی عظمت والے، پرہیز گار امام، پروقار، زاہد، شجاع، مہذب، شکرگزار اور باقی اصحاب رضی اللہ عنہم میں بے مثال ہستی تھے۔ جس وقت حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو شور وغل اور ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی۔ اہل عرب مرتد ہوگئے۔ زکوٰۃ کے منکر پیدا ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اکٹھا کیا اور ان سے مشاورت کی۔

منکرین ومرتدین سے جنگ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے آمادگی ظاہر نہ کی اور اختلاف کیا۔ سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "آپ ان منکرین کے بارے میں جنگ کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں جبکہ حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک آپ کے سامنے ہے۔"

حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جس وقت تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کر لیں جو اس کا اقرار کرلے گا تو اس کا خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہو گیا مگر یہ کہ اس کا حق دائر ہوتا ہو اور اقرار کرنے والے کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔" (الحدیث)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے ضرور لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا اگر کوئی حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک مینہ بھی زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اور اب وہ اس کی نفی کرے گا تو میں اس سے بھی جنگ کروں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک کو کشادہ کر دیا ہے اب مجھے سمجھ میں آ گیا ہے کہ یہی حق ہے۔

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کٹھن دور میں عوام کیساتھ نرم رویہ اختیار فرمائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ دور جہالت میں جس وقت ایمان نہیں لائے تھے تو بہت ظالم اور سنگ دل تھے اب ایمان لانے کے بعد ڈرپوک ہو گئے ہیں۔ اے عمر! وحی کا دور اپنے اختتام کو پہنچا دین کی تکمیل ہو گئی۔ میری حیات میں دین میں کسی بھی طرح کی کوئی کمی بیشی ہونا ممکن نہیں۔ میں غفلت نہیں سہہ سکتا۔ یہ فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی فوج کو سات سو سپاہیوں اور اسلحہ کے ساتھ شام کے علاقہ میں بھیج دیا تھا۔ سو جس وقت یہ فوج "ذی خشب" کی جگہ پر پہنچ گئی تو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور ایک جانب عرب کے اکثر علاقے اسلام سے پھرنے لگے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اکٹھے ہوئے۔ ان ساروں نے مشاورت کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ اب اسامہ بن زید کی فوج کو واپس طلب کر لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں گو امہات المومنین کے پیروں کو کتے کاٹنے لگیں گے پھر بھی میں فوج اسامہ بن زید جس کو خود حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ کیساتھ بھیجا ہو ان کو کبھی واپس طلب نہ کروں گا اور اس فوج کے جھنڈے کو میں بالکل نہیں کھول سکتا جسے حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گرہ لگائی ہو۔

اکثر روایات میں یہ جملے لکھے گئے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جان لو کہ اس فوج کو واپس نہ بلانے کی بنا پر جانور بھی نوچ کھسوٹ لیں گے پھر بھی میں ان کو واپس طلب نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فرمان دیا کہ وہ فوج کو ساتھ لئے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اگر آپ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ)

سے بھی پوچھنا چاہو تو تم ایسا کر سکتے ہو کیونکہ میرے نزدیک ان کا ایک مقام ہے۔ میں ان سے الفت رکھتا ہوں اور ان کا مشورہ میرے لئے بہت اہم ہے اور میں ان سے بھی مدد کا خواہاں ہوں سو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بولے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل لیا ہے اس کے بعد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ چلے گئے۔

سو جس وقت یہ فوج کسی بھی پھرے ہوئے قبیلے سے گزرتی تو وہ لوگ بولتے کہ برادران مومنوں کی فوج بہادر ہے اگر ان لوگوں کے پاس اتنی بہترین فوجی طاقت نہ ہوتی تو اس مشکل دور میں یہ لوگ جنگ کے لئے قطعی رضامند نہ ہوتے۔ سو فوج حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے روم کے لوگوں سے قتال کیا اور انہیں بڑی بری طرح ہرا دیا۔ روم کے بے شمار لوگ ہلاک ہوئے۔ آخر کار اسامہ رضی اللہ عنہ کی فوج فتح سے ہمکنار ہو کے واپس لوٹی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میرے محترم والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوم ارتداد تلوار کو لہرا کر اپنی سواری پر بیٹھ کر باہر تشریف آور ہوئے۔ یکا یک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری ہوئی اور انہوں نے میرے محترم والد کی سواری کی لگام کو اپنی گرفت میں لے لیا اور فرمایا کہ "میں آپ سے وہی کلمات کہتا ہوں جو کہ غزوۂ احد کے روز حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے ارشاد فرمائے تھے کہ آپ اپنی تلوار کو واپس نیام میں رکھ دیں۔ آپ اپنی بدولت ہم کو غمزدہ نہ کریں۔ بخدا اگر آپ کی بناء پر ہم کو ضرر پہنچا پھر آپ کے بعد نظامِ اسلام کبھی بھی ٹھیک نہ ہو سکے گا۔"

ابن قتیبہ کا کہنا ہے کہ تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ باقی تمام عرب اسلام کی راہ سے بھٹک رہا تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ وہ ٹھیک راہ پر آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمامہ میں اسلام کا پرچم سربلند کیا اور وہاں پر ہی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد صفاء میں مقیم اسود العنسی کذاب کو بھی راہِ عدم سدھار دیا۔ پھر شام اور عراق میں فوج روانہ ہوئی۔

ابو رجاء العطاری کا کہنا ہے کہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ سارے لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک فرد کا سر چوم رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں تجھ پر قربان ہو گیا ہوں۔ بخدا اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو تباہی و بربادی ہمارا مقدر ٹھہرتی۔ ابو رجاء کا کہنا ہے کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ چومنے والا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چوم رہے ہیں اور منکرین اسلام سے جہاد میں کامیابی پر مبارکباد دے رہے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو عرب کے لوگ اسلام سے پھرنے لگے۔ لوگوں میں منافقت کا بول بالا ہو گیا اور میرے محترم والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مضبوطی سے میدان میں یوں اترے کہ وہ کسی پربت پر ہوتے تو وہ نیست و نابود ہو جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اس پاک ہستی کی جس کے علاوہ کوئی بندگی کے قابل نہیں، اگر حضرت

ابوبکر صدیق کو خلیفہ منتخب نہ کیا جاتا تو اللہ کی بندگی نہ ہو سکتی تھی۔ ان کلمات کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ دہرایا۔
علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت متحمل مزاج تھے۔ سو جس وقت وہ علیل ہوتے تو علاج کو روک دیتے تا کہ ذات باری تعالیٰ پر مکمل اعتماد ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حال دریافت کرنے کے لئے آتے تو درخواست کرتے کہ ہم لوگ آپ کے علاج کی خاطر کسی ڈاکٹر کو بلواتے ہیں تا کہ ٹھیک طریقے سے آپ کی دیکھ ریکھ اور علاج ہو پائے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یکا یک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری جانب نگاہ کی تو باقیوں نے سوال کیا کہ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرما رہے ہیں کہ میں جو خواہش رکھتا ہوں اسے سرانجام دے لیتا ہوں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال 22 جمادی الثانی 13 ھ کو بروز منگل مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کل 63 برس تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا یہ سبب بتایا جاتا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک اور جدائی کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شدید دکھ درد میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مدفن حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت دو سال تین مہینے اور آٹھ روز تک رہا۔
امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور باگ خلافت کو آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نصیحت کے مطابق جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس روز ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مانند بہترین خصلتوں کے مالک تھے عادات جنگ صبر برداشت جیسے خصوص آپ رضی اللہ عنہ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کی چپاتی تناول کرتے کچے دھاگوں کا لباس پہنا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بہت دفعہ فتح سے ہمکناری ہوئی اور کئی مقامات پر قبضہ جمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ ہستی ہیں جنہیں امیر المومنین کے خطاب سے نوازا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے والوں میں سے اول ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سارے غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر دین اسلام کو بہت بہترین طاقت مل گئی۔ جس وقت حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اچھے کردار سے حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہشت کی خوشخبری بھی دی گئی۔ (ترمذی کتاب المناقب رقم الحدیث 3627 مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 73)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف تو ان گنت ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ کی بڑائی کے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ رضی اللہ

عنہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر خاص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ دوم ہونے کی بناء پر امت کی خاطر داری کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال درویشی' نیکی اور شہادت پر ہوا۔

(بخاری' کتاب فضائل صحابہ' رقم الحدیث 3483' نسائی' رقم الحدیث 8135)

آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ ودشمنی رکھنے والے احمق' بے عقل اور کافر ہی ہوسکتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ اول خلیفہ ہیں جو شب کو گشت کیا کرتے تھے خاص طور پر شب کو ہی دین وکائنات دونوں کا ذمہ لیتے اور عوام کی رازداری سے حفاظت کرتے۔ اللہ پاک نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہیبت اور شان عطا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دبدبہ کی بدولت لوگ ان سے اتنا ڈرتے تھے کہ لوگوں نے سڑک اور چوراہوں پر بیٹھنا تک چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جس وقت یہ علم ہوا کہ لوگ ان کے دبدبے کی بناء پر ان سے ڈرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور اس منبر پر تشریف آور ہوئے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قدم رنجہ فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ پاک کی تعریف بیان کی پھر فرمانے لگے کہ لوگو! مجھ کو اس بارے میں علم ہوا ہے کہ لوگ میری سخت مزاجی کی بناء پر مجھ سے ڈر محسوس کرتے ہیں اور میرے جبر سے خوف کھاتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ عمر' حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھی ایسے ہی سخت رویہ رکھتے تھے۔

ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی سختی روا رکھتے تھے اور اب کیا ہوگا جبکہ وہ خلیفہ اور امیر المومنین بھی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا جو بھی یہ بات کہتا ہے درست کہتا ہے۔ میں حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نوکر اور خدمت گار کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ جس وقت حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے سے رضامند تھے۔ اللہ پاک کا صد شکر ہے کہ اس معاملہ میں سب سے خوش قسمت ہوں۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا گیا تو پھر بھی میں ایک نوکر اور خدمت گار کی طرح رہتا تھا تو میری درشتی ان کی حلاوت گڈمڈ ہو جاتی۔ اکثر اوقات میں تلوار باہر نکالتا تو وہ مجھ کو تلوار کو واپس رکھنے کا فرمان دیتے۔ اب اس دور میں مجھے آپ کا خلیفہ مقرر کیا گیا ہے لہٰذا یہ جان لو کہ اس وقت میری سنگینی میں زیادتی پیدا ہوگئی ہے مگر میرا تشدد ظلم کرنے والے کے لئے ہے اور میری حلاوت مومنوں' ایمانداروں اور اعتدال رکھنے والوں کے لئے ہیں۔ آج کے بعد سے میرا قاعدہ یہ ہوگا کہ اگر کسی نے دوسرے کے ساتھ زیادتی کی تو اس کو طلب کروں گا۔ پھر اس کے ایک گال کو دھرتی پر رکھوں گا اور دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا حتیٰ کہ وہ اپنا جرم قبول نہ کرلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے لوگو! میری یہ خواہش ہے کہ میں تم لوگوں کے خراج (زمین کا محصول) اپنے پاس نہ رکھوں۔ اس کے بجائے اسے تم سب کی حاجتوں کو پورا کرنے میں خرچوں۔ میری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ تم کو موت کے

حوالہ نہ کروں۔ میرا عالم تو یہ ہے کہ جس وقت میں تم لوگوں کو فوج میں بھیجتا ہوں تو مجھ کو ایک کفیل کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں محسوس ہوتی ہیں اور تب تک محسوس ہوتی رہتی ہیں جس وقت تک تم سب ٹھیک ٹھاک واپس نہ لوٹ آؤ اور اب آخر میں اپنے اور آپ کے لئے اللہ پاک سے بخشش مانگتا ہوں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بخدا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول کو تکمیل دی اور جدھر جبر کی حاجت ہوئی وہاں اسے اپنایا اور جدھر حلاوت کی طلب تھی ادھر حلاوت سے کام لیا اور بلا شبہ آپ رضی اللہ عنہ خود کو ذمہ دار اور والد جانتے تھے۔ اکثر اوقات پردہ داروں کے پاس حاضر ہوتے۔ بطور خاص ان عورتوں کے پاس جن کے خاوند سفر سے ہوتے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے کہ میں حاضر ہوں' آپ کو کوئی حاجت تو نہیں ہے۔ اگر خریداری کا کام ہو تو میں بازار سے خریداری کرا دوں کیونکہ یہ بات مجھے اچھی نہیں لگتی کیوں کہ آپ نازک اندام ہو فریب بھی کھا سکتی ہو۔

سو خواتین آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی اپنی خادمائیں بھیج دیتیں تو آپ رضی اللہ عنہ اس عالم میں بازار میں جاتے کہ خادماؤں اور نوکروں کی ایک لمبی لائن آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے ہوتی جن کو گنا نہیں جا سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی حاجات کا ساز و سامان خریدا کرتے۔ اگر ان میں سے کسی خاتون کے پاس روپیہ نہ ہوتے تو خود ہی رقم کی ادائیگی کر دیتے۔

ایک روایت میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت طلحہ شب کے وقت باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں گئے۔ پھر کچھ وقت کے بعد گھر سے باہر آئے۔ جس وقت صبح طلوع ہوئی تو حضرت طلحہ اس گھر میں گئے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس گھر میں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شب کو آپ کے گھر کس لئے آتے ہیں؟ وہ بوڑھی عورت بولی کہ یہ آدمی شب کو اس لئے آتا ہے کہ اس نے ہمارے کام کاج کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اور یہ کہ وہ اس گھر کی پریشانیوں کو دور کرے گا اور مسائل کو حل کرے گا۔

تصنیفات تاریخ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس وقت شام سے مدینہ منورہ تشریف آور ہوئے تو لوگوں سے دور دور رہے تا کہ ان کے احوال کے متعلق جان سکیں کہ ان کو کوئی فکر تو نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک کٹیا کے پاس سے گزرے جس میں ایک بوڑھی خاتون رہائش پذیر تھی۔ بوڑھی خاتون نے پوچھا اے آدمی! عمر فاروق اس لمحے کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ وہ شام سے خیر و عافیت کے ساتھ واپس لوٹ آئے ہیں اور ان دنوں مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ بوڑھی خاتون بولی عمر فاروق کو اللہ تعالیٰ میری طرف سے کوئی اجر نہ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بذات خود فرمایا ہے کہ بوڑھی خاتون نے اس طرح کا جواب اس لئے دیا تھا کہ عمر کے دور خلافت میں بڑھیا کو عمر کی طرف سے نہ کوئی سوغات اور نہ ہی کوئی درہم و دینار ملے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھیا سے فرمایا کہ عمر کو تیرے احوال کے بارے میں علم نہیں ہوا ہوگا اور نہ یہ پتہ ہوگا کہ تم یہاں رہائش پذیر ہو۔ بوڑھی خاتون بولی سبحان اللہ! کسی کو امیر المومنین منتخب کیا جائے اور اس کو عوام کی حالت کے متعلق خبر نہ ہو گویا کہ اس کی عوام شرقاً و غرباً تک وسیع کیوں نہ ہو۔ اس بات کا سننا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا اور یہ کہنے

لگے کہ آہ عمر! تجھ کو اتنی بھی فراغت نہ تھی کہ بوڑھی خاتون کی دیکھ بھال کر سکے۔ تو تو بہت ہی ناسمجھ ہے اور ہر فرد تیرے سے زیادہ دانا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بوڑھی خاتون سے فرمایا کہ تو عمر سے اپنی بے بسی و مفلسی کتنے میں بیچے گی؟ کیونکہ میں دوزخ کے بجائے اس جگہ پر زیادہ رحم کے لائق ہوں۔ بوڑھی عورت بولی عمر اللہ پاک آپ پر اپنی مہربانی فرمائے آپ کیوں میرے سے مزاح کر رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ میں مزاح نہیں کر رہا ہوں' اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس (کی بے بسی و مفلسی) کو 25 دینار میں خریدا۔ بس یہ بات چیت جاری تھی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں پر تشریف آور ہوئے۔ وہ دونوں بولے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین۔ اس بات کا سننا تھا کہ بوڑھی خاتون شرمندہ ہوگئی اور ایسا کہا کہ اب کیا ہوگا تم نے تو امیر المومنین کے منہ پر ہی ان کی برائی کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ کچھ لکھنے کے لئے طلب کیا مگر پرچہ نہ ملنے پر اپنی چادر سے ایک ٹکڑا اتار کر اس پر یہ لکھا:

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط'' عمر نے فلاں بوڑھی خاتون کے گلہ وجبر کو اس روز سے جب (مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) خلیفہ چنا گیا ہے' 25 دینار کے بدلے اتنے روز کے لئے خریدا گیا ہے۔ اس لئے جو بھی بروز قیامت عمر کے بارے میں یہ مطالبہ کرے گی تو عمر اس سے آزاد رہے گا۔ اس واقعہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی وہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو طلب کیا اور وہ پرچہ اس کے سپرد کر کے نصیحت کی کہ جس وقت میں فوت ہو جاؤں تو اس پرچے کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ میں اسی کیفیت میں اپنے خالق سے ملاقات کا خواہاں ہوں۔

الفضائلی نے تذکرہ کیا ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قادسیہ میں موجود تھے۔ اسی عالم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حکم نامہ لکھا جس میں یہ نصیحت تھی کہ نضلہ انصاری کو عراق میں علاقہ حلوان میں بھیج دو تا کہ وہ گرد و پیش کے علاقہ میں حملہ کرتے رہیں۔ سو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمان کے مطابق حضرت نضلہ نصاری کو تین سو گھڑ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ یہ سب حلوان آ پہنچے اور گرد و پیش کے علاقہ میں ہلا بول دیا جس کی بناء پر انہیں کچھ قیدی اور مال غنیمت کا حصول ہوا تو یہ سب واپسی کے لئے آنے لگے۔ اسی اثناء میں نماز عصر کا وقت تنگ ہو گیا اور سورج غروب ہونے لگا۔ نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت اور قیدی لوگوں کو پہاڑی چوٹی پر ٹھہرانے کا فرمان جاری کیا۔ پھر حضرت نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اذان دینا شروع کی اور بولے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' تو پہاڑ پر سے جواب دینے والے نے عرض کیا برادر تم نے بہت پیاری اللہ کی تعریف بیان کی ہے۔ حضرت نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا تو پھر کوئی بولا اے نضلہ کتنا خلوص سے بھرا جملہ ہے۔ اس کے بعد کہ نضلہ رضی اللہ عنہ نے ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' فرمایا تو پھر کوئی بولا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جن کی آمد کی اطلاع ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور ان کی

امت کے اختتام میں ہی قیامت کا نزول ہوگا پھر کی نصلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" تو دوبارہ کسی نے کہا کہ جو آدمی صلوٰۃ کو پابندی سے ادا کرے گا تو اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

جب کی نصلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" فرمایا تو کوئی گویا ہوا کہ جو شخص بھی اللہ کی اذان دینے والے کا جواب دے گا وہ فلاح پائے گا۔ اس کے بعد حضرت نصلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھا تو کوئی بولا کہ اے نصلہ انصاری یہ الفاظ جو تم نے نہایت خلوص کے ساتھ کہے ہیں اس کی بناء پر تمہارے لئے جہنم کی آگ حرام کر دی گئی ہے۔ سو جس وقت حضرت نصلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اذان دے لی تو فرمانے لگے کہ اللہ تم پر مہربان ہو' آخر تم کون ہو۔ ملائک ہو یا اللہ کے نیک بندوں میں سے ہو جس کی آواز ہماری سماعتوں تک پہنچی ہے' تم اپنا دیدار کراؤ' کیونکہ یہ نمائندوں کی جماعت حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روانہ کی ہوئی ہے۔ بس اس بات کا کہنا تھا کہ پہاڑ فوراً پھٹ پڑا اور اس میں سے ایک آدمی ظاہر ہوا جو کہ بظاہر قوم کا حکمران دکھائی دیتا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ اس کے بدن پر اونی گدڑی تھی۔ آتے ہی اس نے سلامتی بھیجی۔ اس کو سلام کا جواب دیا گیا اور یہ دریافت کیا گیا کہ آخر تم کون ہو؟ وہ بولا کہ میں رزین بن برثملا ہوں۔ مجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وصیت میں کہا تھا کہ میں اس پہاڑ پر مقیم رہوں۔ انہوں نے اپنے نزول تک میرے لئے لمبی عمر کی دعا فرمائی تھی۔ اس لئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میرا سلام دینا اور ان سے یہ کہنا کہ ٹھیک کام کریں اور اللہ پاک کے نزدیک ہونے کے لئے تیار رہوں کیونکہ قیامت نزدیک ہے اور ان سے یہ بھی عرض کرنا کہ جس وقت یہ (درج ذیل) عادتیں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جائیں گی تو جان لو کہ یہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختتام ہے:

1- جس وقت آدمی' آدمی سے بے پرواہ ہو جائے گا اور خاتون' خاتون سے بے پرواہ ہو جائے گی اور یہ لوگ اپنے امور کے علاوہ دوسروں کے امور میں مصروف ہو جائیں گے۔

2- ایسے ہی دوسرے آقاؤں کو پکڑیں گے' سلسلہ یہاں تک آ جائے گا کہ نہ بڑا چھوٹے پر شفیق ہوگا اور نہ ہی چھوٹا اپنے بڑوں کا احترام کرے گا۔

3- لوگ نیک کام چھوڑ کر برائی کی طرف لپکیں گے اور شر سے بچ پانا کٹھن ہو جائے گا۔

4- تمام علماء دین کے علم کو دنیا کے مقاصد کے لئے حاصل کریں گے۔

5- بادل بہت زیادہ گرم ہوا کریں گے۔

6- اولاد غضب آلود ہوا کرے گی۔

7- لوگ مسجدوں کے میناروں کو اونچا تعمیر تو کریں مگر قرآن پاک کی تلاوت نہیں کیا کریں گے۔

8- مسجدوں کو خوب سجائیں گے اور عمارتوں کو بہت مضبوطی سے بنائیں گے۔

9- آرزوؤں کے غلام ہوں گے۔

10- دین اسلام کو دنیا کی خاطر بیچیں گے اور رحم کرنا ترک کر دیں گے۔
11- اللہ پاک کے احکامات کے خلاف اعمال کریں گے اور سود خور بن جائیں گے۔
12- دولت مند کو قدر و منزلت اور فقیر کو رسوائی ملا کرے گی۔
13- انسان جس وقت اپنے گھر سے نکل کر باہر جائے گا تو اس کو اعلیٰ مقام والا اسلام کرے پھر وہ جواب دے گا۔
14- نالائق اعلیٰ عہدوں پر تعینات ہو جائیں گے۔
''قرب قیامت کے بارے میں یہ اطلاعات دے کر وہ شخص غائب ہو گیا۔''

حضرت نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ سارا قصہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی پرچے میں لکھا کہ آپ نضلہ انصاری اور جو انصار و مہاجر آپ کے ساتھ ہیں ان کے سنگ اس پہاڑ پر ہی چلے جائیں۔ اگر اس آدمی سے پھر ملو تو میرا اسلام انہیں کہہ دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چلنے لگے۔ اس وقت ان کے ساتھ لگ بھگ چار ہزار مہاجرین اور انصار اپنے خاندان والوں کے ساتھ موجود تھے جس وقت یہ سارے لوگ پہاڑ پر جا پہنچے اور چالیس روز تک وہیں مقیم رہے اور اذان بھی دیتے رہے مگر کوئی جواب نہ ملا۔ یہ عالم دیکھ کر ان لوگوں نے تمام حالات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ کر بھیج دیئے۔

(ایسا علم میں آتا ہے جیسے کہ وہ آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت پر عمل درآمد کے بعد وفات پا گیا۔ مترجم)

عہد فاروقی کے نمایاں کارنامے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ اول خلیفہ ہیں کہ انہوں نے تاریخ کی بنیاد رکھی۔ یہ امر 16ھ میں سرانجام ہوا۔ اسی برس بیت المقدس فتح کیا گیا۔ اس برس ہی حضرت سعد بن ابی وقاص نے کئی علاقوں میں فتح کے جھنڈے گاڑے حتیٰ کہ وہ مصر اور کوفہ تک جا پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے شہروں اور اداروں کی تعمیر کی اور اللہ پاک کے کلمہ حق کو اونچا کرنے کے لئے اقدامات کئے۔ سو اللہ عزوجل نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مومنوں کو جیت و سربلندی سے نوازا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دمشق، قادسیہ، روم، الرقہ، حلوان، حمص، بسان، حسران، اریا، قیساریہ، مصر، نسر، نہاوند، راسی اور اس کے مضافات اصبہان، بلاد فارس، ہمدان، اصطخر، توبیہ، البرلس اور البریز وغیرہ میں جیت کا پرچم لہرایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جرس حجاج بن یوسف کی تلوار سے زیادہ خوفناک تھے۔ روم و فارس کے شہنشاہ ہمہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لرزتے اور فکر مند رہتے تھے۔ اس سب کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی زندگی بسر کیا کرتے تھے جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ملبوس، سکونت، طور طریقے، آؤ بھگت و عاجزی خلافت سے قبل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سکونت میں رتی برابر بھی فرق نہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں اکیلے چلا کرتے تھے، کسی محافظ یا نگہداشت کرنے والے کی حاجت ہی نہ چاہی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے رہن سہن میں خلیفہ بننے کی بناء پر کوئی ردوبدل نہ ہوا اور نہ ہی کسی

مومن سے سختی سے گفتگو کی' نہ ہی کسی کو سچ کہنے سے منع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سچائی وانصاف سے کوئی مفلس ونادار شخص ناامید نہ ہوتا تھا اور نہ ہی نیک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے سخت ہونے سے حرص کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ پاک کے فرمان پر عملدرآمد کے بارے میں کسی ملامتی کی فکر نہ کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سدا بیت المال کے بارے میں خود کو عام مومنوں کی طرح جانا اور اپنے فرائض کو مہاجرین کے جیسے جان کر سرانجام دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ تر یہ فرماتے تھے کہ اے لوگو! میں تم لوگوں کی دولت کو یتیموں کی دولت جیسا سمجھتا ہوں' اس طرح جیسے مجھ کو یتیموں کا سربراہ چنا گیا ہو۔ اگر میں دولت مند ہوا تو پاکیزہ دولت سے ہوا اور اگر میں نے اپنی کوئی حاجت روائی کی تو حلال دولت سے کی۔

حضرت مجاہد کا کہنا ہے کہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی محفل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنے لگے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ جس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر سماعت کیا تو شدت سے رونے لگے حتیٰ کہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہو گئے۔ حضرت مجاہد نے کہا کہ اللہ پاک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر مہربان ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ تو بس قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ اللہ پاک کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے حدوں کا قیام کرتے اور حدود کے قائم کرنے میں کسی نکتہ چینی کی ہرگز فکر نہ کرتے۔

حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ میں امیر المومنین کو اپنے فرزند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر حد قائم کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اس کو ''باب الدال'' میں ''الدیک'' کے موضوع پر مفصل بیان کیا جائے گا۔

شہادتِ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ 23ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے نوکر ابولولو فیروز نام کے آدمی نے حملہ آور ہو کر شہید کر دیا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس نوکر سے چکی بنانے کا کام کروایا کرتے تھے اور اس کے بدلے ہر روز چار درہم دیا کرتے تھے۔ ایک روز ابولولو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا کہ وہ ان پر کام کا زیادہ بوجھ ڈال رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سے فرمائیں کہ وہ میرے کام میں کمی کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابولولو سے فرمایا کہ تو اللہ پاک سے ڈر اور اپنے مالک سے اچھا برتاؤ اختیار کر۔ سو ابولولو غصے میں آ گیا اور بولا کہ یہ کتنی انوکھی بات ہے کہ میرے سوا آپ رضی اللہ عنہ نے سب کے ساتھ سچائی اور انصاف کیا ہے۔ سو وہ اسی روز سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مارنے کی خفیہ طور پر کوشش کرنے لگا۔ سو ابولولو نے ایک دو دھار والا خنجر بنایا اور امیر المومنین کو مارنے کے لئے ان کی تاک میں لگا رہا۔ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے تشریف آور ہوئے۔ عمرو بن میمون نے کہا کہ میں بھی نماز ادا کر رہا تھا۔ میرے اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وسط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ اسی اثناء میں آپ رضی اللہ عنہ نے ''اللہ اکبر'' کہا۔ پھر کچھ لمحوں بعد میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سماعت کیا کہ کوئی کتا مجھ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مارنے کے بعد غلام خنجر لے کر بھاگ نکلا۔ وہ دو دھار والا خنجر جس کو بھی دائیں' بائیں لگا

اسے ہی زخمی کر دیتا۔ یہ چھری قریباً 13 افراد کو لگی جن میں سے سات افراد نے شہادت پائی۔ اکثر نے 9 تعداد بتائی ہے۔

ابولولو قاتل غلام کو جس وقت کسی مومن شخص نے دیکھا تو اس پر کمبل ڈال دیا جس میں وہ پھنس گیا۔ جس وقت قاتل غلام ابولولو کو احساس ہوا کہ اب میں پکڑا جاؤں گا تو اس نے خود کو بھی وہ خنجر مار لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ پاک اس کو ہلاک کر دے۔ میں نے تو اس کو اچھے امور کی رائے دی تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ رب العزت کا بہت شکر ہے کہ میرے لہو سے کسی مسلمان کے ہاتھ نہیں رنگے گئے۔ ابولولو مجوسی غلام کہلاتا تھا۔ اکثر لوگوں کے نزدیک وہ نصرانی تھا۔

یوم شہادت و عرصہ خلافت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا قصہ 14 ذی الحجہ کو پیش آیا۔ زخم لگ جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ایک روز اور ایک شب تک حیات رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر 63 برس ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رضا سے حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مدفون کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی بناء پر زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ بچے اپنی والدہ سے کہا کرتے ہائے ماں اب تو قیامت برپا ہو گئی تو ان کی والدہ جواب میں کہتی کہ میرے فرزند بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مجلس شوریٰ کا تذکرہ "لفظ الدیک" کے موضوع سے آگے بیان ہوگا انشاء اللہ)

محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت دس سال چھ مہینے پانچ شب تک رہا اور اکثر علماء نے 13 روز کہا ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ میری موت مدینہ میں ہو اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شہادت کی موت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ابولولو کو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیری محنت کا معاوضہ تو ٹھیک ہے۔ یہ سن کر وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس طرح کی چکی بناؤں گا جسے لوگ قیامت تک نہ بھولیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذہانت رکھتے تھے انہوں نے فرمایا ابولولو مجھ کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ (مترجم)

امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے تین روز بعد ارباب حل وعقد کی مشاورت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے رضامندی ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزند تھے۔ علماء کرام کی چھان بین کے مطابق 24ھ سے قبل ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے لئے بیعت کی گئی تھی۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور جاہلت اور دور اسلام دونوں میں ہی یہی ایک نام عثمان ہوا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور ابوعبداللہ ہوا کرتی تھی مگر اول کنیت "ابوعمرو" کو زیادہ شہرت ملی۔ ایسے ہی حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو امیہ بن عبد شمس کی جانب نسبت سے ''اموی'' بھی کہا جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندانی سلسلہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد مناف کے ساتھ جا کر ملتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذی النورین'' بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، فخر موجودات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو بیٹیوں سے نکاح کا شرف حاصل ہے۔

(سنن الکبریٰ رقم الحدیث 13205)

اور نہ ہی ان دونوں بیٹیوں (مطلب حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کے بعد اس کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کسی تیسری خاتون سے عقد کیا ہو۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''ذی النورین'' پکارے جانے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا بہشت میں داخلہ ہوگا تو دو دفعہ نورانی تجلیوں کا ظہور ہوگا۔ اسی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کو ''ذی النورین'' بھی کہتے ہیں۔ اکثر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز وتر میں پورا قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے تو قرآن کریم اول نور ہے اور وتر دوم نور ہے۔ اس وجہ سے بھی آپ رضی اللہ عنہ ''ذی النورین'' کہلاتے ہیں۔

اکثر علماء کرام یہ کہتے ہیں کہ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اول مومنین میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو دونوں قبلہ شریف کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے کا اعزاز حاصل ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ دو ہجرتوں میں بھی شامل ہوئے ہیں۔ اول ہجرت تو اس لحاظ سے کہ یہ اول مہاجر ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تھی۔ اس بناء پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ''ذی النورین'' کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شمولیت نہ کرنے کے باوجود بھی شرکت کرنے والوں میں گنا جاتا ہے۔ غزوۂ بدر میں اس وجہ سے شرکت نہ کر پائے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، علالت کا شکار ہو گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شمولیت کی منظوری نہ دی تھی اور حضور مکی مدنی سرکار، مدینہ، راحت قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی حکم فرمایا کہ آپ کو مال غنیمت میں ایک فرد کا حصہ اور ایک شہادت پانے والے کا ثواب ملے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں اس بناء پر شرکت نہ کر پائے کہ اگر کوئی فرد ان کے سوا مکہ مکرمہ میں زیادہ معزز ہوتا تو حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ سفیر بنا کر روانہ کر دیتے۔ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان کے لئے بس اتنا ہی بہت ہے کہ جن دنوں حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ سے رضامند تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس جہاں میں ہی بہشت کی

خوشخبری دے دی گئی اور کئی دفعہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بطور خاص دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور کارنامے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولت مند' خوش اخلاق اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جس وقت خلیفہ منتخب کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آؤ بھگت و عاجزی میں اور کثرت پیدا ہوگئی' لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور پیار میں اضافہ ہوگیا۔ لوگوں کو دولت مندوں کی طرح کا کھانا تناول کرواتے مگر بذات خود سرکہ اور زیتون کے تیل کو استعمال میں لایا کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوج عسرہ کو نو سو پچاس اونٹ دے کر خوب مال سے لاد رکھا تھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس فوج کو ضروری چیزیں اور پالان بھی دے رکھا تھا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد 50 اونٹ اور دے کر پورے ایک ہزار اونٹ کر دیئے تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کو ساز و سامان سے خوب لدا پھندا رکھا ہوا تھا۔ حضرت امام زہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوج عسرہ کی 940 اونٹ اور 60 گھوڑے دے کر مدد کی تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فوج عسرہ کی تیاری کے لئے روانہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو چوما اور یہ فرمانے لگے کہ

"اے عثمان! جو کچھ بھی تم ظاہری یا باطنی طور پر کرو بلکہ جو کچھ تا قیامت کرو اس سب کو اللہ عزوجل درگزر فرمائے۔"

ایک حدیث میں یہ کلمات بیان کیے گئے ہیں کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب و سینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن کے بعد سے عثمان کچھ بھی کریں وہ ان کے لئے ضرر کا باعث نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "بیر رومہ" کو پچیس ہزار درہم میں خریدا اور مومنوں کے لئے اس کو وقف کر دیا۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسکندریہ' سابور (ایران کا ایک صوبہ) افریقہ' قبرص' سواحل روم' اصطخر اخریٰ' فارس اولیٰ' خوزستان' فارس الاخریٰ' طبرستان' کرمان' سجستان' الاساورہ' افریقہ کے فارسی قلعے' اردن کے ساحلی علاقہ جات اور مرو (خراسان کا علاقہ) وغیرہ کو فتح کر لیا گیا۔

جس وقت مدینہ منورہ میں بہت زیادہ آبادی ہوگئی اور وہ مرکز اسلام تسلیم کیا جانے لگا' مال و دولت میں اضافہ ہوگیا اور بڑے بڑے ملکوں سے خراج موصول ہونے لگا تو عوام دولت' جانوروں اور گھوڑوں وغیرہ کی زیادہ کثرت کی بناء پر غرور میں مبتلا ہوگئی اور انہوں نے جس وقت بڑے بڑے ملکوں میں فتح کے جھنڈے گاڑھ لئے تو سکون میں مبتلا ہوگئے اور اپنے امیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غیبت میں مشغول ہوگئے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بہت زیادہ مال و متاع تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک بڑے اصطبل کے مالک تھے۔ سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عزیز و اقارب کو مال و دولت عطا کیا

اور ان کو حکومت کے عہدے بھی دیئے تو لوگ ان کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے یہ تک بول دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکومت کے قابل نہیں اس لئے ان کو معطل کر دینا چاہئے۔

آخر کار عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کی قلعہ بندی کے لئے تیار ہو گئے۔ سو ان لوگوں سے اس طرح کی حرکتیں ہوئیں جن کا تذکرہ طویل ہونے کا سبب بنے گا۔ سو عوام نے کچھ روز تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کا گھیراؤ جاری رکھا جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کتنے سفاک اور شرارتی تھے۔ سو تین افراد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ میں چھلانگ لگائی اور انہیں ہلاک کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ضعیف شخص تھے۔ نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تنگ کیا گیا۔ اللہ پاک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی جواب طلبی کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ شہید کئے گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خوبیاں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ان گنت خوبیاں ہیں مگر کچھ خوبیوں پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس دنیا میں ہی بہشت کی خوشخبری دی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جن سے خدا پاک کے نور والے ملائک حیا کرتے ہیں میں ان سے کیونکر حیا نہ کروں۔“

(مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، رقم الحدیث 2401، ابن حبان، رقم الحدیث 6907، مسند ابو یعلی، رقم الحدیث 6907)

حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر پہلے ہی دے دی تھی جو کہ درست ثابت ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد مسلمانوں کی امت کا نظام ابتری کا شکار ہو گیا۔ لوگوں میں جوش وغصہ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے لوگ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے حتیٰ کہ اس معاملے میں نوے ہزار مسلمان جانبازوں نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت لی گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری کو ربذہ کے مقام پر (نجد کی ایک ریگستانی بستی) جلاوطنی کا حکم دے دیا کیونکہ یہ عوام کو دنیا سے علیحدگی کی رغبت دلاتے تھے۔

فتنوں کی شروعات: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر منتخب کیا تھا۔ اپنے عزیز واقارب کو مال واسباب دیا تو عوام اس وجہ سے مشتعل ہو گئے۔ 35ھ میں اتفاق سے یہ واقعہ پیش آیا کہ مالک اشتر نخعی دو سو کوفیوں اور ڈیڑھ سو مصریوں کو ہمراہ لئے مدینہ منورہ آیا اور یہ نعرے بازی شروع کر دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ جس وقت یہ سب لوگ اکٹھے ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان سب افراد کو دین کی طرف دعوت دی مگر ان افراد نے ان کی باتوں سے اختلاف کیا اور مذاکرات کرنے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس ان کے مقاصد سے روکنے کے لئے بھیجا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک حد تک اس معاملے میں کامیابی ملی اور ان کو اپنے مقاصد سے رکے رہنے کی تاکید کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی ان لوگوں سے اس بات کی گواہی لی کہ ہاں اب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہی عمل درآمد کریں گے۔ نیز ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس بات کا معاہدہ طے کیا اور ان کو ضامن بنایا کہ وہ ہمارے مطالبوں کے گواہ سمجھے جائیں گے۔

مصر کے لوگوں نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ عبداللہ بن ابی سرح کے بجائے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا جائے۔ سو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کو مان لیا اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا حکمران منتخب کر لیا۔ اس بات کی منظوری کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے مقامات کی جانب لوٹ گئے۔ سو جس وقت مصری گروہ ایلہ کے مقام پر پہنچا تو ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سفیر کو ایک اونٹنی پر بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کی تلاشی لی تو اس سے ایک خط ملا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر ثبت تھی اور وہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے تحریر کیا گیا تھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ

"یہ خط عثمان کی جانب سے گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کے لئے ہے جب محمد بن ابی بکر فلاں فلاں کے ساتھ آئیں تو پھر ان کے ہاتھ اور پیروں کو کاٹ کر کھجور کی شاخوں سے آویزاں کر دیا جائے۔"

جس وقت اس قصے کی اطلاع کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگوں کو ملی تو وہ سارے دوبارہ واپس آگئے۔ سو جس وقت انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہو کر احوال بتائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور نہ کچھ ایسا تحریر کیا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ پھر تو یہ سلسلہ آپ کے لئے اور بھی خطرناک ہو گیا۔ پس آپ سے خلیفہ کی انگوٹھی لے لی جائے۔ ایسے ہی آپ کا خاص اونٹ "نجیب" بھی لیا جائے۔ آپ تو حالات سے غافل رہتے تھے، آپ کو احوال کا کچھ علم نہیں لہٰذا آپ خود ہی حکومت سے برطرف ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے برطرف ہونے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد وہ سارے افراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی قلعہ بندی کے لئے تیار ہو گئے۔ سو ان سب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی قلعہ بندی کر لی اور ان میں ساروں سے زیادہ شیطان محمد بن ابی بکر تھے۔ یہ قلعہ بندی شوال کے اواخر میں کی گئی اور قلعہ بندی اتنی سخت تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے پانی تک بین کر دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی قلعہ بندی: ابو اسامہ الباہلی نے کہا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کی قلعہ بندی کر دی گئی تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر پر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خارجیوں سے یہ فرمایا کہ برادر آخر تم لوگ میرے گھر کی قلعہ بندی کر کے مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو؟ میں نے حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات،

فخر موجودات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے "حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کسی بھی مومن کا لہو تین مواقع کے علاوہ بہا دینا جائز نہیں ہے۔

1- وہ مومن جو اسلام سے پھر گیا۔

2- شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب ہوا۔

3- یا اس نے کسی کو بے گناہ قتل کر دیا ہو۔

سو ان میں سے کسی ایک گناہ کے مرتکب ہونے پر مومن کا قتل جائز ہے۔"

"بخدا اللہ پاک نے جس روز مجھے راہِ ہدایت کے مال سے نواز دیا ہے اس روز سے میں نے اپنے مذہب کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اختیار نہیں کیا اور نہ ہی میں نے دورِ جہالت اور دین اسلام میں کبھی زنا کیا اور نہ ہی کسی بے گناہ کو ہلاک کیا تو آخر تم مجھ کو کیوں مارنے پر تلے ہو۔" (رواہ احمد)

دورانِ قلعہ بندی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت: شداد بن اوس نے کہا ہے کہ جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کی قلعہ بندی سخت ہوئی تو مجھے کیا دکھائی دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر سر پر حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی اور آپ کی ہی تلوار کا قلادہ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہجرت کرنے والوں اور انصار کے گروہ کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈرا کر پراگندہ کر رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ ہی دیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور فرمایا "اے امیر المومنین، حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ حملہ کرنے والا تباہ وبرباد ہو گیا۔ بخدا میری نگاہ میں امت اتنے غصے میں ہے کہ وہ آپ پر ضرور حملہ کرے گی اس لئے آپ ہمیں یہ فرمان دیں کہ ہم ان سے لڑائی کریں اور آپ کی جانب سے برسر پیکار ہوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے علی! بخدا اگر کسی شخص کے ذمے اللہ پاک کا حق بنتا ہے یا اس نے اس بات کو مانا ہے کہ "اس کے اوپر میرا کوئی حق نہیں ہے۔ جس کی بناء پر سنگینی لگانے کے جتنا اس کا لہو بہا دیا جائے یا فرمایا اس کا لہو بہا دیا جائے تو میں اس کے لہو کو بہانے کے لئے راضی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری بار یہ التجا کی کہ اگر آپ ہم کو فرمان دیں تو ہم لوگ ان سب سے جنگ کریں سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ آوری: شداد بن اوس نے کہا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ بخدا ہم نے تمام کاوشیں کر لی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ آوری کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس لمحے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سو محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک کو پکڑ لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے میرے بھائی کے بیٹے میری داڑھی کو چھوڑ دو تم میرے سے اس طرح کا سلوک کر

رہے ہو اگر تمہارا باپ تمہیں اس حال میں دیکھتا تو ان کو بھی برا لگتا۔" اس بات کو سن کر محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو چھوڑ دیا اور ادھر سے چلا گیا۔ سو اس کے بعد بتار بن عیاض اور سودان بن حمران نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلواروں سے حملہ کیا۔ لہو بہنے لگا اور لہو کی چھینٹیں قرآن پاک کی اس آیت مبارک پر پڑیں۔

"فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" (البقرہ)

"بہر حال اللہ پاک کی جانب سے ان کے لئے ہمت ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

اس کے بعد "عمرو بن الحمق" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی چھاتی پر بیٹھ گیا اور بہت جبر کیا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔ عمیر بن صابی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیٹ کو بہت روند ڈالا۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ کعب بن عجرہ نے کہا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین نے فرمایا کہ بہت جلد ایک بہت بڑا فساد جاری ہونے والا ہے۔ پھر ایک آدمی کمبل میں لپٹا ہوا آیا تو حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی اس روز حق پر ہوگا جس وقت دیکھا گیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کا یہ مفہوم ہے کہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں گے۔ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن ابی المھدی نے کہا ہے کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دو ایسی خوبیاں تھیں جو نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں تھیں اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تھیں۔ اول خوبی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود پر اتنا کنٹرول رکھا کہ ان کے ساتھ ظلم ہوا اور وہ شہادت پا گئے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی امت کو قرآن پاک پر مجتمع کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت: المدائنی نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدھ کے روز نماز عصر کے بعد شہید ہوئے اور بروز ہفتہ نماز ظہر سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کو تجہیز و تکفین کے بعد سپرد خاک کر دیا گیا۔

اکثر علماء کرام نے تدفین بروز جمعہ بتائی ہے اور یہ تدفین شاید 18 ذی الحجہ 35ھ کو کی گئی۔

المھدوی نے کہا ہے کہ ایام تشریق کے درمیان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ شہادت کے تین روز بعد تک ان کو دفنایا نہیں گیا اور نہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ادا کروائی۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بوقت شب سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کی قلعہ بندی کتنے روز تک رہی۔ اس پر علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق بیس روز سے زیادہ رہی۔ کچھ کے مطابق 49 روز تک رہی۔ حضرت امام السیرۃ الواقدی علیہ الرحمہ کا بھی یہی کہنا ہے۔ الزبیر بن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کی قلعہ بندی اسی روز تک رہی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ برس سے بارہ روز کم تک خلافت کے عہدے پر فائز رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر 80 برس تھی۔ محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ کی بھی یہی تفتیش ہے۔

کچھ علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت گیارہ برس گیارہ مہینے چودہ روز تک رہی اور حیات 88 برس تھی۔ اکثر حضرات نے عمر 83 برس اور اکثر علماء کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر 90 برس بیان کی ہے۔ اس کے متعلق ان کے علاوہ اور بھی بے شمار اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

خلافت امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ سو جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا اسی روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت لے لی گئی جس کو آگے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاندانی سلسلہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالمطلب جو آپ کے جدادنیٰ ہیں سے جاملتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہاشم کی جانب بھی نسبت کیا جاتا ہے۔ اسی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کو "القرشی الہاشمی" بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزند تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم دور جہالت و اسلام میں بھی "علی" ہی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن' ابوتراب' حضور سرکارِ مدینہ' فیض گنجینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی منتخب کی تھی۔ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت لگاؤ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات برس کی عمر میں قبولِ اسلام کیا۔ اکثر علماء کرام نے 9 برس اور اکثر نے 10 برس اور کچھ علماء کرام نے اسلام قبول کرتے وقت کی عمر 15 برس بیان کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے سوا باقی سارے غزوات میں شرکت کی ہے۔ غزوۂ تبوک میں اس بناء پر شمولیت نہ کر سکے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر کا ولی عہد قرار دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک وحدیث کے عالم تھے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر مبارک پر لٹایا تھا۔ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ تین روز اور تین شب تک وہیں پر رہے اور حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت کے طور پر لوگوں کا رکھا گیا سامان ان کے مالکوں تک پہنچایا۔ پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جو چھوٹی عمر کے لوگوں میں سب سے قبل اسلام لائے اور سب سے قبل نماز ادا کی۔ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کے وقت ایک چادر' کھجور کی چھال اور بھرائی کا چمڑے کا تکیہ' دو چکیاں ایک مشکیزہ اور دو عدد گھڑے دیئے تھے۔ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب

معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس جہاں میں ہی جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی۔
(ترمذی' رقم الحدیث 3680' مسند احمد' جلد 1' صفحہ 193)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے شمار خصوصیات ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ کی شان کے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں۔" (مستدرک' رقم الحدیث 4639' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 11061)

فائدہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عالی حوصلہ نبی پانچ ہیں:

1-حضرت نوح علیہ السلام
2-حضرت ابراہیم علیہ السلام
3-حضرت موسیٰ علیہ السلام
4-حضرت عیسیٰ علیہ السلام
5-حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مختون پیدا ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء: حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ والدہ کے بطن سے مختون پیدا ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد تیرہ ہے:

1-حضرت آدم علیہ السلام
2-حضرت شیث علیہ السلام
3-حضرت ادریس علیہ السلام
4-حضرت نوح علیہ السلام
5-حضرت سام علیہ السلام
6-حضرت لوط علیہ السلام
7-حضرت یوسف علیہ السلام
8-حضرت موسیٰ علیہ السلام
9-حضرت شعیب علیہ السلام
10-حضرت سلیمان علیہ السلام
11-حضرت یحییٰ علیہ السلام
12-حضرت عیسیٰ علیہ السلام
13-حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد بن حبیب ہاشمی نے کہا ہے کہ مختون نبیوں کی تعداد کل چودہ ہے:

1-حضرت آدم علیہ السلام
2-حضرت شیث علیہ السلام
3-حضرت نوح علیہ السلام
4-حضرت ھود علیہ السلام
5-حضرت صالح علیہ السلام
6-حضرت لوط علیہ السلام
7-حضرت شعیب علیہ السلام
8-حضرت یوسف علیہ السلام
9-حضرت موسیٰ علیہ السلام
10-حضرت سلیمان علیہ السلام
11-حضرت زکریا علیہ السلام
12-حضرت عیسیٰ علیہ السلام
13-حضرت حنظلہ بن صفوان (جو اصحاب الرس کے لئے بھیج دیئے گئے تھے)

14-حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وحی کی کتابت کرنے والوں کے اسماء: حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کتابت کرنے والے درج ذیل صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں:

1-حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2-حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3-حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
4-حضرت علی رضی اللہ عنہ
5-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے اول وحی کی کتابت کرنے والے ہیں۔
6-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
7-حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
8-حضرت حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ
9-حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

سو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وحی کی کتابت میں مداومت اختیار کر رکھی ہے مطلب کہ نہایت پابند ہو کے وحی کی کتابت کرتے رہے ہیں۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

1-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
2-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
3-حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ
4-حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
5-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
6-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
7-حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ
8-حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
9-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سر تن سے جدا کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

1-حضرت علی رضی اللہ عنہ
2-حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
3-حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
4-حضرت مقداد رضی اللہ عنہ
5-حضرت عاصم بن افلح رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نگران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

1-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
2-حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
3-حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ
4-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
5-حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ

سو جس وقت حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا:
''وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ''(اللہ پاک لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھے گا) تو حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگہبانی کرانا چھوڑ دیا۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مفتیان کرام:

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 4- حضرت علی رضی اللہ عنہ
5- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ 6- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
7- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 8- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
9- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ 10- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
11- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ 12- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ
13- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ 14- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ کے تابعین مفتیان کرام:

1- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ 2- حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحرث رضی اللہ عنہ
3- حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ 4- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ
5- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ 6- حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ
7- حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

شیر خوارگی کی کیفیت میں بات چیت کرنے والے:

شیر خوارگی کی کیفیت میں بات چیت کرنے والے کل چار افراد ہیں:
1- صاحب جریج جنہوں نے زناء سے نجات کا اعلان کیا تھا۔
2- سیدنا یوسف علیہ السلام کا ضامن جس نے زلیخا سے نجات کرائی تھی۔
3- ابن الماشطہ جس نے فرعون کو کفر سے خوفزدہ کیا تھا اور الماشطہ وہ ہے کہ جس نے فرعون کو دودھ پینے کو دیا تھا۔
4- سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، انہوں نے اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔

بعد از موت گفتگو کرنے والے:

وفات کے بعد بولنے والے افراد بھی تعداد میں چار ہی ہیں:
1- حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام، جب ان کی ملت نے ان کو ذبح کر ڈالا۔

2- حبیب بن نجار' جب انہوں نے فرمایا تھا ''یالَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ'' کہ کاش میری ملت مجھ کو شناخت کر لیتی۔''

3- جعفر بن طیار' جس وقت وہ بولے تھے کہ ''لَاتَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا'' (جو اللہ پاک کی راہ میں شہادت پا گئے ان کو مرا ہوا نہ جانو)

4- حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما' جس وقت انہوں نے فرمایا تھا کہ ''سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ'' (سورۂ شعراء)

''بہت جلد ظلم کرنے والے لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح بدلتے ہیں۔''

والدہ کے بطن میں مخصوص عرصہ سے زیادہ رہنے والے:

1- سفیان بن حیان جو ولادت کے وقت چار برس کی عمر کے تھے۔

2- محمد بن عبداللہ بن حسن الضحاک ابن مزاحم جس وقت اس دنیا میں آئے تو ان کی عمر 16 مہینے ہو گئی تھی۔

3- یحییٰ بن علی بن جابر البغوی۔

4- سلمان الضحاک جس وقت پیدا ہوئے تو ان کی عمر دو برس تھی۔

نمرود کا ذکر: نمرود نام کے کل چھ شہنشاہ گزرے ہیں:

1- نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کم عمر شہنشاہوں میں تھا جس کو تمام دنیا کی بادشاہی کرنا نصیب ہوا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کا بادشاہ تھا۔

2- نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام یہ بادشاہ صاحب النسور ہوا کرتا تھا اس کے قصے کو شہرت عام ملی ہے۔

3- نمرود بن ماش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام۔

4- نمرود بن سنجار بن نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام۔

5- نمرود بن ساروغ بن ارغو بن مالخ۔

6- نمرود بن کنعان بن المصاص بن تقطا۔

فرعون کا ذکر: اس دنیا میں کل تین فرعون گزرے ہیں:

1- سنان الاشعل بن علوان بن العمید بن عملیق' یہ دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرعون تھا۔

2- الریان بن الولید' یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کا فرعون تھا۔

3- الولید بن مصعب' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون تھا۔

آئمہ مذاہب اربعہ اور ان کے انتقال کا ذکر:

1- حضرت امام سفیان ثوری علیہ الرحمہ۔ پیدائش 27ھ' انتقال 161ھ بصرہ میں ہوا۔

2-حضرت امام مالک بن انس علیہ الرحمہ۔ پیدائش 90ھ' 179ھ میں مدینہ منورہ کے مقام پر ان کا انتقال ہوا۔

3-حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نعمان بن ثابت۔ بغداد میں ستر برس کی عمر میں 150ھ کو انتقال ہوا۔

4-حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ ابوعبداللہ بن محمد بن ادریس 150ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں رجب کے اواخر میں 204ھ میں وفات پائی۔

5-حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ' کنیت ابوعبداللہ' ربیع الثانی 164ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔

اعلیٰ شان والے محدثین کرام کا ذکر:

1-حضرت امام ابوعبداللہ بخاری علیہ الرحمہ' جمعہ کے روز 194ھ کو پیدا ہوئے اور 256ھ میں عیدالفطر کی شب انتقال ہوا۔

2-حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ نے 55 برس کی عمر پائی اور 25 رجب 261ھ میں وفات پائی۔

3-حضرت امام ابوداؤد علیہ الرحمہ' 275ھ میں بصرہ کے مقام پر فوت ہوئے۔

4-حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا انتقال 13 رجب 269ھ کو ترمذ کے مقام پر ہوا۔

5-حضرت امام ابوالحسن الدار قطنی علیہ الرحمہ' 306ھ کو پیدا ہوئے اور ذی قعدہ 385ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

6-حضرت امام عبدالرحمٰن النسائی علیہ الرحمہ کا انتقال 203ھ کو ہوا۔

تاریخ لکھنے والوں کا قول: تاریخ لکھنے والوں کا کہنا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو عوام سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر دستک دینے لگے۔ اکثر لوگ تو بے چینی کی حالت میں گھر کے اندر چلے گئے اور بولے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تو شہادت پا چکے ہیں۔ ہم لوگوں کے پاس ایک قائد کی حیثیت سے ایک حکمران کا ہونا بہت ضروری ہے۔ سو ہماری معلومات کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ اور کوئی بھی امامت وخلافت کے عہدے کا حق دار نہیں ہوسکتا۔ اس بات کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عوام کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ سو عوام کے بہت زور دینے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اگر تم سب میری ہی امامت وحکومت کی بیعت کے لئے بضد ہو تو یہ جان لو کہ میں پوشیدہ طور پر گھر میں بیٹھ کر بیعت ہرگز نہیں کروں گا۔

اس بات کا سننا تھا کہ عوام مسجد کی طرف آ گئے۔ سو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان سب مسجد میں تشریف لے آئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے اول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے اپنا ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد عوام بیعت کے لئے بے قرار ہو گئے اور سارے مہاجرین وانصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اتفاق کیا مگر ان میں سے ایک جماعت نے بیعت کرنے میں دیر کردی تو حضرت رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بیعت کرنے پر نہیں اکسایا۔

اکثر لوگوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے یہ بولا کہ یہ سب لوگ سچائی سے جدا ہو کر بیٹھے ہیں جبکہ یہ جھوٹ کے مرتکب بھی

نہیں ہوئے۔ ایسے ہی حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ اور شام والوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے منع کر دیا۔ سو یہیں سے ہی فساد کی بنیاد پڑ گئی جس کے نتیجہ میں آپس میں ہی جنگ صفین لڑی گئی۔ اکثر لوگوں نے اسلام سے خارج ہو کر کفر کو اختیار کیا تو ان سب کو "خوارج" کے اسم سے نشان دیا گیا۔ ان ہی خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارنے کی کوشش شروع کر دی۔ (اللہ پاک ان کو اپنے سخت عذاب سے ہمکنار کرے) اور ان ہی خارجیوں نے مسلمانوں کی امت میں اختلافات کو شروع کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حد تک ان سب کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ سب نہ سمجھے اور جنگ کے لئے کوشاں ہو گئے۔ سو "نہران" کے نزدیک ان سب کے ساتھ جنگ کی گئی اور چند ایک کے سوا باقی سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس وقت زخموں سے چور ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تھے کہ "اگر تم سب عوام ان 'محلوق الراس' (چھوٹے سر والے) کو اپنا خلیفہ چنو گے تو یہ تم لوگوں کی بالکل درست راہ منتخب کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ سو یوں ہوا کہ بخدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی عوام پر رحم کرنے والے' آؤ بھگت کے دلدادہ' متقی اور دین کے معاملے میں ہوش مند تھے۔ ایک چلو بھر جو کے آٹے کو آب میں ڈال کر پی لیا کرتے تھے۔ سو جس وقت خوارج' خروج کے مرتکب ہوئے تو ان میں اکثر نے اس عقیدے پر یقین رکھا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی عبادت کے لائق ہیں۔ تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو نذر آتش کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود بھی جنگ صفین میں تشریف لے جایا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مانند کسی بھی شخص کو جنگ میں لڑتے ہوئے نہیں دیکھ رکھا۔ میں نے ان کو ننگے سر' ہاتھوں میں تلوار' پیروں تک زرہ پہنے ہوئے جنگ میں لڑتے ہوئے دیکھ رکھا ہے۔

"الدرۃ الغواص" میں بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کے بارے میں یہ بات شہرت کی حامل ہے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ اپنے حریف کے سامنے ہوتے تو اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا کرتے۔ اوپر سے ضرب لگاتے تو تلوار نیچے تک اتر جایا کرتی۔ اگر سامنے کی جانب سے حملہ کرتے تو پھر تلوار کمر سے دوسری طرف باہر خارج ہو جاتی۔ یقینی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا قصہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان کو شہید کر دیا تھا۔ یہ قصہ 17 رمضان المبارک 40ھ میں پیش آیا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم بدقسمت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک دم سے حملہ آور ہو کے ان کے مغز پر خنجر دے مارا جس بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت زخمی ہوئے۔ اس کے دو روز بعد آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد عوام نے قاتل ابن ملجم کو پکڑا اور اسے سزا دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دور میں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے عظیم و برتر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ان گنت خصوصیات ہیں۔ حافظ ذھبی علیہ الرحمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات کو مجتمع کر کے بیان کیا ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ جس لمحے ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہو کر شدید وار کیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس طلب کر کے ان کو بہت لمبی وصیت فرمائی جس کے اختتام میں یہ بھی فرمایا کہ اے بنو عبدالمطلب تم مومنوں کے لہو میں مت لتھڑنا۔ تم یہ بولتے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر دیا گیا۔ مجھ کو میرے قاتل کے سوا کسی دوسرے نے ہلاک نہیں کیا اس کو تم دھیرے دھیرے سزا دیتے رہنا مگر ناک کاٹنے سے رکے رہنا کیونکہ میں نے حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کر رکھا ہے کہ تم خود کو ”ناک کاٹنے“ سے بچائے رکھنا۔ سو جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قاتل ابن ملجم کو ہلاک کر دیا۔ ابن ملجم کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور اس کے دیدوں میں لوہے کی سلاخوں کو گرم کر کے ڈالا گیا مگر اس سب کے کرنے کے بعد اس کو کسی خوف کا احساس نہ ہوا نہ ہی وہ بولا مگر جس وقت اس کی زبان کو کاٹا جانے لگا تو وہ رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو ابن ملجم بولا کہ میں مرنے سے نہیں ڈرتا بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا لمحہ نہ آجائے کہ جس میں میں اپنے خدا کو یاد نہ کر پاؤں۔ سو لوگوں نے اس کی زبان کو کاٹ دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

نوٹ: لوگوں نے سوال کیا کہ تو نے اس زمین پر سب سے زیادہ شریف شخص کو قتل کر دیا اور زبان کاٹنے پر یہ بات کہہ رہے ہو تو ابن ملجم بولا کہ میں تو اس قتل کرنے کو باعث نجات جانتا ہوں۔ (مترجم)

ایک حدیث پاک میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے علی! کیا تم اس بات کا علم رکھتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدقسمت شخص کون تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر علم والے ہیں۔

حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچوں کو کاٹ دیا تھا۔ اس کے بعد حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد والے لوگوں میں سب سے زیادہ بدقسمت شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر یہ ہی فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول زیادہ بہتر علم رکھتے ہیں۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ آدمی ہے جو تمہیں اس جگہ پر مارے گا جس کی بناء پر یہ گیلی ہو جائے گی یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو پکڑ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ گر میں یہ خواہش کرتا تو اس بدنصیب کو پہلے ہی جان لیتا۔ سو ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ جس طرح کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

<u>حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عرصہ خلافت اور انتقال:</u> حضرت علی رضی اللہ عنہ 57 یا 58 برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق 63 یا 68 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''غالباً اللہ پاک حسن کے توسط سے مومنوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروادیں گے۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکومت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپنے کے معاملے میں اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک لاکھ دراہم وصول کئے تھے اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جمادی الاول میں ''ازرح'' کے مقام پر ایک ہزار اشرفیوں کے بدلے حکومت سونپی گئی اور اکثر افراد یہ بیان کرتے ہیں کہ چار سو دراہم کے بدلے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سونپی تھی اور کئی لوگوں کا یہ بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سونپتے وقت یہ شرط عائد کی تھی کہ ان کو بیت المال سے رقم لینے کی اجازت دی جائے گی تا کہ وہ اپنی ضروریات کے حساب سے سدا رقم لیتے رہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے۔ سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط سے اتفاق کیا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ کے عہدے سے برطرف ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا عہدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ کر ان کے ساتھ مکمل طور پر رضامندی اختیار کر لی۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف آور ہوئے تو مسلمانوں کی امت کی خلافت ایک خلیفہ کے پاس جانے پر اس برس کا نام ''عام الجماعۃ'' رکھا گیا تھا۔

شعبی نے کہا ہے کہ جس روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ کے عہدے سے برطرف ہو رہے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سلوک قائم کیا تھا میں اس محفل میں شامل تھا۔ سو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اللہ پاک کی تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ساروں سے زیادہ دانا سچ بولنے والا شخص ہے اور سب سے بے وقوف گناہ گار شخص ہے جس کے لئے میں اور امیر معاویہ جھگڑے کے مرتکب ہو رہے تھے۔ گر امیر معاویہ حقیقی خلافت کے عہدے کے حق دار تھے تو پھر وہ ہی میرے سے زیادہ بہتر ہیں اور اگر میں عہدۂ خلافت کا حق رکھتا تھا تو اس وقت میں اپنا یہ حق امیر معاویہ کو سونپتا ہوں تا کہ امت میں امن قائم ہو اور ملت خون اور قتل و غارت سے بچ سکے مگر میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ غالباً یہ عمل تم لوگوں کے لئے فتنہ کا باعث بنے گا مگر صرف کچھ روز تک غصہ ہو گا اور اس کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں پر ہی رہائش اختیار کر لی تو کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تین اشیاء میں سے تین اشیاء کو منتخب کیا ہے۔

(1) پریشانی و اختلاف کے بجائے یگانگت اور جماعت بندی۔

(2) قتل و غارت کے بجائے مسلمانوں کے لہو کی حفاظت۔

(3) آگ کے بجائے شرم کو۔

صحیح حدیث میں بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر

ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارکہ 65 سال تھی اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ 63 برس تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار برس 9 مہینے اور ایک روز تک خلیفہ کے عہدے کو نبھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چار مہینے تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد عراق چلے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے مقام پر جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق جیسے کئی قسم کے بیان ہیں ایسے ہی خلافت کے عرصے کے بارے میں بھی کئی طرح کے بیان ہیں۔

سیدنا حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت: حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چھٹے خلیفہ رہے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو برطرف کر دیا گیا تھا۔ بہت جلد اس کی تفصیل بھی بیان کی جائے گی۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد لقب زکی اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے محترم والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت لے لی گئی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مدائن چلے گئے اور وہاں پر ہی مستقل طور پر رہائش اختیار کر لی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک روز کسی مخبری کرنے والے نے اطلاع دی کہ قیس کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ جلد تشریف آور ہوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قیس کو ''مقدمۃ الجیش'' کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ قیس کا پورا اسم قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جس وقت باہر نکلے تو الجراح الاسدی نے ان پر حملہ کر دیا (اللہ اس کو سخت عذاب دے) وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور پھر ایک دم سے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ران میں چھرا گھونپ دیا۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے کل میرے والد محترم کو شہید کیا اور اب میرے پہ حملہ کر کے مجھے مارنے کے خواہاں ہو۔ صرف اس لئے کہ منصف سے پھرنے کی خواہش کرتے ہو اور ناانصاف اور تشدد کرنے والے افراد کیساتھ میل جول کی آرزو کرتے ہو۔ بخدا تو کچھ ہی روز میں اس کا بدلہ پائے گا۔ سو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پھر کچھ شرطوں پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے 25 ربیع الاول کو خلافت کے لئے بیعت لے لی اور ایسا صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضور شہنشاہِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بگڑے ہوئے انتظام کو سنوارنے کی غرض سے کیا تھا۔ سو اس مقام پر حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے سے دی گئی خبر معجزہ کے طور پر پوری ہوگئی۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ''میرا یہ نواسا حکمران ہے بہت جلد خدائے بزرگ و برتر میرے اس نواسے کے ذریعے سے امن و صلح کروائیں گے۔'' (ترمذی، باب مناقب الحسن والحسین، جلد 2، صفحہ 218، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 12، صفحہ 96، کنز العمال، رقم الحدیث 37691، فتاویٰ رضویہ، جلد 9، صفحہ 71)

ایک دوسری حدیث پاک میں یہ کلمات بیان کئے گئے ہیں۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین نبی پاک صلی

پر تشریف رکھے ہوئے ہیں اور اپنی ایک طرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ لوگوں کی جانب دھیان دیتے اور ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کرتے تھے میرا یہ فرزند سردار ہے اور مجھے توقع ہے کہ یہ مومنوں کی دو بڑی جماعتوں میں اصلاح کا باعث بنے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو عار محسوس ہوتی ہے کہ میں اپنے اللہ سے اس کیفیت میں ملوں کہ ان کے گھر اپنے پاؤں سے چل کر نہ گیا ہوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک تقریباً بیس دفعہ پیدل تشریف لے کے گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس سفر میں کئی معزز افراد بھی شامل تھے۔ ایسے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکیت سے دو دفعہ صدقہ نکالا اور اللہ پاک کی راہ میں تین دفعہ دولت بانٹی۔ حتیٰ کہ ایک جوتا اللہ کی راہ میں بانٹ دیتے اور دوسرا رکھ لیتے۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ علالت کا شکار ہوئے تو مروان بن الحکم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ علیل ہو گئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر مجھ کو فوراً دی جائے۔ سو جس لمحے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بارے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے اونچی آواز میں ''اللہ اکبر'' کہا جس کی آواز الخضراء کے مقام تک سنی گئی تھی۔ یہ آواز سن کر شام والوں نے بھی ''اللہ اکبر'' کہا۔ یہ سب دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے۔ آپ نے تکبیر کیوں فرمائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ فاختہ بولی کہ کیا آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بارے میں سن کر ''اللہ اکبر'' کہا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے ان کے وفات پانے کی خوشی میں نہیں تکبیر کہی بلکہ اس بناء پر کہی ہے کہ میرے قلب کو اطمینان ہو گیا ہے۔ اسی عالم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تشریف آوری ہوئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو اس بات کی خبر ہے کہ اہل بیت میں ایک حادثہ پیش آ گیا ہے تو وہ بولے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ ہاں بلکہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ آپ کو اس وقت خوشی محسوس ہو رہی ہے اور اس سے قبل میں آپ کے تکبیر کہنے کی آواز بھی سن چکا ہوں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بولے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے ہیں۔ اس بات کو سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ اللہ پاک ابو محمد پر اپنا رحم فرمائے۔ یہ کلمات تین دفعہ فرمائے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاویہ! حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا گڑھا آپ کے گڑھے کو نہیں بھرے گا اور نہ ان کی حیات تیری حیات میں اضافے کا باعث بنے گی بلکہ اس لمحے ہم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال سے صدمہ پہنچا ہے تو کچھ نہیں اس سے قبل بھی امام المتقین، خاتم النبیین، حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بھی صدمہ مل چکا ہے۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور راحت نصیب کرے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد تو خدائے

بزرگی وبرتری ہم سب کے خلیفہ ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کی وجہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال زہر کے اثر کر جانے کی وجہ سے ہوا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والی خاتون مقدمہ بنت الاشعث تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بدن میں زہر اتنا پھیل چکا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نیچے سے ایک روز میں ایک ایک برتن خون اٹھایا جاتا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بذات خود فرماتے تھے کہ مجھ کو بہت دفعہ زہر دیا گیا مگر اس دفعہ جتنا اثر ہوا ہے اس سے قبل اتنا اثر نہیں ہوا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماں جائے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت دی تھی کہ انہیں ان کے نانا حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اجازت لے کر دفنا دینا نہیں تو بقیع الغرقد میں دفنا دینا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ انتقال پا گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور سارے غلام مسلح ہو کر اس کاوش میں لگ گئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی دفنا دیا جائے مگر یہ دیکھ کر مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم موالی بن امیہ بھی وہیں پر آ گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کی اس خواہش سے روک دیا گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ربیع الاول 49ھ میں فوت ہوئے اور اکثر علمائے کرام کے مطابق 50ھ میں وفات پائی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ادا کروائی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس دفن کیا گیا اور اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع الغرقد میں قبۃ العباس میں دفنایا گیا۔ اسی مقام پر حضرت علی زین العابدین اور ان کے فرزند حضرت الباقر اور پوتے حضرت جعفر بن محمد صادق کو بھی دفن کیا گیا ہے لہٰذا چار افراد ایک ہی قبر میں مدفون ہیں۔

خلافت کا عرصہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کل عرصہ تقریباً چھ مہینے اور پانچ روز ہے۔ اکثر بیانات کے حوالے سے چھ مہینے میں ایک روز کم تھا۔ بہرحال یہ وقت خلافت راشدہ کے مکمل ہونے کا وقت تھا جس کے بارے میں حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد سے خلافت علی منہاج النبوۃ ملوکیت میں تبدیل ہو جائے گی اور پھر زمین میں ظلم و جبر اور فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا اور ہوا بھی بالکل ایسا ہی جس طرح کہ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر پہلے ہی فرما دی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر 47 برس تھی۔

خلافت امیر المومنین حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ: علماء کرام نے کہا ہے کہ جس لمحے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے عہدے کو چھوڑ دیا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور تمام ملک ان کی حکومت کے لئے ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تحکیم کے روز بیعت لی گئی سو شام والوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت پر رضامندی اختیار کی تھی مگر عراق والوں نے اس کی مخالفت کی۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ سے اصلاح کر لی جس کے بعد سارے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر راضی ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش مقام خیف منیٰ میں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے قبل ہی ایمان لے آئے تھے۔ سو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے بھی فائدہ اٹھایا اور وحی کی کتابت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے برادر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے فوجی بن کر رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد یزید بن ابی سفیان' امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں علاقہ دمشق کے گورنر منتخب ہوئے سو جس وقت وہ علیل ہو گئے تو انہوں نے اپنے برادر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر فائز کر دیا۔ سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس برس تک شام کے گورنر کے عہدے پر فائز رہے۔ یہ عرصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گزرا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں غلبہ ملا حتیٰ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا عہدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ سو اس کے بعد سارے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مجتمع ہوئے۔ سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حکماء کو دوسرے ملکوں میں بھیجنے کی شروعات کی۔ یہ احوال 41ھ میں پیش آئے۔ اسی بناء پر اس برس کا نام "عام الجماعۃ" (اتحاد کا برس) رکھا گیا۔ وہ اس لئے کہ مومنوں کی ساری امت اختلاف و لڑائی جھگڑے کے بعد ایک ہی حکمران کی رہنمائی پر مجتمع ہو گئی۔

حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک خاتون حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی خواہش مند ہے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ تو مفلس ہیں وہ کوئی مال و اسباب نہیں رکھتے ہیں۔ سو اس کے گیارہ برس بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے نائب گورنر منتخب ہوئے اور اس کے چالیس برس بعد ساری دنیا کے شہنشاہ کہلانے لگے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اخلاق کریمی: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے سانولا پن' دبدبہ اور شان و شوکت جھلکتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بہترین لباس زیب تن کرتے' نشانی والے اعلیٰ گھوڑے پر سوار ہوتے' سخاوت کرنے والے' عوام کے حقوق میں ملنساری برتنے والے اور عزت و قدر کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندانی سلسلہ عبد مناف بن قصی میں جا کر حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیہ بن عبد شمس کی جانب نسبت کر کے "اموی" بھی کہتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے مرۃ بن نوفل اشجعی حروری خروج کا مرتکب ہوا اور کوفہ میں چلا گیا۔ سو یہ آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں خروج کرنے والا پہلا آدمی تھا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے رہنے والوں کو یہ خط لکھ بھیجا کہ یہ ذہن نشین رکھو کہ میں تم لوگوں پر حق رکھتا ہوں۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ اس پھرنے والے آدمی سے ٹکراؤ کرو۔ سو کوفہ والوں نے اس خروج

کرنے والے آدمی سے قتال کیا جس کے نتیجے میں وہ آدمی ہلاک ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ اول خلیفہ ہیں جنہوں نے حویلی اور محلوں کو بنانے کا آغاز کیا۔ نگہبانی اور چوکیداری کے منتظم بنے۔ پردہ اور حجاب کرنے کی پابندی کا حکم دیا اور یہ اول خلیفہ ہیں جو اپنے ساتھ اسلحہ سے لیس پہرے دار رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی انہوں نے لباس' خوراک وغیرہ میں سکون واطمینان کا برتاؤ رکھنے کا آغاز کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت ہی صبر و برداشت والے انسان تھے۔ سو آپ رضی اللہ عنہ کے صبر کے بہت سے قصوں کو شہرت حاصل ہے۔ جس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت نزدیک آیا تو سارے گھر والے اکٹھے ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تم میرے گھر والے نہیں ہو؟ وہ سب بولے کیوں نہیں ہیں؟ ہم آپ کے خاندان کے افراد ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سارے میری بناء پر فکرمند ہو' میں نے تم سب کے لئے محنت کی اور تم سب کے لئے ہی کمائی کی۔ اہل خانہ بولے جی ہاں بلاشبہ یہ ہی درست ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری روح میرے پیروں سے نکلی جارہی ہے' اگر تم لوگ اس کو واپس بھیج سکو تو بھیج دو۔ خاندان والے بولے کہ ہم سب میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ بول کر سب خاندان والوں نے رونا شروع کر دیا۔ سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اشکبار ہو گئے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ میرے اس جہاں سے جانے کے بعد دنیا کس کو فریب دے گی۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ جس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدن میں زیادہ نقاہت کا احساس ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ یہ تو بس موت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ میری آنکھوں میں اثمد سرمہ ڈالو اور میرے سر میں تیل سے مالش کر دو۔ سو افراد نے اس طرح ہی کیا اور ان کے چہرے پر بھی تیل کا لیپ کیا۔ اس کے بعد ان کے ٹیک لگانے کے لئے ایک تکیہ رکھا اور اس تکیے کے سہارے ان کو بستر پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد افراد منظوری لے کر آنے لگے اور سلامتی بھیج کر بیٹھ گئے۔ جس لمحے کوئی فرد واپس لوٹتا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اشعار کو دہراتے۔

وتجلدی للشامتین اریھم — انی لریب لا اتضعضع

میں خوش ہونے والوں کا نظارہ کر رہا ہوں تم ان کی بناء پر صابر رہو نہیں تو شب و روز کی گردش مجھے نیچا نہیں کر سکتی۔

واذا المنیة أنشبت أظفارھا — ألفیت کل تمیمة لاتنفع

اور جس وقت موت اپنے پنجے چھوئے تو ہر تعویذ مجھ کو رائیگاں محسوس ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت دی کہ میرے دہان اور ناک میں حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک رکھ دینا اور حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ملبوس میں مجھے کفن دیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال نصف رجب کے نزدیک 60ھ میں دمشق میں ہوا۔ اکثر علمائے کرام نے رجب کے آغاز کا ذکر کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ یزید کی غیر حاضری میں (کیونکہ وہ ان دنوں بیت المقدس میں مقیم تھے) الضحاک الفہری نے ادا کروائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ کی عمر کے متعلق علمائے کرام کی رائے میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اسی برس ہے۔ بعض نے پچھتر برس اور بعض نے پچاسی برس بیان کی ہے۔

کچھ علماء کرام کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھاسی برس اور بعض علماء نے نوے برس بتلائی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت مضبوط ہونے کے بعد خلیفہ کے عہدے پر انیس برس تین مہینے اور پانچ روز تک فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چالیس برس تک امیر اور منصب خلافت پر منتخب رہے جن میں سے چار برس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے گورنر رہے۔ واللہ اعلم

خلافت یزید بن معاویہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا فرزند یزید خلیفہ کے منصب پر فائز ہو گیا تھا۔ سو جس روز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی روز ہی یزید سے بیعت لے لی گئی کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں ہی اپنے فرزند یزید کو اپنا جانشین قرار دے دیا تھا۔ یزید اپنے باپ کی وفات کے وقت وہاں پر نہیں تھا اور حمص میں مقیم تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی اطلاع پر وہ آیا اور آتے ہی اپنے والد محترم کے مزار پر گیا۔ سو اس کے بعد دارالحکومت الخضراء میں اس کی آمد ہوئی تو حکومت کے بعض اراکین اور باقی بعض عوام نے یزید سے بیعت لے لی۔ پھر یزید نے تمام ملک میں بیعت کی تحریریں بھیج دیں تو بعض نے بیعت کی مگر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت کرنے سے منع کر دیا۔ سو ان دونوں کا یزید کے حاکم ولید بن عقبہ بن ابی سفیان سے آمنا سامنا ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اختتام تک بیعت نہ کرنے کے عہد پر ڈٹے رہے اور آخر کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا؟: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ''شمر بن ذی الجوشن'' نے شہید کیا تھا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''سنان بن انس النخعی'' نے نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ شمر بن ذی جوشن نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک میں نیزے سے وار کیا تھا اور سنان بن انس نے ان کو گرفت میں لے کر نیزے سے وار کیا اور گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ سو پھر خولی بن یزید الاصبحی آگے بڑھا اور اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو کاٹنا چاہا مگر اس کے ہاتھوں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اسی اثناء میں اس کا برادر شبل بن یزید آگے کو آیا اور اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن کو جسم سے جدا کر دیا اور اپنے برادر خولی بن یزید کو پکڑا دیا۔ اس فوج کا سپہ سالار عبیداللہ بن زیاد بن ابیہ تھا اور اس کو یزید نے سپہ سالار منتخب کیا تھا۔

تاریخ بیان کرنے والوں نے لکھا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت علی بن حسین اور ان عورتوں کو جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھیں ان کو اپنے اعتماد میں لے لیا تھا جبکہ ان لوگوں کو جو اعتماد عبیداللہ بن زیاد نے دلا دیا تھا تو اس پر عمل درآمد نہیں کر پایا اور عہد شکنی کرتے ہوئے ان پر بہت ظلم ڈھائے۔ مثال کے طور پر خواتین کو مقید کئے رکھا۔ معصوم اطفال کو بے دریغ قتل کیا کہ جس کے ذکر سے روح کانپ اٹھتی ہے اور قلب میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یزید بن معاویہ اس عالم میں

شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ اپنے ساتھیوں میں دمشق میں مقیم تھا۔ یہ سارے کے سارے لوگ چل نکلے۔ راہ میں ایک مسجد میں جا کر قیلولہ کے لئے لیٹ گئے تو ایک دم سے کیا دیکھا کہ اکثر دیواروں کے اوپر یہ شعر درج تھا:

اترجو امۃ قتلت حسینا   شفاعۃ جدہ یوم الحساب

''کیا تم ایسی امت کے بارے میں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ان کے نانا جان کی شفاعت کی بروز قیامت توقع رکھتے ہو۔''

سو شکریوں نے مولوی سے دریافت کیا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے؟ اور کس وقت لکھا ہے؟ وہ بولا کہ یہ شعر تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ سال پہلے لکھا گیا ہے۔

اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ یہ قصہ اس طرح نہیں ہے بلکہ ایک دیوار پھٹ پڑی اس میں سے ایک لہو میں لت پت ہاتھ برآمد ہوا جس میں لہو سے ہی یہ شعر لکھا گیا تھا پھر وہ فوج دمشق میں آ پہنچا اور یزید بن معاویہ سے ملے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو شمر ذی الجوشن بولا کہ اے امیر المومنین یہ آدمی اٹھارہ بیعت کرنے والوں اور ساٹھ دوسرے لوگوں کو لئے لڑنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اس لئے ہم نے بھی حملہ کر دیا۔ جنگ سے قبل میں نے ان سے کہا کہ یا تو آپ عبید اللہ کے پاس چلو یا پھر ہم سے قتال کرو۔ سو ان لوگوں نے قتال کی تجویز پر حامی بھر لی اور برسر پیکار ٹھہرے۔ اس کی تشریح کچھ یوں ہے کہ ہم نے سورج کے طلوع ہوتے وقت ان کو گھیر لیا جس وقت تلواریں باہم پیوست ہونے لگیں تو ان سب نے امن کی خواہش کر دی جیسا کہ کبوتر عقاب سے امن کی آرزو کرتا ہے۔ سو ہمیں اونٹ کو ذبح کرنے جتنا یا دوپہر کی نیند کے جتنا وقت لگا ہو گا کہ ہم نے ان لوگوں کو ہرا دیا۔ سو اب اس جنگ کے نتیجے میں ان کی لاشیں کپڑے میں لپٹی ہوئی آپ کے پیش خدمت ہیں۔ گال رنگین ہیں ہوائیں پرزور ہیں اور گدھوں اور چیلوں کی آمد ہونے والی ہے۔ یزید بن معاویہ نے کہا میں تو تم لوگوں سے ان کی ہلاکت کئے بغیر ہی خوش تھا۔ اللہ پاک ابن مرجانہ پر اپنی لعنت فرمائے۔ بخدا اگر میں تمہارے مقام پر ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا پھر بولا کہ اللہ پاک ابو عبداللہ پر اپنا رحم فرمائے اور یہ شعر پڑھنے لگا:

یفلقن ھاما من رجال اعزۃ   علینا وھم کانوا اعق واظلما

وہ لوگ جو ہم پر فتح یاب ہیں وہ ان کی کھوپڑی کو کھول دیتے ہیں۔ اس عالم میں کہ وہ ظلم و ستم کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد یزید نے بیعت کرنے والوں کے بارے میں کہا کہ ان کو میری خواتین کے گھر بھیج دو۔

اس وقت جناب حضور پرنور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو پچاس برس بیت گئے تھے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جس لمحے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں داخل ہوئے تو لوگوں سے سوال کیا کہ یہ کون سا مقام ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ کربلا کا میدان ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ بلاشبہ یہ مقام کرب و بلا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب میرے والد بزرگوار (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جنگ صفین کے لئے اس مقام سے گزرے تھے تو

تب میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ایک دم ہی وہ اس جگہ پر رک گئے اور لوگوں سے اس زمین کے بارے میں سوال کیا۔ لوگوں نے اس جگہ کا نام بتایا تو میرے والد بزرگوار (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے یہ فرمایا تھا کہ اس جگہ لشکر اتریں گے اور قتل وغارت ہو گی۔ اس کے بعد والد محترم سے اس متعلق تفصیلات بتانے کے لئے کہا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ آل محمد جانِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارکان یہاں پر آئیں گے پھر ان کو مال واسباب کے ساتھ اس میدان میں داخلے کے لئے کہا جائے گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ 60ھ میں شہید ہوئے۔ (اس واقعے کو مزید مفصل انشاء اللہ جلد ہی ''الکلب'' کے موضوع سے پیش کیا جائے گا)

حافظ ابن عبدالبر ''بهجة المجالسي و انس المجالس'' میں تذکرہ کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت جعفر صادق سے کسی شخص نے سوال کیا کہ خوابوں کی تعبیر کتنے روز تک رک سکتی ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ پچاس برس تک ٹھہر سکتی ہے کیونکہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب دکھائی دیا تھا کہ ان کے پیارے نواسے حسین کو ایک ابلغ کتا لہو میں لتھڑ دے گا تو حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ دی تھی کہ ایک کتا میری پیاری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پیارے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دے گا۔ سو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل شمر بن ذی الجوشن کتا ٹھہرا۔ یہ کہا گیا ہے کہ اس کو برص کا مرض لاحق تھا۔ سو اس بات کا علم ہوا کہ خوابوں کی تعبیر پچاس برس کے بعد تک وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اسی برس مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلیفہ کے عہدے کے لئے دعویٰ کر دیا اور عوام نے یزید پر شراب پینے، کتوں سے کھیل اور دین میں غفلت کا الزام دیا۔ عوام کو اس بہترین خرابی کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ساتھ دینے کا بہانہ مل گیا۔ سو اہل حجاز اور اہل تہامہ کی عوام نے بیعت بھی کر لی۔ جس وقت اس بات کی اطلاع یزید کو گئی تو پھر اس نے الحصین بن نمر السکونی روح بن زنباع بن الجذامی کو حملہ آوری کے لئے کہا اور اس کا ساتھ دینے کے لئے ایک فوجی دستہ بھی ان کے ساتھ بھیج دیا۔ سو اس فوج کا سپہ سالار الامراء مسلم بن عقبہ المری کو مقرر کیا گیا۔ یزید نے فوج کو بھیجتے ہوئے کچھ ہدایتیں دیں کہ یہ دھیان میں رکھو کہ مسلم بن عقبہ شام والے اپنے حریفوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہیں اس سے پہلے کہ وہ کوئی پہل کریں تم لوگ سب سے قبل مدینہ منورہ کو گھیرے میں لے لینا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کے خواہاں ہوں تو تم لوگ بھی جنگ کرنا اس کے برعکس قتال میں پہل کے مرتکب نہ ہونا۔ سو ایسا کرنے سے اگر تم کو فتح مل جائے تو ان سب کو تین روز کا وقت دینا۔ مسلم بن عقبہ یہ تمام باتیں سن لینے کے بعد فوج کو لے کر چل پڑا اور حرہ کے مقام پر جا پہنچا۔ اس عالم میں مدینہ منورہ والے بھی تیاری سے لیس ہو کر وہاں آئے۔ سو ان لوگوں نے بھی فوج کشی کی۔ اس فوج کے رہنما حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مسلم بن عقبہ نے تین دفعہ ان سب کو اپنی پیروی کے لئے کہا مگر کوئی بھی رد عمل نہ ہوا۔ پھر زبردست جنگ ہوئی اور شام والے فاتح ٹھہرے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے اور ان کے ہمراہ سات سو ہجرت کرنے والے اور انصار بھی شہادت پا گئے سو پھر مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا اور اس نے تین روز تک سر راہ قتل کرنے کی منظوری دی۔

"ایک حدیث شریف میں ذکر ہے کہ "حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے حرم (مدینہ منورہ) کو جنگ اور قتل وغارت کے واسطے حلال سمجھ لیا تو اس پر میرا طیش نازل ہوگا۔"

سو مسلم بن عقبہ نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ پر فوج جاری کرنے کا فرمان جاری کیا اور ساتھ ہی یزید کو سارے احوال لکھ کر بھیج دیئے۔ سو مسلم بن عقبہ جس وقت "ہرشیٰ" کی جگہ پر پہنچا تو وہ علیل ہو کر مر گیا۔ سو فوج کی رہنمائی حسین بن نمیر السکونی کے حوالے کی گئی۔ حصین اس وقت فوج کو لئے مکہ مکرمہ کی جانب چل پڑا۔ سو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کو اپنا قلعہ بنا رکھا تھا اور اپنی ساری فوج کے ہمراہ بیت اللہ میں امان لئے ہوئے تھے۔ الحصین نے ابوقبیس کے پہاڑ پر منجنیق گاڑھ کر بیت اللہ شریف کو چھلنی کر ڈالا۔ اسی عالم میں یہ خبر موصول ہوئی کہ یزید بن معاویہ وفات پا گیا ہے سو ان ایام میں الحصین نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اصلاح کی کاوش کی۔ سو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو منظور کر لیا اور بیت اللہ کے در وا کر دیئے گئے۔ دونوں فرقوں کی افواج نے مل جل کر طواف بیت اللہ کیا۔

ایک روز الحصین بوقت شب نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں مگن تھا کہ اسے سامنے سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ سو الحصین نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا آہستہ سے ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ خروج کے مرتکب ہو کر میرے ساتھ ملک شام میں جائیں گے۔ اگر آپ ملک شام جانے کے لئے رضامند ہو جائیں تو پھر میں عوام کو آپ کی بیعت کے لئے راضی کر سکتا ہوں کیونکہ وہ سب ان دنوں تردد کا شکار ہیں۔ میرے مطابق بھی آپ ہی خلافت کے مستحق ہیں۔ الحصین بولا کہ میں جو عہد کر رہا ہوں میں اس کی عہد شکنی نہیں کروں گا۔ اس بات کو سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ہاتھ چھڑوا لیا اور اونچی آواز سے مخاطب ہوئے کہ میں اس طرح ہرگز نہیں کروں گا بے شک مجھ کو ایک حجازی کے مقابل دس شامیوں سے جنگ کرنا پڑے۔ سو الحصین نے کہا کہ آپ کے متعلق جو یہ قیاس کرتا ہے کہ آپ عرب کے مدبّر ہیں وہ غلط بیانی سے کام لیتا ہے اس لئے کہ آپ کی تو یہ کیفیت ہے کہ میں ہلکی آواز میں بات کر رہا ہوں اور آپ اونچی آواز سے بول رہے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کے لئے راغب کر رہا ہوں اور آپ مجھے قتال کے لئے مجبور کئے جا رہے ہیں۔ سو اس بات چیت کے بعد الحصین اپنی فوج کے ہمراہ شام واپس لوٹ گیا۔

<u>یزید بن معاویہ کا انتقال</u>: یزید کا انتقال ربیع الاول 64ھ میں ہوا۔ یزید نے 99 برس کی عمر پائی۔ یزید کو "مقبرۃ باب الصغیرہ" میں دفنا دیا گیا۔ یزید کا دور خلافت تین برس نو ماہ تک رہا۔ سو یزید کے عہد خلافت کے بارے میں حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اور الکیا الھر اسی اختلاف کرتے ہیں۔

(اس کو ان شاء اللہ "باب الفاء" میں "الفھد" کے موضوع کے تحت بیان کیا جائے گا)

<u>خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان</u>: یزید بن معاویہ کے انتقال کے بعد ان کے فرزند گدی نشین ہو گئے۔ یہ اپنے باپ سے زیادہ اچھے شخص تھے۔ دینداری، عقل مندی جیسی خوبیاں ان میں پائی جاتی تھیں۔ معاویہ بن یزید سے اس روز بیعت لے لی گئی جس روز ان کے باپ کی وفات ہوئی تھی۔ معاویہ بن یزید چالیس روز تک خلیفہ کے عہدے پر قائم رہے۔ اکثر

مؤرخین کا کہنا ہے کہ پانچ مہینے تک خلیفہ کے عہد پر فائز رہے اور پھر خود ہی برطرف ہو گئے۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ جس لحہ معاویہ بن یزید برطرف ہونے لگے تو منبر پر آ کر کچھ وقت چپ چاپ بیٹھے رہے اس کے بعد اللہ کی پاکی وتعریف بیان کرنے کے بعد درود شریف کا ورد کیا اور بولے اے لوگو! میں خلیفہ بننے اور حکومت کرنے کی آرزو نہیں کرتا کیونکہ یہ بہت ضروری ذمہ ہے اور تم سب عوام میرے سے رضامند بھی نہیں ہو۔ ہم نے اور تم لوگوں نے ایک دوسرے کو کئی بار آزمائش میں ڈالا مگر جو قسمت میں تحریر تھا وہ ہی ہوا۔ سو میرے دادا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حکومت کے متعلق ترقی کی' لڑائی کی کہ آخر حکومت کا اصل حق دار کون ہے اور لڑائی بھی کس سے کی جو حضور سراج السالکین' سید المرسلین' رحمۃ للعالمین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نزدیکی عزیز' رتبے اور اسلام میں فوقیت کی وجہ سے اکبر مہاجرین میں معزز' بہادر' علم والے' چچا کے بیٹے' داماد نبی' جنہیں حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی دختر حضرت فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند بننے کے لئے انہیں خود ہی پسند فرمایا۔ مسلمانوں کی امت کے جوانوں میں سارے سے ذیادہ برتر اور بہشت کے جوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد محترم تھے۔ جس طرح کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے دادا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے شخص سے ٹکراؤ کے مرتکب ہوئے اور تم سب عوام نے بھی ان کی حمایت کی حتیٰ کہ میرے دادا سارے کاموں اور حکومت کے سردار بن گئے مگر جس وقت ان کے انتقال کا وقت مخصوص آپہنچا تو موت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا تو وہ اعمال کے ہمراہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔ گور میں تنہا دفنائے گئے۔ جو کچھ بھی وہ کر چکے تھے اس کا پھل ان کو مل گیا۔ پھر حکومت میرے والد صاحب کے ہاتھ میں آگئی اور وہ تمہارے سارے امور کے مختار کل بن بیٹھے۔ وہ اپنی کوتاہیوں اور بے جا خرچ کی بناء پر جو خلافت ان کے لائق نہیں تھی اور آرزوؤں سے ہار گئے۔ گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اللہ پاک کے احکامات میں نڈر ہو گئے اور اگر کوئی حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے عزت واحترام سے پیش آتا تو وہ اس سے برا سلوک کرتے۔ آخر کار سلسلہ اس موڑ تک آ گیا کہ ان کی عمر نے ساتھ نہ دیا اور بہت تھوڑا زندگی جی پائے۔ موت کے بعد ان کی شان وشوکت اختتام کو پہنچی اور وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کو ہمراہ لئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا اور ایک گہری گور کا مکین بن گیا۔ سو انہوں نے اپنے کئے کا انجام بھگت لیا۔ اس کے بعد وہ تب شرمندہ ہوا جس وقت شرمندگی اور استغفار کا وقت باقی نہ بچا تھا اور ہم بھی ان کے دکھ میں شریک ہو گئے۔ مگر نہایت دکھ کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ جو بھی انہوں نے کیا اور جو بھی کہا جو ان کے بارے میں اظہار خیالات ہوتے ہیں اب نتیجتاً جو بھی انہوں نے سرانجام دیا تھا ان کو اسی کی سزا ملی یا انعام۔ یہ میں نہیں جانتا یہ محض میرا گمان ہے۔ اس کے بعد شرم نے ان کا دم نکال دیا۔ پھر معاویہ بن یزید کئی لحوں تک اشکبار رہے اور عوام نے بھی رونا شروع کر دیا اور کچھ لحوں بعد معاویہ بن یزید فرمانے لگا کہ اب اس لمحے میں تم لوگوں کا سوئم حکمران ہوں جس پر کئی لوگوں کی ناراضگی ہے۔ میں تم لوگوں کا وزن نہیں سہار سکتا اور نہ اللہ پاک مجھ کو یہ جانتا ہے کہ میں تم سب لوگوں کی خلافت کا وزن اٹھا سکوں۔ تم سب کی خلافت ایک مقام کی حامل ہے اس کو محفوظ کرو اور جس کسی کو بھی تم اس کا حق دار جانو اس کے حوالے یہ امانت کر دو میں تمہاری خلافت کا بوجھ اپنے گلے سے اتارتا

ہوں اور اس وقت میں اس خلافت سے برطرفی کا اعلان کرتا ہوں۔ والسلام

سو مروان بن الحکم جو کہ منبر کے نیچے نشست سنبھالے ہوئے تھا بولا کہ یہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے تو معاویہ بن یزید فرمانے لگا کہ تو مجھ کو راہِ دین سے ہٹانے کا خواہش مند ہے اور مجھے فریب میں ڈالنا چاہتا ہے۔ بخدا میں تم لوگوں کی حکومت کی مٹھاس کا ذائقہ محسوس نہیں کر سکا تو اس کے کڑوے پن کو کس طرح سہہ سکتا ہوں۔ تم میرے قریب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جیسی ہستیوں کو لے آؤ جس لیے انہوں سے مجلس شوریٰ کی ساخت دی تھی اور انہوں نے اس طرح کی تدبیر رکھی تھی کہ کوئی ظلم کا ارتکاب کرنے والا بھی تھوڑا سا شک نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی ان کے انصاف کو شک کے قابل جان سکتا تھا۔ بخدا اگر حکومت لوٹ کا مال تھا تو اس کا ذائقہ میرے باپ نے جرمانہ یا کوتاہی کی صورت میں چکھا اور اگر حکومت بد شے ہے تو اس کا خمیازہ جو میرے باپ کو پہنچ گیا ہے وہ ہی بہت ہے۔ بس اتنا بول کر معاویہ بن یزید منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ سو سارے عزیز و اقارب نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ معاویہ بن یزید اشکبار تھے۔ یہ حال دیکھ کر ان کی والدہ محترمہ بولیں کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر میں حیض میں مبتلا ہوتی اور تیری اس کیفیت سے انجان رہتی۔ یہ ساعت کر کے معاویہ بن یزید نے فرمایا کہ مجھ کو یہ قبول تھا خدا کرے کہ ایسا ہی ہوا ہوتا اور فرمایا یا خدا اگر میرے اللہ پاک نے میرے ساتھ اپنی مہربانی و فضل کا سلوک نہ فرمایا تو میں نیست و نابود ہو جاؤں گا۔ یہ حالات دیکھ کر بنو امیہ نے اتالیق عمر المقصوص سے یہ کہا کہ تم اس ساری حالت کا نظارہ کر رہے ہو تو نے ہی اس کو نصیحت کی ہے اور تو نے ہی ان کو اس طرح کی باتوں کے لئے اکسایا ہے اور حکومت سے برطرفی کی رائے دی ہے اور تو نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے پیار کے جذبے کو جگایا ہے اور جو ہم لوگوں سے ان کے ساتھ ظلم ہوا تو نے ان پر ظاہر کیا ہے اور ایک منفرد شے کی رائے دی ہے حتیٰ کہ معاویہ بن یزید بہتر بولے اور لمبی بات چیت کی۔ اتالیق کہنے لگا بخدا میں نے اس طرح نہیں کیا وہ تو بذاتِ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے عشق میں گرفتار تھے مگر بنو امیہ نے اس کا یہ بہانہ نہ مانا اور اس کو پکڑ کر زندہ ہی دفنا دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

یوم انتقال: معاویہ بن یزید کی حکومت سے برطرفی کے بعد تقریباً چالیس یا ستر شب گزر جانے کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ ان کی عمر اس وقت تیئیس برس اور اکثر علماء کرام نے اکیس برس اور کچھ نے اٹھارہ برس بتائی ہے۔

خلافت مروان بن الحکم: معاویہ بن یزید کے برطرف ہو جانے کے بعد مروان بن الحکم خلیفہ کے منصب پر فائز ہوا۔ ان کا خاندانی سلسلہ کچھ اس طرح ہے' مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ مروان بن الحکم سے جابیہ کے مقام پر بیعت لی گئی۔ مروان اسی وقت شام میں تشریف فرما ہوئے تو ان کے عزیز و اقارب نے ان سے ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور اپنی پیروی کا بھروسہ دلایا۔ مروان کے عہد خلافت میں کچھ جنگیں ہوئیں۔ اہل مصر نے بھی اس کے بعد ان سے بیعت لے لی۔

مروان بن الحکم کا انتقال: 65ھ میں مروان بن الحکم کا انتقال ہوا۔ وہ اس بناء پر کہ ان کی بیوی سے ان کے ناخوشگوار مراسم تھے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ تلخ کلامی کرتے تو ان کی بیوی نے ان کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ سو ان کو نیند میں پا کر ان کی

بیوی نے ان کے گلے اور دہان پر ایک بڑا سا تکیہ رکھا اور اس تکیے پر بیٹھ گئی اور لونڈیوں کو بھی اس پر بیٹھنے کو کہا اور بالآخر دم گھٹنے سے مروان بن الحکم وفات پا گیا۔ مروان حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لڑکپن میں ہی پہنچ گئے تھے۔ ان کو بہت دفعہ مدینہ منورہ کی سفارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جن کی شمولیت ان لوگوں میں ہوتی ہے جن دس خوش قسمت صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کائنات میں ہی بہشت کی خوش خبری سے نوازا تھا۔

(ترمذی رقم الحدیث 3680 مسند احمد جلد 1 صفحہ 193)

ان کو شہید کیا تھا اور مروان سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ناظم اعلیٰ ہوا کرتے تھے۔ اسی بناء پر وہ خطرناک واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کے متعلق گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔

خلافت کا عرصہ: مروان نے دس مہینوں تک خلیفہ کے عہدے کو سنبھالا۔ ان کی عمر تراسی برس ہوئی۔ "کتاب الفتن" میں حاکم المستدرک نے ایک روایت نقل کی ہے "حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی بھی بچے کی پیدائش ہوتی تو وہ لازمی حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا۔ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کے لئے دعائے خاص فرماتے۔ ایک روز مروان بن الحکم کو پیش کیا گیا تو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ڈرپوک شخص کا ڈرپوک فرزند ہے۔ لعنتی ہے اور لعنتی شخص کا فرزند ہے۔

ایک دفعہ حکم بن عاص نے حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں منظوری لے کر حاضر ہونے کی خواہش کی تو حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز کو شناخت کر کے فرمایا کہ اجازت ہے۔ ان کو بھی اور ان کو بھی جو ان کی پیٹھ سے پیدا ہوا۔ ان پر اس بات کی وضاحت کر دو کہ ان پر ان لوگوں کے علاوہ جو مومن ہوں گے اللہ پاک کی لعنت ہو۔ ان لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی اور زیادہ تر یہ دنیا کے لالچی ہوں گے اور ان کا حصہ ان کو اس جہاں میں ہی نصیب ہوگا مگر اخروی زندگی میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(اس کی باقی تفصیل کو "باب الواؤ" میں حرف الوزغ کے موضوع سے بیان کیا جائے گا)

خلافت عبدالملک بن مروان: مروان بن الحکم کے انتقال کے بعد اس کا فرزند عبدالملک منصب خلافت کا دعویدار ٹھہرا۔ جس روز مروان بن الحکم فوت ہوا اسی روز اس کے فرزند عبدالملک سے بیعت کر لی گئی۔ عبدالملک وہ واحد آدمی ہے جس نے مسلمان ہوتے ہوئے عبدالملک کے اسم سے شہرت پائی اور یہ ہی اول بادشاہ ہیں کہ جس نے درہم اور دینار کو اسلامی طریقے کی شکل دی اس لئے کہ پہلے دینار اور درہم وغیرہ پر رومی اور فارسی کے نقش درج ہوا کرتے تھے۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس بناء پر میں نے حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ کی تصنیف "المحاسن والمساوی" میں حضرت امام الکسائی علیہ الرحمہ کے بارے میں پڑھا ہے کہ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک روز ہارون

الرشید کی مجلس میں گیا۔ میں نے کیا دیکھا کہ شہنشاہ تشریف رکھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے مال کا انبار لگا ہوا ہے۔ ایک لفافے میں اتنی تعداد میں اشرفیاں تھیں کہ لفافہ پھٹنے کے قریب تھا۔ اسی عالم میں بادشاہ نے فرمان جاری کر دیا کہ لفافے میں موجود ساری اشرفیوں کو خاص غلاموں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے نظارہ کیا کہ بادشاہ اپنے ہاتھ میں ایک درہم پکڑے ہوئے ہے جس کے اوپر درج نقوش جگمگا رہے ہیں۔ بادشاہ ان نقوش کو بار بار دیکھتے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ کسائی کیا تمہیں علم ہے کہ ساروں سے قبل ان درہم اور دیناروں میں کس شخص نے نقش کندہ کروائے ہیں۔ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جی بادشاہ حضور یہ شہنشاہ عبدالملک بن مروان نے کندہ کروائے ہیں۔ بادشاہ بولا کہ کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس کی کیا وجہ پیش آئی تھی؟ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں تو بس اتنا ہی علم رکھتا ہوں اس سے زیادہ اور نہیں جانتا۔ بادشاہ بولا کہ مزید تفصیل مجھ سے سن لو۔ یہ لکھے ہوئے نقش روم کے لوگوں کا ایمان وعقیدہ ہے۔ اہل مصر زیادہ تر نصرانی مذہب پر ایمان رکھتے تھے کیونکہ مصری لوگ روم کے بادشاہ کے زیر حکومت تھے اور روم کے لوگ بھی نصرانی مذہب کے پیشوا تھے۔ اسی بناء پر بادشاہ روم اپنے عقیدے کے نقش ہی کھدوایا کرتا تھا۔ مثال کے طور پر ان کا نشان ''والد' فرزند اور روح ہوتا تھا۔ یہ معاملہ لگاتار جاری رہا حتیٰ کہ اسلام کی ابتداء میں بھی یہ ہی ہوتا رہا۔ آخر کار خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں اس میں تبدیلی کر کے ان دراہم اور دیناروں پر مذہب اسلام کے نقش کندہ کروائے گئے اور عبدالملک تو بہت ہی ہوشیار اور فطین بادشاہ تھے۔ بس ایک روز ان کی نظر سے یہ درہم گزرا تو انہوں نے اس کا بغور معائنہ کیا' غور وفکر کیا اور پھر اس کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کا فرمان صادر کیا۔ سو حکومتی نمائندوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور یہ طریقہ کار عبدالملک کو بہتر نہ لگا۔ بادشاہ عبدالملک نے فرمایا کہ اس طریقے کو ہمارے مذہب اسلام میں پسندیدگی حاصل نہیں اور یہ روم کے نقش ظروف اور کپڑوں میں موجود ہوتے ہیں۔ گویا کہ وہ مصر میں بن کر دارالحکومت روم میں جا کر جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ نقش محض ان چیزوں کی حد تک ہی نہیں تھے بلکہ ان کو پردوں وغیرہ پر بھی چھاپا جاتا تھا۔ اس کام کو بہت اعلیٰ پیمانے پر کیا جاتا تھا اور یہ اتنا وسیع تھا کہ ساری دنیا میں قائم ہو چکا تھا۔ سو عبدالملک بن مروان نے اپنے حاکم مصر عبدالعزیز بن مروان کو تحریر کیا کہ نقش ونگار کو کپڑوں' رومیوں اور پردوں وغیرہ سے ہٹا دیا جائے اور یہ نقش بنانے والوں کو نصیحت کر دی کہ ان روم کے نقشوں کی جگہ ان ساری چیزوں میں اسلام کے نقش کلمہ توحید ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ '' کندہ کیا جائے۔ ہارون الرشید نے حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ کو بتایا کہ یہ جو اشرفیاں تم دیکھ چکے ہو' عبدالملک بن مروان نے اپنے سارے حاکمین اور ارکان کو یہ تدبیر کر دی تھی کہ وہ اپنے اپنے علاقائی حدود میں سے یہ سب روم کے نقش والے روپے وغیرہ پر پابندی عائد کر دیں۔ اس فرمان کے بعد اگر یہ پیسے کسی سے ملے تو اس کو سزا ملے گی یا پھر اسے قیدی بنا لیا جائے گا۔ سو پھر عبدالملک نے تمام کپڑوں' پردوں اور سکوں وغیرہ پر کلمہ توحید کا نقش چھپوا کر پورے ملک میں قائم کر دیا تو اس طرز کے کچھ سکے وغیرہ نمونے کے طور پر روم کے بادشاہ کی مجلس میں بھیج دیئے گئے تو بادشاہ کو اس بات کا بہت غصہ آیا اور اسے یہ بات قطعی پسند نہ آئی۔

<u>بادشاہِ روم کی تحریر</u>: بادشاہ روم نے اسی وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان کو خط لکھوایا کہ یہ تمام لکھے ہوئے نقش مصر میں روم

کی خاطر تیار کئے جاتے ہیں اور یہ معاملہ پرانے دور سے ہی جاری ہے۔ اب اس کا اختتام کر کے غلط کیا ہے۔ گر یہ طور آپ کے پہلے خلیفہ کی جانب سے عائد کیا گیا ہے تو انہوں نے ٹھیک کیا تھا مگر تم نے یہ صحیح کام نہیں کیا۔ اگر تم نے یہ صحیح سمجھ کر کیا ہے تو پھر پہلوں نے غلط کیا تھا۔ اس لئے ان دو پہلوؤں میں جس کو چاہو منظور کر لو اور میں آپ کے لئے تحفہ بھیج رہا ہوں جو آپ کی شان و شوکت کے مطابق ہے مگر نقش و نگار میں اپنے اس نئے عمل کو غلط قرار دے کر ہم لوگوں کے روم کے نقوش کو ہی قائم رکھیں اور ان کو ہی عائد کرنے کا فرمان صادر کریں۔ میں اس بارے میں آپ کا قدر دان ہوں گا اور میرے اس تحفے کو قبولیت بخشیں کیونکہ میں نے بہت اعلیٰ اور نایاب تحفہ بھیجا ہے۔

عبدالملک بن مروان کی جوابی تحریر: روم کے بادشاہ کی تحریر جس وقت عبدالملک بن مروان نے پڑھی تو اس کے ایلچی کو واپس لوٹا دی اور ایلچی کو حکم دیا کہ چلے جاؤ اور جا کر اپنے بادشاہ کو بتا دینا کہ اس تحریر کا جواب کوئی بھی نہیں ہے۔ ہمارے لئے یہ کوئی اہمیت کا حامل نہیں اور آپ کے تحفے کو بھی واپس لوٹایا جا رہا ہے۔ سو جس وقت ایلچی (پیغام رسائی کرنے والا) تحفہ واپس لے کر روم کے بادشاہ کے پاس گیا اور احوال بیان کئے تو بادشاہ نے تحفے میں مزید اضافہ کیا اور عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ بھی پیغام دیا کہ میں توقع کرتا ہوں کہ آپ میرے اس تحفے کی عزت کریں گے اور اس کو قبول کریں گے اس لئے کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے تحفے کو قبولیت نہیں بخشی اور نہ ہی میری تحریر کا کوئی جواب دیا۔ اسی بناء پر میں نے اس تحفے میں بڑھوتری کر کے بھیجا ہے اور میری یہ آرزو ہے کہ روم کے نقوش کو ہی عائد کرنے کا فرمان دیا جائے۔ سو پھر عبدالملک بن مروان نے روم کے بادشاہ کی تحریر پڑھی اور رکھ دی اور اس کے تحفے کو بھی واپس بھجوا دیا۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ نے پھر تحریر بھیجی اور اس میں درج تھا کہ تم نے میری تحریر اور تحفے کی اہانت کی ہے' مجھے اس کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی تو پہلے تو مجھے یہ گمان ہوا کہ غالباً میں نے تحفہ تھوڑا بھجوایا تھا تو میں نے اس میں کثرت کر دی' اس کے بعد اس کو تمہیں بھیج دیا اور اس وقت میں تیسری دفعہ تحفے میں بڑھوتری کر رہا ہوں۔ بادشاہ روم نے بیان کیا کہ مجھے عیسیٰ بن مریم کی قسم ہے کہ آپ ضرور نقوش کے متعلق غور کرو گے اور پہلے کی طرح رہنے دو گے اور میں اپنے دیس میں اپنے طریقے کے دینار اور درہم بنوا رہا ہوں اور تم یہ علم رکھتے ہو کہ ہمارے ملک میں اسی طرح سے بنایا جاتا ہے اور مذہب اسلام میں یہ اصول قائم نہیں تھا اور نہ ہی ایسے بنوایا گیا۔ اگر تم نے اس بات کو نہیں مانا تو تم لوگوں کے نبی کی تصویر کو ان پہ نقش کیا جائے گا۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ جس وقت تم یہ تحریر پڑھو گے تو تمہارے پسینے چھوٹ جائیں گے۔ اسی لئے جو میں نے لکھا ہے وہی کر و اور اپنے وہاں بھی ہمارے نقوش کو قائم کر دو۔ ایسا کرنے سے ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم ہوں گے۔ سو جس وقت یہ تحریر عبدالملک بن مروان نے پڑھی تو اسے بہت غصہ آیا اور معاملہ خطرناک ہو گیا۔ وہ بولا میں عبدالملک اسلام میں ساروں سے زیادہ نحوست لئے اس دنیا میں آیا ہوں کیونکہ اس کفر کرنے والے کو غالباً میں نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اکسایا ہے اور جس نے ہمارے نبی' حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فحش گوئی کی ہے وہ زیادہ عرصے تک حیات نہیں رہ سکتا کیونکہ تمام عرب میں روم کے سکوں سے سلسلات انجام ہوتے تھے اس بناء پر ایک دم سے ان کو ختم کرنا اچھا نہیں لگتا

تھا۔

محمد بن علی بن حسین کی رائے: عبدالملک بن مروان نے سارے حکومتی اراکین کو اکٹھا کر کے ان سے اس متعلق مشاورت کی مگر کسی نے کوئی ایسا حل پیش نہ کیا جس پر عمل کیا جا سکے لیکن روح بن زنباع بولا کہ میری عقل میں یہ خیال آیا ہے کہ ایک آدمی سے کچھ معاملہ سلجھایا جا سکتا ہے کیا آپ اس پر عمل درآمد کریں گے۔

عبدالملک نے سوال کیا کہ وہ آدمی کون ہے؟ روح بن زنباع نے بتایا کہ اہل بیت کا ایک فرد بہت بڑا عالم ہے۔ عبدالملک نے فرمایا کہ تم بالکل درست کہتے ہو۔ سو عبدالملک بن مروان نے مدینہ منورہ کے حاکم کو خط لکھا کہ میں ایک آدمی محمد بن علی بن حسین کا پتہ دیتا ہوں تم ان کو ایک لاکھ درہم بنانے کے لئے دو اور تین لاکھ خرچ کے لئے دو اور ان کو ان کے اصحاب کے ہمراہ ادھر آنے پر راضی کرو۔

سو محمد بن علی بن حسین کے آنے تک بادشاہ روم کے ایلچی کو قید میں ڈال دیا گیا۔ سو جس وقت محمد بن علی کی آمد ہوئی تو انہیں ان احوال کی اطلاع دی گئی۔ محمد بن علی نے یہ رائے دی کہ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ دو کاموں میں سے ایک کا ہونا لازم ہے۔ پہلی یہ کہ اللہ پاک اس آدمی کو کبھی معافی نہیں دے گا جس نے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی اور دھمکایا بھی ہے۔ دوسری یہ کہ ایک طریقہ ذہن میں آ رہا ہے کہ آپ فی الفور ماہرین کو بلائیں اور درہم و دینار کے سانچے کی تیاری کروالیں جو کہ سکوں پر کلمہ توحید کا نقش کندہ کریں۔ ایک جانب ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ'' اور دوسری جانب ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' کا نقش کندہ کریں اور سکوں کے وسطی نقطہ میں بنانے کا برس اور اس شہر کا اسم بھی لکھیں جدھر اس سکے کو تیار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد تیس دراہم کا وزن تین اصولوں پر کریں۔ دس سکے دس مثقال وزن کے برابر اور دس سکے چھ مثقال اور پانچ مثقال کے برابر پھر دس سکے ہوں۔ ایسے یہ اکیس مثقال کے برابر وزن کے ہوں گے جو کہ تیس دراہم کے جتنے ہوں گے۔ اس کے بعد اگر انہیں سات مثقال میں منقسم کیا جائے اور ہر سات سکوں کو شیشے کے ٹھپوں میں پگھلا کر ڈالا جائے تا کہ کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ ایسے دراہم کا وزن دس مثقال کے جتنا ہوگا اور دینار کا سات مثقال جتنا۔ یوں ہی اس زمانہ میں درہم میں سرویہ کی رسم شروع کی جائے گی۔ جس طرح بغلیہ نے کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں خچر کے سر کا ایک نقش بنا ہوتا تھا جس کو ''سکہ کسرویہ'' کہتے تھے اور اس پر بادشاہ اور تخت کی تشبیہ بنی ہوا کرتی تھی۔ فارسی میں ''دانہ پانی'' درج ہوتا تھا سو اسلام سے پہلے درہم کا وزن ایک مثقال جتنا ہوتا تھا اور وہ دراہم جن کا وزن چھ' دس اور پانچ مثقال ہوا کرتا تھا وہ ہلکے اور وزنی سکوں کے اسم سے شہرت رکھتے تھے اور ان کے اوپر فارسی نقش کندہ تھے۔ سو یہ عمل محمد بن علی کی رائے کے مطابق عبدالملک بن مروان نے سرانجام دے دیا اور عبدالملک بن مروان نے محمد بن علی بن حسین سے یہ بھی فرمایا کہ آپ سکوں کے بارے میں سارے اسلامی ملکوں کو تحریر بھجوا دیں کہ سارے عوام ہمارے تیار کیے ہوئے دراہم و دینار سے ہی خریداری کریں جو بھی اس عمل کا مرتکب نہیں ہوگا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی اس کو ہلاک کر دیا جائے اور یہ نصیحت بھی کر دی گئی کہ اس سے پہلے جو سکے استعمال ہوتے تھے ان کو اکٹھا کر کے دارالحکومت دوبارہ بننے کے لئے بھجوا دیا جائے۔ عبدالملک بن

مروان نے یہ ایک بہت ضروری کام کیا۔ سو پھر روم کے بادشاہ کے ایلچی کو یہ ہدایت دے کر واپس لوٹایا کہ اپنے بادشاہ سے یہ کہہ دو کہ تم جو حکمت عملی کر رہے ہو اللہ پاک کے قریب وہ جائز نہیں اور میں نے سارے حکمرانوں کو فرمان جاری کر دیا ہے اور یہ بھی لکھ بھیجا ہے کہ اس سے قبل مستعمل ہونے والے سکوں کو ناجائز قرار دیا جا رہا ہے اس لئے ان کو اکٹھا کر کے دارالحکومت میں نئے طریقے سے اسلام کے نقش کندہ کرنے کے لئے بھجوا دیں۔ سو جس وقت ان ساری باتوں کا روم کے بادشاہ کو علم ہوا تو سب دربار والوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ نے ایلچی کے ذریعے بادشاہ کو جس طرح دھمکایا تھا اس پر عمل درآمد کریں۔ بادشاہ بولا کہ برادر وہ تو میں نے صرف دھمکی ہی دی تھی میں تو بس دبدبہ سے مقصد نکلوانا چاہ رہا تھا مگر ان لوگوں نے اس کی کوئی فکر نہیں کی۔ پس اب میں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں ہمارے طریقے کے لحاظ سے سکے استعمال ہوں اور اب یہ مومن ہمارے سکوں کو قطعی منظور نہیں کریں گے۔ الغرض یہ کہ روم کا بادشاہ کوئی حکمت عملی اختیار نہ کر سکا اور محمد بن علی بن حسین کی رائے پر ہی سب کچھ ہو گیا۔ سو خلیفہ ہارون الرشید نے سارا واقعہ بتا کر اکثر غلاموں کے پاس ایک درہم دیکھنے کی غرض سے پھینک دیا۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے لئے تیاری: کچھ روز کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کے لئے دعویٰ کر دیا تو یمن، عراق اور الحرمین والوں نے ان سے بیعت کر لی۔ سو بیعت کے فوری طور کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عراق اور اس کے گردونواح کے علاقہ جات کے لئے اپنے برادر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ماتحت بنا کر بھیج دیا۔ سو اس عالم میں امت مسلمہ کا انتظام تتر بتر ہو گیا اور امت دو خلیفوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان میں ساروں سے بڑے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے مگر عبدالملک بھی مسلسل آمادگی سے کام کرتے رہے اور آخرکار عبدالملک بن مروان فتح یاب ہوئے۔ ان دونوں کے بیچ میں کئی جنگیں ہوئیں اور پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا۔

ایک دفعہ عبدالملک دمشق سے عراق کی طرف آ رہا تھا تو ماتحت حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما ان سے برسرپیکار ہوئے۔ اس سے پہلے عبدالملک بن مروان نے اپنی فوج کو کچھ باتوں کی نصیحت کر دی تھی۔ سو فوج والوں نے ان سب لوگوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیا۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما میدان کارزار میں بہت بہادری سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ مسلسل لڑتے رہے حتیٰ کہ شہادت پا گئے۔ اس لڑائی کے بعد عبدالملک نے عراق اور خراسان پر اپنا قبضہ جما لیا۔ سو ان دونوں جنگوں پر عبدالملک نے اپنے برادر بشر بن مروان کو اپنا ماتحت بنا کر روانہ کیا۔ اس کے بعد وہ پھر دمشق لوٹ آیا۔

سو کچھ روز بعد عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف ثقفی کو فوج جرار کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنگ کے لئے بھیج دیا۔ سو اس نے فوری طور پر جا کر گھیراؤ کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا چہار اطراف سے راستہ بند کر دیا گیا اور ابوقبیس پہاڑ میں ایک منجنیق گاڑھ دی۔ اس سورما فوج کے گھیراؤ کے باوجود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بہت دلیری کے ساتھ جنگ میں مقابلہ کرتے رہے اور لوگوں کو ہرا دیتے تھے۔ زیادہ تر ان کو مسجد کے دروازوں کے پیچھے

سے نکال دیا کرتے۔ یہ جنگ اور گھیراؤ چار مہینے تک چلتا رہا۔

آخرکار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر ایک شدید وار ہوا اور مسجد کی برج کو ان پر گرایا گیا جس کے نیچے دب جانے سے وہ زخمی ہو گئے۔ سو حریفوں نے موقع پاتے ہی ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حجاج بن یوسف نے ان کے بدن کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان کے بے جان بدن کو سولی پر آویزاں کر دیا۔

عبدالملک خلافت سے قبل بندگی کرنے والا' علم والا اور علم فقہ کا علم رکھنے والا شخص تھا۔ اس کی گردن لمبائی میں' چہرہ کمزور' دانت سونے کی تار سے جڑے ہوئے تھے۔ عبدالملک بہت سمجھ بوجھ والا شخص تھا۔ کسی پر اعتماد کرنا گوارا نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کسی اجنبی کو ضروری کام حوالے کرتا تھا۔ بے حد کنجوس تھا۔ ان کی کنجوسی کی بناء پر لوگ اس کو پتھر کا پسینہ اور دہان گندا ہونے کی بناء پر ''ابوذباب'' کہا کرتے تھے۔ عبدالملک غرور وشیخی کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ قتل وغارت کا رسیا تھا۔ مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عبدالملک کیونکہ بادشاہ تھا جس طرح اس کے اطوار تھے وہی اس کے نائب حکمرانوں میں منتقل ہو گئے۔ سو عراق میں حجاج بن یوسف ثقفی' خراسان میں مہلب بن ابی صفرہ' مصر میں ہشام بن اسماعیل اور عبداللہ' مغرب میں موسیٰ بن نصیر' یمن میں حجاج کا برادر محمد بن یوسف اور جزیرہ میں محمد بن مروان تمام ہی ظلم وزیادتی کرنے والے اور قتل غارت والا مزاج رکھتے تھے۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ محمد اور ان کے والد محترم علی بن عبداللہ بن عباس دونوں ہی ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے۔ عبدالملک کے ساتھ اس پہر ایک قیافہ شناسی کرنے والا شخص بھی بیٹھا تھا۔ اسی اثناء میں عبدالملک نے اس قیافہ شناسی کرنے والے شخص سے سوال کیا کہ تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ وہ شخص بولا کہ میں انہیں نہیں پہچانتا مگر مجھے اس طرح احساس ہوتا ہے کہ یہ جوان جس کے ہمراہ اس کا بیٹا ہے اس کی پیٹھ سے بہت سے فرعونوں کی پیدائش ہوگی۔ زمین جن کی ملکیت ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہ ہم لوگوں میں سے جسے چاہیں گے ہلاک کریں گے۔ اس بات کو سن کر عبدالملک کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ بولا کہ ہاں تم بالکل درست کہتے ہو۔ اس سے پہلے ایلیا کے راہبوں نے بھی اسی طرح کی باتیں بتائی تھیں کہ ان کی پیٹھ سے تیرہ شہنشاہ پیدا ہوں گے اور اس نے ان کی خصوصیات بھی بیان کی تھیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ''اخبار الطوال'' میں تذکرہ کیا ہے کہ جس لمحے عبدالملک کا وقت وفات قریب آیا تو اس نے اپنے فرزند ابو ولید کو بلایا اور یہ وصیت دی کہ اے ولید میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جس لمحے میری نعش کو لحد میں اتارا جائے تو تم فکر مند لوگوں کے جیسے روتے رہو اس کے بجائے تم اچھی طرح ملبوس ہو کر جانا۔ چیتے کی چمڑی پہن کر کھڑے ہونا' اگر تیری بیعت کے بارے میں کوئی سر بھی ہلائے تو اس کی گردن کاٹ دینا۔

عبدالملک بن مروان کا لقب سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ''حمامتہ المسجد'' تجویز کیا تھا کیونکہ جس وقت خلافت انہیں ملی تو وہ مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں مگن تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کیفیت ملاحظہ کر کے ان کو ''حمامتہ المسجد'' (مسجد کا کبوتر) کہا۔ سو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پھر عبدالملک کو سلام کیا اور بولا کہ میں تم سے الگ ہو رہا ہوں۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اگر حضور

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس دارِ فانی سے کوچ کر جائیں تو پھر ہم لوگ کس سے مسئلے حل کروائیں گے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس نوجوان عبدالملک سے مسائل کے بارے میں مشاورت کرنا۔

انتقال: عبدالملک بن مروان کا انتقال شوال 86ھ میں ہوا۔ ان کی عمر کے بارے میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق ان کی عمر تریسٹھ برس، اکثر کے مطابق ساٹھ برس ہے۔ عبدالملک بن مروان کے سترہ بچے تھے جن میں سے چار خلافت کے عہدے پر قائم رہے۔

عرصۂ خلافت: عبدالملک بن مروان اکیس برس پندرہ روز تک منصب خلافت پر فائز رہا جن میں سے آٹھ برس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خلافت کے معاملے میں لڑائی کرتے رہے۔ اس کے بعد تمام حکومت عبدالملک بن مروان کے قبضہ میں آ پہنچی حتیٰ کہ وہ وفات پا گئے۔

خلافت سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چھٹے خلیفہ تھے سوان کو برطرف کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔

اس سے قبل یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے بذاتِ خود خلافت سے برطرفی اختیار کی تھی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کس طرح چھٹے خلیفہ ہوئے اور یہ بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت سے برطرفی اختیار کر لی تھی۔ سو اگر ان دونوں نقطوں کو ذہن میں رکھا جائے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چھٹے نمبر پر خلیفہ نہیں ہوں گے۔

بیعت: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے 23 رجب 64ھ میں مکہ مکرمہ میں بیعت لی گئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ عہد یزید بن معاویہ کا تھا۔ سو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے عراق، مصر اور شام والوں نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ہی خونریزی کے بعد عبدالملک بن مروان سے بھی بیعت کی مگر عراق والے آخر تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حمایتی رہے۔ یہ واقعہ 71ھ کو رونما ہوا۔ یہ وہی برس تھا جس میں عبدالملک بن مروان نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے برادر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ہلاک کیا تھا اور کوفہ کا محل بھی مسمار کر دیا۔

محل کو مسمار کرنے کی وجوہات: عبدالملک بن مروان ایک روز اس محل جس کا نام "قصر الامارۃ" تھا میں تشریف فرما تھا اور اس کے سامنے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی گردن رکھی ہوئی تھی تو عبدالملک بن عمیر بولا کہ اے خلیفہ اس سے قبل میں اور عبداللہ بن زیاد اس محل میں ہی نشست سنبھالے ہوئے تھے اور ہمارے سامنے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا۔ پھر ایک روز میں اور مختار بن ابی عبید اس محل میں ہی تشریف فرما تھے تو عبیداللہ بن زیاد کا سر تن سے جدا کر کے ادھر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد میں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی اس محل میں ہی موجود تھے کہ المختار کے سر کو تن سے جدا کر کے یہاں لایا گیا اور اب اس لمحے میں آپ کے سامنے موجود ہوں تو حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بدن سے

الگ سر ہمارے سامنے پڑا ہے۔ حضور والا میں اس محل کے دربار سے پناہ کا طلب گار ہوں۔ یہ ساری بات سن کر عبدالملک بن مروان پر کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ اسی وقت کھڑا ہو گیا اور اس محل کو مسمار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کردار: مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما سخاوت کرنے والے شجاع، دلیر اور چودھویں کے ہلال کی مانند بہت حسین شخص تھے۔ سو جس وقت حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ہلاک کیا گیا تو ان کا ساتھ دینے والے کمزور پڑ گئے اور عبدالملک بن مروان نے ان کا ساتھ دینے والوں کو بھی اپنی بیعت کے لئے رضامند کر لیا تو وہ سارے بھی راضی ہو گئے اور عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت دے دی۔ پھر عبدالملک کوفہ میں داخل ہوئے اور ان کی طاقت و ہیبت عراق میں بھی پھیل گئی اور ان کا فرمان ہی چلنے لگا۔ شام اور مصر بھی ان کی خلافت میں آ گئے۔

حجاج بن یوسف کا گھیراؤ: حجاج بن یوسف ثقفی 73ھ میں فوج لئے مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شکنجے میں کرنے کے لئے گیا اور مکہ مکرمہ کی قلعہ بندی کر لی۔ منجنیق سے بیت اللہ میں پتھروں کا برساؤ کیا۔ سو حجاج اپنے مقصد میں فتح پا گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو حراست میں لے کر ہلاک کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا سر قلم کر کے الٹا سولی پر آویزاں کر دیا گیا۔ اس کے کچھ روز بعد اتار کر اس کو یہودیوں کے قبرستان میں دفنا دیا گیا۔ اکثر مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ حجاج یہ کہتا تھا کہ وہ ان کی لاش کو اس لمحے تک سولی سے نیچے نہیں اتارے گا جس وقت تک کہ اس کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما مجھ سے گزارش نہ کریں گی۔ سو اسی کیفیت میں ایک عرصہ بیت گیا۔ سو ایک روز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ کا گزر ہوا تو وہ یہ نظارہ دیکھ کر بولیں کہ اب تک یہ شہسوار عروج پر ہے۔ سو جس وقت اس بات کا حجاج کو پتہ چلا تو اس نے ان کے جسد خاکی کو تارنے کا فرمان دیا اور ان کی والدہ کے حوالے کر دیا۔ ان کی والدہ نے نعش حاصل کر کے کفن و دفن کا اہتمام کیا۔ (بہت جلد ان کی ہلاکت کا تفصیلی ذکر ''باب الشین'' میں لفظ ''الشاۃ'' کے عنوان سے ہوگا)

عرصۂ خلافت: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حجاز و عراق میں نو برس بائیس روز تک خلافت کا فرض سرانجام دیا۔ اس کے بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر تہتر برس یا بہتر برس ہوئی تھی۔

الولید بن عبدالملک کا دورِ خلافت: عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند الولید خلافت کے عہدے پر فائز ہوئے کیونکہ ولید کو عبدالملک بن مروان نے اپنا ولی عہد منتخب کیا تھا۔ ولید بہت برے اخلاق والا، پھسلتی ہوئی ناک، چال میں غرور اور کم عقل والا شخص تھا۔ ولید تین روز میں قرآن کریم کی قرأت پوری کر لیا کرتا تھا۔ ابراہیم بن ابی عبلہ نے کہا ہے کہ ولید بن عبدالملک رمضان المبارک میں سات دفعہ قرآن پاک مکمل پڑھ لیا کرتا تھا اور اکثر اوقات مجھ کو درہم و دینار کا لفافہ غرباء میں بانٹنے کے لئے دیتا تھا۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ الولید بن عبدالملک کے بارے میں یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ اگر لواطت کا فرمان قرآن پاک میں موجود نہ ہوتا تو مجھ کو لواطت کے بارے میں پتہ بھی نہ ہوتا کہ یہ کیا شے ہے اور کوئی لواطت بھی کیا کرتا ہے۔

بیعت: جس روز عبدالملک بن مروان نے وفات پائی اس روز ہی ولید سے بیعت کر لی گئی۔ بیعت کرنے کے بعد ولید

اپنی رہائش گاہ نہیں گئے اس کے بجائے فوری طور پر منبر پر تشریف لائے اور کہا:

''الحمد لله انا لله وانا اليه راجعون والله المستعان على مصيبتنا بامير المومنين والحمد لله على ماانعم به علينا من الخلافة قوموا فبايعوا ۔''

پس ولید نے اپنے والد محترم کی وفات پر اظہار افسوس کیا۔ اللہ سے مدد کی توقع کی شکریہ کہا اور عوام کو اپنی خلافت کے لئے رضامند کیا۔

ولید کے نمایاں کارنامے: حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ ولید بن عبدالملک شام والوں کے مطابق سب سے زیادہ زبردست خلیفہ مانا جاتا تھا۔ ولید نے بہت سے بہترین کام سرانجام دیئے۔ دمشق میں کئی مساجد کی تعمیر کا کام کیا۔ کوڑھ کے مریضوں کے لئے وظیفہ قائم کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیک مانگنے کا کام چھوڑ دیں۔ چلنے پھرنے سے مفلوج اشخاص کو ملازم مہیا کئے۔ نابینا لوگوں کے لئے ایک رہبر کا انتظام کیا۔ حافظوں کی وظیفوں اور ہدیوں سے مدد کرتا اور عوام میں دبدبہ رکھا کرتا تھا اور قرض داروں کا قرضہ اتروانے میں ان کا مددگار بن جاتا۔ اس کے علاوہ جامع الاموی کو تعمیر کروایا۔ ولید نے یہودی اور عیسائی لوگوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کروا دیا۔ یہ ساری ترقی ذی قعدہ 86ھ میں واقع ہوئی۔

اکثر مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ ولید نے بارہ ہزار کے قریب جامع مسجد میں سنگ مرمر کی تعمیر کی شروعات کر رکھی تھی مگر ان کے پورے ہونے سے قبل ہی وہ وفات پا گیا۔ ولید کی وفات کے بعد اس کے برادر سلیمان بن عبدالملک نے اس امر کو انجام تک پہنچایا۔ ان مسجدوں کی تعمیر کروانے میں چار سو صندوق کا خرچہ ہوا اور ہر صندوق میں تقریباً اٹھائیس ہزار دینار پائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں چھ سو کندن کی زنجیریں، مشعل اور قندیلوں کے لئے پائی گئی تھیں۔ قندیلوں پر زنجیریں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کی خلافت کے عہد تک قائم تھیں پھر ان بیش قیمت زنجیروں کو بیت المال میں مجتمع کیا گیا اور ان کے بدلے لوہے اور پیتل کی زنجیریں نصب کر دی گئیں۔ ایسے ہی ولید نے ''قبۃ الصخرۃ'' کو تعمیر کروایا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشادہ کیا اور اس عمدہ طریقے سے کشادہ کروایا کہ مسجد میں حضور کی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک بھی شامل ہوا۔ ولید بن عبدالملک کے اور بھی بہت سے نمایاں کارنامے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس لمحے میں نے ولید کو ان کی لحد میں اتارا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کفن میں بے چین ہے اور ان کے ہاتھ ان کے گلے سے بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک ان کی بخشش و مغفرت فرمائے۔

کامیابیاں: ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں بہترین کامیابیاں ملیں۔ مثال کے طور پر سندھ کا اکثر حصہ، ہندوستان اور اندلس وغیرہ کے علاقہ میں زبردست فتح ہوئی اور اس کے علاوہ اور بھی کئی شہرت یافتہ علاقوں میں فتح کے جھنڈے گاڑھے۔

ولید بن عبدالملک اچھی سواریوں میں سواری کیا کرتا تھا۔ ولید سفر اور لڑائی وغیرہ سے کتراتا تھا اور ڈر کا احساس کیا کرتا تھا۔

علقمہ بن صفوان نے احمد بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک برس میں بارہ ایام سے بچا کرو کیونکہ یہ تم لوگوں کے مال کو ختم کریں گے، پردوں کو پھاڑ دیا کریں گے

ہم نے عرض کیا کہ وہ کون سے بارہ دن ہیں۔ اے اللہ پاک کے رسول تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 12 محرم' 10 صفر' 4 ربیع الثانی' 18 جمادی الاول' 12 جمادی الثانی' 12 رجب' 17 شعبان' 14 رمضان' 2 شوال' 18 ذی قعدہ اور 8 ذی الحجہ ہیں۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے جو بات بیان ہوئی تھی کہ ولید بن عبدالملک نے ''قبۃ الصخرہ'' کو تعمیر کروایا یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ''قبۃ الصخرہ'' کو اس کے باپ (عبدالملک) نے حضرت فساد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بنوایا تھا۔ سو جس لمحے عبدالملک بن مروان نے شام والوں کو اکٹھا کرنے سے صرف اس لئے روکا تھا کہ کہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان سب سے اپنی بیعت نہ کروالیں تو اس لمحے سارے لوگ عرفہ کے روز ''قبۃ الصخرہ'' میں قیام پذیر تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کا واقعہ پیش آ گیا۔ سو اس کا تذکرہ آگے ابن خلکان کے بحوالہ آئے گا۔

''قبۃ الصخرہ'' کے بارے میں یہ بتلایا جا سکتا ہے کہ شاید ولید بن عبدالملک نے کسی بناء پر اس کو گرایا تھا اس کے بعد پھر اس کی تعمیر کروائی گئی۔ واللہ اعلم

انتقال: ولید بن عبدالملک نے 15 جمادی الآخر 96ھ کو مروان کی رہائش گاہ میں وفات پائی۔ ولید کی عمر کے بارے میں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں اور ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ ولید نے چھیالیس برس کی حیات پائی۔ اکثر علماء کرام کے مطابق سینتالیس برس اور کچھ پچاس برس کہتے ہیں۔ ولید کی کل چودہ اولادیں تھیں اور ان کو مقبرہ باب الصغیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دفن کیا۔

عرصۂ خلافت: ولید بن عبدالملک کا دور خلافت نو برس اور آٹھ مہینے تک رہا تھا۔ اکثر حضرات نے خلافت کا دور دس برس تک بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

سلیمان بن عبدالملک کا دور خلافت: ولید بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ان کے برادر سلیمان بن عبدالملک گدی نشین کہلائے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کے والد محترم نے ان دونوں بھائیوں کو اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ سلیمان سے خلافت کے لئے بیعت ولید کے یوم انتقال کو ہی لے لی گئی۔ سلیمان بن عبدالملک اپنے برادر ولید کے وقت انتقال رملہ کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ سو جس وقت سلیمان بن عبدالملک کو خلیفہ مانا گیا تو انہوں نے اس عہدے کو منظور کر لیا اور فوراً دمشق چلے گئے اور جامع مسجد الاموی کو تعمیر کروانے میں مشغول ہو گئے جس طرح کہ اس کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ سو اس عرصے میں سلیمان بن عبدالملک نے اپنے برادر مسلمہ بن عبدالملک کو 97ھ میں غزوہ روم میں روانہ کر دیا۔ یہ قسطنطنیہ میں داخل ہوئے اور وہاں پر ہی مقیم ہوئے۔ اس کو ''باب الجیم'' میں ''الجراد'' کے موضوع سے مفصل بیان کیا جائے گا۔

سلیمان بن عبدالملک کے خصائص: ایک دفعہ ایک عام شخص سلیمان بن عبدالملک کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے خلیفہ میں آپ کو اللہ پاک اور اذان کی قسم دے رہا ہوں۔ یہ سماعت کر کے سلیمان بولا کہ اللہ پاک کی قسم کو تو میں جان گیا مگر

اذان کی قسم سے تیری کیا مراد ہے؟ وہ شخص بولا کہ اذان کی قسم کا مطلب اللہ پاک کا ارشاد ہے جو کہ یہ ہے "فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ" (الاعراف)

(اس کے بعد ایک مخاطب ان دونوں (جنتی اور جہنمی) کے مابین مخاطب ہوگا کہ ان ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو)۔

سوسلیمان نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تمہاری کیا فکر ہے کہ اور تمہارے پر کون سا ظلم کیا جا رہا ہے؟ اس شخص نے بتلایا کہ میری اس زمین پر آپ کے حاکم نے اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔ اس بات کا علم ہوتے ہی سلیمان تخت سے نیچے آ گیا اور اپنے چہرے کو فرش سے لگا کر لیٹ گیا اور فرمانے لگا کہ بخدا جس وقت تک اس جگہ کے واپس کرنے کے بارے میں فرمان نہ لکھا جائے تب تک میں اسی کیفیت میں رہوں گا۔ سو خلیفہ کے اسی کیفیت میں ہوتے ہوئے ہی فوری طور پر منشی نے حاکم کے نام خط لکھ کر بھیجا کہ فلاں شخص کی زمین اس کو واپس دے دی جائے کیونکہ خلیفہ سلیمان نے جس لمحہ قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ساعت کی جس میں اللہ پاک اور اس کے انعامات میں زیادتی کا ذکر تھا تو وہ خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں وہ خدا کی لعنت کے حق دار نہ ٹھہر جائیں۔

اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کے قید خانہ میں سے تین لاکھ کے قریب قیدیوں کو آزاد کر دیا تھا۔ اس معاملے میں باضابطہ طور پر حجاج کے اہل وعیال سے بھی لگا تار رابطہ روا رکھا تھا اور سلیمان بن عبدالملک نے چچا کے بیٹے عمر بن عبدالعزیز کو اپنا وزیر بھی بنایا تھا اور یزید بن ابی مسلم کو حجاج کا وزیر قرار دے دیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک سے عرض کیا کہ جناب عالی میں آپ سے درخواست گزار ہوں کہ حجاج کے ذکر کو یزید کے نامزد ہونے سے حیات نہ کریں تو سلیمان بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز سے فرمایا کہ اے عمر! میں نے ان کو دینار اور دراہم کے بارے میں قطعی بددیانت نہیں دیکھا تو عمر بن عبدالعزیز بولے کہ اے امیر المومنین! ابلیس بھی اس آدمی کے مقابلے میں درہم و دینار کے معاملے میں پاک ہے جبکہ ابلیس نے تمام خلقت کو بے راہ روی کا شکار کر دیا ہے۔ سو عمر بن عبدالعزیز کی بات چیت کے بعد سلیمان اپنے مقصد سے پیچھے ہٹ گیا اور یزید سے وزارت کا عہدہ واپس لے لیا۔

"الکامل" میں ابوالعباس المبرد نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک کی مجلس میں اس یزید نے ہی حاضری دی۔ یزید بہت بداخلاق اور بدشکل تھا۔ سلیمان یزید کو دیکھ کر بولا کہ اللہ پاک اس آدمی کا حال برا کرے کہ جس نے تجھ کو چھوٹ دی اور جس نے تجھ کو اپنی امانت میں ساجھے دار کیا۔

یزید کہنے لگا اے خلیفہ! آپ اس طرح نہ بولیں۔ سلیمان نے پوچھا کہ کیوں نہ ایسے بولوں؟ یزید نے بتلایا کہ آپ نے مجھ کو دیکھ رکھا ہوگا کہ واقعات مجھ سے کتراتے ہیں۔ اگر آپ یہ نظارہ کر لیں کہ واقعات میری جانب توجہ کرتے ہیں تو آپ اس طرح مجھ کو برا بھلا کہنے کی بجائے میری اچھائی بیان کریں اور مجھ کو برے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ سلیمان کہنے لگا کہ حجاج اس کے بعد اب دوزخ کی کھائی میں نہیں جا پہنچا۔ یزید بولا! اے خلیفہ حجاج کے بارے میں ایسی گفتگو نہ کریں۔ سلیمان نے کہا کہ کس لئے نہ کروں؟ یزید بولا کیونکہ حجاج نے منبروں پر جا کر تم لوگوں کے لئے تقاریر کر رکھی ہیں۔ حتیٰ کہ ظلم کرنے والوں نے بھی کانوں سے ساعت کیں۔ حجاج بن یوسف تو بروز قیامت آپ کے والد محترم کے سیدھی طرف اور برادر کے دوسری طرف

ساتھ ساتھ ہی ہوگا اور جدھر بھی ان دونوں کا گزر ہوگا حجاج بن یوسف بھی وہیں پر ہوگا۔

سلیمان بن عبدالملک کی خوبیاں: سلیمان بن عبدالملک خوش بیان اور فاضل و علم وادب جاننے والے بادشاہ تھے۔ منصف' اللہ کی راہ میں لڑنے کے متوالے' عربی علم کو سیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ دیندار' بھلائی' قرآن پاک کی پیروی کرنے والے اور اسلامی فرائض و عبادات کے محافظ تھے۔ اس کے علاوہ قتل و غارت سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ سلیمان کو جماع کی عادت تھی۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ سلیمان کی غذا ہر روز صد رطل شامی ہوا کرتی تھی۔ سو وہ سب آسانی سے ہضم کرلیا کرتا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک کے نمایاں کارنامے: سلیمان بن عبدالملک نے خلافت کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد سب سے بہتر امر یہ سرانجام دیا کہ اس نے نماز کو شروع وقت میں ادا کرنے کا فرمان دیا نہیں تو اس سے قبل عوام بنوامیہ کے زمانے میں آخری وقت میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت امام بن سیرین علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کی خوبی یہ ہے کہ عہدہ خلافت سنبھالتے ہی اس نے دو اہم کام کئے۔ پہلا یہ کہ خلافت سنبھالتے ہی نماز کو پہلے وقت میں ادا کرنے کی بہترین مثال بنائی اور دوئم یہ کہ اپنی حکومت کے اختتام پر اپنا ز بردست ولی عہد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منتخب کیا۔

مفضل وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک بروز جمعہ نہا کر حمام سے باہر نکلا۔ ہرے رنگ کا لباس زیب تن کیا' ہرے رنگ کی پگڑی پہنی' ہرے فرش پر بیٹھ گیا اور اردگرد ہرے رنگ کی اشیاء کو رکھا گیا۔ اس کے بعد سلیمان نے اپنی شکل شیشے میں دیکھی تو اس عالم وہ حسین لگ رہا تھا۔ سو خوشی سے کہا کہ ہمارے حضور شہنشاہِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کے رسول تھے۔ ان کے ولی عہد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ دوئم خلیفہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سچائی و جھوٹ میں فرق کرنے والے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حیاء والے تھے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ شجاع اور دلیری والے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برداشت کرنے والے تھے۔ سو یزید صبر و برداشت کی عادت رکھنے والے تھے۔ عبدالملک عاقل سیاست کرنے والے تھے اور ولید بن عبدالملک ظلم جبر کرنے والے تھے اور میں ایک جوان شہنشاہ ہوں یہ بول کر وہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سو یکا یک دیکھا کہ رہائش گاہ کے صحن میں ایک خادمہ اس شعر کی گنگناہٹ کر رہی ہے:

انت نعم المتاع لو کنت تبقی   غیر ان لا بقاء للانسان

''آپ زبردست متاع ہیں کبھی سدا حیات رہتے مگر انسان کے لئے حیات سدا کے لئے نہیں ہوا کرتی۔''

لیس فیما بدالنا منك عیب   عابه الناس غیر انك فانی

''کوئی نقص نہیں ہے اس سب میں جو کچھ آپ نے ہم لوگوں کے لئے کیا ہے۔ عوام نے آپ میں حیات نہ رہنے کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں ڈھونڈا۔''

سو جس وقت سلیمان بن عبدالملک نماز جمعہ ادا کر کے واپس آئے تو اس خادمہ سے دریافت کیا کہ جس لمحے میں نماز جمعہ کی

ادائیگی کے لئے جانے لگا تھا تو تم رہائش گاہ کے صحن میں کیا چیز پڑھ رہی تھیں۔ وہ خادمہ بولی کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ خادمہ نے کہا کہ میں رہائش گاہ کے کی جانب کس طرح جا سکتی ہوں' سلیمان بن عبدالملک نے فرمایا کہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" تو نے مجھ کو مرنے کی اطلاع دی ہے۔ سو اس کے بعد ایک جمعہ نہیں گزر پایا تھا کہ سلیمان بن عبدالملک وفات پا گیا۔

انتقال: اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک منبر پر چڑھا اور خطبہ دینے لگا۔ سلیمان بن عبدالملک کی آواز اونچی تھی اور دور تک سنی جا رہی تھی۔ یکایک ان کو بخار کی شکایت ہوئی مگر پھر بھی سلیمان نے خطبہ دینا جاری رکھا۔ اس کے کچھ وقت بعد وہ آرام آرام سے خطبہ دیتا رہا حتیٰ کہ لوگوں کو اس کی آواز تک سنائی نہ دے رہی تھی۔ کچھ لمحوں بعد وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور پھر آٹھ دن بھی نہ گزر پائے کہ سلیمان بن عبدالملک وفات پا گیا۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کو بخار نے آلیا اور اسی شب وہ وفات پا گیا۔ اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نمونیے کا شکار ہو گیا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک کی وفات 10 صفر 98ھ کو ہوئی۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ سلیمان کی وفات مرج دابق کے مقام پر علاقہ قنسرین میں ہوئی۔ سلیمان بن عبدالملک کی عمر انتالیس برس ہوئی۔ اکثر کے مطابق ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔

عرصہ خلافت: سلیمان بن عبدالملک نے دو برس آٹھ مہینے تک عہدۂ خلافت کو نبھایا۔

خلافت سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

خلیفہ راشد' جلیل القدر عالم ابوحفص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سلیمان بن عبدالملک کے بعد خلیفہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد لے لی گئی کیونکہ سلیمان بن عبدالملک نے ہی ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو بنوامیہ "اشج" کہا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام عاصم ہے۔ وہ عاصم بن عمر بن خطاب کی بیٹی تھیں۔ سو ماں کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے جد اعلیٰ ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت السائب بن یزید وغیرہ سے روایتوں کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ سے ایک انبوہ نے روایت کی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ 61ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تابعین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی بات دلیل نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد میں بیان کیا ہے کہ عمر بن قیس نے کہا ہے کہ جس لمحے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو ان کو ایک آواز سنائی دی مگر آواز کس نے دی یہ علم نہ ہو سکا۔ وہ آواز یہ تھی:

من الان قد طابت وقر قرارها ۔۔۔ علی عمر المهدی قام عمودها

"اس وقت امن کا مقام اور بھی بہتر ہو گیا ہے اور اس کا کھمبا عمر بن عبدالعزیز کے دم سے قیام پذیر ہوا ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پرہیزگار' عبادت گزار' عاقل اور سچ بولنے والے شخص تھے۔ خلفاء کرام میں آپ رضی

اللہ عنہ ہی وہ اول شخص ہیں کہ جنہوں نے مہمانوں کے لئے الگ سے بیٹھک اور رہائش گاہ وسرائے وغیرہ کا آغاز کیا اور سفر کرنے والوں کے لئے بہترین انتظام کروایا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی وہ اول حکمران ہیں جنہوں نے خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذکر کی جگہ ''ان اللہ یامر بالعدل والاحسان '' کو شامل کیا اس سے قبل بنوامیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ سو کثیر غرہ اپنے شعروں میں کہتا ہے:

ولیت ولم تسب علیا ولم تخف ۔۔۔ کریا ولم تقبل مقالة مجرم

''اور تم چلے گئے اس عالم میں کہ نہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی برائی بیان کی اور نہ کسی تربیت دینے والے سے ڈر محسوس کیا اور نہ ہی کسی جرم کرنے والے کی بات کو منظور کیا۔''

وصدقت القول الفعال مع الذی ۔۔۔ اتیت فأمسی راضیا کل مسام

''جس اثر کرنے والے اصول کو تم اپنائے ہوئے ہو اس کی تو نے اثبات کی ہے سو ہر مومن رضامند ہو گیا۔''

فما بین شرق الارض والغرب کلھا ۔۔۔ منا ینادی من فصیح واعجم

''لہذا کائنات کے شرقاً غرباً ہر مقام پر زبان سے محروم افراد اور زبان رکھنے والے فساد کرنے والے یہ بول رہے ہیں۔''

یقول امیر المومنین ظلمتنی ۔۔۔ باخذك دیناری وأخذك درهمی

''وہ یہ کہا کرتا ہے کہ اس خلیفہ نے میرے دینار اور دراہم وصول کر کے میرے پہ ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔''

فاربح بها من صفقة المبایع ۔۔۔ واکرم بها من بیعة ثم اکرم

''لہذا تم نفع حاصل کرو بیت کرنے والے کے سلسلے سے اور اس بیعت سے خود بھی فیض یاب ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی فیض یاب ہونے دو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی اپنے حکمرانوں کو احکامات بھیج دیئے کہ کسی قید کئے ہوئے شخص کو زنجیریں نہ باندھی جائیں کیونکہ اس سے نماز ادا کرنے میں مشکل پیش آئے گی۔ ایسے ہی دائم بصرہ کے حکمران عدی بن ارطاۃ کو تحریر بھیجی کہ تم چار شب (1) رجب کی اول شب۔ (2) شعبان کی پندرہویں شب۔ (3) عیدالفطر کی شب۔ (4) عیدالاضحیٰ کی شب میں لازمی بندگی و نفس کشی کیا کرو کیونکہ ان راتوں میں اللہ پاک اپنی خاص رحمت کا نزول فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے باقی حکمرانوں کو بھی یہ نصیحت کی کہ جس وقت ظلم کا شکار شخص مدد مانگے تو اس کی مدد کرو اور اس کے ساتھ ساتھ تمہیں جو فتح اور قوت اللہ پاک کی طرف سے عطا ہوئی ہے اس سے ڈرو اس کے برعکس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے حاضر ہونے اور خطرناک عذاب کے لئے تیاری کرو۔

اکثر مؤرخین کا محمد بن المروزی کے حوالے سے کہنا ہے کہ جس لمحے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے کفن دفن سے فراغت ملی تو انہوں نے زمین میں ایک لرزش کا احساس کیا تو فرمانے لگے کہ مجھ کو یہ لرزش کا احساس کیوں ہو رہا ہے؟ لوگ بولے کہ یہ لرزش نہیں اس کے بجائے خلافت کی سواری ہے جو کہ آپ سے نزدیک ہو رہی ہے تا کہ آپ

خلافت کے لئے ان سواریوں پر تشریف فرما ہو جائیں۔ سو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میری ذات کہاں اور خلافت کی اہم ترین سواریاں کہاں۔ ان کی کیا مطابقت ہے؟ اسی اثناء میں عوام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی سواری کے پاس آئے۔ ان کی خاطر سواری قریب لائی گئی۔ سو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک کوتوال ایک چھوٹا نیزہ لے کر آپ رضی اللہ عنہ کی سواری کے پاس آگے آگے جانے لگا۔ اس سے قبل خلفاء میں یہ ہی طریقہ چلتا آرہا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کوتوال کو حکم دیا کہ کوتوال جی اس طرح نہ کریں اور نہ ہی میرے آگے آگے چلیں۔ میری اور آپ کی کیا مطابقت ہے؟ میں تو مومنوں کا ایک چھوٹا سا ملازم ہوں۔ یہ سماعت کر کے کسی امتیاز کے بغیر سارے لوگ اکٹھے مل کر جانے لگے۔ سامنے مسجد آئی تو آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ پاک کی تعریف کے بعد فرمانے لگے اے لوگو! میری رائے اور میری آرزو کی بناء پر مجھ کو خلیفہ منتخب کیا گیا ہے اور اس کے لئے کسی مومن کی منظوری اور عوام کا مطالبہ بھی نہیں تھا۔ اسی بناء پر میں اس عہدے سے برطرفی کا اعلان کرتا ہوں۔ پس آپ لوگ اختیار رکھتے ہیں کہ میرے سوا جس کو چاہیں اسے اپنا حکمران اور خلیفہ منتخب کریں۔ اس بات کا سننا تھا کہ سارے مومن لوگ چلا اٹھے کہ نہیں نہیں امیر المومنین اس طرح قطعی نہیں ہو سکتا' ہم سب آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں۔ سو کچھ لمحوں بعد عوام میں سکوت چھا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اللہ پاک کی تعریف وصفات بیان کرنے کے بعد فرمایا "مومنو! اللہ پاک سے خوفزدہ رہو' میں تم کو بطور خاص اللہ پاک سے ڈرے رہنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ اللہ پاک سے خوف رکھنا ہر شے کا حق ہے اور اللہ پاک سے خوفزدہ رہنے سے زیادہ کوئی امر بہتر نہیں۔ پس جو کام بھی کرو اخروی زندگی کے لئے کیا کرو کیونکہ جو فرد اخروی زندگی کے لئے کام کرتا ہے اللہ پاک اس فرد کی اس کائنات میں ہی ضمانت کرتے ہیں اور اگلے جہاں میں بھی اس کا زبردست صلہ دیتے ہیں۔ جو اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے اللہ پاک اس کو ظاہری طور پر بھی بہتر بنا دیتے ہیں۔ مرنے کو کثرت سے یاد کیا کرو بلکہ ہر لحہ مرنے کی تیاری کرتے رہو کیونکہ مرنے کا کوئی ایک لحہ مقرر نہیں ہے۔ پتہ نہیں کب کس لمحے یکا یک موت آجائے کیونکہ یہ مرنا ہے ہی اسی طرح کی چیز ہے جو کہ سارے ذائقوں کو ختم کر دیتا ہے۔ بخدا میں کسی بھی شخص پر ظلم کا مرتکب نہیں ہوں گا اور نہ ہی کسی کی حق تلفی کروں گا اور نہ ہی کسی کو غلط کام کرنے کا فرمان دوں گا۔ مومنو! جو بھی اللہ پاک کی بندگی کرتا ہے تو اس کی فرمانبرداری لازم ہو جاتی ہے اور جو کوئی اللہ پاک کا نافرمان ہوتا ہے اس کی پیروی کرنا لازم نہیں۔ پس تم سب لوگ اس فرمان کو بجالاؤ جس میں اللہ پاک کی خوشنودی موجود ہو' نہیں تو میرا فرمان ماننے کے پابند نہیں ہو۔" یہ خطاب فرمانے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لائے اور دارالخلافہ میں داخل ہوئے۔ سو آپ رضی اللہ عنہ نے پردوں کے بارے میں فرمان دیا کہ ان کو اتار دو اور ان بیش قیمت بستروں کو ہٹا دو اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کو بیچ کر حاصل ہونے والی رقم کو بیت المال میں جمع کروا دیا جائے۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ دوپہر کی نیند سونے کے لئے رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے فرزند عبدالملک ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے بابا جان! آپ اس لمحے کیا کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹے میں اس وقت سونے کی خواہش کر رہا ہوں۔ فرزند بولا کہ آپ

سونے کا سوچ رہے ہیں اور جو ستم ہو رہا ہے اسے ختم کرنے کی کاوش نہیں کر رہے۔ سو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ فرزند کل رات تمہارے چچا سلیمان کے کفن دفن کے بندوبست میں مصروفیت رہی۔ اسی بناء پر ساری شب سو نہیں پایا۔ پس نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ظلم و ستم کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیٹا بولا کہ اے خلیفہ کیا نماز ظہر تک ان احوال میں آپ کے لئے اطمینان سے سونا جائز ہوگا؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فرزند میرے پاس آ جاؤ سو وہ پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرزند کے ماتھے کو چوما اور فرمایا "اللہ پاک کا شکر ہے کہ جس کی ذات پاک نے میری صلب سے اس طرح کے شخص کو نکالا جو کہ دین میں میری مدد کرنے والا ہے" اور آپ رضی اللہ عنہ سوئے بغیر ہی اٹھ گئے۔ سو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والے کو بلا کر فرمان دیا کہ تم عوام میں اعلان کرو کوئی بھی شخص جس پر کوئی زیادتی ہو رہی ہو تو وہ مجلس میں آ کر بتائے تو اس کی اس زیادتی کو ختم کرنے کی کاوش کی جائے گی۔ سو کچھ لمحوں بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حمص کا ایک ذمی شخص حاضر ہوا اور عرض کیا حضور والا میں آپ کی مجلس میں اللہ پاک کی کتاب کے بارے میں ایک سوال پوچھنے کے مقصد سے آیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پوچھو۔ وہ ذمی شخص بولا کہ شہزادہ عباسؓ بن ولید نے میری زمین پر ناجائز اپنا قبضہ جمایا ہوا ہے۔ سو شہزادہ صاحب اس لمحے بھی یہاں موجود ہیں۔ اس بات کا ثبوت کر لیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے عباس کیا تیرے بارے میں یہ دعویٰ درست ہے؟ عباس بولا کہ اے امیر المومنین مجھ کو تو یہ زمین خلیفہ ولید نے دے رکھی تھی اور میرے پاس اس کا لکھا ہوا ثبوت بھی موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ذمی سے پوچھا کہ اب تم کیا کہتے ہو؟ اس وجہ سے کہ ان کی بات بھی ٹھیک ہے۔ ذمی شخص بولا کہ اے خلیفہ کتاب اللہ قرآن پاک کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ اس بات کو سن کر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب پاک ہے جو کہ ولید کے ثبوت سے زیادہ پیروی کے قابل ہے۔ اس کے بعد عباس کی جانب توجہ دے کر فرمایا کہ عباس تم اس شخص کو زمین واپس لوٹا دو۔ سو وہ زمین ذمی شخص کو واپس لوٹا دی گئی اور اس کے بعد کوئی بھی فرد شاہی خاندان کی مخالفت میں دعویٰ کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ فوری طور پر اس کے حل کی کاوش میں لگ جاتے۔ ہر عذر کو ختم کرنے کی کوشش کیا کرتے اور غریب لوگوں کے مسائل حل کرتے۔ سو چند روز بعد جس وقت خروج کرنے والوں نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی نیک عادات، اچھے کردار، عدل و انصاف کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس خلیفہ سے لڑائی و قتال کرنا ہمارے لئے درست امر نہیں ہے۔

شہزادہ عمر بن ولید کی تحریر: سو جب وقت شہزادہ عمر بن ولید کو علم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے برادر عباس بن ولید سے زمین لے کر ذمی شخص کو واپس لوٹا دی تو پھر عمر بن ولید نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک تحریر لکھ کر بھیجی جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

"آپ نے اس ذمی شخص کو زمین واپس دے کر ہمارے آباؤ اجداد خلیفاؤں پر بہتان باندھا ہے اور ان پر معترض ہوئے ہیں اور آپ نے کینہ و دشمنی کی وجہ سے ان کے خلق و عادات پر چوٹ کی ہے اور ان کے اصولوں کو توڑا ہے تا کہ پھر عوام ان کی اولاد کی عیب جوئی کریں اور یہ بھی آپ نے کیا ہے کہ قریشی خاندان کے سامان کو زبردستی سے بیت المال میں مجتمع کر دیا۔ سو آپ

اس عالم میں خلیفہ کے عہدے پر کب تک قائم رہیں گے۔''

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا جوابی خط: اس تحریر کے پڑھتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا جس میں درج تھا:

''یہ تحریر بندہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمر بن ولید کے لئے ہے۔ اللہ کی تعریف کے بعد تمہاری تحریر موصول ہوئی۔ عمر بن ولید تم تو وہی ہو کہ جس کی والدہ کا اسم بنانہ ہے جو کہ السکون کی خادمہ تھی۔ حمص کے بازاروں میں گھوما کرتی اور دکانوں میں گھس جایا کرتی تھی۔ اس کی حالت تو اللہ پاک ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس کے بعد اسے ذبیان نے بیت المال کے پیسوں سے خریدا اور تمہارے والد کو تحفے کے طور پر پیش کر دیا تھا تو تمہاری طرح کی بری اولاد کی پیدائش ہوئی۔ اس کے بعد تم لوگوں پر جوانی آئی اور اس وقت تم ظلم کرنے والے اور بغض رکھنے والے بن گئے ہو۔ تم مجھ کو صرف اس بناء پر ظلم کرنے والا کہہ رہے ہو کہ میں نے اس مال کو تم لوگوں کے لئے ناجائز مقرر کیا ہے کہ جس میں اقربا' مفلسوں اور بیواؤں کا حق شامل تھا اور ظلم کرنے والا تو وہ ہے اور بدعہد ہے جس نے تم جیسے احمق کو مسلمانوں کے گروہ کا حکمران بنایا ہے۔ تم تو اپنے مشورے سے عوام میں فرمان صادر کرتے ہو۔ تم لوگوں کے باپ نے صرف ایک باپ کی محبت میں ہی تم کو حکمران بناڈالا تھا۔ تیرے باپ کے لئے تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ بروز قیامت ان پر مقدمہ کرنے والوں کی کثرت ہوگی۔ ان خطرناک احوال میں وہ بروز قیامت کس طرح فلاں پائیں گے اور میرے سے زیادہ ظلم کرنے والا اور وعدہ توڑنے والا تو وہ آدمی ہے جس نے قتل وغارت اور عوام کا مال چھیننے کیلئے حجاج بن یوسف کو حکمران بنایا۔ میرے سے زیادہ ظلم کا مرتکب ہونے والا اور عہد شکنی کرنے والا وہ آدمی ہے جس نے قرۃ نام کے دیہات کے رہنے والے آدمی کو مصر کا حکمران بنایا اور اس کو الکوحل' سنگیت کی اشیاء اور کھیل کود کی تمام آسائشیں فراہم کی تھیں۔ میرے سے زیادہ ظلم کرنے والا اور عہد شکن تو وہ تھا جس نے ''غالیۃ البربریہ'' عرب کے خمس سے حصہ قرار دیا ہوا تھا۔ اے بنانہ کے فرزند! کتنے دکھ کی بات ہے' کیا ہی اچھا ہوتا کہ بطن کے دونوں حلقے مل جایا کرتے اور لوٹا ہوا مال حق دار کو دیا جاتا۔ تیرے آباؤ اجداد کے لئے بخشش کی کوئی راہ نہیں نکلتی جبکہ تم کو تو لوگوں کو درست راہ پر چلانا چاہئے تھا مگر تمہارا عالم تو یہ ہے کہ درست راہ اور سچائی کو جھٹلا دیتے ہو اور جھوٹ کو اپناتے ہو۔ اس وقت تم سچائی کی حمایت کے لئے راضی ہو جاؤ۔ اپنی ذمہ داریوں کو اصول کے مطابق مکمل کرو اور حکومت کے پیسوں کو مفلسوں' محتاجوں اور بیواؤں پر خرچ کرو کیونکہ ہر کسی کا تم پر حق بنتا ہے۔ اس فرد پر اللہ پاک اپنی سلامتی کا نزول فرمائے جو کہ صراطِ مستقیم کو اپنائے۔ اللہ پاک کی سلامتی اور کرامات ظلم کرنے والوں کی قسمت میں نہیں ہوتی۔ والسلام

ایک قصہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ایک شہرت یافتہ قصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ملک میں مہنگائی ہوگئی۔ عوام فکر مند ہوا تھے۔ اسی عالم میں عربی نمائندوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص کو گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا گیا اور وہ شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کی خاطر سامنے آیا اور بولا اے امیر المومنین! ہم آپ کی مجلس میں ایک اشد حاجت کی وجہ سے حاضر ہوئے ہیں اور بیت المال کے بارے میں کچھ پوچھنا

درکار ہے۔ گفتگو کرنے والا بولا کہ بیت المال کے پیسے یا تو خدائے بزرگ و برتر کا حق ہیں یا پھر اس کی مخلوق کا حق ہے یا آپ کا مال ہے۔ اگر خدائے بزرگ و برتر کا حق ہے تو اس کی ذات پاک اس سے بے پرواہ ہے اور اگر عوام کے لئے ہے تو پھر آپ ان کو عنایت کر دیں اور اگر آپ اس کے مختار کل ہیں تو پھر ہمارا یہ مشورہ ہے کہ آپ اس کو ہمارے اوپر بطور صدقہ کر دیں اس لئے کہ اللہ پاک صدقہ دینے والوں کو زبردست صلہ دیا کرتے ہیں۔ اس بات کو سن کر خلیفہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا کہ وہی ہوگا جس کی تم آرزو رکھتے ہو۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی حاجتوں کو پورا کرنے کا فرمان دیا۔ جس وقت ان لوگوں کی حاجات مکمل ہو چکیں تو گفتگو کرنے والا شخص بھی مجلس سے جانے لگا۔ خلیفہ نے فرمایا اے فلاں! جیسے تو نے دوسروں کی حاجات کو میرے تک پہنچایا ہے ویسے ہی میری ضرورتوں کو اللہ پاک تک پہنچا دے اور میرے واسطے مفلسی کے ختم ہونے کی دعا کرو۔ یہ سماعت کر کے اس شخص نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ''اے خدا پاک تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں کی طرح کا برتاؤ فرما۔'' ابھی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک آسمان سے بادل اٹھ گئے اور بہت تیز برسات ہوئی۔ اس برسات میں ایک بڑا سا برفانی تودا ٹوٹا اور پھیل گیا اور اس میں سے ایک پرچہ برآمد ہوا جس میں یہ لکھا تھا ''یہ خط عمر بن عبدالعزیز کے لئے بہترین طاقت والے جابر کی جانب سے دوزخ کی آتش سے نجات کا ذریعہ ہے۔''

سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے اخلاق حسنہ: رجاء بن حیوۃ نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ لوگوں میں ساروں سے زیادہ عاقل اور دانائی رکھنے والے تھے۔ لباس سادگی والا اور خوبصورت پہنا کرتے' چال ڈھال میں وقار اور نفاست تھی۔ سو جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی پگڑی' قمیص' موزہ' کمبل اور قباء کی قیمت باندھی گئی تو اس سامان کی ساری قیمت بارہ دراہم ہوئی۔ ابن عساکر نے کہا ہے کہ ''عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ قرابت داروں پر سختی قائم رکھتے' سو جو لوگ قرابت داری کی بناء پر فائدے حاصل کیا کرتے آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگا دی۔ حتیٰ کہ ان سے مال و دولت وغیرہ بھی لے لیا۔ سو ان قرابت داروں نے فریب دے کر ان کو زہر دیا۔''

ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اس ملازم کو بلایا جس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر نوش کروا دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا تیری ہلاکت ہو تو نے مجھ کو زہر کیوں پینے کو دیا؟ کس فرد نے تجھ کو ایسا کرنے کے لئے کہا؟ وہ ملازم بولا کہ مجھ کو آپ کو زہر نوش کروانے کے بدلے میں ایک ہزار دینار پیش کئے گئے تھے تو عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا کہ اب وہ دینار کدھر ہیں؟ وہ مجھے دو' تو وہ ملازم دینار آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان دیناروں کو بیت المال میں دینے کا فرمان دے دیا اور فرمانے لگے کہ تو کسی ایسے مقام پر چلا جا جدھر سے تمہاری کھوج نہ لگے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیوی محترمہ نے کہا ہے کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا گیا اس روز آپ رضی اللہ عنہ نے غسل جنابت بھی نہیں کیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو احتلام بھی نہیں ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام دن عوام کے امور میں مشغول رہا کرتے۔ مظلوموں کی شکایات سنتے اور دور کرتے اور شب بھر بندگی و نفس کشی میں گزارتے۔ مسلمہ بن عبدالملک نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کی

غرض سے حاضر ہوا تو میں نے کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گندی قمیص زیب تن کر رکھی ہے۔ سو میں نے ان کی زوجہ محترمہ سے عرض کی کہ خلیفہ کی قمیص دھوڈالیں۔ زوجہ کہنے لگیں کہ جی اللہ کے حکم سے دھوڈالوں گی۔ کچھ روز بعد میں دوبارہ ان کا حال معلوم کرنے کے لئے گیا تو ان کے بدن پر پھر وہی قمیص تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے ان کی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ کیا میں نے آپ سے امیر المومنین کی قمیص دھونے کے لئے نہیں بولا تھا؟ لوگ تو عیادت کے لئے آئیں گے۔ زوجہ جواب میں بولی کہ بخدا خلیفہ کے پاس اس کے سوا اور کوئی دوسری قمیص ہی نہیں ہے۔ سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نهارك يا مغرور سهو وغفلة ولیلك نوم والردى لك لازم

''تیرادن اے تکبر کرنے والے غلطیاں ہیں اور تیری شب سونا ہے اور تیرے لئے خراب اشیاء لازم ہیں۔''

يغرك ما يفنىٰ وتفرح بالمنى كما غربا للذات فى النوم حالم

''تجھ کو ختم ہو جانے والی اشیاء فریب دے رہی ہیں اور تو آرزوؤں سے ایسے خوشی محسوس کرتا ہے جس طرح کہ سویا ہوا شخص سونے کے مزے میں فریب کھا جاتا ہے۔''

وشغلك فيما سوف فكرة غبه كذالك فى الدنيا تعيش البهائم

''اور تیرے امور فریب ہیں جن کو بہت جلد تو غلط جانے گا ایسی زندگی تو حیران اس کائنات میں گزارا کرتے ہیں۔''

حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی بے شمار خوبیاں ہیں۔ اگر کوئی ان کے بارے میں مکمل طور پر جاننے کا خواہاں ہو تو پھر وہ ''سیرۃ العرین والحلیۃ'' وغیرہ کو پڑھے۔

انتقال: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ارضِ حمص پر دیر سمعان میں مرض الموت کا شکار ہوئے۔ سو جس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر حالت نزع طاری ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ اے لوگو! بیٹھ جاؤ' سارے لوگ بیٹھ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ پاک میں تیری پاک ذات کا وہ آدمی ہوں جس کو تیری ذات مقدس نے حاکم بنایا۔ پس اس کو انجام دینے میں میرے سے غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔ تیری ذات نے اگر مجھ کو کسی شے سے منع کیا تو میں نے نافرمانی کی۔ اس کے بعد کلمہ شہادت ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کئی اقوال کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال 5 یا 6 رجب کو ہوا۔ اکثر حضرات کے مطابق 20 رجب 101 ھ میں آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی کل حیات انتالیس برس کچھ مہینے تھی۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ان کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حسین' دبدبہ والے' پر وجاہت اور چھریرے جسم والے شخص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پیاری داڑھی ہوا کرتی تھی مگر آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر گھوڑے کے کھروں کے دھبے تھے۔ شاید اس لئے کہ کم عمری میں گھوڑے نے پیر مارا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شریف' پرہیزگاری' پیار اور سچائی اور انصاف کا زبردست نمونہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوری امت میں دین میں تجدید ہوئی اور قوم کو نشاۃ ثانیہ کا حصول ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہو بہو اپنے نانا سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اخلاق و کردار کا دوسرا روپ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا عرصہ خلافت اتنا ہی ہے جتنا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی گور دیر سمعان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمیہ نے فرمایا ہے کہ خلفائے راشدین کل پانچ گزرے ہیں:

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
4- حضرت علی رضی اللہ عنہ
5- حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حافظ بن عساکر نے کہا ہے کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو ''دیر سمعان'' میں لایا گیا تو ایک طوفان کہیں سے آیا اور ایک پرچہ برآمد ہوا جس میں یہ تحریر تھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ النَّارِ ۔"

''شروع اللہ پاک کے اسم مبارک سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے' عمر بن عبدالعزیز کو اللہ پاک کی جانب سے آتش سے چھٹکارے کا حکم دے دیا گیا ہے۔''

سو عوام نے اس پرچے کو کفن میں ہی رکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دو سال پانچ مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے۔

یزید بن عبدالملک کا عہد خلافت: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ منتخب کئے گئے۔ یزید بن عبدالملک سے اسی روز بیعت لے لی گئی جس روز ان کے والد محترم کے بھائی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا کیونکہ ان کو سلیمان بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بعد جانشین قرار دیا تھا۔ یزید بن عبدالملک کو جس وقت خلیفہ بنایا گیا تو وہ لوگوں سے بولے کہ تم سب عوام عمر بن عبدالعزیز کی عادت واطوار کے لحاظ سے اپنی حیات گزاردو۔ سو سارے عوام نے چالیس روز تک ایسے ہی زندگی بسر کی۔ چند روز بعد دمشق سے چالیس ضعیف لوگوں کی آمد ہوئی۔ ان ضعیفوں نے یزید بن عبدالملک سے یہ عہد لیا کہ خلیفاؤں کے ذمے نہ تو کسی طرح کا حساب بنتا ہے اور نہ ہی اخروی زندگی کا حساب ہے۔ سو یزید ان کم عقل اور کم علم شامیوں کی باتوں میں آ گئے۔ یزید بن عبدالملک صاف رنگ کے صحت مند و تندرست شخص تھے۔ اکثر تاریخ بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ ہی وہ یزید ہیں جن کو بدکاری سے شہرت ملی جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ بدکار تو ان کا فرزند تھا جس کا اسم ولید تھا۔ بہت جلد اس کا تذکرہ بھی ہوگا۔ حافظ بن عساکر نے کہا ہے کہ یزید بن عبدالملک نے اپنے برادر سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں ایک ''حبابۃ'' نامی لونڈی کو خریدا تھا اور عثمان بن سہل بن سہل کو اسی لونڈی کے بدلے چار ہزار دینار دیئے تھے۔ یزید بن عبدالملک کو اس لونڈی سے بہت محبت تھی۔ سو یہ اطلاع ان کے برادر سلیمان کو ہوئی تو اس نے خوف سے اس لونڈی کو بیچ دیا۔ سو جس وقت یزید بن عبدالملک کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو ایک روز ان کی زوجہ نے ان

سے سوال کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کے دل میں اب بھی کوئی آرزو پائی جاتی ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ ہاں میری ایک آرزو ہے زوجہ بولی کہ وہ کون سی آرزو ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ وہ ایک لونڈی ''حبابہ'' ہے جس کو میں نے خرید لیا تھا۔ اس کے بعد اپنے برادر سے ڈرنے کی بناء پر اسے بیچ ڈالا تھا۔ سوان ایام میں یزید بن عبدالملک کی زوجہ نے اس لونڈی ''حبابہ'' کو خریدا ہوا تھا اور ان سے خفیہ طور پر رکھا ہوا تھا۔ اس لمحے ایک پردے کے عقب میں ان کی زوجہ نے حبابہ کو سجا سنوار کر بٹھایا ہوا تھا۔ کچھ لمحوں بعد ان کی زوجہ نے دوبارہ پوچھا کہ کیا اب بھی آپ کو کوئی آرزو ہے تو یزید نے وہی جواب میں کہا کہ ہاں ''حبابہ'' جو ایک خادمہ تھی اس کے لئے پیار میرے قلب میں موجود ہے۔ اس سے قبل بھی میں نے تم سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ سوان کی زوجہ نے چلمن کو اٹھایا اور بولی کہ یہ ''حبابہ'' ہے۔ سو ''حبابہ'' کو ان کی زوجہ یزید کے پاس چھوڑ گئی۔ سو یزید اس لونڈی ''حبابہ'' سے لذت لینے لگا حتیٰ کہ وہ ان کے حواسوں پر چھا گئی جس کی بناء پر زیادہ دیر تک یزید عہدۂ خلافت نہ نبھا پائے۔

ایک روز یزید بولا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شہنشاہِ عہد ایک سارا دن سکھ چین سے بسر نہیں کر سکتا۔ میں ان کی اس بات کو غلط ثابت کروں گا۔ اس کے بعد وہ عیاشی اور لذائذ میں مشغول رہنے لگے اور ''حبابہ'' کے سنگ تنہائی کی زندگی گزارنے لگے اور اس کے دوران آنے والی ہر شے پر پابندی عائد کردی۔ یزید بن عبدالملک ایسے ہی عیاشی میں مشغول تھے کہ یکا یک ایک روز ''حبابہ'' انار کھانے لگی۔ کھاتے ہوئے وہ زور سے ہنسی تو انار کا دانہ اس کے حلق میں پھنس گیا اور ''حبابہ'' انتقال کرگئی۔ ''حبابہ'' کی وفات سے یزید بن عبدالملک کا زندگی بسر کرنا محال ہوگیا اور اس کے حواس مختل ہو گئے۔ سارا آرام وسکون دور ہوگیا۔ حکومت کا نشہ ٹوٹ گیا اور یزید اس طرح کا بے خودی کا شکار رہا کہ کچھ روز تک ''حبابہ'' کو دفنانے ہی نہ دیا۔ یزید بن عبدالملک ''حبابہ'' کی نعش کو پیار کرتا رہا حتیٰ کہ اس میں سے بدبو اٹھنے لگی۔ اس کے بعد اسے دفنانے کا فرمان دیا اور چند روز بعد پھر اسے قبر سے باہر نکال لیا۔ اس کے بعد یزید بن عبدالملک پندرہ روز سے زیادہ نہ جی پایا۔ سو یزید بن عبدالملک کو ''سل'' کا مرض لاحق ہوگیا۔ شاعر نے کہا ہے کہ

فان تسل عنك النفس اوتدع الهوى ۔۔۔ فبالبأس تسلو عنك لابالتجلد

''سو اگر تیرے سے نفس پوچھتا ہے یا پھر آرزو بلاتی ہے تو تحمل کی بناء پر نہیں جبکہ وہ مایوسی کی بناء پر پوچھا کرتی ہے۔''

وكل خليل زارني فهو قائل ۔۔۔ من اجلك هذا هالك اليوم او غد

''اور ہر وہ رفیق جس نے مجھے دیکھا ہے وہ کہنے لگتا ہے کہ تیری بناء پر یہ آج کل ختم ہونے والا ہے۔''

(بہت جلد انشاء اللہ ''باب الدال'' میں ''الدابہ'' کے موضوع سے سلیمان بن داؤد کے بارے میں تفصیلی ذکر ہوگا)

انتقال: یزید بن عبدالملک کا انتقال ''البلقاء'' کے علاقے میں مقام ''اربل'' پر ہوا مگر اکثر حضرات مقام کا نام ''بولان'' بتاتے ہیں۔ سو اس کے بعد یزید کو دمشق میں ''باب الجابیۃ'' اور ''باب الصغیر'' کے وسط میں دفنا دیا گیا۔ یزید کی وفات کا واقعہ 25 شعبان 105ھ کو پیش آیا۔ یزید بن عبدالملک کی عمر انتیس برس ہوئی۔ اکثر حضرات کے مطابق ان کی عمر کل اڑتیس برس تھی۔ یزید نے چار برس تک خلافت کی۔

خلافت ہشام بن عبدالملک: یزید بن عبدالملک کی وفات کے بعد ہشام بن عبدالملک کو خلافت کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ جس روز یزید بن عبدالملک کی وفات ہوئی اسی روز ہشام بن عبدالملک سے بیعت کر لی گئی کیونکہ یزید اپنے برادر ہشام کو خلیفہ منتخب کر گیا تھا۔ جس وقت ہشام بن عبدالملک کو خلافت کے لئے چنا گیا تو اس وقت وہ رصافہ کے مقام پر تھے۔ سو جس وقت ہشام بن عبدالملک کو خلافت کی خوش کن اطلاع دی گئی تو ہشام بن عبدالملک اور اس کے رفیقوں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور دمشق روانہ ہوئے۔ مصعب الزبیری نے کہا ہے کہ لوگ بتاتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کو خواب میں دکھائی دیا تھا کہ اس نے چار دفعہ محراب میں پیشاب کر دیا ہے اور پھر اسے پیروں سے روندا ہے۔ اس خواب کی تعبیر سعید بن مسیب نے یہ دی ہے کہ عبدالملک بن مروان کے صلب سے چار افراد منصب خلافت کے لئے منتخب ہوں گے اور ان میں آخری فرد ہشام بن عبدالملک ہوگا۔

عادات واطوار: ہشام بن عبدالملک دانا' سیاست کرنے والا' حسین' فربہ اور ٹیڑھی آنکھوں (بھینگی) والا شخص تھا۔ ہشام سیاہ رنگ کا خضاب استعمال کرتا تھا اور کام چور' صابر اور کم لالچ رکھتا تھا۔ ہشام نے نظام حکومت کو ایک حد تک ٹھیک رکھا۔ مال و دولت اکٹھا کرتا اور کنجوسی وحرص رکھنے والا تھا۔ ہشام کے بارے میں اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ اس نے اتنا مال واسباب ذخیرہ کیا کہ اس سے پہلے کوئی بھی اتنی دولت اکٹھی نہیں کر پایا۔ ہشام بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ولید بن یزید نے ساری میراث پر قبضہ جما لیا حتیٰ کہ ہشام کے کفن دفن کے لئے ادھار لینا پڑ گیا۔

انتقال: ہشام بن عبدالملک کا انتقال رصافہ کے مقام پر ربیع الثانی کے آخری ایام میں 125ھ میں ہوا۔ ہشام بن عبدالملک کی کل عمر ترپین برس تھی۔ اکثر کے مطابق ان کی عمر چوّن برس تھی۔

عرصہ خلافت: ہشام انیس برس نو مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ہشام نے بیس برس تک حکومت کی۔

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک یہ چھٹے خلیفہ ہیں جن کو بعد میں برطرف کر دیا گیا تھا۔

ہشام بن عبدالملک کی وفات کے بعد ان کے بھائی کے فرزند ولید بن یزید گدی نشین ہوئے۔ ولید بدکار اور گنہگار شخص تھا۔ سو جس وقت ولید بن یزید بن عبدالملک کے باپ کا وقت وفات آ گیا تو انہوں نے اپنے بھائی ہشام کو اس شرط پر اپنا جانشین قرار دیا تھا کہ ہشام بن عبدالملک کے بعد ان کے فرزند کو حاکم مقرر کیا جائے۔ سو ہشام کے انتقال کے بعد ولید بن یزید سے بیعت کر لی گئی۔ جس لمحے ولید کے چچا ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی تو اس لمحے ولید برتیہ کے مقام پر رہائش پذیر تھا۔ پس ولید اپنے چچا سے ناچاکی کی بناء پر دور دور رہتا تھا اور وہ دین سے ست اور الکوحل پینے کی عادت کا شکار تھا۔ ولید بن یزید عوام میں گنہگاری و بدکاری کی بناء پر شہرت پا گیا۔ سو ہشام بن عبدالملک نے ولید کی بری حرکتوں کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے اس کو مار ڈالنے کا سوچ رکھا تھا۔ ولید کو جس وقت اس کی خبر ہوئی تو وہ رفو چکر ہو گیا تھا۔ سو ولید کسی مقام پر مسلسل ٹک کر نہ رہتا تھا۔ سو جس شب خلافت کی اطلاع صبح تک ولید کو دی جانی تھی وہ شب اس نے بہت بے قراری میں بسر کی۔ ولید نے اپنی اس بے

قراری کا ذکر احباب سے کیا اور ان سے بولا کہ تم مجھے اتنی جلدی سوار کر کے لے جاؤ کہ میری یہ بے سکونی آرام میں تبدیل ہو جائے لہٰذا یہ لوگ اس کو لے کر کچھ دور تک چلے ہوں گے کہ اسی عالم میں وہ لوگ ہشام اور اس کے قتل کرنے کے ارادے اور دھمکیوں بھری تحریروں کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے سو چند لمحوں بعد کسی آنے والے کی آواز کا احساس ہوا پھر ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ہم جس آرام کے متلاشی تھے سو وہ ہم کو مل گیا ہے مگر ولید نے اپنے رفیقوں کو بولا کہ دوستو کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ ہشام بن عبدالملک کا خط ہے۔ اللہ پاک کرے کہ اس میں خیر ہی خیر ہو۔ جس وقت ڈاکیا ان کے پاس آیا تو ولید نے اس کو شناخت کر لیا اور فوری طور پر پیدل ہی چل پڑا اور شاہی آداب کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر ولید متحیر ہو گیا، ولید بولا کہ تیرا بیڑا غرق ہو کیا ہشام بن عبدالعزیز وفات پا گیا ہے۔ پیغام رساں نے جواب دیا کہ جی بالکل۔ اس کے بعد اس نے خط دے دیا۔ ولید نے خط پڑھا اور فوراً ہی دمشق کی طرف چل نکلا اور منصب خلافت پر فائز ہو گیا۔ سو ولید کو خلیفہ منتخب ہوئے ایک برس بھی نہ گزر پایا تھا کہ دمشق والوں نے ولید بن یزید کے فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے اس کو برطرف کرنے کا عزم کر لیا کیونکہ ولید گنہگاری اور بدکاری میں اس حد تک آگے نکل گیا تھا کہ کفر کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتا تھا۔

حافظ بن عساکر نے کہا ہے کہ ولید کو شراب پینے اور عیاشی کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس کو ابدی زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ ولید کا سارا دھیان احباب، گیت سنگیت اور کھیل تماشوں پر تھا۔ ولید کو سارنگی، ڈھول اور دف وغیرہ کا بہت شوق تھا۔ اس نے اللہ پاک کے محرمات کو بکھیر دیا تھا۔ ولید ان سب کاموں میں اتنا غرق ہو چکا تھا کہ اس کو فاسق پکارا جانے لگا۔ اس کے برعکس ولید بنوامیہ کے خاندان میں فصیح و بلیغ، نحو اور حدیث میں بھی ساروں سے زیادہ لائق تھا۔

ایسے ہی ولید ساروں سے زیادہ سخاوت کا عادی تھا۔ شراب پینا، سکون و آرام اور بے اعتنائی اور سماع میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ولید اپنی ایک باندی سے الکوحل کے نشے میں چور ہو کر بوس و کنار میں مگن تھا۔ اذان دینے والا ان کو خبردار کرتا رہا مگر ولید بن یزید نے حلفیہ کہا کہ وہ اس باندی کی موجودگی کے بغیر نماز کی جماعت نہیں کرائے گا۔ سو اس باندی کو ملبوس کر کے لائے اس کے بعد ولید بن یزید نے نماز ادا کروائی۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ولید نے الکوحل کا ایک تالاب بنا رکھا تھا۔ جس وقت اس پر نشیلی حالت کا غلبہ ہوتا تو وہ اس تالاب میں چھلانگ لگا لیتا اور بہت زیادہ مقدار میں شراب پیتا حتیٰ کہ تمام بدن میں نشہ سرایت کر جاتا پھر اس کو باہر نکالتے۔

حضرت امام الماوردی نے کہا ہے کہ ایک روز ولید نے قرآن پاک میں سے فال نکالنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت مبارکہ نکل آئی:

"وَاسْتَفْتَحُوْا خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ"

"اور نبی فیصلے کی طلب کرنے لگے اور ہر ایک باغی ضد کرنے والا بے مراد ہو گیا" (سورۂ ابراہیم)

سو ولید نے قرآن پاک کے صفحات کو پھاڑ دیا اور یہ شعر کہنے لگا:

الوعد کل جبار عنید   فھا انا ذاك جبار عنید

''کیا تو ہر بہترین کو دھمکاتا ہے لہٰذا اس لمحے میں سرکش ضد کرنے والا ہوں۔''

اذا مـا جئـت ربك يوم حشـر　　　　فـقـل يـارب مـزقـنـي الـولـيـد

''جس وقت تم بروز قیامت اپنے اللہ کے حضور حاضری دو تو کہہ دینا کہ اے اللہ مجھ کو ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔''

سو اس واقعہ کے بعد ولید بن یزید کچھ روز کی زندگی بھی نہ بسر کر سکا تھا کہ اسے بہت برے طریقے سے ہلاک کر دیا گیا اور اس کے سر کو قلم کر کے اس کے محل میں آویزاں کر دیا گیا۔ اس کے شہر پناہ میں بھی آویزاں کیا گیا۔

(بہت جلد اس کی تفصیل کو ''باب الطاء'' میں لفظ ''الطیرۃ'' کے موضوع سے بیان کیا جائے گا)

ان طرح کے شہرت یافتہ احوال کا تذکرہ تاریخ کی دوسری کتابوں میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور طویل ہونے کی بناء پر اس کو چھوڑا جا رہا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ''اس امت میں ایک ایسا فرد لازمی پیدا ہوگا جس کا نام ولید ہوگا اور اس کا شر فرعون سے بھی زیادہ برا ہوگا'' سارے علماء کرام کے مطابق ولید سے مراد ولید بن یزید ہے۔

ولید بن یزید کی ہلاکت: ولید بن یزید کو جس وقت دمشق والوں نے عہد خلافت سے برطرف کر دیا تو عوام نے اس کے چچا کے فرزند یزید بن ولید بن عبدالملک سے بیعت کر لی۔ سو یزید نے خلیفہ بنتے ہی یہ منادی کرا دی کہ جو شخص بھی ولید کو ہلاک کر کے اس کی گردن لے کر آئے گا تو اس کو ایک لاکھ دراہم انعام میں دیئے جائیں گے۔ ان ایام میں ولید ''البحرہ'' میں رہائش پذیر تھا۔ سو یزید کے حمایتی لوگوں نے ولید کا گھیراؤ کر لیا اور اس کو ہلاک کرنے کے لئے راضی ہو گئے۔ ولید نے ان کو روکا مگر وہ نہیں رکے اور اس کو ہلاک کرنے پر تل گئے۔ سو لوگ ولید کے محل میں چلے گئے تو ولید بولا کہ آج کا روز ہو بہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے روز جیسا ہے۔ لوگ بولے کہ اس روز سے بھی زیادہ برا ترین ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ولید کا سر قلم کر دیا۔ ولید کی گردن کو پورے دمشق میں گھمایا گیا اور اس کے بعد محل میں معلق کر دیا گیا۔ اس کے بعد شہر میں آویزاں کیا گیا۔ ولید کی ہلاکت پر شہر میں بے کاری پیدا ہو گئی۔ عداوت رکھنے والوں نے کوئی مدد نہ کی اور اس کے بعد کسی طرح کی بات نہ ہوئی۔

ولید کو جمادی الاولیٰ کے مہینے میں 126ھ میں قتل کیا گیا۔ ولید نے ایک برس کے قریب خلافت سنبھالی' اکثریت کا کہنا ہے کہ ایک برس دو مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر قائم رہا۔ ولید بنو امیہ کے خاندان میں ساروں سے زیادہ خوبصورت' قوت دراز اور بہترین شاعر تھا مگر اس سب کے ساتھ ہی گنہگاری و بدکاری میں بھی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے عوام اس کے خلاف ہو گئی تھی۔ ولید کے چچا کے بیٹے یزید بن عبدالملک الناقص ولید کے خلاف خروج کا مرتکب ہوا۔ سو یزید نے دمشق پر اپنا قبضہ جما لیا۔ ولید ایک روز ''تدمر'' کے مقام پر شکار کھیلنے کی غرض سے گیا تھا۔ یزید کو موقع ملا اور اس نے ولید کی مخالفت میں ایک فوج تیار کی اور قتال پر رضامند ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس فوج نے ولید کا گھیراؤ کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد اس کی گردن کاٹ کر نیزے پر آویزاں کر کے شہر میں معلق کر دیا۔

خلافت یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان: ولید کی ہلاکت کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان نے منصب خلافت کو سنبھالا۔ یزید سے اس کے چچا کے بیٹے ولید کی برطرفی کے روز ہی بیعت کر لی گئی۔ یزید بن ولید وہ اول خلیفہ

ہیں جن کی والدہ باندی تھی۔ بنوامیہ خلافت کے عظیم ہونے کی بناء پر یزید بن ولید کی خود نگہداشت کیا کرتے تھے۔ جس وقت بنو امیہ کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کی خلافت ایک باندی کے فرزند کے پاس ہے اب یہ قائم مقام نہیں ہو سکتی تو پھر یہ عوام فکر اور ڈر محسوس کرنے لگے حتیٰ کہ بنوامیہ کی حکومت ولید بن یزید تک ایک حد تک موجود رہی۔ اس کے بعد بنوامیہ کو تیقن ہو گیا کہ اب بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یزید بن ولید کو یزید ناقص بھی کہتے تھے کیونکہ یزید بن ولید نے حکومت سنبھالتے ہی لوگوں کے انعامات کو پابند کر کے اس میں کمی کر دی تھی اور جتنی رقم ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں مقرر تھی اتنی ہی دی جانے لگی۔ اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ یزید کو اس لئے ناقص کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے پیروں کی انگلیوں میں نقص پایا جاتا تھا اسی بناء پر اس کو ''یزید الناقص'' کہا جاتا تھا۔ سب سے قبل جس آدمی نے اس کو ''یزید الناقص'' کہہ کر مخاطب کیا وہ مروان بن محمد تھا۔ جس لمحے یزید خلیفہ منتخب ہوا تو حکومت کا نظام تتر بتر ہو چکا تھا۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ یزید عبادت گزار' قربانی' قرآن پاک کی تلاوت کی پابندی کرنے والے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عادات واطوار کے مثل تھے۔ ایسے ہی پرہیزگار بھی تھے مگر قسمت میں جو لکھا جا چکا ہے وہ تو ہوتا ہی ہوتا ہے۔ یزید کی زندگی نے ساتھ نہ دیا اور جلد ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔

انتقال اور عرصۂ حکومت: یزید بن ولید کا انتقال 18 جمادی الثانی 126ھ میں ہوا۔ یزید نے کل چالیس برس یا چھیالیس برس کی عمر پائی تھی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یزید بن ولید نے خلیفہ بنتے ہی لوگوں کو عقیدہ قدر کی طرف مدعو کیا اور قسمت پر ابھارا۔ یزید عہد خلافت پر ساڑھے پانچ یا چھ مہینے قائم رہے۔

خلافت ابراہیم بن ولید: جس لمحے یزید بن ولید کا انتقال ہوا تو رعایا نے ان کے برادر ابراہیم بن ولید سے بیعت کر لی کیونکہ ان کو یزید بن ولید نے اپنا جانشین مقرر کر لیا تھا مگر ابراہیم بن ولید سے حکومت سنبھالی نہ گئی۔ سو عوام کی ایک جماعت شاہی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتی اور دوسری جماعت نہ تو شاہی آداب اختیار کرتی اور نہ ہی حکومت کی مبارکباد دیتی۔ سو ابراہیم کی حکومت ڈگمگانے لگی۔ حتیٰ کہ ابراہیم بن ولید کو مروان بن محمد نے ہلاک کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ سو ابراہیم بن ولید دو مہینے تک خلافت کے عہدے پر قائم رہا مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ مروان بن محمد الحمار جو آذربائیجان میں سفارت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا کو جس وقت اس کا علم ہوا کہ لوگ ابراہیم بن ولید سے بیعت کرتے جا رہے ہیں تو اس لمحے وہ آذربائیجان سے آ گیا اور عوام کو اپنی بیعت کے لئے آمادہ کرنے لگا۔ اس کے کچھ روز بعد ہی شام میں اس کی آمد ہوئی۔ اس سے پہلے ابراہیم بن ولید اپنے دونوں بھائیوں کو اپنے دفاع کے لئے آمادہ کر چکا تھا۔ سو آپس میں ہی لڑائی ہوئی۔ آخر کار مروان بن محمد فتح یاب ہوا۔ سو مروان ادھر سے نکل کر ''مرج عذراء'' کے لئے چل نکلا۔ ''مرج عذراء'' میں سلیمان بن ہشام نے عبدالملک بن مروان سے جنگ کی مگر ہار کا سامنا کیا۔ اس کے بعد خلیفہ ابراہیم بن ولید نے لڑائی کی تیاری کی اور دمشق کے بیرونی طرف فوج کشی کر لی مگر ابراہیم بن ولید کو اس کی فوج نے فریب دے کر ذلت سے دوچار کر دیا جبکہ ابراہیم بن ولید نے اپنی فوج کے لئے خزانوں کے منہ کھول رکھے تھے مگر یہ سلسلہ چھپا رہا۔ آخر کار رعایا نے مروان سے بیعت کا آغاز کر دیا اور مروان نے رعایا کا بھروسہ جیت لیا حتیٰ کہ ابراہیم بن ولید پر کچھ روز بعد یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خلافت اس سے چھینی جا چکی ہے۔ سو ابراہیم بن ولید بذات خود

خلافت سے برطرف ہوگیا۔

خلافت مروان بن محمد: جس وقت ابراہیم بن ولید کو ہلاک کر دیا گیا تو اس کے بعد مروان بن محمد الحمار سے بیعت لے لی گئی۔ اس کے درمیان ہی ابو مسلم خراسانی نے سر بلند کیا اور کوفہ میں سفاح نمایاں ہوگیا۔ سو سفاح سے الگ بیعت کی گئی۔ سو اس کے دوران ہی سفاح کے والد کے بھائی عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' مروان بن محمد کی مخالفت میں قتال کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سو ''زاب موصل'' کی جگہ پر زبردست جنگ لڑی گئی۔ سو مروان بن محمد کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ان گنت لشکر کو ہلاک کر دیا گیا اور ان گنت سپاہی دریا میں ڈوب گئے اور جو سپاہی باقی زندہ بچے تھے ان کا عبداللہ بن علی نے دریائے اردن تک پیچھا کیا۔ وہاں پر ہی بنو امیہ کے ایک گروہ سے ٹکراؤ ہوگیا جو کہ تعداد میں اَسی سے زیادہ تھے۔ آخر کار ان کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور عبداللہ بن علی نے ان کو گھسیٹنے کا فرمان دیا۔ اس کے بعد ان کے اوپر بستر ڈال کر عبداللہ اور ان کے ساتھی لوگ ان کے اوپر ہی بیٹھ گئے۔ اس کے بعد خوراک رکھی گئی' سو سارے لوگوں نے کھانا کھایا۔ اس عالم میں کہ ان کے نیچے سے ان لوگوں کے آہ وزاری کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر عبداللہ بن علی بولے کہ آج کا یوم' یوم کربلا کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی برا ہے۔ سو پھر سفاح نے اپنے والد کے بھائی صالح بن علی کو ''السماوۃ'' کی راہ پر لگایا حتیٰ کہ دمشق میں لڑائی کے لئے اترے۔ سو قوت کے زور پر دمشق کو فتح کر لیا اور تین روز تک کے لئے جائز کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے فصیل کو پتھروں سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ سو مروان کو موقع ملا اور وہ مصر رفو چکر ہوگیا۔ صالح بن علی کو علم ہوتے ہی اس نے مروان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ ''قری صعید'' بستی میں مروان کو ہلاک کر دیا گیا۔

(بہت جلد ''باب ھاء'' میں ''الھرۃ'' کے موضوع سے اس کا تذکرہ ہوگا۔ انشاءاللہ)

صالح بن علی نے حبشہ تک پیچھا کرنے کا عزم کیا تھا مگر اس سے قبل ہی یہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل کر گئے۔ جس لمحے مروان کو ہلاک کیا جا رہا تھا اس لمحے وہ یہ پکار رہا تھا کہ ہماری حکومت اور خلافت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مروان بن محمد بہادر' دبدبے والے' کالے سرخی مائل رنگ اور درمیانے قد کا شخص تھا۔ اس کے چہرے پر داڑھی بکھری ہوئی تھی اور وہ ہوشیار اور ذہانت سے بھرپور خلیفہ تھا۔ مروان کی ہلاکت کے بعد اس کی حکومت تتر بتر ہوگئی اور سلطنت بکھر گئی۔ مروان بن محمد کو 133ھ میں قتل کیا گیا۔ اس کی عمر کل چھپن برس ہوئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ مروان بن محمد کا دورِ خلافت پانچ برس تک قائم رہا۔ اکثر کے مطابق پانچ برس دو مہینے دس روز تک مروان بن محمد عہد خلافت پر فائز رہا۔ بنو امیہ کا سب سے آخری خلیفہ مروان بن محمد تھا۔ بنو امیہ کے عہد خلافت میں کل چودہ خلفاؤں نے منصب خلافت کو سنبھالا۔ سب سے اول خلیفہ امیر معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے اور ساروں سے آخری بنو امیہ خاندان سے خلیفہ مروان بن محمد الجعدی الحمار تھے۔ سو بنو امیہ کا عہد خلافت اَسی برس سے بھی زیادہ عرصے تک رہا اور ایک ہزار کے قریب مہینے بن جاتے ہیں جس وقت بنو امیہ کا زمانہ خلافت اختتام پذیر ہوا تو حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی بات درست ثابت ہوئی کہ ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایسا کہا گیا کہ آپ حکومت کو بنو امیہ میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''لَیْلَۃِ

الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ" (قدر کی رات ہزار ماہ سے زیادہ اچھی ہے)

سو مروان نے خلیفہ بنتے ہی حکومت کا نظام ابتری میں پڑ گیا تھا۔ ہر چھٹے نمبر کے بعد خلیفہ کو برطرف کر دیا جاتا حالانکہ عرصہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ برطرف خلیفہ ولید بن یزید کی وفات کے بعد بنو امیہ میں محض تین اشخاص (یزید بن ولید بن عبدالملک' ابراہیم اور مروان بن محمد بن مروان بن الحکم) کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور اس کے بعد بنو امیہ کا دور خلافت اختتام پذیر ہوا اور حکومت عباسی خاندان کو مل گئی۔ اللہ پاک اس کو تا قیامت سلامت رکھے۔

خلافت عباسیہ

(خلیفہ ابوالعباس سفاح): مؤرخین نے کہا ہے کہ عباسی گھرانے کا سب سے اول خلیفہ سفاح کو چنا گیا۔ اس کا مکمل اسم ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس الہاشمی ہے۔ سفاح سے جمعہ کے دن 13 ربیع الاول 132ھ کو بیعت کر لی گئی۔ سفاح کی وزارت کے لئے ابوسلمہ الحفص الخلال کو منتخب کیا گیا اور یہ سب سے اول فرد ہیں جنہیں سب سے قبل وزارت ملی۔ سو اس کے بعد یہ دستور بن گیا اور جو بھی پھر اس عہدے کے لئے منتخب ہوتا اس کو وزیر ہی کہتے رہے۔ یہ اصول تقریباً الصاحب ابن عباد تک جاری رہا۔ الصاحب ان کا اسم اس لئے تجویز ہوا کیونکہ یہ ابن العمید کے ساتھی ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد سے ہم لوگوں کے دور تک وزارء بنتے گئے ہیں۔ حضرت امام الفرج بن الجوزی نے کہا ہے کہ ایک روز خلیفہ سفاح کے خطبے دیتے ہوئے یکایک اس کے ہاتھ سے لاٹھی گر گئی تو سفاح نے اس کو برا شگون گمان کیا۔ سو اس کے بعد کسی نے لاٹھی کو پکڑ کے صاف کیا اور سفاح کو دوبارہ دے دیا تو وہ خوش ہو گیا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

فالقت عصاها واستقربها النوى کما قرعینا بالایاب المسافر

"سو اس نے تھکن کا شکار ہو کر اپنی لاٹھی رکھ دی ہے اور ہجر اس کے مزاج میں سرایت کر گیا ہے جیسا کہ سفر کرنے والا واپس آنے پر آرام کا سانس لیتا ہے۔"

ابن خلکان نے کہا ہے کہ ایک روز سفاح نے شیشہ میں دیکھا اور بولے کہ "اے اللہ پاک! میں سلیمان بن عبدالملک کے جیسی دعا نہیں کرتا بلکہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ پاک! مجھ کو اپنی اطاعت کے لئے امن سے لبریز لمبی عمر سے نواز دے۔" سو سفاح جب یہ بول چکا تو ایک خادم دوسرے خادم سے اس طرح بول رہا تھا کہ ہم لوگوں اور تمہارے وسط میں مرنے کا فاصلہ دو مہینے اور پانچ روز کا باقی بچا ہے۔ اس بات کے سنتے ہی سفاح نے ان کی بات چیت کو بدشگونی سمجھا اور بولا:

"حَسْبِیَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَبِهٖ اَسْتَعِیْنُ"

سو ان خادموں کی بات چیت کے لحاظ سے دو مہینے پانچ روز گزرنے کے بعد سفاح بہت شدید علالت کا شکار ہو گیا۔ اس کو بہت تیز بخار ہو گیا اور چیچک کی بیماری لاحق ہو گئی اور وہ "شہر انبار" جس کو اس نے خود بنا کر آباد کیا تھا اس شہر میں ہی وفات پا گیا۔ سفاح کی عمر تینتیس برس چھ مہینے ہوئی تھی۔ سفاح نے چار برس نو مہینے تک حکومت کی۔ سفاح حسین' سفید فام اور جاذب نظر شخص تھا اور اس کا چہرہ داڑھی سے پر تھا۔

خلافت ابوجعفر المنصور

سفاح کی وفات کے بعد ان کا برادر ابوجعفر عبداللہ بن محمد المنصور کو منصب خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔ ابوجعفر سے سفاح کی وفات کے روز ہی بیعت لے لی گئی اور اس کو ہی جانشین قرار دیا گیا۔ سفاح نے اپنی حیات میں ہی ابوجعفر کو حج کا امیر قرار دے رکھا تھا۔ ابوجعفر کو جس وقت عہدہ خلافت کے لئے چنا گیا تو اس لمحے یہ ''ضیافہ'' کے مقام پر مقیم تھے۔ سو ابوجعفر منصور کو جس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ اب حکومت اس کے سپرد کر دی گئی ہے تو وہ یہ بولا کہ انشاء اللہ ہمارا سلسلہ عوام سے نہایت صاف شفاف ہوگا۔ سو ساری رعایا نے ابوجعفر منصور سے بیعت لے لی۔ ابوجعفر نے عوام کے ساتھ حج کی ادائیگی کی۔ ابوجعفر حج سے واپس آئے تو سفاح کے بنوائے ہوئے ''شہر انبار'' جس کو الہاشمیہ بھی کہتے ہیں' میں گئے تو پھر عوام سے عام بیعت لے لی۔ سو ابوجعفر نے دوبارہ حج کی ادائیگی کی مگر جس وقت ابوجعفر دوسری دفعہ حج کے عزم سے مکہ مکرمہ پہنچا تو کیا دیکھا کہ دیوار پر یہ تحریر لکھی ہوئی ہے:

أبا جعفر حانت وفاتك وانقضت ... سنوك وأ امر الله لابد واقع

''ابوجعفر تیرے فوت ہونے کا وقت آنے والا ہے اور تیری حیات پوری ہو چکی ہے اور اللہ پاک کا فرمان لازمی آنے والا ہے۔''

ابا جعفر هل كاهن اومنجم ... لك اليوم من ريب المنية دافع

''ابوجعفر کیا تو جنوں سے دریافت کر کے غیب کی اطلاع دینے والا ہے یا پھر جوتشی' آج تجھے موت کے پنجرے میں دینے لگے ہیں۔''

سو جس وقت ابوجعفر منصور نے یہ شعر پڑھے تو اس کو اپنے مرجانے کا یقین ہو گیا۔ سو تین روز بعد وہ وفات پا گیا۔ ابوجعفر نے موت سے پہلے اپنے خواب میں کسی کو یہ شعر بولتے ہوئے سماعت کیا تھا:

كأني بهذا القصر قد باداهله ... وعرى منه اهله ومنازله

''غالباً میں اس محل میں موجود ہوں جس میں رہائش پذیر لوگ جا چکے ہیں اور محل منزلوں اور اپنے مقیموں سے خالی ہے۔''

وصار رئيس القوم من بعد بهجة ... الى جدث تبنى عليه جنادله

''اور وہ ملت کا حکمران بن گیا چند روز کی رنگ بھری زندگی کے بعد اس کو بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی گور میں دفنایا گیا۔''

انتقال: ابوجعفر منصور کا انتقال 158ھ میں بیر میمونہ کے مقام پر ہوا۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر موجود ہے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور نے حالت احرام میں وفات پائی۔ ان کی عمر کل تریسٹھ برس ہوئی اور بارہ برس گیارہ مہینے چودہ روز تک خلیفہ کے عہدے پر قائم رہے۔ ان کی ماں کا نام ''بربریہ'' تھا۔

خلیفہ ابوجعفر منصور کے خواص: ابوجعفر منصور ایسا شخص تھا جس کا قد لمبا' سانولا رنگ' چہرے پرتھوڑی سی داڑھی اور فراخ پیشانی تھی۔ ان کی آنکھیں اس طرح لگتی تھیں جیسا کہ وہ دو زبان ہیں جو کہ بات چیت کرتی رہتی ہیں۔ ابوجعفر منصور کی آنکھیں ہوشیار اور دبد بہ والی تھیں۔ خلیفہ ابوجعفر منصور بارعب' دانا' شجاع' فقیہ' جاہ وجلال والا اور علم والا شخص تھا۔ سارے عقل مندان کی عزت کرتے تھے۔ سوعوام خلیفہ ابوجعفر منصور سے رعب میں رہا کرتے تھے۔ مگر اس سب کے ساتھ ہی خلیفہ جعفر منصور میں غرور بھی موجود تھا۔ خلیفہ ابوجعفر منصور بندگی کرنے والا اور بخل کرنے والا انسان تھا مگر حاجت اور فکرمندی میں کنجوسی کو ترک کر دیا کرتا تھا۔

خلافت محمد المہدی

خلیفہ ابوجعفر منصور کی وفات کے بعد ان کے فرزند ابوعبداللہ محمد المہدی کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ان کے باپ ابوجعفر منصور نے ہی ان کو اپنا ولی عہد مقرر کر رکھا تھا۔ سو والد محترم کی وفات کے بعد شہر بغداد میں ان سے بیعت کر لی گئی۔ 11 ذی الحجہ کو دوسری بار بیعت عام کی گئی۔ محمد المہدی کا انتقال ''السبذان'' کے مقام پر ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ محمد المہدی ایک شکار کے پیچھے جا رہا تھا تو یکا یک اس کے گھوڑے نے جھاڑیوں والی راہ میں چلنا شروع کر دیا جس کی بناء پر محمد المہدی کا بدن زخموں سے چور ہو گیا اور تب ہی وہ وفات پا گئے۔

اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ محمد المہدی کی باندی نے ان کو زہر دیا تھا مگر اکثر مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ باندی نے سوکن کے رشتہ سے حسد ہونے کی بناء پر غذا میں زہر ڈال دیا تھا۔ سو محمد المہدی نے فوری ہاتھ آگے کر کے کھانا کھا لیا۔ سو باندی میں اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ کھانے میں زہر کی ملاوٹ کے بارے میں بتا دے۔

انتقال: محمد المہدی کا انتقال 22 محرم 169ھ کو ہوا۔ سوئے اتفاق محمد المہدی کے جسد خاکی کو اٹھانے کے لئے کوئی شے نہ مل پائی تو جسد خاکی کو اٹھا کر (ایک دروازے پر اٹھا کر) اخروٹ کے شجر کے نیچے دفنا دیا گیا۔ محمد المہدی کی عمر بیالیس برس تھی۔ اکثر علماء کرام نے تینتالیس برس نقل کی ہے۔

عرصۂ خلافت: محمد المہدی دس برس اور ایک مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے حتیٰ کہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

عادات واطوار: محمد المہدی سخاوت کرنے والے' نیک اطوار' حسین' عوام کے پسندیدہ اور محبوب ترین حکمران تھے۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ ان کے باپ ابوجعفر منصور نے ترکہ کے طور پر خزانے میں ایک ارب ساٹھ لاکھ کے قریب دراہم چھوڑ رکھے تھے اور محمد المہدی نے ان میں سے کافی خرچ کئے اور باقی دراہم کو عوام میں بانٹ دیا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد المہدی نے ایک لاکھ کے قریب دراہم کو شاعر حضرات میں انعام کے طور پر بانٹ دیا تھا۔

خلافت موسیٰ الہادی

محمد المہدی کے انتقال کے بعد ان کے فرزند موسیٰ الہادی کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ سو جس روز محمد المہدی کا انتقال ہوا اس روز یہ طبرستان میں جنگ کے محاذ پر کمان کرنے میں مگن تھے۔ موسیٰ الہادی سے بستی ''اسبذان'' میں بیعت لی گئی۔ سو ہادی کے برادر

ہارون الرشید نے شہر بغداد میں موسیٰ الہادی کے لئے بیعت کی اور پھر ہارون الرشید نے اپنے برادر موسیٰ الہادی کو ایک تعزیتی خط ارسال کیا اور ساتھ ہی خلیفہ منتخب ہونے کی مبارکباد بھی دی۔

سو کچھ روز بعد موسیٰ الہادی نہایت تیز دوڑنے والے گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد میں تشریف آور ہوئے۔ سو عوام ان سے ملی اور ان سے بیعت کر لی۔ موسیٰ الہادی نے اپنی وفات کے بعد اپنے بھائی ہارون الرشید کو جانشینی سے برطرف کر دینے کا پکا عزم کر رکھا تھا مگر قدرت نے ان کو اس کا موقع نہ دیا اور وہ وفات پا گئے۔

انتقال: موسیٰ الہادی کا انتقال 14 ربیع الاول 170ھ کو بغداد میں ہوا۔ ان کی عمر سو بیس برس کے قریب تھی۔ اکثر علماء کرام نے بیس برس نقل کر رکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ الہادی کو کوئی زخم لگ گیا تھا۔

عرصۂ خلافت: موسیٰ الہادی کا دور خلافت تقریباً ایک برس پینتالیس یوم ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ایک برس دو مہینے تک خلیفہ رہے ہیں۔

موسیٰ الہادی کی خصلتیں: موسیٰ الہادی لمبے قد والے، پُر وجاہت، فربہ جسم والے اور ظلم کرنے والے فرد تھے۔ اللہ پاک ان کو بخشش عطا فرمائے۔ آمین

خلافت ہارون الرشید

موسیٰ الہادی کی وفات کے بعد ان کے برادر ہارون الرشید محمد بن المہدی کو خلافت کے لئے منتخب کیا گیا کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو ان کے باپ نے اپنا جانشین مقرر کر رکھا تھا۔ سو ہارون الرشید سے موسیٰ الہادی کے انتقال کے دن ہی بیعت کر لی گئی اور اس رات ہی ایک بچے کی ولادت ہوئی جس کا اسم "المامون" منتخب کیا گیا۔ یہ شب بنو عباس کے لئے ایک انوکھی شب تھی۔ اس شب کا نظارہ اس سے پہلے نہیں دکھائی دیا تھا کہ اس شب کو ہی ایک خلیفہ کا انتقال ہوا تو دوسرا بچہ اس دنیا میں آیا جو آگے جا کر خلیفہ بنا اور اسی شب ہی ایک آدمی کو جانشین قرار دے دیا گیا۔ سو جس وقت ہارون الرشید سے بیعت جاری تھی تو اس کے کچھ لمحوں بعد ہی خلیفہ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد بن برمکی کو اپنا وزیر چن لیا۔

(بہت جلد "باب العین" میں عقاب کے موضوع سے برامکہ قبیلے پر حملہ اور جعفر بن یحییٰ بن خالد کے ہلاک ہونے کا قصہ اور اس کے فرزند الفضل کی جیل کے قید کی زندگی اور ان کے دونوں کے مرنے کا ذکر مفصل ہوگا۔ انشاء اللہ)

ایک انوکھا قصہ: ہارون الرشدی کو حادثاتی طور پر ایک انوکھا واقعہ پیش آ گیا۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جس لمحے موسیٰ الہادی کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا تو موسیٰ الہادی نے اپنے والد کی انگوٹھی کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ انگوٹھی کدھر ہے؟ موسیٰ الہادی کو جس وقت اس بات کا علم ہوا کہ وہ انگوٹھی اس کے برادر ہارون الرشید کے پاس موجود ہے تو انہوں نے اس انگوٹھی کا مطالبہ ہارون الرشید سے کیا تو ہارون الرشید نے انگوٹھی دینے سے منع کر دیا۔ سو موسیٰ الہادی نے پھر زور دیا اور انگوٹھی مانگی۔ اس وقت وہ دونوں پل بغداد سے جا رہے تھے تو ہارون الرشید نے موسیٰ الہادی کی گردن دبائی اور ان کو دجلہ میں پھینک ڈالا۔ سو جس وقت موسیٰ الہادی کی وفات ہوئی اور ہارون الرشید منصب خلافت پر فائز ہو گئے۔ سو ہارون الرشید نے سیسہ کی

انگوٹھی لی اور اسی مقام پر جدھر ان دونوں نے بات چیت کی تھی اور ہارون نے موسیٰ الہادی کا گلہ دبوچ لیا تھا' آیا اور اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک ڈالا۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے غوطہ خوروں کو فرمان دیا کہ وہ اس انگوٹھی کو ڈھونڈیں۔ سوڈھونڈ نے پر وہ پہلے والی انگوٹھی مل گئی۔ سو پہلے والی انگوٹھی کا مل جانا ہارون الرشید کی نیکی' خوش نصیبی اور حکومت کی ترقی جانا گیا۔ ایسے ایک اور قصہ الاثیر 560ھ کے ذیل میں بیان کرتا ہے کہ جس وقت سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے قلعہ بانیاس پر فتح حاصل کی تو سلطان نے اس قلعہ کو عوام اور ذخائر سے پر کر دیا' اس کے بعد یہ دمشق میں چلے آئے تو ان کے پاس ایک انگوٹھی موجود تھی جو کہ یاقوت کے نگینے کی تھی۔ جس کی قیمت ایک ہزار ایک سو دینار تھی۔ وہ بانیاس کے گھنے اشجار میں کہیں کھو گئی۔ جس وقت کچھ دور گئے تو ان کو احساس ہوا کہ انگوٹھی نہیں ہے تو سلطان نے فوری طور پر کچھ لوگوں کو انگوٹھی ڈھونڈ نے کا فرمان دیا اور مقام بتا کر بولے کہ میرے اندازے سے انگوٹھی اسی مقام پر گر گئی ہے۔ سوڈھونڈ نے پر وہ انگوٹھی مل گئی۔

ہارون الرشید کے رحم دل ہونے کا ایک قصہ: خلیفہ ہارون الرشید گویا کہ ایک بہترین حکومت کے بادشاہ تھے مگر پھر بھی ان کے قلب میں اللہ پاک کا ڈر پایا جاتا تھا۔ سو حضرت امام محمد بن ظفر علیہ الرحمہ نے ان کے بارے میں ایک قصے کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک خارجی شخص خلیفہ ہارون الرشید سے خروج کا مرتکب ہوا تو ہارون الرشید کی حمایت کرنے والوں نے اس سے لڑائی کر کے مال و دولت اس سے لوٹ لیا۔ سو پھر اس خروج کرنے والے نے بہت دفعہ فوج کشی کی' جنگ بھی ہوئی آخر کار ہار سے دوچار ہوا تو اس کو حراست میں لے کر خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر کیا گیا۔ سو جس وقت خروج کرنے والے کو سامنے کھڑا کر کے ہارون الرشید نے سوال کیا کہ بتاؤ میں تیرے ساتھ کس طرح کا سلوک کروں؟ وہ شخص بولا کہ آپ میرے ساتھ وہ سلوک کریں کہ جس وقت آپ اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے اور آپ کی یہ آواز ہوگی کہ آپ کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے' یہ عالم دیکھ کر ہارون الرشید نے اس خروج والے شخص کو معاف کر دیا اور اس کو آزاد چھوڑنے کا فرمان دیا۔ سو جس وقت وہ شخص مجلس سے باہر آنے لگا تو ہارون الرشید کے درباریوں نے کہا حضور والا ایک اس طرح کا آدمی جو آپ کے سپاہیوں سے جنگ کرتا ہے' مال و دولت لوٹ لیتا ہے اور آپ کا یہ عالم ہے کہ آپ اس طرح کے آدمی کو ایک لفظ کہہ کر معاف کر رہے ہیں۔ پس آپ اپنے فیصلہ پر غور فرمالیں۔ اس کے برعکس ایسے واقعات سے شرارتی لوگوں کو مزید موقع ملے گا۔ ہارون الرشید نے فرمان دیا کہ اس شخص کو واپس بلا لیا جائے۔ خروج کا مرتکب ہونے والا جان گیا کہ اس کے بارے میں بات چیت ہو رہی ہے۔ سو وہ کہنے لگا کہ اے خلیفہ آپ ان درباریوں کا کہنا نہ مانیں کیونکہ اللہ پاک آپ کے بارے میں دوسروں کی رائے کو مان لیتا تو آپ ایک پل کے لئے بھی خلیفہ نہ بن پاتے۔ ہارون الرشید نے اس شخص سے کہا کہ تم بالکل درست کہہ رہے ہو۔ سو ہارون الرشید نے پھر اس خارجی شخص کو اور انعامات بھی دے دیئے۔

(جلد ہی وہ قصہ جو فضیل بن عباس اور سفیان ثوری کے ساتھ حادثاتی طور پر پیش آیا' مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ)

انتقال: ہارون الرشید کا انتقال 7 جمادی الثانی 193ھ میں طوس کے مقام پر بروز ہفتہ ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی عمر کل سینتالیس برس تھی۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ان کی عمر پینتالیس برس تھی۔

عرصۂ خلافت: خلیفہ ہارون الرشید نے تیس برس اور ایک مہینے تک منصب خلافت کو سنبھالا۔ اکثر علماء کرام نے عرصۂ خلافت تیس برس بیان کیا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کی خوبیاں: ہارون الرشید کی ولادت ''رئ'' کے مقام پر ہوئی۔ ہارون الرشید سخاوت کرنے والے بہادر، دبدبہ والے، پروجاہت اور لائق توصیف خلیفہ رہے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید کا بدن سفید تھا۔ وہ دراز قد اور فربہ تھے اور ان کے بالوں میں ایک سفید لہر کے نمایاں ہونے سے پتہ چلتا تھا کہ بڑھاپا طاری ہونے والا ہے۔ ہارون الرشید اپنی دولت میں سے ہر روز ایک ہزار درہم بطور صدقہ نکالتے تھے اور علم اور فنون میں گہرا شغف اور ہنر رکھتے تھے۔

خلافت محمد امین

یہ چھٹے خلیفہ رہے ہیں جن کو برطرف کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ ہارون الرشید کے انتقال کے بعد محمد امین کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ محمد امین سے اس روز بیعت کر لی گئی جس روز ان کے والد محترم ہارون کی طوس کے مقام پر وفات ہوئی۔ سو اس کے بعد مامون رشید کو علاقہ خراسان کا ماتحت بنا دیا۔ جس وقت خلافت محمد امین کو سونپی گئی اس لمحے وہ بغداد میں رہائش پذیر تھا۔ سو امین کے لئے خلعت خلافت اور انگوٹھی بغداد پہنچا دی گئی۔ سو محمد امین سے عام بیعت کر لی گئی۔ پھر بیعت کا معاملہ ساری سلطنت میں نافذ ہو گیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ''طوس'' میں اپنے فرزند امین کے بعد دوسرے فرزند مامون کی جانشینی کے معاملہ میں دوسری بار نئی بیعت کی تھی اور خود کو اس بات کا ضامن بنایا تھا کہ سارا مال واسباب اور ہتھیار وغیرہ مامون کے لئے ہوں گے۔ سو پھر خراسان کے لشکروں میں بھی اضافہ کیا گیا۔ جس وقت ہارون الرشید فوت ہوا تو الفضل بن ربیع نے فوج میں نعرہ لگا کر بولا کہ سارے کے سارے بغداد کی طرف چل نکلو۔ اس کے بعد فضل کو ایک خط ارسال کیا جس میں ہارون الرشید نے فضل سے حلف لیا تھا اور باغی ہونے سے منع کیا تھا اور باغی ہونے پر دھمکایا بھی تھا۔ اس کے علاوہ کوئی فکر نہ کی سو یہی بات امین اور مامون کے مابین مخالفت کی وجہ بن گئی۔

خلیفہ محمد امین کے بارے میں ایک قصہ: ''اخبار الطوال'' میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت امام النحو کسائی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ مجھ کو ہارون الرشید نے اپنے دونوں جانشینوں کی تربیت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ سو میں ان دونوں جانشینوں پر ادب کے بارے میں سخت برتاؤ سے پیش آتا اور ان سے سوال جواب بھی کیا کرتا مگر بطور خاص امین پر زیادہ نگہداشت رکھتا تھا۔ سو کچھ روز بعد خالصہ باندی نے زبیدہ کو بھیج دیا۔ وہ آ کر حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ سے کہنے لگی کہ زبیدہ نے آپ کے لئے سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ میرے فرزند امین کیساتھ پیار سے پیش آیا کریں کیونکہ وہ میرا لخت جگر ہے اور میری آنکھوں کی راحت ہے۔ سو میں بھی اس سے پیار سے پیش آتی ہوں۔ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ محمد امین تو اپنے باپ ہارون الرشید کے ولی عہد ہیں۔ پس ان سے غفلت نہیں برتی جاسکتی۔ خالصہ بولی کہ محترمہ سیدہ زبیدہ مامون سے پیار سے اسلئے پیش آتی ہیں کیونکہ جس روز ان کی ولادت ہوئی تھی زبیدہ کو خواب میں چار خواتین دکھائی دی تھیں۔ ان خواتین نے چاروں جانب سے زبیدہ کو محصور کر لیا۔ سامنے والی بولی کہ یہ فرزند شہنشاہ کا ولی عہد

ہوگا' نوجوان' پرغرور' تنگ نظر' بے فکر اور وفا نہ کرنے والا شخص ہوگا اور خلافت کو ڈھنگ سے نبھا نہیں سکے گا۔ پیچھے والی خاتون بولی کہ یہ طفل کھیلنے کودنے والا' فضول خرچی کرنے والا اور بے انصاف ہوگا' سیدھے ہاتھ والی بولی کہ یہ طفل غور کرنے والا' گناہوں میں مبتلا' بے رحم اور مروت سے عاری حکمران ہوگا۔ بائیں جانب والی کہنے لگی کہ یہ فرزند غداری کا مرتکب ہوگا اور سلطنت کو تباہ کرنے والا ولی عہد ہوگا۔ یہ خواب بیان کر کے خالصہ نے رونا شروع کر دیا اور کہا کسائی کیا قسمت سے ادب فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ سو کچھ مدت گزرنے کے بعد مامون رشید نے محمد امین کو برطرف کر دیا اور طاہر بن حسین ہرثمہ بن اعین کو اپنے ساتھ لے کر قتال کے لئے رضامند ہوگیا۔ سو چند روز بعد ان دونوں نے لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد بغداد میں محمد امین کا گھیراؤ کر لیا۔ دونوں جانب سے منجنیق کی مدد سے گولہ باری کی گئی' ایسے ہی کئی جنگیں ہوئیں اور یہ سلسلہ بگڑتا رہا' شہر کے محلے اور گھر وغیرہ بنجر ہوگئے۔ بدقماش' فریبی لوگ مال و دولت کی لوٹ مار کرنے لگے' یہ گھراؤ تقریباً ایک برس تک چلتا رہا' سو محمد امین کے لئے خطرناک احوال ہوگئے اور ان کے کئی حمایتی جنگ کے میدان میں قتل کر دیئے گئے۔ اسی عالم میں طاہر نے بغداد کے اثر ورسوخ رکھنے والے افراد سے رقعہ لکھ کر پوشیدہ عہد کر کے ان کی حمایت حاصل کر لی اور ان کی پیروی نہ کرنے پر ان کو دھمکایا۔ سو ان سب افراد نے جواب میں کہا کہ آپ محمد امین کو خلافت سے برطرف کر دیں۔ اس قصے کے بعد خلیفہ محمد امین کے کئی حمایتی بکھر گئے۔ سو پھر ''شہر انبار'' کا گھیراؤ کر لیا اور کھانے پینے کی اشیاء پر پابندی عائد کر دی۔ سو لوگ بھوک وافلاس سے اپنی جان ہارنے لگے۔ جس وقت ان ساری باتوں کا خلیفہ محمد امین کو پتہ چلا تو اس نے ہرثمہ بن اعین سے خطوط کے ذریعے دوستی کی خواہش کی اور کہنے لگے کہ میں خود تیرے پاس آنے لگا ہوں۔ جس وقت ان معاملات کی اطلاع طاہر کو ہوئی تو اس کو یہ بات بہت ناپسند آئی کہ کہیں ہرثمہ فتح سے سرشار نہ ہو جائے۔ سو 25 محرم 198ھ کو محمد امین ہرثمہ کے پاس آ گیا۔ اس لمحے ہرثمہ جنگ کی کشتی میں محو سفر تھا۔ سو محمد امین بھی اس کے ساتھ شریک ہوگیا۔ طاہر بن حسین' محمد امین کی تاک میں تھا۔ موقع ملتے ہی اس کے حمایتیوں نے کشتی پر سنگ باری شروع کر دی۔ سو کشتی میں سفر کرنے والے افراد ڈوب گئے۔ اس نظارے کو دیکھ کر محمد امین اپنا لباس پھاڑ کر تیرتے ہوئے بستان میں جا پہنچا۔ سو طاہر کے ساتھی لوگوں نے اس کو حراست میں لے لیا اور اس کو کشتی میں بٹھا کر طاہر بن حسین کے پاس لے گئے۔ طاہر نے ایک جماعت کو فرمان دیا کہ وہ امین کو ہلاک کر دیں۔ سو امین کا سر تن سے جدا کر کے طاہر بن حسین کے پاس بھیج دیا گیا۔ پھر طاہر نے محمد امین کا سر آویزاں کر دیا۔ جس وقت لوگوں نے اس کا نظارہ کیا تو ماحول میں سکون ہوگیا اور فساد کا خاتمہ ہوگیا۔ سو طاہر بن حسین نے محمد امین کے سر کو انگشتری خلافت وخلعت اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کمبل کے ہمراہ مامون کو روانہ کر دیا۔ سو مامون تک جس وقت محمد امین کا سر پہنچا تو وہ سجدہ شکر بجا لایا اور قاصد کو انعام میں ایک لاکھ دراہم سے نواز دیا۔

مامون اور محمد امین سے امام اصمعی کی بات چیت: امام اصمعی نے کہا ہے کہ مجھ کو بصرہ میں رہائش اختیار کئے ہوئے ایک برس کا عرصہ ہو چکا تھا۔ سو میں ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ان سے ملنے کے لئے گیا۔ شاہی آداب کئے۔ ہارون الرشید نے تشریف رکھنے کا اشارہ دیا تو کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں اٹھ گیا۔ ہارون الرشید نے پھر سے بیٹھ جانے کا کہا۔ سو میں پھر

بیٹھ گیا۔حتیٰ کہ درباریوں کی تعداد کم ہوگئی۔اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے کہ اے امام اصمعی کیا آپ میرے بیٹوں محمد اور عبداللہ کو دیکھنے کے خواہاں ہو۔میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں اے امیر المومنین میں لازمی ان سے ملوں گا اس لئے کہ میں ان کے لئے محبت محسوس کرتا ہوں اور میں ان کو دیکھنے کے لئے ہی آیا ہوں۔ہارون الرشید بولے کہ بس بہت ہے۔سوانہوں نے اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد کو بلانے کا فرمان دیا۔سوایک قاصد ان کو لے کر آگیا۔امام اصمعی نے فرمایا کہ وہ دنوں لڑکے اتنے حسین تھے جیسا کہ افق پر دو آفتاب ہوں جن کے پیر نزدیک ہو رہے ہوں اور ان کی آنکھوں کی چمک زمین کو خیرہ کر رہی ہو۔سو وہ دونوں لڑکے اپنے باپ ہارون الرشید کے سامنے آگئے اور شاہی آداب عرض کئے۔ہارون الرشید نے ان کو تشریف رکھنے کا فرمان دیا تو محمد امین سیدھی طرف اور عبداللہ دوسری طرف بیٹھ گیا۔اس کے بعد ہارون الرشید نے فرمایا کہ اب آپ ان سے ادب کے بارے میں پوچھ گچھ کریں۔یہ دونوں اس کا جواب دیں گے' امام اصمعی نے فرمایا کہ جس وقت میں ان سے پوچھ گچھ کرتا تو وہ اسی وقت جواب بتادیتے اور جو کچھ بھی پوچھتا وہ فوری طور پر بتلاتے۔

ہارون الرشید نے میرے سے ان دونوں کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے کہا کہ جناب عالی میں نے ان لڑکوں جیسی ذہانت رکھنے والے اور باخبر بچے نہیں دیکھ رکھے' پھر میں نے دعا دی کہ اللہ پاک ان کی عمر دراز کرے اور ان کے شفیق پن سے قوم کو نفع ملے۔سو ہارون الرشید نے ان دونوں کو اپنے گلے سے لگالیا۔

پھر ہارون الرشید اشکبار ہو گیا اور روتا رہا حتیٰ کہ اس کی داڑھی کے بال گیلے ہو گئے۔سو اس نے اپنے جانشینوں کو واپس جانے کی منظوری دے دی اور وہ دونوں بچے چلے گئے۔پھر ہارون الرشید نے میرے سے کہا کہ اے امام اصمعی کہ جس وقت ان دونوں میں دشمنی و کینہ پیدا ہوگا تو ان دونوں کا کیا بنے گا اور دونوں میں جنگ ہوگی حتیٰ کہ لہو بہے گا اور بے شمار حیات لوگ یہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم مر گئے ہوتے۔

امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ میں نے پوچھا کہ اے خلیفہ اس طرح کی پیش گوئی ان کی ولادت کے وقت جوتشیوں نے کی ہے یا علماء کرام کا کہنا ہے۔مؤرخین نے کہا ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے اپنے عہد خلافت میں یہ کہا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوئے ان کی خبر ہمارے والد محترم ہارون الرشید کے سامنے ہی موسیٰ بن جعفر نے دے دی تھی۔

مامون الرشید کی ولادت کا قصہ: صاحب عیون التاریخ کا کہنا ہے کہ خلیفہ مامون ایک روز امین کی والدہ زبیدہ کے قریب سے گزر رہا تھا' مامون کو نظر آیا کہ زبیدہ اپنے لبوں کو خاموش ہلا رہی ہیں تو مامون بولا کہ اے والدہ! کیا آپ مجھے بددعا دے رہی ہیں' صرف اس بناء پر کہ میں نے آپ کے فرزند محمد امین کو ہلاک کر کے اس کی حکومت پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔محمد امین کی والدہ بولیں کہ اے خلیفہ! نہیں میں بددعا نہیں دے رہی۔مامون نے پوچھا اگر یہ نہیں تو پھر اور کیا کہہ رہی تھیں؟ والدہ نے بتلایا کہ کچھ نہیں امیر المومنین مجھے معافی دے دیں صرف ضرورت کا احساس ہونے پر لبوں میں جنبش ہوگئی اس کے علاوہ کوئی اہم بات نہیں تھی مگر میں یہ کہہ رہی تھی کہ خطرناک حالات کا برا ہو۔مامون نے پوچھا وہ کیسے؟ زبیدہ نے جواب میں کہا کہ ایک روز کا قصہ ہے کہ میں ہارون الرشید کے ساتھ دونوں کی رضا سے شطرنج کا کھیل کھیلنے میں مگن تھی کہ انہوں نے مجھے ہرادیا اور مجھے فرمان

دیا کہ میں عریاں حالت میں محل میں گشت کروں تو میں نے ان سے معافی چاہی مگر انہوں نے مجھے عاجز کر دیا۔ سو میں نے عریاں حالت میں محل میں چکر لگائے جبکہ یہ مجھے قطعی طور پر پسند نہیں تھا۔ سو اس کے بعد ہم دونوں پھر شطرنج کھیلنے میں مگن ہو گئے اور اب کی بار میں فتح یاب ہوئی تو میں نے ہارون الرشید سے یہ کہہ دیا کہ وہ مطبخ جائیں اور ساروں سے زیادہ بدشکل باندی سے مباشرت کریں۔ انہوں نے میرے سے معافی چاہی مگر میں نے منع کر دیا۔ اس کے علاوہ ہارون الرشید نے مباشرت نہ کرنے کے بدلے مجھ کو عراق اور مصر کا خراج دینے کا بھی کہہ دیا مگر میں نے اس کی نفی کر دی۔ سو میں ہارون الرشید کا ہاتھ پکڑتے ہوئے مطبخ لے آئی اور نظریں دوڑائیں۔ سو مجھے تمہاری والدہ ''مراجل'' سے زیادہ بدشکل باندی اور کوئی نظر نہ آئی۔ میں ہارون الرشید سے بولی کہ آپ اس باندی سے مباشرت کریں تو ہارون الرشید نے اس باندی سے مباشرت کی۔ سو تمہاری ولادت ایسے ہوئی۔ سو اس وقت تم میرے فرزند کی ہلاکت اور اس کی حکومت چھن جانے کا باعث بنے ہو۔

انتقال: خلیفہ محمد امین کو اٹھائیس برس کی عمر میں ہلاک کر دیا گیا۔ اکثر علمائے کرام نے ستائیس برس بیان کیا ہے۔ خلیفہ امین کا قد لمبا' رنگت سفید تھی اور وہ حسین شخص تھے۔

عرصۂ خلافت: خلیفہ امین چار برس اور آٹھ مہینے تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ اکثر علماء کرام نے خلافت کا عرصہ تین برس اور چند روز کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ خلیفہ امین کو رجب کے مہینے میں چھٹے برس برطرف کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے خلیفہ امین کی خلافت کی مدت ان کے انتقال تک کچھ مہینے کم پانچ برس رہی۔ خلیفہ امین کھیل کود میں زیادہ دولت صرف کرتا تھا جبکہ یہ عہدۂ خلافت کے خلاف امر تھا۔ خلیفہ امین کھیلنے کودنے' گیت سنگیت اور عیش میں زیادہ مشغول رہتا تھا۔ خلیفہ محمد امین کے بارے میں کچھ اشعار درج ذیل ہیں:

اذا غـدا مـلك بـالـلهو مشتغلاً ۔۔۔ فـاحـكم على ملكه بالويل و الخرب

''جس وقت حکمران کھیل کود میں مشغول رہنے لگا تو پھر اس کی حکومت نیست و نابود ہو گئی۔''

اما ترى الشمس فى الميزان ها بطة ۔۔۔ لـمـا غـدا وهو برج اللهو والمطرب

''کیا تو نے شمس کو نہیں دیکھا کرتا کہ وہ ساتویں برج پر اتر رہا ہے سو جس وقت سحر طلوع ہوئی تو وہ کھیل کود اور عیاشی کا برج تھا۔''

خلافت عبداللہ المامون

خلیفہ محمد امین کی ہلاکت کے بعد ان کے برادر عبداللہ مامون الرشید حکومت کے لئے میدان میں آئے۔ عبداللہ مامون سے اس شب کی سحر کو بیعت لے لی گئی جس شب خلیفہ محمد امین کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ سو پھر خلیفہ عبداللہ مامون سے بیعت کرنے پر امیر اندلس کے سوا باقی سب رضامند ہو گئے تھے پھر اس سے قبل اور بعد کے امیر اندلس عباسیہ قبیلے سے دور ہونے کی وجہ سے ان کے اطاعت گزار نہ ہوئے۔ ''الاخبار الطوال'' میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ خلیفہ عبداللہ مامون ذہانت رکھنے والے' عقل مند' باحوصلہ اور خودداری والے حکمران تھے۔ اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ خلیفہ مامون خاندان عباسیہ کا آسمان علم کا درخشاں ستارہ

تھا۔ مامون نے علوم فلسفہ میں مہارت حاصل کی اور دوسرے علوم کو بھی منظر عام پر لایا۔ خلیفہ مامون وہ حکمران ہے جس نے تصنیف ''اقلیدس'' کی اشاعت کروائی۔ خلیفہ مامون نے اس تصنیف کا عربی میں ترجمہ بیان کرنے کا فرمان دیا اور اس کی شرح تحریر کرنے کی رائے بھی دی۔ سو مامون نے ہی محفل مناظرہ کو منعقد کیا۔ مناظرہ کے معلم ابوالہذیل البصری المعتزلی تھے جن کو ''علاف'' بھی کہتے ہیں۔ (اس کا تفصیلی ذکر بہت جلد باب الباء میں بیان ہوگا) خلیفہ عبداللہ مامون کے عہد خلافت میں فتنہ خلق قرآن ظاہر ہوا۔ اکثر علماء کرام نے کہا کہ یہ فتنہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں ظاہر ہو چکا تھا اس کے بعد عبداللہ مامون کی خلافت کے زمانے میں بلندی پر جا پہنچا۔ مامون کے عہد خلافت کے اواخر میں یہ فتنہ اختتامی مراحل میں پہنچ گیا۔ سو عوام بھی خلق قرآن (مطلب قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق) کے بارے میں کبھی توبہ کر لیتے اور کبھی اپنا قصور مان لیتے مگر عوام کی زیادہ تعداد اس معاملے میں شغف رکھتی تھی۔ خلیفہ مامون کے دور حکومت میں امام اہل السنہ والجماعۃ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ خلق قرآن کے قائل ہونے والے نہ تھے۔ پس خلیفہ مامون نے ان کو قیدی بنانے کا فرمان دے دیا۔ سو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ابھی خلیفہ مامون تک نہ جا سکے تھے کہ وہ (خلیفہ مامون) وفات پا گئے۔ (حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے بارے میں یہ معاملہ خلق قرآن کے مجاہدوں اور قید و بندش برداشت کرنے والوں کے بارے میں ذکر ''خلافت المعتصم'' میں بیان ہوگا انشاءاللہ) مؤرخین نے کہا ہے کہ خلیفہ مامون الجزیرہ اور شام کے ملک میں ایک لمبے عرصے تک قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد خلیفہ مامون نے روم میں فتح کے جھنڈے گاڑے اور اس کے علاوہ اور بھی ان گنت کامیابیاں پائیں اور خلیفہ مامون نے بہت بہترین امور سرانجام دیئے۔

انتقال: خلیفہ مامون الرشید کا انتقال 18 رجب 218ھ نہر بردی کے مقام پر ہوا۔ خلیفہ مامون کی عمر انچاس برس تھی مگر کئی علماء کرم نے ان کی عمر انتالیس برس بیان کی ہے مگر پہلی بات زیادہ درست لگتی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر علماء کرام نے خلیفہ مامون کی عمر اڑتالیس برس بیان کی ہے۔ خلیفہ مامون نے کل بیس برس پانچ مہینے تک حکومت سنبھالی۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون کو طرطوس میں دفن کیا گیا۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ خلیفہ مامون سخاوت کرنے والے اور بخشش دینے والے شخص تھے۔ نجوم کے علم اور کئی دوسرے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ خلیفہ مامون اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر عوام کو علم ہو جائے کہ مجھے معافی دینے میں مزا آتا ہے تو عوام جرم کر کے سیدھے میرے پاس اکٹھے ہو جائیں۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ بنو عباس قبیلے میں خلیفہ مامون سے زیادہ ماہر اور بڑا علم رکھنے والا دوسرا کوئی نہ تھا۔ خلیفہ مامون کو بطور خاص نجوم کے علم میں مہارت حاصل تھی۔ سو شاعر کہتا ہے کہ

هل علوم النجوم اغنت عن الماء ... مون شيئا او ملكه المانوس

''کیا نجوم کا علم اور اس سے مانوسیت رکھنے والا ملک کے کچھ لمحوں کے لئے بھی خلیفہ مامون سے بے پرواہ ہو سکتا ہے۔''

خلفوه بساحتي طرسوس ... مثل ما خلفوا اباه بطوس

''لوگوں نے میرے مقام طرطوس کا ولی عہد خلیفہ مامون کو قرار دیا ہے جس طرح کہ ان کے والد محترم کو ''طوس'' کا

حکمران بنایا تھا۔"

خلیفہ مامون کی داڑھی لمبی تھی' رنگ سفید تھی اور وہ سخاوت کرنے کے عادی' ملاحت والے' دین دار' علم کے شیدائی' سیاست اور تدبیر کرنے والے خلیفہ تھے۔

خلافت ابواسحٰق ابراہیم المعتصم

مامون الرشید کے انتقال کے بعد ان کے برادر ابواسحٰق المعتصم بن ہارون الرشید خلیفہ منتخب ہوئے۔ ابواسحٰق سے اس روز بیعت کر لی گئی جس روز ان کے برادر مامون کا انتقال ہوا کیونکہ مامون کے بعد ان کو ہی جانشین مقرر کیا گیا تھا۔ معتصم نے خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوتے ہی طوانہ کو مسمار کرنے کا فرمان دیا اور عموریہ شہر پر حملہ کر دیا۔ سو کچھ روز تک اس شہر کی قلعہ بندی چلتی رہی۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ قبیلہ عباس میں خلیفہ معتصم کی طرح بہادر' قوت مند اور حملہ کرنے والا شہنشاہ نہیں ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز معتصم صبح کو جاگا تو کیفیت یہ تھی کہ ٹھنڈ بہت زیادہ تھی جس کی بناء پر کوئی ہاتھ بھی باہر نکالنے کی جرأت نہیں کر پا رہا تھا۔ سو خلیفہ معتصم نے چار ہزار کمان میں تیر لگائے اور شہر عموریہ کی قلعہ بندی قائم کی۔ حتیٰ کہ شہر عموریہ کو تلوار کے زور پر جیت لیا۔ سو مال غنیمت پر اپنا تسلط جما کر شہریوں کو قیدی بنا لیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی رہائی کے دن: جس وقت معتصم نے خلافت سنبھالی تو اس نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو بلایا۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ان دنوں مامون الرشید کی جیل میں قیدیوں کی طرح بامشقت زندگی بسر کر رہے تھے۔ سو معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے خلق قرآن کے معاملہ میں سوال و جواب کئے جس کو آگے مفصل بیان کیا جائے گا۔

الغرض یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے عہد خلاف میں خلق قرآن کے حامی نہیں تھے۔ اسی بناء پر عیاض خلیفہ ہارون الرشید کے لئے عمر دراز کی دعا کیا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو علم ہو چکا تھا کہ یہ فساد ہارون الرشید کی حکومت کے زمانے میں پیدا نہیں ہوگا بلکہ ہارون الرشید کے زمانہ حکومت میں عوام خلق قرآن کے معاملے میں شش و پنج کا شکار رہتے تھے۔ کبھی اس کو اپناتے اور کبھی ترک کر دیتے' گویا کہ اپنانے و چھوڑنے کا معاملہ چلتا رہا جس طرح کہ ابھی گزر چکا ہے۔ آخر کار ہارون الرشید کی وفات کے بعد ان کے فرزند مامون الرشید کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ سو مامون الرشید خلق قرآن کا حامی ہو گیا۔ کبھی یہ رعایا کو خلق قرآن کے عقیدے کی تبلیغ کا کہتا اور کبھی ترک کر دیتا۔ حتیٰ کہ مامون اپنے انتقال کے برس خلق قرآن کا پکا ماننے والا ہو گیا۔ سو مامون عوام کو خلق قرآن کے عقیدے کی دعوت دینے لگا اور عوام کو اس پر مجبور کرنے لگا' جو کوئی اس عقیدے کو ترک کرتا تو مامون ان کو بے جا تنگ کرتا اور ان کو اذیت دیا کرتا۔ اسی عالم میں اس نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اور ایک دوسرے گروہ کو بلایا۔ سو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو قید خانہ سے لایا جا رہا تھا کہ مامون الرشید وفات پا گیا۔ سو مامون الرشید کی وفات کے بعد ان کے برادر معتصم منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ مامون الرشید نے المعتصم کو یہ نصیحت کی تھی کہ تم سدا خلق قرآن کے عقیدے پر ایمان رکھنا اور رعایا سے بھی اس کی تبلیغ کروانا۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ مسلسل قیدی کی زندگی بسر کرتے رہے حتیٰ کہ معتصم کو خلیفہ مان لیا گیا۔ خلافت سنبھالتے ہی معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو بلایا۔ سو محفل مناظرہ منعقد کی گئی۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے خلاف عبدالرحمن بن اسحٰق اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ تھے اور دوسری جانب تنہا حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ تھے۔ سو چار روز تک مناظرہ چلتا رہا حتیٰ کہ خلیفہ معتصم نے فرمان دیا کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ پر کوڑے برسائے جائیں' بہرحال حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہو گئے۔ خلیفہ معتصم نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ وہ تلوار اور غلاف چڑھے تیر بھی چبھونے کو کہتا مگر حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سیدھے راستے پر قائم رہے۔ اس کے بعد حضرت امام احمد بن حنبل کو اتحاکران کی رہائش گاہ میں لے آئے۔ سو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اٹھائیس مہینے قید کاٹی۔ پھر بھی آپ نماز جمعہ اور فرض نمازوں میں مسلسل حاضری دیتے رہے اور قانون کے مطابق فتوے بھی دینے لگے حتیٰ کہ خلیفہ ابو اسحٰق ابراہیم المعتصم وفات پا گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے ساتھ خلیفہ واثق اور متوکل کا برتاؤ: خلیفہ معتصم کی وفات کے بعد الواثق خلیفہ منتخب ہوئے۔ الواثق نے بھی وہی امر اختیار کیا جو کہ مامون الرشید اور معتصم نے کیا تھا۔ خلیفہ واثق حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے بولے کہ تیرے پاس کسی کی آمد نہیں ہو گی اور نہ ہی تم اس شہر میں رہائش رکھو گے جس میں میری رہائش ہے۔ سو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ پوشیدہ زندگی بسر کرتے رہے اور نماز اور دوسرے کاموں کے لئے باہر نہیں جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ خلیفہ واثق کی وفات ہو گئی۔ واثق کی وفات کے بعد متوکل کو عہدہ خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔ متوکل نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی ساری پابندیوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کو زنجیروں سے رہا کر دیا اور ان کو اپنے ہاں حاضر ہونے کا پیغام بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو انعامات دینے کا فرمان دیا مگر حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اس عنایت کو منظور نہ کیا اور اس کو محتاجوں میں بانٹ دیا۔ نیز متوکل نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے خاندان پر چار ہزار درہم ایک ماہ کا خرچ مقرر کیا مگر حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ خلیفہ متوکل کے اس امر سے رضامند نہیں تھے۔

خلیفہ معتصم اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ: عراقی نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے تین روز تک مناظرہ جاری رہا۔ خلیفہ معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے تنہائی میں یوں کہا کہ بخدا اے امام احمد! میں آپ پر ایسے مہربانی رکھتا ہوں جس طرح اپنے فرزند واثق کے لئے مہربان ہوں۔ تم محض خلق قرآن کے حامی بن جاؤ۔ بس خاموشی سے مجھ کو خبر کر دو۔ اگر آپ نے یہ قبول کر لیا تو بخدا آپ کی زنجیریں اپنے ہاتھوں سے کھول دوں گا۔ تمہارے دروازے پر آؤں گا اور اپنے لشکر کے ساتھ سوار کر کے لے جاؤں گا۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اے خلیفہ مجھ کو قرآن پاک اور حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی دلائل دیں۔ سو محفل لمبی ہو گی اور کچھ بھی فائدہ نہ ہوا تو خلیفہ معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور خلیفہ معتصم اٹھ کھڑا ہوا۔ معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو واپس اسی مقام پر جانے کا حکم دیا جدھر وہ تھے۔ خلیفہ

معتصم کے قاصد حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے درخواست کرتے رہے کہ آپ کو اسے تسلیم کر لینا چاہئے جو آپ کا قرآن پاک کے بارے میں عقیدہ ہے مگر حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جواب میں وہی بات کہتے جو کہ وہ پہلے کہہ چکے تھے۔

سو جس وقت تیسرا روز آیا تو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو مناظرہ کی غرض سے بلایا گیا حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو خلیفہ معتصم کی مجلس میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ کی مجلس میں محمد بن عبدالملک الزیات اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ بھی پہلے سے بیٹھے تھے۔ خلیفہ معتصم نے ان کو فرمان دیا کہ وہ دونوں حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے مناظرے کی شروعات کریں۔ سو وہ لوگ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے مناظرہ کرنے لگے بالآخر وہ لوگ یہ کہنے لگے کہ اے امیر المومنین امام احمد بن حنبل ایسے نہیں تسلیم کریں گے۔ سو آپ ان کو ہلاک کر کے ان کی ہلاکت ہمارے سر پر ڈال دیں۔ یہ سماعت کر کے خلیفہ معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو طمانچہ دے مارا جس سے وہ حواس سے بیگانہ ہو کر گر گئے۔ یہ حالات دیکھ کر خراسان کے حکمرانوں کے چہروں کے رنگ بدل گئے۔ یقیناً ان میں حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے چچا بھی موجود تھے۔

خلیفہ معتصم ان حالات سے ڈر گیا۔ سو معتصم نے پانی منگوایا اور امام احمد کے چہرے پر پانی گرایا جس سے وہ ہوش و حواس میں لوٹ آئے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے حواس میں لوٹتے ہی اپنے چچا کو پکار کر کہا کہ چچا جان جس پانی کو میرے چہرے پر پھینکا گیا ہے غالباً پانی پھینکنے والا میرے سے عاجز ہے۔

اس بات کو سن کر خلیفہ معتصم بولا کہ تیرا بیڑا غرق ہو کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ امام احمد کے سلسلے میں لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں اللہ کے رسول حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قربت اور تعلق رکھتا ہوں۔ میری ان سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ بہرحال تب تک کوڑے برسائے جائیں گے جس وقت تک یہ اقرار نہ کر لیں کہ قرآن پاک مخلوق ہے۔ اس کے بعد خلیفہ معتصم حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کی جانب دھیان کرتا مگر حضرت امام احمد علیہ الرحمہ وہی جواب دیتے جو اس سے قبل دیتے آئے تھے، حتیٰ کہ معتصم ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور ایسے محفل لمبی ہو جاتی، معتصم کہنے لگا کہ تجھ پر اللہ پاک کی لعنت ہو اس سے قبل میں تیرے بارے میں گمان رکھتا تھا کہ تم مان جاؤ گے، سو معتصم نے فرمان دیا کہ ان کو پکڑو اور بے لباس کر کے ان کو زمین پر گھسیٹتے رہو۔ سو ایسا ہی کر دیا گیا۔ اس کے بعد معتصم نے جلاد سے کہا کہ امام احمد یہ کہا کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک ہیں جن کو انہوں نے اپنی قمیص کے بازو میں باندھا ہوا ہے اور یہ کہا کرتے ہیں کہ میرے پاس اگر لوگ زلفوں کو جلانے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ سو معتصم نے فرمان دیا کہ زلفوں کو جلانے کے بجائے حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کی قمیص سے نکالا جائے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میری قمیص تو حضور مکی مدنی سرکار، براسد قرار، آمنہ کے لال، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک کی برکت کی بناء پر جلنے سے بچ گئی جبکہ لوگوں نے میرے ہاتھوں کو باندھ رکھا تھا تو ان کو بھی کھول دیا گیا۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ مسلسل اذیتیں سہتے رہے

حتیٰ کہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس کے بعد معتصم جلادوں سے کہا کرتا کہ آگے جاؤ اور کوڑے برسانے والوں سے بولتا کہ ان کو میرے قریب لاؤ' ان کو تکلیف دو' ان کو برا بھلا کہو' اللہ تمہارے ہاتھ توڑے تو وہ آگے بڑھ جاتے اور دو کوڑے برسا کر الگ ہو جاتے پھر دوسرے کو حکم دیتا کہ ان کو تکلیف دو' درشت الفاظ استعمال کرو' اللہ تمہارے ہاتھوں کو توڑے تو وہ آگے آ کر کوڑے برساتے اور دور ہو جاتے۔ سو معتصم ایسے ہی ایک ایک شخص کو بلا کر کوڑے مارنے کے لئے کہتا رہا۔ اس کے بعد معتصم حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے قریب آتا اس عالم میں کہ لوگ ان کے ارد گرد گھیرا ڈالے ہوتے اور اس طرح کہا کرتا کہ اے احمد کیا تم خود کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بتلاؤ تا کہ میں تمہاری زنجیروں کو خود کھولوں۔ سو عوام میں سے کچھ لوگ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے کہا کرتے کہ امام صاحب آپ کے خلیفہ آپ کے روبرو ہیں" آپ جواب دیں' سو کمزور اور دبلے شخص کو شمشیر کی نوک سے زخموں سے چور کیا جاتا۔ معتصم یہ بھی کہا کرتا کہ اے احمد کیا آپ یہ عزم رکھتے ہیں کہ ساری رعایا عاجز آ جائے اور کچھ لوگ یہ بولتے ہیں کہ اے امیر المومنین ان کا لہو ہم پر بہا دیں اور کچھ لمحوں بعد معتصم نشست سنبھال لیتا اور جلاد کو فرمان دیتا کہ ان کی برائی بیان کرو اس کے بعد معتصم پھر آ جاتا اور بولتا کہ اے احمد اپنا جواب دو' سو حضرت امام احمد علیہ الرحمہ جواب میں وہی بات کہتے جو کہ پہلے بھی کئی بار دے چکے تھے۔ یہ سن کر معتصم کرسی پر جا بیٹھتا اور جلاد کو زیادہ اذیت دینے کا فرمان دیتا۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مجھ کو بس اتنا احساس ہوتا تھا کہ میں ایک جگہ پڑا اکیلا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ یہ ساری اذیتیں روزہ کی کیفیت میں سہا کرتے تھے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کو ایک دفعہ اٹھارہ کوڑے مارے گئے' کوڑے برساتے ہوئے جس وقت آپ کا وزن کم ہو گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی تو ہاتھ آزاد ہو گئے سو دوبارہ ہاتھوں کو باندھ دیا گیا۔ جس وقت آپ کو ان مظالم اور مصائب سے رہائی ملی تو عوام نے آپ سے اس بارے میں پوچھا۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بتلایا کہ اس لمحے میں یہ دعا کر رہا تھا "اللّٰھم ان کنت علی الحق فلا تفضحنی۔" (اے اللہ پاک اگر میں سیدھی راہ پر ہوں تو پھر مجھے ذلت و رسوائی سے بچانا) سو پھر معتصم نے ایک شخص جو کہ علاج اور جراحی کے متعلق جانتا تھا اس کو حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کا علاج کرنے پر مامور کر دیا۔ سو اس شخص نے علاج جاری رکھا۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کا طبیب بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے جسم پر ایک ہزار کوڑے لگنے کے زخم دیکھے اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے زیادہ زخمی حالت اور کسی کی نہیں دیکھی۔ بالآخر ان کا علاج ہونے کے باوجود حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے بدن سے وہ نشان مندمل نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے۔ صالح نے کہا ہے کہ میرے والد محترم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اتنی قربانیاں دیا کرتا اور مجھ کو اس بات کا پتہ ہوتا کہ مجھ کو ان اذیتوں سے چھٹکارا ابھی ملے گا تو میرے لئے یہی بہت تھا' اور مجھ کو کسی فائدے یا ضرر کی کوئی فکر نہ ہوتی۔

ایک داستان: یہ بیان ہوتا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ جس وقت مصر میں رہائش پذیر تھے تو اس لمحے انہوں نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم احمد بن حنبل کو بہشت کی خوشخبری

دے دو۔ یہ خوشخبری ان کے ان کاموں کی وجہ سے ہے جو انہوں نے خلق قرآن کے معاملے میں اذیتیں سہی ہیں۔ سو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے جس وقت اس بارے میں پوچھا گیا تو وہ یہی جواب دیا کرتے کہ قرآن پاک مخلوق نہیں ہے بلکہ قرآن پاک خداوند کریم کا نازل کیا ہوا پاک کلام ہے۔

جس وقت حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ جاگے تو انہوں نے خواب تحریر کر کے ربیع کے ہاتھ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کو بغداد میں بھیج دیا۔ سو ربیع جس وقت بغداد گئے تو پہلے حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے گھر پر چلے گئے۔ منظوری لی' ان کو منظوری مل گئی' جس وقت ربیع اندر تشریف لے گئے تو بولے کہ یہ تحریر آپ کے برادر امام شافعی نے میرے ہاتھ آپ کے لئے بھیجی ہے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے ربیع سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ اس تحریر میں کیا درج ہے؟ ربیع نے بتلایا کہ نہیں۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے وہ تحریر کھول کر پڑھی تو ان کا دل بھر آیا' حضرت امام احمد علیہ الرحمہ فرمانے لگے "ماشآء اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ" اس کے بعد تحریر میں لکھی ہوئی بات ربیع کو بھی بتائی۔

ربیع نے حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے ہدیہ کی فرمائش کی۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے بدن پر دو قمیصیں تھیں سو آپ نے وہ قمیص جو آپ کے بدن سے لگی ہوئی تھی ربیع کو ہدیے میں دے دی۔ سو ربیع حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے دریافت کیا کہ کیا عنایت ملی ہے؟ ربیع نے بتلایا کہ مجھ کو وہ قمیص ملی ہے جو حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے بدن سے لگی ہوئی تھی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ربیع میں تم کو اس قمیص کے بارے میں ہمدرد نہیں بنانا چاہوں گا۔ میں تو اس دھوڑالوں گا۔ سو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے قمیص کو دھوڑالا اور اس کے پانی سے سارے جسم کو غسل دے دیا۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے دل کی وسعت: ابراہیم حربی نے کہا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے دل کی کشادگی کا گمان کریں کہ آپ نے ان سب لوگوں کو جو آپ کو کوڑے مارا کرتے تھے یا ان کے مددگار تھے سب کو معافی دے ڈالی۔ ابن ابی داؤد کے علاوہ کیونکہ وہ بدعت کرنے والا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ اگر ابن ابی داؤد بدعت کا مرتکب نہ ہوتا تو میں اس کو بھی معاف کر دیتا اور اگر وہ اب بھی بدعت کو ترک کر دے تو میں اس کو بخشنے کے لئے راضی ہوں۔

احمد بن سنان نے کہا ہے کہ ہم کو اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ جس زمانے میں معتصم کو بابل میں فتح ملی تھی یا جس روز شہر عموریہ میں فتح کے جھنڈے گاڑے تھے اس روز حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے خلیفہ معتصم کو بھی بخش دیا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے لئے خوشی کی نوید: عبداللہ بن الورد نے کہا ہے کہ ایک روز مجھے خواب میں حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا تو میں نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے بارے میں پوچھا۔ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے پاس موسیٰ کلیم اللہ بن عمران علیہ السلام تشریف فرما ہوں گے ان سے دریافت کرنا۔ ایک دم سے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

تشریف آوری ہوئی۔ میں نے ان سے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے متعلق استفسار کیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمد کو اچھے حالات اور مصائب دونوں طرح ہی پرکھا گیا مگر وہ صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے ثابت ہوئے۔ اسی بناء پر ان کو صدیقین میں شمار کر لیا گیا ہے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ کرنا کہ ان سے امام احمد کے احوال معلوم کیے جائیں۔ اس بات میں کچھ حکمتوں کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔

1- ساری امتوں پر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر ہو جائے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو بتا رہے ہیں۔

2- حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا عظیم ہونا ظاہر ہو اس لئے کہ ان کو تنگ کیا گیا اور اس کے عوض ان کو بڑے ثواب کی متاع ملی حتیٰ کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کی بزرگی اور درجے کی شہادت دی۔

3- سوئم حکمت یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو خلق قرآن کے معاملے میں ڈالا گیا۔ سو قرآن اللہ پاک کی کتاب ہے اور موسیٰ بن عمران علیہ السلام اللہ پاک سے کلام کرنے والے ہیں۔ اللہ پاک نے طور کے پہاڑ پر ان سے کلام کیا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ قرآن پاک اللہ پاک کی نازل شدہ کتاب ہے نہ کوئی مخلوق۔ پس اس کی مناسبت اس بناء پر بھی تھی کہ لوگوں کو علم ہو جائے اور اس کا اس بات پر مضبوط تیقن ہو جائے کہ قرآن پاک مخلوق ہرگز نہیں ہے اور یہ کہ اللہ پاک کا نازل کیا ہوا پاک کلام ہے۔

<u>حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اوصاف:</u> ابن خلکان نے کہا ہے کہ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کی پیدائش 164ھ میں ہوئی اور ان کا انتقال 241ھ میں ہوا۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار خواتین نے شرکت کی۔ سو جس روز حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی اس روز بیس ہزار یہودی' نصرانی اور مجوسی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں بیان کیا ہے کہ جس سرزمین پر حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی خلیفہ متوکل نے اس جگہ کی پیمائش کا حکم جاری کیا۔ سو اس جگہ کی پیمائش کل 25 لاکھ گز ہوئی اور ان کے فوت ہونے کا دکھ مسلمانوں' یہودیوں' نصرانیوں اور مجوسیوں چار قوموں میں منایا گیا۔ محمد بن خزیمہ نے کہا ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے انتقال کا مجھے علم ہوا تو میں بہت غمزدہ ہو گیا' میں نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی دید خواب میں کی اس طرح کہ وہ اکڑ اکڑ کر چلتے جا رہے ہیں۔ میں بولا کہ اے ابو عبداللہ یہ چلنے کا کیسا طریقہ ہے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ جنت کے خادموں کی چال ہے۔ سو میں نے حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بتلایا کہ اللہ پاک نے مجھے بخشش عطا کی ہے اور میرے پیروں کو ننگا کر کے کندے کے نعلین پہنا دیئے ہیں۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا: اے احمد! ہم نے تم کو یہ عزت اس لیے بخش دی ہے کہ تم میری کتاب کے مخلوق نہ ہونے

کے عقیدے پر قائم رہے۔ اللہ پاک نے فرمایا اے احمد! تو مجھ سے ایسے دعا کر جیسے کلمات سفیان سے تیرے تک پہنچے ہیں اور تم دنیا میں ان کلمات میں میرے سے دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سو میں نے اسی وقت دعا کی:

"یارب کل شیء اسالك بقدر تك علی کل شیء لاتسألنی عن شیء و اغفرلی کل شئی ۔"

پھر اللہ پاک نے حکم فرمایا کہ اے احمد! یہ بہشت ہے اٹھو اور اس میں چلے جاؤ۔ سو میں بہشت میں چلا' ادھر میں نے کیا دیکھا کہ سفیان ثوری علیہ الرحمہ بہشت میں اس کیفیت میں ہیں کہ ان کے دونوں بازو ہرے ہیں' وہ ایک کھجور کے شجر سے اڑ کر دوسرے کھجور کے شجر پر جا بیٹھتے ہیں اور یہ الفاظ پڑھتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

"ساری صفات اللہ پاک کے لئے ہیں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور ہم کو زمین کا وارث بنایا' ہم بہشت میں جدھر چاہتے ہیں رہا کرتے ہیں' لہٰذا عمل کرنے والوں کے لئے کتنا بہتر پھل ہے۔"

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد میں نے سفیان علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے عبدالوہاب الوراق سے کیا سلوک فرمایا؟ سفیان نے بتلایا کہ وہ مجھے نور کے سمندر میں دکھائی دیئے ہیں۔ وہ نور کی کشتی میں سوار ہو کر اللہ پاک کا دیدار کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے سوال کیا کہ بشر بن الحرث کے ساتھ اللہ پاک نے کیسا برتاؤ کیا؟ سفیان علیہ الرحمہ نے فرمایا رکو رکو میں نے ان کو انسان کی مانند اللہ پاک کے قریب دیکھا ہے اور ان کے سامنے کھانوں کا دسترخوان بچھا ہے۔ اللہ پاک ان کی جانب دھیان دے کر یہ فرما رہے ہیں:

"کل یامن لم یاکل و اشرب ویامن لم یشرب و انعم یا من لم ینعم ۔"

"تناول کرائے وہ جس نے نہیں تناول کیا' نوش کرائے وہ جس نے نہیں نوش کیا' سیراب ہو جائے وہ جو سیراب نہیں ہوا۔"

<u>انتقال</u>: خلیفہ معتصم نے 227ھ میں (سر من رائی میں) سینگی لگوائی جس سے اس کو بخار ہو گیا اور اس کے بعد وفات پا گیا۔ یہ واقعہ یقیناً 12 ربیع الاول کو رونما ہوا۔ خلیفہ معتصم کی عمر سینتالیس یا اڑتالیس برس تھی۔

<u>عرصۂ حکومت</u>: خلیفہ معتصم نے آٹھ برس آٹھ مہینے اور آٹھ روز منصب خلافت کو سنبھالا۔ غالباً یہ عباسی قبیلے کا آٹھواں خلیفہ تھا۔ خلیفہ معتصم نے اپنے پیچھے ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں' ایک سو اسی لاکھ درہم' آٹھ ہزار گھوڑے' آٹھ ہزار اونٹ' آٹھ ہزار خچر' آٹھ ہزار خادم اور آٹھ ہزار باندیاں وغیرہ چھوڑی تھیں۔ اسی بناء پر معتصم کو مثمن یعنی آٹھویں نمبر والا خلیفہ کہا جاتا ہے۔

<u>المعتصم کی تعلیمی قابلیت</u>: خلیفہ المعتصم جاہل تھا کیونکہ اس کے ساتھ ایک کم عمر خادم تھا جس کے ہمراہ المعتصم کتاب لینے جایا کرتا تھا' سو وہ خادم وفات پا گیا تو ہارون الرشید نے معتصم سے بولا کہ اے ابراہیم تیرے خادم کی تو وفات ہو گئی۔ معتصم بولا کہ جی ہاں وہ فوت ہو گیا ہے اور میں کتاب کی پریشانی سے بے پرواہ ہو گیا ہوں۔ ہارون الرشید کہنے لگا کہ کتاب کی بے ادبی میں تیرا یہ عالم ہو گیا ہے؟ ہارون الرشید نے اپنے رفیقوں سے کہہ دیا کہ اس کو اسی کی حالت پر چھوڑ دو۔ سو اسی وجہ سے معتصم بے

علم رہ گیا۔

خلافت ہارون واثق باللہ

خلیفہ معتصم کی وفات کے بعد ان کا فرزند ہارون واثق باللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ہارون واثق باللہ سے پوشیدہ طور پر سرمن رای میں اس روز بیعت کی گئی جس روز ان کے باپ المعتصم کی وفات ہوئی۔ سو ہارون واثق باللہ سے بیعت کرنے کے واقعے کی بغداد تک مشہوری ہوگئی اور ان کی خلافت بغداد تک مضبوط ہوگئی۔ سو جس وقت ہارون کو منصب خلافت پر فائز کیا گیا تو انہوں نے احمد بن نصر خزاعی کو خلق قرآن کے حامی نہ ہونے پر ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے چہرے کو مشرق کی جانب پھیرا مگر وہ پھر قبلہ کی جانب مڑ گیا۔ سو ہارون الواثق نے ایک شخص کو ایک تیز دھار لکڑی لے کر مقرر کر دیا تا کہ جب بھی احمد بن نصر خزاعی کا چہرہ قبلہ کی جانب مڑے تو اس کو پھر مشرق کی جانب موڑ دو۔

خواب: ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص نے احمد بن نصر کا خواب میں نظارہ کیا اور انؑ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا ہے؟ تو احمد بن نصر نے بتلایا کہ اللہ پاک نے مجھ کو اپنے خاص فضل وعنایت سے نواز کر مجھے معاف فرمایا ہے مگر پھر بھی میں تین روز سے غمگین ہوں۔ غمگین ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو احمد بن نصر نے جواب دیا کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سے دو دفعہ گزرے ہیں مگر دونوں دفعہ حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سے اپنا چہرہ مبارک موڑے ہوئے ہیں تو میں فکر مند ہو گیا۔ سو جس لمحے حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسری دفعہ گزرے تو میں عرض کرنے پر مجبور ہو گیا اور عرض کیا: اے اللہ پاک کے رسول کیا میں صراط مستقیم پر اور وہ لوگ غلط راہ پر نہیں تھے پھر کیوں ناراضگی ہے تو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں دراصل تم راہ ہدایت پر تھے در حقیقت بات یہ ہے کہ تم سے اس لئے شرم محسوس کرتا ہوں کہ میری امت کے ایک شخص نے تم کو ہلاک کیا ہے ورنہ میں تم سے ناراضگی نہیں رکھتا۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ خلیفہ ہارون الواثق خلق قرآن کے معاملہ سے توبہ کر چکا تھا۔ خطیب بغدادی نے خلیفہ ہارون الواثق کے سوانح حیات میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔

خلق قرآن کے بارے میں مباحثہ: خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ میں نے طاہر بن خلف سے سماعت کیا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ محمد بن واثق جنہیں مہتدی باللہ بھی کہتے تھے نے کہا ہے کہ جس لمحے میرے والد محترم کسی کو ہلاک کرنے کا عزم کرتے تو ہم سارے ان کے دربار میں حاضری دیتے' سوئے اتفاق ایک دفعہ ہم ان کے پاس تھے ہم نے کیا دیکھا کہ ایک ضعیف آدمی کو زنجیروں میں باندھ کر لایا گیا۔ اسی اثناء میں میرے والد محترم نے احمد بن داؤد اور ان کے دوسرے ساتھی لوگوں کو اندر آنے کی منظوری دی اور شیخ کو سامنے لے کر آئے۔ شیخ آتے ہی بولا ''آپ پر سلامتی ہو اے خلیفہ'' ہارون نے جواب دیا کہ تم پر اللہ کی سلامتی نہ ہو۔ شیخ بولا اے امیر المومنین جس نے آپ کو آداب واخلاق کا علم دیا ہے وہ بد تہذیب لگتا ہے کیونکہ اللہ

پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

''وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا''

''اور جس وقت تم کو کوئی دعا دے تو تم بھی اس کو اس سے زیادہ بہتر دعا دو یا اس کو ہی واپس لوٹا دو۔''

بخدا آپ کا تو یہ عالم ہے کہ نہ تو آپ نے مجھ پر سلامتی بھیجی اور نہ ہی میرے سلامتی دینے کا جواب دیا۔ ابن ابی داؤد کہنے لگا کہ اے خلیفہ یہ شیخ تو لگتا ہے کہ کلام کرنے والا ہے۔ سنو خلیفہ ہارون نے ابن ابی داؤد کو فرمان دیا کہ وہ شیخ سے مناظرہ کرے۔ سو ابن ابی داؤد نے شیخ سے پوچھا کہ تمہارا قرآن پاک کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ شیخ نے بتلایا کہ میرے سے اصول کے مطابق پوچھ گچھ کرنا۔ ابن ابی داؤد بولے کہ بہتر آپ مجھ سے پوچھ گچھ کریں۔ شیخ نے احمد بن داؤد سے پوچھا کہ تیرا قرآن کے بارے میں کیا ایمان ہے؟ احمد بن ابی داؤد نے جواب دیا کہ ''قرآن پاک تو مخلوق ہے۔'' شیخ کہنے لگا کہ احمد بن داؤد کیا قرآن پاک کے بارے میں تم جو ایمان رکھتے ہو اس کا حکم حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے' سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلفائے راشدین نے دیا ہے یا نہیں؟ ابن ابی داؤد بولا کہ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کا عقیدہ ایسا ہے کہ اس کے بارے میں کسی زمانے میں تعلیم نہیں دی گئی۔ شیخ نے کہا آہا! سبحان اللہ جو قرآن کے مخلوق ہونے کے متعلق حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلفائے راشدین نے بھی نہیں کہہ رکھا تو پھر تم کس بات کی بناء پر اس کی ترغیب دیتے ہو۔ اس بات کو سن کر ابن ابی داؤد کو کوئی بات نہ سوجھی۔ احمد بن ابی دواؤد شیخ سے کہنے لگا کہ تم اپنی بات کو اسی طرح دوسری دفعہ بولو۔ سو شیخ نے ایسے ہی پھر جواب میں کہا۔ احمد بن ابی داؤد بولا کہ ہاں تمہارا جواب درست ہے۔ اس کے بعد شیخ نے پوچھا کہ اب تیرا قرآن کریم کے بارے میں کیا ایمان ہے؟ ابن ابی داؤد نے جواب میں کہا کہ میرے مطابق قرآن کریم مخلوق ہے۔ شیخ نے سوال کیا کہ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین نے فرمان دیا ہے یا پھر نہیں دیا؟ ابن ابی داؤد نے جواب دیا کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں علم رکھتے تھے مگر کسی کو دعوت عام نہیں دی تھی اور نہ ہی کسی کو اس کے لئے راضی کیا۔ شیخ کہنے لگا کہ پھر تو ایسا امر سرانجام دینا چاہتا ہے جس کی منظوری نہیں دی گئی۔ ہارون الواثق نے کہا کہ احمد بن ابی داؤد اور شیخ کی یہ گفتگو سماعت کر کے میرے والد محترم اکیلے سیدھے لیٹ گئے اور ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر غور وفکر کرنے لگے اور کچھ دیر بعد کہا کہ خلق قرآن کا عقیدہ اس طرح کا عقیدہ ہے کہ اس کا حکم نہ تو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں خلفائے راشدین نے تبلیغ دی اور نہ ہی مسلمانوں کو اس کی دعوت دی اور نہ ہی مومنوں کو اس کے لئے

رضامند کیا پھر بھی تم اس کی تدریس کرنا چاہتے ہو اور تم کیوں اس طرح کے کام کی تدریس کرنا چاہتے ہو سبحان اللہ کتنی انوکھی بات ہے کہ وہ شے جس کی تبلیغ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین نے نہیں دی اور نہ ہی اس طرف مومنوں کو متوجہ کیا ہو جس کی منظوری شریعت محمدیہ میں نہیں دی گئی ہے۔ ان سارے پہلوؤں پر سوچ بچار کے بعد والد محترم نے عمار نام کے دربان کو طلب کر کے شیخ کی زنجیریں کھولنے کا حکم دیا اور شیخ کو چار سو اشرفیاں انعام میں دینے کا فرمان صادر کیا اور شیخ کو آزاد کر دیا۔ سو اس قصہ کے بعد احمد بن ابی داؤد کی والد محترم کے سامنے کوئی اہمیت نہ رہی اور والد محترم نے اس کے بعد خلق قرآن کے متعلق کسی کو بھی تنگ نہ کیا۔ اسی قصے میں یہ بھی ذکر ہے کہ مہتدی باللہ بن الواثق کا نام محمد تھا۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف ''دول الاسلام'' میں یہ ہی اسم بیان کیا ہے۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے ہارون الواثق کے سوانح حیات لکھنے کے بعد اس بات کو واضح کیا ہے کہ ان کا اسم جعفر تھا۔ علاوہ ازیں ان کا اسم احمد بھی بیان ہوتا ہے مگر اس میں کمی بیشی کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔

حافظ ابونعیم نے ''حلیہ'' میں لکھا ہے کہ حافظ ابوبکر آجری نے کہا ہے کہ مجھ کو مہتدی باللہ نے بذات خود بتا رکھا ہے کہ والد محترم کو محض ایک شیخ نے بدگمان کیا ہے جو المصیصہ سے منگوائے گئے تھے۔ سو یہ ایک برس جیل میں رہے پھر میرے والد محترم نے ان کو مجلس میں حاضری کا فرمان دیا۔ سو شیخ کو زنجیروں سے باندھ کر لایا گیا۔ شیخ نے حاضر ہوتے ہی میرے والد محترم پر سلامتی بھیجی تو انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ شیخ بولا کہ اے خلیفہ آپ نے اللہ پاک کے فرمان کے لحاظ سے میرے ساتھ تہذیب کا کام نہیں کیا اور نہ ہی حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کے مطابق برتاؤ کیا ہے جبکہ اللہ پاک کا فرمان ہے: ''وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا '' (اور جس وقت تم کو کوئی دعا دے تو تم بھی اس سے اچھی دعا دو یا وہ ہی لوٹا دو) اور خود حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کا فرمان دیا۔ شیخ کہنے لگا کہ اب میں قیدی ہوں' زنجیروں میں بندھا ہوا ہوں اور اسی کیفیت میں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں مگر آپ میری زنجیروں کو کھول دینے کا فرمان دیں تاکہ میں باوضو ہو کر نماز پڑھ لوں۔ سو والد محترم نے شیخ کی زنجیروں کو کھول دینے اور پانی کا اہتمام کرنے کا فرمان دیا۔ شیخ نے باوضو ہو کر نماز ادا کی اس کے بعد والد محترم نے ابن ابی داؤد کو شیخ سے پوچھ گچھ کرنے کی منظوری دیں تاکہ وہ میرے سوالوں کا جواب دیں تو والد محترم نے اس کی منظوری دے دی۔

سو شیخ نے اپنی توجہ ابن ابی داؤد کی جانب مبذول کی۔ شیخ کہنے لگا کہ جس راہ پر آپ عوام کو مدعو کر رہے ہیں کیا اس سے پہلے حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب مدعو کیا ہے؟ ابن ابی داؤد نے جواب دیا کہ نہیں۔ شیخ نے پھر پوچھا کیا اس طرف سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدعو کیا ہے؟ ابن ابی داؤد نے جواب دیا کہ نہیں۔ شیخ نے پھر پوچھا کیا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عقیدے پر ایمان لانے کا کہا ہے؟ ابن ابی داؤد بولا کہ نہیں۔ شیخ نے اور سوال کیا کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا درس دیا ہے؟ ابن ابی داؤد نے بتلایا کہ نہیں۔ شیخ نے اور سوال کیا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرف مدعو کیا ہے؟ ابن ابی داؤد نے جواب دیا کہ نہیں۔ شیخ کہنے لگا کہ یہ تو

اس طرح کی بدعت ہے جس کی طرف نہ تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدعو کیا ہے۔ تو پھر تم کیوں ایسی راہ پر لوگوں کو چلانے کے خواہاں ہو۔ شیخ بولا کہ میرے گمان میں تیرے اس عقیدے کے بارے میں دو باتیں لازم ہوں گی یا تو پہلے قرن میں لوگ اس کے بارے میں جانتے تھے یا کم علم تھے۔ اگر تم جواب میں یہ کہو کہ پہلے زمانے میں لوگ اس متعلق جانتے تھے مگر وہ چپ رہے اور اس کی تبلیغ نہیں کی تو پھر اس طرح کی باتوں کی تبلیغ کرنی چاہئے نہ ملت کو اس طرح کی باتوں کے معاملے میں چپ رہنا چاہئے اور اگر تم یہ جواب دو کہ پہلے زمانے میں لوگ اس کے متعلق علم نہیں رکھتے تھے۔ پس تم اس بارے میں جانتے ہو تو اے غلیظ گدھے کی اولاد کبھی اس طرح بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبوت کا روشن دیا تھے اور ان کے ولی عہد خلفائے راشدین اس سے واقفیت نہ رکھتے ہوں اور اس بارے میں تم کو اور تمہارے ساتھی لوگوں کو ہی واقفیت ہے۔ مہتدی نے کہا ہے کہ اس بات کو سن کر والد محترم ایک دم سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کمرے میں چلے گئے اور چہرے پر کپڑا رکھ کر زور وشور سے قہقہے لگانے لگے اور اس کے بعد کہا کہ بالکل حقیقت ہے کہ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چاروں خلفائے کرام یا تو اس معاملے کے بارے میں جانتے ہوں گے یا نہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ خلق قرآن کے بارے میں ان کو علم تھا مگر انہوں نے چپ کا دامن تھامے رکھا تو ہم کو اس کی تبلیغ کرنی چاہئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ وہ سب اس بارے میں لاعلم تھے بس ہم ہی اس بارے میں جانتے ہیں تو اے بدقسمت کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو کسی معاملے کے متعلق لاعلم ہوں اور بس تم کو اور تمہارے صحابہ کو ہی اس کا پتہ ہو۔ مہتدی نے کہا ہے کہ اس کے بعد باپ محترم نے فرمایا احمد! تو میں بولا جی جناب عالی والد محترم فرمانے لگے کہ میں نے تمہیں نہیں بلکہ احمد بن ابی داؤد کو طلب کیا ہے۔ سو احمد بن ابی داؤد بھاگتے ہوئے آئے تو ان کو یہ فرمان دیا کہ تم اس شیخ کو خرچوں کے لئے چند پیسے دے دو اور ان کو ہمارے شہر سے باہر نکالو۔

سو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ مہتدی کا اسم احمد تھا کیونکہ جس لمحے مہتدی بول اٹھے تھے تو ان کے والد محترم کہنے لگے تھے کہ میں نے تم کو نہیں مخاطب کیا۔ کبھی کبھار ایسا ہو جایا کرتا ہے کہ مہتدی کا والد محترم کے مخاطب کرنے پر فوراً بولنا تہذیب کے طور پر تھا مگر جس وقت ان کے والد محترم ہارون واثق نے یہ فرمایا کہ میں نے تو احمد بن ابی داؤد کو مخاطب کیا تھا تو مہتدی کا فوراً بولنا لایعنی ہو گیا۔ انہوں نے تو صرف اسم کے ہم آواز ہونے کی بناء پر جواب دیا تھا (مہتدی کے احوال حیات میں یہ داستان انشاء اللہ اس موضوع کے سوا دوسرے طریقے میں آئے گی) سو جو جواب شیخ نے دیئے ہیں وہ درست ہیں۔ یہ الزام لگائے ہوئے جواب تھے ان سے ''معتزلہ'' چپ ہوسکتے ہیں۔

ہارون الواثق کثرت جماع کا مشتاق: ہارون الواثق کو مباشرت کی بہت زیادہ عادت تھی۔ سو ہارون نے ایک روز حکیم کو یہ فرمان دیا کہ میرے لئے قوت باہ میں زیادتی کے لئے ایک دوا تیار کرو۔ حکیم نے ہارون کو جواب دیا کہ حضور والا! آپ

اپنے جسم کو مباشرت کی بدولت تباہ نہ کریں اور خدا سے ڈریں۔ مگر پھر بھی ہارون الواثق نے حکم دیا کہ فوری طور پر دوا بناؤ۔ سو حکیم نے یہ دوا تجویز کی۔ حیوان کا گوشت' شراب کے سرکے میں ڈال کر سات دفعہ ابال دیا جائے اس کے بعد اس کے محلول کو تین دراہم کی مقدار نوش کرلیا جائے مگر اس کی یہ ہی مقدار مقرر ہے اس سے زیادہ استعمال نہ ہو۔

سو ہارون الواثق نے حیوان کو ذبح کرنے کا فرمان دیا۔ گوشت کو پکا کر ابالا گیا حتیٰ کہ گاڑھا محلول بن گیا۔ سو ہارون الواثق نے یہ سارا محلول نوش کرلیا۔ سارے طبیبوں نے اس بات پر رضامندی دی کہ ہارون الواثق کے لئے اب نزول بطن (اسہال) کے علاوہ کوئی نسخہ اثر نہیں کرے گا۔ سو نزول بطن دینے کے بعد ہارون الواثق کو زیتون کی لکڑیوں کے جلتے ہوئے شراشروں میں چھوڑا جائے۔ اس کے بعد اس میں بٹھایا جائے تو ایسا ہی کیا گیا' تین گھنٹوں تک پیا سا رکھا گیا مگر ہارون مسلسل پانی کی فرمائش کرتے رہے مگر ان کو پانی نہ دیا جاتا۔ کچھ لمحوں بعد ہارون کے بدن پر خربوزے کے سائز جتنے چھالے بن گئے۔ اس کے بعد ان کو علیحدہ کیا گیا۔ ہارون الواثق یہ پکارتا رہا کہ مجھ کو تنور میں ہی ڈال دو نہیں تو میری جان چلی جائے گی۔ لوگ اسی وقت لے گئے اس کے بعد وہ چپ ہو گیا۔ سو اس کے بعد وہ چھالے پانی کی مانند بہہ گئے۔ اس کے بعد اس کو تنور سے نکال لیا گیا۔ اس کیفیت میں کہ اس کا تمام بدن کالا بن چکا تھا۔ اس کے کچھ لمحوں کے بعد جس وقت ہارون حالت نزع میں تھا تو یہ شعر پڑھنے لگا:

الموت فیه جمیع الناس تشترك لاسوقة منهم یبقی ولا ملك

''مرنے میں سارے انسان ایک ہی جیسے ہیں' موت سے نہ تو عام انسان محفوظ رہ سکتے ہیں اور نہ ہی شہنشاہ۔''

ما ضر اهل قلیل فی مفاقرهم ولیس یغنی عن الملاك ما ملكوا

''غریب لوگوں کو ان کے مدفن میں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور شہنشاہ جن اشیاء کی ملکیت رکھتے تھے ان سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔''

مؤرخین نے کہا ہے کہ اس طرح کا ایک دوسرا قصہ بھی ہے۔ واثقی نے کہا ہے کہ میں خلیفہ ہارون کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا' یکا یک ہارون پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی' مجھ کو اس بات کا تیقن ہو گیا کہ ہارون کی وفات ہو گئی ہے۔ سو ہم میں سے کچھ لوگ ایک دوسرے سے یہ بات کہہ رہے تھے کہ دیکھو ان کی کیا حالت ہے؟ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ آخر کار میں آگے ہوا اور اپنی انگلی کو ہارون کی ناک پر رکھا تو اس نے آنکھیں وا کر دیں سو میں ڈر گیا۔ ممکن تھا کہ میں فوت ہو جاتا۔ سو میں پیچھے ہو کر سیڑھیوں میں شمشیر کے دستے کو گرفت میں لے کر اچھل کر پھر زمین پر پھسلتے ہوئے گر پڑا۔ شمشیر کے ٹکڑے ہو گئے۔ ممکن تھا کہ شمشیر میرے بدن میں پیوست ہو جاتی' اس کے بعد میں نے اور شمشیر تلاش کی' کچھ لمحوں بعد میں واپس لوٹا اور ہارون الواثق کے قریب کھڑا ہو گیا۔ مجھ کو اس بات کا پورا تیقن ہو گیا کہ اب ہارون وفات پا گیا ہے تو میں نے داڑھی کی گرہ لگائی' آنکھوں کو بند کر کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ فراش ان کو اکیلا چھوڑ کر ان کا بیش قیمت فرش خزانہ میں شامل کرنے کے لئے اٹھا کر لے جانے لگے۔ مجھ کو احمد بن ابی داؤد قاضی نے نصیحت کی کہ ہم سب بیعت کے معاملے میں لگے ہوئے ہیں تم دفنانے تک نعش کو محفوظ رکھو تو میں واپس آ کر دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ لمحوں بعد مجھ کو ہلچل کا احساس ہوا تو میں اندر گیا اور دیکھا کہ ایک چوہا ہارون الواثق کی آنکھوں کو

نکال کر تناول کر گیا۔ اسی عالم کو دیکھ کر میں نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔ سو مجھے احساس ہوا کہ ہارون کی آنکھیں ابھی تک کھلی ہی تھیں اور اس لمحے ان کو چوہا نگل گیا تو مارے خوف کے میں گر گیا جس سے میری شمشیر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

انتقال: ہارون الواثق کا انتقال رجب کے مہینے میں 232ھ ''سر من رائے'' کے مقام پر ہوا۔ ہارون کی عمر چھتیس برس اور چند مہینے تھی۔

عرصۂ خلافت: ہارون الواثق پانچ برس اور نو مہینے تک عہدہ خلافت پر فائز رہا۔

ہارون کی وضع قطع: ہارون الواثق کی رنگت سفید تھی اور وہ ایک پر وجاہت انسان تھے۔ ان کے چہرے پر پیلی داڑھی بہت بھلی محسوس ہوتی تھی اور آنکھوں میں ایک نشان تھا۔ ہارون الواثق، علم والا، ادیب، شاعری کا دلدادہ، بہادر، مدبر اور اپنے والد کی مانند درشت مزاج تھا۔ (اللہ پاک دونوں کی خطائیں بخش دے۔ آمین)

خلافت جعفر المتوکل

ہارون الواثق کی وفات کے بعد ان کے برادر جعفر المتوکل خلیفہ منتخب ہوئے۔ جعفر المتوکل سے ہارون الواثق کی وفات کے روز ہی بیعت کر لی گئی کیونکہ یہی جانشین تھے۔ یہ قصہ غالباً 232ھ کو رونما ہوا۔ جعفر المتوکل کے عہد خلافت میں خلق قرآن کا معاملہ اختتام پذیر ہو چکا تھا اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہو چکی تھی۔ سو جعفر المتوکل نے حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو شائع کرنے کا فرمان دیا۔ ابن خلکان نے تذکرہ کیا ہے کہ جعفر المتوکل کا کہنا ہے کہ جس لمحے ہارون الواثق حالت نزع میں تھے ان ایام میں میں (مطلب جعفر المتوکل) سفر کر کے ہارون کی رہائش گاہ پر ان کا حال دریافت کرنے کے لئے آیا۔ سو ایک جانب بیٹھ کر منظوری کا منتظر تھا کہ یکا یک رونے پیٹنے کی آوازیں آئیں۔ اس کے بعد فوری طور پر ایداخ اور محمد بن عبد الملک الزیات میرے خلیفہ بننے کے بارے میں مشاورت کرنے لگے۔ محمد کہنے لگا کہ میں جعفر المتوکل کو آگ میں پھینک دوں گا۔ ایداخ بولا کہ نہیں اس کے بجائے ہم جعفر المتوکل کو یخ آب میں پھینکیں گے تا کہ وہ مر جائے اور ہلاکت کے نشان بھی نہ ملیں۔ متوکل نے کہا کہ ایداخ اور محمد بن عبد الملک کی ہی بات چیت جاری تھی کہ یکا یک قاضی احمد بن داؤد کی آمد ہوئی۔ سو وہ ان دونوں کو اندر لے کر گئے اور ان سے پوشیدہ گفتگو کرنے لگے۔ متوکل نے کہا ہے کہ وہ کیا راز و نیاز کر رہے تھے ان کو سمجھنے سے میں قاصر تھا۔ سو ان کی بات چیت سے مجھ ڈر لگنے لگا اور میں نے بھاگنے کا عزم کر لیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ دو خادم بھاگتے ہوئے آئے اور بولے حضور والا انھیں تشریف لے چلیں۔ سو ان کی بات سے مجھے یقین ہوا کہ میری قسمت میں جو بھی مقصود ہو مگر اس لمحے تو ہارون الواثق کے فرزند سے بیعت کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں مگر جیسے ہی ہم اندر تشریف لے گئے عوام نے مجھ سے بیعت لینا شروع کر دیا۔ میں نے احوال دریافت کئے کہ یہ کیا ہوا؟ تو میں جان گیا کہ میری خلافت کے لئے عوام کو قاضی احمد بن ابی داؤد نے رضامند کیا ہے۔ سو کچھ روز بعد میں نے ایداخ کو ٹھنڈے آب میں ہلاک کر دیا اور محمد بن عبد الملک کو آگ میں پھینک کر قتل کر دیا۔ متوکل نے کہا ہے کہ یہ ایک انوکھی فتح تھی۔ ایسے ہی یہ انوکھی بات ہے کہ محمد بن عبد الملک نے اس تنور کو دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کے لئے بنوایا تھا مگر اللہ پاک نے اس کو ہی اس تنور میں پھینکوا

دیا۔ تنور لوہے کا بنا ہوا تھا اور اس میں نوکیلی کیلیں لگی ہوئیں تھیں اور اس کو زیتون کے تیل سے جلا کر اس میں لوگوں کو پھینک دیا کرتے تھے' ہم اللہ پاک سے اس دنیا و آخرت میں خیر و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

جعفر المتوکل کی عادات: جعفر المتوکل نے عہدہ خلافت سنبھالتے ہی حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حیات کیا اور بدعتوں کا اختتام کر دیا بلکہ ساری سلطنت میں یہ فرمان صادر کر دیا کہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت دی جائے اور بدعتوں اور فساد کو ختم کیا جائے' خود متوکل نے اپنی محفل کی طرز کو بدل ڈالا۔ متوکل اپنے دربار میں سنت کے متعلق گفتگو کرتا' متوکل نے اپنے اہل وعیال کی عزت افزائی کی اور فتنہ گوشہ نشینی اور ان کے چیلوں کو رذیل کیا۔ ہر چند کے خلیفہ متوکل کے عہد خلافت میں گوشہ نشین مضبوط ہو گئے مگر اس کے باوجود سارے کے سارے ڈر گئے تھے ورنہ امت محمدیہ میں ان لوگوں سے زیادہ شر پھیلانے والی ملت اور کوئی نہ تھی۔ اللہ پاک ہم کو ان فسادات اور برائیوں سے محفوظ رکھے۔ خلیفہ جعفر المتوکل سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتا تھا۔ سو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقص بیان کرتا اور ان کی عیب گوئی کرتا رہتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اپنے فرزند منتصر کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب گوئی کر رہا تھا تو فرزند کا چہرہ غصے کی شدت سے لال ہو گیا۔ متوکل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بدخوئی کی اور فرزند کو پکار کر یہ شعر پڑھنے لگا:

غضب الفتی لابن عمہ رأس الفتی فی حرامہ

''نوجوان بپھر گیا چچا کے بیٹے کی بناء پر' نوجوان کا سر اس کی والدہ کی جھولی میں ہوگا۔''

سو متوکل سے اس کا فرزند کینہ وعداوت رکھنے لگا۔ یقیناً متوکل کے ہلاک ہونے کی یہی وجہ تھی۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ متوکل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھتا تھا اور ان کی عیب گوئی کرتا تھا۔ اسی بناء پر متوکل کا فرزند اپنے والد کا حریف بن گیا۔ سو کچھ روز ہی گزرے تھے کہ ایک دفعہ جعفر متوکل اپنے احباب کے ساتھ شراب نوشی کر رہا تھا۔ متوکل نشے میں مدہوش ہو گیا' یکا یک متوکل کا خادم ''بغا الصغیر'' اندر حاضر ہوا۔ اس نے متوکل کے احباب کو باہر نکل جانے کا کہا۔ سو سارے احباب باہر نکلے۔ محض متوکل کے ساتھ ان کا وزیر فتح بن خاقان رہا۔ سو متوکل پر دو خادم تلوار سونت کر حملے کرنے آ گئے جن کو متوکل کو ہلاک کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر فتح بن خلکان بولا اے امیر المومنین! اس لمحے آپ کو موت کے حوالے کیا جانے لگا ہے اور یہ بول کر متوکل کے بدن سے چمٹ گیا۔ آخر کار ان خادموں نے وزیر اور متوکل دونوں کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دیا پھر وہ سیدھے منتصر کے پاس جا کر شاہی آداب بجالانے لگے۔

انتقال: خلیفہ جعفر متوکل کو شوال کے مہینے میں 237ھ میں ہلاک کیا گیا۔ متوکل کی کل حیات چالیس برس تھی۔

عرصۂ خلافت: متوکل نے چودہ برس دس مہینے تک عہدہ خلافت کو سنبھالے رکھا۔ اکثر علمائے کرام نے متوکل کی خلافت کا عرصہ پندرہ برس بیان کیا ہے۔

متوکل کی شکل وصورت: خلیفہ جعفر متوکل سانولا' پروجاہت' آنکھوں والا' کم داڑھی اور درمیانے قد کا شخص تھا۔ متوکل لہو ولعب اور مکروہات سے شغف رکھتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات کیا اور فساد خلق قرآن کا

اختتام کیا۔ اس کے علاوہ بھی متوکل کے کئی نمایاں کارنامے ہیں۔ متوکل اپنے فرزند منتصر کو برطرف کر کے اس کے مقام پر دوسرے فرزند معتز کو اس کی والدہ کے پیار کی بناء پر جانشینی کے لئے مقرر کرنے کا خواہاں تھا۔ سو اگر منتصر بذات خود جانشینی سے برطرف نہ ہو جاتا تو متوکل اس کو تکلیف دینے سے بھی نہ ہچکچاتا۔ متوکل کے اس امر سے اس کا فرزند منتصر اپنے والد سے عداوت رکھنے لگا۔ سو منتصر نے وصیف اور بغا دونوں خادموں کو والد کو ہلاک کرنے کے لئے رضامند کیا۔ متوکل جس وقت نصب شب کو کھیل کود کی محفل میں مصروف تھا تو پانچ سازش کرنے والے اس پر حملہ آور ہوئے اور متوکل کو جان سے مار دیا اور اس کے ساتھ ساتھ فتح بن خاقان اس کے وزیر کو بھی ہلاک کر دیا۔ جس طرح کہ پہلے بھی اس بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

خلافت محمد منتصر باللہ

جعفر المتوکل کی ہلاکت کے بعد اس کے فرزند محمد منتصر کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ محمد منتصر باللہ سے اسی شب بیعت کر لی گئی جس شب ان کے باپ کو ہلاک کیا گیا تھا۔ سو اس کے بعد اگلے دن عام بیعت کر لی گئی۔ محمد منتصر باللہ زیادہ روز تک منصب خلافت پر فائز نہ رہ سکا اور خلافت سے مزہ نہ لے پایا۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک روز منتصر کے آگے فرش بچھا تو اس کو احساس ہوا کہ اس پر کچھ تحریر کیا ہوا ہے مگر وہ لکھائی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سو اس نے علماء کرام کو فرمان دیا کہ جو بھی اس لکھائی کو پڑھنا جانتا ہو اس کو ادھر طلب کیا جائے تو اس پر یونانی زبان میں یہ عبارت درج تھی:

"عمل هذا البساط للملك قباذ من كسرى، قاتل ابيه وفرش قدامه فلم يلبث غير ستة اشهر ومات ۔"

''اس عمل کو بادشاہ قباذ کے لئے تیار کیا گیا ہے جو کہ اپنے باپ کو قتل کرنے والا ہے۔ سو جس وقت اس کو منتصر کے لئے بچھا دیا گیا تو وہ چھ مہینے سے زیادہ حیات نہ رہ سکا اور وفات پا گیا۔''

اس عبارت کو منتصر نے بدشگونی سمجھا اور اسی وقت ڈر گیا اور اس نے فرش کو اٹھا دینے کا فرمان دیا۔ سو چھ مہینے کے بعد منتصر کا انتقال ہو گیا۔ منتصر نے چھ مہینے اور چند روز تک خلافت سنبھالی۔ اس کی عمر چھبیس برس تھی اور اس کی والدہ کا نام رومیہ تھا۔

منتصر کی چال چلن: منتصر فربہ، درمیانی قامت، پروجاہت، دبدبہ اور ذہانت والا شہنشاہ تھا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں بڑی، ناک اور کان باریک اور وسط سے اونچی تھی۔ منتصر کو نیک امور سرانجام دینے کی عادت تھی۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ منتصر سے ترکی کے حکمران ڈرتے تھے، سو جس وقت منتصر کو بخار ہوا تو ترکی کے حکمرانوں نے ڈاکٹر کو ایک ہزار اشرفیاں دینے کا لالچ دے کر منتصر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی اور علاج کرنے والے نے زہریلے نشتر سے رگ سے خون نکالا جس کی بناء پر سارے جسم میں زہر سرایت کر گیا۔ اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ منتصر کو غذا میں ڈال کر زہر دیا گیا تھا۔ سو جس لمحے منتصر حالت نزع میں تھا تو وہ اپنی والدہ سے کہنے لگا کہ اماں جان میری دنیوی اور آخروی حیات برباد ہو گئیں۔ میں نے اپنے والد کے بارے میں جلدی سے کام لیا، سو مجھ کو بھی موت نے جلد ہی اپنے پنجوں میں جکڑ لیا۔

خلافت احمد مستعین باللہ

یہ چھٹے حکمران تھے جن کو برطرف کر کے ہلاک کیا گیا۔
محمد منتصر کی وفات کے بعد ان کے چچا کے بیٹے احمد مستعین باللہ بن محمد معتصم عہدہ خلافت پر فائز ہوئے۔ احمد مستعین سے پیر کے دن 6 ربیع الثانی 251ھ کو بیعت کر لی گئی۔ ان کی عمر ان ایام میں اٹھائیس برس تھی۔ احمد مستعین جماع کی بہت زیادہ عادات رکھتا تھا اور اس کو خواتین سے عشق کا مرض لاحق تھا۔ احمد مستعین کے چچا کی دختر بے حد خوبصورت و حسین تھی' سو اس نے اس کے والد سے اسے مانگا تو انہوں نے منع کر دیا' تو پھر اس نے اصمعی' رقاشی ابونواس کو طلب کر کے فرمان دیا کہ جو بھی میری طبیعت اور سوچ کے لحاظ سے چچا کی بیٹی کے پیار میں شعر کہے گا تو میں اس کو انعام و کرامات سے نواز دوں گا۔ سو ابونواس نے درج ذیل اشعار کہے:

ماروض ریحانکم الزاھر — وما شذ انشر کم العاطر
''تیرے پیار سے کھلے ہوئے گلوں کا گلشن کتنا حسین ہے اور تیری مہکتی ہوئی خوشبو کتنی معطر ہے۔''

وحق وجدی والھوی قاھر — مذ غبتمو لم یبق لی ناظر
''اور میرا پیار ثابت ہوگا اور عشق کا غلبہ ہوگا جس وقت تم نگاہوں سے دور ہوئے تو تب سے میری نگاہ میں کوئی سمایا نہیں۔''

والقلب لاسال ولا صابر
''اور نہ قلب پگھلا اور نہ ہی صبر کی کیفیت طاری ہوئی۔''

قالت الا لاتلجن دارنا — وکابد الاشواق من اجلنا
''اس نے بولا کیا تو ہماری رہائش گاہ میں مقیم نہیں ہوگا اے ہم لوگوں کی بنا پر آرزوؤں کو ترک کرنے والے۔''

واصبر علی مر الجفا والضنا — ولا تمرن علی بیتنا
''اور تم صبر سے کام لو اور بے حالی اور بے سلوکی کے ہونے کی بدولت اور تم ہماری رہائش گاہ کے قریب سے نہ گزرا کرو۔''

ان ابانا رجل غائر
''کیونکہ ہمارے والد محترم غور و فکر کرنے والے ہیں۔''

فقلت انی طالب غرۃ — یعطی بھا المقلب ولومرۃ
''لہٰذا میں کہنے لگا کہ میں مکمل چاند کو پانے کا خواہاں ہوں جس سے قلب کو سکون ملتا ہے گویا کہ ایک دفعہ نظارہ کیوں نہ ہو۔''

قنات بعید ذاک مت خسرۃ — قلت سافضی غرتی جھرۃ

''وہ کہنے لگا کہ ایسا تو نہیں ہوسکتا پس آرزو کی بناء پر زندگی ہار جا' میں بولا کہ میں بہت جلد خوبصورت محبوب کا فیصلہ کروں گا۔''

منك وسيفي صارم باتر

''اس عالم میں کہ میری شمشیر بڑی تیز دھار والی ہے۔''

قالت فان البحر من بيننا فابروح ولاتات الى حينا

''وہ کہنے لگا کہ ہمارے وسط میں سمندر کی خلیج ہے بہرحال تم اطمینان رکھو اس لئے کہ اب تم میرے تک رسائی حاصل کر پاؤ گے۔''

واشرب بكاس الموت من هجرنا قلت ولو كان كثير العنا

''اور ہماری جدائی میں موت کا جام نوش کر لے' میں بولا گویا کہ راہ پر خطر ہی کیوں نہ ہو۔''

يكفيك انى سابح ماهر

''تیرے لئے یہ ہی بہت ہے کہ میں زبردست تیرنے والا ہوں۔''

قالت فان القمر على البناء قلت ولو كان عظيم السنا

''وہ کہنے لگا کہ محل بے حد اونچا ہے' میں بولا گویا کہ وہ کتنا ہی بلندی پر کیوں نہ ہو۔''

او كان بالجو بلغت المنى

''یا وہ محل اتنا بلندی پر ہو کہ ہوا میں محض آرزوئیں ہی پہنچ سکتی ہوں۔''

قالت منيع فى الورىٰ قصرنا قلت وانى فوقه طائر

''وہ کہنے لگا کہ ہم لوگوں کا قلعہ دنیا کا سب سے مضبوط اور بلند قلعہ ہے' میں بولا کہ میں اس قلعہ کے اوپر بھی اڑان کرنے کا متحمل ہوسکتا ہوں۔''

قالت فعندى لبوة والد فقلت انى اسد شارد' غشمشم مقتض صائد

''وہ کہنے لگا کہ میرے پاس پیدا کرنے والی شیرنی ہے' تو میں نے جواب میں کہا کہ پھر میں بھی ظلم کرنے والا شیر اور ضدی شکاری ہوں۔''

قالت لها شبل بها لابد قلت وانى ليثها الكاسر

''وہ کہنے لگا کہ شیرنی شیر ہی کے جیسا طفل بھی رکھتی ہے' میں بولا کہ میں اس پر خطرناک حملہ آور ہونے والا شیر ہوں۔''

قالت فعندى اخوة سبعة جمعا اذا ما التقوا عصبة

''وہ کہنے لگا کہ میرے تعداد میں سات برادر ہیں' جس وقت وہ جنگ کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک جماعت بن جایا کرتے ہیں۔''

قلت ولی یوم الملاقاة نبه

"میں بولا کہ میں بروز جنگ اچھل کود کیا کرتا ہوں۔"

قالت لهم یوم الوغی سطوة　　　فقلت وانی قاتل قاهر

"وہ کہنے لگا کہ میرے برادر بروز جنگ غلبہ پانے والے اور فتح یاب ہوتے ہیں۔ میں بولا کہ میں بھی خطرناک قتل کرنے والا ہوں۔"

قالت فان الله من فوقنا　　　یعلم مانبدیه من شوقنا

"وہ کہنے لگا کہ اللہ پاک ہماری حفاظت کرنے والا ہے' وہ ہم لوگوں کے شوق سے واقف ہے جو ہم عیاں کرتے ہیں۔"

نمضی الی الحق غدا کلنا

"بہر حال ہم حق کی ساری بات چیت کل لازمی حل کر دیں گے۔"

ونختشی النقمة من ربنا　　　قلت وربی ساتر غافر

"اور ہم اپنے پالنے والے کی پکڑ سے خوفزدہ ہیں' میں بولا کہ میرا اللہ پاک عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور گناہ کے کاموں کو معاف فرما دینے والا ہے۔"

قالت فکم اعییتنا حجة　　　تجئی بها کاملة بهجه

"وہ کہنے لگا تو نے ہم کو بحث و تکرار میں مجبور کر دیا' کل تو اس کے روبرو استدلال کرنے میں کامل اور خوش بیانی سے پیش آنا۔"

فیالها بین الوری خجلة

"جو خلقت میں شرمندہ ہے۔"

ان کنت ماتمهلنا ساعة　　　فائت اذا ما هجع الساهر

"اگر تو ہم کو تھوڑے وقت کا وقفہ دے سکتے ہو تو اس لمحے آ' جس لمحے ہم بوقت شب جاگے ہوئے ہوں۔"

واسقط علینا کسقوط الندی　　　ایاك ان تظهر حرف النداء

"اور تم ہمارے قریب دھیرے سے آنا' تمہارے لئے لازمی ہے کہ تم آواز نکالنے سے پرہیز کرو۔"

یستیقظ الواشی ویاتی الردی

"جس سے کہیں چغل خور اور بے کار شخص کی آمد نہ ہو جائے۔"

وکن کطیف الطیف مسترصدا　　　ساعة لاناه ولا آمر

"خود کو مستغنی نہیں کرنا' نہ کسی کام کا فرمان دینا اور نہ کسی کام سے منع کرنا۔"

حاججتها عشراً وصافحتها　　　علی حنان الخمر صافیتها

''میں نے اس سے دس دفعہ بحث کی اور ہاتھ ملایا اور شراب کے گھڑوں سے پاک محبت کا گواہ پیش کیا۔''

رامست موائیقا فوافیتھا

''اس نے عہد کیے تو میں نے ان کو نبھایا۔''

ملتحفقا سیفی ولا قیتھنا آخر لیلی والدجی عاکر

''شمشیر کو پوشیدہ رکھے ہوئے میں نے اس سے شب کے اواخر میں میل کیا اس عالم میں کہ اندھیرا چھٹ رہا تھا۔''

یالیلۃ قضیتھا خلوۃ مرتشفا من ریقھا قھوۃ

''اے وہ شب جس کو میں نے اکیلے بسر کیا اور میں قہوہ کی مانند اپنے محبّ کا لعاب چوسنے میں مگن تھا۔''

تسکر من قد یتفی سکرۃ

''اس کا پیار کبھی ہوش سے بیگانہ کر دیتا اور کبھی نشیلا کر دیا کرتا۔''

ظننتھا من طیبھا لحظۃ یالیت لاکان لھا آخر

''میں اس کی مہک سے کچھ لمحے لطف حاصل کرتا رہا اے کاش کہ اس کے ہجر کا خاتمہ نہ ہوا ہوتا۔

سو ابونواس نے جس وقت یہ شعر مستعین کو پڑھ کر سنائے تو اس نے انہیں بہت پسند کیا۔ سو مستعین نے وعدہ کے مطابق ابونواس کو ہدیہ و کرامات سے نواز دیا۔ اس کے بعد مستعین نے عہدۂ خلافت سے برطرفی پر اس کو اپنا ضامن بنایا اور کچھ شرطوں پر عوام کو اپنی بیعت سے رہائی دے دی اور معتز بن متوکل کو حکومت سنبھالنے کیلئے قاصد بھیج دیا۔ اس کے بعد مستعین محل ''حسین بن وہب'' میں تبدیل ہو گیا۔ سو مستعین ادھر نو مہینے ایک پہرے دار کی حفاظت میں نظر بند رہا۔ اس کے بعد اس کو شہر واسط کی جانب اتارا گیا۔ اسی عالم میں معتز نے سعید حاجب کو مستعین کو ہلاک کرنے پر راضی کر لیا۔ سو سعید نے رمضان المبارک کے آغاز 653ھ میں مستعین کو ہلاک کر دیا۔

مستعین کی گردن معتز کے سامنے اس کیفیت میں پیش کی گئی کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مگن تھا۔ سو جس وقت اس کو بتایا گیا کہ یہ گردن برطرف بادشاہ مستعین کی ہے تو معتز بولا کہ اسے رکھو جس وقت میں کھیل سے فارغ ہوں گا تو اس کا نظارہ کروں گا۔ سو معتز نے گردن کو دیکھا اور اس کو دفنا دینے کا فرمان دیا۔

عرصۂ خلافت: مستعین نو مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہا' مستعین کی عمر اس وقت اکتیس برس تھی۔

مستعین کا حلیہ: مستعین درمیانی قامت والا تھا اور اس کے چہرے پر چیچک کے دھبے پائے جاتے تھے مگر پھر بھی مستعین کے چہرے پر بے پناہ کشش تھی۔ مستعین کے بولنے میں لکنت پائی جاتی تھی اسی لئے منہ سے سین کی جگہ لفظ ثاء کی آواز نکلتی تھی۔ مستعین نیک اور بے جا اسراف کرنے والا حکمران تھا۔

خلافت ابوعبداللہ محمد معتز باللہ متوکل

مستعین کی ہلاکت کے بعد اس کے چچا کا فرزند معتز خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز مستعین حکومت سے برطرف ہوا اس روز

ہی معتز سے بیعت کر لی گئی۔ یہ واقعہ تقریباً 252ھ کو رونما ہوا۔ پھر اس کے بعد معتز کے دربان صالح بن وصیف نے اس کے برخلاف چالبازی کی۔ سو دربانوں کی ایک جماعت کے ساتھ معتز کے پاس آ گیا اور اس کے پاس آ کر نکل جانے کے لئے دھمکایا تو معتز نے دوائی استعمال کرنے کی بناء پر باہر نکلنے سے بہانہ کیا۔ صالح نے کچھ افراد کو اندر جانے کا فرمان دیا۔ سو انہوں نے معتز کو پیروں سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے باہر لائے' اس کے بعد اس کو دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ سو معتز ایک پیر کو اوپر اٹھالیتا اور دوسرے پیر پر کھڑا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی ان سب نے معتز کے چہرے پر تھپڑ رسید کرنا شروع کر دیئے اور یہ کہنے لگے کہ تم فوری طور پر خلیفہ کے عہدے سے برطرف ہو جاؤ پھر بھی معتز اپنے چہرے کو ہاتھوں سے چھپا کر تھپڑوں سے محفوظ کرتا اور برطرفی سے منع کر دیتا۔ آخر کار معتز نے ان چالبازوں کی بات کو مان لیا اور خلافت سے برطرفی کا اعلان کروا دیا۔ اس کے بعد معتز کو صالح بن وصیف کا قیدی بنا دیا گیا۔ سو صالح نے تین روز تک کھانے پینے پر پابندی عائد کر دی اور معتز کو مضبوط تہہ خانے میں قید کر دیا حتیٰ کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد معتز کو نکال کر معائنہ کیا گیا تو ان پر قید ہونے کے اثرات نمایاں نہیں تھے۔ اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ جس وقت معتز کو برطرف کر کے پانچ روز بعد گرم حمام میں داخل کیا گیا تو پھر ان کی خوراک اور پانی پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ جس وقت معتز کی کیفیت مرنے والی ہو گئی تو اس کو نمک ملا پانی نوش کرایا گیا جس سے وہ فوت ہو گیا۔ یہ قصہ رجب 255ھ کو پیش آیا۔ معتز کی عمر تیئس برس تھی۔ معتز نے چار برس چھ مہینے تک عہدہ خلافت کو سنبھالا۔ معتز بے حد خوبصورت و پُروجاہت شہنشاہ تھا۔

خلافت جعفر مہتدی باللہ بن ہارون

خلیفہ معتز کی وفات کے بعد ان کے چچا کے فرزند جعفر بن ہارون الواثق بن معتصم کو خلیفہ کے عہدے کے لئے نامزد کیا گیا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میری نگاہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ مہتدی کا اسم محمد اور لقب ابواسحٰق تھا۔ جس روز معتز کو عہدۂ خلافت سے برطرف کیا گیا اس روز ہی جعفر سے بیعت کر لی گئی۔ سو جس وقت جعفر کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو انہوں نے کھیل کود کے سامان کو رہائش گاہوں سے نکال دینے کا فرمان دیا اور گانے اور الکوحل کو حرام مقرر کر دیا۔ نیز گانے والوں کو وطن سے نکالنے کا اور کتوں' حیوانوں کو بھی رہائش گاہوں سے باہر نکال دینے کا فرمان دیا۔ جعفر نے عدالتوں' محفلوں' فکروں اور مظالم کو ختم کرنے کا ذمہ خود اپنے سر پر لے لیا۔ جعفر نے کہا تھا کہ میں اللہ پاک سے شرمندہ ہوں۔ عباسی قبیلے میں بنو امیہ کے اعلیٰ و منصف خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرح کا کوئی خلیفہ نہیں گزرا۔ سو جعفر کا یہ کہنا بابک ترکی کو بہت گراں گزرا۔ بابک ترکی ظلم و جبر کرنے والا شخص تھا سو جعفر مہتدی نے بابک ترکی کو مار ڈالنے کا فرمان دیا۔ بابک ترکی کو ہلاک کرنے کی بناء پر ترکی کے لوگوں میں غصہ پیدا ہو گیا۔ سو جعفر اور مغاربہ کے مابین بہت خطرناک جنگ لڑی گئی اور دونوں جانب سے چار ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ ان احوال کا سامنا کر کے جعفر مہتدی گلے میں قرآن پاک آویزاں کئے ہوئے باہر آیا اور عوام کو اپنی مدد اور ساتھ دینے کے لئے مدعو کیا۔ جعفر مہتدی کا ساتھ مغاربہ اور چند افراد کر رہے تھے مگر بابک ترکی کے برادر "طیغا" نے ان سب کا مقابلہ کیا اور جعفر مہتدی کو ہار کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار جعفر مہتدی شمشیر لٹکا کر ہار کر واپس لوٹا۔ جعفر کے بدن پر دو زخم لگے

تھے۔ سو وہ اسی کیفیت میں محمد بن یزداد کے گھر میں داخل ہو گیا۔ ترک لوگوں کو جس وقت علم ہوا تو وہ حملہ آور ہوئے اور جعفر کو حراست میں لے لیا۔ اس کے بعد احمد بن خاقان جعفر کو ایک حیوان پر بٹھا کر پیچھے حفاظت کی غرض سے ہاتھ میں خنجر پکڑے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد جعفر کو احمد بن خاقان کی رہائش گاہ میں لے جایا گیا۔ سو افراد جعفر کو تھپڑ مارا کرتے اور یہ کہا کرتے کہ اس کو حکومت سے برطرف کر دو تو جعفر نے برطرفی سے منع کر دیا۔ اس کے بعد جعفر کو اس طرح کے شخص کے سپرد کر دیا گیا جو اس کے عضو خاص سے جماع کیا کرتا حتیٰ کہ جعفر کو ہلاک کر دیا گیا۔ یہ وقوعہ یقیناً رجب کے مہینے میں 256ھ میں رونما ہوا۔ جعفر نے کل سینتیس برس حیات پائی۔ جعفر گیارہ مہینے تک عہدہ خلافت پر قائم رہا۔ اکثر بیانات کے لحاظ سے جعفر نے ایک برس تک سلطنت پر حکومت کی۔

جعفر کی عادات: جعفر مہتدی سانولا' وجاہت سے بھرپور' دین دار' پرہیز گار' عدل کرنے والا' دانا اور زبردست خلیفہ تھا مگر جعفر کو اچھا وزیر نہیں مل پایا۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ جعفر لگا تار روزے کی حالت میں رہتا اور روزہ افطار کرنے کے لئے بعض اوقات روٹی' سرکہ اور زیتون کے تیل کو استعمال میں لاتا تھا۔ جعفر نے کھیل کود' گیت سنگیت اور فحاشی کے سارے امور پر پابندی نافذ کر دی تھی۔ جعفر نے حکمرانوں کو ظلم و جبر ترک کرنے کا فرمان دیا' اس کے علاوہ جعفر بذات خود بھی عدالت میں تشریف فرما ہوتا تھا۔

ایک داستان: حافظ ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی اپنی تصنیف میں بیان کرتے ہیں کہ ابوالفضل صالح بن علی یعقوب بن منظور ہاشمی (یہ ہاشم قبیلے کے نیک خلیفاؤں میں سے ایک ہے) نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں جعفر مہتدی کی مجلس میں تشریف فرما تھا اور جعفر مہتدی دربار عام میں نشست سنبھالے عوام کے مسائل پر غور و فکر کر رہے تھے۔ اس عالم میں قصے بھی بیان کئے جاتے تھے' اس کے بعد وہ اس پر سائن کر کے اپنے ساتھی لوگوں کو قلم بند کرنے کا فرمان دیا کرتے۔ مجھ کو ان کا یہ کام بہت اچھا لگا۔ کچھ لمحوں بعد میں نے ان کی جانب تکنا شروع کر دیا تو وہ جان گئے اور وہ خود میری جانب تکنے لگے تو میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ یوں ہی کئی دفعہ ایسے ہی ہوتا رہا۔ سو جس وقت وہ میری جانب نگاہیں کرتے تو میں اپنی نظروں کو نیچے کر لیتا اور جس لمحے وہ کام میں مشغول ہو جایا کرتے تو میں پھر ان کو دیکھنا شروع کر دیا۔ یکا یک وہ بولے اے صالح! میں نے جواب دیا جی حضور والا میں پیش خدمت ہوں۔ یہ بول کر میں فوری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کو میرے ساتھ کوئی کام تو نہیں ہے یا پھر تم مجھ سے کوئی بات کرنے کے خواہاں ہو؟ میں بولا جی جناب عالی میں کچھ عرض کرنے کا خواہاں ہوں۔ انہوں نے حکم دیا کہ پھر اپنے مقام پر واپس لوٹ جاؤ۔ سو میں اپنے مقام پر آ گیا۔ آخر کار انہوں نے پھر مجھے دیکھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دربان سے بولے کہ صالح تو ابھی یہاں رکیں گے۔ اسی اثناء میں سارے افراد اٹھ کر جا چکے تو انہوں نے مجھ کو منظوری دی۔ سو میں نے خیال کیا کہ کھڑا ہو جاؤں۔ اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور ان کو دعاؤں سے نوازا۔ وہ فرمانے لگے کہ تشریف رکھو۔ سو میں نے نشست سنبھال لی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے پکار کر کہا کہ صالح جو بات تم کرنا چاہتے ہو یا پھر جو سوچ تمہارے قلب میں ہے وہ میں کہوں؟ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین! آپ نے جس کا عزم کیا ہے

وہ فرمادیں اس پر عمل کیا جائے گا۔ (اللہ پاک آپ کا سایہ سلامت رکھے) امیر المومنین فرمانے لگے کہ میرا گمان تیرے مطابق ہے اور جن باتوں کو تم نے ہمارے اندر پایا ہے وہ اچھی لگی ہیں۔ اس کے بعد میں بولا حضور والا! وہ کون سا حکمران ہے جس نے قرآن پاک کو مخلوق نہ سمجھا ہو۔ یہ بول کر مجھے احساس ہوا کہ جیسے میں نے کوئی بڑا بول بولا ہے۔ سو میں نے یہ تصور کیا کہ بس ایک دفعہ تو زندگی ختم ہونی ہے' لحہ مقرر سے قبل کوئی نہیں مرسکتا اور نہ ہی غلط بیانی' مذاق و سنجیدہ پن' دونوں کیفیتوں میں قابل برداشت ہوتا ہے۔ میں پھر بولا کہ جو میرے قلب میں سمائی وہ میں نے بیان کردی ہے۔ خلیفہ جعفر نے کچھ لمحوں کی سوچ بچار کے بعد فرمایا کہ جو کچھ میں بولوں اسے سماعت کرو اور یہ جان لو کہ تم سچی بات ہی سماعت کرو گے۔ خلیفہ جعفر کے اس طرح فرمانے سے میرا دکھ ختم ہو گیا۔ میں بولا اے حضور! آپ سے زیادہ درست بات کہنے والا اور کون سچا ہے۔ آپ تو کائنات پر اللہ پاک کے خلیفہ ہیں۔ آپ تو اول و آخر سید المرسلین' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزند ہیں۔ خلیفہ جعفر نے فرمایا کہ میں ہارون الواثق کی خلافت ہونے کے شروع سے ہی قرآن پاک کے مخلوق ہونے پر رضامند رہا ہوں حتیٰ کہ ہمارے ''ادنہ'' علامہ شام سے شیخ احمد بن ابی داؤد کی تشریف آوری ہوئی۔ سو کچھ روز بعد ہارون الواثق کی مجلس میں ایک درمیانے قد' خوبصورت' پروجاہت بوڑھے کو زنجیروں میں باندھ کر پیش کیا گیا۔ سو اس لمحے میں نے دیکھا کہ واثق اس سے شرمندہ ہو کر رحم ومحبت کا سلسلہ کرنے لگا اور اس کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ ضعیف نے چند کلمات میں دعائیہ الفاظ ادا کیے۔ اس کے بعد الواثق نے ضعیف کو احمد بن ابی داؤد سے مناظرہ کرنے کا فرمان دیا اور بولا کہ جس عنوان پر احمد بن ابی داؤد مباحثہ کرنے کے خواہاں ہیں تم ان کا اطمینان بخش جواب دو۔ شیخ جواباً بولا امیر المومنین احمد بن ابی داؤد میرے ساتھ مناظرے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ لاغر اور کم علم ہے۔ اس بات کو سن کر ہارون الواثق طیش میں آ گیا اور اس کی مہربانی و یگانگت غصے میں تبدیل ہو گئی۔ سو احمد بن ابی داؤد شیخ سے مخاطب ہوا کہ میں آپ سے مناظرہ نہیں کرسکوں گا کیا میں آپ سے لاغر اور کم علم کا مالک ہوں؟ شیخ کہنے لگا امیر المومنین آپ کوئی فکر نہ کریں' آپ مجھ کو ان سے مناظرہ کرنے کی منظوری دیں۔ ہارون الواثق نے شیخ سے فرمایا کہ میں نے آپ کو مناظرہ کے علاوہ اور کسی مقصد کے تحت نہیں طلب کیا۔ شیخ کہنے لگا اے احمد بن ابی داؤد تم مجھ کو اور عوام کو کس وقت تک اس عقیدے کی اشاعت کرو گے؟ احمد بن ابی داؤد بولا کہ اس وقت جس وقت تک آپ سب قرآن پاک کے مخلوق ہونے پر قائل نہیں ہو جائیں کیونکہ بات بالکل نمایاں ہے کہ اللہ پاک کے سوا کائنات کی ہر شے تخلیق کی گئی ہے۔ قرآن کی شمولیت بھی اسی جنس میں سے ہے' اسی بناء پر مخلوق ہے۔ شیخ کہنے لگا کہ حضور والا اے خلیفہ آپ ہم دونوں کے مباحثے پر سوچ بچار کریں اور دلیلوں کو ذہن نشین فرماتے جائیں۔ شیخ نے احمد بن ابی داؤد کو پکارتے ہوئے کہا اے احمد قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں تم جو عقیدہ رکھتے ہو یہ یا تو دین کی حاجتوں میں ہے یا نہیں ہے۔ اس مناسبت سے کہ اس کے بناء دین ہی ادھورا ہو۔ احمد جواب میں بولا ہاں اس عقیدے پر ایمان لائے بغیر دین ادھورا ہے۔ شیخ کہنے لگا کہ اے احمد جس وقت حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دعوت دینا شروع کی' کیا حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کے باوجود کہ اللہ پاک نے حضور سرکار مدینہ، فیض گنجینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی اشاعت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ احمد جواب میں خاموش رہا۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے بارے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی بات کو پوشیدہ رکھا۔ شیخ کہنے لگا تو کیا حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدے کی تبلیغ کی ہے۔ یہ سماعت کر کے احمد بن ابی داؤد چپ ہو گیا۔ شیخ بولا کہ احمد بولتے کیوں نہیں۔ احمد پھر بھی چپ رہا سو اس کے بعد شیخ نے اپنی توجہ خلیفہ ہارون الواثق پر مبذول کی اور کہنے لگا کہ امیر المومنین یہ میری اول حجت ہو گئی۔ امیر المومنین نے کہا کہ ہاں یہ تمہاری اول حجت ہے۔ سو شیخ کہنے لگا اے احمد بن ابی داؤد حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سی آیت سب سے اواخر میں نازل ہوئی ہے؟ احمد بن ابی داؤد بولا کہ جس آیت کا سب سے اواخر میں نزول ہوا وہ یہ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

''آج کے روز ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا۔'' (المائدہ)

پھر شیخ نے کہا کہ احمد بن ابی داؤد کیا اللہ پاک دین کے کامل کرنے کے بارے میں سچے ہیں یا پھر تم (جو دین کے نامکمل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو) حق پر ہو۔ پس اگر تم حق پر ہوئے تو اس کا یہ مفہوم ہوا کہ جس وقت تک تیرے عقیدے کی مناسبت سے قرآن پاک کو مخلوق نہ مانا جائے، دین کا کامل ہونا ناممکن ہے۔ یہ سماعت کر کے ابی داؤد چپ رہ گیا۔ شیخ کہنے لگا اے خلیفہ اس لمحے میں دو حجتیں ہو گئی ہیں۔ خلیفہ ہارون الواثق نے جواب میں کہا کہ ہاں دو حجتیں ہوئی ہیں۔ اس کے بعد شیخ کہنے لگا اے احمد بن ابی داؤد قرآن مجید کے مخلوق ہونے کے بارے میں حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ نہیں۔ احمد بن ابی داؤد نے جواب دیا کہ ہاں معلوم تھا۔ شیخ کہنے لگا کہ تو کیا حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تبلیغ لوگوں کو کی یا نہیں کی؟ یہ سماعت کر کے احمد بن ابی داؤد پر سکوت طاری ہو گیا۔ شیخ کہنے لگا اے خلیفہ محترم اس لمحے میری تین حجتیں ہو گئی ہیں۔ خلیفہ ہارون الواثق بولے کہ جی ہاں اب یری تین حجتیں ہو چکی ہیں۔ شیخ پھر مخاطب ہوا اے احمد بن ابی داؤد تمہاری اس بات کی مناسبت سے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم کے مخلوق ہونے کے متعلق پتہ تھا تو کیا حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بہتر تھا کہ ان کو کسی بارے میں معلوم ہو اور وہ امت کے آگے اس کی اشاعت نہ کریں۔ پھر بھی حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس طرف مدعو نہیں کیا۔ احمد بن ابی داؤد نے جواب میں کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد شیخ کہنے لگا کہ کیا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چاروں خلفاء کرام کے لئے یہ ممکن تھا مگر پھر بھی انہوں نے امت کو اس عقیدے کے لئے راضی نہیں کیا۔ احمد بولا ہاں، یہ باتیں کر کے شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی جانب سے دھیان ہٹایا!

اور خلیفہ ہارون الواثق کی جانب دھیان کیا اور کہا حضور والا آپ سے ناچیز نے پہلے ہی گزارش کی تھی کہ احمد بن ابی داؤد میرے سے مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ لاغر اور علم کی کمی رکھتا ہے۔

اے خلیفہ! اگر آپ میں عوام کو اس عقیدے سے روکنے کی طاقت نہیں جس کی گنجائش نہ تو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین نے رکھی ہے تو جان لیجئے کہ اللہ پاک ان کو قطعی قوت نہ دے جنہیں اس عقیدے سے باز رکھنے کی قوت نہیں ہے۔ جس عقیدے کی منظوری و گنجائش شریعت نے نہیں دے رکھی۔ سو ہارون الواثق کہنے لگا کہ اگر ہم میں سے کسی کو بھی اس عقیدے سے منع کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔ جس کی جگہ نہ تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور نہ ہی خلفائے راشدین نے تو اللہ پاک ہم لوگوں کو بھی اس کی گنجائش عطا نہ کرے۔ پھر ہارون الواثق نے شیخ کی زنجیروں کو کھول دینے کا فرمان دیا۔ جس وقت شیخ کی زنجیروں کو کھول دیا گیا تو شیخ زنجیر کو ہاتھ سے اٹھانے کے لئے جھک گیا تو لوہار نے ان کو پکڑ لیا۔ سو ہارون الواثق نے یہ کیفیت دیکھی تو بولا کہ شیخ کو نہ روکو ان کو زنجیریں لینے دو۔ سو شیخ نے زنجیروں کو اٹھا کر بازو میں رکھ لیا۔ سو شیخ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو شیخ نے فرمایا کہ میرا یہ عزم تھا کہ میں زنجیریں لے کر یہ وصیت دوں گا کہ میرے انتقال کے بعد ان زنجیروں کو میرے کفن میں رکھا جائے تاکہ میں اللہ پاک کے حضور ان زنجیروں کو لے کر اس ظلم کرنے والے سے مقدمہ لڑوں گا اور اپنے اللہ سے کہوں گا کہ آپ اپنے اس بندگی کرنے والے سے دریافت کیجئے کہ اس نے مجھے یہ زنجیریں پہنا کر قیدی کیوں بنایا تھا اور اس نے میرے اہل وعیال اولاد اور برادران کو کیوں ڈرایا تھا۔ یہ بات کہہ کر شیخ اشکبار ہو گئے اور ہارون الواثق بھی اشکبار ہوا تھے۔ ابو صالح ہاشمی نے کہا کہ یہ عالم دیکھ کر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ سو پھر ہارون الواثق نے شیخ کو کہا کہ اس معاملے میں آپ کو جو بھی تکلیف ہوئی ہے آپ ان کو بخش دیں۔ شیخ جواباً بولا کہ بخدا! اے واثق! میں نے اول روز ہی حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے تعلق ہونے کی وجہ سے آپ کو بخش دیا تھا۔

واثق بولا کہ شیخ مجھ کو آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ شیخ کہنے لگا کہ اگر وہ کام پورا کرنے کے لائق ہوا تو میں لازمی اس کو پورا کروں گا۔ ہارون الواثق نے کہا کہ اگر آپ ہمارے روبرو ہو جائیں تو ہمارے نوجوان آپ سے مستفید ہونے کا عزم رکھتے ہیں۔ شیخ کہنے لگا اے خلیفہ! اگر آپ مجھ کو اسی مقام پر واپس بھیج دیں جدھر سے اس ظلم کرنے والے نے نکال دیا ہے تو میرے لئے یہ آپ کے روبرو ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ پس اس لمحے میں اپنے اہل وعیال کے قریب جانے کا خواہاں ہوں تاکہ میں ان کو آپ لئے بددعا سے روک دوں اس لئے کہ میں نے ان کو بددعا کرنے کا فرمان دیا تھا۔

خلیفہ ہارون کہنے لگا کہ اے شیخ کیا آپ اپنی حاجات کیلئے ہماری جانب سے کسی طرح کا تحفہ قبول فرمالیں گے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ! میں اپنے لئے تحفہ لینا بہتر نہیں سمجھتا کیونکہ میں خود رئیس شخص ہوں مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الواثق کہنے لگے کہ اس کے سوا اگر کسی شے کی حاجت ہو تو مجھے حکم کریں۔ شیخ نے پوچھا کیا آپ اس حاجت کو پورا کر دیں گے۔ ہارون الواثق نے جواب دیا کہ ہاں۔ شیخ کہنے لگا کہ صرف آپ مجھ کو اس وقت گھر جانے کی منظوری دے دیں محض یہی

حاجت ہے۔ سو ہارون الواثق نے شیخ کو جانے کی منظوری دے دی۔ شیخ نے خلیفہ ہارون الواثق کو سلام کیا اور چلے گئے۔

صالح نے کہا ہے کہ مہتدی باللہ کا کہنا ہے کہ اس روز سے میں قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے عقیدے سے پھر گیا اور میرا یہ ہی گمان ہے کہ ہارون الواثق نے بھی اسی لمحے اس سے توبہ مانگ لی تھی۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ قصہ دوسرے طریقے سے کئی تصانیف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسی بناء پر اس میں کچھ ردوبدل بھی ہے۔ اس لئے یہ قصہ کئی طریقوں سے روایت کیا گیا ہے۔ سو اس سے پہلے ہارون الواثق کے احوال میں قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے عقیدے سو توبہ کرنے کا تذکرہ ہو گیا ہے۔ واللہ عالم

خلافت ابوالقاسم احمد معتمد علی اللہ بن المتوکل

جعفر مہتدی کو برطرف کر دینے کے بعد ان کے چچا کے فرزند احمد معتمد علی اللہ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ ''سر من رائے'' کے مقام پر جعفر مہتدی کے قتل کے روز احمد معتمد علی اللہ سے بیعت کر لی گئی کیونکہ وہی جانشین مقرر ہوئے تھے مگر یہ صرف نام کے جانشین تھے اس لئے کہ ان کے برادر موفق بن متوکل کو ان کی وزارت سونپ کر سلطنت کے سارے کام ان کے حوالے کئے گئے تھے مگر جس لمحے موفق کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد موفق کے فرزند اور معتقد بن موفق کو مشیر کار بنا دیا گیا اور سلطنت کے سارے کام ان کے ذمے کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ احمد معتمد اپنے والد کے برادر معتمد کی مناسبت سے لاغر اور مغلوب حاکم تھا جیسا کہ احمد معتضد کے والد محترم کو معتمد پر فوقیت حاصل تھی۔ سو معتمد اگر کسی ادنیٰ شے کو طلب کرتے تو ان کو وہ بھی دستیاب نہ ہوتی تھی۔ گویا کہ معتمد صرف نام کا حکمران تھا۔ اسی بارے میں شاعر کہتا ہے کہ

الیس من العجائب ان مثلی ۔۔۔ یری ماقل ممتنعا علیہ

''کیا انوکھی باتیں ہیں کہ میری طرح کے شخص کے لئے ادنیٰ شے کو حاصل کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔''

وتوخذ باسمہ الدنیا جمیعاً ۔۔۔ وما من ذاك شیء فی یدیہ

''حالانکہ تمام کائنات ان کی ذات سے ہی نسبت رکھتی ہے مگر ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔''

اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک روز دریا کے کنارے پر احمد معتمد نے کثرت سے شراب نوشی کی تھی اس کی بناء پر وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گیا۔ سو اسی کیفیت میں اس کی وفات ہو گئی۔ اکثر مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ احمد معتمد کسی دکھ میں مبتلا ہونے کی بناء پر بستر پر ہی وفات پا گئے۔

اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ احمد معتمد کو زہریلا گوشت تناول کروایا گیا تھا۔ اسی بناء پر ان کا انتقال ہوا۔ احمد معتمد کا انتقال ماہ شوال 279ھ میں ہوا۔ احمد معتمد کی کل حیات پچاس برس تھی۔ اس کے علاوہ احمد معتمد نے تیئس برس تک عہدہ خلافت کو سنبھالا۔ احمد معتمد کی وفات شاید بغداد میں ہوئی۔

احمد معتمد کی عادات: احمد معتمد سانولا، متوسط قامت اور دھیمی طبیعت کا شخص تھا۔ اس کی آنکھیں خوبصورت، چہرہ گولائی میں اور داڑھی مختصر تھی۔ احمد معتمد بہت جلد بوڑھے ہو گئے تھے۔ احمد معتمد کھیل کود کا شوق رکھتا تھا۔ سو نشے کی کیفیت میں یہ اپنے

ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا کرتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد معتضد باللہ بن موفق

جس روز معتمد کی وفات ہوئی اسی روز اس کے بھائی کے فرزند احمد معتضد سے بیعت کر لی گئی۔ سو ان کی خلافت مضبوط ہو گئی۔

معتضد بہادر' دبدبے والا' عادل' تشدد کرنے والا' ہوشیار' ذی رائے اور شان وشوکت والا حکمران تھا (بہت جلد ان کے مختصر احوال بیان ہوں گے) معتضد کثرت جماع کا شوقین تھا جس کی بناء پر اس کا انتقال ہو گیا۔ معتضد منصف اور اونچی شان والا بادشاہ تھا۔ اس متعلق اس کے بہت سے قصے بھی شہرت رکھتے ہیں۔

انتقال: معتضد کا انتقال 23 ربیع الثانی 290ھ کو ہوا۔ معتضد کی عمر کل بیالیس برس ہوئی۔ اکثر علماء کرام نے معتضد کی عمر چالیس برس بیان کی ہے۔

عرصہ خلافت: معتضد نو برس اور نو مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہا۔ اکثر علماء کرام ان کی حکومت کا عرصہ دس برس بیان کیا ہے۔ معتضد سانولا اور متوسط وضع قطع رکھنے والا خلیفہ تھا۔

خلافت ابوعلی مکتفی باللہ بن المعتضد

معتضد کی وفات کے بعد ان کے فرزند "علی ابومحمد المکتفی باللہ بن المعتضد بن الموفق بن المتوکل بن المعتصم" کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز معتضد نے وفات پائی اسی روز ان کے فرزند مکتفی باللہ سے بیعت کر لی گئی۔ مکتفی باللہ کی وفات 293ھ کو بغداد میں ہوئی۔ ان کی کل حیات چونتیس برس تھی۔ اکثر علماء کرام نے مکتفی کی عمر تیس برس بیان کی ہے۔ مکتفی باللہ دو برس اور آٹھ مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے۔ مؤرخین یوم انتقال' عرصہ خلافت اور حیات کے بارے میں یہی بیان کرتے ہیں۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مکتفی باللہ کا انتقال ذیعقدہ کے مہینے میں 299ھ میں ہوا۔ اس کے علاوہ اکتیس برس ان کی عمر تھی اور چھ برس خلافت کے عہدے کو سنبھالا۔

مکتفی باللہ کی خصوصیات: مکتفی باللہ بہت خوبصورت' متوسط قامت' سیاہ زلفوں' بہتر عقیدہ رکھنے والا اور قتل وغارت کو ناپسند کرنے والا تھا۔ مکتفی باللہ کے والد محترم معتضد نے احوال کو بہتر کر دیا تھا۔ مکتفی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے حد لگاؤ تھا۔ اس کے علاوہ اپنے بچوں کا محسن تھا۔

کہتے ہیں کہ شاعر یحییٰ بن علی نے "رقہ" کے مقام پر ایک قصیدہ بیان کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیاری اولاد کے بجائے قبیلہ عباس کی عظمت بیان کی گئی تھی۔ سو اس نظم کیے ہوئے کلام کو سماعت کرتے ہی مکتفی باللہ نے اس پر پابندی عائد کر دی اور کہنے لگا کہ تم غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیاری اولاد کی مذمت کرتے ہو۔ کیا وہ ہمارے والد کے بھائی کے اہل وعیال کے رشتہ دار نہیں ہیں۔ پس مجھ کو اپنے قرابت داروں کے بارے میں نقص نکالنا بہت برا لگتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیاری اولاد میں گویا کہ کئی افراد نے خلافت نشینی کر رکھی ہے مگر اس کا قطعی یہ معنی نہیں ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیاری

اولاد کی مذمت کرو کیونکہ وہ ہمارے والد کے برادر کے گھرانہ کی نسبت سے قرابت دار بھی ہیں مگر میں ان کی مذمت برداشت نہیں کرسکتا۔ سو نہ ہی اس قصیدے کو پڑھا گیا اور نہ ہی سماعت کیا گیا۔

خلافت ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ

یہ چھٹے حکمران ہیں اور ان کو دو دفعہ عہدہ خلافت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ مکتفی باللہ کی خلافت کے بعد ان کے برادر ابوالفضل جعفر مقتدر بن معتضد کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز ان کے برادر مکتفی باللہ کی وفات ہوئی اسی روز ابوالفضل جعفر سے بغداد میں بیعت لی گئی۔ بیعت کرتے وقت ان کی کل حیات تیرہ برس چالیس روز تھی۔ اتنا کم عمر خلیفہ ابھی تک کوئی بھی نہیں بنا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی اتنا کم عمر حکمران منتخب ہوا۔ مقتدر باللہ بعد میں کمزوری کا شکار ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس کے عہد خلافت میں اس کی حکومت کمزور پڑ گئی۔

صاحب النشوان کا کہنا ہے کہ معتضد کا خادم صافی کہا کرتا کہ ایک دفعہ خلیفہ معتضد دارالحرم میں تشریف فرما ہو رہے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ سو جس وقت یہ مقتدر کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچے تو ایک دم رک کر کچھ سماعت کرنے لگے اور پردوں کے سروں سے کچھ تکنے لگے۔ یہ قصہ اس دور کا ہے جس وقت مقتدر باللہ کی خلافت کا عرصہ پانچ برس ہو چکا تھا۔ سو معتضد نے نظارہ کیا کہ مقتدر گھر کے اندر بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد اس کی عمر ہی کی دس خادمائیں بھی کھڑی ہیں۔ اس کے علاوہ چاندی کی بڑی طشتری میں انگور کے گچھے رکھے ہوئے ہیں جبکہ اس زمانے میں انگور قیمتی ہوا کرتے تھے۔ بذات خود مقتدر انگور کا ایک گچھا کھا رہا ہے اور خادماؤں کو بھی ایک ایک انگور تناول کروا رہا ہے۔ ایسے ہی انگور تناول کرنے کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد جس وقت دوسری دفعہ مقتدر کا نمبر آتا تو وہ خود اکیلا ان ساریوں کے حصے کی مقدار میں انگور تناول کرتا حتیٰ کہ انگور کا گچھا خالی ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر معتضد طیش سے لال ہو گیا۔ سو وہ فوری طور پر رہائش گاہ میں تشریف لے جائے بغیر ہی واپس لوٹ آیا۔ صافی غلام نے کہا ہے میں نے دیکھا کہ معتضد فکر مند ہو رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر پوچھا کہ جناب عالی آپ نے یہ ساری ست دیکھ لی۔ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ معتضد نے جواب میں کہا بخدا! اگر مجھ کو شرم کا احساس نہ ہوتا اور دوزخ کا ڈر نہ ہوتا تو میں آج اس اولاد (مقتدر) کو جان سے مار دیتا کیونکہ مجھ کو حضور مقتدر کی موت میں قوم کی فلاح دکھائی دیتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ حضور والا! آخر اس طفل سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے یا آپ کو اس کی کیا حرکت بری لگی ہے۔ معتضد نے کہا کہ جان رکھو کہ میں جو بھی بات کرتا ہوں وہ تجربہ کی بناء پر کرتا ہوں۔ میرا گمان تو یہ ہے کہ میں نے سارے امور کو سیدھا کر دیا ہے اور کائنات کو برائی سے پاکیزہ کر دیا ہے اس لئے اب میری موت آ جائے گی۔ پس مجھے خوف ہے کہ عوام کو میرے فرزند مکتفی کے سوا خلیفہ بننے کے لئے اور کوئی اچھا نہیں مل سکے گا اور نہ ہی رعایا اس کے سوا کسی اور کو چن سکتے ہیں۔ سو لوگ بہت جلد میرے فرزند کو خلیفہ منتخب کرلیں گے مگر مجھے مکتفی کے زیادہ عرصے تک حیات رہنے کی توقع نہیں ہے کیونکہ اس کو کنٹھ مالا کی تکلیف ہے۔ پس عنقریب اس کی وفات ہو جائے گی۔ سو مکتفی کی وفات کے بعد عوام بہت جلد ہی مقتدر کو لڑکپن میں ہی خلیفہ منتخب کریں گے جبکہ مقتدر قدرتی طور پر سخی ہے۔ سو میرا یہ اندازہ ہے کہ جتنی مقدار میں انگور اس نے خود تناول کیا ہے اتنی ہی مقدار میں ساری

ملازماؤں کو تناول کروایا ہے جبکہ ان دنوں انگور قیمتی ہیں اور اطفال کے مزاج میں طمع اور لالچ پایا جاتا ہے۔ سو مقتدر کے لڑکپن کی وجہ سے اس کے قریب خواتین کے جھرمٹ کی زیادتی ہوگی۔ اس کے علاوہ مقتدر سارا ذخیرہ کیا ہوا مال و دولت بے دریغ لٹانے گا جیسا کہ اس نے انگور کو تقسیم کر دیا ہے۔ ایسے ہی یہ بیت المال کا خاتمہ کر دے گا۔ سو اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ سرحدوں میں کمزوری واقع ہو جائے گی' امور کی کثرت ہو جائے گی' مقدموں کا بوجھ بڑھ جائے گا۔ عوام بیعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگیں گے۔ اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد خروج کی مرتکب ہونا چاہے گی حتیٰ کہ وہ ساری وجوہات پیدا ہوں گی کہ جن سے بنو عباس کی حکومت اختتام پذیر ہو سکتی ہے۔ میں کہنے لگا جناب عالی! اللہ پاک آپ کی عمر لمبی فرمائے۔ مقتدر کی پرورش آپ ہی کے زیر سایہ ہو۔ آپ ہی کی عمر میں اپنی حیات بسر کرے اور آپ ہی کے اخلاق حسنہ اختیار کر لے۔ اللہ پاک کرے کہ جو خیالات آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں حقیقت میں اس طرح نہ ہوں۔ معتضد بولا (صافی) تیرا برا ہو۔ جان رکھو جو میں نے بولا ہے ویسا ہی ہوگا۔ صافیؒ نے کہا ہے کہ میں ایک دفعہ مقتدر کے بستر کے قریب کافی لمحوں تک موجود رہا۔ مقتدر عیاشی اور کھیل کود میں مگن تھا۔ یکایک اس نے مال و اسباب حاضر کرنے کا فرمان دیا۔ سو بیت المال سے ایک تھیلی نکال کر پیش کی گئی۔ مقتدر نے وہ سارا مال لونڈیوں پر نچھاور کر دیا اور ان کے ہمراہ کھیل کود میں مگن ہو گیا۔ مجھ کو فوری طور پر معتمد کی بات یاد آ گئی۔ سو مقتدر کی یہ حالت دیکھ کر سپاہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو گرفت میں لے کر ہلاک کر دیا۔ سو پھر ساری رعایا عبداللہ بن معتز کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے بیعت کر لی گئی۔

خلافت عبداللہ بن عبدالمعتز المرتضیٰ باللہ

جس روز مقتدر کو برطرف کیا گیا اسی روز عبداللہ بن عبدالمعتز سے بیعت کر لی گئی۔ سو بیعت ان شرطوں پر ہوئی کہ اب نہ تو لڑائی ہوگی اور نہ ہی قتل و غارت ہوگی۔ سو بیعت ہونے کے بعد مقتدر کے پاس یہ تحریر کر کے نصیحت کر دی گئی کہ وہ اپنی ماں اور باندیوں کے ساتھ ظاہر کی منزل میں رہائش اختیار کر لیں۔ اس کے علاوہ حسن بن ہمدان اور کوتوال ابن عمرویہ کو یہ نصیحت کر دی گئی کہ یہ دونوں مقتدر کی رہائش گاہ کی حفاظت کریں۔ سو علم ہوا کہ ان کے پیچھے دو خادم لگ گئے جوان پر پتھر برسانے لگے۔ اس کے بعد دونوں فریقین میں خطرناک جنگ ہوئی۔ آخر کار مقتدر کے ساتھیوں کا غلبہ ہوا اور دونوں خادم ہار کا سامنا کر کے واپس لوٹ گئے۔ اس کے علاوہ مرتضیٰ باللہ کو بھی ہار کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے ساتھی بکھر گئے۔ مرتضیٰ باللہ' ابن جصاص کی رہائش گاہ میں داخل ہو کر پناہ گزین ہو گیا۔ سو مرتضیٰ باللہ ایک دن سے زائد خلیفہ کے عہدے پر قائم نہ رہ پایا۔ اسی بناء پر مؤرخین ان دونوں میں کسی بھی حکومت کو نہیں مانتے۔ چند روز بعد مقتدر باللہ کو دوبارہ طاقت ملی اور ان کو مرتضیٰ باللہ پر فتح مل گئی۔ اس کے علاوہ مقتدر باللہ نے مرتضیٰ باللہ کا گلا دبا کر اس کو ہلاک کر دیا اور عوام کو یہ کہا کہ مرتضیٰ باللہ کی وفات قدرتی طور پر واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد مرتضیٰ باللہ کو دارالحکومت سے باہر لے جا کر اس کی رہائش گاہ کے سامنے اجاڑ مقام پر دفنا دیا گیا۔ مرتضیٰ باللہ کی عمر اس لمحے پچاس برس کے قریب تھی۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ مرتضیٰ باللہ زبردست شاعر' فصیح و بلیغ اور نرم گفتار تھے۔ اس کے علاوہ علماء کرام اور ادیبوں سے

مناسبت رکھتے تھے۔ زبردست تشبیہات پر قدرت رکھتے تھے۔ سو کوئی بھی ان سے آگے نہ ہو سکا اور اس کے بعد ایک گروہ نے (جنہوں نے مقتدر کو برطرف کرنے میں زور لگایا تھا) مرتضٰی باللہ کی حمایت کی اور مرتضٰی باللہ سے بیعت کر لی۔ سو مرتضٰی باللہ 24 گھنٹے بھی خلیفہ کے عہدے پر فائز نہ رہ پائے کیونکہ مقتدر باللہ کے حمایتیوں نے چالبازی سے کام لینا شروع کر دیا تھا۔ مرتضٰی باللہ کا ساتھ دینے والوں سے زبردست لڑائی لڑی گئی۔ آخرکار مرتضٰی کا ساتھ دینے والے فرار ہو گئے اور مرتضٰی کہیں روپوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کو شب میں حراست میں لے لیا گیا۔ سو جس وقت مرتضٰی کو حراست میں لے کر مقتدر کی مجلس میں لے جایا گیا تو مقتدر نے مرتضٰی باللہ کو برف میں بے لباس کر کے لٹکانے کا فرمان دیا۔ سو مرتضٰی مسلسل برف میں ہی رہا۔ اس عالم میں مقتدر شراب پینے میں مگن تھا۔ حتیٰ کہ مرتضٰی کا انتقال ہو گیا۔ یہ قصہ تقریباً ربیع الاوّل کے مہینے 296ھ کو پیش آیا۔ اسی بناء پر مرتضٰی باللہ کو خلیفہ نہیں مانا جاتا اس لئے کہ یہ ایک روز بھی خلافت کو قائم نہ رکھ سکا اور نہ ہی کسی طرح کا کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوا۔ پھر مقتدر باللہ کی خلافت مستحکم ہو گئی اور چندروز بعد مونس خادم کے علم میں یہ بات آئی کہ مقتدر کے برخلاف کوئی چال چل کر اس کو حراست میں لینا چاہتا ہے' جبکہ اس وقت مونس لشکر کی اگلی روکی کمان کیا کرتا تھا۔ مقتدر نے اس سے مکرتے ہوئے کہا کہ میرے دماغ میں اس طرح کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ مونس سے اس بات کو خفیہ رکھنا چاہا مگر اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو پائی اور بالآخر یہ بات عوام تک پہنچ گئی۔ اس سے عوام اور کچھ ملازموں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ عوام نے یہ گمان کیا کہ یہ سارا کچھ مقتدر کے فرمان پر ہو رہا ہے۔ سو یکا یک ہی مونس بارہ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ دارالحکومت پر حملہ آور ہو گیا اور مقتدر اور اس کی والدہ سیدہ کو حراست میں لے کر اپنے محل میں آ گیا۔ اسی عالم میں لشکر کے سپاہیوں نے دارالحکومت کو لوٹا۔ مقتدر نے جس وقت یہ احوال دیکھے تو عہدہ خلافت سے اپنی برطرفی کا فیصلہ کر لیا اور برطرفی کا خط ساری سلطنت میں بھجوا دیا۔ مقتدر کی برطرفی کے بعد جس وقت اگلا روز طلوع ہوا تو سپاہیوں نے ہنگامہ مچا دیا۔ سو کوتوال کو ہلاک کر دیا اور وزیر ابن مقلہ مفرور ہو گیا اور دربان بھی مفرور ہو گئے۔ پھر چندروز بعد مقتدر باللہ واپس لوٹ آیا اور عہدہ خلافت پر فائز ہو گیا پھر اس نے اپنے برادر قاہر باللہ کو بلایا اور اپنے روبرو بٹھایا' اس کے ماتھے کو چوما اور کہا کہ اے میرے برادر اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ قاہر نے جواب میں کہا کہ اے امیر المومنین! میں اپنے بارے میں خدا سے امان کا طلب گار ہوں۔ سو مقتدر باللہ بولا بخدا! اور حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی قسم میں نے کبھی بھی آپ کی مخالفت میں کوئی تخریبی کام نہیں کیا۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ وزیر ابن مقلہ بھی واپس لوٹ آیا ہے۔ سو پھر سے مقتدر باللہ کی خلافت کے بارے میں ساری سلطنت میں تحریریں بھیجی گئیں مگر خدا کے حکم سے اس طرح ہوا کہ مقتدر باللہ اور اس کے خادم مونس کے مابین دوبارہ لڑائی شروع ہو گئی۔ سو مقتدر نے یکا یک نہر سکران میں چھلانگ لگا دی۔ پس بربری قوم نے موقع کا فائدہ اٹھا کر اس کو محصور کر لیا اور آخرکار ایک بربری فرد نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس کی گردن کاٹ کر اس کو بے لباس کر دیا گیا۔ اس کے بعد ساری بربری قوم مونس کے پاس آ پہنچی۔ اسی اثناء میں قبیلہ اکراد کے ایک شخص کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے نظارہ کیا کہ مقتدر کا بے جان جسم بے لباس ہے تو اس کو گھاس وغیرہ سے ڈھانپ کر اس کو زمین میں ایسے دفنایا کہ اس کی گور کا نام ونشان بھی عیاں نہ ہو پا رہا تھا۔ مقتدر باللہ کو 27

شوال بدھ کے دن 316ھ میں قتل کیا گیا۔ مقتدر کی عمر اڑتیس برس تھی اور وہ چوبیس برس گیارہ ماہ تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہا۔ مقتدر باللہ کے عہد خلافت میں اس کو دوبارہ منصب خلافت سے برطرف کیا گیا اور آخر کار اس کو ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مقتدر کی خلافت کا عرصہ پچیس برس ہے اور ان کی عمر اڑتیس برس تھی۔ مقتدر بے عقل' بے جا اسراف کرنے والا اور بے کار رائے دینے والا خلیفہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنی ایک باندی کو بہت بہترین اور نایاب موتی انعام کے طور پر دیا تھا جس کا کل وزن تین مثقال کے برابر تھا یا پھر اس کی اتنی ہی قیمت تھی۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ اس موتی کی قیمت اس زمانے میں اَسّی لاکھ دینار ہوا کرتی تھی۔ راضی اللہ' مقتفی باللہ' اسحٰق اور مطیع اللہ یہ سب مقتدر باللہ کی اولادیں ہیں۔

خلافت محمد القاہر باللہ

مقتدر باللہ کی وفات کے بعد ان کے برادر ابو منصور محمد بن معتضد باللہ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ شوال کے مہینے کی دو آخری شبوں میں ان سے بیعت کر لی گئی۔ سو جس وقت ان کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو انہوں نے اپنے بھائی کے بیٹے مکتفی باللہ کو ہتھکڑیاں لگوا دیں۔ اس کے بعد مکتفی باللہ کو اس طرح کی رہائش گاہ میں قیدی بنا دیا گیا جو کہ پکی اینٹوں سے بند کی گئی تھی۔ آخر کار مکتفی کی اسی کیفیت میں وفات ہوگئی۔ ایسے ہی قاہر باللہ نے مقتدر کی والدہ سیدہ کو بھی حراست میں لیا اور ان سے اتنی مقدار میں فدیہ مانگا کہ وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان پر جبر کیا اس کے علاوہ ان کو مختلف قسم کی اذیتیں دیں حتیٰ کہ سیدہ کو الٹا آویزاں کروایا۔ سو ان کا پیشاب بہتے ہوئے ان کے منہ میں آیا کرتا تھا اور سیدہ یہ کہا کرتی تھیں کہ کیا میں قرآن پاک کے لحاظ سے تیری والدہ نہیں؟ کیا میں نے اول دفعہ اس سے پہلے اپنے فرزند سے تم کو چھوٹ نہیں دلوائی؟ پھر بھی تم مجھ کو تکلیفیں دیتے ہو اور فدیہ مانگ رہے ہو اس لمحے جب میرے پاس اس کو دینے کی استطاعت نہیں ہے۔ سو کچھ لمحوں بعد سیدہ وفات پا گئی۔ چند روز بعد قاہر باللہ کے لشکر نے غداری کی اور فتنہ مچا کر دیوان کے ہر در سے حملہ کر دیا۔ آخر کار قاہر باللہ غسل خانے کے اوپر دوڑ کر کسی مقام پر مفرور ہو گیا مگر کچھ دیر بعد ہی سپاہیوں نے اس کو قیدی بنا لیا اور حکومت سے برطرف کر کے اس کی آنکھوں کو نکال دیا۔ یہ واقعہ یقیناً جمادی الثانی 322ھ میں پیش آیا۔ ابن طریق نے بیان کیا ہے کہ قاہر باللہ نے کچھ خوفناک جرم کئے تھے جن کی مثل اس سے قبل نہیں ملتی۔ اس کے بعد ایک لمبا مضمون تحریر کیا ہے۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک شخص نے اس بات کا ذکر کیا کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصورہ میں نماز پڑھنے میں مگن تھا کہ یکا یک ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہو چکا ہے اور اس کے بدن پر پیلے رنگ کا جبہ اور روئی سے بھرا گدا ہے۔ اس کیفیت میں وہ یہ بول رہا ہے کہ اے انسانو! تم صدقے کے ذریعے میرا ساتھ دو کیونکہ کل میں بادشاہ تھا اور اب میں مسلمانوں کی امت میں ساروں سے زیادہ محتاج ہو چکا ہوں۔ سو میں نے لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو لوگ بولے کہ یہ شخص قاہر باللہ ہے۔ اس داستان سے انسانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اللہ پاک اپنے غضب سے امان میں رکھے۔ قاہر باللہ چھ برس' چھ مہینے اور سات روز تک عہدۂ خلافت پر فائز رہا۔ قاہر باللہ نشے کا عادی' بے ہودگی والا اور جھگڑالو بادشاہ ہوا کرتا تھا۔

اس کے پاس ایک نیزہ ہوا کرتا تھا جس وقت تک قاہر باللہ اس نیزے سے کسی کو ہلاک نہ کر دیتا تب تک اس کو رکھا نہیں

کرتا تھا۔ اگر دانائی و حکمت رکھنے والے دربانوں کا وجود نہ ہوتا تو قاہر باللہ انسانوں کو نیست و نابود کر دیتا۔

خلافت ابوالعباس احمد راضی باللہ بن المقتدر

قاہر باللہ کی برطرفی کے بعد ان کے برادر ابوالعباس احمد راضی باللہ بن مقتدر عہدۂ خلافت پر فائز ہوئے۔ جس روز قاہر باللہ کو خلافت سے برطرف کیا گیا اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی۔ راضی باللہ نے ابوعلی بن مقلہ کو اپنا وزیر منتخب کیا۔ راضی باللہ نے خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوتے ہی قاہر باللہ کی جیل سے سارے قیدی لوگوں کو آزاد کر دیا پھر امیر محمد بن رائق کو بلایا گیا۔ یہ اس وقت واسط کے مقام پر جاہ و جلال سے اپنا فرمان عائد کر رہے تھے۔ سو جس وقت حالات میں خرابی پیدا ہوئی تو وزیر قابو سے باہر ہو گئے تو ان کی حاجت کا احساس ہوا۔ سو ان کو بغداد طلب کر کے امیر الامراء کے عہدے پر فائز کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ حکومت کے ضروری کام ان کے حوالے کر دیئے گئے اور ان کو انعامات و کرامات عطا کئے گئے اور دارالحکومت کا جھنڈا بھی ان کے حوالے کر دیا گیا۔ ان دنوں میں ہی وزیر کے عہدے کو ختم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ باقی سب عہدوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ سو حکومت ان کے ہاتھ میں رہی جنہوں نے زور زبردستی کر کے کسی مقام پر اپنا شکنجہ جما رکھا تھا۔ امیر محمد بن رائق کو 25 ذی الحجہ 324ھ کو طلب کر کے عزت بخشی گئی۔ اس کے بعد جس وقت 325ھ کی شروعات ہوئی تو زمین پر فکر و پریشانی کا عالم پیدا ہو گیا۔ کئی علاقوں پر قوت رکھنے والے حکمران قابض ہو گئے۔ سو جس کا بس جس بھی مقام پر چل پایا اس نے وہیں قبضہ کر لیا اور وہاں کا بادشاہ بن گیا۔ سو عبداللہ البریدی اور ان کے برادران کے قبضہ میں بصرہ' واسط اور اہواز وغیرہ کے علاقے آ گئے۔ عمادالدین بن بویہ اور فارس بن حمدان کے قبضہ میں موصل' دیار بکر' دیار ربیعہ' دیار مضر وغیرہ کے مقامات آ گئے تھے۔ اخشید بن طغج نے مصر اور شام پر اپنا تسلط قائم کیا۔ مراکش اور افریقہ کے مقامات پر مہدی کا قابو ہو گیا۔ اندلس پر بنوامیہ کی حکمرانی ہو گئی تھی۔ نصر بن احمد سامانی نے خراسان اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔ ابوطاہر قرمطی نے یمامہ' ہجر اور بحرین کے مقامات پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ دیلم کے قبضے میں طبرستان اور جرجان کے علاقے تھے۔ سو راضی باللہ اور امیر محمد بن رائق نے زیر حکومت بغداد اور ارد گرد کے مقامات کے سوا اور کچھ بھی نہ رہا۔ آخرکار راضی باللہ کی حکومت ریزہ ریزہ ہو گئی۔ عدالتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ حکومت میں کمزوری پیدا ہو گئی اور ہر طرف ویرانی پھیل گئی۔ راضی باللہ عیاشی اور کثرت جماع کا عادی تھا۔ اس کے علاوہ اس کو کھانسی اور پیاس کی کثرت (استقاء) کا مرض لاحق تھا۔ سو راضی باللہ کا انتقال ہفتہ کی شب 15 ربیع الاول 329ھ کو ہو گیا۔ ان کی عمر کل بتیس برس اور کچھ مہینے تھی۔ راضی باللہ کا عرصۂ خلافت چھ برس دس مہینے تھا۔ راضی باللہ سخاوت کرنے والا' ادیب' اعلیٰ ظرف اور خوش بیان شاعر ہوا کرتا تھا۔ اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ راضی باللہ کی عمر محض بائیس برس تھی اور ان کی حکومت کا عرصہ چھ برس دس روز تھا۔ اس کے علاوہ راضی باللہ چھوٹے قد' سانولی رنگت اور کمزور جسم والا شخص تھا۔ راضی باللہ کی زبردست شاعری کی اشاعت ہو چکی ہے۔ سو ایک دفعہ راضی باللہ نے سامرا کے مقام پر ایک خطاب فرمایا جو کہ نہایت اثر انگیز ثابت ہو گیا۔ پھر وہ کچھ روز تک علالت کا شکار رہا' اس کو لہو کی قے ہو گئی جس سے ان کی وفات ہو گئی۔

خلافت ابراہیم متقی باللہ

خلیفہ راضی باللہ کی وفات کے بعد ان کے برادر ابوالعباس ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز ان کے برادر راضی باللہ کا انتقال ہوا اسی روز متقی باللہ سے بیعت کر لی گئی۔ سو راضی باللہ کی وفات کی اطلاع پا کر متقی باللہ نے شکرانے کے نوافل ادا کئے اور منبر پر تشریف آور ہوا۔ متقی باللہ دین پر عمل کرنے والا اور متقی بادشاہ تھا۔ اسی بناء پر اس کا اسم متقی باللہ ہی رکھ دیا گیا۔ متقی نے اپنی حکومت کے سارے کام امیر حکم ترکی کے حوالے کر دیئے تھے۔ متقی کا محض اسم ہی چلایا جاتا تھا۔ چند روز بعد نوروز بغداد پر قابض ہو گیا اور متقی باللہ کو برطرف کر کے اس کے چچا کے فرزند مستکفی باللہ کے حوالے عہدہ خلافت کیا پھر متقی باللہ کو جزیرہ قرب سفد یہ کی جانب جلاوطن کر ڈالا اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی جبکہ انہوں نے حکومت سے برطرفی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ قصہ 20 صفر 333ھ کو رونما ہوا۔ متقی باللہ تین برس گیارہ مہینے تک خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے۔ اکثر علماء کرام نے چار برس کا تذکرہ کیا ہے۔ متقی باللہ کا انتقال 377ھ میں ہوا اور پیدائش 297ھ میں ہوئی۔ متقی باللہ کے باپ ان سے محض پندرہ برس بڑے تھے۔ متقی باللہ روزہ کی پابندی کرنے والے' تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کرنے والے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے حکمران تھے۔ متقی نے منشیات کو بھی چھوا تک نہیں۔ متقی باللہ حکومت سے برطرف ہونے کے بعد چوبیس برس تک حیات رہا۔

خلافت عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی

متقی باللہ کی برطرفی کے بعد ان کے چچا کے فرزند ابوالعباس عبداللہ المستکفی باللہ بن المکتفی بن المعتضد کو خلیفہ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ جس روز متقی باللہ کو خلافت سے برطرف کیا گیا اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی۔ مستکفی نے خلیفہ بنتے ہی نوروز کو تحفے اور خلعت دی اور سلطنت کے کام اس کے حوالے کر دیئے۔ مستکفی کے عہد خلافت میں ہی معز الدولہ بن بویہ کی بغداد میں آمد ہوئی تو مستکفی نے ان کو بھی انعامات و خلعت دے کر ''ماوراء باب'' کے اہم کام ان کے حوالے کر دیئے اور ان کے اسم سے ہی سکہ ڈھال کر اسے جاری کروا دیا۔ اس کے علاوہ ان کو منبر پر خطبہ دینے کی رائے دی گئی اور ان کو معز الدولہ کا لقب دیا گیا۔ سو ان کے برادر ابوالحسن علی کا لقب عماد الدولہ منتخب ہوا اور یہ بنی بویہ میں ساروں سے بڑی عمر کے تھے۔ عماد الدولہ کے متعلق انوکھے قصوں کو شہرت حاصل ہے۔ (ان کی تفصیل انشاء اللہ بہت جلد ''باب الحاء لفظ الحیۃ'' میں بیان ہو گی) ان کے تیسرے برادر کا لقب رکن الدولہ منتخب کیا گیا۔ شاید درمیان والے بھائی تھے۔ ان کے بارے میں بھی انوکھے قصے شہرت رکھتے ہیں۔ (باب الدال' الدابۃ میں اس کو مفصل تحریر کیا جائے گا انشاء اللہ)

معز الدولہ کی تشریف آوری یقیناً 334ھ میں ہوئی تھی۔ ان دنوں میں ہی مستکفی کو برطرف کر دیا گیا۔ برطرف کرنے کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی آدمی نے معز الدولہ کو یہ اطلاع دی کہ مستکفی تم کو قتل کروانے کا خواہاں ہے۔ سو چند روز کے بعد معز الدولہ مستکفی کی مجلس میں پیش ہوا۔ ہاتھوں اور پیروں کو چوما۔ ان کے لئے نشست لائی گئی۔ سو معز الدولہ اس پر تشریف فرما ہو گیا۔ اس کے کچھ لمحوں بعد دیلم کے دو افراد نے معز الدولہ کی جانب اپنے ہاتھ کئے تو مستکفی نے یہ گمان کیا کہ یہ لوگ میرے

ہاتھوں کو چومنا چاہتے ہیں توان افراد نے مستکفی کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے کر اپنی جانب کھینچ لیا اور جو کوئی بھی تخت پر موجود تھے ساروں کو اتار ا اور مستکفی کی پگڑی کو اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ان کو گھسیٹتے ہوئے معز الدولہ کے قریب لائے تو ان کو قیدی بنا دیا گیا۔ اس کے بعد ان کو برطرف کر کے ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور دار الحکومت میں لوٹ مار مچائی گئی حتیٰ کہ کوئی بھی شے واپس نہ پہنچ پائی۔ یہ قصہ 22 جمادی الثانی 334ھ کو پیش آیا۔ مستکفی کا انتقال 343ھ میں معز الدولہ کی رہائش گاہ پر ہوا۔ مستکفی نے چھیالیس برس کی عمر پائی اور ان کی خلافت کا عرصہ ایک برس چار مہینے ہے۔

خلافت ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر

یہ چھٹے حکمران تھے بہر حال ان کو برطرف کر دیا گیا۔

مستکفی باللہ کی برطرفی کے بعد ان کے چچا کے فرزند ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر چونتیس برس تھی۔ جس روز مستکفی باللہ کو برطرف کر دیا گیا' اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی۔ اس کے علاوہ حکومت کے کئی کام معز الدولہ کی نگہبانی میں ہی رہے۔ مطیع اللہ کے دور حکومت میں معز الدولہ کی وفات 256ھ کو بغداد میں ہوئی۔ معز الدولہ کی حکومت عراق میں اکیس برس گیارہ مہینے تک قائم رہی۔ معز الدولہ بہادر اور قوت مند حاکم تھا۔ معز الدولہ بد خلق تھا مگر احوال نے اس کو تجربہ شناس بنا ڈالا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔ حتیٰ کہ معز الدولہ کو وہ مرتبہ ملا کہ اس سے پہلے اسلام میں خلفاء کے علاوہ اور کسی کو یہ مرتبہ نہیں مل پایا۔ سو جس وقت معز الدولہ کی وفات ہوئی تو اس کے فرزند نے حکومت کو سنبھالنا شروع کر دیا اور اپنے باپ کی خلعت پہن لی۔ سو ان کو انعامات و کرامات دی گئیں اور ان کی حکمرانی مستحکم ہوگئی۔ مطیع اللہ کے عہد خلافت میں مصر کے امیر کافور الاخشیری کی 358ھ میں وفات ہوئی۔ مصر میں اس کی حکمرانی غالباً بائیس برس تک رہی۔ کافور کے انتقال کے بعد قیروان کا حکم جوہر القائد جو کہ معز الدین کا خادم ہوا کرتا تھا اس کی مصر میں آمد ہوئی۔ سو اس نے عوام کو معز الدین سے بیعت کرنے کے لئے مدعو کیا اور عوام سے ان کے لئے بیعت کی۔ سو بنو عباس کے رابطے مصر کے ساتھ اختتام پذیر ہو گئے اور جوہر القائد لشکروں کے قیام کے لئے قاہرہ کو بنوانے میں مصروف ہو گیا۔ ان سارے معاملات کے بعد معز الدین اللہ 8 رمضان المبارک 362ھ کو مصر میں تشریف لایا۔ یہ مصر کا اول فاطمی خلیفہ بنا تھا۔ سبکتگین ترکی معز الدولہ کا ساروں سے بڑا دربان ہوا کرتا تھا۔ بغداد میں اس کا اتنا رعب و دبدبہ ہو گیا کہ یہ بغداد پر قابض ہو گیا۔ سو ہر گزرتے روز کے ساتھ معز الدولہ کے ہاں اس کی شان و شوکت میں بڑھوتری ہوتی رہی حتیٰ کہ امور میں اس کی دخل اندازی ہونے لگی اور اس کا فرمان صادر ہونے لگا تو مطیع اللہ کو اس سے خطرے کا احساس ہوا۔ سبکتگین کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی۔ سو یہ بذات خود حکومت سے برطرف ہو گیا اور حکومت اپنے فرزند عبدالکریم کے حوالے کر ڈالی۔ مگر کچھ علماء کرام ابوبکر کا اسم بیان کرتے ہیں۔ اکثر افراد کا یہ بھی کہنا ہے کہ عبدالکریم کی کنیت ابوبکر ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد اس کو طائع اللہ کے اسم سے شہرت مل گئی۔ یہ سارے حالات 13 ذیقعدہ 363ھ کو رونما ہوئے۔ آخر کار مطیع اللہ کا انتقال 364ھ میں دیر عاقول میں ہو گیا۔ ان کے انتقال اور برطرفی کے مابین دو مہینے کی مدت گزری تھی۔ مطیع اللہ کی عمر کل تریسٹھ برس تھی۔ مطیع اللہ صدقہ و خیرات کرنے والا اور قوت مند حکمران تھا مگر

یہ اپنے دور میں عاجز ہو چکا تھا کیونکہ خلافت پر اس کے نام کے سوا اور کوئی بس نہیں چل رہا تھا۔ مطیع اللہ انتیس برس چار مہینے تک عہدہ خلافت پر مامور رہے۔

خلافت ابوبکر عبدالکریم الطائع باللہ

خلیفہ مطیع اللہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند عبدالکریم ابوبکر طائع اللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز ان کے والد محترم کو برطرف کیا گیا تھا اسی روز ہی ان سے بیعت کر لی گئی۔ بوقت بیعت ان کی عمر سینتالیس برس تھی۔ بنوعباس میں ان سے زیادہ دراز حیات کا کوئی حکمران نہیں گزرا۔ راس مال الندیم نے کہا ہے کہ کائنات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ اور طائع اللہ کے سوا کوئی بھی حکمران اس طرح کا نہیں ہوا جو اپنے باپ کی عمر میں عہدہ خلافت پر متمکن ہوا ہو۔ سوئے اتفاق ہے کہ ان دونوں ہستیوں کا اسم بھی ابوبکر ہی تھا اور یہ چھٹے حکمران ہوئے ہیں۔ سو رسم کے مطابق ان کو بھی برطرف کر دیا گیا (اس کو آگے تفصیل سے بیان کیا جائے گا انشاء اللہ) ابوبکر عبدالکریم کو چھٹا خلیفہ تب مانا جاتا ہے جو ابن المعتز کو خلیفہ نہ مانا جائے۔ اگر ابن المعتز کا شمول خلیفاؤں میں ہو تو پھر مطیع اللہ چھٹے حکمران نہیں ہوں گے۔ ابن المعتز نے خود کو اپنی مرضی سے برطرف کر لیا تھا کیونکہ وہ فالج کا شکار ہو گئے تھے۔ سو جس وقت طائع اللہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے سبکتگین ترکی کے لئے "ماوراء باب" کی حکمرانی کو انعام کے طور پر دے دیا۔ طائع اللہ کی خلافت کے زمانے میں شاہ عضدالدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ بغداد پر قابض ہوئے تو طائع اللہ نے عضدالدولہ کو شاہی قلادہ دیا اور انعام کے طور پر ہار گن پہنا دیئے اور دو جھنڈے ان کے حوالے کئے اور ماوراء الباب کے علاقے کو ان کے حوالے کر دیا۔ سو عضدالدولہ نے ابوطاہر بن بقیہ کو عزالدولہ کا مشیر منتخب کر دیا تو ابوطاہر نے عزالدولہ کو ہلاک کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ سو ان کے باپ حسن بن انباری نے کچھ انوکھی شاعری بیان کی ہے جس کو ہم نے یہاں نقل کیا ہے:

علو فی الحیاۃ وفی الممات لحق انت احدی المعجزات

"تم عظیم الشان ہو حیات اور مرنے میں اور یہ بات درست ہے کہ تم اعجازی شکلوں میں سے ایک ہو۔"

کان الناس حولك اذا قاموا وفود نداك ایام الصلات

"افراد تیرے گرد و نواح جس وقت کھڑے ہوا کرتے ہیں تو اس طرح لگتا ہے کہ بخشش و کرم کی فضاؤں میں تیری سخاوت کے نمائندوں کی جماعت ہے۔"

کانك قائم فیھم خطیبا وکلھم قیام للصلوٰۃ

"گو کہ تم ان کے مابین خطاب کرنے والے کے لحاظ سے کھڑے ہو اور وہ سارے نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔"

مددت یدیك نحوھم احتفاء کمدکھا الیھم بالھبات

"تم اپنے ہاتھ ان کی جانب وا کر کے بڑھائے ہوئے ہو گویا کہ تمہارے ہاتھ عطیات دینے کے لئے ان سب کی جانب بڑھے جا رہے ہوں۔"

ولما ضاق بطن الارض عن ان یضم علاك من بعد الممات

''اور جس وقت ارض میں تنگی ہوگی اس سے کہ وہ وفات کے بعد تیری برتری سے ملے۔''

اصاروا الجو قبرك واستعاضوا عن الاكفان ثوب السافیات

''پس انہوں نے تیری گور ہوا میں بنادی اور کفن کی جگہ ہوا میں اڑان کرنے والے لباس پہنچادیئے۔''

بعظمك فی النفوس تبیت ترعی بحراس وحفاظ ثقات

''تیری بڑائی نفوس میں جگہ بنائے جارہی ہے اور تمہاری یہ کیفیت ہے کہ تم پہرے داروں اور اعتماد کے قابل حفاظت کرنے والوں کی مانند ان کی نگہبانی کیا کرتے ہو۔''

وتوقد حولك النیران قدما كذالك كنت ایام الحیاة

''اور تیرے گردونواح میں قدم قدم پر آتش روشنی کرتی ہے اور تم ایسے ہی حیات کے دن بسر کررہے ہو۔''

رکبت مطیة من قبل زید علاها فی السنین الماضیات

''تم زید کی جانب سے ایسی سواری میں بیٹھے ہو جس نے اس کو پہلے برس میں بلندو برتر کردیا ہے۔''

وتلك قضیة فیها تاس تباعد عنك تعیر العداة

''اور یہ مایوس کرنے والا سلسلہ ہے جو کہ تم سے عداوت رکھنے والوں کی شرم کو دور کردیا کرتا ہے۔''

ولم ارقبل جذعك قط جذعا تمكن من عناق المكرمات

''اور میں نے اس تنے سے قبل کسی کا تنا نہیں دیکھ رکھا (جس میں سولی پر لٹکایا گیا ہو) کہ جس سے عصمتوں کے ساتھ بغل گیر ہوا ہو۔''

اسات الی النوائب فاشتارت فانت قتیل ثار النائبات

''میں نے گردشوں کے ساتھ شر کا ارتکاب کیا تو انہوں نے روشنی کردی۔ بہر حال تو مصیبتوں کو ختم کردینے والے ہو۔''

وکنت تجیرنا من صرف دهر فعاد مطالبا لك بالتراث

''اور تم ہم کو مشکلوں سے امان میں رکھتے تھے اور اب بدلے کا مطالبہ فلاح پا گیا ہے۔''

وصیرد هرك الاحسان فیه الینا من عظیم السیئات

''اور اس دور کا ہم لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ جس نے ہم کو مشکلوں میں مبتلا کردیا ہم لوگوں کے لئے نہایت بڑا گناہ ہے۔''

وکنت لمعشر سعدا فلما مضیت تفرقوا بالمنحسات

''اور تم سماج کے لئے بھلائی کا ذریعہ ہو تیرے جاتے ہی لوگ بدنصیبیوں میں مبتلا ہوگئے ہیں۔''

غلیل باطن لك فی فوادی حقیقی بالدموع الجاریات

''میرے قلب میں تیری جلن و درد بہت گہرائی میں ہے جو اصل میں اشکباری کے لائق ہے۔''

ولو انی قدرت علی قیام بفرضك والحقوق الواجبات

''اور کاش میں تیرے حقوق و فرائض اور واجبات کی ادائیگی کی اہلیت رکھتا۔''

ملات الارض من نظم القوافی ونحن بھا خلاف النائحات

''تو میں قافیہ بنا کر ارض کو بھر ڈالتا اور نوحہ کرنے والوں کی مخالفت میں نوحہ کیا کرتا۔''

ولکنی اصبر عنك نفسی مخافة ان اعد من الجناة

''مگر میں تیرے لئے صابر ہوں اس ڈر سے کہ کہیں میرا شمول جرم کرنے والوں میں ہو جائے۔''

ومالك تربة فاقول نسقی لانك نصب ھطل الھاطلات

''اور تمہاری قید کتنی زبردست ہے بہرحال میں سیراب ہو جانے کے لئے دعا گو ہوں کیونکہ تم برس جانے والی بارش کی نشانی ہو۔''

علیك تحیة الرحمن تتری برحمات غواد لائحات

''تجھ پر رحم کرنے والے کی مہربانی ہو اور تم کو روز و شب ہونے والی مہربانی و بخشش ڈھک لے۔''

عضد الدولہ کا انتقال: شہنشاہ عضد الدولہ بن بویہ کا انتقال ذی الحجہ کے مہینے میں 372ھ میں ہوا۔ ان کی عمر کل انچاس برس گیارہ مہینے تھی۔ عضد الدولہ کی خلافت عراق' کرمان' عمان' خوزستان' موصل' دیار بکر' حران اور منبج وغیرہ تک وسیع تھی۔ عضد الدولہ نے پانچ برس تک بغداد میں خلافت کے فرائض سرانجام دیئے۔ سلطان عضد الدولہ بہترین بادشاہ' نیک' ذہانت اور دبدبہ والے شخص تھے۔ ان کے ذہین ہونے کے بارے میں انوکھی داستانوں کو شہرت حاصل ہے جن کو یہاں مفصل بیان نہیں کیا جا سکتا۔ عضد الدولہ وہ اول شخص ہیں جن کو اسلام میں شہنشاہ کہا گیا ہے۔ عضد الدولہ کی جس وقت وفات ہونے لگی تو وہ یہ کلمے پڑھ رہا تھا:

مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۝

''مجھ کو میری دولت نے کوئی نفع نہ دیا اور میری خلافت میرے سے تباہ ہو گئی۔'' (الحاقہ)

سو ان آیتوں کو پڑھتے ہوئے عضد الدولہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ جس وقت یہ فوت ہوئے تو ان کی وفات کی اطلاع کسی کو بھی نہیں دی گئی۔ اس کے بعد ان کو دار الخلافت بغداد میں دفنایا گیا۔ سو جس وقت عوام کو عضد الدولہ کی وفات کی خبر ہوئی تو انہوں نے عضد الدولہ کو لحد سے نکال کر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مشہد پر دفنایا۔ عضد الدولہ نے وفات سے قبل ہی مشہد بنوالی تھی (اس کو ''باب الفاء'' میں ''الفہد'' کے موضوع سے بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ عضد الدولہ باغ میں سیر کرتے ہوئے چل رہا تھا وہ کہنے لگا کہ اگر آج بادل برس جاتے تو بہت لطف آتا۔ سو جس وقت وہ یہ بولا تو برسات شروع ہو گئی۔ سو پھر اس نے یہ شاعری کی:

لیس شراب الراح الافی المطر وغناء من جوار فی السحر

''شراب پینا تو محض بارش کے موسم میں ہی بھلا لگتا ہے اور گیت گانے والی باندیوں سے سویرا اچھی محسوس ہوتی ہے۔''

ناعمات سالبات النھی ناغمات فی تضاعیف الوتر

''جو باندیاں نازک اندام اور دانائی کو ماؤف کرنے والی ہیں جو تانت کے ڈبل کرنے میں گیت کا شر نکالا کرتی ہیں۔''

مبرزات الکاس من مطلعھا ساقیات الراح من فاق البشر

''مطلع سے پیالوں کو نکال لینے والی ہیں اور لوگوں میں معزز شخص کو شراب نوش کرانے والی ہیں۔''

عضد الدولة وابن رکنھا ملك الاملاك غلاب القدر

''عضد الدولہ ابن رکن بادشاہ اور قدرت پر غلبہ پانے والا ہے۔''

سھل الله له بغیته فی ملوك الارض مادار القمر

''اللہ پاک نے اس کے لئے آرزوؤں کو اس اراضی کے حکمرانوں میں روز قیامت تک سہل کر دیا ہے۔''

واراہ الخیر فی اولادہ یساس الملك منھم بالغرر

''اور میں اس کے بچوں میں خیرت اور اچھائی کو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ سلطنت میں سہل طریقے سے خلافت کریں گے۔''

سو غلاب القدر کے کہنے کے لحاظ سے یہ شاعری کرتے ہی ملک الموت کی آمد ہوئی۔ سو جس وقت عضد الدولہ کی وفات ہو گئی تو اس کا فرزند بہاء الدولہ سلطنت کا سردار بن گیا۔ سو طائع اللہ نے فرزند کو انعامات و کرامات دیئے اور اس کے باپ کی خلعت اس کو پہنا دی۔ اس کے بعد بہاء الدولہ نے طائع اللہ کو حراست میں لے کر نظر بند کیا اور دارالحکومت کو لوٹا۔ پھر بہاء الدولہ نے عوام کو اس بات کا ضامن بنایا کہ طائع اللہ بذات خود حکومت سے برطرف ہوا ہے۔ یہ حالات شعبان کے مہینے میں 381ھ میں پیش آئے۔ پھر طائع اللہ کی ساری حیات برطرفی اور نظر بندی میں ہی بسر ہوئی۔ آخر کار شب عید 393ھ کو اس کی وفات ہو گئی۔ طائع اللہ کی عمر اٹھہتر برس ہے اور یہ کل سترہ برس اور نو مہینے تک عہدہ خلافت پر فائز رہا۔ بادشاہ طائع اللہ سرخ و زرد رنگت' متوسط قامت' بڑی ناک' دلیر' قوت مند' شجاع اور سخاوت کرنے والا شہنشاہ تھا مگر طبیعت میں گرمی رکھتا تھا اور اس کا ہاتھ بنو بویہ کے سارے بادشاہوں میں چھوٹا ہوا کرتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد قادر باللہ بن اسحاق

خلیفہ طائع اللہ کی برطرفی کے بعد ابوالعباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد عہدۂ خلافت پر متمکن ہوا۔ جس شب طائع اللہ کو خلافت سے برطرف کیا گیا اسی شب ان سے بیعت کر لی گئی تھی۔ اس لمحے ان کی عمر چوالیس برس تھی۔ قادر باللہ اچھا برتاؤ کرنے والا اور صدقہ و خیرات کرنے والا اور محتاجوں سے انسیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ فقیروں کی عزت کیا کرتا تھا مگر خلافت کے امور میں مفتوح ہو گیا تھا۔

انتقال: قادر باللہ کی وفات ذیقعدہ میں ہوئی۔ اکثر علماء کرام سے عید الاضحیٰ کی شب کی بابت نقل کیا گیا ہے اور اکثر نے

کہا ہے کہ قادر باللہ کا انتقال 11 ذی الحجہ 426ھ کو ہوا۔ ان کی عمر ستاسی برس ہوئی تھی۔

عادات: مؤرخین نے کہا ہے کہ یہ سفید رنگ اور لمبی قامت کا شخص تھا۔ اس کی عمر اکتالیس برس اور کچھ مہینے ہوئی اور اکثر علماء کرام نے کچھ مہینے کی تفصیل تین مہینے بیان کی ہے۔ اکثر علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ قادر باللہ کی عمر ستاسی برس تھی۔ علماء کرام قادر باللہ کی وضع قطع کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی رنگت سفید' داڑھی لمبی ہوا کرتی تھی اور وہ ضعیف ہونے کی بناء پر بال رنگا کرتے تھے۔ قادر باللہ صدقہ دینے کی عادت رکھتا تھا اور نماز تہجد ادا کرنے والا شخص تھا۔ اس کے علاوہ ایماندار بھی تھا۔ سنت کے عنوان پر ان کی ایک کتاب بھی ہے۔ قادر باللہ نے معتزلہ اور روافض کی بہت مخالفت کی۔ ان کا معمول ہر جمعہ کو ختم قرآن کرنا تھا۔

قادر باللہ عوام کو طلب کر کے وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔

خلافت ابوجعفر عبداللہ القائم بامر باللہ بن القادر باللہ

خلیفہ قادر باللہ کی وفات کے بعد ان کا فرزند ابوجعفر عبداللہ قائم بامراللہ بن قادر باللہ منصب خلافت پر متمکن ہوا۔ جس یوم کو اس کے والد محترم کی وفات ہوئی اسی دن ہی ان سے بیعت کر لی گئی۔ قائم بامراللہ کے عہد خلافت میں سلاطین سلجوقیہ کے عہد کلی کا آغاز ہوا اور بنو بویہ کی خلافت کا اختتام ہوا۔ بنو بویہ کی خلافت ایک صدی اور ستائیس برس کے قریب رہی۔ یقیناً یہ دور 430ھ تک رہا۔ ابن البطریق اپنی تاریخ میں چھیالیسویں باب میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قائم بامراللہ کی سیرت: قائم بامراللہ سفید رنگت' پر وجاہت سرخی مائل' پرہیزگار' سچے و بندگی کرنے والے اور مومنوں کی حاجت روائی کرنے والے خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ علماء کرام کی عظمت اور فقیروں کی اصلاح کے اعتقاد رکھنے والے تھے۔ قائم بامراللہ جتنے روز خلیفہ رہے شاید ہی کوئی حکمران رہا ہو۔ قائم بامراللہ سخاوت کرنے والے اور حکمرانوں میں علم و فضائل کی بناء پر شہرت پا گئے۔ سو وہ اسی روز سے روزے اور تہجد کے پابند ہو گئے تھے۔ قائم بامراللہ جائے نماز پر ہی سو جایا کرتے۔ سو انہوں نے شب کو سونے کے لئے کبھی دوسرا لباس تبدیل نہ کیا۔

انتقال: قائم بامراللہ کی وفات 10 شعبان 467ھ کو ہوئی۔

عرصۂ خلافت: قائم امراللہ کا عرصۂ خلافت چوالیس برس اور آٹھ مہینے ہے۔ اکثر علماء کرام نے چوالیس برس نو مہینے کا قول بیان کیا ہے اور کچھ علماء کرام ان کی خلافت کا عرصہ پینتالیس برس بتاتے ہیں۔ قائم بامراللہ کی محترم ماں کا اسم ''ارمینیہ'' ہوا کرتا تھا۔ اللہ پاک ان پر اپنا کرم فرمائے۔

خلافت ابوالقاسم المقتدی بامراللہ بن محمد بن القائم

قائم بامراللہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند کے صاحبزادے ابوالقاسم عبداللہ المقتدی بامراللہ بن محمد بن القائم بامراللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز ان کے دادا قائم بامراللہ کی 13 شعبان 467ھ میں وفات ہوئی اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی۔ قائم بامراللہ اس طرح فوت ہوئے کہ انہوں نے عدالت میں سینگی لگوائی جس بناء پر بدن سے بہت زیادہ لہو کا اخراج ہوا اور بدن

میں کمزوری پیدا ہوگئی تو پھر انہوں نے اپنے پوتے کو طلب کر کے اس کو اپنا جانشین بنالیا۔ اس روز اسے علماء کرام اور آئمہ کرام کے ہجوم عام میں مقتدی بامر اللہ کے خطاب سے نوازا گیا۔

ایک داستان: ایک دفعہ مقتدی کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ سو مقتدی نے کھانا کھالیا اور اپنے ہاتھوں کو دھولیا۔ یہ بہت صحت مند و توانا ہوا کرتے تھے۔ ان کے قریب قہرمانہ شمس تشریف فرما تھی۔ مقتدی ان سے کہنے لگا کہ یہ کون افراد ہیں جو منظوری کے بغیر ہی اندر داخل ہو گئے ہیں۔ قہرمانہ نے نظر دوڑائی تو علم ہوا کہ کوئی بھی نہیں آیا۔ اس کے بعد قہرمانہ نے مقتدی کی جانب دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔ ہاتھوں میں ڈھیلا پن اور جسمانی اعضاء میں کمزوری کا احساس ہوا پھر وہ زمین پر گر پڑے۔ قہرمانہ کو لگا کہ شاید ان پر بے ہوشی کی کیفیت چھا گئی ہے اور کچھ لمحوں بعد ایک دم سے ہی ان کی وفات ہوگئی مگر قہرمانہ چپ رہی۔ سو ایک ملازم کو طلب کر کے بولی کہ تم ابو منصور وزیر کو بلا کے لاؤ۔ پھر یہ دونوں ہی رونا شروع ہو گئے۔ کچھ لمحوں بعد دونوں ابوالعباس احمد مستظہر بن مقتدی کے پاس آئے کیونکہ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد منتخب کر رکھا تھا۔ دونوں نے افسوس کا اظہار کیا اور پھر حکمران بننے کی مبارکباد دی۔

انتقال: مقتدی بامر اللہ کی عمر تیس برس ہوئی اور عرصۂ خلافت انیس برس اور کچھ مہینے تھی۔ اکثر علماء کرام نے تین مہینے بیان کیا ہے اور اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ ان کی عمر تیس برس تھی اور ان کا انتقال ماہ محرم 487ھ میں ہوا۔ اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ مقتدی بامر اللہ کو ان کی باندی نے زہر دیا تھا کیونکہ خلیفہ نے ان کو بغداد سے بصرہ کی جانب نکالنے کا عزم کر رکھا تھا مگر پھر بھی مقتدی اس سے قبل خلیفاؤں کی نسبت محترم جانے جاتے ہیں۔

خلافت مستظہر باللہ ابوالعباس احمد

مقتدی بامر اللہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند مستظہر باللہ عہدۂ خلافت پر براجمان ہوئے۔ جس روز ان کے والد محترم کا انتقال ہوا کیونکہ ان کو جانشین منتخب کیا گیا تھا۔ مستظہر باللہ 470ھ میں پیدا ہوئے۔ مستظہر باللہ خوش اخلاق، اعلیٰ ظرف، اہل علم سے پیار کرنے والے اور قرآن پاک کے حافظ تھے۔ ان کے علاوہ نرم خو، بھلائی کے پیکر، ظلم کو ناپسند کرنے والے، ادیب، نثر نگاری کرنے والے اور نیک امور میں حصہ لیتے تھے۔

مستظہر کی وفات 23 ربیع الثانی 511ھ میں ہوئی۔ مستظہر کی عمر کل اکتالیس برس تھی۔ اکثر علماء کرام نے مستظہر کی عمر بیالیس یا تینتالیس برس بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ مستظہر تراقی وخوانیق کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی کچھ اولادیں تھیں۔ سو مستظہر کی وفات کے کچھ روز بعد ہی ان کی دادی ''ارجوان'' کے مقام پر وفات پا گئیں۔ اس لمحے مسترشد باللہ خلیفہ کے عہدے پر گامزن تھا۔ یقیناً یہ مستظہر کی دادی محمد الذخیرہ کی رازدار ہوا کرتی تھیں۔ مستظہر نے چوبیس یا پچیس برس تین مہینے تک حکمرانی کی۔

خلافت ابو منصور فضل مسترشد باللہ بن مستظہر

خلیفہ مستظہر کی وفات کے بعد ان کے فرزند مسترشد باللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جس روز ان کے والد محترم فوت ہوئے اسی

روز ان سے بیعت کر لی گئی کیونکہ ان کو جانشین مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت وہ ستائیس برس کے تھے۔ اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ مسترشد کے پاس ایک نمائندوں کی جماعت آئی تو یہ اہل وعیال کیساتھ بیٹھنے کے خواہاں تھے۔ سو جس وقت یہ ان کے پاس آ گئے تو فداویہ نے چھری سے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد سب لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کے ساتھی لوگ بھی ہلاک ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمود کے برادر مسعود نے فداویہ کو قتل کرنے کے لئے راضی کر لیا تھا۔ یہ واقعہ 17 ذیقعدہ 529ھ کو رونما ہوا۔ مسترشد نے سترہ برس آٹھ مہینے تک خلافت کی۔ کچھ علماء کرام نے چھ یا سات مہینے بیان کیا ہے۔

مسترشد کی عمر چوالیس برس تھی۔ اکثر کے مطابق مسترشد کی عمر پینتالیس برس تھی۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ معتضد باللہ کے بعد مسترشد باللہ سے زیادہ ذہانت رکھنے والا کوئی بھی حکمران عہدہ خلافت پر براجمان نہیں ہوا۔ مسترشد نڈر' شجاع' دبدبہ والا' قوت مند' ذہانت سے بھرپور اور امور کو حل کرنے والا خلیفہ تھا۔ مسترشد نے عباسی قبیلے کے شریف ہونے کی یاد کو تازہ کیا اور کئی دفعہ راہِ خدا میں جہاد کے مرتکب بھی ہوئے تھے۔

خلافت ابومنصور جعفر الراشد باللہ

ابومنصور کو چھٹا خلیفہ تب تسلیم کیا جائے گا جس وقت ابن المعتز کی حکمرانی کو شامل نہ کیا جائے نہیں تو مسترشد باللہ چھٹے خلیفہ کہلائیں گے۔ مسترشد پر باطنیہ حملہ آور ہو گیا تھا اور باطنیہ کو سلطان سنجر (جنہیں ذوالقرنین بھی کہتے ہیں) نے قتل کے لئے رضامند بھی کیا تھا۔ سو انہوں نے مل کر مسترشد کو ہلاک کر دیا۔

مسترشد باللہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند ابومنصور جعفر راشد بن مستظہر عہدۂ خلافت پر براجمان ہوئے۔ جس روز ان کے والد محترم فوت ہوئے اسی روز ان سے خلافت کے لئے بیعت کی گئی کیونکہ یہ ہی جانشین منتخب کئے گئے تھے۔ سو جس وقت تک اللہ پاک کی رضا رہی خلافت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر ان کے اور سلطان مسعود کے مابین دشمنی پیدا ہو گئی۔ سو راشد باللہ نے اپنی ساری فوجوں کو جنگ پر لگا یا۔ اس کے بعد سلطان مسعود سے بات چیت کے لئے راضی ہو گئے مگر سلطان مسعود نے اتابک زنگی سے خطوط لکھ کر دولت مانگی۔ یہی سلسلہ ارتقش کے ساتھ بھی پیش آیا تو انہوں نے راشد باللہ کو رکنے اور بندوبست کرنے کی رائے دی۔ دوسری طرف سلطان محمود اپنے لشکر کے ساتھ بغداد میں آ پہنچا۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ وہ قصہ ذیقعدہ میں رونما ہوا اور اکثر علماء کرام کے مطابق ذی الحجہ 530ھ کو رونما ہوا۔ سو سلطان محمود نے افواج کی قیام گاہوں پر ہلہ بول دیا اور سارا سامان لوٹا جبکہ شہر کو لوٹنے سے روک دیا۔ اس کے علاوہ عوام کی دولت اکٹھی کی اور قاضیوں اور ضامنوں کو بلایا تو ان لوگوں نے راشد باللہ پر نکتہ چینیاں کیں اور یہ بھی کہنے لگے کہ راشد باللہ نیک امور کی جگہ قتل وغارت' برے کاموں اور حرام کاموں میں دلچسپی لینے لگا۔ پس ان افراد کو ان امور کو سرانجام دینے کے معاملے میں ضامن بنا لیا گیا۔ سو قاضی القضاۃ ابن الکرخی نے راشد باللہ کی برطرفی کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اس کے بعد عوام نے راشد باللہ کو 14 ذیقعدہ 530ھ کو برطرف کر دیا۔ راشد باللہ اور اتابک زنگی ''موصل'' کی جانب دوڑ گئے۔ سلطان محمود نے ان افراد کو موصل سے بلوایا اس کے بعد یہ دونوں فارس روانہ ہو گئے۔ سلطان محمود نے ''اصبہان'' کی جگہ پر ان کو گھیر لیا۔ اس کے بعد راشد باللہ علالت کا شکار ہو گئے۔ سو چند روز بعد

راشد باللہ کو فداویہ کی ایک جماعت نے ہلاک کر دیا۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ راشد کی عمر اکیس برس تھی۔ اکثر علماء کرام نے راشد باللہ کی عمر تیس برس بیان کی ہے۔ راشد باللہ کو خلافت کرتے ہوئے کچھ روز کم ایک برس خلیفہ کے عہدے پر براجمان رہنے کے بعد برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کو 532ھ میں ہلاک کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ راشد کو چھبیس رمضان المبارک میں روزہ کی کیفیت میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ کچھ علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ راشد باللہ کو کسی نے زہر بھی کھلا دیا تھا۔ اس کے بعد ان کو محلے کی جامع مسجد کے احاطے میں دفنا دیا گیا۔ راشد باللہ کے بیس سے زیادہ بچے تھے۔ راشد باللہ کو ان کے والد محترم کے عہد خلافت میں ہی جانشین مقرر کر دیا گیا تھا۔ راشد باللہ کم عمر، سفید رنگت والے، پُر وجاہت، خوبصورت، مضبوط پکڑ والے، شجاع، شریف، نرم خو، شاعر اور سخی بادشاہ تھے۔ اللہ پاک ان پر اپنا کرم فرمائے۔

خلافت ابوعبداللہ محمد المقتفی لامر اللہ

خلیفہ راشد باللہ کی برطرفی کے بعد ان کے چچا ابوعبداللہ محمد بن المستظہر بن المقتدی کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ان سے اس روز بیعت کر لی گئی جس روز ان کے بھائی کے بیٹے راشد باللہ کو برطرف کر دیا گیا۔ ابوعبداللہ کو مقتفی لامر اللہ کا لقب اس لئے دیا گیا کیونکہ خلیفہ بننے سے چھ مہینے قبل ان کو حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار نصیب ہوا تھا۔ اکثریت کا کہنا ہے کہ ایک برس قبل خواب میں دیدار ہوا تھا۔ خواب میں حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبداللہ کو خلیفہ بننے کی خوشخبری دی تھی۔ اس کے علاوہ فرمان دیا کہ میرے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا۔

مقتفی لامر اللہ گندمی رنگت، چہرے پر داغ دھبے، پُرکشش، دبدبے والے، عالم وفاضل، شجاع، صابر، خوش بیان، حکومت کے قابل اور سرداری میں مضبوط اور سلطنت کی عظیم ہستی تھی۔ مقتفی کے پاس ہی ملک کے سارے انتظامات تھے۔ اس کے علاوہ یہ اپنے سائن کے بنا سلطنت میں کوئی حقیر سے حقیر امر بھی نہ ہونے دیا کرتے تھے۔ مقتفی کی ماں ''حبشیہ'' تھی۔ مقتفی نے اپنے عہد خلافت میں تین ربعات تحریر کیے۔ اس کے علاوہ ان کو خوانیق کا مرض لاحق ہو گیا تھا اور اسی بناء پر ربیع الاول کے مہینے میں 555ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ مقتفی کی عمر چھیاسٹھ برس تھی اور یہ تیس برس تک منصب خلافت پر قائم رہے مگر اکثر علماء کرام پچیس برس بیان کرتے ہیں۔ مقتفی نے خانہ کعبہ کے دروازوں کو نئے سرے سے اس کے علاوہ جس تابوت میں ان کو دفنایا گیا وہ بھی انہوں نے خود عقیق کا تیار کروا رکھا تھا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رفیق صلاح الدین خلیل بن محمد الاقفہسی کی تحریروں سے درج ذیل باتوں کو نقل کیا ہے۔ شاید اقفہسی نے علامہ عبدالکریم بن علامہ علاء الدین قونوی سے ان باتوں کو نقل کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔ مقتفی لامر اللہ مستظہر کے بعد قائم بامر اللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ورنہ میں مستظہر کے بارے میں اس سے زیادہ علم نہیں رکھتا کہ اس کو بیان کروں۔ سوادھر خلیفاؤں کی ترتیب حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ کے غور وفکر کی نسبت سے ہے۔

خلافت ابوالمظفر یوسف المستنجد باللہ بن المقتفی

مقتفی لامراللہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی عہدۂ خلافت پر متمکن ہوئے کیونکہ مقتفی لامراللہ نے ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ یہ قصہ تقریباً 547ھ میں پیش آیا۔ ابوالمظفر سے ان کے والد محترم کے انتقال کے ایک روز بعد بیعت لی گئی۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوالمظفر سے اسی روز بیعت کی گئی جس روز ان کے والد محترم فوت ہوئے۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ایک انوکھی بات یہ ہے کہ مستنجد نے اپنے والد محترم کی حکومت کے دوران ایک خواب دیکھا۔ اس خواب میں ان کو یہ دکھائی دیا کہ افق سے ایک ملائکہ کی آمد ہوئی اس نے ان کے ہاتھ پر چار خانے تحریر کئے۔ سو انہوں نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو اس نے یہ تعبیر دی کہ آپ کو 555ھ میں خلیفہ منتخب کیا جائے گا۔ سو اسی طرح ہوا۔ مستنجد حمام میں قیدی بنے ہوئے 8 ربیع الثانی 576ھ میں فوت ہوئے۔ اس لمحے ان کی عمر اڑتالیس برس تھی۔ ان کا عرصۂ خلافت بارہ برس ہے۔ مستنجد باللہ عدل وانصاف کے پیکر اور دیندار حکمران ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے سزا دینے کی ''مکوس'' طرز کا خاتمہ کردیا اور شرپسندوں کو ختم کروادیا۔ مستنجد کے سر میں تھوڑے سے بال ہوا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کا اسم طاؤس ہوا کرتا تھا۔ وہ کوفہ کی رہائشی تھی۔ سو اس نے اپنے فرزند کی خلافت کی دید کرلی۔

خلافت المستضی بنوراللہ بن المستنجد

مستنجد باللہ کی خلافت کے بعد ان کے فرزند ابوالحسن علی المستضی بنوراللہ بن المستنجد منصب خلافت پر براجمان ہوا۔ جس روز ان کے والد محترم فوت ہوئے اسی روز ان کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔ سو ان کے سپرد مصر اور یمن کے خلافت آئی۔ مطیع اللہ کے زمانہ خلافت سے ہی عباسی قبیلے کی حکومت زوال پذیر ہونا شروع ہوئی۔ مستضی بنوراللہ سخاوت کرنے والے نیک صدقہ وخیرات دینے والے اور علم اور علماء کرام کی عزت کرنے والے خلیفہ ہوا کرتے تھے۔ مستضی کا انتقال 595ھ میں ہوا۔ انہوں نے انیس برس تک عہدۂ خلافت کو نبھایا اور ان کی عمر انتالیس برس تھی۔ مستضی سخی حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عاشق اور درگزر کرنے والے تھے۔ ان کے دورِ حکومت میں مملکت میں سکون وآرام کا بول بالا ہوگیا۔ انہوں نے سارے ظلموں کو اختتام پذیر کردیا۔ مستضی عوام سے علیحدہ رہتے۔ محض اپنے خادموں کے ساتھ سواری کرتے۔ ان کے پاس امیر قیماز کے سوا کوئی دوسرا نہیں جایا کرتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد الناصر لدین اللہ

مستضی بنوراللہ کی خلافت کے بعد ان کے فرزند ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ کو منصب خلافت پر براجمان کیا گیا۔ بغداد کے مقام پر ماہ ذیقعدہ 595ھ میں ان سے بیعت کرلی گئی۔ ان کی عمر اس لمحے تیئس سال ہوا کرتی تھی۔ ابوالعباس نے خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوتے ہی عدل وانصاف کا اہتمام کیا تھا۔ شراب کو پھینک دینے کا فرمان صادر کیا۔ لہو ولعب کے آلات کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنے کا فرمادیا۔ اس کے علاوہ ٹیکس اور مکوس کی طرح کی سزاؤں کا خاتمہ کروایا۔ مملکت کو آباد کیا اور روزی کمانے

کے کئی در وا ہو گئے۔ ابوالعباس احمد الناصر کی خلافت کے زمانے میں عوام تبرک کے طور پر بغداد کی جانب روانہ ہونے لگے۔ ناصر کا انتقال 622ھ میں ہوا۔ ان کی کل حیات پچاس برس ہوئی تھی۔ یہ وقت تقریباً رمضان کے آغاز کا تھا۔ عوام ناصر کو کندھوں پر اٹھا کر البدریہ کی جانب لے کر گئے اور اسی مقام پر ان کو دفن کر دیا گیا۔ انہوں نے کل ستائیس برس تک خلافت کے فرائض سرانجام دیئے۔

ابوالعباس احمد الناصر کی رنگت سفید' چہرہ لڑکیوں کی مانند تنگ' تنگ نتھنے' وسط سے اونچی ناک' پُروجاہت' ہلکے رخسار والے' سرخ زرد رنگت کی داڑھی' نرم طبیعت' پاک خلق والے' ذہانت والے' بہادر' دانا' بیدار مغز اور حکومت کے قابل شخص تھے۔ ابوالعباس الناصر بوقت شب گلی' کوچوں اور بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے۔ عوام ان سے ملاقات کر کے رعب میں آجاتا کرتے تھے۔ خاص طور پر عراق میں ان کی حکومت خوب مستحکم تھی اور ان کا سکہ جمتا تھا۔ ناصر سارے امور کی نگہبانی بذات خود کرنے کے عادی شخص تھے۔ اس کے علاوہ یہ ٹھاٹھ باٹھ اور شان سے زندگی گزارتے تھے۔ ان کی حکومت کے زمانہ میں نیزے اور بندوق وغیرہ مشہور عام ہوئے۔ بنوعباس میں ساروں سے زیادہ دور خلافت ان کا ہے۔ ابوالعباس الناصر نے ہر حکمران کے پیچھے جاسوس لگائے تھے۔ جو ان کو پل پل سے باخبر رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ تک کہتے ہیں کہ عوام میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ ناصر کو الہام ہو جایا کرتا ہے۔ ابوالعباس ناصر عمر کے آخری دور میں فالج کا شکار ہو گئے تھے۔ سو دو برس تک فالج کا اثر رہا اور پھر یہ تندرست ہو گئے۔ ابوالعباس احمد الناصر کا برتاؤ عوام کے بارے میں بہت سختی لئے ہوتا تھا۔

خلافت ظاہر بامر اللہ بن الناصر لدین اللہ

حکمران الناصر الدین کی خلافت کے بعد ان کے فرزند محمد ظاہر بامر اللہ بن الناصر لدین اللہ منصب خلافت پر براجمان ہوئے۔ جس روز ان کے بزرگوار باپ فوت ہوئے اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی۔ سو باپ کے فوت ہونے پر اس نے تین روز تک غم منایا اور عوام کے ساتھ اچھا برتاؤ روا رکھا۔ اس کے علاوہ مکوس جیسی سزا اور ظلموں کا اختتام کر دیا اور سلطان عادل ابوبکر بن ایوب کے بچوں کو شاہی قلادہ عطا کیا۔ اس کے بعد دربان قر البغدی کے علم میں یہ بات آئی کہ ظاہر بامر اللہ اس کو ہلاک کرنے کا خواہاں ہے تو دربان ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو قیدی بنالیا۔ پھر ان کو برطرف کرنے کے متعلق ضامن بنالیا۔ اس کے بعد ظاہر بامر اللہ کو ہلاک کر دیا۔ سو ظاہر بامر اللہ کی خوش اخلاقی کی بناء پر ساری مملکت میں دکھ منایا گیا۔ یہ سارے حالات 640ھ میں رونما ہوئے۔ ان دنوں ان کی عمر تقریباً تیس برس تھی۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ یہ احوال میں نے ایک نسخہ سے منقول کئے ہیں مگر اس میں بعض احوال ظاہر بامر اللہ کے ہیں اور بعض احوال مستنصر باللہ کے ہیں مگر جدھر تک میرا خیال ہے اس میں کتابت کرنے والے کی کوتاہی ہے۔ اب ادھر سے ان دونوں کے احوال کو الگ الگ تحریر کیا جا رہا ہے۔

ظاہر بامر اللہ کے احوال: ظاہر بامر اللہ کا اسم ابوالنصر محمد بن الناصر لدین اللہ ابوالعباس احمد بن المستضئ بنور اللہ حسن بن ابی الحسن مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن المقتفی لامر اللہ ابوعبداللہ محمد العباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے ان کو جانشین منتخب کر دیا تھا۔ سو جس وقت ان کے والد محترم کی وفات ہوئی تو ان کو خلافت کے عہدہ پر براجمان کر دیا گیا۔ عزت دار افراد نے ان سے

بیعت کی۔ ان کی پیدائش 517ھ میں ہوئی اور ان کی وفات 3 رجب 623ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر باون یا ترپن سال تھی۔ ظاہر بامر اللہ نو مہینے یا ساڑھے نو مہینے تک عہدہ خلافت پر فائز رہے۔ ظاہر بامر اللہ کی رنگت سفید' سرخی لئے ہوئے' خوبصورت' نرم خو' پاک کردار' صحت مند' دانا' دیانت دار' عزت والے اور سچے حکمران ہوا کرتے تھے۔ سوابن الاثیر علیہ الرحمہ حد سے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اچھے برتاؤ اور سچائی وانصاف کا وہ لائحہ عمل پیش کیا کہ عوام کو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ سیر وسیاحت کو پسند کیوں نہیں کرتے تو وہ فرماتے گے کہ کھیتی سوکھ چکی ہے۔ تو یہ کہا گیا کہ اللہ پاک آپ کی عمر طویل فرمائے۔ ظاہر بامر اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دکان کو نمازِ عصر کے بعد کھولا کرے تو وہ کتنی روزی کما سکتا ہے؟ سو اس نے عوام کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کئے رکھا۔ ظلموں کا اختتام کیا اور مال واسباب خرچ کئے۔ مکوس طریقے سے سزا دینے کا قانون ختم کیا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مال واسباب ذخیرہ کرنا تو سرمایہ دار لوگوں کا کام ہے۔ تم لوگ زبانی جمع خرچ کرنے والے حکمران کے مقابلے میں عمل کے مرتکب ہونے والے حکمران کے زیادہ حاجت مند ہو۔ پس مجھ کو چلے جانے دو تا کہ جس وقت تک بدن میں طاقت ہے کچھ نیک امور سرانجام دے لوں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر بامر اللہ نے شب عید علماء کرام اور صلحاء میں ایک لاکھ اشرفیاں بانٹ دی تھیں۔

مستنصر باللہ کے احوال: مستنصر باللہ کا اسم ابوجعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ بن الناصر لدین اللہ العباسی کہلاتا ہے۔ ان کی والدہ ترکی تھیں۔ ان کی ولادت 588ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم کی وفات کے بعد ان کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ سو سارے اصلی اور چچازاد بھائیوں نے بیعت لے لی۔ مستنصر باللہ سب برادران سے عمر میں بڑے تھے۔ تب ان کی عمر پینتیس برس تھی۔ ان کا انتقال بروز جمعہ صبح کے وقت 10 جمادی الثانی 640ھ میں ہوا۔ مستنصر باللہ اپنے والد بزرگوار کی مانند پروجاہت' سفید' سرخی مائل اور صحت یاب ہوا کرتے تھے۔ ان کی زلفوں میں بڑھتی عمر کی رمک جھلکتی تھی جس کی وجہ سے وہ بال رنگا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بالوں کو رنگنا ترک کر دیا تھا۔ ابن سباعی نے کہا ہے کہ بوقت بیعت میں ان کے ساتھ ہی تھا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میرے علم میں آیا ہے کہ مستنصر نے جن افراد کو شاہی قلادے عطا کئے تھے وہ تعداد میں تین سو پچاس تک ہو جاتے ہیں۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ مستنصر جاہ وجلال سے خلافت کرنے والا' امین اور منصف خلیفہ تھا۔ مستنصر باللہ نے فساد برپا کرنے والوں کو ختم کر دیا۔ اس کے علاوہ وہ حکومت کرنے کے قابل حکمران تھا۔ مستنصر باللہ نے مسجدوں اور مدرسوں کو اللہ کے نام پر وقف کیا اور بہت زیادہ مال واسباب صرف کیا۔ اس کے علاوہ دوسرے شہنشاہ مستنصر کے سامنے شرمندہ ہوئے۔ مستنصر کے دادا ناصر کو ان سے بے پناہ انسیت ہوا کرتی تھی۔ سو حق سے شغف اور دانا ہونے کی بناء پر ان کے دادا نے مستنصر کو قاضی کہہ کر مخاطب کرنا شروع کیا تھا۔ مستنصر نے بے مثال مدرسہ بنوایا اور بہترین فوج تیار کی۔ حتیٰ کہ سواروں کے ایک رسالے میں ایک لاکھ گھوڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ شاید تمام جنگ کے احوال کو قابو کرنے کی بناء پر تھا۔ مستنصر کو اندلس اور مراکش کے کچھ علاقہ جات انعام کے طور پر دیئے گئے تھے۔ ان کی خلافت کا عرصہ سترہ برس ہے مگر ان کو اور ان کے والد محترم کو برطرف کر دیا گیا تھا۔

مستنصر کی حکومت کے زمانہ میں تاتاریوں کے مابین لڑائی کے درمیان جلال الدین خوارزم شاہ کھو گئے اور یہ بات ہر طرف سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ سو پھر عراق کے انتظام پر قابو نہ پایا جا سکا کیونکہ جسے بھی خلیفہ منتخب کیا جاتا' وہ مقررہ عرصے تک خلافت پر قائم نہ رہ پاتا اور اس کے بعد مستنصر باللہ ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے تاتاریوں سے لڑائی کی اور بہت زیادہ کے سر قلم کر دیئے۔ سو اس کے بعد عراق سے بنوعباس کی سلطنت کا جاہ و جلال اختتام کو پہنچا کیونکہ مستعصم کو 28 محرم کے روز ہلاک کر دیا گیا تھا۔ (جس طرح کہ ان کے احوال میں مفصل بیان کر دیا جائے گا)

خلافت المستعصم باللہ

خلیفہ مستنصر کی خلافت کے بعد مستعصم باللہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ان کا پورا اسم ابواحمد عبداللہ بن المستنصر باللہ ابوجعفر منصور بن الظاہر محمد ابن الناصر العباسی کہلاتا ہے۔ جو کہ عراق کے خلیفاؤں کی ساروں سے آخروالی لڑی تھی جن کی حکومت 524ھ تک قائم رہی۔ مستعصم کی پیدائش ان کے دادا کے دور حکومت میں ہوئی۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مستعصم سے بیعت عام اس روز کی گئی جس روز بامراللہ کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ یہ قصہ یقیناً جمادی الاول کے مہینے میں 640ھ کو رونما ہوا۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس تحریر سے یہ نمایاں ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جو حالات زندگی کی عبارت گزری ہے وہ ظاہر باللہ کے بارے میں تھی۔ خلیفہ مستنصر کے بارے میں نہیں تھی۔ اس سے یہ نمایاں ہو جاتا ہے کہ کتابت کرنے والے کو جیسا علم تھا اس نے ویسا ہی تحریر کر دیا۔ سو ہم نے جوان دونوں کے احوال ذیلی موضوعات سے لکھے ہیں وہ ہی اعتماد کے قابل ہیں۔ اسی بناء پر مستعصم کو چھٹا خلیفہ مانا گیا۔ سوا مستعصم کو ہلاکو کے دور میں برطرف کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اسی عالم میں 655ھ میں بغداد پر غلبہ پایا جا چکا تھا۔ یہ ساری باتیں وزیر العلقمی کی چال' مستعصم کی نالائقی' کبوتر بازی کے شوق' سوء تدبیر اور شریعت کے خلاف کام کرنے کی بناء پر پیدا ہوئیں جو خلافت کے عہدہ کی جاہ و جلال کے مطابق نہیں تھیں۔ سو مستعصم' ہلاکو کے پاس پناہ گزیں ہو گیا اور ان کے ہمراہ فقہاء و صوفیاء کرام کا گروہ بھی ہو گیا تھا۔ سو ان ساروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ مستعصم کو برطرف کر کے ان کو ہتھوڑے سے ہلاک کیا گیا۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ان کو ایک لوہے کے ہتھیار سے پیٹا گیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ سو پھر عباسی قبیلے کے انتظامی امور میں دراڑ پڑ گئی۔ یہ سارے حالات شاید 28 محرم 656ھ میں رونما ہوئے۔

اکثر مؤرخین مستعصم کو ہلاک کرنے کا قصہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ باغی ہلاکو بن قبلائی خان بن چنگیز خان 656ھ میں ایک بہادر فوج کے ہمراہ بغداد گئے۔ سو اس کے مقابل لڑنے کے لئے دفتر کا منشی بھی آ پہنچا۔ اس کے بعد سوئم فوج کی رہنمائی تاجو نے کی اور برسر پیکار ٹھہرے۔ سو یہ سارے کم ہونے کی وجہ سے ہار گئے۔ پھر تاجو نے بغداد کے مغربی علاقے میں ڈیرہ جمایا اور ہلاکو خان مشرق کی جانب روانہ ہو گیا۔ ان احوال کو دیکھ کر وزیر نے حکمران کو ہلاکو سے اصلاح کرنے کی رائے دی۔ سو وہ اکیلا نکل آیا اور اپنا بھرو سا عیاں کر کے واپس لوٹا اور وہ یہ کہنے لگا کہ آپ کے فرزند سے ہلاکو خان اپنی دختر کو بیاہنا چاہتا ہے۔ سو شاہان سلجوقیہ کی مانند آپ کو ہلاکو خان کا اطاعت گزار ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد ہلاکو خان ادھر سے واپس لوٹ جائے گا۔ سو

ان احوال میں یہ بہتر جانا کہ ملکیت کی اہم ہستیوں کو اکٹھا کر کے ان سے مشاورت کی جائے۔ جس وقت اتفاق رائے کے لئے سب اکٹھے ہوئے تو ان ساروں کو بمع خلیفہ کے ہلاک کر دیا گیا۔

خلیفہ معتصم صابر، نیک، حق بات کرنے والے، دیانتدار اور بدعت سے عداوت رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نیک امور کے حصے دار بنتے تھے گویا کہ اس خوبی کو اس پر ختم کر دیا گیا تھا۔ ہلاکو خان نے انہیں اور ان کے فرزند ابوبکر کے بارے میں یہ فرمان دیا تھا کہ ان کو سینہ میں پیٹ پیٹ کر قتل کر دیا جائے حتیٰ کہ محرم کے مہینے کے اواخر میں ان کی وفات ہوگئی۔ مؤرخین کے لئے یہ نازک امر ہے کہ وہ معتصم کی وفات کے بارے میں درست احوال کی جانچ کر کے بیان کریں "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"، سو قوم تین برس تک کسی خلیفہ کی موجودگی کے بغیر زندگی بسر کرتی رہی۔ آخر کار مصر والوں نے رجب کے مہینے میں 659ھ میں مصر میں مستنصر باللہ سے بیعت لے لی۔

خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ

ان کا مکمل اسم احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ بن محمد بن ناصر العباسی الاسود کہلاتا ہے۔ ان کی والدہ حبشی تھی۔ یہ بہت شجاع اور نڈر ہوا کرتے تھے۔ جس وقت یہ مصر میں تشریف آور ہوئے تو قوم نے ان کو شناخت کر لیا کیونکہ جن کا قتل کیا گیا تھا معتصم ان کے چچا تھے۔ اس کے بعد یہ حکمرانی کے فرائض نبھانے اور سلطان ظاہر سے بیعت لینے کے لئے راضی ہوگئے۔ سو امت کے امور کو ان کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ دونوں شام کی جانب نکل پڑے۔ پھر خلیفہ ان سے الگ ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ہزار فوج کے ہمراہ بغداد پر قابض ہونے کی تیاری پکڑ لی۔ آخر کار برس کے اواخر میں ان کے اور تاتاریوں کے مابین سخت جنگ لڑی گئی۔ سو یہ سارے جنگ میں کھو گئے اور ان کے ساتھ حاکم ابوالعباس احمد بھی تھے۔ پھر ان کو شام تک ہار کا سامنا کرنا پڑا۔

خلافت الحاکم بامر اللہ

8 محرم الحرام 661ھ میں ایک بہترین محفل کا خلیفہ سے بیعت کرنے کے لئے انعقاد کیا گیا تو عوام ابوالعباس احمد بن امیر ابوعلی بن ابوبکر بن مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ عباسی کی خدمت میں پیش ہوئے سو ان کے خاندانی سلسلہ کو قریب کیا گیا۔ سلطان شاہ ظاہر نے ان سے بیعت کرنے کی غرض سے ہتھیلی آگے بڑھائی۔ اس کے بعد ان کے حکمرانوں اور قاضیوں نے بیعت کر لی اور ان کو حاکم بامر اللہ کا لقب دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے روز انہوں نے خوش بیان خطاب کیا۔ اس کے آغاز کے یہ کلمات ہیں "ساری صفات اللہ پاک کے لئے ہیں جس کی پاک ذات نے عباسی قبیلے کو قوت عطا کی۔" اور پھر خلافت و بیعت کے معاملے میں ساری مملکت میں دعوتی خطوط ارسال کئے گئے۔ سو حاکم بامر اللہ کچھ مہینوں تک عہدہ خلافت پر براجمان رہے۔ ان کا انتقال جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہی 701ھ میں ہوا اور ان کو سیدہ نفیسہ کے قریب دفنایا گیا۔

خلافت مستکفی باللہ ابی الربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ

مستکفی بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے جانشین قرار دیا تھا۔ پھر ان کے والد محترم کی وفات پر اظہار افسوس کے بعد مستکفی

کی خلافت کے بارے میں ارادہ کیا گیا۔ سو مستکفی باللہ نے جمادی الاولی 701ھ میں منبر پر تشریف آور ہو کر خطاب کیا۔ ان کی حکومت کا عرصہ انتیس برس ہے۔ مستکفی کا انتقال قوص کے مقام پر شعبان کے مہینے میں 740ھ میں ہوئی۔ مستکفی کی عمر پچاس برس سے زیادہ تھی۔

خلافت الحاکم بامر اللہ احمد بن مستکفی باللہ

الحاکم بامر اللہ کی حکومت کا زمانہ محرم الحرام 726ھ میں قائم تھا کیونکہ حاکم بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے جانشین قرار دے دیا تھا۔ اس بناء پر ان سے بیعت لے لی گئی۔ حسینی نے اپنی تاریخ میں ''ذیل علی البر'' میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی خلافت 740ھ میں ہوا کرتی تھی۔ سو جس وقت مستکفی کی وفات ہوگئی تو اس کے بعد ان کے برادر ابراہیم جو کہ جانشین بھی قرار نہیں دیئے گئے تھے ان سے بیعت لے لی گئی۔ اس کے بعد یہ مسلسل خلیفہ کے عہدے پر براجمان رہے۔ حتیٰ کہ 754ھ میں قاہرہ کے مقام پر وفات پا گئے۔

خلافت معتضد باللہ

معتضد باللہ کیونکہ اپنے برادر حاکم بامر اللہ کے جانشین تھے اسی بناء پر ان سے بیعت کر لی گئی۔ معتضد کو اپنے لقب سے ہی شہرت ملی۔ ان کا خاندانی سلسلہ اس طرح ہے ''معتضد باللہ بن ابو فتح ابوبکر بن مستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ ابوالعباس احمد بن ابوعلی بن مسترشد باللہ العباس'' معتضد باللہ بیس برس تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ ان کا انتقال قاہرہ کے مقام پر 4 جمادی الاول 763ھ میں ہوا۔

خلافت متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ کیونکہ اپنے والد محترم کی جانب سے جانشین منتخب ہو چکے تھے۔ اسی بناء پر ان کے والد محترم کے انتقال کے بعد 7 جمادی الثانی 763ھ میں ان سے بیعت کر لی گئی۔ ان کی پیدائش 740ھ سے پہلے یا اس کے پاس پاس ہوئی ہے۔ ان کا اسم عبداللہ محمد تھا مگر ان کو حمزہ التوکل علی اللہ بن معتضد باللہ العباسی بھی کہا جاتا تھا۔ پھر ان کی حکومت مضبوط ہوگئی۔ آخر کار 808ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس کے درمیان میں ہی ان کو کئی دفعہ کچھ برس کے لئے برطرف کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کے قریبی عزیز زکریا بن ابراہیم سے 13 صفر 779ھ میں بیعت کر لی گئی۔ سو ایک مہینے کے بعد متوکل کو پھر خلیفہ مان لیا گیا حتیٰ کہ رجب کے مہینے 705ھ تک اس عہدے پر براجمان رہا۔ اس کے بعد اس کو برطرف کر کے قیدی بنا دیا گیا پھر عمر بن معتضد سے بیعت لے لی گئی اور ان کو ''واثق'' کا لقب دیا گیا پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ان کے برادر زکریا کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور ان کو مستعصم کا لقب دیا گیا۔ اس کے درمیان ہی متوکل صفر کے مہینے اکانوے برس تک قیدی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ سو چند روز بعد اس کو اس قید سے رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوبارہ قیدی بنا کر لوگوں سے ملنا بند کر دیا۔ پھر 17 ربیع الاول کو اس قید سے رہائی دی گئی۔ اس کے بعد یکم جمادی الاول کو متوکل سے بیعت لے لی گئی اور ان کو ان کی رہائش گاہ میں لائے۔ سو حکمران اور قاضی وغیرہ ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یوم شہود کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ سو یہ منصب خلاف پر متمکن رہے۔ حتیٰ

کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

خلافت المستعین باللہ

چھوڑ دیا گیا اور بادشاہی سنبھالنے سے پہلے ان کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ اس کے بعد یہ مسلسل خلیفہ بنے رہے حتیٰ کہ سولہویں برس ان کو برطرف کر دیا گیا۔ پھر جس وقت موید فیروز کے ہاں گیا جس کو اسکندریہ بھیج دیا گیا تھا۔ وہ وہیں پر قیام فرما ہو گیا حتیٰ کہ اس نے تاتاری سلطنت میں قیام کر لیا پھر اس کو اس مقام پر سکون ملا اور ان کو کاروبار میں بہت زیادہ فائدہ پہنچا اور انہوں نے یہیں قیام کئے رکھا۔ حتیٰ کہ اسے طاعون کی بیماری لاحق ہوگئی اور 833ھ میں شہید ہو گئے۔

فصل: خلفاءِ راشدین، امراء المومنین، حکمرانوں اور شہنشاہوں کی ہم نشینی اختیار کرنے والے افراد کے لئے رہنمائی۔

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میرے سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے والد محترم کے حوالے سے فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے فرزند! یہ آدمی جن کا اسم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے یہ تم کو اصحاب حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دیتے ہیں اس بناء پر میں تم کو چار باتیں نصیحت میں کہتا ہوں:

1- ان کے آگے کسی کا بھی راز فاش نہ کرنا۔

2- ان کے آگے غلط بیانی نہ کرنا۔

3- ان کے آگے کسی کو ہدایت دیتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرنا۔

4- ان کے آگے کسی کی برائی بیان مت کرنا۔

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ان میں سے ہر بات ایک ہزار سے اچھی ہے لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ نہیں بلکہ دس ہزار سے بھی زیادہ اچھی ہے۔ اکثر حکماء نے کہا ہے کہ جس وقت کوئی شہنشاہ تمہاری عزت زیادہ کرنا شروع کرے تو پھر تم بھی اس کا احترام کرو۔ جس وقت کوئی تم کو لڑکے کا مقام دے تو تم بھی اس کو اپنا مالک جانو۔ جس وقت تم کو برادر سمجھنے لگے تو تم اس کو باپ کا مقام دو۔ تم اس کی طرف گھور کر نہ دیکھا کرو۔ جس وقت وہ تم سے خفا ہو جائے تو تم اثر نہ لینا۔ جس وقت وہ تم سے رضامند ہو تو اس سے فریب نہ کھانا۔ اس کے علاوہ اس سے تکرار کر کے کسی شے کی طلب نہ کرنا۔ سو اس معنیٰ کو بیان کرنے کے لئے ایک شعر تحریر کیا گیا ہے:

قرب الملوك يا اخا البدر السنى　　　حظ جزيل بين شدقى ضيغم

"شہنشاہوں کی دوستی اے برادر بدرِ سَنیٰ اعلیٰ نصیبہ کی مانند شیر کے دونوں جبڑوں میں ہے۔"

فضل بن ربیع کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے شہنشاہ سے بلاموقع اپنی ضرورت کے لئے ہاتھ دراز کیا تو غالباً وہ ادب و آداب کے بارے میں واقفیت نہیں رکھتا ہے اور اس نے اپنی بات کا زیاں کر دیا۔ اس کا یہ امر نمازوں کو قبل از وقت پڑھنے کی مانند ہے کیونکہ وقت کے بغیر نماز کی قبولیت نہیں ہوتی۔

خالد بن صفوان کا کہنا ہے کہ جو شہنشاہوں کے قریب خیر اور امانت کے ہمراہ تشریف رکھتے ہیں وہ بڑے منصف ہوتے ہیں، ان لوگوں کی نسبت جو گناہ اور بددیانتی کے ہمراہ بیٹھا کرتے ہیں کیونکہ شہنشاہ کے نزدیک نصیحت کرنے والے عداوت رکھ کر اور دوست بغض کو ساتھ لئے اکٹھے ہوا کرتے ہیں۔ سو عداوت رکھنے والا شہنشاہ کی ہدایت کی بناء پر عداوت رکھا کرتا ہے اور

احباب شہنشاہ کے اعلیٰ مقام کی بناء پر لالچ میں مبتلا ہوتا ہے۔ حکیم افلاطون کا کہنا ہے کہ اگر تم کسی شہنشاہ کی مجلس میں رہا کرتے ہو تو اللہ پاک کے حکم کے خلاف شہنشاہ کی پیروی مت کرنا کیونکہ اللہ پاک کا تیرے اوپر احسان زیادہ برتر ہے اس شہنشاہ کے مقابلے میں جس کی مجلس میں تیرا آنا جانا ہو اور اللہ پاک کے سزا دینے کا عہد اس شہنشاہ کے دھمکانے کے مقابلے میں تمہارے لئے زیادہ سختی لئے ہوئے ہے۔

حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث: حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اگر کوئی دولت مند کے روپے پیسے سے متاثر ہو کر اس کے آگے جھکے گا تو اس بناء پر اسی کے دین کا دو تہائی حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ "جس نے اس جہان سے دکھی ہو کر سحر کی تو گویا کہ اس نے اپنے خدا پر غصہ کیا اور جس نے اپنی مصیبتوں پر شکایت کا مرتکب ہوتے سحر کی تو گویا کہ اس نے اپنے اللہ کی چغلی کی اور جو آدمی کسی دولت مند کے قریب گیا اور اس کے پاس جھکا تو اس کا ایک تہائی دین ضائع ہو گیا۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ پاک ہے "اللہ پاک اس سائل پر اپنی لعنت بھیجے جو کسی دولت مند کے نزدیک گیا اور اس کے مال واسباب کی بناء پر اس کے آگے جھک گیا۔ جس نے اس طرح کا طریقہ روا رکھا تو اس کے مذہب کا دو تہائی حصہ ضائع ہو گیا۔"

ایک دوسری روایت میں بیان ہے کہ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جو شخص اللہ پاک کی ذات مقدس کے لئے کسی شے کو ترک کرتا ہے تو اللہ کریم اس کی نسبت اس شخص کو کوئی بہترین شے سے نوازتے ہیں۔"

اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ "تم اللہ پاک کے ڈر سے شے کو ترک نہیں کر سکتے مگر یہ کہ خداوند کریم تم کو اس سے مزید اچھی شے سے نواز دیتا ہے۔" (رواہ احمد مرفوعاً)

عقل مندوں کی باتیں: حکیم افلاطون نے کہا ہے کہ جس آدمی کا گزر آزمائشوں سے نہیں ہوتا اس کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ افلاطون نے اور بھی بیان کیا ہے اور آزمائشیں چشم نمائی کیلئے اور شب وروز کا گزرنا ہدایت ونصیحت کے لئے بہت ہے۔ شہنشاہ ایک لمبے دریا کی مانند ہوا کرتا ہے جس میں سے کئی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔ اگر دریا کے آب میں نمکینی ہو گی تو ان نہروں کا آب بھی نمک حلال ہوگا۔ کسی دانا شخص سے دریافت کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ جس فرد میں تمیز کی محافل اکٹھی ہو جائیں تو وہ غصہ سے عاجز نہیں ہوا کرتا کیونکہ دانائی امور میں دلائل مہیا کرتی ہے یا دانائی مزاج کے مستقل ہونے کا اسم ہے اور اس کا پھل سلامت ہوتا ہے۔ شہنشاہ بازار کی مانند ہے جس میں ساز وسامان وغیرہ کو لگاتے ہیں۔ شہنشاہ شیر پر سواری کرنے کے مترادف ہے جس سے لوگ ڈرتے ہیں بلکہ وہ اپنی سواری کی بناء پر زیادہ دبدبہ والا ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے عزم کو شناخت کر لے

تو اس پر خرچ کرنا سہل ہو جایا کرتا ہے۔ جو نظر خود سر ہو جائے تو بہت دیر تک دکھ کرتا ہے۔ جس کی توقعات طویل ہوا کرتی ہیں ان کا اختتام بد ہوتا ہے۔ جس کی زبان قابو میں نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو قیدی بنالیتا ہے۔ جو اپنے عیب ترک کر دیتا ہے حسد کرنے والے اس کو رقابت کی نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔ جو مصیبتوں کو سہتا ہے وہ چھپے ہوئے راز جان لیتا ہے۔ جو بہتر اشیاء کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے وہ محارم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جس سے اشخاص حسن ظن رکھا کرتے ہیں اس کو بہت عرصے تک دیکھا کرتے ہیں۔ تمیز شریف ہونے کا قائم مقام ہوتی ہے۔ جتنا کرامت والا شخص درست کرتا ہے اتنا ہی بدنصیب کو بخشش دینے سے بگڑتا ہے جو دانا لوگوں سے رائے لیتا ہے۔ وہ سیدھی راہ پر جانکلتا ہے جو کسی شخص سے رکھا کرتا ہے وہ رعب میں رہتا ہے۔ جو کسی فرد کو آخر تک پورا نہیں کر سکتا وہ نقص نکالا کرتا ہے۔ جو لڑائی میں حد سے آگے بڑھتا ہے وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو تعلقات کو ختم کرتا ہے وہ ظلم کرنے والا ہے اور اس میں اللہ پاک کے ڈر کی توفیق نہیں جس نے امانت کی بے حد نگہبانی میں جھگڑا مول لیا اس نے مقصد کے خلاف امر سرانجام دیا جس نے خود کو اس طرح کے امر کے لئے حاضر کیا جس کے مرنے کی اس میں اہلیت نہیں تو وہ دوسروں کی نگاہوں سے اتر جاتا ہے۔ جو بھلائی کے کام کرتا ہے وہ غلبہ پا جاتا ہے اور جس نے غلبہ پایا اس نے رہنمائی کی اور جس نے رہنمائی کی اس نے اپنی منزل کو پایا۔ یتیموں اور بیواؤں پر مظالم ڈھانا غربت و مفلسی کی چابی ہے۔ اپنے قلب کی ترمیم اعلیٰ ظرف شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حقیری بات میں گھٹیا شخص روکتا ہے۔ غرور میں مبتلا نہیں ہوا کرتے مگر غلط بیانی کرنے والے شخص، کنجوس شخص بے جا حمایت کرتا ہے۔ مدد کرنے والے بھائی کے لئے حاجت مند شخص کے سوا اور کوئی بھی آپی ضرورت کی مانند انصاف کا خواہاں نہیں ہوا کرتا۔ مدد کرنے والے نیک شخص سے جس وقت مہربانی کی توقع کی جاتی ہے تو وہ نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔ بدقسمت شخص سے جس وقت اچھا سلوک کیا جاتا ہے تو وہ اور زیادہ کڑا ہو جایا کرتا ہے۔ بہترین افراد میں اللہ پاک کے نزدیک وہ افراد ہیں جو بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دیا کرتے ہیں۔ احمق وہ ہے جو کمزور لوگوں پر ظلم ڈھاتا ہے جو اپنے نفس کے لئے وعظ نہیں کرتا اس کے وعظ کرنے والے فائدہ پہنچانے والے نہیں ہوا کرتے۔ جو اللہ کی رضا میں خوش رہتا ہے وہ مشکلوں اور امتحان میں صابر رہتا ہے۔ جو اپنی کائنات کو بساتا ہے گویا کہ وہ اپنی دولت کا زیاں کرتا ہے جو اخروی زندگی کے بارے میں سوچتا ہے وہ خواہشوں کو پالیتا ہے۔ تھوڑی چیز پر خوش رہنا تنگدستی کا شکار شخص کو معزز بناتا ہے۔ دولت مند شخص کے لئے صدقہ ایک خزینہ ہے۔ جس نے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی کی اس کا حال ٹھیک نہیں ہوتا۔ بدنصیب وہ ہے جو خود کے لئے کنجوسی کر کے دوسروں کے لئے اکٹھا کرتا ہے۔ نیکی زبردست خزانہ ہے احسان زبردست خصلت ہے جو لوگوں سے بے پرواہ ہو جائے وہ مفلسی سے بچا رہتا ہے۔ جو اپنی ضروریات اللہ پاک کے آگے کرتا ہے وہ اپنے امور میں فتح یاب ہوتا ہے جو اپنی ضرورت لوگوں کے آگے کرتا ہے وہ اپنی ساکھ کو ختم کر دیتا ہے۔ جو اپنے برادر کے راز کو فاش کرتا ہے۔ اللہ پاک اس کے راز افشا کر دیتا ہے۔ کم علم کی نافرمانی سے امان میں رہو گے۔ دانا کی پیروی کرنا سودمند ہے۔ احمق کے پاس تہذیب کا زیادہ ہونا اس طرح ہے جس طرح کہ ایلوے کی جڑوں میں میٹھا آب ڈالا جائے تو کڑوے پن کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ انجیل پاک میں تحریر ہے کہ جس طرح کرو گے اسی طرح پاؤ گے جس ترازو سے تم تولا کرتے ہو اس

کے لحاظ سے ہی تولا جائے گا۔ اکثر خلیفہ اپنے اہل وعیال کے برادران سے مسرت کی لہر ایسے دوڑایا کرتے تھے کہ وہ ان کے سامنے ایک ہزار دراہم پھیلا دیا کرتے اور یہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ اس کو رکھ لو۔ اس کے بعد اطفال کو بھیجا کرتے اور ان کو بولتے کہ تم کو خرچ کرنے کی پوری اجازت ہے۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ دانا وہ ہے جس نے دولت کے ذریعے اپنا تحفظ کیا اور نفس سے ایمان کا تحفظ کیا۔ افراد میں ساروں سے زیادہ سخاوت کرنے والا وہ ہے جس نے لوگوں میں علم وفضل کے سنگ زندگی بسر کی۔ زبردست ذائقہ اپنے برادران کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ تہذیب کا خزانہ اچھے عمل کرنا ہے۔ اچھے اعمال کرنا دانا کا مال غنیمت ہے۔ نیکی خیر کرنے والوں کی خوشبو ہے۔ جو اپنی دولت صرف کرتا ہے اس کی مثل دی جاتی ہے' جو اپنے مال ودولت کو کم تر جانتا ہے وہ معزز ہوتا ہے۔ بھلائی کرنے والا کبھی گر نہیں پاتا اور اگر گر بھی جائے تو اس کو سنبھالنے والا مل جایا کرتا ہے۔ منصف حکمران بادل اور اونٹ سے اچھا ہے۔ ظلم کرنے والا حکمران سدا ہونے والے فسادات سے بہتر ہے۔

شہنشاہوں کی بڑائی عطا کرنے میں' ان کی نیکی بخش دینے میں اور ان کا احترام انصاف کرنے میں ہے۔ انصاف' دنیا کا نظام چلانے کا اسم ہے۔

حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں عدل وانصاف: ایک روایت میں بیان ہے کہ "حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ سات افراد اس طرح کے ہیں جن کو اللہ پاک اس روز پناہ میں رکھیں گے جس روز اللہ پاک کے سایہ کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے اول فرد عدل کرنے والا شہنشاہ ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شہنشاہ کے ایک روز کا عدل ستر برس کی بندگی سے اچھا ہے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک پل کا عدل ساٹھ برس کی بندگی سے برتر ہے۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شہنشاہ ارض پر اللہ پاک کا سایہ ہے۔ اللہ پاک کے بندگی کرنے والوں میں سے ہر ظلم کا شکار شخص اس میں پناہ حاصل کرتا ہے۔ اگر حکمران انصاف کرتا ہے تو اس کے لئے پھل اور ثواب ہے اور عوام پر شکریہ کا حق رکھتا ہے مگر جو حکمران ظالم ہو تو وہ گناہ گار اور عوام پر صبر ہے۔"

خلافت معتضد باللہ ابوالفتح داؤد:

معتضد باللہ سے بیعت 17 ذی الحجہ 816ھ کو ان کے برادر مستعین باللہ کے بدلے میں لی گئی کیونکہ ان کو 'سلطان موید' نے خلیفہ کے عہدے سے برطرف کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کو بلا کر سلطان موید اور قاضی صالح بلقینی کے وسط میں نشست دی گئی۔ اس کے بعد ان کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ سو یہ خلیفہ بن گئے۔ حتیٰ کہ پیر کے دن 4 ربیع الاول 845ھ میں علالت کا شکار ہو کر انتقال پا گئے۔ اس لمحے ان کی عمر ستر برس تھی۔ اللہ پاک ان پر کرم فرمائے۔

خلافت المستکفی باللہ:

مستکفی کا مکمل اسم ابوالربیع بن متوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن سلیمان بن احمد العباسی ہے۔ جس روز ان کے برادر

معتضد باللہ کا انتقال ہوا اسی روز ان سے بیعت کر لی گئی کیونکہ یہ جانشین قرار دیئے گئے تھے۔ یقیناً یہ قصہ ربیع الاول کے مہینے 845ھ میں پیش آیا۔ شیخ صلاح الدین صفدی نے ''شرح لامیۃ العجم'' میں بیان کیا ہے کہ ایسے ہی عبیدیوں نے جنہوں نے مصر کے خلیفاؤں کو فاطمیوں کے لقب سے نوازا تھا۔ ان میں سے جو ساروں سے قبل مراکش کے بادشاہ بنے وہ مہدی ہیں۔ ان کے بعد معز عہدہ خلافت پر فائز ہوئے پھر عزیز اور ان کے بعد حاکم چھٹے خلیفہ منتخب ہوئے۔ حاکم کو اس کی ہمشیرہ نے ہلاک کر دیا تھا (اس کو ''باب الحاء'' میں ''الحمار'' کے موضوع سے مفصل تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ) شیخ صفدی نے لکھا ہے کہ جس وقت حاکم کو اس کی ہمشیرہ نے ہلاک کر دیا تو اس کے بعد اس کے فرزند ظاہر کو عہدہ خلافت پر براجمان کیا گیا۔ اس کے بعد مستنصر کو پھر آلام کو اور اس کے بعد حافظ کو خلیفہ چنا گیا۔ پھر چھٹے خلیفہ ظافر کو عہدہ خلافت پر متمکن کیا گیا۔ بہر حال ان کو بر طرف کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور ساروں سے آخر میں عاضد نے عہدہ خلافت کو سنبھالا۔ شیخ صفدی نے اور زیادہ فرمایا ہے کہ ایسے ہی مصر میں بنو ایوب کی خلافت رہی۔ سو سب سے اول صلاح الدین سلطان ناصر عہدہ خلافت پر براجمان ہوئے۔ اس کے بعد ان کے فرزند عزیز' ان کے بعد ان کے برادر افضل بن صلاح الدین' پھر صلاح الدین کے برادر عادل کبیر خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس کے بعد عادل کے فرزند کامل ایک کے بعد دوسری دفعہ خلیفہ منتخب ہوئے اس کے بعد عادل صغیر کو چھٹا خلیفہ قرار دیا گیا سو ان کو ارباب حکومت نے حراست میں لے کر بر طرف کر دیا۔ اس کے بعد ارباب حل وعقد نے سلطان صالح نجم الدین ایوب کو عہدہ خلافت پر فائز کیا پھر ان کے صاحبزادے نور النشاء خلیفہ مقرر ہوئے۔ یہ اس قبیلے کے آخری شخص تھے۔

شیخ صفدی نے اور تحریر کیا ہے کہ یہی سلسلہ ترکی حکومت میں بھی چلتا رہا۔ سو سب سے قبل ترکی حکومت کا خلیفہ معز عز الدین ایبک صالح کو منتخب کیا گیا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے منصور اس کے بعد مظفر قطر' ان کے بعد ظاہر بیبرس' پھر ان کے فرزند سعید محمد کو مسلسل خلیفہ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ اس کے بعد عادل سلامش بن ظاہر بیبرس کو چھٹا خلیفہ منتخب کیا گیا لہٰذا ان کو بر طرف کر دیا گیا اور پھر سلطان منصور قلادون الفی کو منصب خلافت پر براجمان کیا گیا۔

قبیلہ عبیدی کا تفصیلاً تذکرہ:

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قبیلہ عبیدی شاہان مصر کا تذکرہ اختصار کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ اب اس کو مفصل تحریر کیا جا رہا ہے۔ قبیلہ عبیدی کی داغ بیل حسین بن محمد بن احمد بن عبداللہ القداح سے پڑتی ہے۔ حسین بن محمد معالج چشم ہوا کرتے تھے اور میمون بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ چشم نکالتے تھے۔ حسین بن محمد اپنے انتقال سے پہلے سلمیہ کے مقام پر تشریف آور ہوئے کیونکہ ان کے دادا عبدالقداح کا مال واسباب اور امانتیں اسی جگہ پر تھیں۔ سوئے اتفاق ان کی حاضری میں خواتین کا ذکر ہونے لگا تو کئی افراد نے ان کے آگے ایک لوہار یہودی خاتون کا ذکر کیا۔ اس کے خاوند کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ خاتون بہت حسین ہوا کرتی تھی۔ یہودی سے اس کی والدہ کی مانند ایک بہت خوبصورت بیٹا بھی تھا۔ حسین بن محمد نے اس خاتون سے عقد کر لیا۔ وہ اس خاتون اور اس کے فرزند سے بہت پیار کرنے لگے۔

سو حسین بن محمد نے اس بچے کو پڑھایا' لکھایا۔ سو وہ بچہ پڑھ لکھ کر ایک اہم شخصیت بن گیا۔ سو حسین بن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہی لڑکا میرا سربراہ ہے اور یمن و مراکش کا خلیفہ ہے۔ سو عوام اس سے ہی باہمی خط و کتابت کرنے لگے۔ حسین بن محمد کا کوئی بیٹا نہیں تھا اسی بناء پر اس یہودی لوہار کے فرزند کو جانشین قرار دے دیا۔ یہی وہ شخص ہے جس کو عبید اللہ مہدی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو عبیدی قبیلے میں سب سے اول خلیفہ منتخب ہوا۔ عوام عبیدی خاندان سے مطابقت کرنا شروع ہو گئے۔ اس نے دعوت کے قاعدوں اور رازوں کو کھوج لیا۔ سو اس نے مبلغ لوگوں کو دعوت کا فرمان دیا۔ اس کے علاوہ انہیں اور مال اور تمغات عطا کئے اور مصاحت کرنے والوں کو پیروی کرنے کا فرمان دیا۔ حسین بن محمد کہنے لگا کہ یہ لڑکا میرا جانشین ہے۔ پھر چچا کی بیٹی سے اس کا عقد کر دیا۔ سو اس لمحے سے ہی اس نے اپنے اسم کے ساتھ مہدی لگانا شروع کر دیا۔ اس کا خاندانی سلسلہ اس طرح ہے۔ عبید اللہ بن حسین بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ عبید اللہ' قداح کا فرزند ہے۔ جس وقت حسین کا انتقال ہوا تو اس کے بعد مہدی خلیفہ کے عہدے پر براجمان ہوا۔ سو اس کی تبلیغ عام ہو گئی۔ اس کے تبلیغ کرنے والے مراکش سے مسلسل غلبہ و کامیابی کی اطلاع دیتے رہتے۔ اس کے بعد مکتفی کے زمانہ میں عبید اللہ مہدی کو شہرت مل گئی مگر جس وقت مکتفی کو بلایا گیا تو وہ اپنے فرزند ابوالقاسم نزار (جنہیں قائم بھی کہتے ہیں) کے ساتھ مفرور ہو گئے۔ ابوالقاسم اس وقت طفل تھا۔ ان کے ہمراہ دو خادم تھے اور یہ دونوں مراکش میں جانا چاہتے تھے۔ جس وقت یہ دونوں افریقہ تک گئے تو اپنا سامان منگوایا اور ہمراہ لے گئے۔ پھر ربیع الثانی کے اواخر میں 297ھ میں رقادہ پہنچے اور محل میں رہائش پذیر ہو گئے۔ جمعہ کے روز خطاب کرتے ہوئے ساری مملکت میں دعا کرنے کا فرمان دیا۔ سو اس لمحے ان کو امیر المومنین مہدی کا لقب دیا گیا۔ اس کے بعد بذات خود بروز جمعہ عوام کو زبردستی دعا کرنے کے لئے مجتمع کیا اور ان کو اپنے دین کی دعوت دی۔ سو اس لمحے جو کوئی بھی ان کے دین پر ایمان لاتا مہدی اس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ اختیار کرتا اور جو کوئی ایمان نہ لاتا تو اس کو قیدی بنا لیتا۔ سو عبیدیوں کے عہد خلافت کا آغاز 297ھ سے ہو جاتا ہے اور عبید اللہ مہدی کو ہی سب سے اول خلیفہ منتخب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کے فرزند قائم نزار' اس کے بعد ان کے فرزند منصور اسماعیل اور منصور اسماعیل کی خلافت کے بعد ان کے فرزند معز معد یہ ایک کے بعد ایک خلیفہ منتخب ہوئے بلکہ معز معد یہ عبیدیوں کے سب سے اول شخص ہیں جنہیں مصر کا شہنشاہ منتخب کیا گیا۔ یقیناً یہ وقوعہ 17 شعبان 253ھ کو پیش آیا۔ اس کے بعد 20 شعبان جمعہ کے روز دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ ان دنوں علاقہ مصر سے قبیلہ عباس کے ذکر کو خطبات سے خارج کر دیا گیا۔ اس عالم میں مطیع اللہ الفضل بن جعفر کی خلافت ہوا کرتی تھی۔ سو المعز منگل کے دن رمضان کے مہینے میں 263ھ کو مصر میں داخل ہو گیا۔ (اس کو تشریح کے لئے بیان کیا گیا ہے ورنہ یہ بیان کرنا لازمی نہیں)۔ اس کے بعد حکمران معز کی خلافت کے بعد ان کے فرزند العزیز بن المعز کو عہدہ خلافت پر براجمان کیا گیا۔ ان کے بعد ان کا فرزند الحاکم ابوالعباس احمد خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوا۔ یہ قبیلہ عبیدہ کے چھٹے خلیفہ کہلاتے تھے۔ سو ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ حاکم نے قانون کے مطابق پیر کی شام کو 13 شوال 411ھ کو باہر آ کر شہر کا چکر لگایا پھر خلوان کے مشرقی اطراف کا دورہ کیا۔ حاکم کے ہمراہ دو سوار اور بھی موجود تھے مگر حاکم نے ان کو واپس بھیج دیا تھا۔

عوام ابوالعباس کے 3 ذیقعدہ تک منتظر رہے۔ پس جس وقت واپس آنے کی کوئی امید نہ رہی تو عوام نے ان کو ڈھونڈنے کا آغاز کر دیا۔ سو عوام نے محل کے گرد و نواح میں بہت دھیان سے ڈھونڈا۔ سو یکا یک ان کی نظر پہاڑ کی چوٹی پر پڑ گئی۔ انہوں نے کیا دیکھا کہ ادھر ان کا گدھا کھڑا ہوا ہے اور گدھے کے آگے والے پیر میں شمشیر کے وار کا احساس ہوا۔ افراد نے نشانوں سے گمان کیا۔ آخر کار وہ ایک حوض کے قریب آئے۔ سو ان میں سے ایک آدمی حوض میں اتر گیا تو اس کو حوض میں کچھ باندھے ہوئے جسمانی اعضاء دکھائی دیئے جن پر چھریاں لگنے کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ سو پھر ان افراد کو حاکم کے قتل ہونے پر کوئی شک نہ رہا۔

اس کے بعد ان کے فرزند ظاہر ابوالحسن علی عہدۂ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس کے بعد اس کے فرزند مستنصر، مستعلی، الآمر، حافظ عبدالمجید بن ابی القاسم محمد بن مستنصر اور الظافر لگاتار تخت پر براجمان ہوئے کیونکہ خلیفہ الظافر چھٹے خلیفہ ہوئے تھے۔ اسی بناء پر ان کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کے بعد محض دو اشخاص کے سپرد حکومت رہی۔ جانشین فائز اور ان کے بعد عاضد عبداللہ بن یوسف بن حافظ خلیفہ منتخب ہوئے اور ان کے بعد قبیلہ عبیدی کی خلافت اختتام پذیر ہو گئی۔ یقیناً یہ وقوعہ 567ھ کا ہے۔ اس لمحے مستضی بنور اللہ ابو محمد حسن بن مستنجد عباسی حکومت کے سربراہ تھے۔ سو قبیلہ عبیدی کی حکومت اختتام پذیر ہوئی تو مصر میں سلطان سعید شہیر ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب نے عہدہ خلافت کو سنبھالا۔ ان کے بعد ان کے فرزند ملک عزیز عثمان، ان کے برادر افضل، ملک عادل کبیر ابوبکر بن ایوب اور ملک کامل محمد مسلسل ایک کے بعد ایک منصب خلافت پر براجمان ہوتے رہے۔ اس کے بعد ملک عادل صغیر کو چھٹا خلیفہ قرار دیا گیا۔ سو ان کو برطرف کر دیا گیا۔ ان کے بعد ملک صالح بن ایوب بن کامل خلیفہ کے عہدے پر متمکن ہوئے۔ اس کے بعد ان کے فرزند ملک معظم توران شاہ، برادر اشرف یوسف ابن شجرۃ الدر، معز ایبک، فرزند منصور علی لگاتار ایک کے بعد ایک منصب خلافت پر براجمان ہوئے۔ پھر ان کے بعد مظفر قطز کو چھٹا خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ سو ان کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور ان کے بعد ظاہر بیبرس، فرزند سعید محمد بن برکۃ خان، برادر عادل سلامش، منصور قلادون، فرزند اشرف خلیل لگاتار ایک کے بعد ایک خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد القاہر بیدر کو چھٹا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ سو یہ آدھے دن تک عہدۂ خلافت پر براجمان رہے اور پھر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان کے بعد ناصر بن منصور خلیفہ منتخب ہوئے۔ سو ان کے برطرف کر کے عادل کتبغا کو خلیفہ قرار دیا گیا۔ اس کے بعد یہ بذات خود برطرف ہو گئے اور ان کے بعد ان کے والد محترم کے خادم عہدہ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس کے بعد عادل کتبغا، منصور لاجین، مظفر بیبرس، منصور ابوبکر بن ناصر بن منصور لگاتار ایک کے بعد ایک خلیفہ کے عہدے پر براجمان ہوئے۔ آخر کار برادر اشرف کجک کو چھٹا خلیفہ قرار دے دیا گیا اور ان کے بعد ان کے برادر ناصر احمد، برادر صالح اسماعیل، بھائی کامل شعبان، مظفر حاجی، بھائی ملک ناصر حسن لگاتار ایک کے بعد ایک خلافت کے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد سلطان صالح چھٹے خلیفہ قرار دیئے گئے۔ سو ان کو برطرف کر کے قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد پہلے سے برطرف شدہ خلیفہ سلطان ناصر حسن کو حکمران منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد منصور علی بن صالح، اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، منصور علی بن اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، بھائی الصالح حاجی بن اشرف اور ظاہر برقوق لگاتار

ایک کے بعد ایک خلیفہ بنتے رہے۔ اس کے بعد دوسری دفعہ حاجی کو سلطنت کا حکمران بنایا گیا اور حاجی کو منصور کے لقب سے نوازا گیا۔ اس کے بعد دوسری دفعہ برقوق لگاتار ایک کے بعد ایک خلیفہ بنتے رہے۔ اس کے بعد دوسری دفعہ حاجی کو سلطنت کا حکمران بنایا گیا اور حاجی کو منصور کے لقب سے نوازا گیا۔ اس کے بعد دوسری دفعہ برقوق منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند ناصر فرج کو ان کے بھائی عزیز کو اور پھر دوسری دفعہ فرج کے سپرد حکومت کی گئی۔ سوان کو برطرف کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد مستعین باللہ عباسی ولی عہد ہوئے۔ ان کے بعد سلطان موید ابونصر شیخ ان کے بعد فرزند سلطان مظفر احمد تخت پر براجمان ہوئے مگر ان کو برطرف کر دیا گیا اور ان کے بعد سلطان ظاہر کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کے بعد فرزند سلطان صالح محمد خلافت کے عہدے پر فائز ہوئے مگر ان کو بھی برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان اشرف برسری خلیفہ قرار دیئے گئے اور ان کے بعد سلطان عزیز یوسف خلیفہ مقرر ہوئے مگر ان کو برطرف قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ظاہر جقمق ولی عہد ہوئے۔ اس کے بعد فرزند سلطان منصور عثمان منصب خلافت پر فائز ہوئے مگر ان کو برطرف کر دیا گیا۔ ان کے بعد سلطان اشرف اینال کو خلیفہ قرار دے دیا گیا اور ان کے بعد فرزند سلطان موید احمد منصب خلافت پر براجمان ہو گئے مگر ان کو برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ظاہر خشقدم حکمران قرار دیئے گئے۔ اس کے بعد ظاہر بلبائی کو ولی عہد قرار دیا گیا مگر ان کو برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ظاہر تمر بغا کو حکمران منتخب کر کے برطرف کر دیا گیا پھر ان کی برطرفی کے بعد سلطان ظاہر خایر بک کو خلیفہ منتخب کیا گیا مگر ان کو اس شب کو ہی برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان اشرف قایتبائی خلیفہ مقرر ہوئے۔ پھر ان کے فرزند سلطان ناصر محمد حکمران مقرر ہوئے مگر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ظاہر قانصوہ جو کہ سلطان ناصر محمد کی والدہ کے بھائی تھے کو خلیفہ منتخب کیا گیا مگر ان کو بھی برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان اشرف جانبلاط کو عہدہ خلافت پر فائز کیا گیا مگر ان کو برطرف کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان عادل طومان بای خلفیہ قرار دیا گیا مگر ان کو بھی برطرف کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ پھر ان کی ہلاکت اور برطرفی کے بعد سلطان اشرف قانصورہ غوری کو مسند خلافت پر فائز کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان سلیم بن محمد بن بایزید بن عثمان' فرزند سلطان سلیم' فرزند سلطان مراد وغیرہ لگاتار ایک کے بعد ایک عہدہ خلاف پر براجمان ہوتے رہے (اللہ پاک ان کو فلاح و کرم سے نواز دے اور ان کی مغفرت فرمائے)

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں نے تاریخ کے کچھ صفحات لمبے ہونے کے باوجود ان میں تذکرہ کیا ہے۔ سو یہ نفع سے خالی نہیں ہے۔ اب دوبارہ ہم اپنے عنوان پر واپس آتے ہیں۔

بڑی بطخ کی خوبیاں: 1- بطخ تیراکی کو بہت پسند کیا کرتی ہے۔

2- بطخ کے بچے انڈوں سے خارج ہوتے ہی تیرنا شروع کر دیتے ہیں۔

3- جس وقت مادہ انڈوں کو سیتی ہے تو اس کا نر ایک پل کے لئے بھی اس سے جدا نہیں ہوا کرتا۔

4- بطخ کے اطفال انڈوں سے باہر یقیناً آخر مہینے تک نکلا کرتے ہیں۔

بطخ کے بارے میں انوکھا واقعہ: حضرت امام دینوری علیہ الرحمہ نے "مجالستہ" اور ابن جوزی علیہ الرحمہ نے "الاذکیاء"

میں تحریر کیا ہے کہ محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک شکوہ لئے حاضر ہوا کہ اے اللہ کے نبی میرے ہمسائے میری بطخ کو چوری کر لیتے ہیں۔اس بات کو سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے افراد کو نماز ادا کرنے کے لئے طلب کیا اور نماز کے بعد خطاب فرمایا۔اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے کہ تم میں سے اکثر افراد وہ ہیں جو اپنے ہمسائے کی بطخ کو چرایا کرتے ہیں۔اس کے بعد وہ مسجد میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے سروں پر (پر) ہوا کرتے ہیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا تھا کہ ایک شخص اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اس کو گرفت میں لے لو۔یہ ہی تمہاری بطخیں چوری کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہیں کہ بطخ کا گوشت حلال ہے۔

بڑی بطخ کے فوائد: 1- چھوٹی اور بڑی بطخ کے گوشت کو تناول کیا جاتا ہے۔

2- بڑی اور چھوٹی بطخ کا گوشت گرم اور تر ہوا کرتا ہے۔

3- حکیم بقراط نے کہا ہے کہ بطخ شہری پرندوں میں ساروں سے کثیر ہوا کرتا ہے۔

4- بڑی کی سب سے بہتر قسم ''مخالیف'' ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کا گوشت بدن کو فربہ کرتا ہے مگر اس میں فضلات جمع ہوتے ہیں۔

5- اگر بطخ کو ذبح کرنے سے قبل اس کے گلے میں ''بودق'' چھڑک دیا جائے تو گوشت کا ضرر ختم ہو سکتا ہے نہیں تو اس کے گوشت سے بلغم پیدا ہو جاتی ہے۔

6- اس کا گوشت گرم طبیعت رکھنے والے افراد کے لئے اکثیر ہے۔

7- بڑی بطخ کے گوشت میں اگر زیتون کا تیل ڈال لیا جائے تو اس سے گوشت کی بدبو کا خاتمہ ہوتا ہے۔

8- اگر گوشت کو پکاتے ہوئے گرم مصالحوں کی مقدار میں اضافہ کر دیا جائے تو گوشت کی بو اور غلیظ پن دور ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے برعکس اس کا گوشت فضلات کا مجمع ہوا کرتا ہے اور جلد جز و بدن نہ ہونے کی بناء پر معدہ سے مطابقت نہیں رکھ پاتا۔

9-سو گوشت میں فضلات جمع ہونے کی بناء پر جلد ہی بخار کا غلبہ ہو جایا کرتا ہے۔

10-حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی بڑی بطخ کے خصیہ کو پکائے اور تناول کر کے اس کے بعد فوراً اپنی زوجہ سے مباشرت کرے تو انشاء اللہ حمل ٹھہرے گا۔

11-بطخ کے پیٹ میں کنکریاں ہوا کرتی ہیں۔اگر کسی کو پیٹ جلنے کی شکایت ہو تو بطخ کے پیٹ کی کنکریاں پیس کر نوش کر لے تو فائدہ ہو گا۔

12-نمونیہ اور بال گرنے کے مرض میں بطخ کا تیل فائدہ مند ہوا کرتا ہے۔

13-بطخ کی زبان کو پابندی کے ساتھ تناول کرنا ''سلسل البول'' کے لئے مفید ہے۔

14- بطخ کے گوشت کا شمول زبردست خوراکوں میں ہوتا ہے مگر یہ دیر سے ہضم ہوا کرتا ہے۔

15- بطخ کا انڈا اور میانی گرمی کا ہوا کرتا ہے مگر خون میں گاڑھا پن پیدا کیا کرتا ہے لہٰذا کچھ مضر ہوا کرتا ہے۔

16- اگر بطخ کے انڈے کو پہاڑی پودینے (Zataria Multiflora) اور نمک میں مکس کر کے تناول کیا جائے تو اس کے مضر اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

17- بطخ کے انڈے سے گندہ لہو پیدا ہوتا ہے لیکن گرم طبیعت رکھنے والوں کے لئے سودمند ہے۔

18- بطخ اور شتر مرغ دونوں کے انڈوں سے گاڑھا لہو بنتا ہے اور یہ دیر سے جزو بدن بنتے ہیں۔

19- جو فرد شتر مرغ اور بطخ کے انڈوں کو استعمال کرنا چاہے تو ان کی اصل زردی کو استعمال کرے۔

20- اس بات کو سدا ذہن میں رکھیں کہ تمام انڈوں کی زردی' سفیدی کے مقابلے میں زیادہ شفاف و پاکیزہ ہوا کرتی ہے اور سفیدی' زردی کے مقابلے میں زیادہ ''تر'' ہوا کرتی ہے۔ ایسے ہی سفیدی غذائیت کے لحاظ سے بھی پہلی طرز کے انڈوں میں کثیر پائی جاتی ہے۔

21- غذائیت کا عنصر ان مخصوص طرز کی مرغیوں میں بہت تھوڑا موجود ہوا کرتا ہے جو مرغ کے بغیر انڈا دیا کرتی ہیں اور اس طرز کی مرغیوں کے انڈوں سے بچے بھی نہیں نکلتے۔ اس کے علاوہ ان مخصوص طرز کی مرغیوں کے انڈوں کو خاکی انڈے کہتے ہیں۔ سو جس وقت چودھویں شب کا چاند کم ہونے کا آغاز کرتا ہے تو کئی دفعہ یہ مرغیاں انڈے دینا ترک کر دیتی ہیں کیونکہ انڈے چاند کے کم ہونے کے دنوں سے لے کر چاند کے بڑے ہونے کے دنوں تک بھر کر گیلے ہو جایا کرتے ہیں۔ سو پھر ان میں تولید کی اہلیت پیدا ہوا کرتی ہے (اس کے سوا ابدار سے محاق تک کا تذکرہ بہت جلد ''الحجل'' اور ''الدجاج'' کے زیر بحث ہوگا انشاء اللہ)

الالفہ

''الالفہ'' بھوتنی یا بھوت کو کہتے ہیں مگر اکثر لغویین مادہ بھیڑیا کا مفہوم بیان کرتا ہے۔ (انشاء اللہ ''باب السین'' اور ''باب الذال'' میں اس کا مفصل بیان کیا جائے گا)

الالق

''الالق'' اس کا مفہوم بھیڑیا ہے اور مادہ بھیڑیا کو ''القہ'' کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کی جمع ''الق'' آیا کرتی ہے مگر اکثر ''بندریا'' کو بھی ''القہ'' کہا جاتا ہے مگر بندر کے لئے ''الق'' کی جگہ ''قرد'' ''رباح'' وغیرہ حروف کا استعمال ہوا کرتا ہے۔

الاودع

جنگلی چوہے کو ''الاوداع'' کہا جاتا ہے۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ''الاودع'' یربوع (چوہے کی مانند

ایک جانور ہے جس کی آگے والی ٹانگیں چھوٹی اور پیچھے والی ٹانگیں بڑی اور پونچھ لمبائی میں ہوا کرتی ہے) کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع یرابیع آیا کرتی ہے (اس کو مفصل ''باب الباء'' میں بہت جلد بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

الاورق

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''اورق'' اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو سفیدی مائل بہ کالا ہوا کرتا ہے۔ اس کا گوشت سارے اونٹوں میں سے اعلیٰ طرز کا ہوا کرتا ہے مگر عربی لوگ اس کو سواری اور دیگر امور کے لئے ٹھیک نہیں سمجھا کرتے۔

الاوس

''الاوس'' اس بھیڑیا کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے مگر کبھی کبھار انسان کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تصغیر کے ہمراہ بھی ''اویس'' کا بھیڑیا کے لئے اطلاق ہوتا ہے۔ جس طرح کمیت اور لجین وغیرہ۔ سو شاعر الہذلی نے کہا ہے:

یالیت شعری عنك ولامراسم   مافعل الیوم اویس بالغنم

''اے کاش کہ میرا تم سے تعلق ہوتا تو کام ختم ہو چکا ہوتا (جس طرح) آج جو برتاؤ بھیڑیے نے بکریوں کے ساتھ روا رکھا ہے۔''

ایسے ہی کمیت شاعر کا کہنا ہے کہ

کما خامرت فی خضنها ام عامر   لذی الحبل حتی عال اوس عیالها

''جیسے لکڑ بگڑ نے شکار کرنے والے کے پاس بھیڑیے سے تعلیم حاصل کی ایسے ہی بھیڑیا بھی اس کے اطفال کا پورا ذمہ دار رہا۔''

علامہ جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شاعر ''لذی الحبل'' سے شکار کرنے والا مطلب لے کر یہ کہنے کا خواہاں ہے کہ شکار کرنے والا رسی کو لگڑ بگڑ بھیڑیے کی کونج میں پھنسا دیا کرتا ہے۔ (اس کو مفصل انشاء اللہ بہت جلد ''الضبا'' کے موضوع سے بیان کیا جائے گا)

حضور سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث:

حافظ ابونعیم، حمزہ بن اسد حارثی کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ حمزہ بن اسد حارثی نے کہا ہے کہ ''حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ میں ''بقیع الغرقد'' تک تشریف آور ہوئے تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دیا کہ ایک بھیڑیا اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھا ہوا ہے۔ حضور شہنشاہ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ''اویس'' (بھیڑیا) ہے اسے کچھ دے دو۔ سو (غالباً کچھ پاس نہ ہونے کی بناء پر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح نہیں کیا۔''

(انشاءاللہ بہت جلد باب الذال میں ''لفظ'' الذئب کے موضوع سے بھیڑیوں کا حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونے کا ذکر بیان ہوگا)

حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ: حضرت اویس بن عامر قرنی علیہ الرحمہ بھی اسی اسم سے موسوم ہوا کرتے تھے۔ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ کو حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نصیب ہوا مگر آپ علیہ الرحمہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پاک سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ ان کا شمول اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔

''حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ مسلم شریف میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تابعین میں سے ساروں سے زبردست وہ شخص ہے جس کو اویس قرنی کہتے ہیں۔ وہ تم لوگوں کے پاس مدد کی غرض سے یمنی افراد کے ہمراہ آئیں گے۔ اگر وہ کسی بات پر حلف اٹھالیں گے تو اللہ پاک اس کو لازمی پورا فرما دیں گے۔ پس اگر تم ان سے بخشش کروا سکو تو کروانا۔''

(مسلم شریف' کتاب فضائل عمل صحابہ' رقم الحدیث 2532' مسند احمد' رقم الحدیث 266' متدرک حاکم' رقم الحدیث 5720' شعب الایمان' رقم الحدیث 6798)

سو حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے استغفار کرنے کی گزارش کی۔ سو حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لڑائی میں شہادت پا گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ''باب الزہد'' میں حسن بصری علیہ الرحمہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے بہشت میں اتنے افراد کا داخلہ ہوگا جو تعداد میں قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر دونوں سے زیادہ ہوں گے۔''

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ ہیں۔ اس کے علاوہ القرنی' قرن (سینگ) سے نسبت رکھتا ہے اور قرن مراد خاندان کی ایک شاخ کا اسم ہے۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ سے اس معاملے میں ایک لغزش بھی ہوئی جس کے مشہور عام ہونے کی بناء پر اسے تحریر کرنے کی حاجت نہیں۔

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک فرد کے سفارش کرنے کی بناء پر ربیعہ و مضر دونوں خاندانوں کی تعداد جتنے افراد بہشت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ کسی نے دریافت کیا یا حضور ربیعہ کا مضر سے کیا واسطہ ہے؟ حضور سراج السالکین' رحمتہ

للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو کچھ بھی کہا کرتا ہوں وہ اللہ عزوجل کے فرمان سے کہا کرتا ہوں۔'' (الحدیث)

ابن سماک نے کہا ہے کہ ''رجل من امتی '' (میری امت کا ایک آدمی) سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ ''الشفاء'' میں تذکرہ کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کو گناہوں کی معافی کی سفارش کا حق حاصل ہے۔''

ابن مبارک علیہ الرحمہ تذکرہ کرتے ہیں کہ ''حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک فرد ''صلہ ابن الشیم'' نام کا پیدا ہوگا جس کے سفارش کرنے سے کئی کئی افراد بہشت میں چلے جائیں گے۔'' (الحدیث)

الایلس

''ایلس'' بڑی مچھلی۔ حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''ایلس'' ایک بڑی طرز کی مچھلی ہے۔ اس مچھلی کے سوا سارے آبی جانوروں کو شکار کرتے ہیں۔ اس مچھلی کی یہ خاص بات ہے کہ اگر دو شخص اس کو پکا کر اکٹھے بیٹھ کر تناول کرنے لگیں تو آپس کی دشمنی، محبت میں بدل جایا کرتی ہے۔

الایم والاین

''الایم والاین'' یہ سانپ کے لئے مستعمل ہوا کرتا ہے۔ ازرقی ''تاریخ مکہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''الایم'' نر سانپ کو کہا جاتا ہے۔ طلق بن حبیب نے کہا ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے کہ شام ہونے لگی۔ افراد محفل سے اٹھ کر واپس جانا شروع ہو گئے۔ یکا یک ہمیں دکھائی دیا کہ ایک ابلق (سفید و سیاہ) شخص جو کہ خوب صحت مند تھا ''باب بنی شیبہ'' میں داخل ہوا۔ افراد اس کو دیکھ کر خوف کا شکار ہو گئے۔ سو اس نے سات دفعہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعت نوافل پڑھے تو ہم اس کے پاس جا کر بولے کہ اے عمرہ ادا کرنے والے اللہ پاک تیری بندگی کو قبولیت بخشے۔ دیکھو ہمارے نادان اور کم عمر اطفال رہا کرتے ہیں۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تم کو پریشان نہ کریں اسی لئے تم ان سے بچ کر رہنا۔ سو وہ شخص غائب ہو گیا اور پھر کبھی بھی وہ دکھائی نہ دیا۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الایم'' نام کے سانپ کو مار ڈالنے کا فرمان دیا ہے۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ در حقیقت یہ حرف ''ایم'' ہے۔ سو پھر ان میں کمی کر دی گئی جس طرح ''لین ولین وھین وھین'' اس کی جمع ''ایوم'' آیا کرتی ہے۔

(بہت جلد اس کو ''الکعیب'' کے موضوع سے مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

الایل

الایل (بتشدید الیاء المسکورہ) بارہ سنگھے کو کہتے ہیں۔ اس میں کچھ فرہنگ ہیں۔ اکثر حضرات کے مطابق ''الایل'' فارسی زبان میں ''گوزن'' پہاڑی بکرے کو کہا جاتا ہے۔ زیادہ تر یہ جنگلی گائے سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہ جانور اس قدر بلند حوصلہ ہوا کرتا ہے کہ اگر اس کو شکاری سے ڈر کا احساس ہو تو پہاڑی چوٹی سے چھلانگ لگا دیتا ہے مگر پھر بھی یہ زخموں سے چور نہیں ہوتا۔ جتنی گرہیں اس کے سینگوں میں پائی جاتی ہیں اس کی عمر بھی اتنے ہی برس ہوا کرتی ہے۔ جس وقت اس کو پہاڑ کاٹ لیتا ہے تو یہ ''کیکڑا'' ایک کیڑا تناول کرنے کی بناء پر صحت یاب ہو جاتا ہے۔ بارہ سنگھے کی خاص بات یہ ہے کہ اس کو مچھلی سے پیار و یگانگت ہوا کرتی ہے۔ سو یہ مچھلی کا نظارہ کرنے کے لئے اکثر دریا کے کنارے پر چلا جایا کرتا ہے۔ مچھلی بھی اس کو دیکھتی ہے تو خشکی کے نزدیک آ جاتی ہے۔ مچھلی کا شکار کرنے والے اس کی خصلتوں کی شناخت رکھتے ہیں اسی لئے جس وقت ان کو مچھلی کا شغف ہو تو اس بارہ سنگھا کی کھال کو پہن لیتے ہیں اور پھر دریا کے کنارے بیٹھتے ہیں اور مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں۔ اس بارہ سنگھے کو سانپ تناول کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ سو جس جگہ پر بھی اس کو سانپ دکھائی دے یہ اسے فوراً نگل لیتا ہے۔ سو بعض اوقات اس طرح بھی ہوا کرتا ہے کہ سانپ بارہ سنگھے کو کاٹ لیتا ہے تو اس کی آنکھ سے دو مختصر نقرہ کی مقدار جتنا لہو پھوٹتا ہے جس کی بناء پر اس کی آنکھ میں ایک انگلی کے جتنا سوراخ ہو جاتا ہے جس میں سے انگلی گزاری جا سکتی ہے۔ یہ لہو ارض پر گرتا ہے تو خشک ہو کر شمع کی طرح ہو جاتا ہے۔ لوگ اس لہو کو سانپ کے زہر سے بچاؤ کے لئے تریاق بنا لیا کرتے ہیں جس کو ''تریاق حیوانی'' کہا جاتا ہے۔ سو تمام تریاقوں سے اعلیٰ تریاق کا رنگ پیلا ہوا کرتا ہے۔

اس طرز کا بارہ سنگھا زیادہ تر انڈیا، سندھ اور فارس وغیرہ کے علاقہ جات میں ملتا ہے جس وقت اس مخصوص تریاق کو سانپ یا کیکڑے کی کاٹی ہوئی جگہ پر استعمال کریں تو بہت نفع بخش ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی زہر نوش کر لے تو اس لمحے تریاق کا نوش کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے اس تریاق میں زہر کے اثر کے خاتمے کے لئے بہت انوکھی خوبیاں جمع کی ہیں۔

<u>بارہ سنگھا کے سینگ نکالنے کی عمر:</u> جس وقت بارہ سنگھے کی عمر دو برس ہو جائے تو اس کے سینگ نکلنے کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس کے سینگ ہو بہو میخ کی مانند نکلا کرتے ہیں جس وقت یہ تیسرے برس میں ہوتا ہے تو سینگوں کی شاخیں نمودار ہونے لگتی ہیں۔ ایسے ہی چھ برس تک سینگوں کی شاخوں سے شاخیں نکلتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے دونوں سینگ دو گھنے اشجار کی مانند خوبصورت لگتے ہیں۔ بارہ سنگھے کی خاص بات یہ ہے کہ ان مرحلوں کو طے کرنے کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا ہے کہ اس کے دونوں ہی سینگ ہر برس گر جایا کرتے ہیں اور پھر دوسری بار نکل آتے ہیں۔ بارہ سنگھا اپنے سینگ طاقت ور کرنے کے لئے سورج کی دھوپ میں کچھ لمحوں کے لئے بیٹھا کرتا ہے تا کہ اس کو گرمی ملے۔

شیخ ارسطو نے کہا ہے کہ اس طرز کے بارہ سنگھے کو سیٹی، راگ اور ساز کی مدد سے شکار کرتے ہیں۔ یہ اس بناء پر ہے کہ جس وقت وہ باجے کی آواز سنا کرتا ہے تو وہ سو نہیں پاتا۔ شکار کرنے والا اس کو باجے کی آواز میں اتنا مگن کر دیتا ہے کہ وہ ہوش کھونے

لگتا ہے۔ سو جس وقت شکار کرنے والا دیکھتا ہے کہ اس کے دونوں کان سماعت کے قابل نہیں رہے تو اس کو پیچھے سے گرفت میں لے لیتے ہیں۔ بارہ سنگھا کے آلہ تناسل میں ہڈی اور گوشت نہیں پایا جاتا۔ اس کی سینگ بہت سخت ہوتی ہے۔ یہ حیوان ڈرپوک ہوا کرتا ہے مگر دبدبہ والا دکھائی دیتا ہے۔ اس کو سانپ کھانے کا بہت اشتیاق ہوتا ہے اور سانپوں کی پونچھ کی جانب سے تناول کرنے کا آغاز کرتا ہے۔ بارہ سنگھے کے سینگ ہر برس جھڑ جاتے ہیں۔ یقیناً یہ اللہ عزوجل کے الہام سے ان کو جھاڑا کرتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے اس کے سینگوں میں انوکھے فوائد رکھے ہوئے ہیں۔ لوگ بارہ سنگھے کے سینگ کی مدد سے جان لیوا حیوانات کو دور کرتے ہیں۔ بارہ سنگھے کے سینگوں میں یہ اثر بھی پایا جاتا ہے کہ اس سے پیدائش میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ پس حاملہ خواتین کو اس کے استعمال سے نفع پہنچتا ہے۔ اگر بارہ سنگھے کے سینگ کا تھوڑا سا حصہ جلائیں اور شہد میں ڈال کر کھالیں تو پیٹ کے کیڑے خارج ہو جاتے ہیں۔ (کتاب النعوت)

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حیوان بہت موٹا ہوا کرتا ہے۔ اگر اس کو دوڑنے کا موقع حاصل ہو جائے تو شکار کرنے والے سے بچاؤ کر کے مفرور ہو جایا کرتا ہے۔

اختتام: زجاجی کا کہنا ہے کہ ابن درید سے اس شعر کے بارے میں استفسار کیا گیا:

هجرتك لاقلى منى ولكن رأيت بقاء ودك فى الصدود

"میں نے تم کو کسی عداوت کی بناء پر نہیں چھوڑا' صرف اس بناء پر چھوڑ دیا ہے کہ میرے قریب تیری محبت وادی کے کونے پر رہنے میں بچ سکتی ہے۔"

كهجر الحائمات الورد لما رأت ان المنية فى الورد

"جیسا کہ آب کی پیاس رکھنے والا گھاٹ کے اوپر چکر کاٹ رہا ہو مگر پی نہ رہا ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ سمجھ رکھتا ہے کہ مرنا تو گھاٹوں ہی میں ہے۔"

تغيظ نفوسها ظمأ وتخشى حماما فهى تنظر من بعيد

"مگر پیاس کی بناء پر مچل رہا ہے اور مرنے سے ڈرا ہوا ہے کہ موت تو دور سے ہی تاک میں رکھے ہوئے ہے۔"

تصد بوجه ذى البغضاء عنه وترمقة بالحاظ الودود

"موت عداوت رکھنے والوں کی مانند روگردانی کر رہی ہو اور محبت کرنے والے کے جیسے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھے جا رہی ہو۔"

زجاجی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ "الحائم" اس کو کہا جاتا ہے جو پانی کے گرد و نواح میں چکر کاٹ رہا ہو مگر پاس نہ جائے۔ سو ان شعروں کے مفہوم ایسے جانے جائیں گے کہ بارہ سنگھے کو سانپ تناول کرنے کی عادت ہوا کرتی ہے۔ جس وقت اس میں حرارت بڑھ جاتی ہے تو وہ بھڑک جاتا ہے سو اس کیفیت میں وہ آب کو تلاش کرتا ہے مگر آب دستیاب نہ ہونے پر بھی آب نہیں پیا کرتا بلکہ مسلسل سانس لئے جاتا ہے کیونکہ اگر وہ اس کیفیت میں پانی نوش کر لے تو پانی اور زہر معدے میں اکٹھے مجتمع ہوں گے

اور ایسا ہونے سے اس کو ہلاک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر وہ کئی روز تک پیاسا رہتا ہے۔ سو جس وقت زہر کے تمام اثرات کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو اس لمحے وہ پانی پی لیتا ہے اور اس طرح کرنے سے اسے کوئی ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ گویا کہ شاعر یہ کہنے کا خواہاں ہے کہ مجھ کو تیری موت کا شدت سے انتظار ہے۔ اس کے باوجود کہ میں ہجر کی عمر بسر کر رہا ہوں۔ جس طرح کہ پیاس رکھنے والا شخص پانی کے ارد گرد منڈلا رہا ہو مگر وہ موت کے ڈر سے اپنی پیاس نہیں بجھاتا۔

حضرت امام زجاجی علیہ الرحمہ کے مختصر احوال: حضرت امام زجاجی علیہ الرحمہ کا اسم عبد الرحمٰن بن اسحٰق اور کنیت ابو القاسم کہلاتی ہے۔ یہ علم النحو کے امام ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے اسحٰق الزجاجی کی سنگت میں رہتے ہوئے نہایت فوائد حاصل کئے ہیں۔ اسی بناء پر زجاجی ہی کے اسم سے شہرت پائی۔ انہوں نے ''کتاب الجمل'' کو تحریر کیا ہے۔ اس تصنیف میں ضرب الامثال پر لمبا مباحثہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ جو کوئی بھی اس تصنیف کو پڑھتا ہے اس کو بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس کی بناء یہ ہے کہ یہ تصنیف مکۃ المکرمہ میں تحریر کی گئی ہے حضرت امام زجاجی علیہ الرحمہ تصنیف کے ایک باب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آٹھ روز تک خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے اور اس تصنیف کو اپنے مطالعہ کا حصہ بنانے والوں کے لئے دعا گو ہوتے کہ اللہ عزوجل اس تصنیف کو پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچائے اور لکھنے والے کی بخشش فرمائے۔ اس تصنیف کے ایک پیراگراف کی ایک مثال درج ذیل ہے:

"ماحرم اللہ شیئا الا و احل بازائه خیرا منه حرم المیتة و اباح المذکی وحرم الخمر و اباح النبیذ وحرم السفاح و اباح النکاح وحرم الربوا و اباح البیع ۔"

''اللہ پاک نے اگر کسی شے کو ناجائز (حرام) قرار دیا ہے تو اس کی جگہ کسی نہ کسی شے کو جائز (حلال) بھی قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر مردار کو ناجائز مقرر کیا ہے تو اس کے بجائے ذبح کئے ہوئے کو جائز مقرر کیا ہے' شراب کو ناجائز کہا تو نبیذ کو جائز کر دیا' زنا کو ناجائز کیا تو نکاح کو جائز کیا' سود کو ناجائز قرار دیا تو خرید و فروخت کو جائز مقرر کیا۔''

انتقال: حضرت امام زجاجی علیہ الرحمہ کا انتقال دمشق کے مقام پر 339ھ یا 337ھ کو ہوا۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ ان کا انتقال مقام طبریہ میں ہوا۔ سو ابو منصور موہوب الجوالیقی اللغوی نے کیا خوب شاعری کی ہے:

وردالوری سلسال جودك فارتووا ‏ ‏ ‏ ‏ ووقفت حول الورد وقفه حائم

''خلقت تیری بخشش و کرم کی گھاٹ میں اتر کر بہت سیر ہوئی اور مچلتے ہوئے پیاسوں کی مانند گھاٹ کے گرد و نواح میں رک بھی گئی۔''

حیران أطلب غفلة من وارد ‏ ‏ ‏ ‏ والورد لایزداد غیر تزاحم

''میں دنگ ہو کر آنے والوں کی لاپروائی کی کھوج میں رہا اور گھاٹ میں مسلسل افراد کا رش بڑھ رہا تھا۔''

حضرت امام الجوالیقی علیہ الرحمہ: حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ فنون و ادب کے امام ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے کئی

فائدہ مند تصانیف تحریر کی ہیں۔ حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ حکمران المقتفی باللہ کی پانچوں نمازوں کے امام ہوا کرتے تھے۔ جس وقت بادشاہ المقتفی باللہ کی مجلس میں اول دفعہ داخل ہوئے تو کہنے لگے "السلام علی امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سو حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ سے حکیم ہبۃ اللہ بن صاعد بن تلمیذ نصرانی کہنے لگے کہ کیا امیر المومنین کو سلام پیش کرنے کا یہ دستور ہے؟ مگر حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ نے اس کے کہنے پر کوئی دھیان نہ دیا اور سیدھا خلیفہ سے مخاطب ہو کر بولے کہ میں سدا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سلام کیا کرتا ہوں اور یہ آپ کے لئے سب سے بہتر سلام جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ اے خلیفہ اگر کسی نے یہ حلف اٹھایا کہ یہود ونصاریٰ میں علم ان کے قلب کی گہرائیوں میں نہیں اتر پایا تو وہ اپنے حلف میں حانث نہیں کہلائے گا کیونکہ اس نے ہو بہو وقوعہ کے لحاظ سے حلف اٹھایا ہے۔ یہ اس بناء پر ہے کہ اللہ پاک نے یہود ونصاریٰ کے اقلاب پر تالوں کو ڈال دیا ہے جن کو محض ایمان واسلام کی دولت سے ہی کھولا جا سکتا ہے۔ خلیفہ کہنے لگے کہ آپ نے درست کہا اور نہایت زبردست قول کیا ہے۔ گویا کہ ابن التلمیذ علم وفضل کے ہوتے ہوئے ششدر رہ گئے اور کوئی جوابی بات نہ کہہ پائے۔ اوپر جو دو اشعار بیان ہوئے ہیں ان کی مثال میں ابن الخشاب نے پھر شعر کہے ہیں۔

انتقال: حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ 539ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔

بارہ سنگھے کے متعلق شریعت کا حکم: بارہ سنگھے کے گوشت کو تناول کرنا جائز ہے کیونکہ یہ پاک جانوروں میں شامل ہے جس طرح پہاڑی بکرا وغیرہ مگر حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے "باب الاطعمۃ" میں بارہ سنگھے کا تذکرہ نہیں فرمایا بلکہ اس کا تذکرہ "باب الربا" (سود کے باب) میں فرمایا ہے۔ سوان کا کہنا ہے کہ ہرنوں کا گوشت بارہ سنگھے سمیت کے بارے میں شیخ ابو محمد کا قول نمایاں نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے میں ردوکد کا شکار ہیں۔ اس کے بعد آگے یہ علم ہوتا ہے کہ آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہرن اور بارہ سنگھے کے حلال وحرام کا معاملہ بھیڑ بکریوں کی مانند ہے (مطلب جواز کا فتویٰ دیا) لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی جگہ بیچا نہیں جا سکتا لیکن جب کہ برابر سرابر ہوں۔ حضرت امام متولی علیہ الرحمہ نے کسی بھی امتیازی معاملہ کے دونوں اطراف کو تحریر کیا ہے۔

بارہ سنگھے کی خصوصیات: 1- اگر کسی مقام پر بارہ سنگھے کے سینگوں کا دھواں دیا جائے تو سارے حشرات اور جان لیوا حیوان بھاگ جایا کرتے ہیں۔

2- اگر بارہ سنگھے کے سینگ کو جلا کر دانتوں میں لگالیں تو دانتوں کے پیلے پن کو ختم کر کے اس کے گڑھوں اور جڑوں کو بھرے گا۔

3- اگر کوئی آدمی بارہ سنگھے کے سینگ کے اعضاء کو گردن میں باندھ کر آویزاں کرے تو جس وقت تک وہ اس کی گردن میں موجود رہیں گے اس آدمی کو نیند نہیں آپائے گی۔

4- اگر بارہ سنگھے کے ذکر کو خشک کر کے پھر پیس لیں اور پانی میں حل کر کے نوش کرلیں تو اس سے منی میں جوش اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے عضو تناسل میں انتشار پیدا کرنے کا موجب ہے۔

5- بارہ سنگھے کا لہو نوش کرنے سے مثانہ کی پتھر ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے۔

ابن آوی: ''ابن آوی'' گیدڑ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''آوی'' آیا کرتی ہے۔ ایسے ہی ابن عرس' ابن المخاض اور ابن اللبون کی جمع بنات عرس' بنات مخاض' بنات لبون ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بنات آوی غیر منصرف ہے۔ سو شاعر کا کہنا ہے کہ

ان ابن آوی لشدید المقتنص وهو اذا ما صيد ريح فی قفص

''بے شک گیدڑ نہایت شکار کرنے والا ہوتا ہے مگر جس وقت وہ قفس میں قید کیا جاتا ہے تو اس میں دوڑ ابھرتا ہے۔''

کنیت: گیدڑ کی کنیت ابوایوب' ابوذیب' ابوکعب' ابووائل کہلاتی ہے۔

گیدڑ کے خواص: اس کا اسم ''ابوآوی'' اس بناء پر قرار دیا گیا ہے کہ یہ اپنے سارے ہم جنسوں کے ہمراہ مل کر بولا کرتا ہے اور بطور خاص بوقت شب چیختا چنگھاڑتا ہے۔ وہ بھی اس لمحے جس وقت وہ اکیلا رہ گیا ہو۔ گیدڑ کی آواز اطفال کی آواز کے مانند ہوا کرتی ہے۔ گیدڑ کے لمبائی میں اور اس کے ناخن بھی خوب لمبے ہوا کرتے ہیں۔ گیدڑ دوسروں پر حملہ کرتا ہے۔ پرندوں کو شکار کر کے ان کو تناول کرتا ہے۔ گیدڑ سے لومڑی کی نسبت مرغیاں زیادہ ڈرتی ہیں۔ سو اگر گیدڑ کا کسی اس طرح کے شجر سے گزر ہو جس پر مرغیاں موجود ہوں تو فوری طور پر ڈر کر نیچے گر پڑتی ہیں ہر چند کہ مرغیوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

حکم شرعی: صحیح بات کے لحاظ سے گیدڑ کا گوشت ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ کچلی کے دندان سے حملہ کرتا ہے۔ سو اگر کسی کو یہ وقت محسوس ہو کہ کیونکہ گیدڑ کے کچلی کے دندان لاغر ہوا کرتے ہیں تو اس کا فرمان لگڑ بگڑ یا لومڑی کے جیسا ہوگا۔ اس کے بعد تو باضابطہ ایک مذہب بنے گا۔ الغرض یہ کہ ہمارے شوافع کے مطابق دونوں حالتیں پائی جاتی ہیں مگر درست وہی ہے جو المحرر' المنھاج' الشرح' الحاوی' الصغیر وغیرہ میں بیان ہے اور وہ بیان یہ ہے کہ گیدڑ کا گوشت ناجائز (حرام) ہے۔ شیخ ابوحامد نے کہا ہے کہ گیدڑ کا گوشت استعمال کرنا جائز ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو بھی حیوان کچلی کے دندان سے نوچا کرتے ہیں وہ درندوں میں شمار کئے جاتے ہیں (ان کا گوشت ناجائز ہے) اور حضرت امام ابوحنیفہ' حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد علیہم الرحمہ کے مطابق بھی گیدڑ کا گوشت حرمت والا ہے۔

خصائص: 1- اگر گیدڑ کی زبان کو کسی رہائش گاہ میں ڈال دیں تو وہاں پر جھگڑا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

2- گیدڑ کا گوشت دیوانگی' مرگی (جو آخر مہینے میں ہوا کرتی ہے) کے امراض کے لئے فائدہ مند ہے۔

3- اگر گیدڑ کی سیدھی آنکھ کو کسی نظر لگنے والی شے پر آویزاں کر دیا جائے تو وہ شے بری نگاہ سے امان میں رہتی ہے بلکہ بری نظر اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

4- اگر کوئی آدمی گیدڑ کا قلب لے کر اس کو گردن میں باندھ کر آویزاں کر لے تو وہ سارے درندوں سے امان میں رہے گا۔

واللہ اعلم

باب الباء الموحدة

البابوس

''البابوس'' انسان کے نہایت چھوٹے اطفال کو''البابوس'' کہا جاتا ہے بلکہ ہر شے کے چھوٹے اطفال کے لئے ''البابوس'' کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ابن احمر شاعر کہتے ہیں کہ

حنت قلوصی الی بابوسها طزبا وما حنينك بل ماأنت والذكر

''شہد کی مکھی اپنے انڈوں اور اطفال کو دیکھ کر مست ہو کر گانا شروع ہو گی اور اے شہد کی مکھی تمہارا یہ گیت گانا تمہارے ہر تذکرہ و مذاق کی اہمیت نہیں رکھتا۔''

البازی

''البازی'' باز' عقاب' شکرا' ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ''البازی'' کے سوا''باز'' اور بازی کا بھی اطلاق ہوا کرتا ہے۔''بازی'' بالاتفاق نر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔تثنیہ کے لئے''بازیان'' اور جمع کے لئے''بزاۃ'' کے حروف کا اطلاق ہوتا ہے۔جس طرح کہ قاضیان وقضاۃ۔شاہین اور شکرا کے لئے اس طرح بولا جاتا ہے۔''فلان یصید صقورا''(فلاں شکرا کو شکار کر رہا ہے) لفظ''البازی'' بزوان سے لیا گیا ہے جس کا مفہوم ہے اچھلنا کودنا اور اچک لینا۔''البازی'' کی کنیت ابوالاشعث' ابوالبہلول اور ابولاحق کہلاتی ہے۔یہ پرندہ سب پرندوں میں سب سے زیادہ برے اخلاق والا اور پُر غرور ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ''بازی'' محض مادہ ہی ہوتا ہے۔اس کا نر دوسری طرز کا ہوا کرتا ہے جس طرح چیل اور شاہین وغیرہ میں ہوا کرتا ہے۔اسی بناء پر ان کی صورتوں کے بارے میں علماء کرام کے مابین مخالفت پائی جاتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کا جودوکرم: حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ لین دین (تجارت) کا کاروبار کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر پانچ آدمی سفیان ثوری علیہ الرحمہ' سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ' فضیل بن سماک' ابن علیہ علیہ الرحمہ (مراد ابن مبارک علیہ الرحمہ) نہ ہوا کرتے تو میں یہ کاروبار نہ کیا کرتا کیونکہ میں ان افراد کی مال کے ذریعے سے مدد کیا کرتا تھا۔ سو قانون کے مطابق ایک برس بیت گیا' کسی نے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کو یہ اطلاع دی کہ ابن علیہ علیہ الرحمہ کو قاضی قرار دے دیا گیا ہے۔اس اطلاع کو سماعت کر کے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ ابن علیہ علیہ الرحمہ کے پاس تشریف آور ہوئے اور ان کی مدد بھی کی۔سو چند روز کے بعد ابن علیہ علیہ الرحمہ بذات خود عبداللہ بن مبارک کے پاس حاضر ہوئے مگر عبداللہ بن مبارک

علیہ الرحمہ نے ان کی جانب کوئی دھیان نہ دیا۔ پھر عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ نے ان شعروں کو تحریر کر کے ابن علیہ علیہ الرحمہ کی جانب بھیج دیا:

يا جاعل العلم له بازيا يصطاد اموال المساكين

''اے علم کو باز بنا دینے والے! تو غرباء کی دولت کا شکاری ہے۔''

احتلت للدنيا ولذاتها بحيلة تذهب بالدين

''تو نے اس جہان اور اس کی آرزوؤں کو اس کوشش سے کنٹرول میں لے رکھا ہے کہ جو ایمان کو برباد کر دیا کرتا ہے۔''

فصرت مجنونا بها بعدما كنت دواء للمجانين

''لہٰذا تم دنیا کو پانے کے لئے دیوانے ہو گئے ہو جبکہ تم بذات خود دیوانوں کے لئے دوا ہوا کرتے تھے۔''

أين روايـاتك في سردها لترك ابواب السلاطين

''کدھر چلی گئیں تمہاری سرگزشتیں شہنشاہوں کے دروں کو ترک کر دینے کے متعلق۔''

أين روايـاتك فيما مضى عن ابن عوف و ابن سيرين

''کدھر ہیں تمہاری بیان کی ہوئی سرگزشتیں جو تم نے ابن عوف و ابن سیرین کے لئے تحریر کی ہیں۔''

ان قلت أكرهت فذا باطل زل حمار العلم في الطين

''اگر تم یہ کہو کہ مجھ کو مسند قضاء کے لئے زور دیا گیا ہے تو یہ قطعی درست نہیں ہے اس لئے کہ علم کا گدھا مٹی میں پھسل چکا ہے۔''

سو اسماعیل بن علیہ علیہ الرحمہ کو اس شاعری کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے خلفیہ ہارون الرشید کی مجلس میں جا کر سند قضاء سے استعفیٰ دے ڈالا۔ سو ان کا استعفیٰ قبول کر لیا گیا۔

عبداللہ بن مبارک کے مختصر احوال: عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ ایک بہترین عالم، عبادت گزار، سچے، حدیث کے امام اور علم و عمل کی مثال ہوا کرتے تھے۔ ابن خلکان ان کی پاک زندگی پر اجالا کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کے دربار میں ایک آدمی تشریف فرما تھا کہ اس کو چھینک آئی سو اس آدمی نے ''الحمد للہ'' نہیں پڑھا۔ ابن مبارک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی فرد کو چھینک آئے تو اس کو کونسی دعا کا ورد کرنا چاہئے؟ وہ آدمی جواب میں کہنے لگا کہ ''الحمد للہ'' پڑھنا چاہئے۔ تو عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرمانے لگے ''یرحمک اللہ'' (اللہ پاک تم پر رحم فرمائے) یہ سماعت کر کے تمام افراد جو کہ مجلس میں موجود تھے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کے اچھے ادب سے بہت مرعوب ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ ''الرقہ'' میں تشریف آور ہوئے تو افراد غول کے غول ان کے پیچھے چلنے لگے۔ دھول مٹی اڑ رہی تھی۔ سوئے اتفاق خلیفہ ہارون الرشید کی ایک لونڈی نے ''قصر الخشب'' سے جھانکا تو اس نے افراد سے دریافت کیا کہ یہ کون سا آدمی ہے جس کے پیچھے افراد کثیر تعداد میں چلے جا رہے ہیں تو بتلایا گیا کہ یہ شخص

خراسان کے اکابر عالم ہیں جن کو عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ سو وہ خادمہ بولی کہ بخدا! شہنشاہ ہونے کا حق تو یہ رکھتے ہیں کیونکہ عوام ان کے پیچھے کسی کام یا شرط کے ساتھ مجتمع نہیں ہوئے بلکہ ان کے علم میں گراں قدر قابل ہونے کی بناء پر اعزاز کے طور پر چل رہے ہیں۔

علماء کرام یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ علیہ الرحمہ نے ملک شام میں کسی شخص سے قلم ادھار کے طور پر لے لیا تو یکا یک آپ کو سفر پر جانا پڑ گیا سو آپ ''انطا کیہ'' کی جانب روانہ ہو گئے اور بھولنے کے باعث قلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ جس وقت آپ کو اس شام کے شخص کا قلم ''انطا کیہ'' میں یاد آ گیا تو فوری طور پر آپ پیدل ہی واپس آئے اور اس شخص کو قلم واپس لوٹایا۔ اس کے بعد وہاں سے واپس ''انطا کیہ'' تشریف آور ہوئے۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ جس مقام پر عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ مقیم ہوتے ادھر کی ارض نور و برکتوں سے روشن ہو جایا کرتی تھی۔ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ 181ھ میں فوت ہوئے۔ اللہ پاک ان پر اپنا کرم فرمائے۔

ہارون الرشید کا ایک قصہ: ایک دفعہ حکمران ہارون الرشید شکار کرنے کی غرض سے نکلتے تو انہوں نے ایک سفیدی مائل کالے باز کو ہوا میں آزاد چھوڑ دیا۔ کچھ لمحوں تک وہ اڑان بھرتا رہا اور پھر نگاہوں سے دور ہو گیا اور کچھ لمحوں کے بعد وہ باز اپنے پنجے میں ایک مچھلی کو پکڑے نیچے اترا۔ ہارون الرشید نے اہل علم سے اس مچھلی کے بارے میں دریافت کیا کہ اس مچھلی کو تناول کرنا حلال ہے یا حرام؟ اس کے علاوہ اس حیوان کی کیا سچائی ہے؟ مقاتل جواب میں کہنے لگے کہ اے خلیفہ آپ کے پردادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے روایت بیان کی ہوئی ہے کہ ہواؤں میں کئی اقسام کی خلقت رہا کرتی ہے۔ ان میں سے اکثر اس طرح کے سفید طرز کے حیوان ہوا کرتے ہیں جن سے مچھلی سے مشابہ بچوں کی پیدائش ہوتی ہے جن کے بازو تو موجود ہوتے ہیں مگر ان کے پر نہیں ہوا کرتے۔ سو حضرت مقاتل نے اس مچھلی کو تناول کرنے کی منظوری دی تو اس حیوان کا ادب کیا گیا۔

''البازی'' کی قسمیں: اس جانور کی کل پانچ قسمیں ہیں: (1) البازی۔ (2) الرزق۔ (3) الباشق۔ (4) البیرق۔ (5) الصقر۔

(1) البازی

البازی زیادہ تعداد میں ہوتا ہے کیونکہ اس کو پیاس پر قابو ہوتا ہے۔ یہ گھنے سایہ دینے والے اشجار جدھر لگاتار اشجار کی لائنیں ہوں ادھر اپنا رہنے کا بندوست کرتا ہے۔ اس پرندے کے بازو ہلکے ہوتے ہیں اور یہ بہت تیزی سے اڑتا ہے۔ اس کے علاوہ مادہ سے زیادہ قوت یافتہ ہوا کرتا ہے کیونکہ ''بازی'' میں گرمی کی مقدار کثیر ہوتی ہے اس بناء پر یہ کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں مثال کے طور پر اس کے گوشت میں ہلکا پن پیدا ہو جاتا ہے جس بناء پر بازی لاغر ہو جایا کرتا ہے۔ ساروں سے زبردست باز وہ ہوا کرتا ہے جس کی آنکھوں کا رنگ سرخ، بازو ہلکے اور اڑنے کی رفتار تیز ہوا کرتی ہے، جس طرح کہ شاعر کہتا

ہے:

لو استضاء المرء فی ادلاجه بعینه کفته عن سراجه

''اگر کوئی نصف شب میں باز کی نگاہوں سے نور حاصل کرلے تو اس کو دیے کی کوئی حاجت پیش نہ آئے گی۔''

اور اس سے ذرا تھوڑے درجے کا باز وہ ہے جس کی آنکھوں کا رنگ ابلق اور سرخ ہو اور ان دونوں سے بھی تھوڑے درجے والا وہ باز ہوتا ہے جس کا رنگ زرد ہو۔

باز کی گردن لمبائی میں' چھاتی کشادہ' کندھے چوڑائی میں' پونچھ کا حصہ کمزور' دونوں رانوں پر بال' باز دفربہ اور مختصر ہوا کرتے ہیں۔ باز کے بچے کو عربی زبان میں ''الفطریف'' کہا جاتا ہے۔ عربی میں باز سے امثال دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ

اذا ما اعتز ذو علم بعلم فعلم الفقه اولی باعتزاز

''جس وقت علم والا شخص علم پر متکبر ہو جاتا ہے تو فقہ کا علم زیادہ غرور کے قابل ہے۔''

وکم طیب یفوح ولا کمسك وکم طیر یطیر ولا کباز

اور کتنی خوشبوئیں مہکا کرتی ہیں لیکن مشک کی کیا ہی بات ہے اور کتنے ہی پرندے اڑان بھرتے ہیں مگر باز کی طرح کے اڑان کوئی نہیں رکھتا۔''

شیخ زاہد ابو العباس قسطلانی کا کہنا ہے کہ میں نے ابو شجاع زاہد بن رستم اصبہانی سے جو کہ ''مقام ابراہیم'' کے امام ہوا کرتے تھے' سے سماعت کیا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ احمد سے جو کہ حماد الدباس کے غلام ہوتے تھے سماعت کیا ہے کہ ایک روز شیخ عبد القادر' حماد الدباس کے پاس ملنے کے لئے آئے تو الدباس نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے ''البازی'' کو شکار کیا ہے تو ان کے شیخ ان کو بغیر پلکیں جھپکائے تکنے لگے تو وہ اپنے شیخ کے قریب سے اپنا اسباب لئے بغیر آگئے اور یہ ہمارے بزرگ لوگوں میں سے تھے۔ اسی بناء پر شیخ عبد القادر نے کہا ہے کہ

انا بلبل الافراح أملأ دوحها طربا وفی العلیا باز أشهب

''میں مسرت کی بناء پر گھنے اشجار کو مستی سے بھروں گا اور پہاڑی چوٹی میں ایک ابلق باز رہا کرتا ہے۔''

شیخ ابو اسحاق شیرازی کا کہنا ہے کہ عوام قاضی شریح کو ''الباز الاشهب'' (سفیدی لئے کالے رنگ کا باز) کہا کرتے تھے۔

الوعیظی نے آغاز قصیدہ میں بیان کیا ہے کہ

لیس المقام بدار الذل من شیمی ولا معاشرة الانذال من همی

''رسوائی کے مقام پر رکنا میری خصلت نہیں اور نہ میرا عزم ذلیل لوگوں جیسے رہنے کا ہے۔''

ولا مجاورة الاوباش تجمل بی کذالك الباز لایاوی مع الرخم

''اور نہ میں نے بدقماش لوگوں کی صحبت کو خود کے لئے سجاوٹ بنایا جیسا کہ باز گدھوں کے ہمراہ مسکن نہیں بنایا کرتا۔''

(2) الباشق

''الباشق'' یہ عجم کا لفظ ہے اور معرب ہے اس کی کنیت ''ابوالآخذ'' کہلاتی ہے۔ یہ گرم مزاج' بداخلاق اور سدا بے چینی میں مبتلا رہتا ہے۔ ''الباشق'' کسی وقت خوگر ہو جایا کرتا ہے اور کسی وقت خوفناک ہو جایا کرتا ہے۔ اس قسم کا باز بھی قوت یافتہ ہوا کرتا ہے۔ اگر اس طرز کا باز کم عمری میں ہی خوگر ہو جائے تو اس باز کی ملکیت رکھنے والا شکار سے لیس ہو جاتا ہے۔ اس پرندے کی خصلتیں بہتر ہوتی ہیں اور یہ ہلکا پھلکا ہوا کرتا ہے۔ یہ شہنشاہوں کے لئے پالا جانے والا پرندہ ہے کیونکہ یہ پرندہ بہت بہترین شکار لا کر دیا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر کبوتر' تیتر اور قمری وغیرہ۔ یہ بہت زیادہ ہوشیار و شاطر پرندہ ہوتا ہے۔ سو اگر اس کا حریف بھاری ہو تو یہ اس کو نہیں چھوڑا کرتا حتیٰ کہ دونوں میں سے ایک مر جاتا ہے۔ باز کی اس طرز میں سب سے بہترین پرندہ وہ ہوتا ہے جو ظاہری طور پر چھوٹا' وزنی اور اس کی پنڈلیاں لمبائی میں مگر اس کی رانیں مختصر ہوں۔

(3) البیرق

یہ باز کی سوئم طرز ہے۔ یہ پرندہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو پکڑتا ہے۔ اس کے علاوہ گہرے اشجار والے مقام پر بہت تھوڑا رہا کرتا ہے۔ یہ مزاج میں ''العقصی'' پرندے کی طرح ہوتا ہے۔ سو ابوالفتح کشاجم شاعر کہتا ہے کہ

حسبی من البزاۃ والبیادق ۔۔۔ بیدق یصید صید الباشق

''میرے باز اور عقاب بہت ہیں جو جنگل میں شکرے کی مانند شکار کیا کرتا ہے۔''

مؤدب مدرب الخلائق ۔۔۔ أمید من معشوقۃ العاشق

''وہ مہذب اور افراد کا مانوس کیا ہوا ہے جو عشق کرنے والے کے لئے معشوق کا کثیر شکار کرنے والا ہے۔''

یسبق فی السرعۃ کل سابق ۔۔۔ لیس لہ فی صیدہ من عائق

''وہ ہر تیز اڑان والے سے آگے نکل جایا کرتا ہے اور اس کو شکار کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوا کرتی۔''

ربیتہ وکنت غیر واثق ۔۔۔ أن الفرازین من البیادق

''میں نے اس کو پال رکھا ہے مگر مجھ کو اس پر اعتماد نہیں ہے' بلاشبہ شطرنج کی ملکہ بیدق باز کی نسل سے ہے۔''

''العقصی'' پرندہ شکار کرنے والے پرندوں میں ساروں سے چھوٹا ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بداخلاق' بدمزاج اور کوشش اور مکروہ فریب میں بے کار ہوا کرتا ہے۔ یہ کبھی کبھار چڑیوں کو شکار کرتا ہے بلکہ بعض اوقات چڑیوں سے ڈر کر دوڑ جاتا ہے۔ یہ پرندہ وضع قطع میں ''الباشق'' باز سے مشابہت رکھتا ہے مگر چھوٹا ہوا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: ہر طرز کا باز اور عقاب' شکرا حرام کہلاتا ہے کیونکہ حضور سرکار مدینہ' قرار قلب و سینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ہر کو نچلی والے درندے اور پنجہ مارنے والے پرندے کو تناول کرنا حرام ہے۔'' (رواہ مسلم

عن میمون بن مہران عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

(بخاری رقم الحدیث 5530 مسلم رقم الحدیث 1932 ابوداؤد رقم الحدیث 3802 نسائی رقم الحدیث 3232 موطا امام مالک رقم الحدیث 13 مسند احمد رقم الحدیث 194)

بعض علماء کرام کا اسی پر اتفاق ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ باز اور شکرے کا گوشت حرام نہیں ہوتا۔ حضرت لیث، حضرت امام اوزاعی اور یحییٰ بن سعید علیہم الرحمہ کا یہی کہنا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ''کوئی بھی پرندہ حرمت والا نہیں ہے۔''

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور کئی حضرات قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے دلائل پیش کرتے ہیں جس میں حلال اشیاء کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے متعلق ''حدیث ذی ناب'' صحیح نہیں ہے۔ حضرت امام البحری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنگلی پرندوں کے بارے میں حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا ثابت نہیں ہے۔ اکثر علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث میں ''ذومخلب'' کے حروف ہیں وہ صحیح حدیث نہیں ہے کیونکہ میمون بن مہران نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مگر انہوں نے وسط کا واسطہ چھوڑا ہے جبکہ وسط میں حضرت سعید بن جبیر بھی موجود ہیں۔ اس بناء پر یہ حدیث جنگ ہارنے سے خالی نہیں ہے۔ اس سبب کی بدولت ہمارے مطابق یہ حدیث معیاری نہیں ہے۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جس نے احرام باندھا ہو اس کا باز یا شکرا کو اپنے ہمراہ رکھنا نفرت انگیز ہے۔ ایسے ہی جو کتے وغیرہ کے جیسے حیوان کو اپنے ساتھ رکھنا بھی مکروہ (نفرت انگیز) ہے کیونکہ ان حیوانات کو دیکھ کر شکار دوڑ جاتا ہے اور اکثر اس طرز کے پرندے یا حیوان کو شکار نظر آئے تو یہ حملہ کر دیتے ہیں جس سے شکار کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس اگر احرام باندھنے والے نے باز کو شکار پکڑنے کیلئے رضامند کیا یا شکار کے لئے چھوڑا مگر باز نے شکار کو زخمی یا ہلاک نہیں کیا تو اس لمحے احرام باندھنے والا ثواب کی بجائے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ معاملہ ہو بہو اس طرح ہی ہے جس طرح کسی شخص نے تیر سے نشانہ لگایا مگر اس کا نشانہ چوک گیا تو وہ صرف تیر کو چلا دینے کی وجہ سے گناہ کرنے والا ہوگا کیونکہ اس نے تیر چلاتے ہوئے عزم تو کیا ہی تھا مگر کیونکہ ضرر نہیں ہوا اس بناء پر اس پر ذمہ داری عائد نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جن حیوانات سے کوئی ضرر نہ پہنچے اور نہ فائدہ ہو تو ان کو ہلاک کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ان سے فائدہ کی توقع ہے اور صرف لوگوں پر حملہ آور ہونے کی بناء پر ان کو مکروہ بھی نہیں کہیں گے جس طرح باز، شکرا، چیتا اور عقاب وغیرہ اور وہ بھی جوان کی طرح ہوں۔ (اھ)

باز کیونکہ پاکیزہ پرندہ ہے اس بناء پر اس کو خریدنا اور بیچنا حلال ہے۔ اس بات پر سب متفق ہیں۔ اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سو عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ میں نے حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کا شکار کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو وہ

تیرے لئے گرفت میں لے اس کو تم تناول کر سکتے ہو۔

(ابوداؤد رقم الحدیث 2851 ابن ماجہ رقم الحدیث 3212 مسند احمد رقم الحدیث 377 مسند حمیدی رقم الحدیث 914 ترمذی رقم الحدیث 1387)

مثالیں: اہل عرب نے کہا ہے کہ "هل ينهض البازي بغير جناح" کیا باز پروں کے بغیر اڑان بھر سکتا ہے۔ یہ مثل کسی کی مدد یا مطابقت کے لیے مستعمل ہوا کرتی ہے۔ سو شاعر کہتا ہے کہ

أخـاك أخـاك ان مـن لا أخـالـه　　　كساع الى الهيجا بغير سلاح

"تیرا برادر برادر ہے کیونکہ جس کا برادر نہیں ہوا کرتا وہ ہتھیار کے بنا جنگ کرنے والے کی طرح ہے۔"

وان ابـن عـم الـمـرء فـاعـلـم جناحه　　　وهـل يـنـهـض الـبـازي بـغـيـر جـنـاح

"اور بے شک کسی کے چچا کا بیٹا ہو تو اس کو اس شخص کا بازو سمجھا کرو کیا کوئی باز بازوؤں کے بنا اڑ سکتا ہے۔"

ابو ایوب سلیمان کے بارے میں داستان: خالد بن یزید الارقط نے کہا ہے کہ ابو ایوب سلیمان بن ابی المجاہد کی زبردست مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایوب ہم کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں سمجھا رہے تھے کہ یکا یک خلیفہ کی جانب سے حاضر ہونے کا پیغام آ گیا۔ اس کو سماعت کرتے ہی ابو ایوب کے چہرے کا رنگ بدل کر پیلا ہو گیا۔ کچھ لمحوں کے بعد جس وقت ابو ایوب خلیفہ منصور کی مجلس سے واپس لوٹے تو ان کے چہرے پر کسی طرح کے ڈر کا کوئی شائبہ تک نہ تھا بلکہ یہ کوئی نیا عمل نہیں تھا جس وقت بھی خلیفہ منصور کا پیغام آیا کرتا ابو ایوب کی یہ حالت ہو جایا کرتی تھی۔ سو لوگوں نے ابو ایوب سے دریافت کیا کہ آپ کا تو خلیفہ کے پاس بہت زیادہ آنا جانا ہے اور وہ آپ سے انسیت بھی رکھتے ہیں مگر پھر بھی آپ ان سے ڈرتے ہیں اور پیغام کو سن کر فوراً آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ ابو ایوب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے سماعت کر رکھا ہے کہ ایک دفعہ باز اور مرغ میں مباحثہ ہو رہا تھا۔ باز مرغ سے کہنے لگا کہ میرے مطابق تو اپنے مالک کے وفا شعار نہیں ہو۔ مرغ بولا کہ وہ کس طرح؟ باز کہنے لگا کہ تم روزانہ مشکل سے ایک انڈا دیا کرتے ہو تیرے آقا ان کو اکٹھا کر کے سیتے ہیں اس کے کچھ روز بعد باہر نکل آتے ہو مالک اپنے ہاتھ سے تم کو خوراک ڈالا کرتے ہیں۔ اس کے بعد جس وقت تم بڑھ جاتے ہو تو اڑا کرتے ہو کسی کے نزدیک بھی نہیں آیا کرتے یہاں سے وہاں چلتے پھرتے ہو۔ ایسے ہی تیرا یہ عالم ہے کہ اگر تم کسی دیوار پر چڑھ جاؤ ہر چند کہ تم نے اس میں کتنے برس ہی کیوں نہ بسر کئے ہوں اس کو چھوڑ کر اڑن چھو ہو جاتے ہو۔ تم کو ہر لمحے کسی دوسری ٹہنی کی کھوج رہتی ہے اس کے بعد دوسروں کے کرم کی توقع رکھتے ہو۔ باز کہنے لگا کہ میرا عالم تو یہ ہے کہ مجھ کو افراد پہاڑوں سے پکڑتے ہیں میری تربیت کیا کرتے ہیں جس وقت میں جوان ہو جاؤں تو غذا بھی تھوڑی ہی لیتا ہوں اور کچھ روز میں ہی خوگر ہو جایا کرتا ہوں۔ میرے آقا مجھ کو شکار کے لئے چھوڑ دیا کرتے ہیں تو میں تنہا ہی اڑا کرتا ہوں کچھ لمحوں بعد میں شکار کو گرفت میں لے کر اپنے آقا کے حوالے کر دیا کرتا ہوں۔ مرغ بولا کہ اب چپ ہو جاؤ اب استدلال کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر تم بازوں اور شکروں کو سلاخوں میں پروئے ہوئے پکتا ہوا دیکھو تو تم کبھی اپنے آقا کے قریب نہ آؤ اور میرا تو یہ عالم ہے کہ میں ہر روز سلاخوں پر مرغ کو پکتے ہوئے دیکھا کرتا ہوں مگر پھر بھی کھڑا ہوں۔ ان احوال کو مدنظر رکھتے

ہوئے تو میں تم ساروں سے زیادہ اپنے مالک کا وفا شعار ہوں۔ بس میری تو یہی آرزو ہے کہ کاش میں تمہارے جیسا ہوا کرتا۔ سو ابوایوب کہنے لگے کہ اگر تم خلیفہ منصور کو اتنے نزدیک سے دیکھو جتنا نزدیک سے میں ان کو مجھتا ہوں تو منصور کے پیغام کے لمحے تم لوگوں کی کیفیت میرے سے بھی بدتر ہوگی۔

ابوایوب سلیمان کی ہلاکت: سو خلیفہ منصور نے ابوایوب سلیمان بن ابی المجاہد کی ساری دولت و سامان چھینا اور ان کو ذلیل ورسوا کر کے ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ 154ھ میں رونما ہوا جبکہ ابوایوب کے منصور کے ساتھ خلیفہ بننے سے قبل بہت اچھے مراسم ہوا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے خلافت کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد منصور کی مجلس میں ابوایوب کی بہت شان اور مقام ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد کسی بناء پر منصور کو ان پر طیش آ گیا اور وہ ان پر بدگمان ہو گیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ برسوں پرانے مراسم کا خاتمہ ہو گیا۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ شاید اسی لئے جس وقت ابوایوب حکمران منصور کی مجلس میں داخل ہوتے تو ڈر جایا کرتے مگر کسی بناء پر یہ حفظ وامان سے واپس آتے۔

اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ ابوایوب نے خلیفہ منصور کے عتاب سے بچاؤ کے لئے تیل کی چند اشیاء پر جادو کروایا ہوا تھا اور جس وقت مجلس میں جایا کرتے تو بھنوؤں کے بالوں میں اس تیل کو لگاتے جس بناء پر افراد میں اس بات کو شہرت مل گئی کہ ”دھن ابی ایوب“ (ابوایوب کا تیل) سو اس امر کی بناء پر خلیفہ منصور ان کو دیکھ کر ہنستے اور پیار و یگانگت کا برتاؤ کرتے۔ ناصح الدین بن سعید بن وھان علم و فضل میں اپنے زمانے کے امام سیبویہ مانے جاتے تھے۔ اس مفہوم میں ہی کہا ہے کہ

لاتجعل الهزل دابا فهو منقصة — والجدتعلوبه بين الورى القيم

”تم ہنسی مذاق کی عادت نہ بنالو کیونکہ یہ نقص ہے اور سنجیدہ پن خلقت میں انسان کی قدر و منزل میں اضافے کا ذریعہ ہوتا ہے۔“

ولايغرنك من ملك تبسمه — ماسحت السحب الاحين تبتسم

”اور تم کو فریب میں مبتلا نہ کر دے شہنشاہ کا ’مسکرانا‘ کیونکہ جس وقت بادل گرجے تو لگا تار برسا کرتا ہے۔“

اس کے علاوہ یہ اشعار بھی ان کے بہترین اشعار سمجھے جاتے تھے:

بادر الى العيش والايام راقدة — ولاتكن لصروف الدهر تنتظر

”دور چپ ہو تو سکون سے حیات بسر کرو اور تم دور کی گردش کا انتظار نہ کیا کرو۔“

فالعمر كالكاس يبدو لقى اوائله — صفو و آخره فى قعره كسدر

”بہر حال حیات تو پیالہ کی مانند ہے جو ظاہری طور پر صاف شفاف ہے مگر اندر گہرائی میں گدلا ہوا کرتا ہے۔“

یہ بھی ان کی شاعری ہے مگر اکثر علماء کرام نے ان کی مطابقت ابن طباطبا الطابسی کی جانب کی ہے:

تامل نحولى والهلال اذا ابدا — ليلته افقه اينا أضنى

”تم میری کمزوری کو بغور دیکھ لو اور جب اپنے آسمان میں قمر نکلتا ہے تو اس لمحے دیکھو کہ ہم میں سے کون زیادہ کمزور ہے۔“

علی انہ یزداد فی کل لیلۃ　　　نمو او جسمی بالفتی دائما یفنی

''قمر تو ہر شب بڑھا کرتا ہے اور میرا بدن کمزوری کی بناء پر سدا کم ہوتا رہتا ہے۔''

یہ بھی ان کی شاعری ہے:

واللہ لو کان ان یقال تغیرا　　　وصبا وان کان التصابی اجدرا

''بخدا! کیوں نہ کہیں کہ وہ تبدیل ہو کر خواتین کی جانب راغب ہوا ہر چند کہ اس کا لہو ولعب کی جانب راغب ہونا زیادہ بہتر نہیں ہے۔''

لاعدت تفاح الخدود بنفسجا　　　لثما و کافور الترائب عنبرا

''تو میں سیب سے مشابہ گالوں کو بنفشہ کی طرح کے ناک اور کافور وعنبر کی طرح کے سینے کو بناؤں گا۔''

ناصح الدین سعید بن الدہان کی وفات 569ھ کو ہوئی۔ غزنوی نے کہا ہے کہ ''الترائب''، ''تربیۃ'' کی جمع ہوا کرتی ہے اور یہ سینہ کے اوپر والے حصے پر خلعت باندھنے کے مقام کو کہا جاتا ہے۔ الکواشی نے کہا ہے کہ اس کا مطلب اکثر علماء کرام کے مطابق سینہ ہے اور کچھ علماء کے مطابق سینے کی ہڈی ہے اور اکثر کے مطابق ''اطراف رجل'' (پیروں کے کنارے) یا انگلیوں کو کہتے ہیں۔

خصوصیات: 1- باز کے پتے کو آنکھوں میں سرمہ کے طور پر استعمال کریں تو آنکھوں کو پانی سے حفاظت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ آنکھ کے بے نورپن کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔

2- اگر کوئی خاتون بے شک وہ بانجھ ہو وہ باز یا شکرے کے فضلے کو پانی میں حل کر کے نوش کرے تو حاملہ ہو جانے کی توقع ہے۔

3- اگر کوئی آدمی ''الباشق'' نام کے باز کا مغز تناول کرلے تو خفقان (قلب کی دھڑکن) جو سوداء کی بناء پر ہوا کرتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ اس شرط پر کہ ایک درہم کی مقدار میں گلاب کے پانی میں حل کر کے مستعمل ہو۔

تعبیر: اگر کسی شہنشاہ کو خواب میں باز دکھائی دیا تو اس کی تعبیر شہنشاہ کی سلطنت ہے۔ اگر کسی شہنشاہ کو خواب میں دکھائی دیا کہ باز اس کی گرفت سے پرواز کر گیا ہے مگر اس کی ٹانگیں اس کے ہاتھوں میں ہی رہ گئی ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کی بادشاہی ختم ہو جائے گی محض اس کا اسم ہی باقی بچے گا۔ اگر کسی شہنشاہ کو خواب میں نظر آیا کہ باز اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا ہے مگر اس کے پر یا بال وغیرہ اس کے ہاتھوں میں ہی پکڑے رہ گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ شہنشاہ کے پاس کچھ مال و دولت بچ جائے گا۔ خواب میں باز کا ذبح کر دینا فلاح کی علامت ہے۔ اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کئی باز ذبح کئے جا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ جو شہنشاہ ستم کر کے مال ومتاع لوٹا کرتے ہیں یا رعایا سے لیا کرتے ہیں ان کا بہت جلد انتقال ہو جائے گا۔ خواب میں باز کا گوشت نظر آنا بادشاہوں کے مال ومتاع کی علامت ہے۔ اگر کسی بازاری شخص کو خواب میں باز نظر آیا تو یہ اس کے لئے بڑائی اور حکومت کا اشارہ ہوگا۔ اگر کسی نے ''باشق'' نام کے باز کو خواب میں دیکھ لیا تو یہ ڈاکو یا چور کی نشانی ہے۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ ''باشق'' کا خواب میں نظر آنا اولاد نرینہ کی علامت ہے۔

البازل

''البازل'' وہ اونٹ ہوتا ہے جس کے کچلی کے دندان نکلے ہوں۔ بے شک وہ نر ہو یا مادہ۔ اس کے دندان کے آٹھ برس کی عمر کے قریب نکلنے کا آغاز ہو جاتا ہے۔ البازل کی جمع بزل و بزل و بوازل ہوتی ہے۔

حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ ایک روایت کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک نوجوان اونٹ ادھار کے طور پر لیا اس کے بعد حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بازل اونٹ (آٹھ برس کا) واپس لوٹایا اور فرمان دیا کہ تم میں سے اچھا وہ آدمی ہے جو اچھی طرح ادھار واپس کرے۔ (مطلب اعلیٰ طرز کے مال سے ادا کرے)

حضرت امام خطابی علیہ الرحمہ، ابن خزیمہ، یونس بن عبدالاعلیٰ نے کہا ہے کہ ایک دفعہ سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ سے حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک ''جو استجمار کرے تو طاق بار کیا کرے'' کا مفہوم پوچھا تو آپ چپ ہو گئے۔ اس کے بعد سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ سے یہ کہہ دیا گیا کہ اس حدیث پاک کا جو مفہوم حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے وہ بیان کیا جائے تو کیا آپ کو اچھا لگے گا۔ سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ تو ان کو یہ بتایا گیا کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے ''الاستجمار'' کا مطلب ''پتھر سے پاکیزگی کا حصول'' بیان کیا ہے۔ یہ سماعت کر کے سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میری اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی مثل اس طرح کی ہے جس طرح کہ پہلے افراد کہتے ہیں کہ

وابن اللبون اذا مالزفی قرن لم یستطع صولة البزل القناعیس

''اور اونٹ کا طفل جس وقت سینگ سے ملا کرتا ہے تو قناعیس کے پہاڑی بکرے کے حملہ کو سہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

الباقعہ

''الباقعہ''، ''الداھیہ'' (مطلب چالاک مرد) کے مفہوم میں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت امام الھروی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ''الباقعہ'' کا مطلب یہ نقل کیا ہے کہ ''باقعہ'' ایک خوفناک پرندہ ہوا کرتا ہے جو پانی پیتا ہے اور دائیں بائیں پرواز کر جاتا ہے۔ حدیث قبائل میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ کو ''باقعہ'' پر سواری کرتے ہوئے ایک اعرابی کی خبر ملی ہے''۔ ایک دوسری حدیث میں ایسے کلمات بیان ہیں ''ففاتحته فاذا هو باقعة'' میں نے اس سے سودا کیا تو وہ بہت چالاک و عقل مند نکلا۔

بالام

''بالام'' حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ اور حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بروز قیامت ارض ایک چپاتی کی مانند ہو جائے گی۔ سو اللہ پاک اس کو اپنے ہاتھ سے بہشتیوں کی خاطر تواضع کے لئے الٹائیں پلٹائیں گے جس طرح کہ تم میں سے کوئی فرد بحالت سفر اپنی چپاتی کو الٹا کرتا ہے۔ اسی اثناء میں ایک یہودی کی آمد ہوئی اور وہ کہنے لگا اے ابوالقاسم! اللہ پاک آپ پر اپنی برکات کا نزول فرمائے کیا میں آپ کو بہشت میں رہنے والوں کی خوراک کے بارے میں اطلاع دوں؟ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں یقیناً بتلاؤ۔ یہودی کہنے لگا کہ ارض ایک چپاتی کی مانند ہو جائے گی جس طرح کہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کی جانب دیکھا اور مسکرا دیئے حتیٰ کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد یہودی بولا کیا میں حضور کو بہشتیوں کے سالن کے بارے میں نہ خبر دوں؟ تو حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں تم لازمی بتاؤ۔ یہودی کہنے لگا کہ بہشتیوں کا سالن بالام اور نون ہوا کرے گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے یہودی سے سوال کیا کہ بالام اور نون کیا شے ہے؟ یہودی کہنے لگا کہ وہ بیل اور مچھلی ہیں جن کے سینے کے پیس میں سے ستر ہزار افراد تناول کریں گے۔''

(مسلم شریف' کتاب الحیض' رقم الحدیث 146' مسند احمد' جلد 4' صفحہ 367' بیہقی' جلد 1' صفحہ 169' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 1414' ابن خزیمہ' رقم الحدیث 232)

ایسے ہی کلمات کے ساتھ بخاری شریف میں ''سبعون'' سین کی برتری کے ساتھ حدیث کا تذکرہ ہے۔

صحیح مسلم ''کتاب الطہار'' میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی روایت اس طرح ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑا تھا کہ یکا یک ایک یہودی عالم کی آمد ہوئی۔ وہ بولا ''السلام علیک یا محمد'' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ سماعت کر کے میں نے اس کو اتنا زور سے دھکیلا جس سے ممکن تھا کہ اسے چکر آ جاتے۔ یہودی کہنے لگا کہ تم نے مجھ کو کیوں دھکیل دیا ہے؟ میں بولا کہ تو نے ''یارسول اللہ'' کے الفاظ کا استعمال کیوں نہیں کیے؟ سو یہودی کہنے لگا کہ ہم ان کو اس اسم سے مخاطب کیا کرتے ہیں جو ان کے اہل وعیال نے تجویز کیا ہے۔ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہے جو کہ میرے اہل وعیال نے تجویز کر رکھا ہے۔ بہر حال یہودی کہنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں ایک سوال کرنے کی غرض سے پیش ہوا ہوں' حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو کیا

فائدہ ہوگا جو میں بتاؤں گا۔ یہودی کہنے لگا کہ میں اپنے کانوں سے بغور سماعت کروں گا۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باریک لکڑی سے جوان کے پاس تھی زمین کریدنے لگے اور فرمایا کہ پوچھو۔ یہودی کہنے لگا کہ جس روز ارض بدل دی جائے گی۔ اس ارض وفلک کے سوا تو لوگ کدھر قیام کریں گے۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لمحے حشر کے سوا تاریکی میں ہوں گے۔ اس کے بعد یہودی نے دریافت کیا کہ بروز قیامت کن افراد کو سب سے قبل منظوری دے دی جائے گی؟ حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیروں اور ہجرت کرنے والوں کو۔ یہودی نے سوال کیا کہ جس لمحے وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کو کیا انعام ملے گا؟ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا۔ یہودی نے سوال کیا کہ اس کے بعد ان کی کیا خوراک ہوگی؟ تو حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لئے بہشت کے اس بیل کو ذبح کریں گے جو بہشت کے کونوں میں چرتا رہا ہوگا؟ یہودی نے دریافت کیا کہ اس خوراک کے بعد ان کا مشروب کیا ہوگا؟ حضور مکی مدنی سرکار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا مشروب اس چشمہ سے ہوگا جس کا اسم "سلسبیل" ہوا کرے گا۔ یہودی بولا: آپ نے بالکل درست فرمایا۔ اس کے علاوہ میں آپ کی خدمت میں اس طرح کے سوال کرنے آیا ہوں جن کو اس ارض پاک پر اللہ پاک کے نبی اور ایک یا دو افراد کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں ان سوالوں کے جواب بتا دوں تو کیا تم کو فائدہ ملے گا؟ یہودی کہنے لگا کہ میں بغور سماعت کروں گا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوچھو۔ یہودی کہنے لگا کہ بتائیں بچے کی ولادت کس طرح ہوتی ہے؟ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی منی سفید اور خاتون کی پیلی ہوا کرتی ہے۔ جس وقت دونوں ملیں اس کے بعد اگر مرد کی منی کو خاتون کی منی پر غلبہ ملا ہو تو اللہ پاک کے فرمان سے لڑکے کی ولادت ہوتی ہے اور اگر خاتون کی منی کو مرد کی منی پر غلبہ ملے تو اللہ پاک کے حکم سے لڑکی کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہودی کہنے لگا کہ آپ نے بالکل درست فرمایا ہے واقعی آپ اللہ پاک کے نبی ہیں۔ اس کے بعد وہ یہودی واپس لوٹ گیا۔ سو جس وقت وہ یہودی لوٹ گیا تو حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس یہودی شخص نے میرے سے جو کچھ پوچھا وہ مجھے معلوم نہیں تھا حتیٰ کہ اللہ پاک نے مجھ کو اس لمحے علم سے نواز دیا تھا۔ (الحدیث)

اسی طرح کی حدیث بخاری شریف میں بھی پائی گئی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ وہ یہودی جنہوں نے دریافت کیا وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔ جس طرح کہ ایک اور حدیث پاک میں بھی ان کے اسم کا تذکرہ ملتا ہے۔ (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے یہودی ہوا کرتے تھے)

نون اور بالام کی تشریح: نون مچھلی کو کہا جاتا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا بھی یہ ہی اسم مشہور ہو گیا اور اسی مناسبت سے ان کو "ذوالنون" کہتے ہیں۔

''بالام'' کے بارے میں بعض افراد نا معقول مفہوم تحریر کئے ہیں۔ ''نھایہ'' میں آتا ہے کہ بالام عبرانی زبان کا حرف ہے۔
حضرت امام خطابی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ غالباً یہودی اس سے مراد تعیم لے رہا تھا تو اس نے تہجی کے حروف کو الٹ پلٹ دیا ہے۔
درحقیقت اس نے ''لام الف یا''، ''یا'' کی جگہ ''با'' کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسے ہی ''لائ'' جنگل کے بیل کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ میرے مطابق یہ ہی ٹھیک ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ''بالام'' عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے علاوہ ''الزیادۃ'' مچھلی کے جگر کو کہا جاتا ہے جو اسی کے ایک حصے سے الگ ہو چکا ہو کیونکہ وہ تناول کرنے میں مزے دار ہوا کرتا ہے۔ ''سَبۡعُوۡنَ اَلۡفًا'' کا مفہوم حساب و کتاب کے بنا بہشت میں داخل ہونے کا دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی گمان ہے کہ اس کا مفہوم مبالغہ اور زیادہ مقدار ہو۔ سو اس روایت کو حضرت امام نسائی علیہ الرحمہ نے بھی ''باب فی عشرۃ النساء'' میں بیان کیا ہے۔

البال

''البال'' وہ مچھلی ہوا کرتی ہے جس کی لمبائی پچاس گز ہوا کرتی ہے۔ یہ مچھلی بڑے سمندر میں موجود ہوتی ہے۔ اکثر افراد اس مچھلی کو ''عنبر'' کہا کرتے ہیں مگر یہ عربی کا حرف نہیں ہے۔ حضرت امام جوالیقی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ غالباً ''البال'' کو معرب کیا گیا ہے۔ علامہ جوہری کہتے ہیں کہ ''البال'' دریا کی بڑی مچھلی کو کہتے ہیں مگر یہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔ حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''البال'' وہ مچھلی ہوتی ہے جو پانچ سو گز لمبائی پر مبنی ہوا کرتی ہے۔ بعض اوقات اس طرح ہوا کرتا ہے کہ اس مچھلی کے بدن کا تھوڑا حصہ ایک ٹیلے کی طرح لگتا ہے۔ کشتی والے اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس وقت کشتی والوں کو احساس ہو جاتا ہے کہ یہ ''البال'' مچھلی ہے تو اس کو ڈھول پیٹ کر دوڑاتے ہیں تاکہ وہ کسی اور جانب چلی جائے۔
سو اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ جس وقت ''بال'' مچھلی کسی دوسری مچھلی پر ستم کرے تو اللہ پاک اس کے اوپر ''ایک گز کی مچھلی'' کا تسلط فرماتے ہیں جو کہ اس کے کان سے چمٹ جایا کرتی ہے تو ''البال'' مچھلی گہرے دریا میں جا کر اپنا سر ارض سے بہت زیادہ ٹکرانے لگتی ہے حتیٰ کہ وہ مر جاتی ہے۔ سو چند روز کے بعد یہ پہاڑ کی مانند باہر تیرا کرتی ہے۔ خاص قسم کے حبشی افراد ہی اس مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں۔ سو جس وقت یہ لوگ ''البال'' نام کی مچھلی کا نظارہ کرتے ہیں تو اپنے کتے اس مچھلی پر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ سو کتے اس کو پانی سے باہر کھینچتے ہوئے لے آتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا پیٹ چاک کر کے ''عنبر'' برآمد کرتے ہیں۔ (اس کو مفصل بہت جلد انشاء اللہ ''باب العین''، ''العنبر'' کے موضوع سے بیان کیا جائے گا)

الببر

''الببر'' ببر شیر (اول باء پر اور دوئم باء پر زبر آتی ہے) ''الببر'' درندوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ اس کے علاوہ اس کو شیر سے دشمنی ہوا کرتی ہے۔ اسے ''الببرید'' اور ''الفرانق'' بھی کہتے ہیں۔ یہ درندہ انڈیا میں موجود ہوتا ہے۔ ''الببر'' معرب

ہے۔اس کے علاوہ یہ گیدڑ سے مشابہت رکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ طرز ''الزبرقان'' اور شیرنی کے ملن سے وجود میں آتی ہے۔ ببر شیرنی ''ہوا'' سے حاملہ ہوجایا کرتی ہے اسی بناء پر اس کا حملہ آور ہونا ہوا کی مانند تیز رفتاری سے ہوا کرتا ہے۔اس کو شکار کرنے کے لئے مشکل سے ہی کوئی رضامند ہوگا۔سو لوگ اس حیوان کے اطفال کو چوری کرتے ہیں اور پھر ان کو شیشے کے مرتبان میں رکھ دیا کرتے ہیں۔اس کے بعد ان مرتبانوں کو تیز دوڑنے والے گھوڑوں پر بیٹھ کر لے جایا کرتے ہیں۔جس وقت ببر شیر کو اس کے اطفال نہیں ملتے تو وہ ان کو ڈھونڈنے لگتا ہے۔آخر کار جس وقت وہ کھوج لگاتا ہوا شکار کرنے والوں کو ڈھونڈ لیتا ہے تو شکار کرنے والے اس کے اطفال کو کانچ کے بند مرتبان سمیت ہی اس کے آگے رکھ دیتے ہیں تو ببر شیر اپنے اطفال کو دیکھنے میں محو ہو جایا کرتا ہے جس بناء پر اس کا دھیان دوسرے اطفال سے سرک جاتا ہے۔ایسے ہی شکار کرنے والے ببر شیر کے اطفال کو پکڑ کر پالا کرتے ہیں۔سو اس کے بچے انسانوں کے اطفال سے پیار کرتے ہیں اور یہ انسانوں سے خوگر ہو جایا کرتے ہیں۔ایسے ہی ببر شیر کو کافور کا درخت اچھا لگتا ہے۔سو جس وقت شیر ببر کافور کے اشجار کے قریب رہا کرتا ہے تو کوئی بھی شجر کے نزدیک نہیں آتا اور افراد کافور بھی نہیں نکال پاتے۔اس کے بعد ببر شیر کچھ روز کے لئے شجر سے جدا ہو جایا کرتا ہے۔اس علاقے کے افراد کو ببر شیر کے کافور کے شجر سے الگ ہونے کے دنوں کا علم ہوتا ہے۔سو موقع پاتے ہی افراد کافور کو نکال لیا کرتے ہیں۔

حکم شرعی: ببر شیر کا گوشت حرام ہوتا ہے۔کیونکہ یہ کچلی کے دندان سے حملہ کرتا اور تناول کرتا ہے۔ببر شیر کو بھی درندوں میں شامل کیا جاتا ہے۔

خصوصیات: 1- ببر شیر کا پتہ سرسام یا برسام کی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔پتے میں پانی ڈال کر سر کی مالش کی جائے تو ان بیماریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

2- اگر کوئی خاتون ببر شیر کے پتے کے پانی کو فرج میں رکھے تو وہ حاملہ نہیں ہوگی اور اگر حمل کے درمیان میں رکھے تو اس کا حمل ضائع ہو جائے گا۔

3- اگر کوئی آدمی ببر شیر کے ٹخنے اپنی کلائی میں باندھے تو اس کی تھکان دور ہوگی ہر چند کہ وہ بلاناغہ ساٹھ میل ہی کیوں نہ چلا کرتا ہو۔

4- اگر کسی کو ''حب القرع'' کی بیماری لگ جائے تو ببر شیر کی کھال میں لگاتار بیٹھ جانے سے صحت یاب ہو جایا کرتا ہے۔

5- ''ربیع الابرار'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ ببر شیر بڑے شیر کی صورت جیسا اور سفید پیلا اور سیاہ لہروں والا ہوا کرتا ہے۔شیخ ارسطو کہتے ہیں کہ ببر شیر حبشہ کی ارض پر ہیبت ناک صورت کا ہوا کرتا ہے اور حبشہ کے سوا دوسرے مقامات پر موجود نہیں ہوتا۔

البَبغاء

الببغا طوطا۔ ''العباب'' میں تذکرہ ہے کہ ''الببغا'' میں تین باء ہوتی ہیں۔اول اور سوئم باء میں زبر ہوتی ہے اور دوئم باء میں سکون ہوتا ہے۔یہ سبز رنگ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو عربی زبان میں ''الدرۃ'' بھی کہتے ہیں۔ابن السمعانی ''الانساب'' میں

بیان کرتے ہیں کہ ببغاء میں محض دو باء ہیں۔ اول باء میں زبر اور دوئم میں سکون ہے۔ ابوالفرج شاعر کو "ببغاء" کا خطاب دیا گیا اس لئے کہ وہ بہت فصیح و بلیغ تھے۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ "بغا" کے لقب سے حضرت امام قضاعی علیہ الرحمۃ کو نوازا گیا تھا کیونکہ ان کی زبان میں لکنت پائی جاتی تھی یا ان کی زبان سے "سین" کے بجائے "ثاء" اور "راء" کی بجائے "عین" یا "لام" کے کلمات نکلتے تھے۔ یہ پرندہ کبوتر کی مانند ہوا کرتا ہے۔ لوگ اس کی آواز سے لطف اٹھانے کی بناء پر اس کو اپنی رہائش گاہوں میں پال لیتے ہیں جس طرح کہ مور کو خوبصورت اور دلفریب آواز کی بناء پر رہائش گاہ میں رکھتے ہیں۔

طوطے کی قسمیں اور اس کے خواص: طوطے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ اکثر طوطے سفید اور کچھ ہرے رنگ کے ہوا کرتے ہیں۔ مؤرخین نے کہا ہے کہ معز الدولہ بن بویہ کی خدمت میں ایک انوکھے طوطے کو پیش کیا گیا تھا۔ اس کا رنگ سفید، چونچ اور پیر سیاہ اور چوٹی کا رنگ ہلکا تھا۔ ان دنوں طوطے کی کچھ قسمیں نہیں ملتی تھیں۔ سو زیادہ تر ہرے رنگ کا طوطا پایا جاتا ہے۔

طوطا خوش گو، دانا اور نقل کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔ طوطے کو اکثر حکمران یا دولت مند افراد پابند کی ہوئی اطلاعات کے سے حفاظت کے لئے پالا کرتے ہیں۔ طوطا اپنی خوراک کو پاؤں سے تناول کیا کرتا ہے جیسے انسان ہاتھ سے تناول کرتا ہے۔ بعض اوقات لوگ طوطے کی تعلیم کے لئے خصوصی طور پر بندوبست کرتے ہیں۔

طوطے کو سکھانے کا عمل: شیخ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ طوطے کو سکھانے کا عمل یہ ہے کہ ایک شیشہ لے کر اس کے آگے رکھو اور اس کی شکل کو تکتے رہو اس کے بعد شیشہ میں دیکھ کر بار بار بات چیت کرو تو طوطا بھی یہی باتیں دہرائے گا۔ اس کے علاوہ طوطے کو بات چیت کرنا آ جائے گا۔ ابن الفقیہ کا کہنا ہے کہ میں نے "جزیرہ رانج" میں انوکھی طرز کے طوطے دیکھ رکھے ہیں جن کی رنگت ہری، سفید اور پیلی تھی اور وہ بلا جھجک کسی بھی زبان میں بات چیت کر لیتے تھے۔ ابو اسحق صابی طوطے کی صفات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

أنعتها صبیحة کلیحة ناطقة باللغة الفصیحة

"میں نے کشش رکھنے والے اور نہایت خوبصورت طوطے کی صفت کی ہے۔ جو فصیح و بلیغ زبان میں کیا کرتا ہے۔"

عدت من الاطیار واللسان یوھمنی بأنھا انسان

"اس کا شمار پرندوں میں ہوتا ہے مگر اس کے بولنے کی بناء پر وہ مجھ کو انسان لگتا ہے۔"

تنھی الی صاحبھا الاخبارا وتکشف الاسرار والاستار

"اپنے آقا کو اطلاعات دیا کرتا ہے، اس کے علاوہ پوشیدہ باتوں اور رازوں کو عیاں کر دیا کرتا ہے۔"

وبکماء الاانھا سمیعہ تعید ماتسمعہ طبیعہ

"اور بولنے سے محروم ہے مگر سماعت کرتا ہے اور سماعت کی ہوئی گفتگو کو بیان کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔"

زارتك من بلادھا البعیدہ واستوطنت عندك كالعقیدہ

"وہ تم کو بہت دور علاقاجات سے دیکھے گا اور اس کے بعد تیرے پاس نگہبان کی مانند رہا کرے گا۔"

ضعیف قراہ الجوز و الارز　　والضیف فی اٰلہ یعز

''وہ اس طرح کا مہمان ہے جس کی خوراک اخروٹ اور چاول ہے اور اس طرح کے مہمان کے موجود ہونے سے عزت بڑھ جایا کرتی ہے۔''

تراہ فی منقارھا الخلوقی　　کلؤلؤ یلقط بالعقیق

''تم دیکھو گے اس کی سرخ چونچ کو جس سے وہ چگا کرتا ہے گویا کہ وہ عقیق سرخ رنگ کا ایک نگینہ ہے۔''

تنظر من عینین کا لفصین　　فی النور وظلمۃ بصاصین

''وہ دو رنگ کی آنکھوں سے نور اور تاریکی دونوں میں دیکھ لینے کی اہلیت رکھتا ہے۔''

تمیس فی حلتھا الخضراء　　مثل الفتاۃ الغادۃ العذراء

''وہ اپنے ہرے ملبوس میں نازک اندام دوشیزہ کی مانند نزاکت کی چال چلا کرتا ہے۔''

خریدۃ، خدورھا الاقفاص　　لیس لھا من حبسھا خلاص

''جھجکنے والا طوطا قفس میں قید کیا گیا ہے اس کو قیدی کی عمر بسر کرنے سے آزادی نہیں ملتی۔''

نحسبھا وما لھا من ذنب　　وانما ذاك الفرط الحب

''ہم اس کو قیدی بنا کر رکھتے ہیں جبکہ اس کا کوئی قصور نہیں' ہم صرف محبت کی زیادتی کی بناء پر اس طرح کرتے ہیں۔''

تلك التی قلبی بھا مشغوف　　کنیت عنھا واسمھا معروف

''بس یہی شے ہے جس کی بناء پر میں اس سے عشق کرنے لگا ہوں' میں نے اس کے اسم کو نہیں بولا ہر چند کہ وہ مشہور ہے۔''

یشرك فیھا شاعر الزمان　　الکاتب المعروف بالبیان

''دور کا شاعری کرنے والا اس کی تعریف میں شامل ہو گیا ہے' جو بیان مضمون نگار ہے۔''

ذلك عبدالواحد بن نصر　　تقیہ نفسی حادثات الدھر

''یہ عبدالواحد بن نصر ہے اللہ پاک اس کو دور کے حادثات سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔''

یہ سماعت کر کے ابوالفرج نے جواب میں یہ شعر بیان کئے:

من منصفی من محکم الکتاب　　شمس العلوم قمر الآداب

''کون ہے کو اس طرح کی تصنیف کی مستحکم آیات کو تحریر کرے' جو علوم فنون کا سورج اور ادب و تہذیب کا چاند ہیں۔''

أمسی لاصناف العلوم محرزا　　وسام أن یلحق لما برزا

''وہ تصنیف سارے علوم کا مجموعہ ہے اور حیات بسر کرنے کے لئے اعزازی ساتھ ہے۔''

وھل یجاری السابق المقصر　　　　　او ھل یباری المدرك المعذر

''اور کیا بخشش وسخاوت میں کمی کرنے والا زیادہ سخاوت کرنے والے کے برابر ہوا کرتا ہے یا طفل جوان مرد کے مقابل کیسے آسکتا ہے۔''

آخر کار ابوالفرج نے طوطے کی توصیف میں یہ اشعار کہے:

ذات شغا تحسبه یاقوتا　　　　　لاترضی غیر الارز قوتا

''ترچھی چونچ والا جس کو تم یاقوت گمان کرتے ہو چاول کے سوا کسی دوسری شے کے لئے پسندیدگی نہیں رکھتا۔''

کانما الحبة فی منقارھا　　　　　حبابة تطفو علی عقارھا

''دانہ اس کی چونچ میں اس طرح لگتا ہے جس طرح اس کی چونچ پر حسین بلبلا نشست سنبھالے ہوئے۔''

قاضی ابن خلکان، فضل بن ربیع کی عمر کے احوال میں بیان کرتے ہیں کہ احمد بن یوسف الکاتب نے اپنے وفا نہ کرنے والے برادر عبدالحمید کے طوطے کے مرنے پر یہ شعر تحریر کر کے ارسال کئے:

أنت تبقی ونحن طرا فداکا　　　　　احسن الله ذوالجلال عزاکا

''تم حیات رہو اور ہم خوش رہیں جان ہار جائیں، اللہ پاک تیری قدر ومنزلت میں اضافہ فرمائے۔''

فلقد جل خطب دھر أتاکا　　　　　بمقادیر أتلفت ببغاکا

''بہرحال دورِ حاضر کے بڑے مصائب ہیں جن کا تم کو سامنا ہے، طوطے نے ان کو تباہ کر دیا ہے۔''

عجبا للمنون کیف اتتھا　　　　　وتخطت عبدالحمید أخاکا

''عجیب بات ہے کہ مرنے کا لمحہ کس طرح آگیا اور تیرے برادر عبدالحمید کو کس طرح پالیا۔''

کان عبدالحمید اجمل للموت　　　　　من الببغا واولی بذاکا

''عبدالحمید انتقال کے لئے طوطے کی جگہ زیادہ بہتری اور مناسب رکھتا تھا۔''

شملتنا المصیبتان جمیعا　　　　　فقدنا ھذہ ورؤیة ذاکا

''ہم ایک ہی لمحے میں دو آفتوں میں مبتلا ہو گئے پس ایک دور ہوئی تو دوسری نے قیام کر لیا۔''

علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ طوطا اپنی زبان سے یہ کہا کرتا ہے ''ویل لمن کانت الدنیا ھمه'' (ہلاک ہو جائے وہ جس نے اس جہان کو اپنی منزل بنالیا ہے)

شریعت کا حکم: رافعی'' میں تحریر ہے کہ صحیح بیان کے لحاظ سے طوطے کا گوشت حرام کہلاتا ہے۔ اسی بات کو ''البحر'' میں تحریر کر کے قائم کیا ہوا ہے۔ طوطے کے حرام ہونے کا سبب گوشت کی غلاظت ہے۔ اکثر علماء کرام طوطے کے گوشت کو حلال کہتے ہیں کیونکہ اس کی خوراک پاک اشیاء ہیں۔ طوطا زہریلے پرندوں میں شمار نہیں ہوتا اور نہ ہی پنجہ مارنے والے پرندوں میں سے ہے۔ اس کے علاوہ نہ طوطے کو ہلاک کرنے کا فرمان دیا گیا ہے اور نہ ہی اس سے روکا گیا ہے۔

حضرت امام متولی علیہ الرحمہ نے طوطے کی زبان اور بات چیت سے اور لوگوں سے خوگر ہونے کی وجہ سے اس کو کرایہ پر لینے کو حلال کہا ہے۔ حضرت امام بغوی علیہ الرحمہ نے طوطے اور تمام ان پرندوں کے بارے میں جن کی زبان اور آواز سے افراد مانوس رہا کرتے ہیں جس طرح بلبل وغیرہ کے بارے میں دونوں احتمالوں کو (حلال و حرام) تحریر کیا ہے

"الجوزج" نیل گائے کے طفل کو کہتے ہیں۔

البخاق

''البخاق'' یہ ''غراب'' کے وزن پر آتا ہے اس کا مطلب نر بھیڑیا ہوتا ہے۔

البخت

''البخت'' اونٹ کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ یہ عربی نسل کا ہوتا ہے۔ نر اونٹ کو ''بختی'' اور مادہ اونٹنی کو ''بختیہ'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''بخاتی'' ہوتی ہے۔

یہ ''جمع الجمع'' ہونے کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ اس کے علاوہ اس کو یاء کی کمی کے ساتھ ''البخاتی'' بھی پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ جو صیغہ ''بخاتی'' کے وزن پر آئے اور اس کا واحد تشدید کے ساتھ ہو تو اس کی جمع تخفیف و تشدید دونوں طریقوں سے پڑھے جا سکتے ہیں جس طرح ''غوادی، سواری، علالی، اوانی، اثانی، کراسی، مھاری۔'' (الصحاح والاصلاح)

ابن السکیت کا کہنا ہے کہ ''الاثفیۃ'' مفرد ہے اس کی جمع ''اثافی'' ہوتی ہے۔ ان تین ''پایوں'' کو کہتے ہیں جو کھانا پکاتے ہوئے برتن، دیگچی وغیرہ رکھنے کے لئے رکھتے ہیں اور یہ لفظ کلام عرب میں بھی استعمال ہوا ہے مثال کے طور پر ''رماہ اللہ بثالثۃ الاثانی'' (مطلب اللہ پاک اس کو پہاڑ بنائے) کیونکہ جس وقت انسان کو بوقت حاجت دو پایوں کے سوا تیسرا انہیں ملا کرتا تو وہ پہاڑ کو تیسرے پائے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ سو پھر ''ثالثۃ الاثانی'' کا مطلب پہاڑ سمجھا جانے لگا۔

اس کے علاوہ ''البخاتی'' ان اونٹوں کو بھی کہتے ہیں جن کی گردنوں کی لمبائی زیادہ ہوتی ہے۔

احادیث میں بختی اونٹ کا ذکر: حضرت امام ابوداؤد، حضرت امام ترمذی، حضرت امام النسائی اور حضرت امام احمد علیہم الرحمہ نے ایک روایت کو نقل کیا ہے۔

''حضرت جنادہ بن امیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت بسر بن ارطاۃ کے ساتھ دریا کے سفر میں تھے تو ایک چور کو پیش کیا گیا جس نے ایک ''بختی'' اونٹ کو چرایا تھا۔ بسر بن ارطاۃ کا کہنا ہے کہ میں نے حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے ''حالت سفر میں ہاتھ نہ کاٹا کرو'' اور اگر یہ بہانہ نہ ہوتا تو میں اس چوری کرنے والے شخص کے ہاتھ لازمی کاٹ دیتا۔''

صحیح مسلم میں حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ اس روایت کے ناقل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نے ان خواتین کی صفات سے آگاہ کیا جو آخری دور میں ہوں گی۔ ان کے سر ''بختی'' اونٹ کے کوہان کی مانند ہوں گے اور وہ خواتین بہشت کی مہک تک نہ پا سکیں گی جبکہ بہشت کی مہک کا پانچ سو برس کے فاصلے سے بھی احساس ہو جاتا ہے۔ (موطا امام مالک، جلد 2، 913، مسند احمد، جلد 2، صفحہ 169)

مستدرک میں اس روایت کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے آخری دور میں اس طرح کے افراد کی پیدائش ہوگی جو درندوں کی کھال میں سواری کیا کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی مسجدوں کے دوروں پر آجائیں گے۔ ان خواتین نے کپڑے تو پہن رکھے ہوں گے مگر وہ بے لباس (برہنہ) ہوں گی۔ ان کے سروں پر جھونٹے لاغر اونٹ کے کوہان جیسے ہوا کریں گے۔ تم ان خواتین پر لعنت کرنا کیونکہ وہ ملعون ہوا کریں گی۔"

"الکامل" میں ایک روایت کو ایسے تحریر کیا گیا ہے کہ

حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب سینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بہشت میں "بختی" اونٹوں کے سائز جتنے پرندے ہوا کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ پرندے تو غالباً نازک اور خوش کن ہوں گے؟ لہٰذا حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ ان پرندوں سے زیادہ خوشنما تو وہ ہوا کریں گے جو ان کو تناول کریں گے اور اے ابوبکر صدیق! آپ بھی ان کو تناول کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔ (الحدیث)

البدنة

"البـدنـه" یہ واحد کہلاتا ہے اس کی جمع "بُـدْن" (دال میں سکون اور پیش ہے) ہوتی ہے۔ دال کے سکون کے ساتھ تو قرآن پاک میں بھی یہ کلمات بیان ہوئے ہیں۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے دال پر پیش کا تذکرہ کیا ہے۔ "البدنة" اس گائے یا اونٹ کو کہتے ہیں جس کو مکہ مکرمہ میں قربان کیا جاتا ہو۔ اسے "بـدنـه" کہے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ تندرست بدن والا ہوا کرتا ہے۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "بدنہ" اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو قربان ہونے کی عمر تک پہنچ گیا ہو بے شک وہ نر ہو یا مادہ ہو۔ یہ فقہاء کرام کے مطابق ہے۔ لغویین نے کہا ہے کہ "بـــدنة" کا استعمال زیادہ تر گائے اور اونٹ دونوں پر ہی ہوا کرتا ہے۔ ازہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "بدنة" کا لفظ بکری اور اونٹ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو "بدنة" اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ اس کا بدن خوب قوت مند ہوا کرتا ہے۔ سو لفظ "بدنة" بطور خاص احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اونٹ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ ایک روایت کو مسلم میں نقل کرتے ہیں کہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جو شخص بروز جمعہ نہایا اور فارغ ہوتے ہی مسجد میں چلا گیا گویا کہ اس نے اللہ کی راہ میں ایک اونٹ قربان کیا اور اگر فراغت کے دوسرے لمحے میں مسجد گیا گویا کہ اس نے ایک گائے کو قربان کیا اور اگر فراغت کے تیسرے اوقات میں گیا گویا کہ اس نے ایک سینگ والے دنبے کو قربان کیا اور اگر چوتھے لمحے مسجد گیا تو گویا کہ اس نے ایک مرغی کو قربان کیا اور اگر پانچویں لمحے میں گیا' تو گویا کہ اس نے ایک انڈے کی قربانی ذے دی۔" (بخاری' رقم الحدیث 841' مسلم' رقم الحدیث 350' ابوداؤد' رقم الحدیث 351' ترمذی' رقم الحدیث 499'

نسائی رقم الحدیث 1388 'موطا امام مالک رقم الحدیث 227 'سنن الکبریٰ رقم الحدیث 1696 'بیہقی سنن الکبریٰ رقم الحدیث 5655)

مسند حضرت امام احمد علیہ الرحمہ میں یہ کلمات بیان ہیں:

"وفی الساعة الرابعة بطة وفی الخامسة دجاجة وفی السادسة بیضة ۔"

"اور جو چوتھے وقت میں آیا اسے بطخ قربان کرنے کا ثواب عطا ہوگا اور پانچویں لمحے میں جس کی آمد ہوئی اس کو مرغی کا اور چھٹے لمحے میں انڈے کی قربانی کا ثواب عطا ہوگا۔" (الحدیث)

سو مینڈھے کو سینگ کے ہمراہ بطور خاص اس لئے مذکور کیا ہے کیونکہ وہ سینگ کے ہمراہ بڑا کامل اور بھلا لگا کرتا ہے۔

"البدنة" کی جمع "بدن" ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ" (ہم نے کعبہ میں قربان ہوئے اونٹ تمہارے واسطے اللہ پاک کی علامت بنادی ہیں۔ الخ)

مطلب ہم نے اس دین کی علامات میں سے بنایا جس میں تم لوگوں کے لئے خیر و برکت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس خیر سے مراد اس جہاں کے فائدے اور اخروی زندگی کا ثواب ہے۔ علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ صفوان بن سلیم حج کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے گئے تو ان کی ملکیت میں محض سات دینار موجود تھے۔ انہوں نے ان پیسوں سے ایک "بدنة" کو خریدا۔ صفوان بن سلیم سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ قرآن پاک میں اللہ پاک نے فرمایا ہے "وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ" (اور ہم نے کعبہ میں قربان کئے گئے اونٹوں کو تمہارے لئے اللہ پاک کی علامات قرار دے دیا ہے اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے)

سب سے قبل "بدنہ" قربان کرنے والے: سب سے قبل جس ہستی نے "بدنہ" کو "بیت اللہ شریف" کے لئے قربان کیا وہ الیاس بن مضر ہیں اور یہی وہ اول شخص ہیں جنہوں نے "بیت اللہ" خانہ کعبہ کے مسمار ہونے کے بعد مقام ابراہیم کو ڈھونڈ کر عوام کے لئے اس ٹھکانے کی جگہ بتائی۔ یہ قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ مبارک کا ہے اور الیاس بن مضر ہی وہ اول فرد ہیں جن کو اس میں فلاح ملی اور اس کو بیت اللہ کے کونے میں گاڑھ دیا۔ اسی بناء پر عربی لوگ الیاس بن مضر کی آخری سانسوں تک عزت کرتے رہے۔ سو جس وقت الیاس بن مضر کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ "خندف" نام کی خاتون نے بہت دکھ اور پریشانی کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ خود کے لئے خوشبو کو حرام قرار دے دیا اور نہ ہی دوبارہ نکاح کیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ الیاس بن مضر کی زوجہ نے یہ منت مان رکھی تھی کہ جس شہر میں ان کے شوہر کی وفات ہوئی ہے اس میں رہائش پذیر نہیں ہوں گی اور نہ ہی دوسری رہائش گاہ بنائیں گی۔ سو وہ ایسے ہی عالم تنہائی میں پھرتی رہیں حتیٰ کہ جمعرات کے روز ان کی وفات ہوگئی۔ مؤرخین کا یہ بھی قول ہے کہ اس خاتون نے یہ منت بھی مانی تھی کہ وہ بروز جمعرات طلوع شمس سے لے کر شمس کے ڈوب جانے تک روئیں گی۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں الیاس بن مضر کا ذکر: حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں تذکرہ ہے:

''حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ الیاس کی برائی بیان نہ کرو کیونکہ وہ مومن شخص ہوا کرتا تھا۔''

علماء کرام نے اس بات کا بھی تذکرہ کر رکھا ہے کہ ''بوقت حج الیاس بن مضر کی گور سے 'تلبیہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم' کی آواز ساعت کی گئی ہے۔''

حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ صحیح مسلم میں ایک روایت کو نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ بن سلمہ الہذلی نے فرمایا ہے کہ میں اور سنان دونوں عمرہ کرنے کی غرض سے چل پڑے اور سنان کے ہمراہ قربان کرنے کے لئے اونٹ بھی موجود تھا جس کو وہ کھینچ رہے تھے۔ سو وہ اونٹ راہ میں تھکن کا شکار ہو گیا اور مجھے اس کی کیفیت دیکھ کر پریشانی ہوئی۔ سو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سوال کرنے آئے تو وہ فرمانے لگے کہ تم نے باخبر اور صاحب علم آدمی کو پایا لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہمراہ سولہ اونٹوں کو سفر پر بھیجا (اور وہ چل پڑا اور اس کے بعد واپس آ گیا) اور دریافت کیا: حضور! اگر ان میں سے کوئی تھکاوٹ میں مبتلا ہو جائے تو میں کیا کروں؟ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس کو ''نحر'' کر دو اور اس کی گردن کی جوتیاں اس کے لہو سے رنگ کے اس کے کوہان میں نشانی لگاؤ اور اس میں سے نہ تم تناول کرو اور نہ ہی تمہارا کوئی احباب تناول کرے۔'' (الحدیث)

(بہت جلد ''ھدیٰ'' پر مفصل بحث ''باب الهاء'' میں ''الھدیٰ'' کے موضوع سے کی جائے گی۔ انشاء اللہ)

حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، حضرت ابوداؤد اور حضرت امام نسائی علیہم الرحمہ نے ایک روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، آمنہ کے لال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو ایام حج میں قربانی کے اونٹ کو کھینچے جا رہا تھا۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمان دیا کہ تم اس پر بیٹھ جاؤ۔ وہ شخص بولا کہ حضور! یہ تو قربان کرنے کے لئے ہے۔ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سواری کرو۔ وہ شخص بولا کہ یہ اونٹ قربان کرنے کے لئے ہے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور تیسری بار فرمایا تیرا برا ہو اس اونٹ پر سواری کرو۔

ایک دوسری روایت میں ''ویلك ارکبھا ویلك ارکبھا'' کے کلمات بیان ہوئے ہیں۔

(بخاری رقم الحدیث 1604، مسلم رقم الحدیث 1323، ابوداؤد رقم الحدیث 1760، ترمذی رقم الحدیث 911، نسائی رقم الحدیث 2799، ابن ماجہ رقم الحدیث 3103، موطا امام مالک رقم الحدیث 2799، دارمی رقم الحدیث 3103)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابدقرار، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ''جس وقت تم قربانی کے اونٹ کو ذبح کرنے کے خواہاں ہو تو اس کو کھڑا کر دو۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہو اور ''اللّٰھم منك والیك'' پڑھو اور پھر تسمیہ پڑھ کر اسے ذبح کرو۔ قربانی کرنے کے لئے بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔'' (رواہ الحاکم)

حضرت زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ لیا کہ وہ اس طرح کے شخص کے قریب آئے جو اونٹ کو بٹھائے ہوئے ''ذبح'' کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر کے اس کی ٹانگوں کو باندھو اور اس طرح کرنے کے بعد ذبح کرو یہ حضور سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (رواہ المسلم والبخاری)

حضرت عبداللہ بن فرط نے کہا ہے کہ حضور سراج السالکین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ پاک کے قریب سب سے بڑا یوم ''ذبح'' کرنے کا یوم ہے۔ اس کے بعد ذی الحجہ کی گیارھویں تاریخ ہے جس روز حج کرنے والے منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔ حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قربان کرنے کی غرض سے پانچ یا چھ اونٹ موجود تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کرنے کے لئے جا رہے تھے تو سارے اونٹ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آ گئے لہٰذا حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم غور وفکر فرمانے لگے کہ ان میں سے کس کو سب سے اول ذبح کیا جائے۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

احادیث کی روشنی میں ''بدنہ'' پر سوار ہونا: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''بدنہ'' پر حاجت کے لیے سواری کرنا درست ہے۔ حاجت کے بغیر اس پر سوار نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ سوار ہونے کی اجازت اس لمحے تک ہے کہ اس کو درد یا تکلیف پہنچنے کا خوف ہو۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، ابن منذر علیہ الرحمہ اور علماء کرام کا ایک گروہ یہی مسلک رکھتا ہے۔ حضرت امام احمد اور حضرت امام مالک علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''بدنہ'' پر بغیر حاجت کے بھی سوار ہوا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عمرو بن زبیر اور اسحٰق بن راہویہ علیہما الرحمہ کا بھی یہی بیان ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ''بدنہ'' پر سوار ہوئے بغیر گزارا نہ ہو تو اس عالم میں اس پر سوار ہوا جا سکتا ہے۔ القاضی کچھ علماء کرام سے نقل کرتے ہیں کہ ''بدنہ'' پر سوار ہوا جا سکتا ہے۔ اونٹ پر سواری کے بارے میں جمہور علماء اس حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھدی ولم یرکب ھدیہ ولم یامر الناس برکوب الھدایا۔''

حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''ہدی'' کا حیوان لے کر چلے مگر اس پر سواری نہیں کی اور نہ ہی حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ھدی'' پر سواری کرنے کا فرمان دیا۔ (الحدیث)

سو اس سے پہلے حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ''ویلک ارکبھا'' (تیری ہلاکت ہو اس پر بیٹھ جاؤ) درحقیقت یہ الفاظ اس فرد کے لئے مستعمل ہوتے ہیں جو ہلاکت میں پڑ گیا ہو کیونکہ وہ حاجت مند ہے اور آفت میں مبتلا ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ اچھا جملہ خود بخود ہی زبان پر آ جایا کرتا ہے اور وہ اس سے قبل اپنے عنوان لہ میں مستعمل ہوا کرتا تھا جس طرح کہ عربی کہا کرتے ہیں ''لا ام لہ لا اب لہ، تربت ھداک، قاتلہ اللہ'' (اس کے

لئے والدہ نہ ہو اس کے لئے والد نہ ہو تمہارے ہاتھ مٹی سے لتھڑ جائیں اللہ پاک اس کو ہلاک کرے) یہ تمام کلمے وہ ہیں جوان سے مشابہت رکھتے ہوں برائی کے وقت ان کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

البذج

''البذج'' بھیڑ کے طفل کو کہا جاتا ہے۔ یہ بکری کے طفل کی مانند ہوا کرتا ہے۔ اس کی جمع ''بذجان'' ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

قد هلكت جارتنا من الهمج   وان تجمع تاكل عودا او بذج

''ہماری ہمسائی کی ہلاکت ہوگئی وہ بیچ خاندان کی تھی اور جس وقت وہ بھوک محسوس کرتی تو وہ بکری یا بھیڑ کے طفل کو تناول کرلیتی۔''

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''الھمج'' کا حرف معاشرے میں ناقص عمل یا معاشیات کے بارے میں بری کاوش کرنے کو کہا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ذکر ہے کیا گیا ہے کہ ''یخرج رجل من النار کانہ بذج'' جہنم سے ایک شخص کو نکال دیا جائے گا جو بکری کے میمنے کی طرح ہوگا۔'' (الحدیث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت ایک آدمی کو لائیں گے۔ وہ ذلالت کی بناء پر بھیڑ کے طفل سے مشابہ ہوگا۔ سو اس کو اللہ پاک کے حضور کھڑا کر دیں گے۔ اللہ پاک اس آدمی سے فرمائیں گے کہ میں نے تم کو دیا اور تم پر اپنی مہربانی کا نزول کیا اور تمہیں انعامات سے نواز دیا اب بتلا کہ تو کیا سرانجام دے کر آیا ہے؟ وہ شخص بولے گا اے میرے پالنے والے اللہ پاک میں نے دولت ذخیرہ کی اور اس کی مقدار میں اضافہ کیا اور کچھ دولت چھوڑ کر آیا ہوں۔ پس آپ مجھ کو پھر دنیا میں بھی دیں میں وہ لے آؤں گا۔ اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ ٹھیک ہے جو تم نے سرانجام دے کر آگے بھیج دیا اس کو دکھاؤ۔ تو وہ فرد اس طرح کا ہوگا کہ اس نے کوئی اچھا امر آگے نہیں بھیجا ہوگا۔ سو اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (رواہ ابن المبارک)

اس حدیث پاک کو اسماعیل بن مسلم حسن اور قتادہ سے نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابوبکر بن العزلی مالکی نے اپنی تصنیف ''سراج المریدین'' میں اس حدیث کو تحریر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے اور حسن کے مراسیل میں سے ہوتی ہے۔ حافظ منذری ''الترغیب والترہیب'' میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث پاک کو حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اسماعیل بن مسلم مکی سے روایت کیا ہے اور پھر یہ حکم لگاتے ہیں کہ اسماعیل بن مسلم حسن کی نسبت زیادہ بوڑھے ہیں۔ سو حدیث پاک میں بھیڑ کے طفل سے مشابہ قرار دیا گیا ہے کہ اس میں رسوائی اور نفرت پائی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک انسان کو قیامت کے روز لائیں گے وہ ذلالت وخفت کے سبب بھیڑ کے دنبے کی طرح ہوگا لہٰذا اللہ

پاک اس انسان سے فرمائیں گے کہ اے ابن آدم میں زبردست بانٹ دینے والا ہوں۔تم اپنے ان امور پر غور کرو جو تم نے میری ذات کے لئے کئے ہیں۔ میں تم کو ان کا ثواب عطا کروں گا اور اس کے بعد ان امور پر غور کرو جو تم نے میری ذات کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے کر رکھے ہیں کیونکہ تم کو ان ہی اشیاء کا بدلہ عطا کیا جائے گا جن کے لئے تم کہتے ہو۔''

(رواہ ابو یعلی فی مسندہ ابو نعیم مرفوعا)

البذج فارسی زبان سے لیا گیا ہے۔اس کے بعد اس کو معرب کیا گیا ہے۔ اکثر حضرات نے کہا ہے کہ ایک دیہات کا رہنے والا شخص کعبہ کے کسی پردے کے قریب یہ بولتے ہوئے دکھائی دیا گیا ''اللّٰهم امتنى ميتة ابى خارجة ''(اے اللہ پاک مجھ کو ابو خارجہ کے جیسی موت عطا فرما دے) اس شخص سے سوال کیا گیا کہ ابو خارجہ کی وفات کس کیفیت میں ہوئی تو اس نے بتایا کہ اس نے ایک دنبے کو نحر کر کے تناول کیا مشعل ظرف میں آب نوش کیا۔اس کے بعد دھوپ میں جا کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔سو اس نے اللہ پاک سے سیر ہو کر اور حرارت کی کیفیت میں ملاقات کر لی۔ مشعل اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں نبیذ کو تیار کرتے ہیں۔

عرب لوگوں نے کہا ہے کہ ''فلان اذل من بذج ''(فلاں بھیڑیے کے دنبے سے بھی زیادہ ذلت والا ہے) کیونکہ بھیڑ کا دنبہ بوجھ اٹھانے والے حیوانات میں ساروں سے زیادہ لاغر ہوا کرتا ہے۔

البراق

''البراق'' وہ حیوان ہے جس پر حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو سواری کی تھی۔ (بخاری رقم الحدیث 3035' بخاری رقم الحدیث 3213' مسلم رقم الحدیث 164' ترمذی رقم الحدیث 3346' نسائی رقم الحدیث 448' مسند احمد رقم الحدیث 17867)

اکثر علماء کرام کے مطابق ''براق'' پر حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء علیہم السلام نے بھی سواری کی تھی۔ ''البراق'' برق (بجلی) سے مشتق ہوا کرتا ہے جو بارشوں میں روشن ہوتی دکھائی دیتی ہے جس طرح کہ پل صراط سے چلنے والوں کے لئے حدیث بیان کی ہے کہ وہ پل صراط کو بجلی کی سی رفتار سے پار کر لیں گے اور کچھ تیز رفتار سواری کی مانند پار کر لیں گے اور کچھ افراد تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی مانند چلے جائیں گے۔ براق کے متعلق درست قول یہ ہے کہ ''براق'' ایک حیوان ہے جو جسمانی ساخت میں خچر سے چھوٹا اور گدھے سے لمبا ہوا کرتا ہے اور اس کی رنگت سفید ہوا کرتی ہے۔ ''براق'' کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ جدھر اس کی نظر جاتی ہے وہاں اس کا پاؤں پڑا کرتا ہے۔ اسی بناء پر اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ ''براق'' نے ارض سے فلک تک کا فاصلہ ایک ہی قدم میں طے کر لیا تھا اور اس کے بعد سات قدم اٹھائے اور سات افلاک کا فاصلہ طے کر لیا۔ یہاں پر سے ہی ان اکثر متکلمین علماء کرام کی بات رد ہوتی ہے جن کا مؤقف ہے کہ بلقیس کے تخت کو لمحہ بھر میں پیش کر دیا گیا تھا۔ یہ بات غلط اور کوئی بنیاد نہیں رکھتی ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ ''براق'' کوئی حیوان

نہیں ہے بلکہ یہ اس سے قبل ناپید تھا محض ''اسراء کی رات'' میں اس کا وجود ہوا تھا۔ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ اتنا طویل فاصلہ اتنی جلدی طے نہیں ہو سکتا تو ان حضرات کے لئے اوپر مذکور کیے گئے استدلال رد کرنے کے لئے بہت ہیں۔ حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ''جس لمحے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ''براق'' پر سواری کرنے لگے تو ''براق'' شوخ ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام براق سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اے براق تم اس لمحے حیا میں مبتلا ہو۔ کیا کوئی ایسی ہستی جو اللہ پاک کے قریب حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو' تیرے اوپر سوار ہوئی ہے۔''

حضرت امام ابن بطال علیہ الرحمہ نے اس سوال کے متعلق کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ''براق'' پر سواری کیے ہوئے بہت مدت گزر چکی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران بہت مدت بیت چکی تھی۔ اس بناء پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسا سوال کیا۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ' زبیدی اور صاحب تحریر کا کہنا ہے کہ ''براق'' وہ حیوان ہے جس پر انبیاء کرام سواری کیا کرتے تھے مگر حضرت امام نووی علیہ الرحمہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محض دعویٰ کرنا بہت نہیں بلکہ اس سے پہلے نبیوں کے سواری کرنے کے بارے میں استدلال کے لئے صحیح حدیث کی حاجت ہے۔ صاحب المنتھی کا کہنا ہے کہ براق کے خچر سے مشابہ ہونے میں تدبیر یہ ہے کہ انسانوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ ''براق'' پر حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری کرنا حفظ وامان کے لئے تھا لڑائی کرنے یا مسلمانوں کو ڈر و ہراس میں ڈالنا مقصد نہیں تھا یا محض اس بات کو ظاہر کرنا مراد تھا کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے طویل سفر کو انوکھے طریقے سے اتنا جلد طے کیا کہ اس حیران کن وقوعہ کے لئے ''براق'' کی وضع قطع شہادت نہیں دیتی۔ اگر کوئی یہ بولے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں ایک خچر پر سواری کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے پر سواری کرنی چاہئے تھی۔ گویا خچر پر سوار ہونا حفظ و امان کی جانب اشارہ ہے جس طرح کہ ابھی گزر گیا ہے مگر حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑائی کے میدان میں خچر پر سواری کر کے جانا بہادری اور دلیری کی نشانی ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''براق'' کی رنگت سفید تھی اور خچر کی رنگت کالی و سفید ہوا کرتی ہے اور یہ ملا جلا رنگ زیادہ بہتر لگتا ہے۔

کیا شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری کر رہے تھے: کیا شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سواری کر رہے تھے؟ علماء کرام کی اس متعلق مخالفت پائی جاتی ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جبرائیل علیہ السلام بھی ردیف کے طور پر سواری کر رہے تھے۔ صاحب المنتھی کہتے ہیں کہ میرے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' رسول پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سواری نہیں کر رہے تھے کیونکہ معراج کے خصائص تو بس حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔

سو یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دیدار کے لئے "براق" پر سواری کر رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں نے ہی "براق" پر سواری کی۔ ایسے ہی جس وقت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والدہ اور فرزند کو "بیت اللہ" کے نزدیک چھوڑ دیا تو ادھر سے براق پر سواری کر کے ہی واپس لوٹے تھے۔

المستدرک میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت "براق" کو لے آیا گیا تو میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے بیٹھ گیا۔ (الحدیث)
اس کے بعد آگے جا کر روایوں میں "ابوحمزہ میمون الاعور" (راوی) یگانہ ہوئے ہیں اور اس روایت میں مخالفت پائی جاتی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت سارے انبیاء کرام چار پاؤں پر اٹھیں گے تا کہ وہ امت کے مسلمانوں کو برابر حق دلوا پائیں۔ سو حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی کے ہمراہ اٹھ جائیں گے اور میں "براق" کے ہمراہ اٹھوں گا جس کے پاؤں ادھر پڑیں گے جدھر اس کی نگاہ جاتی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری دختر میرے سامنے ہوں گی۔ (الحدیث)

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہنے لگے کہ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم براق پر تشریف فرما ہو کر گئے مگر واپسی پر "براق" پر سواری نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو براق سے عظمت اور نیکی کی وجہ سے لے کر گئے۔ اس کے بعد براق پر سوار ہو کر واپس نہ آنا یہ اللہ پاک کی قوت کامل کا نمونہ ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سواری کر کے جانا اور اس پر ہی سواری کر کے واپس آنا بھی استدلال کرتا ہے۔ جس طرح کہ قرآن پاک میں گرمی سے محفوظ ہونے کے لئے ملبوس کا ذکر ہے اور اللہ پاک کے پاس نیکی اور اچھائی کا ذکر ہے مگر ساتھ ہی سردی سے حفاظت اور نیکی کے ساتھ برائی کا ذکر بھی اشارہ کے طور پر پہ چلتا ہے۔

"وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ"

(اللہ پاک نے تم لوگوں کے لئے قمیصیں بنائیں اس لئے کہ تم گرمی سے محفوظ رہو۔)

"بِيَدِهِ الْخَيْرُ" (اس کی ملکیت میں ہی نیکی و بھلائی ہے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق سے الگ نہیں

ہوئے بلکہ اس پر ہی سواری کر کے واپس بھی لوٹتے ہیں۔اس کے بعد بروز قیامت بھی حضور سراج السالکین، سید المرسلین، نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ''براق'' پر سواری کریں گے مگر دوسرے انبیاء کرام براق پر سواری نہیں کریں گے۔(الحدیث)

حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں اپنے تالاب میں بروز قیامت نوش کروں گا اور وہ انبیاء کرام بھی سیر ہو جائیں گے جو میرے سے مانگیں گے۔اللہ پاک حضرت صالح علیہ السلام کے لئے ان کی اونٹنی کو اٹھا دیں گے جس کا دودھ وہ خود بھی پی لیں گے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پلائیں گے جنہوں نے ان پر ایمان لایا ہوگا۔اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اس پر سواری کریں گے حتیٰ کہ ''موقف'' میں چلے جائیں گے اور اونٹنی بلبلا اٹھے گی۔سو ایک شخص نے حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا حضور اس روز ''عضباء'' (حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا) پر سواری کریں گے؟ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عضباء'' پر میری دختر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بیٹھ کر حشر کے میدان میں تشریف آور ہوں گی اور براق پر سواری کر کے حشر کے میدان میں میری آمد ہوگی جو کہ صرف میری خاصیت ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نہیں۔'' (رواہ السیتی فی الشفاء الصدور)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں علماء کرام کی مخالفت: معراج کا قصہ کس روز رونما ہوا اس کے متعلق علماء کرام میں مخالفت پائی جاتی ہے۔ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ میرے مطابق درست یہ ہے کہ معراج کا وقوعہ 27 ربیع الاول پیر کی شب ہجرت سے ایک برس پہلے پیش آیا۔شیخ الاسلام محی الدین النووی نے اپنے فتوؤں میں اور شرح مسلم میں تیقن کیساتھ تحریر کیا ہے کہ معراج کا وقوعہ ربیع الثانی میں پیش آیا۔

''سیر الروضہ'' میں تذکرہ ہے کہ معراج کا وقوعہ بوقت شب ماہ رجب میں رونما ہوا اور حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت شب معراج اس بناء پر کرائی گئی تاکہ شہنشاہوں کے ہمراہ صحبت میں شب و روز کا فرق نمایاں ہو جائے کیونکہ بوقت شب مخصوص طرز کی صحبت اور محفل ہوا کرتی تھی۔

حضور سرورِ عالم، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح حیات: مؤرخین کہتے ہیں کہ رسول اکرم، حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ''عام الفیل'' میں ہوئی۔(سیرت ابن ہشام جلد 1، صفحہ 158)

آپ بنو سعد میں پانچ برس تک زیر پرورش رہے۔حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا انتقال ''مقام ابواء'' میں ہوا۔اس لمحے حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ چھ برس ہوا کرتی تھی۔سو والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا ذمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے لیا۔اس کے بعد جس وقت حضور مکی مدنی سرکار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ آٹھ برس ہوئی تو دادا عبدالمطلب کی وفات ہوگئی۔اس کے بعد حضور سرکارِ مدینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا ذمہ چچا ابو طالب نے لے لیا۔جب حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

عمر مبارکہ بارہ برس ہوئی تو چچا ابو طالب کے ہمراہ سفر شام پر روانہ ہوئے۔ جس وقت حیات مبارکہ پچیس برس ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے تجارت کے لئے روانہ ہوئے اور اسی برس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا۔ قریش نے خانہ کعبہ کو تعمیر کرنے کا عزم کیا تو حضور جانِ کائنات فخرِ موجودات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلے کے لئے منتخب کیا۔ اس لیے حضور شافع محشر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ چالیس برس کی عمر میں حضور سرورِ عالم رحمۃ للعالمین کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ جس وقت حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ انچاس برس آٹھ مہینے اور گیارہ یوم ہوئی تو چچا ابو طالب وفات پا گئے۔ چچا ابو طالب کے فوت ہونے کے تین روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اس کے تین مہینے بعد حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کے ساتھ طائف روانہ ہوگئے اور ادھر ایک مہینے تک مقیم رہ کر مطعم بن عدی کے ہمسائے میں مکہ مکرمہ واپس تشریف آور ہوئے۔ جس لمحے حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارکہ پچاس برس ہوئی تو نصیبین کے جنات کے گروہ اسلام پر ایمان لے آئے۔ جس وقت "لیلۃ الاسراء" کا وقوعہ رونما ہوا تو آپ حضور شافع محشر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکاون برس اور نو مہینے ہوا کرتی تھی۔ جس وقت حضور سرکارِ دوعالم رحمۃ للعالمین ترپن برس کی عمر تک پہنچے تو یقیناً نبوت کا تیرہواں برس جاری تھا جب ہجرت مدینہ کا واقعہ پیش آیا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق نبوت کا چودھواں برس تھا۔ ہجرت کرنے میں حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عامر بن فہیرہ خادم اور عبداللہ بن اریقط راہبر بھی موجود تھے۔ ہجرت مدینہ کے برس کو تاریخ اسلام میں اصل الاصول تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی برس حضور جانِ کائنات فخرِ موجودات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھائی چارے کی تدریس کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا برادر بنالیا۔ اسی برس اقامت کی کیفیت میں مکمل نمازیں ادا کی گئیں سفر میں رخصت دی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقد اپنی پیاری دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ ہجرت کے دوئم برس میں درج ذیل سانحات رونما ہوئے۔ غزوہ ودان غزوہ بواط غزوہ العشیرہ اور بدر الاولیٰ بھی لڑے گئے (ودان ایک مقام کا اسم ہے۔ بواط کی جگہ بیعت رضوان سے ایک طرف موجود ہے اور بدر الاولیٰ جمادی الثانی میں پیش آیا) غزوہ بدر الکبریٰ جس میں قریش کے بڑے بڑے حکمران دلیر جوان فوجیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ پاک نے مومنوں کو فتح سے سرشار فرما کر انہیں عزت وتوقیر عطا کی۔ یہ غزوہ یقیناً 13 رمضان المبارک جمعہ کے روز پیش آیا۔

غزوہ بنی سلیم ذی الحجہ کے مہینے میں رونما ہوا جس میں حضور شہنشاہِ مدینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کا پیچھا کر رہے تھے مگر وہ مغرور ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ ہجرت کے تیسرے برس غزوہ بنی غطفان غزوہ نجران غزوہ قینقاع غزوہ احد غزوہ حمراء الاسد کے وقوعات رونما ہوئے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے چوتھے برس غزوہ بنی نضیر اور غزوہ ذات الرقاع کے سانحات رونما ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے پانچویں برس غزوہ دومۃ الجندل غزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ کے وقوعات پیش آئے۔ ہجرت مدینہ کے چھٹے برس غزوہ بنی لحیان اور غزوہ بنی المصطلق لڑے گئے۔ ہجرت کے ساتویں برس حضور شافع محشر نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تعمیر کیا گیا۔ اس کے علاوہ غزوہ خیبر اور فدک کا وقوعہ رونما ہوا۔ فدک کا قصہ شہرت کا حامل ہے اور واقعہ فدک محض حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور خاص تھا۔ ہجرت مدینہ کے آٹھویں برس غزوہ موتہ' فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوہ طائف اور ہوازن کے مال ومتاع وغیرہ کو بانٹا گیا۔ ہجرت کے نویں برس غزوہ تبوک پیش آیا۔ ہجرت کے دسویں برس ''حجتہ الوداع'' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب سینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج مبارک ادا ہوا جس میں حضور سراج السالکین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک سو تیس اونٹ ذبح کیے۔ تریسٹھ خادموں کو آزادی بخشی اور تریسٹھ برس حضور جانِ کائنات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان میں بسر کئے۔ اس کے بعد ہجرت کے گیارہویں برس حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ سو ربیع الاول کی شروعات میں ہی حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' سرورِ عالم' نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی عمر مبارکہ دس برس ہوتی ہے۔ (اس کو ''البطیخ'' کے موضوع میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے)

حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔ ماسوائے لونڈی حضرت ماریہ قطبیہ سے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا میں سے حضرت طیب' حضرت طاہر' حضرت قاسم' حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کی ولادت ہوئی۔ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فرزندان کی وفات ہو گئی۔ حضور سرورِ دو عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر میں کسی دوسری خاتون سے عقد نہیں کیا۔ اس کے بعد میں حضور شافع محشر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نکاح اور جوان خواتین میں ماسوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی سے عقد نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکمل حیات ستائیس برس کی ہوئی۔ اس کے بعد حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نے تیسرے برس حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے عقد کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ یہ حضور شاہِ مدینہ' فیض گنجینہ' رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ گویا کہ حضور سرورِ عالم' رحمتہ عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے سوا اور کسی زوجہ کی وفات نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے برس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسم ''عاتکہ'' ہوا کرتا تھا جو رشتہ میں حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ کے چچا کی بیوی ہوا کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی 59ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ اکثر علماء کرام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات 61ھ نقل کرتے ہیں اور یہ بھی تحریر کیا گیا ہے کہ ان کی وفات عاشورہ کے روز ہوئی جس یوم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جامِ نوش کیا۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم نے پانچویں برس زینب بنت جحش کو اپنے عقد میں لیا۔حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا عہد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ 20ھ میں فوت ہوئیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اول زوجہ ہیں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وفات پاگئیں پھر حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رملہ بنت ابی سفیان جنہیں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی کہتے ہیں کو اپنے عقد میں لیا۔حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا انتقال عہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ 44ھ میں ہوا۔اس کے بعد شافع محشر سراج منیر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحرث المصطلقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرلیا۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 56ھ عہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا۔سب سے اواخر میں حضور سرورِ عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحرث سے عقد کیا تھا جو 40ھ میں فوت ہوگئیں۔سو حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل نو ازواج مطہرات تھیں۔

البرذون

''البرذون'' (ترکی گھوڑا) البرذون کی جمع ''براذین'' ہوتی ہے اور مؤنث کے لئے ''برذونہ'' کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔اس کی کنیت ''ابوالاخطل'' ہے کیونکہ اس کے کان عربی گھوڑوں کی نسبت لٹکے ہوتے ہیں۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''برذون'' وہ گھوڑے یا ٹٹو ہوا کرتے ہیں جن کے ماں باپ عجمی ہوا کرتے ہیں۔ عجمی افراد وہ ہیں جو فصیح گفتگو پر قدرت نہ رکھتے ہوں۔بے شک وہ عربی نسل کے ہوں یا عجمی کے۔اس بناء پر زیاد بن ابیہ کو بھی عجمی کہتے ہیں اس لئے کہ ان کی گفتگو میں لکنت پائی جاتی تھی جبکہ وہ عربی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ''قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ النَّهَارِ عَجْمَا'' ''حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ دن کی نمازوں کو (سکوت) سے ادا کیا جائے۔

(ہدایہ شریف جلد 1 صفحہ 116 نصب الرایہ جلد 2 صفحہ 1)

سو دن کی صلوٰۃ کو عجماء اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سکوت سے ادا کی جاتی ہیں۔ان میں قرأت نہیں ہوتی مگر حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو غلط مانتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ''العجمی والاعجمی'' اس کو کہتے ہیں جسے بات کرنے کی اہلیت نہ ہو۔حدیث پاک میں تذکرہ ہے ''قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ'' ''حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ چار پاؤں والے جانوروں کا ضرر کیا ہوا بخش دیا گیا ہے۔

''عجماء'' کھلے چھوڑے ہوئے اور آزاد حیوانات کو کہتے ہیں۔اتفاق رائے اس بات پر ہے کہ ''عجماء'' میں کھلے ہوئے اور باندھے ہوئے دونوں طرح کے حیوانات شامل ہیں۔

صاحب منطق الطیر کا کہنا ہے کہ ٹٹو جب بولتا ہے تو یہ کہا کرتا ہے ''اللّٰهم انی اسالك قوت یوم بیوم'' (اے اللہ پاک میں تیرے سے اپنی طاقت میں دن بدن زیادہ کرنے کا سوالی ہوں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں ''ترکی'' میں مقیم تھا اور وہ تم افراد پر ''کٹے ہوئے کانوں والے ٹٹوؤں'' پر سواری کر کے حملہ آور ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے اپنے ٹٹوؤں کو دریائے فرات کے ساحل پر باندھا تھا''۔

(رواہ الحاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں مروان کے قریب سے جا رہا تھا اس عالم میں کہ وہ مدینہ منورہ میں اپنی رہائش گاہ بنا رہے تھے۔ سو میں ان کے پاس نشست فرما ہو گیا اور مزدور کام میں مشغول تھے۔ میں بولا تم مستحکم بناؤ اور دور کی توقعات رکھو اور عنقریب فوت ہو جاؤ۔ مروان کہنے لگا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مزدور لوگوں سے بات چیت کر رہے ہیں لہٰذا وہ بولا: اے ابو ہریرہ! آپ ان لوگوں سے کیا بات چیت کر رہے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ مستحکم بناؤ' دور کی توقعات رکھو اور عنقریب فوت ہو جاؤ۔ اے قریش کے گھرانے والو کم از کم تین دفعہ ذہن نشین کر لیا کرو کہ ماضی میں تم کیا ہوتے تھے اور اب تمہاری کیا کیفیت ہے۔ تم اپنے فارس اور رومی خادموں سے کام لیا کرتے ہو اور سفید آٹے کی چپاتی اور موٹا گوشت تناول کرو۔ تم میں سے اکثر' اکثر کو تناول نہ کرے اور تم آپس میں ایک دوسرے کے ''ٹٹو'' کی مانند دندان نہ کاٹا کرو۔ سو اب تم چھوٹے ہو تو کل کو بڑے بنو گے۔ اس کے علاوہ اللہ پاک اس جہاں میں کسی کا مقام اعلیٰ کرتے ہیں تو آخرت میں اس کا ایک مرتبہ نیچے کر دیا کرتے ہیں۔ (الحدیث)

سراج الوراق نے گھوڑے کی ہجو کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

لصاحب الاحباش برذونة بعيدة العهد عن القرط

''حبشیوں کی ملکیت میں ایک ٹٹویا (مادہ ٹٹو) موجود ہے جو کہ بالی سے بوسیدہ لگتی ہے۔''

اذا رات خيلا على مربط تقول سبحانك يا معطى

''جس وقت وہ کسی گھوڑے کا ''باڑے'' میں نظارہ کرتی ہے تو بول اٹھتی ہے تیری ذات مقدس ہے اے عطا کرنے والے۔''

تمشى الى خلف اذا مامشت كانما تكتب بالقبطى

''جس وقت وہ چلا کرتی ہے تو پیچھے کی طرف چلا کرتی ہے گویا کہ وہ ''قبطی'' زبان میں تحریر کرتی ہے۔''

جاحظ نے کہا ہے کہ میں نے کچھ گاؤں کے افراد سے دریافت کیا کہ کون سے جانور کی غذا زیادہ ہوا کرتی ہے؟ تو جواب میں انہوں نے کہا کہ دودھ پلوانے والی مادہ ٹٹویا کی خوراک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ٹٹو پر سواری کر کے حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے سر پر پگڑی تھی جس کا شملہ دو کندھوں کے وسط میں آویزاں تھا۔ میں نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے ان کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جی

میں دیکھ چکی ہوں تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو مجھ سے عرض کررہے تھے کہ میں بنی قریظہ کے متعلق کرگزاروں۔'' (رواہ المستدرک فی الکتاب اللباس)

''الکامل'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ جس وقت بیت المقدس کو فتح کیا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چار دفعہ ملک شام میں تشریف آور ہوئے۔ سب سے اول گھوڑے پر سواری کرکے آئے' دوسری دفعہ اونٹ پر سواری کرکے آئے۔ تیسری بار عزم کیا مگر راہ سے واپس ہو لئے کیونکہ ملک شام میں طاعون کی بیماری پھیل چکی تھی۔ چوتھی بار گدھے پر سوار کر کے تشریف آوری کی۔ نیز حکمرانوں کو اس بات کی نصیحت کی کہ وہ اب جابیہ کے مقام پر ملیں گے۔ سو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سواری کرنے لگے۔ انہیں گھوڑے کی چال میں لنگڑا پن نمایاں لگا تو فوری طور پر گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک ٹٹو کو لے آئے۔ سو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹھتے ہی ٹٹو شوخ ہو گیا تو آپ اس سے بھی نیچے اترے اور دوسری جانب رخ موڑ کر فرمانے لگے کہ خدا پاک تیرا سارا غرور دور کردے گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اونٹنی پر سواری کی اور پھر کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی ٹٹو پر سواری نہیں کی تھی۔

علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ جس لمحے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں جانے کا عزم کیا تو مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ بذات خود اس عداوت رکھنے والے کتے کی جانب جانے والے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر میں ہی جہاد کرنے میں پہل کا مرتکب ہو رہا ہوں ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتنوں کے در وا ہو جائیں گے جیسا کہ رسی کھل جایا کرتی ہے۔ سو حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے اور یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا چھٹا برس تھا اور پھر فتنہ برپا ہو گیا۔ اس کے علاوہ فتنہ وفساد اور برائی کا دور دورہ ہو گیا جس طرح کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سب حالات پیدا ہونے کی خبر پہلے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔

ابو الہذیل کے احوال: ابن خلکان نے ابو الہذیل محمد بن ہذیل علاف بصری جو مذہب گوشہ نشینی کے بصرہ کے شیخوں میں سے تھے ان کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے کہ

''ابو الہذیل نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے دیس بصرہ سے ٹٹو پر سواری کرتے ہوئے مامون الرشید کی مجلس میں حاضری کے لئے بغداد کے سفر پر روانہ ہوا۔ سو راہ میں ہرقل کی عبادت گاہ سے میرا گزر ہوا تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک شخص کو عبادت گاہ کی ایک دیوار سے باندھ دیا گیا ہے۔ میں نے اس کو دیکھ کر سلام کیا تو وہ سلام کا جواب دے کر مجھے بغور تکنے لگا۔ اس کے بعد وہ بولا کہ کیا تم معتزلہ سے نسبت رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں میں معتزلی ہی ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص بولا کہ کیا تم میرے آگے ہو؟ میں بولا کہ جی ہاں بالکل میں آپ کے آگے ہوں' پھر وہ شخص بولا کہ کیا تم ''ابو الہذیل العلاف'' ہو؟ میں نے بتلایا کہ ہاں میں ہی ابو الہذیل ہوں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ کیا تم کو سوتے ہوئے چین ملا کرتا ہے۔ میں نے بتلایا کہ جی چین ملا کرتا ہے' وہ

شخص پوچھنے لگا کہ کس وقت ملا کرتا ہے؟ یہ سن کر میں نے قلب میں سوچا کہ اگر میں یہ کہوں کے سونے کے ساتھ چین ملتا ہے تو درست نہیں ہے کیونکہ سو جانے سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہہ دوں کہ نیند میں جانے سے قبل چین ملا کرتا ہے تو بھی درست نہیں ہے کیونکہ چین تو بے وجود ہے اور اگر میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ چین سونے کے بعد مل جاتا ہے تو پھر یہ قول درست نہیں کیونکہ چین کے محسوسات معلوم نہیں ہو پاتے۔ ابوالہذیل نے کہا ہے کہ میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا اور میں نے اس شخص سے عرض کی کہ میں لاجواب ہو چکا ہوں' آپ ہی اصل بات بتا دیں تا کہ میں بھی اس کو جان لوں اور جدھر بھی اس کا ذکر کروں گا تو آپ کا حوالہ دیتے ہوئے تذکرہ کروں گا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ ایک شرط پر اس بات کا جواب بیان کروں گا کہ تم اس بندگی کرنے کی جگہ کے مالک کی زوجہ سے یہ کہہ دو کہ وہ مجھ پر جبر نہ کیا کرے' سو ابوالہذیل نے ایسا ہی کیا تو مالک کی زوجہ نے یہ مان لیا' اس کے بعد دیوار سے بندھا ہوا فرد بولا کہ برادر سماعت کرو' اونگھنا تو ایک مرض ہے جو بدن میں پھیل جایا کرتی ہے اس مرض کی دوا سو جانا ہے۔ ابوالہذیل نے کہا ہے کہ مجھ کو اس کا یہ قول بہت پسند آیا۔ سو جس وقت میں واپسی کے لئے آنے لگا تو وہ بولا کہ ابوالہذیل رکو اور میرے سے ایک بڑا معاملہ توجہ سے سماعت کرو' ابوالہذیل کیا حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب و سینہ' کے بارے میں تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ وہ صادق و امین ہوا کرتے تھے اور فلک و ارض کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ ابوالہذیل نے جواب دیا کہ جی یہ میرا ایمان ہے۔ وہ شخص پوچھنے لگا کہ کیا تم کو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مخالفت و منتشر ہونا اچھا لگتا ہے یا سلوک و محبت۔ ابوالہذیل نے جواب دیا کہ سلوک و محبت اچھا لگا کرتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے' وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ '' (ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیج دیا ہے) تو حضور سرورِ عالم' رحمۃ دو جہاں' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ نزع میں کیا کیفیت تھی جو کہ شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا تھا کہ یہ (مطلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میرے وصال کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب و سینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی وصیت بھی دی تھی اور امت مسلمہ کو رغبت بھی دلائی تھی۔

ابوالہذیل نے کہا کہ میں اس بات میں لاجواب ہو گیا تو اس شخص سے کہہ دیا کہ آپ ہی جواب بتلا دیں (مگر ابھی تک میں یہ نہ جان پایا کہ وہ شخص کون ہے) سو میں نے ٹٹو کا رخ بدل کر خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں حاضری دی اور انہیں تمام احوال کے بارے میں بتایا۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس انسان کو اسی کیفیت کے ہمراہ اپنی مجلس میں پیش کرنے کا فرمان دیا۔ سو اس انسان کو پیش کر دیا گیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس انسان کو حکم دیا کہ تم میرے سے وہ سوال کرو جو تم نے ابوالہذیل سے کئے ہیں سو اس انسان نے تمام سوال خلیفہ سے کئے۔ مامون الرشید کی شاہی محفل میں بہت بڑے بڑے علماء کرام تشریف رکھے ہوئے تھے مگر کوئی بھی عالم ان سوالات کے جوابات نہ دے پایا تو مامون الرشید کہنے لگا کہ برادر تمہارے ان سوالوں نے ساروں کو تعجب میں ڈال دیا ہے پس تم خود ہی جواب بیان کر دو۔ وہ شخص بولا سبحان اللہ! میں ہی سوال پوچھوں اور میں ہی جواب بھی دوں۔ خلیفہ مامون الرشید کہنے لگے یہ کون سا کٹھن امر ہے' کم از کم آپ کی بدولت ہم لوگوں کو کوئی نفع پہنچ جائے۔ اس پر وہ شخص جس کو

دیوار سے باندھا گیا تھا مخاطب ہوا اور بولا اے خلیفہ بہت بہتر میں فرمان کو پورا کرتا ہوں' آپ اس طرح سمجھ لیں کہ اللہ پاک نے آغاز سے ہی سارے ظہور ہونے والے امور کو تحریر کر کے قضاء وقدر کا فیصلہ فرمالیا تھا اور پھر اس سے اپنے محبوب حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باخبر کر دیا تھا۔ اب اس سب کے بعد ان کے لئے یہ بہتر نہیں ہے کہ ان سے کسی طرح کی لغزش یا خلاف ورزی کا ارتکاب ہو' جس وقت یہ بات ثابت ہو تو تمام کاموں اور سلسلات کو اللہ پاک کے حوالے کر دیا گیا۔ اس بناء پر ہو گا وہی جو کہ تقدیر میں رقم کر دیا گیا ہے۔ وہ غالب اور برتری والا خدا ہے' اس کے فرمان کو رد کرنے کی کسی میں جرأت نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے نافذ کئے ہوئے قانون میں کوئی ردوکد کر سکتا ہے اور نہ عیب نکال سکتا ہے۔

خلیفہ کو اس شخص کا قول بہت اچھا لگا سو اسی اثناء میں خلیفہ مامون الرشید کو کوئی کام ذہن میں آ گیا تو وہ گھر میں داخل ہو گئے تو اس فرد سے ایک مجنون کہنے لگا اے بری زبان والے تو نے ہم سے نفع اٹھایا اور ہم سے ہی بھاگ رہے ہو' یہ دونوں محو کلام تھے کہ یکا یک خلیفہ مامون الرشید کی آمد ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ ہم سے انعام میں کیا لینے کے خواہاں ہو؟ وہ شخص بولا کہ ایک ہزار اشرفیاں۔ خلیفہ کہنے لگا کہ اتنی زیادہ اشرفیوں سے کیا کرو گے؟ وہ شخص جواب میں بولا کہ ان سے اپنے کام کروں گا۔ سو خلیفہ نے اس شخص کو انعام سے نوازنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے انعام وصول کیا اور واپس لوٹ گیا۔ ابوالھذیل کا انتقال 227ھ میں ہوا۔

علماء کرام کہتے ہیں کہ اونگھ دماغ میں' غنودگی آنکھوں میں اور نیند دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ''نوم ونیند'' اس بوجھ غشی کو کہتے ہیں جو دل میں طاری ہوا کرتی ہے اور جس سے چیزوں کی خداشناسی اور دوسرے امور کی شناخت نہیں ہو پاتی کیونکہ نیند اور اونگھ عیب ہے۔ اللہ پاک ان سارے عیبوں سے پاکیزہ ہے۔ سو قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ'' (اللہ پاک کو نہ نیند آیا کرتی ہے اور نہ ہی اونگھ)۔ (البقرہ)

خالد بن صفوان کا ذکر: حضرت امام ابوالفرج جوزی علیہ الرحمہ ''کتاب الاذکیاء'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خالد بن صفوان تیمی' خلیفہ ابوالعباس سفاح کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس لمحے خلیفہ اکیلے بیٹھے تھے۔ خالد بولے اے امیر المومنین جس وقت سے آپ منصب خلافت پر متمکن ہوئے ہیں اس لمحے سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ میں آپ کی حاضری میں اکیلے جا کر آپ کے متعلق خیالات کو ظاہر کروں۔ اس بناء پر اگر آپ بہتر جانیں تو میں اپنی اس آرزو کی تکمیل کر لوں اور آپ دروازے پر ایک محافظ کو یہ حکم دے دیں کہ وہ کسی کو اندر آنے کی منظوری نہ دے۔ سو خلیفہ سفاح نے دربان کو فرمان دیا کہ وہ اس طرح ہی کرے۔ کچھ لمحوں بعد خالد بن صفوان تنہائی سے محفل میں آئے اور بولے کہ امیر المومنین میں نے آپ کے بارے میں بہت غور وفکر کیا آخر کار اس فیصلے پر آیا ہوں کہ آپ ایک مختلف حکمران ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی خواتین سے لطف اندوز نہیں ہوا اور نہ ہی کسی میں اتنی طاقت تھی اور آپ کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ آپ میں یہ وصف بھی پایا جاتا ہے کہ آپ نے دنیاوی سطح پر ایک ہی خاتون کو منتخب کیا۔ سو آپ دونوں کے لگاؤ کی یہ کیفیت ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو آپ بھی علیل ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر وہ کہیں جائے تو آپ بھی نظر نہیں آتے۔ جس وقت وہ حیض کی کیفیت میں ہو تو آپ روزہ رکھ لیتے ہیں حتیٰ کہ کنیزوں کے پاس بھی نہیں جایا

کرتے جبکہ آپ کے پاس ایسی کنیزیں ہیں جن کی جانب مرد کا رجحان ہونا ایک فطری امر ہے' مثال کے طور پر سفید رنگت والی' خوبصورت' گندم گو کنیزیں ہیں' ایسے ہی اکثر ایسی بھی ہیں جو کندن کی مانند پیلی اور اکثر کنیزیں سرخ ہونٹوں والی ہیں۔ اکثر کنیزیں یمامہ و مدینہ کے علاقہ جات سے ہیں جن کی گفتگو فصیح و بلیغ اور حاضر جوابی جیسے اوصاف ہیں جن کا نظارہ کرتے ہی شہوت جاگ اٹھتی ہے۔ امیر المومنین سفاح کہنے لگے کہ آج تو نے میرے سے اتنی دل لبھانے والی گفتگو کی ہے کہ میں بے حد مسرور ہوا ہوں' بخدا اس طرح کی بات چیت تو نے اس سے قبل نہیں کی۔

اس طرح کی بات چیت تم میرے سے بارہا کرلیا کرو۔ سو خالد بن صفوان نے اس طرح کی خوشنما بات چیت کی اور سفاح دوبارہ سے مزہ لینے لگا۔ کچھ دیر سفاح خالد سے کہنے لگا کہ ٹھیک ہے اب تم جاؤ' سو خالد مجلس سے چلے گئے۔ ابو العباس سفاح دوبارہ انہی خیالات میں مدغم ہو گئے۔ سو سفاح اسی کیفیت میں تھا کہ ایک دم ان کی زوجہ ام سلمٰی کی آمد ہوئی جس سے سفاح کا معاہدہ تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی کنیز سے لذت نہیں اٹھائے گا اور نہ ہی کسی دوسری خاتون سے عقد کرے گا سو معاہدے کے مطابق سفاح نے اس عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کاوش کی۔

ام سلمہ کو جس وقت یہ احساس ہوا کہ سفاح کن سوچوں میں ہیں تو پوچھا کہ اے خلیفہ کیا معاملہ ہے؟ آج آپ کیوں سوچوں میں غلطاں ہیں؟ کیا کوئی مزاج کے برخلاف بات ہوئی ہے۔ سفاح نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ ام سلمہ کی ضد پر سفاح نے خالد بن صفوان سے ہونے والی بات چیت کا ذکر کیا۔ ام سلمہ کہنے لگی کہ آپ نے اس حرام کی بات چیت سنی اور مزہ بھی لیا۔ سفاح بولا کہ خالد نے میری بھلائی بیان کی ہے اور تم اس کو برا کہہ رہی ہو۔ چند لمحوں بعد ام سلمہ خادموں کے پاس گئی اور انہیں خالد بن صفوان کی ٹھکائی کرنے کا فرمان دیا۔ خالد بن صفوان نے کہا ہے کہ جس وقت میں خلیفہ سفاح کی مجلس سے خوشنما کلام کر کے آیا تو میرے جی میں یہ بات تھی کہ سفاح میرے سے راضی ہو چکا ہے پس وہ مجھ کو لازمی انعام و اکرام سے نوازے گا۔ میں اسی گمان میں دروازے سے باہر آیا تو کیا دیکھا کہ کچھ افراد میرے بارنے میں پوچھ گچھ کرتے ہوئے میرے قریب آئے۔ سو مجھے انعام کا اور تیقن ہوا کہ غالباً یہ انعام کی پیاری خبر کرنے آئے ہیں۔ میں نے ان افراد سے کہہ دیا کہ میں خالد بن صفوان ہی ہوں' بس یہ سن کر ایک آدمی لکڑی لئے مجھے مارنے کے لئے آگے آیا تو میں اس کا ارادہ جان کر فوری طور پر ٹٹو پر بیٹھ کر دوڑ گیا۔ سو کچھ روز غائب رہا اور مجھ کو علم تھا کہ میری مخالف میں یہ گٹھ جوڑ سفاح کی زوجہ ام سلمہ نے کی ہے۔ خالد نے کہا ہے کہ ایک روز میں کچھ افراد کے ساتھ نشست فرما تھا کہ یکا یک کچھ لوگ مجھ پر حملہ آور ہوئے اور بولے کہ تو نے ہی خلیفہ کے آگے دلچسپ باتیں کی ہیں۔ مجھ کو اس لمحے احساس ہوا کہ میں مر گیا ہوں اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کرنے لگا اور یہ سوچ بھی آئی کہ میرے جیسے ضعیف شخص سے زیادہ یہ کام کبھی نہ ہوا ہوگا سو میں چند روز بعد خلیفہ کی مجلس میں گیا تو کیا دیکھا کہ خلیفہ نشست فرما ہیں اور دوسری جانب باریک چلمن آویزاں ہیں۔ سو مجھ کو اس چلمن کے عقب میں کسی کا چھپنا محسوس ہوا۔ اسی عالم میں سفاح نے مجھ کو بیٹھنے کا کہا اور بولا کہ اے خالد! تم نے میرے آگے کچھ خوبیاں بیان کی تھیں' ان کو پھر سے دہراؤ تو میں بولا جناب ابھی دہراتا ہوں۔

سماعت کیجئے عرب لوگوں کے ہاں (فرۃ) ''سوکن'' کے لفظ کو نقصان وضرر سے مشابہ تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہو تو وہ خسارے میں رہا کرتا ہے اور اس کی عمر تباہ ہو جایا کرتی ہے۔ سفاح بولا اے خالد یہ تیری وہ گفتگو تو نہیں ہے جو تو نے اسے سے قبل کی تھی۔ خالد کہنے لگا جی ہاں اے خلیفہ ایسا ہی ہے اور میں نے آپ کو یہ بھی بتلایا تھا کہ تین طرح کی خواتین سخت مزاج مردوں پر حاوی ہو جائیں گی جن کا شوق نقص بیان کرنا ہوا کرتا ہے۔ سفاح بولا کہ اگر تو نے اس طرح کی بات حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ہے تو وہ تیرے سے اعلیٰ ہیں۔ خالد کہنے لگا کہ جی یوں ہی ہے جس طرح آپ کو سمجھ آئی۔ خالد اور کہنے لگا کہ اے حضور والا میں نے آپ کو اس بات کی اطلاع بھی کی تھی کہ چار طرح کی خواتین اپنے شوہروں کی برائی کیا کریں گی اور برائی اور فتنہ سے بھری ہوں گی اور اپنے شوہروں پر ناپسندیدگی ظاہر کریں گی۔ خلیفہ سفاح کہنے لگے کہ خالد تیرے سے یہ پہلی دفعہ نہیں سنا اس سے قبل بھی سماعت کر چکا ہوں۔ خالد بولا کہ جی ایسے ہی ہے۔ سفاح نے پوچھا کہ کیا تم غلط بیان کر رہے ہو؟ خالد بولے کہ کیا آپ مجھے ہلاک کرنے کا عزم کر رہے ہیں؟ اے خلیفہ بخدا باکرہ کنیزیں ہو بہو مردوں کی طرح ہوا کرتی ہیں مگر یہ کہ ان کے خصیہ نہیں ہوا کرتے۔ خالد نے کہا ہے کہ یہ بات کرتے ہی چلمن کے عقب سے ہنسی کی آواز ابھری اس کے بعد میں بولا اے خلیفہ آپ کے پاس کچھ کمی نہیں ہے کہ آپ کے پاس قریش کی خوبصورت خواتین ہیں اور آپ ان کا نظارہ کر کے لطف اندوز ہوا کرتے ہیں۔ خالد کا کہنا ہے کہ اس بات چیت کے بعد چلمن کے عقب سے آواز نمودار ہوئی کہ تو نے درست کہا ہے۔ اے چچا یہ تمام بات چیت تو نے کی ہے مگر آپ کا کلام نہیں کیونکہ جو بات آپ کے قلب میں تھی اس کو آپ نے پوشیدہ کر رکھا ہے۔ امیر المومنین سفاح کہنے لگے کہ خالد اللہ تمہیں ہلاک کر دے۔ خالد کا کہنا ہے کہ کچھ لمحوں بعد میں باہر آیا تو کیا دیکھا کہ سفاح کی زوجہ ام سلمہ نے دس ہزار دراہم اور ایک ٹٹو جو زین سے آراستہ تھا تحفے کے طور پر مجھے دے دیا۔

شرعی حکم: ٹٹو کا حلال و حرام ہونے کا فرمان عام گھوڑوں کی مانند ہی ہے۔

خصائص: 1- اگر کوئی خاتون ''ٹٹو'' کا لہو نوش کر لے تو وہ حاملہ نہیں ہوگی۔

2- ٹٹو کی مینگنیاں یا براز پیٹ سے مردہ بچہ اور جھلی کو خارج کر دیا کرتی ہیں۔

3- ٹٹو کے فضلے کو سکھا کر ناک میں چھڑکا جائے تو نکسیر بہنا رک جائے گی اور اگر زخموں پر چھڑکیں تو لہو بند ہو جائے گا۔

4- ٹٹو کی چربی کا مساج نقرس اور عرق النساء کے لئے مفید ہے۔

تعبیر: ٹٹو خواب میں ایک مقابلہ کرنے والے دشمن کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ خادم یا عجمی شخص کی صورت میں آیا کرتا ہے۔ ایسے ہی اکثر زیادہ تعداد میں ٹٹو زیادہ عجمی افراد کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی کبھار خواب میں ٹٹو کا دکھائی دینا خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ اس نے اپنے ٹٹو کو چرایا ہے تو گویا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دے گا اور اگر کسی نے ٹٹو کا زیاں کر دیا ہے تو گویا کہ اس کی زوجہ نافرمانی کرے گی۔ اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ ٹٹو پر سواری کر رہا ہے جبکہ وہ عربی گھوڑوں پر سواری کرنے کا عادی ہے تو اس کی تعبیر یہ دی

جائے گی کہ اس شخص کے رتبے میں کمی بیشی ہوگی۔

البرغش

''البرغش'' یہ مچھر کی ایک طرز ہے۔ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم' شیخ ابوالحسن مقدسی کے بارے میں یہ شعر کہتے ہیں اور المقدسی حضرت امام تقی الدین بن دقیق العید علیہ الرحمہ کے والد محترم کا اسم ہے جن کی وفات شعبان کے آغاز میں 621ھ کو قاہرہ میں ہوئی۔

ثلاث بات بلینا بھا البق والبرغوث والبرغش

''تین امراض بق' برغوث اور برغش (مچھر کے اسم) نے ہمیں مبتلا کر دیا گیا ہے۔''

لثلاثة أوحش ما فی الوریٰ یالیت شعری أیھا أوحش

''تین جنگلی دنیا میں ہیں کاش کہ مجھ کو علم ہوتا کہ کون ساروں سے زیادہ جنگلی ہے۔''

البرغن

''البرغن'' (باء اور غین دونوں میں زبر اور پیش دونوں کا اطلاق ہے) یہ نیل گائے کے طفل کو کہا جاتا ہے۔

البرغوث

''البرغوث'' (پسو) باء پر پیش کسرہ سے زیادہ مرغوب ہے۔ عرب لوگوں کا کہنا ہے کہ ''اکلونی البراغیث'' مجھ کو پسوؤں نے ہڑپ کرلیا۔ یہ بنی طے کی زبان ہے جو حسب قانون ایک فرہنگ ہے۔ سو وہ قرآن پاک سے دلائل کرتے ہیں اور یہ قرأت بھی مانا کرتے ہیں۔ ''اَسَرُّو النَّجوَی الَّذِینَ ظَلَمُوْا'' (اور ظلم کرنے والوں نے پوشیدہ رکھ کر کانا پھوسی کی)۔ الانبیاء

دوسری حجت: ''خُشَّعًا اَبصَارُھُمْ'' (آنکھیں جھکا کے رکھے ہوئے۔ القرآن)

تیسری حجت: ''یَتَعَاقَبُوْنَ فِیکُمُ الْمَلَائِکَۃِ'' (فرشتوں کی جماعت یکے بعد دیگرے آتی رہتی ہے۔

چوتھی حجت: ''حتی احمر تاعیناہ'' (حتیٰ کہ ان ملائکوں کی آنکھیں سرخ ہوا کریں گی۔ (مسلم شریف)

حضرت امام سیبویہ کا کہنا ہے کہ ''اکلونی البراغیث'' کی مثال قرآن پاک میں موجود نہیں ہے اور ''وَاَسَرُّو النَّجوی'' میں ضمیر ''ھم'' فاعل ہے اور ''الذین'' مبدل وقوع ہوا ہے۔

<u>پسو کی خوبیاں</u>: پسو کی کنیت ''ابو طافر' ابوعدی' ابوالوثاب'' آتی ہے اور اس کو طامر بن طامر بھی کہتے ہیں۔ ''پسو'' اچھلنے والے حیوانات میں سے ہے۔ ''پسو'' پر اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ حاجت پیش آنے پر پیچھے کی طرف سے بھی اچھل سکتا ہے تاکہ شکاری کو دیکھ پائے۔ ورنہ اگلی طرف سے اچھلنے سے اس کا بذات خود موت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے۔ امام جاحظ' یحییٰ برمکی سے نقل کرتے ہیں کہ ''پسو'' چیونٹی کی مانند اڑنے والے حیوانات میں سے ہے۔ یہ دیر تک جفتی کیا کرتا ہے' انڈے دیا کرتا ہے

اور بچوں کی پیدائش کے بعد بچوں کے گروہ میں تقسیم ہو جاتا ہے اور اڑا کرتا ہے۔ یہ مٹی اور اندھیرے مقامات پر کثرت سے موجود ہے۔ پسو بکثرت سرما کے اواخر اور ربیع کے موسم کی شروعات میں نمایاں ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ یہ جو تر چھا ہو کر حملہ کرتا ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ پسو کی صورت ہاتھی سے مشابہ ہوا کرتی ہے۔ پسو کے کاٹنے والے دانت اور چوسنے کی خدمت کے لئے ''سونڈ'' بھی ہوا کرتی ہے۔

شرعی حکم: ''پسو'' تناول کرنا حرام ہے اور محرم اور نامحرم تمام افراد کے لئے پسو کو قتل کرنا ثواب کا باعث ہے مگر پسو کو گالی دینے کی منظوری نہیں ہے۔ سو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پسوؤں کے لئے مغلظات کہتے ہوئے سماعت کر لیا تو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پسو'' کے لئے مغلظات بیان نہ کرو کیونکہ پسو انبیاء علیہم السلام کو صلوٰۃ فجر کے لئے جگایا کرتے تھے۔

(رواہ احمد البخاری والطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ سراج منیر شافع محشر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس میں ''پسوؤں'' ذکر کیا گیا تو حضور سرکار دو عالم رحمت عالم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پسو'' نماز فجر کے لئے جگایا کرتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگ ایک دفعہ ایک گھر میں مقیم ہوئے۔ پسوؤں نے ہم کو بہت ستایا سو ہم لوگوں نے ان کی برائی شروع کر دی تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ تم انہیں برا نہ کہو کیونکہ یہ زبردست حیوان ہے اس لئے کہ یہ تم لوگوں کو نماز کے لئے جگاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

سو عموم بلوی اور تنگی کی وجہ سے ''پسو'' کا کچھ لہو بخش دیا گیا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جس وقت تک لہو کی زیادہ مقدار نہ لگی ہو تب تک گنجائش ہے۔ اصحاب شوافع نے کہا ہے کہ کچھ لہو تو بخشا گیا ہے اور اس میں کسی کی مخالفت نہیں ہے لیکن یہ کہ اس کو بذات خود لگایا گیا ہو مثال کے طور پر ''پسو'' کو اپنے لباس یا بدن پر خود ہی ہلاک کر دیا ہو۔ اس مناسبت سے دو پہلو ہیں۔ درست بات یہ ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے بلکہ ایسے ہی ان حیوانات کے متعلق بھی یہی فرمان ہے جن میں بہتا ہوا لہو نہیں ہوا کرتا مثال کے طور پر کھٹمل، پسو اور مچھر وغیرہ ان کے بارے میں بھی یہی حکم ہے جو ان کی طرح ہوا کرتے ہیں۔

کسی نے شیخ الاسلام عزالدین بن سلام سے دریافت کیا کہ جس لباس پر مچھر کا لہو لگ جایا کرے تو کیا اس کو گیلے پن سمیت پہن کر نماز ادا کی جا سکتی ہے یا اس طرح کہ لباس پر پسینہ لگا ہو تو پھر بھی نماز ادا کی سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے جسم پلید ہو جائے گا یا نہیں یا پھر یہ کہ ساری حالتیں معاف ہوا کریں گی اور کیا اس طرح کے آدمی کے لئے مقررہ وقت سے پہلے نہانا ثواب کا باعث ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب میں بتایا کہ جسم اور لباس اس کیفیت میں پلید ہوں گے اور اس طرح کے فرد کو مقررہ وقت پر ہی نہانے کا فرمان ہوگا اس کے علاوہ قبل از وقت نہانا پرہیزگاری اور احتیاط کی نشانی ہے۔ یہ ہی ہم لوگوں کے سلف صالحین کا

طریقہ کار تھا اور یہی لوگ دین کی نگہبانی میں ساروں سے زیادہ پابندی کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ زیادہ لہو علمائے محققین کے مطابق مطلقاً بخشا گیا ہے بے شک وہ پسینہ سے پھیلا ہو یا پھر نہ پھیلا ہو۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ بھی یہ قول بیان کرتے ہیں۔

نفع: پسوؤں سے محفوظ رہنے کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ فارسی بانس کی لکڑی کو گدھی کے دودھ اور جنگلی بکری کی چکنائی میں بھگوئیں اور مکان کے وسط میں دبا دیں اس کے بعد 25 دفعہ ان کلمات کا ورد کریں:

"اقسمت علیك ایها البراغیث انکم جند من جنود الله من عهد عاد وثمود واقسمت علیکم بخالق الوجود الفرد الصمد المعبود ان تجتمعوا الی هذا العود ولکم علی المواثیق والعهود ان لااقتل والداً ولامولودا."

اللہ کے حکم سے "پسو" اس لکڑی پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ان کو ہلاک کئے بنا ہی پھینک دیا جائے تو اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔ پھر مکان میں جھاڑو لگا کر چالیس دفعہ ان کلمات کا ورد کریں:

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ٥

اس طریقہ کار کے بعد پھر دوبارہ "پسو" پیدا نہیں ہوا کریں گے۔ یہ طریقہ بہت آزمودہ ہے۔

نفع: حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ پسو کی روح کو ملک الموت قبضے میں لیتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ چند لمحوں تک چپ رہے اور پھر فرمانے لگے ٹھیک ہے یہ بتاؤ کہ پسوؤں میں بہتا ہوا لہو موجود ہوتا ہے یا نہیں؟ افراد بولے کہ جی ان میں لہو بہتا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ پھر ملک الموت ہی ان کی روح کھینچتا ہے سو پھر قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:

"اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا" (اللہ ہی ان کے ارواح کو بوقت موت قبض کرتا ہے)۔ القرآن

(اور استدلال "البعوض" کے موضوع میں بیان ہوگا)۔

مثالیں: عرب لوگ بطور ضرب المثل کہا کرتے ہیں "**هو اطمر من برغوث**" (وہ پسو سے زیادہ اچھلا کرتا ہے) "**واطیر من برغوث**" (وہ پسو سے زیادہ اڑا کرتا ہے)

پسو کے خواص: "پسو" کاٹتا ہے اور درد دیا کرتا ہے اس کے بارے میں ایک مصر کے دیہات کے رہنے والے کا کہنا ہے کہ

تطاول فی الفسطاط لیلی ولم یکن	**بارض الفضالیل علی یطول**

"میری شب ان کے خیمے میں لمبی ہوگئی اور کھلے میدان میں مجھ پر شب لمبی نہیں ہوئی۔"

الالیت شعری هل أبیتن قتلهم	**ولیس لبرغوث علی سبیل**

''اے کاش مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ تو نے شب بسر کی جبکہ پسو کے لئے مجھ پر کوئی راہ نہیں تھی۔''
ابوالمیمون مجد الدین کنانی نے پسو کے بارے میں انوکھا کلام تحریر کیا ہے:

ومعشر یستحل الناس قتلهم کما استحلوا دم الحجاج فی الحرم

''اور پسولوؤں کی ہلاکت کو حلال جانتا ہے جیسا کہ ''حرام کعبہ'' میں حج کرنے والوں کے لہو کو حلال جان رکھا ہے۔''

اذا سفکت دمامنهم فما سفکت یدای من دمه المسفوك غیر دمی

''جس وقت ان میں سے کسی کا لہو بہا کرتا ہے تو میرے لہو کے سوا میرے ہاتھ بہتے ہوئے لہو میں رنگے نہیں ہوتے'' (مطلب میرے ہاتھوں میں میرا اپنا لہو تھا)
ابوالحسن بن سکرۃ الھاشمی ایک وجیہ آدمی ابن برغوث کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

بلیت ولااقول بمن لانی متی ماقلت من هو یعشقوه

''میں اس سے محبت کرتا ہوں مگر میں اس کا اسم نہیں بولتا' کیونکہ جس وقت بھی میں نے اس کے بارے میں آگاہ کیا تو لوگ اس سے عشق کرنے لگے۔''

حبیبی قدتقی عن رقادی فان اغمضت أیقظنی أبوه

''وہ میرا اس طرح کا محبّ ہے جس نے میری نیند رفع کر دی ہے لہٰذا اگر کبھی آنکھ لگتی بھی ہے تو اس کے والد نے مجھ کو جگایا ہے۔''
یہ اعلیٰ شعر بھی ابوالحسن بن سکرہ کے ہیں:

کان خالالاح فی خده لـلـعـین فی سلسلة من عذار

''اس کے گال کی لگاتار زنجیر میں تل اس طرح ظاہر ہوا جس طرح کہ آنکھ کے پاس تل دکھائی دے رہا ہو۔''

اسود یستخدم فی جنة قیده مولاه خوف الفرار

''جس طرح کہ وہ بہشت کے گلشن میں خدمت پر مامور شیر ہو جس کو اس کے مالک نے مفرور ہونے کے ڈر سے قید کر رکھا ہو۔''

یہ شاعری بھی ابوالحسن بن سکرہ کی ہے۔

وما عشقی لـه وحشالانی کرهت الحسن واخترت القبیحا

''اور مجھ کو اس سے عشق دیوانگی اور اکیلے پن کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ میں حسن و خوبصورتی سے نفرت کر کے بدشکلی کو اختیار کر لیا کرتا ہوں۔''

ولکن غرت ان اهوی ملیحا وکل الناس یهوون الملیحا

''بلکہ میرے لئے یہ خیالات تھے کہ میں ایک پروجاہت شخص سے محبت کروں اور ہر فرد خوبصورت شے ہی سے محبت کیا

کرتا ہے۔"

یہ شاعری بھی ابوالحسن سکرہ کی ہے:

تحمل عظیم الذنب ممن تحبه وان کنت مظلوما فقل انا ظالم

"تو اس کے بڑے گناہوں کو بخش دو جس سے تمہیں پیار ہے اور ہر چند کہ تم پر ظلم ہی کیوں نہ ہو خود کو ظلم کرنے والا ہی گمان کیا کرو۔"

فانك ان لم تغفر الذنب فی الھوی یفارقك من تھوی وانفك راغم

"لہٰذا اگر تم پیار میں کوتاہیوں کو نہیں بخشو گے تو تمہارا محبوب تم سے الگ ہو جائے گا اور تم منہ بنا کر پھرا کرو گے۔"

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ آخری دو اشعار عباس بن الاحنف نے کہہ رکھے ہیں ابن سکرہ کا انتقال 228ھ کو ہوا۔

نفع: ابن ابی دنیا "کتاب التوکل" میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ افریقہ کے حکمران نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حشرات اور بچھوؤں کی شکایت میں خط ارسال کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں تحریر کیا کہ تم روز شب اس دعا کا ورد کیا کرو "وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ" (ابراہیم) (اور ہمارے لئے کیا ہے کہ ہم اللہ پاک پر بھروسہ نہ کریں۔

سوزرعہ بن عبداللہ نے کہا ہے کہ یہ دعا پسوؤں کو دور بھگانے کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

(بہت جلد اگر اللہ نے چاہا تو "باب الھاء" میں اسی طرح کی دوئم آیت مبارکہ آئے گی جو "فردوس الحکمۃ" سے منقول ہے)

حضرت ابودرداء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جسوقت تم کو پسو ایذا دینے لگیں تو پانی کا ایک پیالہ نوش کر کے سات دفعہ "وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ" پڑھ لو اور دم کر لو۔ اس کے بعد یہ بولو کہ تم اللہ پاک پر ایمان رکھے ہوئے ہو تو اپنی برائی سے ہمیں باز رکھو۔ اس کے بعد اس کو اپنے بچھونے کے ارگرد چھڑکو۔ سو اس طریقہ کار سے تم پسوؤں کے شر سے امان میں شب بسر کیا کرو گے۔

(کتاب الدعوات للمستغفری وشرح المقامات للمسعودی)

حسین بن اسحٰق کا کہنا ہے کہ پسو سے محفوظ رہنے کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ گندھک اور ریوند کو رہائش میں جلا دیا جائے۔ اس طرح کرنے سے پسوؤں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رہائش گاہ میں ایک گڑھا کھودیں اور اس میں کنیر کے پتوں کو ڈالیں تو ایسا کرنے سے سارے پسو اس گڑھے میں اکٹھے ہوں گے۔ حضرت امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کلونجی کے جوشاندے کا چھڑکاؤ مکان میں کریں تو سارے پسو ہلاک ہو جائیں گے۔ اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر "سداب" کو آب میں بھگوئیں اور پھر مکان میں اس کا چھڑکاؤ کریں تو پسو ہلاک ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسے ہی اگر رہائش گاہ میں پرانے سوتی کپڑے اور "نارنج" کے چھلکوں کا دھواں دیا

جائے تو پسو ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے بعد نہیں آیا کریں گے۔

اگر کسی فرد کے سیدھے کان میں پسو چلا جائے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے بایاں خصیہ پکڑ لے اور اگر بائیں کان میں پسو چلا جائے تو بائیں ہاتھ سے بائیں خصیہ کو گرفت میں لے تو پسو بہت جلدی باہر نکل آئے گا۔

تعبیر: خواب میں پسو کمزور عداوت رکھنے والے یا نیزہ والے عداوتی کی صورت میں آیا کرتا ہے اور اکثر پسو کو اوباش افراد سے تعبیر دی جاتی ہے۔ جاماسب کا کہنا ہے کہ اگر خواب میں پسو ڈس لے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والا مال و دولت سے نوازا جائے گا۔

البراء

''البراء'' ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جس کو سموبل بھی کہتے ہیں۔ (بہت جلد اس کو ''باب السین'' میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

البرقانة

''البرقانة'' ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''البرقانة'' رنگ برنگی ٹڈی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''برقان'' ہوا کرتی ہے۔

البرقش

''البرقش'' یہ اس چڑیا کو کہتے ہیں جو ''عصفور'' کنجشک کی مانند ہوا کرتی ہے۔ اہل حجاز اس کو ''سرشور'' کہا کرتے ہیں۔ (لہٰذا جلد ہی آخر باب میں براقش کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ) ''براقش'' ایک کتیا کا اسم ہے جو ضرب المثل ہوا کرتا ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ فلاں افراد کی ''کھوج'' کتیا نے لگائی۔ کیونکہ وہ حیوانات کے کھروں کی آواز سماعت کرتے ہی بھونکنا شروع ہو گئی تھی۔ سو افراد نے کتیا کے بھونکنے کی مدد سے قبیلہ کا سراغ لگایا۔ اس کے بعد افراد نے اگلا پیر اٹھایا۔

البركة

''البرکة'' یہ آبی پرندہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع ''برک'' ہوتی ہے۔ سو زهیر شاعر ''قطاۃ'' پرندے کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس لمحے وہ شکرے کا نظارہ کر کے بہتے ہوئے آب میں دوڑ گئی:

حتى استغاثت بما لا رشاء له ... بين الاباطح حافاته البرك

''حتیٰ کہ دریائی چڑیا کھلے نالے کے بے ہنگم آب میں رکی جس کے اردگرد کناروں پر ہم جنسوں کا غول تھا۔''

ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''البرکة'' پانی کے پرندے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''برک''، ''البرک'' اور ''برکان'' ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میرے مطابق جمع الجمع ''ابر اکا و بر کانا'' ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ''البرکة'' مینڈک کو بھی کہتے ہیں۔ سو اکثر

علماء کرام کے اس شعر کی تشریح بیان کرتے ہوئے ''البرک'' کا مطلب مینڈک تحریر کرتے ہیں۔
''العباب'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''البرک'' ان اونٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں جو بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس کی واحد ''بارک'' اور مؤنث پر ''بارکۃ'' کا اطلاق ہے۔

البشر

''بشر'' انسان کو کہتے ہیں۔ اس میں واحد' جمع' مذکر' مؤنث سارے یکساں ہوا کرتے ہیں اور اکثر تثنیہ بھی مستعمل ہوتا ہے۔ سو قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:
''فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا'' (وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے جیسے دو اشخاص کی بات چیت پر ایمان لے آئے۔) ''بشر'' کی جمع کے لئے ''بشر'' ہی کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

البط

''البط'' بطخ پانی کا پرندہ ہے اس کا واحد ''بطۃ'' استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں ھاء تانیث کے لئے نہیں جبکہ واحد کے لئے ہے۔ اسی لئے یہ نام جنس ہے مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ ''ھذہ بطۃ'' (یہ بطخ ہے) اس کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہوتا ہے جس طرح کہ حمامۃ اور دجاجۃ کا اطلاق کرتے ہیں۔ بطۃ کا حرف عربی زبان کا نہیں ہے۔ عربی لوگ چھوٹی بطخ کو البط اور بڑی بطخ کو ''اوزہ'' کہتے ہیں۔
حکم شرعی: اس بطخ کا شرعی حکم بھی وہی ہے جو اس سے پہلے بڑی بطخ ''اوزۃ'' کے موضوع میں بیان ہو چکا ہے۔ مطلب کہ بڑی اور چھوٹی دنوں بطخیں حلال کہلاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رویس نے کہا ہے کہ میں ذبح کرنے کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف گیا۔ سو ہم لوگوں کے پاس آٹے کا چھڑکاؤ کیا ہوا اور پکا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ ہم بولے (اللہ پاک) آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ فرمائے۔ اگر ہم لوگوں کے پاس اس سے بڑی بطخ کے گوشت کو لایا جاتا تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ اللہ پاک نے اس میں خیر رکھی ہوئی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے ابن رویس! میں نے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان دیتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ کسی بھی حکمران کے لئے اللہ عزوجل کے مال میں دو پیالوں کے سوا اور کچھ بھی جائز نہیں۔ ایک پیالہ وہ جس کو وہ خود تناول کرے اور دوسرا وہ جو لوگوں کی خدمت میں پیش کرے۔ (مسند احمد علیہ الرحمۃ)
''الکامل ابن عدی'' میں علی بن زید جدعان کے سوانح حیات میں تحریر ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ میں نے علی بن زید بن جدعان سے 67ھ میں سماعت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ خواتین جس لمحے اکٹھی ہوا کرتی ہیں وہ ہو بہو بطخ کی مثال ہوا کرتی ہے کہ جس وقت ان خواتین میں سے ایک چلاتی ہے تو ساری چلانے لگتی ہیں۔

ایک دینی قانون: حضرت امام ماوردی علیہ الرحمہ کہا کہنا ہے کہ جو بطخ ''اوزۃ'' (مرغابی) کے مقابل اڑ نہ پاتی ہو جس وقت اس کو کسی شخص نے ہلاک کر دیا ہو تو اس میں صلہ نہیں ہے کیونکہ اس کا شمول شکاری اشیاء میں نہیں ہوا کرتا۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ وہ پانی کا پرندہ جو پانی میں غوطہ زنی کر سکتا ہو وہ اس شخص کے لئے ناپاک ہے جس نے حج کے لئے احرام باندھا ہو۔ اس کے بعد علماء کرام نے بطخ کی مثل کو دیا ہے مگر جو حیوان آب میں ہی رہا کرتے ہیں مثال کے طور پر مچھلی وغیرہ تو ان کو پکڑنا حرام نہیں ہے اور نہ اس میں صلہ ہے۔

سو صحیح بات کے لحاظ سے ٹڈی کا شمول خشکی کے حیوانات میں ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اس کے ہلاک کرنے پر صلہ نہیں ہے۔

مثالیں: ایک مشہور عام ضرب المثل ہے ''اولبط تھددین بالشط'' (کیا بطخ کنارے پر آ کر جنگ کے لئے دھمکا رہی ہے) ابن خلکان کہتے ہیں کہ مجھ کو اچھی طرح ذہن نشین ہے کہ سلطان نور الدین محمود بن زنگی اور ابوالحسن سنان بن سلیمان بن محمد جو کہ راشد الدین کے اسم سے شہرت رکھتے تھے اسماعیلی قلعہ ان کی ملکیت ہوا کرتا تھا۔ ان دونوں کے مابین قلمی روابط قائم تھے۔ سلطان محمود نے انہیں ایک دھمکیوں بھرا خط ارسال کیا کہ سنان بن سلیمان نے یہ شاعری اور ایک پرچہ تحریر کر کے بھیجا ہے:

یا للرجال لامر ھال مفظعہ ۔۔۔ ما مر قط علی سمعی توقعہ

''اے لوگو! جن کے سلسلے کی گھبراہٹ خوفناک ہے مجھ کو اس کے حاصل ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔''

یا ذا الذی بقراع السیف ھددنا ۔۔۔ لاقام قائم جنبی حین تصرعہ

''اے وہ جس نے ہم کو شمشیر کی روشنی سے دھمکی دی ہے جس وقت تم اس سے جنگ کرو گے تو اس کے سامنے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔''

قام الحمام الی البازی یھددہ ۔۔۔ واستیقظت لاسود الغاب اضبعہ

''وہ کبوتر بازی کرنے والے کو دھمکی دینے کے لئے رضامند ہوا اور لکڑ بگھا جنگل کے شیروں کے مقابلہ کے لئے چوکنا ہو گیا۔''

اضحی یسد فھم الافعی باصبعہ ۔۔۔ یکفیہ ماقد تلاقی منہ اصبعہ

''وہ اپنی انگلیوں سے سانپ کا منہ بند کرنے لگا اس کے لئے یہ ہی بہت ہے کہ اس نے اپنی انگلیوں کو اس میں ڈالا ہے۔''

خط کی تحریر یوں ہے کہ ''اختصار و تفصیل کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس عملی اور زبانی دھمکی کا بھی ہم کو علم ہے۔ بخدا یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک مکھی ہاتھی کی سماعتوں میں بھن بھن کر رہی ہے۔ مچھر قوت مند پہلوان تصور کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کا قول تو اس سے قبل بھی بیان ہو چکا تھا مگر ہم نے ان پر دہشت ناک حملہ کیا تھا۔ کوئی ان کا مددگار نہیں تھا اور آپ کیا گردانتے ہیں کہ سچ ہار جائے گا اور جھوٹ کی فتح ہوگی۔ بہت جلد کل ظلم کرنے والوں کو علم ہو جائے گا کہ وہ کیسا برتاؤ کئے ہوئے ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ ''سنان کا سر قلم کون کرے گا'' اور اپنے بارے میں یہ تصور کہ میرا قلعہ پہاڑ کی طرح مستحکم ہے تو سماعت کر

پس یہ صرف دل کو لبھانے والے اقوال ہیں۔ تصور ہی تصور ہے جو ہر اعراض کی بناء پر ترک نہیں ہوا کرتے جس طرح کہ روحیں بیماری کی بدولت لاغر نہیں ہوا کرتیں۔ کیا قوت مند اور لاغر نیک اور اوباش برابر ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم ظاہری اور حسی چیزوں کی جانب متوجہ ہوں اور پہنچی ہوئی اور عقل والی اشیاء سے دور ہونے لگیں تو پھر ہمارے حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بہت ہے کیونکہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابدقرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جتنی مجھے اذیتیں دی گئیں میرے سے قبل کسی نبی کو بھی اتنی مصیبتیں نہیں دی گئیں اور حضور شافع محشر سراج منیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے ساتھ جو برتاؤ ہوا اس سے سب باخبر ہیں۔ پس اللہ کے حوالے سے ہی اخروی حیات کا سلسلہ اور اس کی پاک ذات کے لئے ہی دنیا و آخرت میں تعریف وتوصیف ہے کیونکہ ہم مظلوم ہیں ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔

"قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ." (سورۂ بنی اسرائیل آیت 81)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں کہ سچ آیا اور جھوٹ دوڑ گیا بلاشبہ جھوٹ دوڑ جانے کے لئے ہی ہے۔

اس کے علاوہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کے فوجی جنگجو اور بہادر ہیں اور وہ موت سے نہیں ڈرا کرتے اور ان کو موت کے تالاب کے ساحل پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ اللہ پاک کا فرمان مبارک ہے:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

(بہر حال تم مرنے کی خواہش کرو اگر تم حق پر ہو اور وہ کبھی مرنے کا تصور نہیں کریں گے ان کے اعمال کی بدولت جو انہوں نے سرانجام دیئے ہیں اور اللہ پاک ظلم کرنے والوں سے بخوبی واقف ہے۔ سورۃ الجمعہ آیت 6)

سو مشہور ضرب المثل ہے کہ "کیا بطخ کنارے پر آ کر جنگ کے لئے دھمکا رہی ہے" بس تم مصیبتوں سے بچاؤ کے لئے نشیب بنالو یا پھر چادر لے لو اور حملوں سے بچنے کے لئے لباس کو زرہ بنالو ورنہ میں لازمی تمہاری فوجوں کے ہوتے ہوئے بھی تمہارے علاقہ پر اپنا تسلط قائم کروں گا اور تم کو اور تمہارے فوجیوں کو مار ڈالوں گا۔ سو کہیں اس طرح نہ ہو کہ تو اپنی رہائش گاہوں سے موت کو ڈھونڈنے والا بن جائے اور اپنے ہاتھوں سے ہی خود کی ناک کاٹ ڈالنے والا ہو۔ سو جس وقت تم کو ہماری تحریر ملے تو سراغ میں لگ جانا اور آغاز میں "سورۃ النحل" کی آیتیں اور اختتام میں سورۂ ص کی آیتوں کا ورد کرنا۔ اس کے بعد اس خط کا اختتام ان دو اشعار پر ہوگا:

بنا نلت هذا الملك حتى تاثلث بيوتك فيه واستقر عمودها

"تم نے ہم سے اس ملک کا حصول کیا ہے حتیٰ کہ تمہارے گھر کے اثرات مضبوط ہو گئے اور حکومت مستحکم ہوگئی۔"

فاصحبت ترمينا بنبل بنا استوى مغارسها قدما وقينا جديدها

"لہٰذا اب تم ہم کو تیر کا نشانہ بناتے ہو اور قدم سے اگنے کا مقام مساوی ہو گیا اور ہمارے اندر ملک کے لئے نیا ولولہ ہے۔"

یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن صاحب بلاد المغرب کے سوانح حیات میں ذکر کیا گیا ہے کہ یعقوب بن یوسف اور اذفونش صاحب طلیطلۃ کے مابین قلبی روابط قائم رہا کرتے تھے۔ سو امیر یعقوب کے پاس اذفونش نے ایک پیغام رساں کو بھیج دیا جس کے ذریعے امیر یعقوب کو رعب میں لانا' دھمکی دینا اور اکثر قلعوں کا مطالبہ کیا تھا اس کے علاوہ اذفونش نے اپنے وزیر' ابن الفجار' کی رائے سے ایک رقعہ بھی تحریر کیا۔ وہ یہ ہے۔

"باسمك اللّٰهم فاطر السموت والارض وصلى الله السيد المسيح روح الله وكلمته الرسول الفصيح . اما بعد ."

"کسی بھی ذہانت والے اور عاقل سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ تم امیر الملۃ الحنفیہ ہو جیسا کہ میں امیر الملۃ النصرانیہ ہوں۔"

تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اندلس کے حکمران رسوائی اور سستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ عوام کے امور میں لاپرواہی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو سکون اور آرزوؤں کی عمر بخشی ہے۔ یہاں میں ان کو جلاوطن کرنے کیلئے دھمکا رہا ہوں۔ ان کے اطفال کو قیدی بناؤں گا' شجاعت مندوں' کا طریقہ اپناتے ہوئے ان کو زبردست مصائب سے دوچار کرتا ہوں کیونکہ تم کو استطاعت کے مطابق ان کے لوگوں کی مدد میں کوئی تکلیف نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ تیرے سپاہیوں میں آزمائے ہوئے اور تجربہ کار افراد موجود ہیں۔ اللہ پاک نے تمہارے لئے یہ ضروری کر دیا ہے کہ تمہارا ایک فرد ہمارے دس افراد سے لڑے۔ اب اللہ پاک کو یہ علم ہو گیا ہے کہ تم لوگوں میں لاغر افراد بھی موجود ہیں کیونکہ فرمان میں نرماہٹ کر دی ہے۔ اب سلسلہ اس کے برخلاف ہے۔ اب ہم لوگوں کا ایک فرد تمہارے دس افراد کے مقابل ہو گا۔ پس نہ تم ان کے مقابل آ سکتے ہو اور نہ ہی ان کے وار کو روکنے کی طاقت رکھتے ہو۔ ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ تم سب جشن کا اہتمام کر رہے ہو اور جنگ لڑنے کا عزم لئے ہوئے ہو۔ اس کے علاوہ ایک برس کے بعد ہر دوسرے برس بیکاری اور قتل کے لئے راضی ہو جایا کرتے ہو۔ ایک قدم آگے بڑھتے ہو تو دوسرا پیچھے کر لیتے ہو۔ مجھے یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ بزدل پن نے تم لوگوں کے ساتھ دیر کی ہے یا تمہارے خدا کا عہد باطل ہے اور یہ کہ میرے متعلق یہ کہہ دیا گیا ہے کہ میں دریا کو پار نہیں کر سکتا اور نہ ہی قتال پر رضامند ہو سکتا ہوں۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ جس میں تمہارے لئے راحت و اطمینان ہے میں بہانہ کرتا ہوں۔ پس تمہارے لئے یہ لازم ہے کہ تم عہد کی پاسداری کرو اور رہن وغیرہ کی کثرت رکھو اور اپنے سارے خادموں کو مال و اسباب کے ہمراہ اور سواریوں کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو ورنہ میں لازمی تم پر حملہ کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہاری عزت دار جگہ پر حملہ کروں گا۔ سو اگر لڑائی میں تم غالب ہوئے تو تم کو غنیمت کا مال بہت زیادہ تعداد میں حاصل ہو گا اور تمہیں بہت زیادہ مال کی ملکیت حاصل ہو جائے گی۔ اگر مجھے غلبہ ملا تو میں تم پر فتح مند رہوں گا۔ اس کے علاوہ دونوں مذاہب اور حکومتوں کا سردار بنوں گا۔ اللہ عزوجل ہی عزم کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ ہی ساروں کا رب ہے۔ خیر اسی کی خیر ہے۔ سو جس وقت خط امیر یعقوب کو ارسال ہوا تو اس نے خط کو ریزہ ریزہ کر دیا اور خط کے ایک ٹکڑے میں یہ تحریر کر کے بھیج دیا کہ تو واپس لوٹ آ ہم ایک اس طرح کی بہترین فوج سے جنگ کریں

گے جس سے فرار تمہارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم تم کو ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیں گے۔ اس کا درست جواب تم اپنی بینائی سے دیکھ لو گے۔ کوئی سنی ہوئی بات نہیں ہوگی۔ متنبی شاعر کہتے ہیں کہ

ولا کتب الا المشرفية عنده ولا رسله الا الخميس العرموم

''اور اس کے احکام نہیں ہیں مگر اس کی شمشیریں اور اس کے پیغام رساں نہیں لیکن بہادر فوج (مطلب وہ حریف کے پاس پیغام رسائی کی بجائے ان کو اپنی بہادری سے ہرا دیا کرتا ہے۔''

امیر یعقوب کی سوانح حیات: سو حکمران یعقوب نے کچھ لمحوں کے بعد فوج کو کوچ کرنے کا فرمان دیا اور شہروں سے لشکر کو اکٹھا کرنے کا فرمان دیا۔ اسی روز شہروں میں خیمے لگائے گئے۔ اس کے بعد اس نے سمندر کی راہ سے ''زقاق سبتہ'' کی طرف جانے کا پکا عزم کر لیا۔ سو اندلس تک کو پار کر کے ''بلاد فرنج'' تک جا پہنچے۔ مقابل کو ہرا کر مال غنیمت لوٹ لیا اور پھر واپس لوٹ آیا۔

حکمران یعقوب کو شریعت حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ نیک امور کا فرمان دیتا اور حدوں کو قائم رکھتا جس طرح دوسرے افراد پر حدوں کو قائم کیا جاتا تھا ویسے ہی اپنے خاندان پر حدیں نافذ کرتا۔ فقہ کی جزئیات پر زیادہ بھروسہ نہ رکھتے۔ فقہاء کتاب وسنت کے مطابق ہی فتویٰ دیا کرتے۔ جو بھی ٹھیک راہ تلاش کرتے وہ کتاب وسنت' اجماع اور قیاس کی مناسبت سے کرتے تھے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ انہی اخلاق وعادات کی مالک ایک مغربی جماعت کی آمد ہمارے ہاں ہوئی جن میں ابو عمر' ابو الخطاب' محی الدین بن العربی الصوفی ''مولف فتوحات مکیہ'' وغیرہ شامل تھے۔ حکمران یعقوب کا انتقال 609ھ یا 610ھ میں ہوا۔

سلطان محمود کی سوانح حیات اختصار کے ساتھ: ابو الاثیر کا کہنا ہے کہ مجھ کو نور الدین الشہید کے بارے میں علم ہوا ہے کہ وہ اول آدمی ہیں جنہوں نے سچائی وانصاف کے لئے ایک گھر بنوایا۔ اس گھر کو بنوانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے حکمرانوں میں اسد الدین شیر کوہ ایک وزیر بھی موجود تھے۔ ہر فرد ایک دوسرے پر خواہ وہ اس کا عزیز واقارب ہی کیوں نہ ہو' ستم کرتا تھا۔ سو افراد کی شکایتوں میں کثرت پیدا ہوئی۔ بطور خاص لوگ اپنی فریاد لے کر قاضی کمال الدین سہروردی کے پاس جانا شروع ہو گئے مگر کیونکہ شیر کوہ ساروں کا حکمران تھا اس بناء پر وہ لوگوں کے لئے منصف نہ ہو سکا۔ سو جس وقت اس بات کا علم نور الدین شہید کو ہوا تو اس نے عدل وانصاف کرنے کی غرض سے ایک گھر بنانے کا فرمان دیا۔ جس وقت شیر کوہ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ اپنے نواب سے کہنے لگا کہ دیکھو صرف میری بناء پر نور الدین نے اس دربار کو بنانے کا فرمان صادر کیا ہے نہیں تو مجھ کو قاضی کمال الدین کے برخلاف کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔ بخدا! اگر مجھ کو تم میں سے کسی کی بناء پر عدل وانصاف کے مکان میں طلب کیا گیا تو میں تم ساروں کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ پس تم لوگ آپسی معاملات میں ایک دوسرے کو بخش دو۔ ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ نور الدین شہید کی وفات کے بعد ایک روز ایک شخص پر ستم ہوا تو وہ غمگین ہو گیا۔ اس ستم کے شکار نے فوری طور پر نور الدین شہید کا اسم لے کر فریاد کی۔ اس امر کی اطلاع صلاح الدین بن یوسف بن ایوب کو ہوئی تو انہوں نے اس شخص کا شکوہ سن کر اس شکوے کو دور کر

دیا۔ کچھ لمحوں بعد وہ ستم کا شکار شخص اور شدت سے رونا شروع ہو گیا۔ لوگوں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا سلطان عادل نور الدین شہید کے انتقال کی بناء پر رو رہا ہوں۔ نور الدین شہید کا انتقال قلعہ دمشق میں شوال کے مہینے میں 569ھ کو ہوا۔ سو اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ وہ خوانیق کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس لئے طبیبوں نے اس کو فصد لگانے کی رائے دی تھی مگر اس پر عمل درآمد نہ کرنے کی بناء پر ان کا انتقال ہو گیا۔ نور الدین ایک دبدبہ والے شہنشاہ تھے۔ ان کا مدفن قلعہ دمشق میں ہی بنایا گیا۔ اس کے بعد ان کو انہی کے بنائے ہوئے مدرسہ میں سوق الخواصین کے دروازے کے پاس دفنا دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ نور الدین کی گور کے قریب دعا کرنے سے دعا کو قبولیت بخشی جاتی ہے اور یہ آزمائی ہوئی بات ہے۔ سلطان نور الدین نے موت کے بعد لوگوں پر اچھے اثرات مرتب کیے۔ کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین عدل کرنے والا، پرہیز گار اور متشرع بادشاہ ہوا کرتا تھا۔ ان کی طبیعت میں نیکی اور اچھائی پائی جاتی تھی۔ بہت زیادہ صدقہ جات ادا کرتے تھے۔ علاقہ شام میں بہت زیادہ مدرسے بنوائے۔ دمشق میں مارستان کے نزدیک دار الحکومت اور شہر موصل میں جامع مسجد نوری اور شہر پناہ کے نزدیک جدھر نہر عاصی بہتی ہے ایک اور مسجد بنوائی۔ مزید صوفیا کے لئے خانقاہیں اور سرائے وغیرہ بنوائیں۔ کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین نے کافروں سے پچاس سے زیادہ شہروں کو چھین لیا تھا۔ ان کے لاتعداد اچھے کارنامے ہیں۔ سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کا انتقال صفر کے مہینے 589ھ میں ہوا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ جس وقت سلطان ناصر صلاح الدین فوت ہوئے تو قاضی الفاضل نے ان کے فرزند ملک ظاہر (جو حلب کے جانشین تھے) کے پاس ایک تحریر ارسال کی جس میں یہ درج تھا "دیکھو تم حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے اعمال سے نصیحت حاصل کرو۔ قیامت کا زلزلہ ایک خوفناک زلزلہ ہوگا۔ اشکوں نے آنکھ کے حلقے کو روند ڈالا ہے اور قلب نرخرے تک جا پہنچے ہیں۔ تو نے میرے آقا معزز کو ایسے رخصت کیا ہے کہ اب دوبارہ ان کی آمد نہیں ہو سکتی۔ تم نے میری جانب سے ان کی عزت کی اور ان کو کاوشوں سے مفتوح کر کے اللہ کے سپرد کر دیا۔ اللہ کرے کہ وہ اللہ پاک کی خوشنودی پر رضامند ہوں۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔"

دروازے پر کھڑے اسلحہ سے لیس محافظ، اسلحہ اور چوکیداری کرنے والے نہ تو مصیبتوں کو منع کر سکتے ہیں اور نہ اللہ کی تقدیر کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غمگین ہیں۔ ہم سب تو اللہ کی رضا میں راضی رہنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ اے یوسف! تم ہم کو غمگین کر گئے۔ ترکہ کا تو کوئی حاجت مند نہیں ہے۔ ہم کو آفات نے گھیرا ہوا ہے۔ ایک روز تو اللہ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر آپ کے متعلق اتفاق سے پیش ہو گیا ہے تو کچھ نہیں ہے۔ آفات و مصیبتیں تو آتے جاتے رہیں گے۔ بس سب سے سہل مرنا ہی ہے جس کے ذریعے سے ہر آفت سے چھٹکارا مل جایا کرتا ہے جبکہ لوگ مرنے کو سب سے برا گردانتے ہیں۔ والسلام

سلطان ناصر الدین مرحوم حکومت کی کشادگی کے ساتھ عاجزی و انکساری کا سرچشمہ تھے اور لوگوں سے قربت و انسیت، رحم، شفقت، طبیعت میں تحمل اور اچھے افراد کی جانب رجحان رکھا کرتے تھے۔ اچھی شاعری کی تعریف بیان کرتے بلکہ دربار میں بارہا گنگنایا کرتے۔ محمد بن حسین الحمیری اعلیٰ طرز کے شعر سنایا کرتے تھے:

وزارنی طیف من اھوی علی حذر	من الوشاۃ وداعی الصبح قدھتفا

''مجھ کو سپنے میں محبوب کا دیدار ہوا ہر چند کہ چغلی کرنے والوں کا ڈر تھا۔ اس کے بعد سحر کا اعلان کرنے والے نے اذان دی۔''

فکدت اوقظ من حولی بہ فرحا	وکاد یھتک ستر اھب فی شغفا

''ممکن تھا کہ میں سرخوشی کی کیفیت میں اس دکھ درد کی بناء پر جو اس سے منسلک تھا' جاگ جاتا اور میں اس پر قربان ہوں اور اس کا ہر راز فاش ہو جاتا ہے۔''

ثم انتھبت وامالی تخیل لی	نیل المنی فاستحالت غبطی اسفا

''اور پھر میں چوکنا ہو گیا اور مجھ کو مقصود کو حاصل کرنے کی توقعات ہو گئیں۔ آخر کار میری مسرت دکھ میں تبدیل ہو گئی۔''

سلطان ناصر صلاح الدین مرحوم ان شعروں کو مثال کے طور پر پڑھا کرتے تھے۔

عجبت لمبتاع الضلالۃ بالھدی	وللمشتری دنیاہ بالدین اعجب

''مجھ کو حیرت ہے اس پر جو سیدھی راہ کے بدلے ذلت کو خریدنے والا ہو جبکہ دین کی جگہ دنیا کے طلب گار پر زیادہ حیرت ہے۔''

واعجب من ھذین من باع دینہ	بدنیا سواہ فھو من زین اخیب

''اور ان دونوں سے بھی زیادہ اس آدمی پر حیرت ہے جس نے اپنے علاوہ دنیا کی جگہ دین کو بیچ ڈالا۔ یہ آدمی ان دونوں سے زیادہ ناکامیاب و نامراد ہے۔''

سلطان ناصر صلاح الدین کی حیات چھپن برس اور کچھ ماہ کے قریب تھی۔

البطس

''البطس'' ایک خاص طرز کی مچھلیوں کو کہا جاتا ہے۔ ان کے ایک خاص قسم کے پتا ہوا کرتا ہے اگر ان سے کچھ تحریر کر دیا جائے تو سوکھ جانے پر یوم کی طرح شب کی تاریخی میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

البعوض

''البعوض'' (مچھر) یہ ایک مختصر بدن والا حیوان ہوا کرتا ہے۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''البعوض'' مچھر کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد ''بعضۃ'' ہوا کرتا ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ ان کا شک ہے بلکہ درست یہ ہے کہ مچھر کی دو اقسام ہیں۔ مچھر چیچڑی کی مانند ہوا کرتا ہے۔ اس کے دو ہلکے پھلکے پاؤں ہوا کرتے ہیں جن میں تری ہوتی ہے۔ عراق میں اس حیوان کو ''شام'' اور ''جرجس'' کہتے ہیں۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''بعوض'' قرقس کی ایک

''نہ ادنیٰ جانو اس حریف کو جس نے تم کو تیر کا حدف بنایا ہے ہر چند کہ اس کے ہاتھوں میں گرد وغبار ہی کیوں نہ ہو۔''

فان الحسام یحز الرقاب ویعجز عما تنال الابر

''پس شمشیر گلوں کو تن سے جدا کر دیتی ہے اور انسان سوئی کی اذیت سہنے سے عاجز ہوا کرتا ہے۔''

یہ شعر بھی ان کے ہی ہیں مگر اکثر افراد ان کو جمال الدین بن مسطروح کی جانب نسبت کرتے ہیں۔

یامن لبست علیہ اثواب الضنا صفرا موشحة بحمر الادمع

''اے وہ جس کو لاغری کا پیلا ملبوس پہنا دیا گیا جس میں سرخ اشکوں کی لہریں پڑی ہیں۔''

ادرك بقية مهجة لولم تذب اسفا علیك رمیتها عن اضلعی

''اگر تجھ کو دور نہ کیا جائے تو بدن کی باقی روح بھی کھینچ لے۔ تیرا بیڑہ غرق ہو میں اس روح کو اپنی پسلیوں سے الگ کر چکا ہوں''۔

یہ اعلیٰ شاعری بھی ان کی ہے:

لما وقفنا للوداع وصارما كنا نظن من النوى تحقیقا

''جس وقت ہم کھڑے ہوئے الوداع کرنے کے لئے تو جس جدائی کا ہم گمان کر رہے تھے وہ دراصل ہو کر رہی۔''

نثر واعلى ورق الشقائق لولوا ونثرت من ورق البهار عقیقا

''انہوں نے موتی لالہ کے پتوں پر بکھیر دیئے۔ میں نے بھی سرخ رنگ کے خوشگوار گل بکھرا دیئے۔''

ابراہیم بن علی القیر وانی صاحب زہر الادب وغیرہ نے بھی اسی طرح کی شاعری کی ہے:

ومعذرین كان نبت خدودهم اقلام مسك تستمد خلوقا

''کئی سبزہ آغاز جن کے گالوں کے بال نکل کر ایسے لگتے ہیں جس طرح کہ مشک کے قلم کو مہک میں ڈبویا ہو۔''

نظموا البنفسج بالشقیق ونضدوا تحت الزبرجد لولوا وعقیقا

''انہوں نے بنفشہ کو گاؤ چشم میں پرویا۔ موتی اور عقیق کو زبرجد کے تلے ہلا دیا ہے۔''

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سراپا قرار' آمنہ کے لال' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر دنیا کا مقام اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے مساوی بھی ہوتا تو کفر کرنے والے کو پانی کی مٹھی برابر بھی دنیا سے نہ نوازتا۔ (رواہ الترمذی قال حدیث حسن صحیح' ورواہ الحاکم)

شاعر کہتا ہے کہ

اذا كان شیء لایساوی جمیعه جناح بعوض عند من كنت عبده

''جس وقت ساری چیزوں کا مقام اس پاک ذات کے قریب مچھر کے برابر نہ ہو' جس کی تو بندگی کرنے والا ہے۔''

واشغل جزء منه كلك ما الذی یكون على ذا الحال قدرك عنده

''اور پھر تجھ کو اس شے کا کچھ حصہ مصروف کر دے تو اس دولت میں تیرا مقام تیرے اللہ کے قریب کیا ہوگا۔''

''هوان الدنیا'' کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کا مقام اللہ کے قریب محض یہ ہے کہ دنیا کو اللہ پاک نے اصل مقصد نہیں بنا رکھا جبکہ دنیا اصل منزل کی جانب ایک رہبر کی مانند ہے۔ ایسے ہی دنیا نہ تو رہائش کا مقام ہے اور نہ عزت و کرامت کا مقام ہے بلکہ اس کو تو محنت و سخت کام، امتحان اور عمل کیلئے بنایا گیا ہے۔ زیادہ تر کم علم اور کافر دنیا کے کاموں میں مصروف ہے۔ نبیوں، اولیاء کرام اور ابدال نے دنیا سے بچنے کی کاوش کی ہے۔ اللہ کے قریب دنیا کی بے قدر و قیمتی کا پتہ اسی سے چل جاتا ہے کہ اللہ پاک نے دنیا کی حقارت و برائی کرنے کے بعد دنیا کو مبغوض ترین چیزوں میں گنا ہے حتیٰ کہ دنیا کو ہی مقرر مقام اور دنیا سے پیار کرنے والوں کو بھی مبغوض مقرر کیا ہے۔ دانا لوگوں کو محض اُخروی زندگی کا کھانا بنانے کی چھوٹ دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''حضور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ دنیا پر لعنت بھیجی گئی ہے اور جو بھی اس دنیا میں ہے اس پر بھی لعنت ہے ماسوائے اللہ پاک کے ذکر کے اور نہ اس پر لعنت ہے جو اللہ کے ذکر کے پاس ہو بے شک وہ استاد ہو یا شاگرد۔'' (رواہ الترمذی قال حدیث حسن غریب)

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے لحاظ سے دنیا کی برائی بیان کرنے کا مفہوم اخذ نہیں ہوتا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم دنیا کے لئے مغلظات بیان نہ کرو کیونکہ دنیا مسلمان کی زبردست سواری ہے جس کے ذریعے مومن اچھائی تک جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے ہی برائی سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔ جس وقت انسان یہ کہا کرتا ہے کہ اللہ پاک نے تو اس دنیا کو لعنت بھیجی ہوئی مقرر کیا ہے تو دنیا کہا کرتی ہے کہ اللہ پاک نے دنیا میں اپنے پالنے والے کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون کہا ہے۔ (اخرجہ الشریف ابو القاسم زید بن عبداللہ بن مسعود الہاشمی)

اس حدیث سے یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ دنیا کو لعنت بھیجی ہوئی اور بری نہ کہا جائے۔ اس سے پہلے دونوں حدیثوں کے مابین میانہ روی کا یہ راستہ نکلتا ہے کہ دنیا کو درست سمجھنے اور فائدہ اٹھانے والے کے لئے اس لئے لعنت بھیجی گئی ہے کہ دنیا کی اکثر چیزیں انسان کو اللہ کی یاد سے غفلت میں ڈال دیتی ہیں جیسا کہ اکثر سلف صالحین سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ہر شے جو اللہ کے ذکر کی راہ میں حائل ہو بے شک وہ اولاد ہو یا مال و دولت ہو نحوست والا سمجھتے تھے۔ اس سے ہی باخبر کرتے ہوئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِؕ

''سمجھ لو کہ دنیا کی حیات صرف کھیل کود، ہار سنگھار، اور آپس میں عظیم ہونا اور مال و متاع اور اولاد میں کثرت کرنا ہے۔ (الحدید)

سو جو شے اللہ پاک کی قربت کی وجہ سے پابندگی میں مددگار ثابت ہو تو اس طرح کی شے ہر آدمی کے لئے درست ہے۔ ہر آدمی اس کی توصیف کرتا ہے۔ اگر دنیا کی چیزیں اللہ پاک کی قربت کے ذرائع بن جائیں تو پھر دنیا ملامت کرنے کے لائق

نہیں بلکہ اس شے کی تو رغبت دلائی گئی ہے۔

گو کہ اس حدیث کی جانب ہی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

"الا ذکر اللہ وما والاہ او عالم او متعلم" (اللہ کے ذکر کے علاوہ اور وہ جو اللہ کے ذکر کے نزدیک ہو جائے استاد ہو یا شاگرد۔ مطلب اس پر لعنت نہیں کی گئی ہے)

ایک دوسری حدیث میں اسی کی تشریح کی گئی ہے۔

"فنعمت مطیة المومن علیھا یبلغ الخیر وبھا ینجوا من الشر"

"مسلمان کی زبردست سواری وہ ہے جس کے ذرائع سے وہ خیر تک پہنچا کرتا ہے اور اسی کے ذرائع سے وہ شر سے چھٹکارا پاتا ہے۔"

سو اس سے پہلے جو بیان کیا گیا ہے۔ اس تشریح سے دونوں احادیث کا اعتراض دور ہو جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ "احیاء العلوم" کے چھٹے باب میں تحریر کرتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات، صاحب معجزات، فخر موجودات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کبھی بندے کی صفت کی جاتی ہے کہ شرقاً غرباً وسطی حصہ صفت سے بھر جایا کرتا ہے مگر اللہ پاک کے قریب ان ساری صفات کا بوجھ مچھر پر کے مساوی بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بروز قیامت ایک بڑا فربہ شخص آئے گا مگر اللہ پاک کے نزدیک اس کا مقام مچھر کے پرے مساوی بھی نہیں ہوگا۔ اگر تم خواش کرو تو قرآن پاک کی اس آیت کا ورد کر لو "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا"

"لہٰذا ہم ان کے لئے بروز قیامت توازن قائم نہیں کریں گے"۔ (رواہ البخاری فی التفسیر وفی التوبۃ)

علماء کرام اس حدیث پاک کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ ان کے اللہ پاک کی آفت کے بدلے نہ تو اچھے اعمال ہوں گے اور نہ ہی نیکیاں ہوں گی جن کو ترازو میں تولا جائے۔ سو جن کے پاس نیک اعمال ہوں گے اور نہ ہی نیکیاں تو ان کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ لوگ تہامہ کے پہاڑوں کے مساوی عمل کر کے آجائیں گے مگر اللہ پاک کے قریب ان کا کوئی بوجھ نہ ہوگا۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس بات کا مجازی مفہوم مراد ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ سو جو افراد کھانے وغیرہ میں گھی کا زیادہ استعمال کیا کرتے ہیں ان کے لئے اس حدیث سے گھی کی برائی کا علم ہوتا ہے کیونکہ اکثر افراد گھی کو بچت کی بجائے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ سو حدیث پاک میں ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ پاک کے قریب سب سے مبغوض موٹا عالم ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ اللہ پاک نے مچھروں کو نمرود پر تسلط دیا تو نمرود ایک کثیر فوج میں تھا جس کا گمان نہیں کیا

جا سکتا۔ جس وقت نمرود نے مچھروں کا نظارہ کیا تو وہ فوج سے الگ ہو گیا اور رہائش گاہ میں چلا گیا۔ اس کے علاوہ اس نے رہائش گاہ کے در بند کر کے پردے آویزاں کر دیئے۔ کچھ لمحوں بعد گردن کے زور پر لیٹ کر کوئی طریقہ اختیار کرنے کے لئے غور وفکر کرنے لگا۔ اسی اثناء میں ایک مچھر اس کی ناک میں چلا گیا اور وہ اس کے مغز تک جا پہنچا۔ مچھر چالیس روز تک نمرود کو تنگ کرتا رہا اور باہر خارج نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ نمرود نے اپنے دماغ کو زمین سے ٹکریں مارنے کا آغاز کر دیا۔ آخر کار نمرود کی یہ کیفیت ہوئی کہ اس کے قریب ساروں سے پیارا فرد وہ تھا جو اس کے دماغ پر وار کرتا۔ سو وہ مچھر چوزے کی مانند ارض پر گر پڑا گویا کہ وہ مچھر یہ بول بول رہا تھا "ذٰلِكَ يُسَلِّطُ اللّٰهُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ"

"ایسے ہی اللہ پاک اپنے رسولوں کو آدمیوں میں سے جس پر چاہے تسلط دیا کرتا ہے۔

سو نمرود کی کچھ لمحوں کے بعد وفات ہو گئی۔ محمد بن عباس خوارزمی الطبر خیزی نے وزیر ابی القاسم کو حراست میں لیا۔ اس کو حراست میں لیتے ہوئے یہ شعر بیان کئے:

لاتعجبوا من صید صعو بازیا ان الاسود تصاد بالخرفان

"حیرانی کا شکار نہ ہو اگر چھوٹے چڑے نے باز کا شکار کیا ہے کیونکہ بکری کے چھوٹے اطفال شیر کا شکار کر لیا کرتے ہیں۔"

قد غرقت املاك حمير فارة وبعوضة قتلت بنی کنعان

"بے شک حمیر کے اسباب کو ایک چوہیا نے تباہ کر دیا اور ایک مچھر نے بنو کنعان (نمرود) کو قتل کر دیا۔"

جعفر الصادق بن محمد الباقر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ملک الموت کو حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کے سر کے پاس دیکھا اور فرمایا کہ میرے صحابی کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا کیونکہ یہ مومن ہے۔ ملک الموت نے جواب میں کہا کہ میں تو ہر مسلمان شخص کے ساتھ نرم طریقہ اختیار کرتا ہوں۔ ایسے ہی سارے اہل وعیال کا ایک روز میں پانچ بار معائنہ لیا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اللہ پاک کے فرمان کے بنا روح کو اپنے قبضے میں لینے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

جعفر بن محمد نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے کہ ملک الموت بوقت نماز معائنہ کیا کرتا ہے۔

مچھر کے خصائص: مچھر کا بدن بہت مختصر ہوا کرتا ہے پھر بھی اللہ پاک نے مچھر کے مغز کے آگے والے حصے میں قوت حافظہ، وسطی حصے میں قوت سوچ اور آخری حصے میں ذکر کی طاقت پیدا فرمائی ہے اور بصارت، چھونے اور سونگھنے کا طریقہ بھی عطا فرمایا ہے۔ نیز اس کے تناول کرنے کا منفذ، فضلہ کے خارج ہونے کا مقام، معدہ، انتڑیاں اور ہڈیوں کو بھی پیدا فرمایا ہے۔

اللہ پاک کی ذات مبارک کتنی عظیم الشان ہے کہ اس نے اپنی تخلیقات میں سے کسی شے کو بھی فضول نہیں بنایا۔ امام زمخشری نے "سورۂ بقرہ" کی تفسیر بیان کرنے میں یہ شعر تحریر کئے ہیں:

یامن یری مد البعوض جناحها فی ظلمة اللیل البهیم الالیل

"اے وہ ذات اقدس جو اندھیری شب میں مچھروں کے اوپر کی پرواز کا نظارہ و معائنہ کرتی ہے۔"

ویری مناط عروقھا فی نحرھا والمخ فی تلک العظام النحل

''اور جو مچھر کی چھاتی کی نسوں کے ملنے کے مقام اور ان کی نحیف ہڈیوں میں دماغ کا نظارہ کرتی اور ان کو محفوظ رکھتی ہے۔''

امنن علی بتوبة تمحو بھا ماکان منی فی الزمان الاول

''آپ مجھ پر استغفار کا احسان فرمائیں جس سے میرے گزرے ہوئے کل کے گناہ ختم ہو جائیں۔''

ابن خلکان اکثر علماء کرام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام زمخشری نے وصیت دی تھی کہ مندرجہ ذیل شعر ان کی گور پر تحریر کردیئے جائیں۔ آخری شعر میں دوسری قرأت بھی موجود ہے:

اغفر لعبد تاب من فرطاتہ ماکان منی فی الزمان الاول

''اے اللہ پاک تو اپنے بندگی کرنے والے کو بخش دے جس نے گزرے ہوئے کل میں کیے گئے غلط اعمال سے استغفار کرلی ہے۔''

امام زمخشری کی سوانح حیات:

ابن خلکان کی تاریخ میں تذکرہ ہے کہ امام زمخشری مذہب کی پیروی کرنے والے تھے اور وہ اس کو ظاہر بھی کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جس وقت کسی کی طرف اندر جانے کی منظوری مانگتے تو فرمایا کرتے کہ میں ابو القاسم المعتزلی ہوں۔ امام زمخشری نے سب سے قبل جو کتاب تحریر کی وہ ''تفسیر کشاف'' ہے۔ سو وہ خطبہ تحریر کرکے اس طرح اللہ پاک کی تعریف بیان کرتے ہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْقُرْآن'' (ساری صفات اس پاک ذات کے واسطے ہیں جس نے قرآن کو تخلیق فرمایا) سو جس وقت افراد نے امام زمخشری سے یہ بولا کہ ایسے تو لوگ آپ کی تصنیف کو پڑھنا ترک کردیں گے تو انہوں نے فوری طور پر کلمات بدل لئے اور اس طرح تحریر کردیا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْقُرْآنَ'' (تمام صفات اللہ پاک کی ذات کے لئے ہیں جس نے قرآن پاک کو بنادیا) سو معتزلہ کے مطابق ''جعل'' کا حرف ''خلق'' کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

''تفسیر کشاف'' کے کئی نسخوں میں یہ کلمات پائے جاتے ہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ'' (ساری صفات اس پاک ہستی کے واسطے ہیں جس نے قرآن کا نزول فرمایا) مگر اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ یہ مصنف کی گنجائش یا درستگی نہیں ہے بلکہ بعد میں افراد نے ایسے تحریر کیا ہے۔ امام زمخشری کا انتقال شب عرصہ 538ھ میں ہوا۔ (احیاء العلوم ''باب المحبۃ'' میں مچھر کی دلالت کے راز تحریر کئے جائیں گے)

نفع: حضرت امام ابو بکر محمد بن ولید فہری الطرطوشی پرہیزگار، ادب نگار اور کم بات چیت کرنے والے شخص ہوا کرتے تھے۔ ان کا انتقال اسکندریہ میں 502ھ میں ہوا۔ حضرت علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شیخ الامام العلامہ ابی بکر محمد بن ولید الفھری الطرطوشی کی ''کتاب الدعاء'' میں تحریر ہے کہ مطرب بن عبداللہ بن ابی مصعب مدنی نے کہا ہے کہ جس وقت میں منصور کی مجلس میں آیا تو منصور فکرمند تھے اور کسی سے بول نہیں رہے تھے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ ان کا کوئی بہترین احباب ان سے دور ہو

گیا تھا۔ کچھ لمحوں بعد منصور میرے سے مخاطب ہوئے اور کہا اے مطرب! میرے اوپر رنج والم اتنا حاوی ہو گیا ہے کہ اللہ پاک کی ذات کے بغیر کوئی اس کو ختم نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی اس طرح کی دعا ہے جس کا ورد کرنے سے اس دکھ کا خاتمہ ہو جائے۔ مطرب نے کہا ہے کہ میں بولا حضور والا میرے سے محمد بن ثابت نے عمرو بن ثابت بصری کے حوالے سے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ بصرہ کے ایک شخص کے کان میں مچھر چلا گیا۔ حتیٰ کہ مچھر کان کے پردے کے پاس جا کر قوت سماعت تک پر اثر کر گیا جس بناء پر اس شخص کی شب بیداری میں ہی گزر گئی۔ سو حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے کچھ سنگیوں میں کسی سے یہ نصیحت کی کہ تم صحابی رسول، حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علاء بن حضرمی کی دعا کا ورد کرو جو انہوں نے جنگل اور دریا کی خوفناکی کے لمحے پڑھی تو اللہ پاک نے ان کو چھٹکارا دلوایا۔ بصرہ کے شیخ نے پوچھا کہ وہ دعا کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ علاء حضرمی کو ایک فوج دے کر بحرین روانہ کیا گیا جس میں میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) بھی شامل تھے۔ فوج اثنائے راہ ایک جنگ بیابان سے گزری۔ سو ہم کو بہت پیاس کا احساس ہوا۔ اسی اثناء میں "علاء حضرمی" اترے اور دو رکعت نوافل پڑھے اور یہ دعا پڑھی: "**یاحلیم یا علیم یا علی یا عظیم** "ہم پانی عطا فرما دے۔ بس اس بات کا کہنا تھا کہ بارش کا ایک ٹکڑا پرندہ کے بازو کی مانند آیا اور ہر سو چھا گیا۔ اس کے بعد اتنا بادل برسا کہ ہم لوگوں کے ظروف پانی سے لبالب ہو گئے۔ سو ہم نے مسافروں کو پانی پلایا اور کچھ لمحوں بعد روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ خلیج کے قریب پہنچ گئے۔ ہمیں دکھائی دیا کہ خلیج میں اتنا ہیجان وولولہ تھا کہ ہم نے اس نے اس سے قبل ایسا نظارہ نہیں دیکھا تھا۔

ہم لوگوں کے پاس دریا پار کرنے کے لئے کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد حضرت علاء حضرمی علیہ الرحمہ نے دو رکعت نوافل ادا کئے اور اس دعا کا ورد کیا "**یاحلیم یا علیم یا علی یا عظیم** "ہم کو اس دریا کو عبور کروا دے۔ اس کے بعد حضرت علاء حضرمی علیہ الرحمہ نے گھوڑے کی لگام کو گرفت میں لیتے ہوئے فرمان دیا کہ برادران اللہ پاک کا اسم مبارک لو اور دریا کو پار کر لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اسی عالم میں ہم پانی میں چلے گئے۔ بخدا نہ ہم لوگوں کے پیر گیلے ہوئے نہ جرابیں اور نہ کسی حیوان کا کھر اور اس فوج کی تعداد چار ہزار تھی۔ (الحدیث)

سو اس بصرہ کے شخص نے اس دعا کو پڑھا تو کچھ لمحوں کے بعد وہ مچھر بھن بھن کرتے ہوئے نکل آئے جو دیوار سے ٹکرائے اور اس شخص کو ان سے چھٹکارا مل گیا۔ اس قصے کو سماعت کرتے ہی خلیفہ منصور نے کعبہ شریف کی جانب رخ کیا اور یہ دعا پڑھنے لگے۔ مطرف نے کہا ہے کہ کچھ لمحوں بعد خلیفہ منصور نے میری جانب دھیان کیا اور میرا اسم لے کر فرمانے لگے کہ مطرف اللہ پاک نے مجھ کو دکھ سے چھٹکارا دے دیا ہے۔ پھر خلیفہ منصور نے کھانا لانے کا فرمان دیا اور مجھ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا۔ ابن خلکان، موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق کے سوانح حیات میں اس طرح کا ایک قصہ تحریر کرتے ہیں کہ "ایک دفعہ موسیٰ الکاظم کو خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد کے مقام پر حراست میں لے کر قیدی بنا لیا۔ چند روز بعد ہارون الرشید نے کوتوال کو طلب کیا اور بولے کہ میں نے بوقت شب سپنے میں ایک حبشی شخص کا نظارہ کیا کہ وہ ہاتھ میں چھوٹا سا نیزہ لئے ہوئے تھا۔ وہ میرے

سے مخاطب ہو کر بول رہا تھا کہ موسیٰ الکاظم کو آزاد کر دو نہیں تو میں تم کو اسی نیزے سے ہلاک کر دوں گا۔ اب تم جاؤ اور موسیٰ الکاظم کو آزاد کر دو اور ان کو تیس ہزار درہم تحفے میں دے دو۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہہ دینا کہ اگر وہ ہمارے سے کوئی معاہدہ کرنا چاہیں تو ہو سکتا ہے ورنہ مدینہ منورہ جانے کے خواہاں ہو تو وہ اختیار رکھتے ہیں۔'' کوتوال کہنے لگا کہ میں نے ہارون الرشید کے کلمات موسیٰ الکاظم کے آگے بیان کئے اور یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کے سلسلے کو بہت انوکھا پایا۔ موسیٰ الکاظم فرمانے لگے کہ میں تم کو اس کا بھید بتا دیتا ہوں کہ ایک شب میں نیند میں تھا کہ خواب میں مجھ کو حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔ حضور سراج السالکین، رحمتہ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موسیٰ! تم کو بے قصور قیدی بنا دیا گیا پس تم یہ دعا بکثرت پڑھا کرو۔ تم اس شب کے گزر جانے سے قبل آزاد ہو جاؤ گے۔ دعا درج ذیل ہے:

''یا سمع کل صوت یا سابق کل فوت ویا کاسی العظام لحما ومنشرها بعد الموت اسالك باسمائك العظام وباسمك الاعظم الاكبر المخزون المكنون الذى لم يطلع عليه احد من المخلوقين ياحليما ذا اناة لا يقدر على اناته ياذا المعروف الذى لاينقطع معروفه ابدا ولا نحصى له عدد افرج عنى .''

اور پھر وہی ہوا جو تم نے دیکھا۔ موسیٰ کاظم کا انتقال رجب کے مہینے 183ھ یا 187ھ کو بغداد میں ہوا۔ آپ کو زہر کھلایا گیا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق امام کاظم کا انتقال جیل میں ہوا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم کے مزار پر دعا کو قبولیت ملتی ہے، اس کی تشریح خطیب ابوبکر نے کی ہے۔ ابن خلکان بھی یعقوب بن داؤد کے سوانح حیات میں تحریر کرتے ہیں کہ خلیفہ مہدی نے امام موسیٰ الکاظم کو ایک کنویں میں ڈال کر اس کے اوپر ایک گنبد تعمیر کروا دیا تھا۔ سو امام موسیٰ الکاظم پندرہ برس اس کنویں میں قیدی بن کر رہے۔ اس کنویں کے اندر ہی آپ کو خوراک دی جاتی تھی اور وقت نماز سے آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ امام موسیٰ الکاظم نے فرمایا ہے کہ جس وقت بارہ برس اس کنویں میں ہی بیت گئے تو تیرھویں برس ایک شخص آیا اور یہ شعر پڑھ کر چلا گیا:

قد حن يوسف رب فاخرجه — من قعر جب وبيت حوله غمم

''حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اللہ پاک نے اپنا رحم فرمایا اور ان کو اس طرح کے کنویں اور مکان سے خارج کیا جس کے گرد و نواح میں سوز و غم نے بسیرا کر رکھا تھا۔''

امام موسیٰ کاظم نے کہا کہ میں نے اللہ پاک کی تعریف و توصیف کرنے کے بعد یہ جانا کہ اب میری فکر دور ہو جائے گی اور پھر ایک برس تک میں اسی کنویں میں مقیم رہا اور دوسرے برس خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو شاعری پڑھ کر چلے گئے:

عسى فرج ياتى به الله انه — له كل يوم فى خليقته امر

''بہت جلد اللہ پاک بہتری کا سلسلہ فرما دیں گے کیونکہ وہ ہر روز اپنی خلقت کے بارے میں ''امر'' فرماتے ہیں۔''

امام موسیٰ کاظم نے کہا ہے کہ میں پھر ایک برس کنویں میں قیدی بنا رہا۔ اس کے بعد دوسرے برس کے آغاز میں خواب میں

ایک آدمی کو یہ شاعری پڑھتے ہوئے دیکھ لیا:

عسی الکرب الذی امسیت فیه — یکون ورائه فرج قریب

''بہت جلد اس آفت کے بعد جس میں تم مبتلا ہو' آسانی اور کھلا پن آ رہا ہے۔''

فیامن خائف ویفك عان — ویاتی اهله النائی الغریب

''لہٰذا اے وہ فرد جو ڈرے ہوئے ہو آفت ختم ہو جائے گی اور تم اپنے دور رہنے والے اہل و عیال سے مل پاؤ گے۔''

امام موسیٰ کاظم نے کہا ہے کہ جس وقت سحری ہوئی تو مجھ کو کسی نے پکارا تو مجھے احساس ہوا کہ غالباً مجھ کو نماز کے وقت سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اسی عالم میں ایک رسی آویزاں کی گئی تو اس رسی کو میں نے اپنی کمر سے باندھا۔ اس کے بعد مجھ کو کنویں سے باہر نکالا گیا۔ سو پھر مجھے خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں پیش کیا گیا۔ میرے سے بولا گیا کہ خلیفہ پر سلامتی بھیجو۔ میں نے سلام کیا اور کہا ''السلام علیکم یا امیر المومنین المهدی '' خلیفہ بولے کہ میں مہدی نہیں ہوں۔ اس کے بعد میں بولا: ''السلام علیکم یا امیر المومنین الهادی'' خلیفہ بولے کہ میں ہادی نہیں ہوں۔ اس کے بعد میں بولا ''السلام علیکم یا امیر المؤمنین '' خلیفہ کہنے لگے کہ جی میں خلیفہ ہارون الرشید ہوں۔ پھر میں نے سلام کیا ''السلام علیکم یا امیر المومنین الرشید '' خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا اے یعقوب میرے سے کسی نے تیری سفارش نہیں کی ہے۔ گویا کہ ایک روز میں اپنی بیٹی کو کندھے سے لگائے ہوئے تھا تو اس لئے مجھ کو تیرا اٹھانا ذہن نشین ہوا کیونکہ تم مجھ کو کم عمری میں ایسے ہی کندھے سے لگا کر کھلاتے تھے۔ امام موسیٰ کاظم نے کہا ہے کہ یہ فرما کر خلیفہ ہارون الرشید نے مجھ کو ہدیہ دینے کا فرمان دیا اور جانے کی منظوری دے دی۔

شرعی حکم: غلاظت کی بناء پر مچھر حرام ہے۔

نفع: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ''کتاب الادب'' اور حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ ''مناقب الحسن والحسین'' میں اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ (بخاری' کتاب الادب' رقم الحدیث 3753' ترمذی' رقم الحدیث 3703' مسند امام احمد' رقم الحدیث 153)

''عبدالرحمٰن بن نعیم نے کہا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے مچھر کے لہو کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا تم کس گھرانے سے تعلق رکھتے ہو؟ وہ بولا کہ میں عراقیوں میں سے ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے اے لوگو! اس شخص کو دیکھو یہ میرے سے مچھر کے لہو کے بارے میں پوچھ رہا ہے جبکہ ان لوگوں نے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور میں نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کر رکھا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ حسن اور حسین دونوں میری کائنات کے گل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔'' (الحدیث)

ابن حبان اور ترمذی کی ایک روایت یوں ہے ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور سرکار دو عالم' رحمت عالم' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے سر تک زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے نیچے کے حصہ میں حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔'' (الحدیث)

دوسرا نفع: ''الروض الزاہر'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت حجاج بن یوسف کو یہ خبر ملی کہ یحیٰی بن یعمر کا یہ تصور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مطابقت حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور اہل بیت سے ہے تو حجاج نے قتیبہ بن مسلم خراسان کے والی کو تحریر کیا کہ یحیٰی بن یعمر کو میرے پاس روانہ کرو کیونکہ یحیٰی خراسان میں قیام کیے ہوئے تھے۔ سو جس وقت یحیٰی بن یعمر حجاج کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ اس لمحے حجاج کے پاس ہی موجود تھے۔ حجاج نے یحیٰی بن یعمر سے دریافت کیا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ' حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مطابقت رکھتے ہیں؟ یحیٰی بن یعمر نے جواب میں کہا: اے حجاج! جی ہاں یہ قول درست ہے۔

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یحیٰی بن یعمر کی باہمت بات چیت پر تعجب ہوا کہ انہوں نے ''اے حجاج'' کے کلمات ادا کر دیے۔ حجاج کہنے لگا کہ بخدا اگر تم اس قول کو ثابت کرنے میں قرآن پاک کی شہرت کی حامل آیت مبارکہ

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ○

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ فرما دیں آ جاؤ اور تم خود بھی آؤ اور اپنی اولاد کو بھی لے کر آؤ اور اللہ پاک سے دعا مانگیں کہ جو غلط بیانی کرتا ہو اس پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔ (سورۂ آل عمران' آیت 61)

کے سوا کسی دوسری آیت مبارکہ سے استدلال کرو تو تم میری حفاظت میں ہو گے اور کسی شے کا اندیشہ نہ ہو گا۔ یحیٰی بن یعمر بولے کہ جی بالکل میں قرآن کی دوسری آیت مبارکہ سے استدلال کروں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (الانعام)

- (اس کے بعد ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کی طرح کی اولاد سے نوازا اور ہر ایک کو سیدھی راہ دکھا دی (وہ راہ جو) اس سے قبل حضرت نوح (علیہ السلام) کو دکھا دی تھی اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو ہدایت بخش دی۔ ایسے ہی ہم نیک کام کرنے والوں

کو ان کے اعمال کا صلہ دیا کرتے ہیں۔ (اس اولاد سے) ذکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو (سیدھی راہ دکھائی) ہر ایک ان میں سے نیک تھا۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد یحییٰ بن یعمر کہنے لگے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں گنا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت والد کے بغیر ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وسط میں ایک لمبی مدت بیت گئی ہے جتنی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مابین نہیں بنتی۔ حجاج بن یوسف کہنے لگے کہ بلاشبہ آپ نے بہت خوب استدلال کیا ہے۔ بخدا ہم نے بہت دفعہ قرآن پاک کی قرأت کی مگر اس آیت مبارکہ پر کبھی غور نہ کیا۔ یہ انوکھی دلیل ہے۔ اس کے بعد حجاج' یحییٰ بن یعمر سے کہنے لگے کہ آپ کا میرے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیا میں اعرابی کوتاہی تو نہیں کیا کرتا۔ یحییٰ بن یعمر چپ ہو گئے۔ حجاج بولے کہ تم کو قسم ہے لازمی بتاؤ۔ یحییٰ بن یعمر بولے اے خلیفہ! اگر آپ مجھ کو قسم دے رہے ہیں تو پھر میں لازمی بیان کروں گا آپ زیر کو پیش پڑھ رہے ہیں اور پیش کو زبر پڑھ رہے ہیں۔ حجاج کہنے لگا کہ میں تو نمایاں اعراب کو غلط کر رہا ہوں۔ سو حجاج نے اس قصے سے مرعوب ہو کر قتیبہ بن مسلم والی خراسان کو تحریر کیا کہ جس وقت تم کو میری یہ تحریر مل جائے تو یحییٰ بن یعمر کو اپنا قاضی قرار دے دینا۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے فرمایا آپ نے سماعت کیا ہے کہ میں اعراب میں غلط ہوں۔ یحییٰ بن یعمر بولے کہ ایک حرف میں۔ حجاج نے پوچھا کس مقام پر؟ یحییٰ نے بتایا قرآن مجید میں۔ حجاج کہنے لگے کہ پھر تو یہ بہت بڑی کوتاہی ہے۔ وہ کون سی کوتاہی ہے؟ یحییٰ بولے کہ وہ کوتاہی یہ ہے کہ آپ "قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط" (التوبہ)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیں کہ تمہارے والد اور تمہارے فرزند اور تمہارے برادر اور تمہاری ازواج اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے وہ اسباب جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے مندہ پڑنے کا تم کو ڈر ہے اور تمہاری وہ رہائش گاہیں جو تم کو اچھی لگتی ہیں تمہیں اللہ پاک اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جنگ کرنے سے پیاری ہیں تو منتظر رہو حتیٰ کہ اللہ پاک اپنا فیصلہ تمہارے آگے لے آئے"۔

اس آیت مبارکہ کو رفع کے ساتھ پڑھا کرتے ہیں۔ حجاج کہنے لگے کہ آپ نے یقینی طور پر میری اعراب کی کوتاہی کی سماعت نہیں کی۔ سو اس کے بعد یحییٰ بن یعمر کو خراسان روانہ کر دیا گیا۔ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حجاج بن یوسف لمبی بات چیت کے بعد اپنے عنوان کو بھلا بیٹھے۔

ابن خلکان' یحییٰ بن یعمر کی سوانح حیات میں تحریر کرتے ہیں کہ اس میں کچھ قول درست نہیں ہیں۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یحییٰ بن یعمر کی بات چیت میں یہ بات صریحاً ملتی ہے کہ "فی" کی ضمیر اور "ومن ذریتہ" کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب راجع ہے۔ الکواشی اور بغوی کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ "ضمیر" حضرت نوح علیہ السلام کی

جانب راجع ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ پیغمبروں میں ہوا ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت الیاس علیہم السلام ''كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ '' سو حضرت یونس اور حضرت لوط' حضرت نوح علیہم السلام کی نسل میں سے ہیں نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں مگر دوسری بات کے لحاظ سے ان کے دلائل بھی درست ہیں۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یعمر تابعی' عالم قرآن اور علم النحو کی مہارت رکھنے والے شیعہ عالم ہوا کرتے تھے مگر ان کا شمول معتقدین اہل تشیع لوگوں میں ہوتا ہے کیونکہ یہ غالی شیعہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ یحییٰ بن یعمر کسی صحابی پر اعتراض کئے بغیر فضائل اہل بیت کے پیشوا تھے۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ بصرہ کے حاکم نے خطبہ کے دوران کہا ''اِتَّقُوا اللّٰهَ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ فَلَا هَوَارَةَ عَلَيْهِ '' (اللہ پاک سے خوف کھاؤ کیونکہ جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے' اس کو مرنے کا ڈر نہیں ہوا کرتا) سو بصری ''ھوارہ'' کا مطلب نہیں جان پائے تو انہوں نے یحییٰ بن یعمر سے اس کے معانی دریافت کئے تو انہوں نے بتلایا کہ اس کے معانی یہ ہیں کہ جو بھی اللہ پاک سے خوف رکھتا ہے تو اس کو موت اور بے کار ہونے کا اندیشہ نہیں ہوا کرتا۔ امام اصمعی اس موضوع پر بات چیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انوکھے و حیران کن اقوال کا دائرہ تو وسعت لئے ہوتا ہے مگر میں نے اس طرح کا قول اس سے قبل سماعت نہیں کیا۔ یحییٰ بن یعمر کا انتقال 129ھ میں ہوا۔ یعمر کا حرف یاء کی زبر سے ہمراہ ہے مگر اکثر علماء کرام نے یاء میں پیش کو بھی پڑھا ہے مگر اول بات زیادہ درست ہے۔

اختتام: نصر اللہ بن یحییٰ سنت کے پیروکاروں کے سند یافتہ عالم ہیں' انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خواب میں دیدار کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے امیر المومنین! آپ لوگ فتح مکہ کے موقع پر یہ بھی بول رہے تھے کو جو بھی ابوسفیان کی رہائش گاہ میں چلا گیا' وہ محفوظ ہے مگر جو آپ کے فرزندار جمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتاؤ کیا گیا وہ ساروں کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تم نے اس بارے میں ابن الصیفی کی شاعری سماعت نہیں کر رکھی۔ میں بولا کہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ جاؤ ابن الصیفی سے ہی سماعت کرلو۔ سو میں جاگ اٹھا اور بھاگتے ہوئے ''حیص بیص'' شاعر کے پاس گیا اور ان کو اپنا خواب سنایا تو وہ آبدیدہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس نے سسکیاں لینا شروع کر دیں۔ اس کے بعد اس نے خلیفہ سے کہا کہ جو بھی شاعری انہوں نے کی ہے وہ کسی کو بھی تحریر نہیں کروائی اور وہ اشعار بس اسی شب میں ہی منظم کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے شعر پڑھے:

ملكنا فكان العفو منا سجية ... فلما ملكتم سال بالدم ابطح

''ہم آقا بنے تو معاف کرنے کے عادی ہو گئے' مگر جس وقت تم آقا بنے ہو تو لہو کی نالیاں بہہ گئیں۔''

وحللتمو اقتل الاسارى وطالما ... عدونا على الاسرى فنعفو ونصفح

''اور تم نے جائز جانا قید لوگوں کے لہو کو تا کہ عداوت رکھنے والا ایک طویل مدت تک ہم لوگوں کی قید میں رہے مگر ہم بخشتے رہے اور درگزر کرتے رہے۔''

وحسبکمو ھذا التفاوت بیننا   وکل اناء بالذی فیہ ینضح

''اور ہم لوگوں اور تم لوگوں کے مابین یہی امتیاز بہت ہے۔ دراصل ظروف میں جو شے پائی جاتی ہو وہ ہی ٹپکا کرتی ہے''

''الحیص بیص'' شاعر کا اسم سعد بن محمد ابوالفوارس التمیمی ہے مگر ان کو ابن الصیفی کے اسم سے زیادہ شہرت ملی اور ان کو حیص بیص کا لقب دیا گیا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے عوام کو کسی اہمیت کے حامل سلسلے میں الجھن کا شکار دیکھا تو شاعر بولا کہ ان افراد کو کیا ہوگیا کہ وہ ''حیص بیص'' میں پڑے ہیں۔ مطلب ایسے سلسلے میں الجھے ہیں جس سے نکل جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس لمحہ سے ہی ان کو ''حیص وبیص'' کا لقب دے دیا گیا۔ حیص بیص شاعر نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے تعلیم حاصل کی مگر علم وادب اور شاعری سے زیادہ شغف رکھا کرتے تھے۔ ان کی شاعری بہت اعلیٰ ہوا کرتی۔ سو اس وقت عوام حیص بیص شاعر سے ان کی حیات کے بارے میں یہ بات اس لئے بولا کرتے تھے کہ ان کو اپنا ''یوم پیدائش'' درست حافظے میں نہیں تھا۔

حیص بیص کی وفات 574ھ میں ہوئی ان کے اعلیٰ شعر درج ذیل ہیں:

یاطالب الرزق فی الافاق مجتھدا   اقصر عناك فان الرزق مقسوم

''اے اس جہاں میں محنت شاقہ سے روزی کو ڈھونڈنے والے اپنی محنت کشی میں کمی کر دے کیونکہ روزی بانٹی جا چکی ہے۔''

الرزق یسعی الی من لیس یطلبه   وطالب الرزق یسعی وھو محروم

''روزی اس کے قریب جا پہنچتی ہے جس کو اس کی حاجت نہ ہو اور روزی ڈھونڈنے والا کاوش کرتے ہوئے بھی ناکام رہتا ہے۔''

یہ شاعری بھی ''حیص بیص'' کی ہے:

یا طالب الطب من داء اصیب به   ان الطبیب الذی ابلاك بالداء

''اے بیمار شخص دوا کے طلب گار بلاشبہ دوا کرنے والا (صحت دینے والا) وہ ہی ہے جس نے تم کو مرض لاحق کیا ہے۔''

ھو الاطبیب الذی یرجی لعافیة   لامن یذیب لك التریاق فی الماء

''طبیب تو وہ ہے جس سے سلامتی کی توقع کی جاتی ہو۔ طبیب وہ نہیں ہے جو تیرے لئے آب میں زہر گھولے۔''

یہ شاعری بھی اسی شاعر کی ہے:

الہ عما استاثر اللہ بہ   ایھا القلب ودع عنك الحرق

''بندگی کے قابل وہ ہی ہے جو جان لیا کرتا ہے اے قلب! غم وحرارت کو خود پر سے دور کر دے۔''

فقضاء اللہ لایدفعہ   حول محتال اذا الامر سبق

''پس اللہ پاک کے حکم کو تبدیل کرنے کی جرأت کسی میں بھی نہیں ہے جبکہ فرمان صادر کر دیا ہو۔''

یہ شاعری بھی اسی شاعر سے نسبت رکھتی ہے:

انفق و لاتخش اقلالا فقد قسمت علی العباد من الرحمٰن ارزاق

''بہت اسراف کرو اور کم ہونے کا نہ سوچو کیونکہ رحمٰن کی جانب سے بندوں کی روزی بانٹ دی گئی ہے۔''

لاینفع البخل مع دنیا مولیة ولا یضر مع الاقبال الفاق

''اس جہاں سے جاتے ہوئے کنجوسی فائدہ مند نہیں ہوا کرتی' ایسے ہی اس جہاں میں بوقت آمد اسراف مضر نہیں ہوا کرتا۔''

ضرب المثل: اہل عرب کہا کرتے ہیں ''ھو اعز من مخ البعوض '' (وہ مچھر کے دماغ سے زیادہ قیمتی ہے) یہ بھی بولتے ہیں ''کلفتنی مخ البعوض '' (تم نے مچھر کے دماغ کی اذیت دی ہے)

نفع: ارشادِ ربانی ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ'' (سورۃ البقرۃ آیت 26) (ہاں اللہ پاک اس سے بالکل نہیں شرماسار ہوتا کہ مچھر یا اس سے بھی کم تر کسی شے کی امثال دے)۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ مکرم کے کافروں نے اس سورہ کے سوا مکھی اور مکڑی وغیرہ سے مثل دینے کے بارے میں انکار کر دیا ہے۔ کہ ان ساری چیزوں سے مثل نہیں دی جاتی۔ اکثر مفسرین کرام نے تحریر کیا ہے کہ جس وقت اللہ پاک نے قرآن پاک میں منافقت کرنے والوں کے بارے میں دو امثال دے کر فرمایا ''مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا'' (سورۃ البقرۃ) ان کی مثل اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ کو جلایا ہو۔ ''اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ'' (سورۃ البقرۃ) (یا ان کی مثل ایسے ہے جس طرح کہ افق سے بادل برسے)۔ سو کافر کہنے لگے کہ اللہ پاک تو اس طرح کی امثال دینے سے بلند و برتر ہے۔ سو اللہ پاک نے ان آیات مبارکہ کا نزول فرمایا۔ حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابو عبیدہ وغیرہ جن کا شمول اعلیٰ مفسرین میں ہوا کرتا ہے' نے فرمایا ہے کہ ''فَمَا فَوْقَهَا'' میں ایک کمتر اور مختصر شے کی طرف اشارہ مقصد ہے۔ حضرت قتادہ اور ابن جریج نے فرمایا ہے کہ ''فَمَا فَوْقَهَا'' سے مراد مچھر سے بڑی چیزیں ہیں۔ قرآن پاک کے مفسر ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اس میں لڑائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دونوں مطلب اخذ ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

البعیر

''البعیر'' (اونٹ) اونٹ کو مینگنی کرنے کی بناء پر ''بعیر'' کہتے ہیں۔ عربی زبان میں ''بعر البعیر یبعر'' ماضی اور مضارع دونوں ''عین'' کلمہ میں زبر ہے اور مصدر کا صیغہ ''بعراً'' کے عین میں سکون ہے جیسا کہ ذبح ذبحا میں مصدر کا عین کلمہ سکون کے ساتھ ہے۔ سو ابن السکیت کا کہنا ہے کہ ''بعیر'' اسم جنس ہے اور اس کا استعمال نر اور مادہ دنوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اونٹوں کے اسم میں حرف ''بعیر'' ہو بہو ایسا ہے جس طرح انسانوں کے لئے ''انس'' کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ سو ''جمل'' کا لفظ نر کے لئے اور ''ناقة'' کا لفظ مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ''قعود'' نوجوان اونٹ کو اور ''قلوص''

طفل کو کہتے ہیں مگر اکثر عربی لوگ یہ بھی بولتے ہیں "صرعتني بعيري اي ناقتي" (مجھ کو میرے اونٹ نے پچھاڑا ہے) اور "شربت من لبن بعيري اي من لبن ناقتي" (مطلب اپنی اونٹنی کا دودھ نوش کیا)

جس لمبے اونٹ کی عمر نو برس یا چار برس ہو جایا کرتی ہے تو اس لمبے اس کو "بعیر" کہتے ہیں۔ اس کی جمع "البعر'ابا عر'اور بعران" ہوا کرتی ہے۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ نے اللہ پاک کے اس ارشاد پاک کے متعلق فرمایا ہے:

"وَلِـمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ" (سورہ یوسف) (اور جو شخص اس کو لے آئے گا اس کو ایک اونٹ کے وزن جتنا غلہ دیا جائے گا)۔

یہاں پر "بعیر" کا مطلب گدھا ہے کیونکہ اکثر عرب "بعیر" گدھے کو بھی کہا کرتے ہیں مگر یہ انوکھا ہے۔

بعیر کے کچھ فقہی مسئلے: 1- اگر کسی نے موت کے بعد "بعیر" کی وصیت دی تو اس وصیت میں اونٹنی بھی موجود ہوگی۔ مگر جو کسی نے بکری کی وصیت دی تو اس میں بکرے کا شمار نہیں ہوگا۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے اونٹنی یا بکرے کی وصیت دی ہو تو ان دونوں کیفیات میں اونٹ اور بکرے کا شمار نہیں ہوگا۔ نمایاں پیراگراف سے یہی علم ہوتا ہے مگر اہلِ عرب نے کلام عرب کی مخالفت میں "بعیر" کو جمل کا مقام دے دیا ہے۔

حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اکثر عربی کلام میں نص کو اتارنے کی بناء پر ایک واسطہ علم کا ہوگا۔ مثال کے طور پر جس وقت عرب عام میں "بعیر" جمل" کے مفہوم میں زیادہ مستعمل ہونے لگے مگر جو عرف عام میں زیادہ اطلاق نہ ہوا ہو تو پھر فرہنگ کے لحاظ سے عمل درآمد ہوگا۔ حضرت امام سبکی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کے مسئلوں میں نص کی مخالفت میں درستگی کرنا بعید ہے۔ کیونکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرہنگ کے مطابق زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس بناء پر کوئی بھی مسئلہ عرف عام کے علاوہ مشہور ہونے کی بناء پر اپنی حقیقت سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر کوئی مسئلہ درست ہوگا تو وہ عرف عام میں مشہور ہوگا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بات کے خلاف کہ فرہنگ کی پیروی کرو ورنہ عرف عام کی پیروی ہی اعلیٰ ہے۔

2- اگر دو اونٹ کسی کنویں میں گر پڑیں اور دونوں ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوں تو اگر اوپر والے اونٹ کو نیزہ مار دیا گیا ہو اور نیچے والا اونٹ پہلے اونٹ کے وزن کے نیچے آ کر مرا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اس کو نیزہ نہیں لگا ہے مگر جو نیزہ دونوں اونٹوں کو لگا ہو تو دونوں اونٹوں کا کھانا حلال ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر اس بات کا شبہ ہو کہ نیچے والا اونٹ اوپر والے کے وزن سے مر گیا ہے یا نیزہ کی بناء پر اس کی موت ہوئی ہے تو دیکھیں گے کہ اس کو جان نکلنے سے قبل نیزہ لگا ہے یا بعد میں لگ گیا ہے۔ حضرت امام بغوی علیہ الرحمہ نے فتویٰ کے لحاظ سے جائز اور ناجائز دونوں کیفیات کا ذکر کیا ہے۔ جس طرح کہ اگر کوئی خادم کھو جائے تو کیا اس کو کفارہ دے کر آزادی دینا درست ہے یا نہیں؟

3- اگر کسی شخص نے غیر مقدور حیوان پر وار کیا اور اس کے بعد وہ مقدور ہو کر غیر مذبح میں آ پہنچا تو وہ ناجائز ہوگا اور اگر کسی مقدور حیوان پر وار کیا اس کے بعد وہ مقدور ہوا تو وہ مذبح پہنچنے کی شکل میں جائز ہوگا اور غیر مذبح میں پہنچنے کی حالت میں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر ہوگا۔

سنن ابی داؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں یہ روایت منقول ہے کہ

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تزوج احدکم امرأۃ او اشتری جاریۃ او غلاما او دابۃ فلیاخذ بناصیتھا ولیقل اللّٰھم انی اسألک خیرہ وخیر ماجبل علیہ واعوذبک من شرہ وشرما جبل علیہ واذا شتری بعیرا فلیا خذ بذروۃ سنامہ ولیدع بالبرکۃ ولیقل مثل ذلک۔"

"حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی آدمی کسی خاتون سے عقد کرے یا کوئی باندی یا خادم یا کوئی حیوان خرید لے تو اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس دعا کا ورد کرے۔ اے اللہ پاک میں تیری ذات سے اس شے کی خیر اور جو اس میں خیر رکھی گئی ہے' تیری امان کا خواہاں ہوں اور فرمان دیا کہ جس وقت کوئی اونٹ خرید لے تو اونٹ کی کوہان کو گرفت میں لے کر برکت کی دعا مانگے اور اس کو چاہئے کہ ان کلمات کا ورد کرے۔ (الحدیث)

نفع: ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ خلاد بن رافع اور ان کے برادر دونوں بدر کے میدان کی طرف ایک کمزور اونٹ پر سواری کر رہے تھے۔ جس وقت یہ دونوں روحا کے مقام کے نزدیک پہنچے تو اونٹ نیچے بیٹھ گیا۔ سو ان دونوں نے یہ منت مان لی کہ اے اللہ پاک اگر ہم میدان بدر میں جا پہنچے تو ہم تیرے اسم مبارک پر اونٹ قربان کریں گے۔ اسی عالم میں ہمیں حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیئے۔ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حال چال پوچھا؟ سو ہم نے آپ کو اپنی پریشانی بتائی تو حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر آئے اور وضو کیا۔ اس کے بعد حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو سے باقی بچے ہوئے آب میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ اس کے بعد اونٹ کا منہ کھولنے کا فرمان دیا اور حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے منہ میں تھوڑا سا آب ڈالا اور کچھ آب اس کے سر' گلے' کندھے' کوہان اور پیچھے والے حصے اور پونچھ پر ڈالا۔ اس کے بعد حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ پاک خلاد اور رفاعہ کو سفر کرنے کی قوت سے نواز دے۔ سو دونوں برادران کا کہنا ہے کہ پھر ہم سواری کر کے سفر میں مصروف رہے حتیٰ کہ ہم اپنے گروہ سے جا ملے اور جس وقت ہم بدر کے میدان میں گئے تو اونٹ نیچے بیٹھ گیا۔ سو ہم نے اپنی منت کے لحاظ سے اونٹ قربان کیا اور اس کا گوشت صدقے میں دے دیا۔

نفع دوم: ابو قاسم طبرانی "کتاب الدعوات" میں نقل کرتے ہیں کہ "حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایک دفعہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں شرکت کی تھی۔ سو جس وقت ہم مدینہ منورہ کی راہ پر گئے تو ایک عربی دیہات کے رہنے والے شخص کو اس طرح دیکھا کہ وہ ایک اونٹ کی نکیل کو گرفت میں لئے ہوئے تھا اور وہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر رک گیا۔ سو ہم سارے اس کے گرد ونواح میں اکٹھے ہو گئے۔ اس دیہاتی شخص نے حضور سرکار مدینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا۔ حضور سراج السالکین' رحمت للعالمین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم کیسے ہو؟ صبح کس طرح بسر

ہوئی؟ اسی اثناء میں ایک شخص کی آمد ہوئی جو ظاہری طور پر محافظ لگتا تھا۔ وہ بولا اے اللہ پاک کے رسول اس عربی نے میرا اونٹ چرالیا ہے۔ یہ سماعت کر کے اونٹ نے بلبلانا شروع کر دیا اور کچھ لمحوں کے بعد اس کی آواز ہلکی ہوگئی۔ حضور شاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بلبلانے اور اس کو آواز کو بغور سماعت کیا۔ سو جس وقت اونٹ چپ ہوگیا تو حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد قرار‘ آمنہ کے لال‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محافظ کی جانب رخِ مبارک کیا اور فرمایا کہ تم اپنے قول سے باز آجاؤ کیونکہ اونٹ تیری مخالفت میں شہادت دے رہا ہے کہ تم غلط بیانی کر رہے ہو۔ سو محافظ نے اپنا قول واپس لے لیا۔ پھر حضور سرکارِ مدینہ‘ راحت قلب وسینہ‘ فیض گنجینہ‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عربی فرد کی جانب دھیان کر کے فرمانے لگے کہ تم نے میرے پاس آتے ہی کیا بولا تھا۔ دیہات میں رہنے والا بولا کہ یا حضور میرے والدین حضور پر قربان ہوں۔ میں نے یہ کلمات ادا کئے تھے۔

”اللّٰھم صلی علی محمد حتیٰ لاتبقی صلوٰۃ اللّٰھم وبارك علی محمد حتیٰ لاتبقی برکۃ اللّٰھم وسلم علی محمد حتیٰ لایبقی سلام اللّٰھم ارحم محمد احتی لاتبقی رحمۃ۔“

”اے اللہ پاک! رحمت کا نزول فرما حضور شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وقت تک رحمت موجود ہے۔ اے اللہ پاک برکتوں کا نزول فرما حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد قرار‘ آمنہ کے لال‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جس وقت تک برکتوں کا وجود باقی ہے۔ اے اللہ پاک درود وسلام کا نزول فرما حضور شافع محشر‘ سراج منیر‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وقت تک درود وسلام موجود ہے۔ اے اللہ پاک اپنا رحم نازل فرما حضور سرورِ دو عالم‘ رحمت عالم‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وقت تک رحم کا وجود ہے۔“ یہ سماعت کر کے حضور سرکارِ مدینہ‘ راحت قلب وسینہ‘ فیض گنجینہ‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے اس کام کو میرے حوالے سے عیاں کر دیا ہے اور اونٹ اللہ پاک کی مکمل قدرت سے آواز نکال رہا تھا اور ملائکہ نے افق کو گھیرے میں لے لیا۔

ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ کچھ افراد ایک شخص کو لئے حضور سراج السالکین‘ رحمۃ للعالمین‘ سید المرسلین‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے۔ سو ان ساروں نے اس شخص کی مخالفت میں یہ شہادت کی کہ اس نے ان ساروں کی اونٹنی کو چرایا ہے۔ یہ سماعت کر کے حضور جانِ کائنات‘ فخر موجودات‘ صاحب معجزات نے اس شخص کو جانے کی منظوری دے دی۔ وہ شخص ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے چلا گیا:

”اللّٰھم صل علی محمد حتیٰ لایبقی من صلواتك شیء وبارك علی محمد حتی لایبقی من برکاتك شیء وسلم علی محمد حتی لایبقی من سلامك شیء۔“

”اے اللہ پاک! حضور شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو حتیٰ کہ تیری برکات کا خاتمہ ہو جائے۔ اے اللہ پاک حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد قرار‘ آمنہ کے لال‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی نازل فرما حتیٰ کہ تیرے پاس سے سلامتی کا خاتمہ ہو جائے۔“ اسی عالم میں اونٹنی بولنے لگی کہ اے اللہ پاک کے رسول‘ یہ آدمی چور نہیں ہے۔ اس

کے بعد حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس فرد کو میری خدمت میں کون لائے گا؟ سو بدر کے رہنے والے ستر لوگ اس فرد کو ڈھونڈنے نکل پڑے۔ کچھ لمحوں بعد وہ لوگ اس شخص کو حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئے تو حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے کچھ دیر قبل کیا کلمات پڑھے تھے؟ اس شخص نے بتادیا تو حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی بناء پر تو مجھ کو مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں ملائکہ کا گروہ دکھائی دے رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ میرے اور تیرے مابین آڑے آجاتے۔ اس کے بعد حضور شاہ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لازمی پل صراط سے اس کیفیت میں گزر جاؤ گے کہ تمہارا چہرہ پورے چاند سے بھی زیادہ چمکدار ہوگا۔ (حاکم کی روایت بہت جلد انشاء اللہ ''الناقہ'' کے موضوع سے بیان ہوگی)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ یکا یک ایک اونٹ کی بھاگتے ہوئے ہماری جانب آمد ہوئی۔ حتیٰ کہ وہ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے نزدیک کھڑا ہو کر بلبلایا۔ حضور سرورِ عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اونٹ رکو۔ اگر تم حق پر ہو تو حق کا اجر ملے گا اور اگر تو غلط ہے تو غلطی کی سزا کے حق دار ہو گے اور اللہ پاک ہماری جانب مقام پکڑنے والے کو ناکام نہیں فرماتا۔ ہم بولے اے اللہ پاک کے رسول یہ اونٹ کیا بات کر رہا ہے؟ حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کونٹ کی آمد اس بناء پر ہوئی ہے کہ اس کا آقا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تناول کرنے کا عزم رکھے ہوئے ہے۔ سو یہ وہاں سے دوڑ کر یہاں آگیا ہے اور یہ تم لوگوں کے نبی سے نالہ کر رہا ہے۔ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک اونٹ کے آقا بھاگتے ہوئے آگئے۔ اونٹ نے جس وقت ان کو دیکھا تو دیکھتے ہی حضور جانِ کائنات صاحب معجوات فخر موجودات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے پاس پناہ گزیں ہوگیا۔ وہ لوگ آ کر کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول یہ ہم لوگوں کا اونٹ ہے اور تین روز سے مفرور ہے۔ اب ہم اس کو حضور کی خدمت میں ڈیکھ رہے ہیں۔ یہ سماعت کر کے حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ اونٹ میرے سے شکوہ کر رہا ہے۔ اونٹ کے مالک کہنے لگے یا حضور یہ اونٹ کیا شکوہ کر رہا ہے؟ حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ شکوہ کناں ہے کہ اس کا تم لوگوں کے ساتھ کچھ بسر کا ساتھ ہے۔ تم گرمیوں کے موسم میں گھاس کی منڈی تک اس پر بوجھ لادتے ہو اور سردیوں کے موسم میں اون اور گرم مال اسباب اس پر لادا کرتے ہو۔ اس کے بعد جس وقت یہ بڑی عمر کا ہوا تو تم لوگوں نے اس سے جفتی کرالی۔ سو اللہ پاک نے اس کی بدولت تم کو اور کئی سارے اونٹوں سے نواز دیا۔ اس کے بعد اب اس برس تم کو کشادگی مل گئی ہے تو تم نے اس کو ذبح کر کے گوشت بنانے کا سوچ لیا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یا حضور بلاشبہ یوں ہی ہے۔ حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو اس تابعدار اونٹ کو یہی صلہ دینا چاہئے۔ وہ لوگ بولے! اے اللہ کے رسول شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم اب نہ ہم اس کو بیچیں گے اور نہ ہی ذبح کریں گے۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب لوگ غلط بیانی کر رہے ہو' اس اونٹ نے تم سے نالہ کیا مگر تم نے اس کی بات پر کان نہیں دھرے۔ اسی لئے میں تم لوگوں سے زیادہ اس اونٹ پر رحم و فضل کرنے کا خواہاں ہوں کیونکہ اللہ پاک نے منافقت کرنے والوں کے قلب میں سے مہربانی و کرامت کو نکال کر مسلمانوں کے قلب میں ڈال رکھا ہے۔ سو حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو درہم کے بدلے وہ اونٹ ان سے خریدا اور فرمایا اے اونٹ تو جا اب تو اللہ پاک کی ذات کے واسطے آزاد ہے۔ یہ الفاظ ادا ہوئے تو وہ اونٹ حضور رحمت عالم' سرورِ عالم' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے نزدیک کھڑا ہو کر بلبلایا تو حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ اس کے بعد دوسری دفعہ بلبلا اٹھا تو پھر حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ اس کے بعد سوئم دفعہ بلبلانے لگا تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ اس کے بعد چوتھی دفعہ اونٹ بلبلایا تو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونا شروع ہو گئے۔ ہم لوگ بولے یا رسول اللہ' مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ اونٹ کیا بات کر رہا ہے؟ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی دفعہ یہ اونٹ بولا کہ اے اللہ کے نبی' حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک آپ کو اسلام اور قرآن پاک کے عوض ربردست انعام سے نوازے تو میں نے آمین فرمایا۔ دوسری بار بولا کہ اللہ پاک آپ حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا دبدبہ تا قیامت قائم مقام رکھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لہو کو محفوظ فرمایا۔ ایسے ہی اللہ پاک اس امت کی نگہبانی کرے۔ تو پھر میں نے آمین فرمایا۔ چوتھی دفعہ وہ کہنے لگا کہ اللہ پاک حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی پکڑ نہ فرمائے تو میں اس کی دعا سماعت کر کے اشکبار ہو گیا کیونکہ میں نے یہ تمام دعائیں اللہ پاک سے کی ہیں۔ سو اللہ پاک نے قبولیت بخشی ہے اور آخر میں پکڑ سے روکا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے ''ان فنـاء امتی بالسیف جری القلم بما ھو کائن ''(بلاشبہ تقدیر میں تحریر ہو چکا ہے کہ شمشیر کے ذریعے سے میری امت کی بربادی ہوگی۔ (رواہ ابن ماجہ)

اختتام: حضرت امام طرطوشی علیہ الرحمہ نے ''سراج الملوک'' میں اور ابن بلبان اور مقدسی نے ''شرح اسماء الحسنٰی'' میں فضل بن ربیع سے روایت کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ہارون الرشید نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ ایک شب میں محو خواب تھا کہ یکا یک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے تو جواب آیا کہ میں امیر المومنین ہوں۔ سو میں فوری طور پر باہر آیا تو کیا دکھائی دیا کہ امیر المومنین ہارون الرشید کھڑے ہیں۔ میں بولا حضور والا آپ نے ادھر آنے کی تکلیف کیونکر کی۔ کسی دوسرے کو کہتے تو میں خود حاضری دے دیتا۔ ہارون الرشید نے فرمایا تیرا برا ہو۔ مجھ کو ایک اندیشہ پیش آ گیا ہے۔ جس کو کوئی علم والا ہی دور کر سکتا ہے اس لئے کسی بہتر علم والے شخص کا بتاؤ جس سے میری تسلی ہو جائے۔ میں نے جواب دیا حضور والا ادھر سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ پائے جاتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا کہ چلو ان کے ہاں چلتے ہیں۔ سو ہم سفیان بن عیینہ

علیہ الرحمہ کی رہائش گاہ پر گئے اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ میں بولا کہ فوری طور پر باہر تشریف آور ہوں۔ امیر المومنین میرے ساتھ ہیں۔ تو سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فوری طور پر باہر آئے اور بولے اے خلیفہ آپ نے ادھر آنے کا تکلف کیوں کیا۔ آپ کسی دوسرے کو کہتے تو میں خود فوری طور پر حاضری دے دیتا۔ خلیفہ ہارون الرشید فرمانے لگے کہ جس حاجت کے لئے میں ادھر آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی بھرپور کاوش کرو۔ سو کچھ لمحوں تک دونوں کے مابین بات چیت ہوئی۔ سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ نے دریافت کیا کہ کہیں آپ نے کسی کا قرض تو نہیں دینا؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے قرض دینا ہے۔ سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ بولے کہ حضور والا پھر آپ اس قرض کو فوراً واپس کر دیں۔ فضل بن ربیع نے کہا ہے کہ اس کے بعد ہم سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ کے گھر سے لوٹ آئے۔ خلیفہ ہارون الرشید فرمانے لگے کہ تیرے دوست سے مجھ کو کوئی نفع نہیں ہو پایا۔ پس کوئی دوسرا علم والا شخص تلاش کرو جس سے میری تسلی ہو جائے۔ میں بولا کہ دوئم ادھر عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو کہ عراق کے معروف وعظ کرنے والے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ وہیں پر لے چلو۔ سو ہم ان کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا کہ کون ہے؟ تو میں بولا کہ جلدی سے دروازہ کھولیں خلیفہ ہیں۔ سو عبدالرزاق بن ہمام باہر آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ آپ کسی کو کہہ کر مجھے منگوا لیتے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا کہ جس غرض سے ہم ادھر تشریف لائے ہیں اس کو فوراً پورا کرو۔ اس کے بعد خلیفہ نے عبدالرزاق بن ہمام سے بات چیت کی تو عبدالرزاق بن ہمام کہنے لگے اے خلیفہ کہیں آپ نے کسی کا ادھار تو نہیں ادا کرنا؟ خلیفہ نے بتلایا کہ ہاں ادھار ادا کرنا ہے۔ تو عبدالرزاق بن ہمام کہنے لگے کہ پھر آپ فوری طور پر ادھار کی ادائیگی کر دیں۔ اس کے بعد ہم وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ خلیفہ فرمانے لگے کہ تیرے ساتھی سے مجھ کو کوئی راحت نہیں ملی۔ پس کوئی اور علم والا شخص بتاؤ جو میری تسلی کروا پائے۔ سو میں بولا کہ ادھر فضیل بن عیاض رہا کرتے ہیں۔ خلیفہ کہنے لگے کہ ان کے پاس لے چلو۔ سو ہم فضیل بن عیاض کی طرف آئے۔ پتہ چلا کہ وہ تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہیں۔ میں نے دستک دی تو اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ میں بولا کہ جلدی سے دروازہ کھولیں خلیفہ ہارون الرشید ہیں۔ فضیل بن عیاض کہنے لگے کہ میرا خلیفہ سے کیا کام ہے۔ میں بولا ''سبحان اللہ'' کیا خلیفہ کی پیروی کرنا آپ پر واجب نہیں ہے۔ فضیل کہنے لگے کہ کیا حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے کہ ''لیس المومن ان یذل نفسہ'' (مومن کے لئے خد کو رسوا کرنا بہتر نہیں ہے) یہ بولے اور دروازہ کھولا۔ اس کے بعد فضیل بن عیاض تیزی سے اوپر والی منزل پر گئے اور دیا بجھا دیا اور ایک کونے میں تشریف فرما ہو گئے۔ پھر ہم فضیل بن عیاض کو ہاتھوں کی مدد سے کھوجتے ہوئے ڈھونڈنے لگے۔ یکا یک خلیفہ کا ہاتھ ان کو لگا تو فضیل بن عیاض کہنے لگے کہ اے آہ وزاری کرنے والے اگر مستقبل میں تجھ کو اللہ پاک کے عذاب سے چھٹکارا مل گیا تو تیرے ہاتھ سے زیادہ مخملیں اور کوئی ہاتھ نہ ہوگا۔ فضیل بن ربیع کا کہنا ہے کہ یہ سماعت کر کے میں نے قلب میں سوچا کہ فضیل شب میں پاک قلب سے نکھری بات چیت کر لیا کرتے ہیں۔ خلیفہ نے فضیل بن عیاض سے فرمایا کہ جس کام سے ہم تمہارے پاس آئے ہیں اس کو پورا کرنے کی کاوش کرو۔ فضیل بن عیاض بولے کہ آپ اس عالم میں تشریف آور ہوئے ہیں کہ آپ نے خود کا وزن بھی اٹھایا ہوا ہے اور دوسرے لوگوں کا وزن بھی آپ

کے کندھوں پر ہے۔ اگر آپ ان افراد سے اپنے اوران افراد کی کوتاہیوں کے ایک حصے کے اٹھا لینے کی عرض کریں تو وہ اس طرح نہیں کر پائیں گے مگر جو افراد آپ سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں وہ آپ ہی سے زیادہ فرار کا راستہ پانے والے ہوں گے۔ فضیل بن عیاض اور فرمانے لگے کہ جس لمحے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کے عہدے پر فائز کیا گیا تو آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوۃ کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھ کو خلافت کی آفت میں ڈال دیا گیا ہے۔ تم سب مجھے رائے دو۔ (لہٰذا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کو آفت کہا جبکہ آپ (خلیفہ ہارون الرشید) اور آپ کے رفیق اس کو انعام سمجھ رہے ہیں) سو سالم بن عبداللہ بن عمر کہنے لگے کہ اگر آپ مستقبل میں عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونے کے خواہاں ہیں تو اس جہاں سے روزہ رکھ لیں اور یوم وفات افطار کریں۔ محمد بن کعب بولے کہ اگر آپ بروز قیامت عذاب الٰہی سے امان میں رہنے کے خواہاں ہیں تو مومنوں کے ضعیفوں کو والد، جوانوں کو برادر اور کم عمروں کو اطفال سمجھیں۔ ایسے ہی آپ ان کے ہمراہ والد کی مانند اچھا برتاؤ برادر کی مانند صلہ رحم اور اطفال کی مانند محبت وشفقت کا سلسلہ روا رکھیں۔ رجاء بن حیوۃ کہنے لگے کہ اگر کل کو آپ بروز قیامت عذاب الٰہی سے پناہ میں رہنے کی خواہش کرتے ہیں تو جس شے کو آپ اپنے لئے پسند فرماتے ہیں اسی کو باقی مسلمانوں کے لئے بھی منتخب کریں اور جس شے کو خود کے لئے مناسب نہیں سمجھتے اس شے کو دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی پسند نہ فرمائیں۔ اس کے بعد جس وقت آپ تمنا کریں اس جہاں سے رخصت لے لیں۔ سو پھر فضیل بن عیاض خلیفہ ہارون الرشید سے مخاطب ہوئے کہ میں بھی آپ کو ان نصیحتوں پر عمل کرنے کا متقاضی ہوں اور جس روز عوام کے قدم پھسلیں گے اس روز میں آپ پر ڈر کا احساس کر رہا ہوں۔ اللہ پاک آپ پر مہربانی فرمائے۔ کیا آپ کے پاس اس طرح کے رفیق ہیں (جن لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی) کہ وہ آپ کو درست رائے دیں۔ یہ سماعت کر کے خلیفہ ہارون الرشید اشکبار ہو گئے اور وہ اس قدر روئے کہ غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔

فضل بن ربیع نے کہا ہے کہ میں نے فضیل بن عیاض سے بولا کہ برادر خلیفہ کے ہمراہ نرم برتاؤ روا رکھیں۔ فضیل بن عیاض جواب میں مخاطب ہوئے کہ تو نے اور تیرے رفقاء نے خلیفہ ہارون الرشید کو ہلاک کر دیا ہے اور میں ان سے نرم برتاؤ کروں۔ اسی اثناء میں خلیفہ ہارون الرشید عالم ہوش میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ اے فضیل مجھ کو اور زیادہ ہدایات دیں۔ سو فضیل کہنے لگے اے خلیفہ مجھ یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عامل نے ان سے جاگنے کا شکوہ کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے یہ تحریر کر کے ارسال کیا۔ اے میرے برادر تم ذرا دوزخ میں دوزخیوں کے جاگنے کا سوچو اور ان کے دوزخ میں سدا مقیم رہنے کا سوچو۔ بس یہی بات تم کو تمہارے خالق کے حضور سونے اور جاگنے کے لئے رضا مند کرے گی اور یہ بھی دھیان رکھنا کہ کہیں تمہارے پیر اس راہ سے نہ بھٹکیں جس کی بناء پر تم مایوس اور دنیا میں آخری دم لینے والے ہو جاؤ۔ والسلام۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی یہ تحریر جس وقت اس عامل کو موصول ہوئی تو وہ فوری طور پر سفر طے کرتا ہوا حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے عامل سے دریافت کیا کہ تم

کر نئے آئے ہو۔" عامل نے بتایا کہ میں نے آپ کی تحریر کی بناء پر اپنے قلب کو آزاد کرلیا ہے۔ اب مجھ کو کبھی بھی عامل قرار نہ دیا جائے حتی کہ میں اپنے پالنے والے سے ملاقات نہ کرلوں۔ یہ سماعت کر کے خلیفہ ہارون الرشید بہت شدت کے ساتھ رو پڑے اور بولے اے فضیل بن عیاض اللہ پاک آپ پر مہربان ہو۔ مجھ کو چند اور ہدایات دیں۔ فضیل بن عیاض کہنے لگے کہ اے خلیفہ آپ کے پر دادا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے برادر تھے۔ ایک دفعہ ان کی آمد مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوئی۔ انہوں نے فرمایا اے اللہ پاک کے رسول' آپ مجھ کو حکومت کے بارے میں رائے دیں۔ سو حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آپ کا وجودِ حیات ان گنت حکومتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ امیری اور حکومت بروز قیامت آس اور شرمندگی بنے گی۔ پس اگر آپ سے یہ ہو پائے تو کبھی بھی امیر اور حکمران بننے کی کاوش نہ فرمائیں۔

یہ سماعت کر کے خلیفہ ہارون الرشید پھر سے رونے لگے' کچھ لمحوں بعد ہارون الرشید کہنے لگے کہ اے فضیل مجھے اور ہدایت دیں۔ سو فضیل بن عیاض فرمانے لگے اے حسین مکھڑے والے! بروز قیامت آپ سے ہی اللہ عزوجل اس خلقت کے بارے میں دریافت کریں گے۔ گر آپ کا عزم یہ ہوا کہ آپ کا مکھڑا آتشِ سے امان میں رہے تو آپ روز وشب اس سے پرہیز کریں کہ کہیں آپ کے قلب میں عوام کی جانب سے نقص نہ ہو کیونکہ حدیث پاک میں ہے "نبی پاک' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے' جس آدمی نے اس کیفیت میں سحر کی کہ وہ عوام کو فریب دینے والا ہو تو وہ بہشت کی مہک بھی نہ پائے گا۔"

یہ سماعت کر کے خلیفہ ہارون الرشید بہت شدت سے رونے لگے۔ کچھ لمحوں بعد فضیل بن عیاض فرمانے لگے اے خلیفہ آپ کسی کے قرض دار تو نہیں ہیں؟ خلیفہ ہارون الرشید نے بتایا کہ ہاں میں اللہ پاک کا قرض دار ہوں جس کا وہ میرے سے حساب کرسکتا ہے۔ اگر اس کی ذات پاک نے میرے سے اس بارے میں دریافت کرلیا تو میرے لئے تباہی ہی تباہی ہے اور اگر میں ٹھوس جواب نہ دے پایا تو پھر بھی خسارہ ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے اس سے میرا مطلب خدا کے انسانوں کا ادھار ہے۔ میرے پالنے والے نے مجھ کو اس کا پابند نہیں کیا بلکہ اس کی ذات نے تو مجھ کو اپنی پیروی اور عہد کو نبھانے کا پابند بنا دیا ہے۔ سو ارشادِ ربانی ہے: "مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝" (الذاریت' 55 تا 57)

"میں نے جن وانس کو اس کے علاوہ اور کسی مقصد کے لئے تخلیق نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کسی رزق کا خواہاں نہیں اور نہ ہی یہ خواہش کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلائیں۔ اللہ پاک تو بذات خود رزاق ہے' بڑی طاقت والا اور بہترین۔"

پھر ہارون الرشید نے فرمایا کہ اے فضیل بن عیاض ان ایک ہزار اشرفیوں کو قبولیت بخشیں اور انہیں اپنے خاندان پر خرچ کردیں۔ اس کے علاوہ ان کی مدد سے آپ اپنے پروردگار کی بندگی میں تسکین کا حصول کریں۔ فضیل بن عیاض فرمانے لگے

''سبحان اللہ'' میں آپ کو چھٹکارے کے بارے میں آگاہی دے رہا ہوں اور آپ مجھ کو اس طرح کی شے سے بدلہ دے رہے ہیں۔ اللہ پاک آپ کی سلامتی فرمائے۔ فضل بن ربیع نے کہا ہے کہ یہ سماعت کر کے میں چپ ہو گیا۔ اس کے بعد فضیل بن عیاض ہم سے مخاطب نہ ہوئے۔ سو پھر ہم ان کے ہاں سے واپس لوٹ آئے۔ خلیفہ ہارون الرشید میرے سے بولے کہ جس وقت تم کسی دین کا علم رکھنے والے کا پتہ بتاؤ تو ان کے متعلق ہی بتایا کرنا آج کے روز سے یہ سید المومنین (مسلمانوں کے سردار) ہیں۔

سو ایک روایت میں ہے کہ فضیل بن عیاض کی خراتین میں سے ایک خاتون کی آمدان کے پاس ہوئی اور وہ بولی حضور والا! آپ کو علم ہے کہ ہم کتنے مفلس ہیں؟ اگر آپ اس دولت کو قبولیت دے دیں تو ہم لوگوں کے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا۔ یہ سماعت کر کے فضیل بن عیاض کہنے لگے کہ میری اور تیری مثل اس امت کی مانند ہے جن کی ملکیت میں ایک اونٹ ہوا اور وہ افراد اس اونٹ کی بدولت کما کر تناول کرتے ہوں۔ اس کے بعد جس وقت وہ اونٹ ضعیف ہو جائے تو وہ افراد اس اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تناول کر لیں۔ اے میری خواتین! تم خالی پیٹ سے مر جانا مگر کبھی اس طرح کے اونٹ کا گوشت نہ کھانا۔ جس وقت یہ بات خلیفہ ہارون الرشید نے سماعت کی تو بولے کہ چلو ہم بھی دولت لے چلیں، ہو سکتا ہے کہ قبولیت بخش دیں۔ راوی نے کہا ہے کہ جس وقت ہم مال لئے فضیل بن عیاض کے پاس آئے تو ان کو ہمارے آنے کا پتہ چلا۔ سو فضیل بن عیاض رہائش گاہ کی چھت پر منڈیر کے اوپر تشریف فرما ہو گئے اور ہارون الرشید ان کے پہلو میں جا بیٹھے اور ان سے بات چیت کرنے لگے مگر فضیل بن عیاض ان کی بات چیت کے جواب میں کچھ نہ بولے۔ سو ہم اسی کیفیت میں تھے کہ ایک سیاہ فام باندی کی آمد ہوئی۔ وہ بولی اے فلاں! جس وقت سے تیری آمد ہوئی ہے تم شیخ کو اذیت دے رہے ہو۔ پس تم واپس لوٹ جاؤ۔ سو ہم چلے آئے...... علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قاضی ابن خلکان نے فضیل بن عیاض کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت یہ قصہ سفیان ثوری علیہ الرحمہ کے علم میں آیا تو وہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں پیش ہوئے اور بولے اے فضیل! تو نے اشرفیوں کو لوٹانے میں کوتاہی کی ہے۔ آپ اس کو قبول کر لیتے اور نیک امور پر خرچ کرتے۔ یہ سماعت کر کے فضیل بن عیاض نے سفیان ثوری علیہ الرحمہ کی داڑھی کو گرفت میں لیا اور فرمانے لگے سفیان! تم شہر کے فقیہ مانے جاتے ہو اور عوام کے لئے عظمت کا باعث ہو۔ تم بھی اس طرز کی غفلتیں برتتے ہو۔ سو اگر یہ بات ان افراد کو بھلی معلوم ہوتی تو میرے علم میں بھی ہوتا۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابن خلکان نے ''تاریخ الاعیان'' میں سفیان ثوری کے اسم کا تذکرہ کیا ہے جبکہ وہ سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ تھے۔ واللہ اعلم۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے فضیل بن عیاض سے فرمایا کہ اللہ پاک آپ پر مہربان ہو آپ بہت زبردست متقی ہیں۔ فضیل نے جواب میں فرمایا کہ آپ تو میرے سے بھی بڑے متقی ہیں کیونکہ میں تو اس جہاں کا متقی ہوں اور آپ اخروی حیات کے متقی ہو۔ سو دنیا تو فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اکثر مورخین کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاض کی ایک چھوٹی بیٹی ہوا کرتی تھی لہٰذا ایک روز اس کے ہاتھ میں تکلیف ہوئی۔ فضیل بن عیاض نے ایک روز اپنی بیٹی سے پوچھا اے دختر! تمہارے ہاتھ کا کیا حال ہے؟ بچی نے جواب دیا اے والد! ٹھیک

ہے۔ بخدا! مجھ کو اللہ پاک نے کچھ اذیت میں ڈالا ہے مگر اس کے سوا سارے جسم کو راحت دی ہے لہٰذا اس پر اللہ پاک کا بہت شکر ہے۔ یہ سماعت کر کے فضیل بن عیاض اپنی دختر سے کہنے لگے اے دختر! اپنا ہاتھ مجھ کو دکھاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ دکھایا تو فضیل بن عیاض نے بیٹی کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو وہ بچی بولی اے میرے والد! میں آپ کو اللہ پاک کی قسم دیتی ہوں کیا آپ کو میرے سے محبت ہے؟ فضیل بن عیاض نے جواب یا بخدا! محبت ہے۔ بیٹی بولی اللہ پاک آپ سے رعایت فرمائے۔ بخدا! میرا یہ خیال نہیں تھا کہ آپ اللہ پاک کے علاوہ کسی اور سے بھی انسیت کرتے ہیں لہٰذا یہ سماعت کر کے فضیل چلا اٹھے اور بولے اے میری دختر! تم مجھ کو اللہ پاک کے سوا اور کسی کی محبت میں ڈپٹ رہی ہو۔ اے اللہ پاک! تیری آبرو اور تیری بزرگی کی قسم! میں تیری ذات کی محبت میں تیری ذات پاک کے ہمراہ کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ ایک شخص نے فضیل بن عیاض سے اپنی کیفیت بیان کی تو آپ فرمانے لگے اے میرے برادر کیا اللہ پاک کے سوا اور کوئی بھی کوشش کرنے والا ہے؟ تو وہ شخص بولا کہ نہیں۔ فضیل بن عیاض فرمانے لگے کہ پھر اس کی تدبیر پر رضامند ہو جاؤ اور مزید فرمایا کہ جس وقت اللہ پاک اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو کوئی دکھ دے دیا کرتے ہیں اور جس وقت وہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس فرد کے لئے اس دنیا میں مزید وسعت کر دیتے ہیں۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ کسی کام کو لوگوں کی بناء پر چھوڑنا مکاری ہے اور کسی امر کو لوگوں کی بناء پر سرانجام دینا شرک کہلاتا ہے۔ اگر کوئی ان دونوں کاموں سے محفوظ رہے تو وہ خلوص ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض سے دریافت کیا کہ محبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا ہر کسی کو چھوڑ کر اللہ پاک کی جانب دھیان ہو جانے کا نام محبت ہے۔ فضیل بن عیاض نے اور فرمایا ہے کہ اگر میری دعا کو قبولیت بخشی جاتی تو میں دعا نہ کرتا لیکن امام کے لئے کیونکہ اگر اللہ پاک امام (حکمران) کو درست کر دے تو ساری حکومت اور ساری خلقت حفظ و امان میں ہوا کرتی ہے۔ اس لئے انسان کا محفل والوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا شب بھر کے قیام اور دن کو روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی قلب سے ''لا الٰہ الا اللہ'' یا ''سبحان اللہ'' پڑھے تو اکثر اوقات مجھ کو اس کے آتش میں جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ کس طرح؟ آپ نے بتلایا اگر کوئی شخص تمہارے سامنے دوسرے کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرے تو تم کو اچھا لگتا ہے۔ سو فوری طور پر سماعت کرتے ہی وہ کہا کرتا ہے ''لا الٰہ الا اللہ'' یا ''سبحان اللہ'' جبکہ یہ الفاظ محفل کے خلاف پڑھے جا رہے ہیں بلکہ اس لمحے تو خود کو سمجھنا چاہئے اور نصیحت کرنی چاہئے کہ اے وجود! متقی بن جا۔

فضیل بن عیاض کے فرزند علی ایک مرتبہ یہ کہنے لگے اے والد! میری یہ آرزو ہے کہ کسی اس طرح کے مقام پر بیٹھوں جدھر سے میں ساروں کو دیکھ پاؤں مگر کوئی میرا نظارہ نہ کر پائے۔ یہ سماعت کر کے آپ فرمانے لگے اگر تیری یہ آرزو پایہ تکمیل کو پہنچتی تو تم تباہ ہو جاتے۔ فرزند فوراً بولا کہ میں کسی ایسے مقام پر بیٹھتا جدھر نہ میں دوسروں کو دیکھتا اور نہ ہی کوئی مجھے دیکھ سکتا۔ فضیل بن عیاض مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ ان کی وفات 5 محرم 187ھ میں ہوئی۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ سفیان ثوری علیہ الرحمہ کے علم میں آیا کہ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ سے ذی طویٰ کے مقام پر میل ہوا تو سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے ان کے اونٹ کی رسی کو گرفت میں لے لیا اور اونٹوں کی لائن سے علیحدہ کر کے رسی کو گلے پر رکھ لیا۔ اس کے بعد سفیان ثوری علیہ الرحمہ جس وقت بھی کسی گروہ کے قریب سے گزرا کرتے تو فرماتے لوگو دور ہو جاؤ یہ راہ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی ہے۔ حضرت امام اوزاعی کا اسم عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد ابو عمرو الاوزاعی کہلاتا ہے۔ یہ شام والوں کے امام ہوا کرتے تھے۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ نے ستر مسئلوں کے حل بیان کئے ہیں۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ بیروت میں رہائش پذیر تھے۔ ''یحمد'' کی باء میں پیش اور ''حاء'' ساکن ہے۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں باء کی جگہ ''یاء'' اور ''یاء'' میں پیش اور ''جیم'' میں زیر تحریر کی ہے۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کا شمول تبع تابعین میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کا دیدار خواب میں کیا تو اللہ پاک نے میرے سے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمٰن! کیا تم ہی ہو جو نیک اعمال کا فرمان دیا کرتے ہو اور بداعمالی سے روکتے ہو؟ میں بولا جی! آپ ہی سے توفیق ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد میں عرض کرنے لگا اے اللہ پاک! مجھ کو اسلام پر ہی مرنا نصیب فرمانا تو اللہ پاک نے فرمایا کہ سنت پر بھی۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کا انتقال ربیع الاول کے مہینے 157ھ کو ہو گیا۔

حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی وفات کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ بیروت کے حمام میں گئے۔ حمام کا مالک کوئی اور کاروبار بھی کیا کرتا تھا اس لئے وہ حمام کے دروازے کو بند کر کے چلا گیا۔ سو کچھ روز بعد اس کی واپسی ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی وفات ہو چکی ہے اور آپ کا سیدھا ہاتھ گال کے نیچے اور چہرہ قبلہ رخ ہے۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حمام کے دروازے کو مالک کی بیوی نے لاعلمی میں بند کر دیا تھا۔

''اوزاع'' دمشق کی ایک بستی کو کہتے ہیں اور ''ابو عمرو'' ادھر کے رہائشی نہیں تھے بلکہ اور کہیں سے آ کر ادھر رہائش اختیار کر لی۔ سو اس جگہ سے نسبت کے حوالے سے ''اوزاعی'' سے شہرت ملی۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ آپ یمن کے قیدی لوگوں میں سے تھے۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام اوزاعی کی پیدائش 88ھ میں ''بعلبک'' کے مقام میں ہوئی اور ''حنتوس'' نام کی بستی میں ''قبلہ مسجد'' میں آپ کا مدفن ہے۔ یہ جگہ شاید بیروت میں داخلہ کے وقت ہی آ جاتی ہے مگر بستی والوں کو ان کے مدفن کا علم نہیں ہے بلکہ ان کو یہ پتہ ہے کہ ادھر ایک نیک آدمی کی گور ہے جس پر انوار کی بارش ہوا کرتی ہے۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی گور کے بارے میں چند خاص افراد کے سوا اور کسی کو علم نہیں ہے۔

شرعی حکم: اونٹ کے بارے میں شریعت کا فرمان ''ابل'' کے موضوع سے بیان ہو چکا ہے۔ اونٹ پر سواری کرتے ہوئے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھ لینا ثواب کا باعث ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ابو الاس خزاعی نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حج کی غرض سے صدقہ کے ایک کمزور اونٹ

پر بٹھایا تو ہم لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہم بہتر نہیں سمجھتے کہ حضور شاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اونٹ پر بٹھائیں۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابدقرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے اونٹوں کے کوہان میں ایک شیطان ہوا کرتا ہے لہٰذا جس وقت تم اس پر سواری کرنے لگو تو اللہ پاک کا اسم مبارک ایسے لیا کرو جیسے کہ اللہ پاک نے اسم مبارک لینے کا فرمان دیا ہے۔ اس کے بعد تم اونٹ سے اپنی سواری کا کام لو۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے ہی اس پر سواری کرنے کا فرمان دیا ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی)

(حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے پوری حدیث کی جگہ اس حدیث کے ایک حصے کو اپنی تصنیف میں ''ابواب زکوۃ'' میں نقل کیا ہے)

مثالیں: عرب لوگ کہا کرتے ہیں:

1-''فلان اخف حلما من بعیر'' (فلاں اونٹ سے بھی زیادہ جلد غصے میں آنے والا ہے) یہ مثل عقل کی کمی اور غصے کے لئے دی جایا کرتی ہے اس لئے کہ اونٹ میں بہت غصہ اور کینہ توزی پائی جاتی ہے۔

2-''ھما کرکبتی بعیر'' (وہ دونوں اونٹ کے دو گھٹنوں کی مانند ہیں) یہ مثل اس لیے مستعمل ہوتی ہے جس وقت دو اشیاء میں توازن مقصد ہو جس طرح کہ اسی کی مثال ہے ''ھما کفرسی رھان'' (وہ دونوں ریس لگانے والے گھوڑوں کی مانند ہیں) اس مثل کا اطلاق سب سے قبل ہرم بن قطبہ فزاری نے کیا ہے۔ اس عنوان پر حضرت امام میدانی علیہ الرحمہ نے کافی لکھا ہے۔

3-''وھو کالحادی ولیس له بعیر'' (وہ اس ہانکنے والے کی مانند ہے جس کی ملکیت میں اونٹ بھی نہ ہو) اس ''ضرب المثل'' کا اطلاق اس آدمی کے لئے ہوا کرتا ہے جو غیر مستحق شے کی جانب نسبت رکھتا ہو۔

اس سے بھی زیادہ ٹھوس مثل حدیث پاک میں حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے ''المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور'' (جو آدمی عوام کو اپنی عظمت کا دکھاوا کرنے کے لئے بولے کہ فلاں شے میرے پاس ہے جبکہ وہ شے اس کے پاس نہ ہو تو اس کی مثل اس طرح ہے جیسے کوئی دو لباس زیب تن کر لے) اکثر بزرگوں کا قول ہے:

اصبحت لااحمل السلاح ولا أملك رأس البعير اذنفرا

''میری کیفیت یہ ہے کہ نہ میرے میں ہتھیار پکڑنے کی طاقت ہے اور نہ ہی دوران سفر اونٹ کا آقا بننے کی اہلیت رکھتا ہوں۔''

والذئب اخشاه ان مررت به وحدی وأخشی الریاح والمطرا

''اور میں بھیڑیے کے پاس سے اکیلا گزرنے سے خوفزدہ ہوں ایسے ہی میں ہواؤں اور بادلوں سے بھی ڈرتا رہتا ہوں۔''

مِنْ بعد ما فُوۃ أُصیب بھا　　اصبحت شیخاً اُعالج الکبرا

''طاقت وجرأت کے بعد جس وقت میں آفت میں پڑا ہوں تو اس طرح کے ضعیف کی مانند ہو گیا ہوں جو اپنے بوڑھے پن کا معالجہ کررہا ہو۔''

تذنیب: حضرت امام ابوالفرج علیہ الرحمہ ''الاذکیا'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ابونواس نے کہا ہے کہ ایک دفعہ اونٹ پر ایک خاتون سے میں ملا جبکہ وہ میرے سے واقف نہیں تھی اس نے اپنے مکھڑے سے نقاب ہٹایا تو وہ بے حد خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے میرے سے نام پوچھا کہ تمہارا کیا اسم ہے؟ میں نے جواب میں کہا (وجھک) تمہارا مکھڑا۔ یہ سماعت کرتے ہی وہ کہنے لگی کہ پھر تو حسن تمہارا اسم ہے۔ ایسے ہی عقل کے اور بھی کئی قصے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ مامون الرشید' عبداللہ بن طاہر پر آگ بگولہ ہوئے۔ مامون الرشید نے اپنے احباب سے طاہر کو ہلاک کرنے کے بارے میں رائے لی۔ سوئے اتفاق اس محفل میں عبداللہ بن طاہر کا ایک دوست بھی بیٹھا تھا۔ اس نے عبداللہ بن طاہر کی جانب ایک تحریر ارسال کی جس میں یہ لکھا تھا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط يَا مُوْسٰى'' سو جس وقت یہ تحریر عبداللہ بن طاہر کو ملی تو اسے پڑھ کر وہ متعجب ہوا۔ کافی دیر تک تحریر کو پڑھتا رہا مگر اس کا مفہوم نہ جان پایا۔ سو عبداللہ بن طاہر کے پاس ایک باندی تھی وہ بولی اے میرے مالک! میں اس تحریر کا مفہوم جانتی ہوں۔ ''يَا مُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ'' (القصص' آیت 19) (موسیٰ حکمرانوں میں تیری ہلاکت کے منصوبے بن رہے ہیں)۔ جبکہ اس سے قبل عبداللہ بن طاہر نے مامون الرشید کی مجلس میں جانے کا عزم کر رکھا تھا۔ سو عبداللہ بن طاہر نے مامون الرشید کی محفل میں جانے کا فیصلہ بدل لیا اور یہی بات ان کے بچ جانے کا مؤجب بنی۔

اس سے بھی اعلیٰ قصہ قاضی ابن خلکان نے تحریر کیا ہے کہ ایک روز شہنشاہ نے اپنے کسی عامل سے خفگی کا اظہار کیا تو شہنشاہ نے اپنے وزیر کو فرمان دیا کہ عامل کو تحریر کر کے خبر دو۔ مگر وزیر کو اس عامل سے انسیت تھی۔ سو وزیر نے شہنشاہ کے فرمان کے لحاظ سے رقعہ تو تحریر کیا مگر تحریر کے آخر میں ''انشاءاللہ'' بھی لکھ دیا اور ''انشاءاللہ'' کے نون کے آغاز میں تشدید ڈالی۔ جس وقت عامل نے تحریر پڑھی تو اس کو یہ بات انوکھی محسوس ہوئی کہ وزیر سے اس طرح کا عمل کیونکر ہوا کیونکہ تحریر لکھنے والے کی یہ خصلت ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنی تحریر میں حرکات نہیں لگایا کرتے۔ سو عامل کو کچھ لمحوں کی سوچ بچار کے بعد علم ہوا کہ اس سے مراد قرآنِ پاک کی اس آیت مبارکہ کی جانب اشارہ ہے:

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ '' حکمرانوں میں تمہاری ہلاکت کی مشاورت ہو رہی ہے۔'' (سورۃ القصص' آیت 19)

سو عامل نے وہ تحریر کچھ تغیر وتبدیل کے بعد واپس ارسال کی۔ تبدیلی یہ کی کہ تشدید کو اس کے مقام سے ہٹا کر وہاں پر الف لکھ دیا اور اس کے بعد مہر ثبت کر کے تحریر واپس ارسال کی۔ جس وقت تحریر وزیر کو ملی تو اسے بہت مسرت ہوئی اور وہ جان گیا کہ اس تبدیلی سے مراد قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ کی جانب اشارہ ہے: ''اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا۔''

واللہ اعلم

البغاث

''البغاث ''(باء پر زبر' زیر' پیش تینوں کا پڑھنا درست ہے) یہ ہریالی مائل سفید رنگ والا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جو کہ سائز میں گدھ سے چھوٹا ہوا کرتا ہے اور اس کی پرواز میں سستی پائی جاتی ہے۔ یہ پرندہ بہت شرارتی ہوا کرتا ہے اور اس کو شکار نہیں کرتے۔

یونس کہتے ہیں کہ جن افراد نے ''بغاث'' کو واحد مقرر کیا ہے ان کے مطابق اس کی جمع ''بغثان' غزال ''اور ''غزلان'' کے وزن پر آیا کرتی ہے۔ جو افراد ''البغاث'' کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے کیا کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اس کی جمع ''نعامة'' اور ''نعام'' کے بروزن ''بغاثة'' اور ''بغثان'' آیا کرتی ہے۔

شیخ ابو اسحاق ''المہذب فی باب الحجر'' میں تحریر کرتے ہیں کہ جس مال پر یمین لگایا گیا ہو اس مال کو ہمراہ لئے مالک سفر پر نہیں جا سکتا کیونکہ ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ ''ان المسافر وماله لعلی قلت ای هلاك ''(مسافر اور اس کا سامان خطرے سے خالی نہیں ہوتا) اور اسی سے عباس بن مرداس سلمی کا ایک شعر ہے:

بغاث الطیر اکثرها فراخا   وام الصقر مقلات نزور

''بغاث پرندہ اطفال والا ہوا کرتا ہے اور شکرے کی والدہ کم اطفال والی اور تھوڑی الفت والی ہوا کرتی ہے۔''

''مقلات'' (میم کے کسرہ کے ہمراہ) اس کے کئی مفہوم ہوا کرتے ہیں۔

1- ''مقلات'' ان خواتین کو کہتے ہیں جن کے اطفال حیات نہ رہتے ہوں۔

2- مقلات'' ان اونٹوں کو بھی کہتے ہیں جن کے ایک طفل کے بعد دوسرے طفل کی ولادت نہ ہو۔

3- اکثر علماء کرام کے مطابق ''مقلات'' ان پرندوں کو کہتے ہیں جو اپنے گھونسلے پر خطر مقام پر بنایا کرتے ہیں۔

'نزور'' (نون پر زبر ہے) ان کو کہتے ہیں جن میں محبت کا عنصر تھوڑا پایا جاتا ہو۔ اس کے علاوہ ''نزر'' قلیل کے مفہوم میں بھی مستعمل ہوا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: خبث (پلید) ہونے کی بناء پر ''بغاث'' کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''بأرضنا یستنسر (ہماری ارض میں بغاث بھی کرگس ہوا کرتا ہے) مطلب جو ہمارے ہمسائے میں رہا کرتا ہے وہ عزت دار بن جایا کرتا ہے۔ یہ اس طرح کے عزت دار آدمی کے لئے بولی جاتی ہے جس کے پاس آ کر رسوا آدمی بھی عزت دار بن جایا کرتا ہے یا کمزور بھی قوت مند بن جایا کرتا ہے۔

البغل

''البغل'' (خچر) مشہور جانور ہے۔ اس کی کنیت ابو الاشجع' ابو الحرون' ابو الصقر' ابو قضاعة' ابو قموص' ابو کعب' ابو مختار اور

ابوملعون آیا کرتی ہے۔ اکثر حضرات نے اس کو ابن ناحق بھی کہہ رکھا ہے۔ خچر گدھے اور گھوڑے کے ملاپ سے وجود میں آیا کرتا ہے۔ اسی بناء پر خچر کے بدن میں گدھے کی طرح سختی اور اس کی ہڈیاں گھوڑے کی مانند ہوا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ خچر کی آواز گھوڑے اور گدھے کے مابین ہوا کرتی ہے البتہ خچر بانجھ ہوا کرتا ہے اس سے اولاد کی پیدائش نہیں ہوا کرتی مگر تاریخ ابن بطریق میں ابن البطریق 444ھ کے حادثات میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک انوکھی طرز کا خچر تھا جس سے ایک کالی گھوڑی اور سفید رنگت والے خچر کی پیدائش ہوئی پھر ابن البطریق نے اس پر حیرانی ظاہر کی۔

خچر میں دو مختلف حیوانات کے ملاپ سے پیدائش کی وجہ سے اس کی خصلتوں' مزاج اور اخلاق میں تضاد پایا جاتا ہے۔ سو اگر خچر کا والد گدھا ہوا کرتا ہے تو خچر گھوڑے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اگر خچر کا والد گھوڑا ہو تو خچر گدھے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اور انوکھی بات یہ ہے کہ خچر کا ہر جسمانی عضو گھوڑے اور گدھے دونوں سے مشابہت میں درمیانی ہوا کرتا ہے۔ سو خچر کے اخلاق اور خصائل پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس طرح کہ خچر گھوڑے کی طرح ذہین اور عاقل نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی گدھے کی طرح احمق اور نادان ہوا کرتا ہے۔

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ "قارون" نے خچر کو ایجاد کیا ہے۔ خچر میں گدھے کی مانند صبر اور گھوڑے کے جیسی قوت موجود ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ دو متضاد حیوانات کے ملاپ سے ولادت ہونے کی وجہ سے خچر کی عادات فاسد اور دو رنگی ہوا کرتی ہیں۔ اس کے مفہوم میں ہی عربی شاعر کہتے ہیں کہ

خلق جدید کل یوم • مثل اخلاق البغال

ہر دن نئی نئی عادت' خچروں کی مانند بدلتا رہتا ہے۔

خچر جس راہ پر ایک دفعہ چلے تو پھر دوبارہ اس کو بھولتا نہیں ہے۔ ہر چند کہ یہ حیوان دو متضاد حیوانات کے ملن سے وجود میں آتا ہے پھر بھی شہنشاہوں کی سواری اور فقیر لوگوں کے وزن ڈھونے کے ساتھ ساتھ ان کی حاجات کو مکمل کرنے کا ذمہ دار اور لمبے سفر طے کرنے میں صابر ہوا کرتا ہے۔ سو شاعر کہتا ہے:

مرکب قاض وامام عادل • وعالم وسید وکھل

(خچر) "قاضی' عدل کرنے والے حکمران' عالم اور ضعیف حکمرانوں کی سواری ہے۔"

"یصلح للرحل وغیر الرحل" "خچر سفر اور حضر کے لائق ہوا کرتا ہے۔"

"الکامل لابی العباس المبرد" میں آیا ہے کہ ایک دفعہ عباس بن فرج کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایسے دکھائی دیئے کہ وہ اس طرح کے خچر پر سواری کر رہے ہیں جس کے چہرے پر بال زیادہ عمر ہونے کی بناء پر گر گئے ہیں۔ سو کسی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس طرز کے خچر پر سواری کر رہے ہیں جبکہ مصر میں آپ زبردست کشتی پر سواری کیا کرتے تھے؟ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس چیز پر میں سواری کر رہا ہوں' مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں اور نہ ہی مجھ کو اپنی زوجہ پر اور نہ ہی میرے احباب پر جس نے میرے راز کی پردہ پوشی کی ہے' کوئی افسوس ہے بلکہ

افسوس تو برے اخلاق پر ہے۔

ایسے ہی ''الکامل'' میں درج ہے کہ ایک شامی شخص نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ میں گیا' میں نے ادھر ایک اس طرح کے بے حد خوبصورت شخص کو دیکھا کہ اس سے زیادہ خوبصورتی لئے اور سکوت طاری کئے ہوئے آج تک کسی اور کو نہ دیکھا تھا اور نہ اس کی طرح کا کوئی زبردست لباس اور زبردست کوئی حیوان دیکھا۔ وہ شخص ایک خچر پر سواری کر رہا تھا لہٰذا میرا قلب اس شخص کی جانب راغب ہو گیا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں؟ تو مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب آیا جبکہ میں ان سے کینہ رکھا کرتا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ابوطالب کے فرزند ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں میں ابوطالب کے فرزند کا بیٹا ہوں۔ میں ان سے کہنے لگا کہ میں آپ کو اور آپ کے باپ دادا کی برائی بیان کرتا ہوں لہٰذا جس وقت میری بات چیت ختم ہو گئی تو مجھ سے فرمانے لگے کہ کیا تم سفر کر رہے ہو؟ میں بولا جی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمارے گھر چلئے۔ اگر آپ کسی قیام گاہ کے متلاشی ہیں تو ہم آپ کے قیام کا انتظام کر دیں گے۔ اگر مال کی حاجت ہو تو ہم پوری کریں گے اور کسی شے کی حاجت ہو تو ہم آپ کی مدد کریں گے لہٰذا چند لمحوں بعد ان کے پاس سے چل کر آ گیا پھر مجھ کو اس ارض پر ان سے زیادہ کوئی عزیز نہ تھا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے احوال: علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو زین العابدین کا لقب عطا کیا گیا تھا۔ ان کی والدہ محترمہ کا اسم ''سلامۃ'' تھا۔ ان کے بڑے برادر کا اسم علی تھا جن کو کربلا کے میدان میں ان کے باپ کے ہمراہ شہید کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے والد محترم' چچا' حسن' جابر بن عبداللہ بن عباس' مسور بن مخرمہ' ابوہریرہ' صفیہ' عائشہ' ام سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ سے احادیث کو روایت کیا تھا۔

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ زین العابدین کی والدہ محترمہ سلامہ ہے جو فارس کے آخری شہنشاہ یزدجر کی دختر تھیں۔ امام زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں تحریر کیا ہے کہ یزدجر کی تین بیٹیاں ہوا کرتی تھیں جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قیدی بنالیا گیا تھا۔ سو ان میں سے ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حاصل کر لیا جن سے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ دوسری بیٹی حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو مل گئی جن سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، تیسری بیٹی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو حاصل ہوئی جن سے حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ سو یہ سارے ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ علی زین العابدین اپنے والد محترم کے ہمراہ کربلا کی جنگ میں شامل ہوئے مگر کم عمری کی وجہ سے بچ گئے کیونکہ کربلا میں مخالف حریف نے اہل وعیال کے ہر فرد کو ہلاک کر دیا تھا۔ ان افراد کے ہمراہ بعینہٖ وہی سلسلہ کیا گیا جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ پاک قتل کرنے والوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرے۔

عبیداللہ بن زیاد نے علی زین العابدین کو ہلاک کرنے کا عزم کیا مگر اللہ پاک نے اسے اس کے عزم سے روکے رکھا مگر اکثر تجارت کرنے والوں نے یزید بن معاویہ کو علی زین العابدین کو ہلاک کرنے کی رائے دی تو اللہ عزوجل نے علی زین العابدین کو اس لمحے بھی امان میں رکھا اور پھر یزید بن معاویہ ان کی عزت کرنے لگا۔ حتیٰ کہ ان کے ہمراہ بیٹھا کرتا اور ان کو اپنے

ساتھ کھانے کی دعوت دیتا۔ اس کے بعد یزید بن معاویہ نے زین العابدین کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

زین العابدین کو مدینہ منورہ جا کر بہت عزت ملی۔ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ علی زین العابدین کی مسجد کو دمشق میں شہرت حاصل ہے۔ اس مسجد کو "مشهد علی جامع دمشق" بھی کہتے ہیں۔ حضرت امام زہری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی بھی قریشی کو علی زین العابدین سے برتر نہیں دیکھا۔

محمد بن سعد نے کہا ہے کہ علی زین العابدین معتبر اور مامون شخص تھے۔ علی زین العابدین نے حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث کو روایت کیا ہے اور یہ عالم ہوا کرتے تھے۔ اہل بیت میں کوئی بھی شخص ان کے ہم مثل نہ تھا۔

امام اصمعی کا کہنا ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل علی زین العابدین کے علاوہ اور کسی سے نہیں چلی اور زین العابدین کے علاوہ چچا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کسی اور سے نسل نہیں چلی۔ اسی بناء پر سارے حسینیوں کا خاندانی سلسلہ ان سے جا ملتا ہے۔ امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ سیدنا زین العابدین جس وقت وضو کیا کرتے تو ان کے مکھڑے کی رنگت پیلی ہو جایا کرتی تھی اور جس وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ڈر جایا کرتے۔ سو ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ بوقت نماز آپ کی یہ کیفیت کیوں ہو جایا کرتی ہے؟ سیدنا زین العابدین نے جواب دیا کہ کیا تم کو علم نہیں ہے کہ میں کس کے حضور کھڑا ہوا کرتا ہوں اور کس سے حمد و ثناء کے بعد دعا گو ہوتا ہوں۔

اکثر مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ علی زین العابدین جس گھر میں رہائش پذیر تھے اس میں نماز ادا کر رہے تھے کہ گھر میں آگ بھڑک اٹھی۔ سو زین العابدین جس وقت نماز ادا کر کے فارغ ہوئے تو ان سے حال دریافت کیا گیا اور پوچھا گیا کہ جس لمحے گھر میں آگ لگ گئی تو آپ نے نماز کی نیت کو کیوں نہیں توڑ دیا؟ زین العابدین نے جواب میں فرمایا کہ میں اس آتش سے دوسری آتش کی جانب دھیان کئے ہوئے تھا۔

علماء کرام سے روایت کیا گیا ہے کہ جس وقت سیدنا زین العابدین حج ادا کرتے تو بوقت تلبیہ آپ پر خوف طاری ہو جایا کرتا، مکھڑے کا رنگ پیلا ہو جاتا اور آپ پر غشی کی کیفیت حاوی ہو جاتی۔ جس وقت ذرا بہتر محسوس کرتے تو اس بارے میں آپ سے پوچھا جاتا تو آپ جواب میں فرمایا کرتے کہ مجھ کو "لبيك اللّٰهم لبيك" پڑھتے ہوئے اس ڈر کا احساس ہوا کرتا ہے کہ کہیں میرے لئے یہ نہ بول دیا جائے "لا لبيك ولا سعديك" سو افراد آپ کی ہمت بندھاتے اور یہ کہا کرتے کہ تلبیہ پڑھنا لازم ہے۔ سو سیدنا زین العابدین تلبیہ کہتے تو ان پر بے خودی چھا جاتی حتیٰ کہ آپ سواری سے گر جایا کرتے۔ آپ ہر روز و شب میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور کثرت سے صدقہ دیا کرتے تھے بلکہ شب کے وقت زیادہ صدقہ دیا کرتے اور یہ فرمایا کرتے کہ شب کا صدقہ اللہ پاک کے غصہ کو پر سکون کر دیا کرتا ہے اور آپ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ سو آپ کو بے حد رونے سے روکا گیا تو آپ فرمانے لگے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے کھو جانے پر اتنی کثرت سے رویا کرتے تھے کہ ان کی آنکھوں میں سفیدی اتر آتی تھی۔ پھر بھی ان کی وفات نہ ہوئی تو میں کس طرح نہ روؤں۔ علی زین

العابدین نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ میں نے دس سے زیادہ افراد کو دیکھ رکھا ہے کہ وہ میرے اہل وعیال کی جانب سے ہر حج پر قربانی کیا کرتے ہیں۔ جس وقت آپ رہائش گاہ سے باہر جاتے تو اس دعا کا ورد کرتے "اللّٰھم انی اتصدق الیوم او اھب عرضی الیوم لمن یغتابنی" (اے اللہ پاک! میں آج صدقہ کر رہا ہوں اور آج اپنی عزت اس کے لئے بخشش کر رہا ہوں جس نے میری غیر موجودگی میں میری برائی کی)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی وفات: مؤرخین میں علی زین العابدین کے فوت ہونے کے سن کے بارے میں مخالفت پائی جاتی ہے۔ جمہور کے مطابق زین العابدین 94ھ کے آغاز میں فوت ہوئے۔ ابن افلاس کا کہنا ہے کہ اس برس حضرت سعید بن مسیب' حضرت سعید بن جبیر' حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم وغیرہ کا انتقال ہوا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق علی زین العابدین کا انتقال 92ھ یا 93ھ میں ہوا۔ مگر مدائنی نے 100ھ میں انتقال پر حیرانی ظاہر کی ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ 99ھ میں علی زین العابدین کی حیات اٹھاون برس تھی۔ علی زین العابدین کا مدفن ان کے چچا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی گور کے قریب ہے۔

شیخ ابواسحٰق شیرازی کے احوال: قاضی ابن خلکان نے جلال الدولہ ملک شاہ کے سوانح حیات میں تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ مقتدی بامر اللہ نے شیخ ابواسحٰق فیروزآبادی علیہ الرحمہ کو (جن کی کتب التنبیہ والمہذب وغیرہ ہیں) ملک جلال الدولہ کی دختر کا پیغام لئے نیشاپور کی جانب روانہ کیا تو جس وقت ان کو اپنے کام سے فراغت ملی تو حضرت امام الحرمین علیہ الرحمہ سے مناظرہ ہوا۔ سو جس وقت فیروزآبادی نیشاپور سے واپس لوٹنے لگے تو حضرت امام الحرمین علیہ الرحمہ ان کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور ان کی سواری کی مہار کو اس لمحے تک گرفت میں لئے رکھا جس وقت تک کہ فیروزآبادی اپنے خچر پر نہ بیٹھ گئے۔ فیروزآبادی علیہ الرحمہ خراسان کی بہت عزت دار ہستی تھے۔ سو لوگ آپ پر اس قدر فریفتہ تھے کہ آپ کا خچر جس جگہ پیر رکھتا تو لوگ اس جگہ کی مٹی اٹھا کر تبرک کا حصول کرتے تھے۔ فیروزآبادی علیہ الرحمہ عمل کرنے والے عالم' پرہیزگار' سچے وعبادت گزار شخص تھے۔ فیروزآبادی علیہ الرحمہ کی وفات 476ھ میں ہوئی۔

حضرت امام الحرمین علیہ الرحمہ کی وفات: حضرت امام الحرمین علیہ الرحمہ کی وفات 476ھ میں ہوئی۔ جس روز وہ فوت ہوئے تو بازار بند کر دیئے گئے۔ جامع مسجد کے منبر کو توڑا گیا۔ حضرت امام الحرمین علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی تعداد تقریباً چار سو تھی۔ جس وقت ان کو استاد محترم کے فوت ہونے کی خبر ملی تو ان سارروں نے قلم' دوات کو توڑ ڈالا اور انہوں نے کئی برس اسی کیفیت میں بسر کر دیئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مختصر خصائص: تاریخ بغداد اور وفیات الاعیان میں درج ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا ہمسایہ اسکافی دن کے قریب کام کیا کرتا۔ جس وقت شب میں واپس گھر لوٹتا تو (کوئی نشے والی شے) نوش کرتا اور نشے کی کیفیت میں اس شعر کو پڑھتا رہتا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا ... لیوم کریھۃ وسداد ثغر

''افراد نے مجھ کو بے کار کر دیا اور میرے سوا کون سے نوجوان ہیں جو جنگ کے میدان میں اور سرحد بندی میں تباہ برباد ہو گئے ہیں۔''

اسکافی مسلسل نشے میں رہتا اور یہ شعر پڑھے جاتا حتیٰ کہ وہ سو جاتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ہر شب اس کے شعر کو سماعت کرتے اور نماز ادا کرنے میں مصروف رہا کرتے۔ سو ایک روز جس وقت سوئے اتفاق اسکافی کے بولنے کی آواز نہ آئی تو حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے لوگوں سے اسکافی کے بارے میں دریافت کیا تو کسی شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو اطلاع دی کہ اسکافی کو کچھ روز سے شب کے محافظوں نے حراست میں لے لیا ہے۔ سو جس وقت یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو معلوم ہوئی تو نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ خچر پر سواری کر کے حکمران کے محل میں تشریف آور ہوئے اور ان سے اندر آنے کی منظوری مانگی سو حکمران نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو محفل میں آنے کی منظوری دے دی اور فرمان دیا کہ ان کو سواری کی کیفیت میں ہی خوش آمدید کہا جائے اور ان کو اس لمحے تک اندر نہ بلائیں جس وقت تک فرش نہ بچھ جائے۔ ان ساری چیزوں کا بندوبست ہوا اس کے بعد ان کو دربار میں آنے کی منظوری دی گئی۔ حکمران فرمانے لگے کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ صاحب فرمایئے کیا معاملہ ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے اپنے ہمسائے کی آزادی کے لئے گزارش کی لہٰذا حکمران نے فرمان دیا کہ اسکافی کو آزاد کر دیں بلکہ اس شب جتنے افراد کو حراست میں لیا گیا سب کو آزاد کر دیا جائے۔ سو ان ساروں کو آزادی مل گئی اور سارے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اپنے خچر پر سواری کرنے لگے اور کیا دیکھا کہ اسکافی ان کے پیچھے ہی چلتا ہوا آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اسکافی ہم نے تم کو تباہ کر دیا۔ اسکافی بولا کہ نہیں بلکہ آپ نے مجھے محفوظ کیا اور مجھ کو بچایا۔ اللہ پاک آپ کو زبردست صلے سے نوازے۔ آپ نے ہمسایہ ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ پھر اسکافی نے نشہ کرنے سے استغفار کر لی اور پھر کبھی دوبارہ نشہ نہ کیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا اسم نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ کہلاتا ہے۔ یہ بہت عمل کرنے والے عالم ہوا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو دیکھا ہوا ہے تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں میں نے ان کو دیکھا ہوا ہے۔ سو اگر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کسی دیوار سے متعلق یہ کہتے کہ یہ سونے کی ہے تو وہ اس کو استدلال سے ثابت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ سارے لوگ فقہ حضرت حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی شاعری میں' زہیر بن ابی سلمٰی کے اخلاق و مغازی میں' محمد بن اسحٰق کے نحو میں حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ کے' تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے بال بچے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ قیاس میں امام ہوا کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فجر کی صلوٰۃ کو عشاء کے وضو سے چالیس برس تک مسلسل ادا کیا ہے اور عموماً ایک شب میں ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ شب کو اشتار و یا کرتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پہ رحم آیا کرتا۔ جس مقام پر آپ کی وفات ہوئی

اس مقام پر آپ نے ستر ہزار دفعہ قرآن پاک کو تلاوت کر کے ختم کیا ہے اور تیس برس تک افطار نہیں کیا۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ آپ کے اندر عربی کے متعلق کم علم ہونے کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں تھا۔ بیان ہوا ہے کہ ابو عمرو بن علاء نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو وزنی شے سے ہلاک کر دے تو کیا قتل کرنے والے پر قصاص ادا کرنا واجب ہوگا؟ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ نہیں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے یہ بات جواب میں اپنے مسلک کے لحاظ سے کہی تھی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی اس بارے میں مخالفت ہے۔ اس کے بعد ابو عمرو بن علاء (نحوی) نے دریافت کیا کہ اگر کوئی منجنیق کی چٹان سے ہلاک کرے تو اس کے لئے سزا ہوا کرتی ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص "کوہ ابوقبیس" (مکہ مکرمہ کا ایک پہاڑ) سے بھی ہلاک کر دے تو پھر بھی قصاص کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی۔

اکثر علماء کرام نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف سے یہ معنیٰ بتایا ہے کہ آپ نے یہ جواب ان افراد کی زبان میں دیا ہے جو افراد اسمائے ستہ (ابو اخو حمو هنو فو ذو) کو تینوں کیفیات میں "الف" کے ہمراہ پڑھا کرتے ہیں۔ سو عربی شاعروں کا کہنا ہے کہ

ان اباھا وابا ابھا ۔۔۔ قد بلغا فی المجد غایتاھا

"بلاشبہ اس کے آباؤ اجداد نے اپنے اپنے معاملات میں عزت و نیکی کو پایا ہے۔"

یہ کوفہ کے رہنے والوں کی فرہنگ (زبان) ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ بھی کوفہ کے رہائشی ہوا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا انتقال: حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ بغداد کی جیل میں 150ھ میں فوت ہوئے اور اکثر علمائے کرام نے اس کے برخلاف فوت ہونے کی تاریخ بیان کی ہے۔ اکثر مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ جیل میں فوت نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا انتقال اس روز ہوا جس روز حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی اور کئی علماء کرام اس برس کا تذکرہ کرتے ہیں نہ کہ اس روز کا جس طرح کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ حضرت امام نووی علیہ الرحمہ "تہذیب الاسماء" میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ 151ھ یا 153ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اوپر درج ہوا شعر جو اسکافی کی داستان میں تحریر ہو چکا ہے وہ شعر عربی عبداللہ ابن عمرو بن عثمان بن عفان کا ہے۔ اس شعر کو نضر بن شمیل نے گواہی کے طور پر مامون الرشید کی مجلس میں پڑھا تھا۔

نضر بن شمیل کے بارے میں ایک قصہ: ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نضر بن شمیل خلیفہ مامون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوئے تو دونوں حدیث کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ سو مامون الرشید نے ایک روایت کو ہشیم کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک بیان کیا کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت مرد خاتون کے دین اور خوبصورتی کی بناء پر عقد کر لیتا ہے تو اس کو تنگ دستی سے چھٹکارا مل جایا کرتا ہے۔

اس روایت کو سماعت کر کے نضر بن شمیل کہنے لگے کہ اے خلیفہ! ہشیم نے بالکل درست کہا ہے۔ ہمارے سے بھی فلاں نے فلاں سے روایت کر کے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا واسطہ پہنچاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت کوئی مرد کسی خاتون سے اس کے ایمان اور خوبصورتی کی بناء پر عقد کیا کرتا ہے تو اس کو تنگی سے چھٹکارا مل جایا کرتا ہے۔

نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ سماعت کر کے مامون الرشید سیدھے ہو بیٹھے جبکہ پہلے وہ گاؤ تکیے کے سہارے تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد خلیفہ مامون الرشید فرمانے لگے کہ نضر تم سداد کس طرح کہا کرتے ہو؟ نضر نے کہا کہ میں جواب میں بولا کہ سداد ادھر درست نہیں ہے۔ خلیفہ مامون الرشید بولے کیا تم میری اعراب میں غلطی نکال رہے ہو۔ نضر نے کہا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ ہشیم نے اعراب میں غلطی بیان کی ہے۔ سو خلیفہ نے میرے قول کو تسلیم کر لیا اور فرمایا کہ سداد کے زیر یا زبر پڑھ لینے میں کیا تضاد ہو جائے گا۔ نضر نے کہا ہے کہ میں بولا کہ سداد زبر کے ساتھ دین میں اصلاح اور اعتدال کو کہا جاتا ہے اور سداد زیر کے ہمراہ ضرورت اور تنگ دستی کو کہتے ہیں اور جسے آپ ٹھیک کر رہے ہیں اس کو سداد زیر کے ہمراہ کہا کرتے ہیں سو خلیفہ مامون الرشید نے فرمایا کیا تم کو اس کے بارے میں عربی شاعروں کا کوئی شعر ذہن نشین ہے؟ نضر نے کہا ہے کہ میں نے جواب دیا جی۔ عربی شاعر کہتے ہیں کہ

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر

''لوگوں نے مجھ کو تباہ (بے کار) کر دیا اور میرے سوا کون سے جوان ہیں جو جنگ کے میدان میں اور سرحد بندی میں نیست و نابود ہو گئے۔''

سو مامون الرشید نے یہ سماعت کر کے ایک کاغذ پر کچھ تحریر کیا اور ایک ملازم سے کہنے لگے کہ یہ خط لے کر نضر بن شمیل کے ساتھ فضل بن سہل کے پاس جاؤ۔ سو جس وقت فضل بن سہل نے وہ خط کھول کر پڑھ لیا تو کہنے لگے اے نضر! خلیفہ نے پچاس ہزار دراہم تم کو انعام میں دینے کا فرمان دیا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے مجھ کو بھی بتلاؤ؟ نضر نے کہا کہ میں نے فضل بن سہل کو سارا قصہ بتا دیا جسے سماعت کر کے فضل بن سہل نے انعام کی رقم میں اور تیس ہزار دراہم شامل کر دیئے۔ سو میں ایک کے متبادل انعام کے طور پر اسی ہزار دراہم لئے واپس لوٹا۔

نضر بن شمیل کا انتقال 204ھ کو مرو کے مقام پر ہوا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا علمی مقام: تاریخ بغداد میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں، ان کا اسم یعقوب ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایک شب میں بستر پر استراحت کرنے کے لئے آیا تو یکا یک دروازہ کھٹکھٹایا گیا سو میں باہر آیا تو علم ہوا کہ باہر ہرثمہ بن اعین آئے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے لہٰذا میں خچر پر سواری کرتے ہوئے ڈرتے ڈرتے خلیفہ کی رہائش گاہ میں گیا۔ دروازے سے گزرتے ہوئے ہرثمہ سے سوال کیا کہ خلیفہ کے ہمراہ اور کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ بن جعفر تشریف

فرمایا ہیں لہٰذا میں رہائش گاہ میں گیا تو مجھے دکھائی دیا کہ خلیفہ ہارون الرشید بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی سیدھی طرف عیسیٰ بن جعفر بھی موجود ہیں پس میں نے ان کو سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے کہ ہم نے غالباً آپ (ابو یوسف علیہ الرحمہ) کو ڈرا دیا ہے۔ میں بولا بخدا! ہاں لیکن جو میرے پیچھے ہیں وہ بھی خوف میں مبتلا ہیں۔ سو خلیفہ ہارون الرشید نے کچھ لمحے چپ رہنے کے بعد کہا اے یعقوب کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کس لئے بلایا ہے؟ میں بولا کہ نہیں میں نہیں جانتا۔

ہارون الرشید کہنے لگے کہ میں تم کو اس لئے طلب کیا ہے کہ تم اس بات کے ضامن رہو کہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک باندی ہے اور میں نے ان کو یہ بولا ہے کہ وہ یہ باندی مجھ کو خیرات کر دیں مگر انہوں نے منع کر دیا ہے۔ بخدا! اگر انہوں نے یہ باندی مجھے عطا نہ کی تو میں ان کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے عیسیٰ بن جعفر کی جانب رخ کر کے کہا کہ تیرے قریب کنیز کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ تو نے اس کو خیرات کرنے سے منع کر دیا ہے اور کنیز کی بناء پر تم نے اپنی عزت اور مقام خلیفہ کی نظر میں چھوٹا کر لیا ہے۔ آخر کار وہ کنیز بھی ہر صورت تم سے دور ہو جائے گی لہٰذا عیسیٰ بن جعفر کہنے لگے کہ خلیفہ نے دھمکانے میں جلدی سے کام لیا ہے۔ نتیجتاً ان کو میرا کوئی بہانہ تو سن لینا چاہئے تھا۔ حضرت امام یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ان سے کہہ دیا کہ وہ اپنا مدعا بیان کریں۔ عیسیٰ بن جعفر کہنے لگے کہ میں نے اس کنیز کو طلاق نہ دینے اور آزادی نہ دینے کا حلف اٹھا رکھا ہے ہر چند کہ میری ساری دولت کیوں نہ چھین لی جائے۔ اس بناء پر نہ تو میں اس کنیز کو بیچ سکتا ہوں اور نہ ہی خیرات کر سکتا ہوں۔ حضرت امام یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے میری جانب توجہ کی اور پوچھا کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کیا اس مشکل کو آپ حل کر سکتے ہیں؟ میں بولا کہ جی ہاں۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ میں کہنے لگا کہ عیسیٰ بن جعفر آدھی کنیز کو آپ کو خیرات کر دے اور آدھی آپ کو بیچیں تو وہ کنیز نہ تو خیرات ہوگی اور نہ ہی بیچی جائے گی۔ عیسیٰ بن جعفر کہنے لگے کہ اے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کیا یہ کام حلال ہے؟ میں بولا کہ جی ہاں۔ عیسیٰ بن جعفر کہنے لگے سو آپ ضامن رہیں کہ میں نے آدھی کنیز خلیفہ کو خیرات کی اور آدھی کنیز ایک ہزار اشرفیوں کے متبادل ان کو بیچ دی۔ پس خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا کہ میں نے آدی کنیز کو خیرات کے طور پر قبول کیا اور آدھی کنیز کو ایک ہزار اشرفیوں کے متبادل خرید لیا۔ اس کے بعد امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کنیز اور اشرفیوں کو میرے سامنے پیش کریں لہٰذا کنیز اور اشرفیوں کو لایا گیا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمان دیا کہ اے خلیفہ آپ کنیز کو لے لیں اللہ پاک اس میں اپنی برکات کا نزول فرمائے۔ ہارون الرشید کہنے لگے کہ اے یعقوب! ایک مشکل ابھی اور ہے اور اس کا بھی حل نکالیں لہٰذا میں نے (حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے) پوچھا کہ وہ کیا مشکل ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے کہ کنیز تو مقبوضہ (غلام) ہے اور کنیز کے لئے حیض تک ترک مباشرت لازم ہے۔ بخدا! اگر یہ شب میں نے کنیز کے ہمراہ بسر نہ کی تو میں مر جاؤں گا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں بولا اے خلیفہ! آپ اس کنیز کو رہا کر دیں اور اس کے بعد اس سے عقد کر لیں کیونکہ آزاد خاتون کے لئے حیض تک مباشرت ترک کرنا لازم نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے کہ بلاشبہ میں نے اس کو رہا کر دیا۔ عقد کون پڑھوائے گا؟ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں بولا میں عقد پڑھوا دوں گا لہٰذا میں نے مسرور اور حسین کی

حاضری میں عقد کا خطبہ پڑھا اور بیس ہزار اشرفیاں حق مہر دے کر خلیفہ ہارون الرشید سے اس کنیز کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے خلیفہ! آپ مہر کی اشرفیاں مجھے دیں تاکہ میں کنیز کو مہر کی ادائیگی کر دوں لہٰذا مہر کی اشرفیاں لا کر دے دی گئیں۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد خلیفہ نے مجھ کو فرمان دیا کہ اب تم کو جانے کی اجازت ہے اور مسرور کو فرمان دیا کہ دو لاکھ دراہم اور بیس ملبوسات کے تحت انعام کے طور پر حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی رہائش گاہ میں بھیجنے کا انتظام کیا جائے۔ سو اس انعام کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی رہائش گاہ میں بھیج دیا گیا۔

مؤرخین نے کہا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی محفل میں ایک شخص چپ رہا کرتا تھا اور کبھی بات چیت نہیں کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تم کیوں بات چیت نہیں کرتے؟ اس شخص نے کہا کیوں نہیں آپ بتائیں کہ روزہ دار کس وقت روزہ کھولے؟ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ جس وقت آفتاب غروب ہو جائے۔ وہ شخص کہنے لگا اگر آدھی شب تک آفتاب نہ ڈوبے تو پھر کس وقت روزہ کھولے؟ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مسکرا دیئے اور فرمانے لگے کہ بلاشبہ تیرے لئے چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ میں نے تم کو بات چیت کے لئے اکسا کر کوتاہی کی ہے۔ پھر حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اس شعر کو پڑھنے لگے:

عجبت لازراء الغبی بنفسه وصمت الذی قد کان بالقول اعلما

''میں احمق آدمی کو گفتگو پر آمادہ کر کے متعجب ہو گیا اور جس وقت اس نے اپنے خیالات ظاہر کئے تو مجھ پر سکوت طاری ہو گیا۔''

وفی الصمت ستر للغبی وانما صحیفة لب المرء أن یتکلما

''اور سکوت احمق شخص کے لئے ستر ہے اور بات چیت کرنا انسان کے دماغ کا امتحان ہے۔'' (صحیفہ کا مفہوم ہے کہ جو کچھ پڑھا اور تحریر کیا جائے)۔

مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ ایک آدمی اکثر علماء کرام کی محفل میں بیٹھا کرتا مگر قطعی طور پر بات چیت نہیں کیا کرتا تھا لہٰذا اس سے پوچھا کہ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ اس شخص نے بات کی کہ آپ مجھے بتلائیں کہ ہر ماہ میں ایام بیض کے روزے ثواب کا باعث کیوں ہیں؟ لہٰذا عالم نے جواب دیا کہ مجھ اس بارے میں علم نہیں ہے۔ سو وہ شخص کہنے لگا کہ ایام بیض اسلامی ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے اس بناء پر ثواب کا باعث ہوا کرتے ہیں کہ ہلال (چاند) کو ان بیض کے دنوں میں ہی گرہن لگا کرتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے یہ چاہا کہ افق میں کوئی اس طرح کی نئی شے سامنے نہ آئے جو ارض میں عیاں نہ ہوئی ہو اور اس عنوان پر یہ بہت اچھا واقعہ ہے۔

ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کی محفل میں نشست سنبھالے ہوئے تھا اور سدا چپ رہا کرتا تھا لہٰذا ایک روز حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم بات چیت کیوں نہیں کرتے ہو؟ تو وہ شخص کہنے لگا

کہ میں چپ رہنے کی بناء پر امان میں رہا کرتا ہوں اور سماعت کرنے سے میرے علم میں اضافہ پیدا ہوا کرتا ہے کیونکہ انسان کے علم کا حصہ اس کے لئے سننے میں رکھا گیا ہے اور زبان سے کسی دوسرے کو فائدہ ہوا کرتا ہے۔

ابن خلکان نے تحریر کیا ہے کہ ایک روز ایک نوجوان شخص نے حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ سے بات چیت کی تو حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم نے ایسے کبھی سماعت نہیں کیا۔ نوجوان کہنے لگا کہ کیا آپ نے ہر طرف کے علم کو سنا ہوا ہے؟ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ نہیں۔ نوجوان بولا کہ آپ نے علم کا تھوڑا حصہ بھی سماعت نہیں کیا۔ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہاں علم کا تھوڑا حصہ تو سماعت کر رکھا ہے۔ نوجوان شخص کہنے لگا کہ آپ یہ قول کان کی اس جگہ میں محفوظ کر لیں جس کو آپ نے سماعت کیا ہے تو حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ چپ ہو گئے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کو سب سے قبل قاضی القضاۃ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا اور آپ سب سے اول فقیہ ہیں کہ جنہوں نے موجودہ دستور کے لحاظ سے علماء کرام کا ملبوس قرار دیا نہیں تو افراد کا لباس ایک ہی جیسا ہوا کرتا تھا۔ کسی فرد کو کپڑوں کے ذریعے سے افضل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ایک داستان درج کی گئی ہے کہ عبدالرحمٰن بن مسہر بغداد اور واسط کے مابین چھوٹے سے شہر "مبارک" میں قاضی کے عہدہ پر براجمان ہوئے۔ جس وقت ان کو یہ اطلاع ملی کہ خلیفہ ہارون الرشید حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ساتھ بصرہ تشریف آور ہو رہے ہیں تو عبدالرحمٰن بن مسہر نے "مبارک" کی عوام سے بولا کہ تم سب عوام ان دونوں کے آگے میری صفات بیان کرنا مگر شہریوں نے اس طرح کرنے سے منع کر دیا۔ سو عبدالرحمٰن بن مسہر نے روپ تبدیل کر کے خلیفہ ہارون الرشید اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے میل کیا اور کہنے لگے کہ ہمارے شہر کے قاضی صاحب بہت زبردست ہیں اس کے بعد جس وقت خلیفہ ہارون الرشید اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ دوسری جگہ گئے تو عبدالرحمٰن بن مسہر وہاں پر بھی گئے اور انہی کلمات کو دہرایا تو خلیفہ ہارون الرشید' حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی جانب دھیان کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ادھر کے قاضی کی صفت محض ایک ہی فرد کر رہا ہے۔ پس اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ قاضی کی کارگزاری بہتر نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اے خلیفہ! انوکھی بات یہ ہے کہ قاضی بذات خود اپنی صفات بیان کئے جا رہا ہے خلیفہ ہارون الرشید ہنسنے لگے اور فرمایا کہ یہ قاضی تو بہت دل لبھانے والے شخص دکھائی دے رہے ہیں۔ اس طرح کے افراد کو تو برطرف نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا انتقال: حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا انتقال ربیع الاول کے مہینے میں 182ھ میں ہوا۔ اکثر علماء کرام نے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا یوم انتقال اس سے مختلف درج کیا ہے۔

خچر کے بے نسل ہونے کا سبب؟: ایک دفعہ موصل کے امیر اپنے خچر سے نیچے گرے تو ابوالسعادت مبارک بن اثیر نے یہ شعر کہہ دیئے:

ان ذلت البغلة من تحته　　فان فی زلتها عذرا

"اگر خچر ان کے نیچے سے نکلا ہے تو وہ یقینی طور پر کسی بہانے سے پھسلا ہے۔"

حملها من علمه شاهقا　　ومن ذی راحته بحرا

"انہوں نے اسے جانتے بوجھتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا دیا ہے اور ان کے جود وسخاوت دریا کی طرح ہیں۔"

حافظ ابوالقاسم بن عساکر تاریخ دمشق میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خچر کی نسل نہیں چلا کرتی (جبکہ خچر سب حیوانات میں ساروں سے زیادہ تیز چال والا حیوان ہے) سو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نذرِ آتش کرنے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کی جاری تھیں تو جن حیوانات پر لکڑیوں کو لادا جارہا تھا ان حیوانات میں خچر بھی موجود تھا سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خچر کے لئے بددعا کی اس بناء پر اللہ عزوجل نے خچر کو بے نسل کر دیا ہے۔

انوکھا نفع: اسماعیل بن حماد بن حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہماری رہائش گاہ کے پاس ایک چکی والا رافضی رہا کرتا تھا۔ اس کی ملکیت میں دو خچر ہوا کرتے تھے۔ اس رافضی نے ایک خچر کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا ہوا تھا۔ سو چند روز بعد رافضی نے ان میں سے ایک خچر کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ تو میرے دادا جان (حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ) کو اس بات کا علم ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ تم لوگ جا کر یہ دیکھو کہ جس خچر کو اس شخص نے نیزہ سے ہلاک کیا ہے اس کا نام عمر ہی ہوگا۔ سو افراد نے جا کر دیکھا تو وہی نتیجہ نکلا جو حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمادیا تھا۔ ہلاک ہونے والا خچر عمر نامی ہی تھا۔

ایسے ہی "الکامل لابن عدی فی ترجمۃ خالد بن یزید العمری المکی" میں تذکرہ ہے "سفیان بن ابان نے کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ایک دفعہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری کرنے کی غرض سے خچر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ بدکنے لگا حضور جانِ کائنات، فخرِ موجودات، صاحبِ معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باز کرلیا اور ایک شخص کو فرمان دیا کہ وہ اس (خچر) پر "قل اعوذ برب الفلق" پڑھ لے۔ پھر خچر بہتر ہو گیا۔

(انشاء اللہ بہت جلد اس حدیث پاک کا ذکر "الدابۃ" کے موضوع میں بھی ہوگا)

ایسے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس شخص کے تین فرزند ہوں اور اس شخص نے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو وہ بہت بے وفائی کرنے والا ہے اور جس وقت تم اس کا نام محمد رکھو تو اس کے لئے مغلظات نہ کہو، اسے برا بھلا نہ کہو اور نہ ہی اس کو مارو بلکہ اس کیساتھ عزت وکرامت اور بزرگی ونیکی کا برتاؤ روا رکھو۔" (الحدیث) (تاریخ بغداد، جلد 3 صفحہ 305)

نفع: ابوداؤد اور نسائی میں تذکرہ ہے "عبداللہ بن زریر الغافقی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں نے حضور مکی مدنی سرکار، سرکارِ ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خچر کو تحفے کے طور پر پیش کیا تو حضور شافعِ محشر، سراجِ منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ لوگ کہنے لگے کہ اگر ہم گدھے کو گھوڑی سے ملائیں تو ہم کو بھی فائدہ حاصل ہو جائے گا حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ یہ امر محض وہی سرانجام دیں گے جن کو علم نہیں ہے۔" (الحدیث)

ابن حبان کا کہنا ہے کہ "لا یعلمون" (علم نہیں ہے) سے مراد اس امر سے منع کرنا ہے۔ خطابی نے اسی سے مشابہت رکھتے ہوئے مفہوم بیان کئے ہیں کہ اگر گدھے کو گھوڑی سے ملائیں تو گھوڑے کے فائدے ختم ہو جائیں گے، یہ تعداد میں کم رہ

جائیں گے جبکہ لوگ گھوڑے کو دوسری حاجتوں کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ گھوڑوں پر سواری کر کے دشمنوں سے اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور غنیمت کا مال حاصل کرتے ہیں۔

گھوڑے کے فضائل: گھوڑے کے گوشت کو تناول کیا جا سکتا ہے اور غنیمت کے سامان پر جتنا حصہ جنگ کرنے والے کا ہوتا ہے اتنا ہی حصہ گھوڑے کا بھی ہوتا ہے اور یہ ساری فضیلتیں خچر میں موجود نہیں ہوتیں۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لئے اپنی پسندیدگی ظاہر کی ہے اور حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہاں تھے کہ گھوڑوں کی تعداد بڑھے اور ان کی نسل چلتی رہے کیونکہ گھوڑوں میں فائدہ اور بھلائی و برکت پائی جاتی ہے۔ جس وقت گھوڑا' گدھی سے جفتی کرے تو اس صورت میں نہی کا شک ہے۔ علاوہ ازیں اس کے کہ کوئی یہ بیان دے کہ حدیث پاک کا مقصود گھوڑے کی قسموں کو گدھے کی نسل سے حفاظت میں رکھنا ہے اور ان دونوں کے میل کی ناپسندیدگی سامنے ہے تا کہ دو متضاد حیوانات کی اقسام سے کسی مرکب نسل کی تیاری نہ ہو جائے۔ اسی بناء پر دو اقسام کے ملاپ سے وجود میں آنے والے حیوان عموماً باغی اور خباثت لئے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بھیڑیے کا طفل بجو یا لگڑ بگڑ سے پیدا ہوا کرتا ہے اور کتے کا مادہ بھیڑ سے پیدا شدہ طفل وغیرہ۔

خچر کے فائدے: خچر ایک بانجھ حیوان ہوا کرتا ہے اس کی نسل نہیں چلا کرتی۔ خچر میں نہ تو ہوشیاری ہوتی ہے اور نہ ہی بالکل سادہ ہوتا ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ بات بہتر نہیں لگتی کیونکہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

"وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً" (سورۃ النحل' 8)

(اور اس نے گھوڑوں اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری حیات کی رونق بن جائیں)۔

لہٰذا اللہ پاک نے خچروں کا ان کے خاص اسم سے تذکرہ کر کے احسان جتایا ہے جیسا کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرح کی سواری کا تذکرہ فرما کر انسانوں پر احسان جتایا ہے اور ان کے فوائد بھی بیان کئے ہیں۔ اس لئے کہ جو اشیاء پسند نہ کی گئی ہوں اور برائی کے لائق ہوں ان کی صفت نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان پر سوار ہوا جاتا ہے اور نہ ہی ان اشیاء کے حوالے سے کسی پر احسان جتایا جاتا ہے جبکہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سواری کر رکھی ہے۔ سو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر دونوں کیفیات میں خچر پر سوار ہوئے ہیں۔ پس اگر خچر کو پسند نہ کیا گیا ہوتا تو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اطلاق سواری کے لئے نہ فرماتے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "بنی بنجار" کے گلشن میں اپنے خچر پر سواری کرتے ہوئے جا رہے تھے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ تھے کہ خچر ایک دم ہی چونک گیا۔ سو ہم کو اندیشے کا احساس ہوا کہ کہیں وہ خچر حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے نہ گرا دے' ادھر چار' پانچ یا چھ قبور موجود تھیں۔ حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں میں سے کسی کو علم

ہے کہ یہ کس شخص کی گور ہے؟ ایک آدمی جواب میں بولا کہ جی مجھ کو علم ہے۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کی موت کب ہوئی تھی؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اس شخص کی وفات شرک کی کیفیت میں ہوئی تھی حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ افراد عذاب قبر میں گرفتار ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ظاہر نہ کرتے تو میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوتا کہ جیسے میں قبر کے عذاب کو سماعت کر رہا ہوں، تم لوگوں کو بھی سماعت کروائے

اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور ہماری جانب کیا اور فرمایا کہ اللہ پاک سے قبر کے عذاب کی امانت طلب کرو سو ہم بولے کہ ہم قبر کے عذاب سے اللہ پاک کی امان طلب کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ کی امان طلب کرو ہم بولے کہ ہم سب دوزخ کے عذاب سے اللہ کی امان طلب کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ نمایاں اور پوشیدہ فتنہ وفساد سے اللہ پاک کی امان طلب کرو ہم کہنے لگے کہ ہم نمایاں اور پوشیدہ فتنہ وفساد سے اللہ کی امان مانگتے ہیں۔ اس کے بعد حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ تم لوگ دجال کے فتنے سے اللہ عزوجل کی امانت طلب کرو۔ ہم سب کہنے لگے کہ ہم دجال سے اللہ عزوجل کی امان مانگتے ہیں۔

(رواہ مسلم)

دوئم نفع: جس خچر پر حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوا کرتے تھے اس کا اسم ''دلدل'' ہوا کرتا تھا اور یہ مادہ ہوا کرتی تھی جس طرح کہ ابن صلاح وغیرہ نے بھی اس کی حمایت کی ہے...... یہ خچر حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حیات رہی۔ اس کے علاوہ ضعیف ہونے کے بعد اس کے دانت گر گئے تھے۔ سو اس کو ''جو'' موٹا موٹا کوٹ کر تناول کرواتے تھے حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس خچر کی بقیع غرقد (قبرستان) کے نزدیک وفات ہوگئی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ خچر کالے رنگ کی ہوا کرتی تھی۔
حافظ قطب الدین، شرح جامع کبیر سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی نے خچر پر سواری کرنے کی قسم کھائی اور اس کے بعد وہ شخص مادہ یا نر خچر پر بیٹھ گیا تو پھر وہ شخص حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ حروف بغل (خچر) اسم جنس کہلاتا ہے اور یہ مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے۔ ہو بہو یہی معاملہ خچر کا بھی ہے۔

''البغلة'' اس میں جو ہاء موجود ہے وہ فردوں کے لئے ہے اور یہ مذکر مؤنث دونوں کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ ''جرادة'' اور ''تمرة'' (ٹڈی، کھجور) میں ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ''البغلة'' (مؤنث خچر) پر سواری نہ کرنے کا حلف اٹھا لے اور پھر وہ مذکر یا مؤنث خچر پر سواری کر لے تو وہ بھی حانث ہو جائے گا۔ محدثین کا اس قول پر اتفاق رائے ہے کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر نہ نر تھا اور نہ مادہ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور پانچ خچروں کو تیار کیا گیا۔

حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ غزوۂ حنین کے ذکر میں آیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے خچر پر تشریف فرما ہوئے اور ایک ہتھیلی میں خاک اٹھائی تھی جس کو کافروں کے منہ پر ''شاھت الوجوہ'' (کفر کرنے والوں کے مکھڑے کریہہ صورت ہو جائیں) پڑھ کر پھونک دی تھی۔ سو سفر کرنے والوں کی فوج کو بہت بری ہار کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ارض سے خاک اٹھانے کا عزم کیا تو (مؤنث) خچر نے اپنے پیٹ والے عضو کو ارض سے لگایا تھا جس سے حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کو ہتھیلی میں بھر لیا تھا اس کے بعد وہ خچر اٹھ کھڑی ہوئی اس خچر کا اسم ''بیضا'' ہوا کرتا تھا۔ اس خچر کو فروہ بن نعامہ نے حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفے کے طور پر حاضر کیا تھا۔

معجم طبرانی میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس لمحے غزوۂ حنین میں مومنوں کو ناکامی ہونے لگی تو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ابلغ (کالی وسفید) مؤنث خچر پر تشریف فرما تھے جس کو ''دلدل'' کہتے تھے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ''دلدل'' کو فرمان دیا کہ جھکو ''دلدل'' نے اپنے پیٹ کو ارض سے لگایا حتیٰ کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو بھر خاک اٹھائی اس کے بعد اس خاک کو کافروں کے چہروں کی جانب اچھال دیا اور فرمایا کہ کافروں کو فلاح نہیں مل سکتی پس کافروں کو ہار کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت امام راوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جبکہ نہ ہم لوگوں نے تیر برسائے اور نہ ہی شمشیر سے وار کیا (الحدیث)

''حضرت شیبہ بن عثمان نے کہا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے بعد اپنے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ کو مکہ معظمہ سے ایک مٹھی خاک اٹھا دیں' اللہ پاک نے حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (مؤنث) خچر کو سمجھا دیا تو وہ بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس نے اپنے سینے کو ارض کے ساتھ ملایا حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصباء سے خاک اٹھائی اور کافروں کے چہروں کی جانب اچھال دی اور فرمایا ''شاھت الوجوہ'' (کافروں کے چہرے بدشکل ہو جائیں) وہ فلاح نہیں پا سکتے۔ (معجم طبرانی)

اختتام: حضرت خزیمہ بن اوس نے کہا ہے کہ میں حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے ہجرت کر کے کہیں اور چلا گیا۔ سو میں تبوک سے واپس لوٹا تو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہو کر اسلام سے فیض یاب ہوا۔ اس لمحے میں نے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا کہ یہ حیرہ کا مقام ہے جو مجھ پر پیش ہو گا اور عنقریب تم اس میں فتح کے جھنڈے گاڑو گے اور ادھر شیماء بنت نفیل ایزدی جو کالی وسفید (مؤنث) خچر پر کالی چادر اوڑھے ہوئے سواری کر رہی ہے میں بولا یا رسول اللہ! اگر ہم مقام حیرہ میں داخل ہو گئے اور ہم نے شیماء کو اس کیفیت میں پایا تو پھر وہ میری ہو گی۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تیری ہو جائے گی۔ سو ہم

خالد بن ولید کے ہمراہ حیرہ کا عزم کر کے چل پڑے۔ سو جس وقت ہم حیرہ میں داخل ہوئے تو سب سے اول ہمارا میل شیماء بنت نفیل سے ہوا۔ اس کو ہم نے بالکل اسی کیفیت میں دیکھا جیسا کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا تھا کہ شیماء اہلغ (مؤنث) خچر پر سیاہ چادر اوڑھے ہوئے سواری کر رہی ہے' میں شیماء بنت نفیل سے جا لپٹا اور کہنے لگا کہ حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مجھے خیرات کر دیا ہے حضرت خالد بن ولید نے میرے سے استدلال کے لئے کہا۔ تو میں نے استدلال سے یہ بات ثابت کر دی تو حضرت خالد بن ولید نے شیماء بنت نفیل کو میرے سپرد کر دیا۔ سو کچھ لمحوں بعد شیماء بنت نفیل کا برادر عبدالمسیح آ گیا اور بولا کہ کیا تم میری ہمشیرہ کو مجھے ہی بیچ سکتے ہو؟ میں بولا جی۔ عبدالمسیح بولا کہ تم جو بھی خواہش کرو اس کی قیمت طلب کرو۔ میں بولا بخدا! میں اس کو ایک ہزار دراہم سے تھوڑے میں نہیں بیچوں گا' عبدالمسیح نے مجھ کو ایک ہزار دراہم ادا کئے۔ بہر حال وہ میرے سے مخاطب ہو کر بولا کہ اگر تم اس لمحے میرے سے ایک لاکھ دراہم بھی مانگتے تو اس لمحے میں ان کی ادائیگی کرنے پر عاجز تھا۔ میں کہنے لگا کہ ایک ہزار درہم سے زیادہ نہیں مانگ سکتا تھا۔ طبرانی کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس بات کے ضامن محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔

(رواہ الطبرانی وابو نعیم من طرق صحیحہ)

شرعی حکم: گھریلو گدھے اور گھوڑے کے ملاپ سے جس حیوان کی پیدائش ہو وہ حرام ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ہم نے غزوۂ حنین کے روز خچروں' گدھوں اور گھوڑوں کو نحر کیا تو حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو گدھوں اور خچروں سے روک دیا اور گھوڑوں کی ممانعت فرمائی۔" (الحدیث)

خچر کے حرام ہونے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خچر دو حیوانات ایک حلال اور دوسرے حرام کے ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔ اس بناء پر اس کے حرام ہونے کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ خچر کی گدھے اور گھوڑے کے ملنے سے پیدائش ہوا کرتی ہے۔

ابو واقد سے روایت کیا گیا ہے کہ اکثر افراد کے خچروں کی موت واقع ہو گئی اور ان کے پاس تناول کرنے کے لئے ان کے سوا دوسری کوئی شے نہ تھی تو وہ افراد حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد کو خچر کا گوشت تناول کرنے کی منظوری دے دی۔ (رواہ البزار باسناد صحیح)

یہ حدیث اس بات پر گمان ہو گی کہ وہ افراد بے چینی کی کیفیت میں تھے اور ان کو اتنی بھوک کا احساس تھا کہ ان کو مر جانے کا اندیشہ لگ رہا تھا۔ اس بناء پر حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرے ہوئے خچر کا گوشت تناول کرنے کی منظوری دے دی۔

فرع: جس وقت کوئی زید کے فوت ہونے کے بعد (مؤنث) خچر دینے کی وصیت دے تو اس وصیت میں بیل کی شمولیت نہیں ہوتی مگر جو خچر کی وصیت دی تو (مؤنث) خچر کا شمار وصیت میں ہو گا۔ اس کے علاوہ "البغلۃ" میں ہاء ایک ہونے (واحد) کے لئے ہے جس طرح کہ "ثمرۃ" اور "زبیبۃ" میں "تاء" واحد کے لئے ہے' جمع یا مؤنث کے لئے نہیں ہے۔

مثالیں: 1- خچر سے پوچھا گیا کہ تیرا والد کون ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ گھوڑا میری والدہ کا بھائی ہے۔ یہ مثل اس آدمی کے لئے مستعمل ہوتی ہے جو اپنے کام میں غلط مشورہ اور فتنہ رکھا کرتا ہو۔

2-"فلان اعقر من البغل" فلاں خچر سے بھی زیادہ بانجھ ہوا کرتا ہے۔

3-"فلان اعقم من بغلة" فلاں خچر سے بھی زیادہ بانجھ ہے۔

4-"هو اعيب من بغلة ابی دلامة" وہ (آدمی) ابودلامہ کے خچر سے بھی زیادہ باعیب ہے۔

ابودلامہ کا اسم زند بن جون کوفی ہے جو بہت کالا اور بنواسد کا ملازم تھا۔ ابودلامہ کے کئی دل لبھانے والے قصے مشہور ہیں۔ مثال کے طور پر ابودلامہ کے فرزند کو بخار آ گیا تو اس نے ایک طبیب کو منتخب رقم پر دوا دارو کے لئے طلب کیا۔ سو جس وقت ابودلامہ کا فرزند صحت یاب ہو گیا تو وہ بولا کہ بخدا! میرے پاس تمہیں ادا کرنے کے لئے کوئی رقم نہیں ہے۔ مگر میں تم کو ایک رائے دیتا ہوں وہ یہ کہ فلاں یہودی شخص بہت دولت مند ہے تم اس کے برخلاف رقم وصولنے کا دعویٰ کر دو۔ میں اور میرا بیٹا دونوں تمہاری جانب سے شہادت دیں گے۔ سو وہ ڈاکٹر قاضی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی خدمت میں جا کر دعویدار ٹھہرا۔ یہودی شخص کو بلایا گیا تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ قاضی ابن لیلیٰ کہنے لگے کہ کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ ڈاکٹر بولا کہ جی ہاں ہے۔ قاضی نے حکم دیا کہ اس گواہ کو حاضر کرو۔ سو ابودلامہ کی یہ شعر پڑھتے ہوئے آمد ہوئی اس عالم میں قاضی ابن ابی لیلیٰ اس شاعری کو بغور سن رہے تھے:

ان الناس اغطونی تغطیت عنهم وان بحثوا عنی ففیهم مباحث

"بے شک افراد نے مجھ کو چھپا دیا ہے تو میں بھی ان سے پوشیدہ ہو گیا ہوں اور اگر انہوں نے میرے بارے میں ثبوت کیا تو میں بھی ان کے بارے میں ثبوت کروں گا۔"

وان نبثوا بئری نبثت بئارهم لیعلم قوم کیف تلك النبائث

"اور اگر وہ میرے کنویں کی کھدائی کر کے خاک نکالنے کی کاوش کریں گے تو میں بھی ان کے کنوؤں سے خاک پر آمد کروں گا تا کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ وہ خارج کی ہوئی خاک کیسی ہے۔"

سو جس وقت ابودلامہ اور ان کے فرزند دونوں نے شہادت دی تو قاضی کہنے لگے کہ تم دونوں کی شہادت کو قبولیت بخشی گئی ہے اور تم لوگوں کی بات چیت سماعت کر لی گئی ہے۔ سو قاضی نے ڈاکٹر کو اپنے مال سے ادائیگی کی۔ گویا کہ قاضی نے دونوں اصلاحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھا برتاؤ اختیار کیا۔

اسی جیسا ایک قصہ اور بھی ہے کہ ایک دفعہ ابودلامہ' قاضی عافیہ بن یزید کے ایک شخص پر مقدمہ کا اندراج کرنے کے لئے گیا اور یہ شعر بولے:

لقد خاصمتی غواة الرجال وخاصمتهم سنة وافیه

"بلاشبہ شرارتی لوگوں نے میرے سے لڑائی کی اور میں بھی لگاتار ان سے ایک برس تک لڑائی کرتا رہا۔"

فما أدحض الله لي حجة ❊ وما خيب الله لي قافية

''سو اللہ پاک نے میرے کسی استدلال کو غلط ثابت نہیں کیا اور نہ ہی اللہ پاک نے مجھ کو کسی شعر میں ناکامی دی۔''

فمن كنت من جوره خائفا ❊ فلست اخافك يا عافية

''پس وہ کون ہے جس کے ستم سے میں خوفزدہ ہوں اور اے عافیہ میں تیرے ڈر سے ڈرا ہوا نہیں ہوں۔''

سو عافیہ کہنے لگا کہ میں خلیفہ سے لازمی تیری شکایت کروں گا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ کس لئے شکایت کریں گے۔ قاضی عافیہ نے جواب دیا کہ کیونکہ تو نے میری برائی بیان کی ہے۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ اگر آپ نے میری شکایت لگائی تو خلیفہ آپ کو برطرف کر دیں گے۔ قاضی نے پوچھا کہ کیوں برطرف کریں گے؟ ابودلامہ نے جواب دیا کہ وہ اس بناء پر کہ آپ کو برائی اور تعریف میں تضاد کا علم نہیں ہے۔

حضرت امام ابوالفرج بن الجوزی نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ابودلامہ، امیر المومنین مہدی کی مجلس میں پیش ہوا۔ ابودلامہ نے امیر المومنین مہدی کو اتنا زبردست قصیدہ سماعت کرایا کہ خلیفہ کہنے لگے ''ابودلامہ مانگ تیری کیا ضرورت ہے؟ ابودلامہ بولے کہ اے خلیفہ مجھ کو کتا دے دیں۔ سو امیر المومنین مہدی طیش میں آ گئے اور فرمایا کہ میں تم کو کہہ رہا ہوں کہ کوئی ضروری شے طلب کرو مگر تم کتا مانگ رہے ہو۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ اے خلیفہ ضرورت مجھے ہے یا پھر آپ کو؟ امیر المومنین نے جواب دیا کہ نہیں تمہیں ضرورت ہے۔ ابودلامہ بولے کہ میں شکار کرنے کے لئے آپ سے ایک کتا مانگتا ہوں۔ سو خلیفہ مہدی نے ان کو کتا دینے کا فرمان دیا۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ اے خلیفہ میں شکار کرنے کی غرض سے جانے والا ہوں تو کیا ننگے پیروں سے شکار کروں گا؟ اس لئے مجھے کوئی سواری بھی دیں۔ خلیفہ مہدی نے ابودلامہ کو سواری کرنے کے لئے ایک حیوان دینے کا بھی فرمان دے دیا۔ پھر ابودلامہ بولے کہ اے خلیفہ اس حیوان کی نگہبانی کون شخص کرے گا؟ خلیفہ مہدی نے ان کو ایک خادم دینے کا فرمان دیا۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ اے خلیفہ جس وقت میں شکار سے واپس لوٹوں گا تو پھر اس کو کون پکا کر تیار کرے گا۔ خلیفہ نے ابودلامہ کو ایک باندی دینے کا فرمان دیا۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ یہ سارے کس جگہ شب بسر کریں گے۔ خلیفہ نے ان کو ایک رہائش گاہ فراہم کرنے کا فرمان دیا۔ ابودلامہ پھر کہنے لگے کہ اے خلیفہ مجھ پر گھر والوں کے ایک گروہ کا وزن ہے میں سب کو کدھر سے کھلاؤں گا؟ خلیفہ بولے کہ میں تم کو ایک ہزار جریب آباد یا گنجان ارض دینے کا فرمان دیتا ہوں۔ ابودلامہ کہنے لگے کہ عامر (آباد) کے بارے میں تو میں علم رکھتا ہوں مگر ''غامر'' کا کیا مفہوم ہے؟ امیر المومنین نے جواب دیا کہ جس ارض پر آبادی نہ ہو۔ ابودلامہ کہنے لگے اے خلیفہ میں آپ کو جریب کھیتی باڑی کے قابل ارض دے دیں۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ کدھر سے تم کو زمین دوں؟ ابودلامہ کہنے لگے کہ بیت المال سے۔ خلیفہ مہدی نے فرمان دیا کہ ابودلامہ سے سارا سامان واپس لے کر ان کو ایک جریب کھیتی باڑی کے قابل زمین دے دو۔ ابودلامہ بولے کہ اے خلیفہ اگر آپ عطا کیا ہوا سامان واپس لے لیں تو سارا کچھ غیر آباد ہی ہو جائے گا' خلیفہ مہدی ہنسنے لگے اور سامان واپس کر کے ابودلامہ کو رضامند کر دیا۔

حضرت امام ابوالفرج بن الجوزی محمد بن اسحٰق السراج کی نسبت سے ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ داؤد بن رشید نے بیان

کیا ہے کہ میں نے ایک دفعہ ہشیم بن عدی سے پوچھا کہ آپ یہ بتائیں کہ امیر المومنین خلیفہ مہدی نے سعید بن عبدالرحمٰن کو قاضی کیوں منتخب کیا تھا اور اتنی اہمیت کے حامل عہدے کو ان کے حوالے کیوں کیا تھا۔ ہشیم بن عدی نے جواب دیا کہ یہ واقعہ بہت خوشنما ہے۔ اگر تم غور سے سماعت کرنے کے خواہاں ہو تو میں تم کو تفصیلاً اس سے آگاہ کر سکتا ہوں۔ داؤد بن رشید بولے کہ میں لازمی دل لگا کر سماعت کروں گا۔ ہشیم کہنے لگے کہ اب دھیان سے سماعت کرو۔ جس وقت مہدی کو خلیفہ کے عہدے پر فائز کیا گیا تو یکا یک سعید بن عبدالرحمٰن' ربیع دربان کے قریب آئے اور بولے کہ میں خلیفہ مہدی سے ملاقات کا خواہاں ہوں' آپ میرے لئے منظوری کی درخواست کریں۔ ربیع نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ کو ان سے کیا حاجت ہے؟ سعید بن عبدالرحمٰن بولے کہ میں نے خلیفہ مہدی کے بارے میں بہت پیارا خواب دیکھا ہے۔ پس میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنا یہ خواب ان کو سناؤں۔ ربیع دربان سعید بن عبدالرحمٰن سے کہنے لگا کہ لوگوں کو خود جو خواب دکھائی دیتے ہیں' وہ ان کو سچا نہیں مانا کرتے تو پھر کسی دوسرے کے خواب کو کیونکر سچ مانیں گے۔ پس تم کوئی اور راہ اختیار کرو جو کہ تمہارے لئے بہتر اثر انداز ہو۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے دربان کو یہ بات کہی کہ اگر تو نے میری خبر خلیفہ کو نہ دی تو میں کسی اور سے کہہ کر پہنچاؤں گا اور ان سے یہ بھی کہوں گا کہ میں نے ان سے منظوری مانگی تھی مگر انہوں نے منظوری نہیں دی لہٰذا دربان ربیع خلیفہ مہدی کے پاس جا کر بولا کہ بے شک آپ نے عوام کو حرص و طمع میں ڈال رکھا ہے حتیٰ کہ لوگ مختلف بہانے بنا کر آجاتے ہیں' خلیفہ مہدی ربیع سے کہنے لگے کہ شہنشاہوں کے ایسے ہی طور ہوا کرتے ہیں۔ دربان کہنے لگا کہ ایک آدمی دروازے پر منتظر ہے' وہ کہتا ہے کہ اس نے خلیفہ کے بارے میں ایک سپنا دیکھا ہے اور وہ اس بات کا خواہاں ہے کہ وہ آپ کو خود اپنا سپنا سنائے۔ مہدی کہنے لگے کہ تیرا بیڑا غرق ہو۔ بخدا! مجھے جو بھی خواب دکھائی دیتا ہے وہ درست نہیں ہوا کرتا۔ غالباً وہ آدمی جو خواب دکھائی دینے کا دعویٰ کر رہا ہے ممکن ہے کہ اس نے خود سے کوئی کہانی بنالی ہو۔ ربیع نے کہا ہے کہ میں نے قلب میں تصور کیا کہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ کے حضور اس آدمی کے خواب کو نہ مانا جائے سو خلیفہ مہدی نے اس فرد کو پیش کرنے کا فرمان دیا۔ ربیع دربان نے اس فرد سعید بن عبدالرحمٰن کو حاضر کیا۔ سعید بن عبدالرحمٰن حسین' دبدبہ والے' ظاہری طور پر دولت مند' لمبی داڑھی والے اور خوش بیان شخص تھے' خلیفہ مہدی ان سے کہنے لگے کہ تمہیں کیا خواب دکھائی دیا ہے؟ اللہ پاک تم کو اپنی برکات سے نوازے۔ سعید بن عبدالرحمٰن بتانے لگے کہ اے خلیفہ! مجھے خواب میں دکھائی دیا ہے کہ ایک آدمی کی میرے پاس آمد ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ تم خلیفہ کو اس بات کی اطلاع دو کہ وہ تیس برس تک خلافت کے عہدے پر براجمان رہیں گے اور اس خواب کی سچائی کو وہ خواب ثابت کرے گا جس کو آپ [illegible]ب میں دیکھیں گے۔ وہ خواب یہ ہے کہ آپ ایک یاقوت کو دو سے تبدیل کریں گے اور اس سے تیس یاقوت وجود میں آئیں گے اور وہ آپ کو مل جائیں گے۔ خلیفہ مہدی کہنے لگے کہ تم کو بہت پیارا خواب دکھائی دیا ہے۔ اگر آنے والی شب میں مجھ کو یہ خواب دکھائی دیا تو میری آزمائش ہو جائے گی۔ اگر حقیقت میں تمہارے قول کی مناسبت سے خواب دکھائی دیا تو میں تم کو تمہارا منہ مانگا انعام دوں گا مگر جو تمہارے قول کی مناسبت سے خواب دکھائی نہ دیا تو میں تمہیں سزا ضرور دلواؤں گا کیونکہ خواب کبھی بلاشبہ منظر کشی ہوا کرتا ہے اور اکثر کچھ تغیر و تبدیل سے دکھائی دیا کرتا ہے۔ سعید بن عبدالرحمٰن بولے کہ اے خلیفہ! میں اس لمحے تک کیا کروں جس لمحے

میں اپنے خاندان میں واپس لوٹوں گا تو ان کو یہ خبر دوں گا کہ میں خلیفہ کی مجلس میں پیش ہوا تھا۔ اس کے بعد ادھر سے خالی ہاتھ واپس لوٹا ہوں۔ خلیفہ مہدی نے فرمایا بہرحال ہم کیا کریں؟ سعید بن عبدالرحمٰن کہنے لگے اے خلیفہ! اس معاملے میں تیزی کریں جس کی میں خواہش کرتا ہوں اور اے خلیفہ! میں کہتا ہوں کہ اگر یہ خواب درست ثابت نہ ہوا تو میری زوجہ کو طلاق ہے۔ خلیفہ مہدی نے سعید بن عبدالرحمٰن کو دس ہزار دراہم دینے کا فرمان دیا اور یہ بھی فرمان دیا کہ انعام کی ادائیگی کے لیے ان سے ضمانت بھی لی جائے۔ سو سعید بن عبدالرحمٰن نے خلیفہ کی جانب نگاہ کی تو ان کے قریب ایک حسین ملازم کو کھڑا دیکھا۔ سعید بن عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ یہ ملازم میرے سے ضمانت لے گا۔ خلیفہ مہدی نے ملازم سے دریافت کیا کہ کیا تم سعید بن عبدالرحمٰن کی ضمانت لو گے؟ یہ سماعت کر کے ملازم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ شرمسار ہوا تھا اور بولا کہ ہاں میں ان کی ضمانت لے لیتا ہوں۔ سو سعید بن عبدالرحمٰن رقم لے کر چلے گئے۔ جس وقت شب ہوئی تو خلیفہ کو ہو بہو ویسا ہی خواب دکھائی دیا جس طرح کہ سعید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا تھا۔ صبح طلوع ہوتے ہی سعید بن عبدالرحمٰن دروازے پر آئے اور اندر آنے کی منظوری مانگی تو ان کو اندر جانے کی منظوری دے دی گئی۔ خلیفہ مہدی سعید بن عبدالرحمٰن کو دیکھتے ہی مخاطب ہوئے کہ خواب دکھائی دینے کے بارے میں جو کچھ تم نے دعویٰ کیا تھا وہ کدھر پورا ہوا۔ سعید بن عبدالرحمٰن کہنے لگا اے خلیفہ! کیا آپ کو خواب دکھائی نہیں دیا اور یہ کہتے ہوئے ان کی زبان لڑکھڑا گئی۔ سعید بن عبدالرحمٰن بولے کہ اگر آپ کو خواب دکھائی نہیں دیا تو میری زوجہ کو طلاق ہے۔ خلیفہ مہدی نے فرمایا تیرا بیڑہ غرق ہو کس نے تم کو طلاق دینے پر عاجز کیا ہے؟ سعید بن عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ میں اپنی صداقت پر طلاق کا حلف اٹھا رہا ہوں' خلیفہ مہدی کہنے لگے بخدا! میں نے ہو بہو وہی خواب دیکھا ہے جیسا تم نے بیان کیا تھا۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور بولے اے خلیفہ! جو عہد آپ نے میرے ساتھ کیا تھا' اس کو پورا کریں خلیفہ مہدی کہنے لگے کہ تیرے ساتھ کیا ہوا عہد عزت و کرم سے ایفاء ہو گا۔ اس کے بعد خلیفہ مہدی نے تین ہزار اشرفیاں' دس تخت پوش اور تین اپنی ذاتی سواریاں انعام کے طور پر سعید بن عبدالرحمٰن کو دے دیں۔ اکثر مؤرخین تین بالغ خچر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سعید بن عبدالرحمٰن یہ انعام لے کر واپس لوٹنے لگے تو سعید کے قریب وہ ملازم آیا جس نے اس کی ضمانت دی تھی۔ ملازم کہنے لگے کہ میں تم کو معبود برحق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو خواب تم نے بیان کیا تھا وہ سچ ہے یا نہیں؟ سعید بن عبدالرحمٰن بولے کہ بخدا! کچھ بھی سچ نہیں ہے۔ ملازم کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ جیسا آپ نے خلیفہ کو بتایا تھا ویسا ہی خواب ان کو دکھائی دیا۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے بتایا کہ ایسے اقوال بزرگوں کی خرق عادتوں میں سے ہیں جن کی مثل تیرے پاس نہیں۔ سو جس وقت میں نے خلیفہ سے خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے سوچ بچار کی۔ ان کو یہ بات انوکھی لگی حتیٰ کہ ان کے قلب میں یہ بات پکی ہو گئی۔ پھر سوچ بچار کرتے ہوئے وہ محو خواب ہو گئے۔ سو جو بات ان کے دماغ میں موجود تھی' اس کو انہوں نے خواب میں دیکھا پس ملازم کہنے لگا کہ جو طلاق کی قسم آپ نے اٹھائی ہے وہ کیا ماجرا ہے؟ سعید بن عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ میں نے محض ایک ہی طلاق کا سوچا تھا' ابھی مجھ کو دو باقی طلاقوں کے بارے میں مکمل اختیار ہے۔ بہرحال اس کے بدلے میں مہر کی رقم میں دس ہزار دراہم مزید شامل کر دوں گا۔ اس لئے کہ طلاق کی قسم کے بدلے دس ہزار دراہم' تین ہزار اشرفیاں اور دس مختلف تخت پوش اور تین سواریاں مل چکی ہیں' ملازم متعجب

ہو گیا۔ سعید بن عبدالرحمٰن ملازم سے کہنے لگے کہ بخدا! میں نے تم کو درست بات بتائی ہے کیونکہ تم میرے ضمانتی بنے تھے۔ پس اب تم اس کو راز ہی رہنے دینا۔ سو ملازم نے اسی طرح ہی کیا۔ اس کے بعد امیر المومنین خلیفہ مہدی نے سعید بن عبدالرحمٰن کو اپنا قاضی منتخب کر لیا اور وہ خلیفہ مہدی کے قاضی بن گئے۔ سعید بن عبدالرحمٰن خلیفہ مہدی کے انتقال تک عہدۂ قضا پر براجمان رہے۔ حضرت امام ابوالفرج بن الجوزی نے فرمایا ہے کہ ہم نے یہ واقعہ ایسے ہی سماعت کیا ہے مگر مجھ کو اس کی صداقت پر شبہ ہے کیونکہ قاضیوں سے ایسی باتیں ممکن ہیں۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سعید بن عبدالرحمٰن کی اس داستان کے بارے میں حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ سعید بن عبدالرحمٰن معتبر شخص تھے۔ پس اس قصے کا بہتان ہشیم بن عدی پر آتا ہے۔ یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ہشیم معتبر شخص نہیں تھے ان کو جھوٹ بولنے کی عادت ہوا کرتی تھی۔

علی بن مدینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کی باتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔ ابوداؤد عجلی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ہشیم غلط بیانی کرنے والے شخص ہوا کرتے تھے۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کے مطابق ہشیم کمینہ شخص تھا جو کہ ظاہر ہو گیا تھا۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ہشیم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

ایک اور داستان میں خچر کا ذکر: اکثر مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک فوجی علاقہ شام میں ایک بستی کی طرف محو سفر تھا۔ سو جس وقت وہ کچھ فرسخ کی راہ طے کر چکا تو تھکن اس پر غالب آ گئی۔ اس کے پاس سواری کے طور پر ایک (مؤنث) خچر تھی جس کے اوپر سفر کا ساز و سامان رکھا ہوا تھا' شام ہو رہی تھی۔ اسے ایک بہت بڑا گرجا گھر دکھائی دیا۔ جس میں ایک پادری بھی موجود تھا۔ سو پادری نے اس سفر کرنے والے سپاہی کو خوش آمدید کہا اور اس سے شب بسر کرنے کے بارے میں دریافت کیا تاکہ وہ کسی کو کہہ کر اس کی مہمان نوازی کا بندوبست کر پائے۔ سو اس سپاہی نے شب گرجا میں بسر کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ سپاہی نے کہا ہے کہ جس وقت میں گرجے میں گیا تو ادھر اس پادری کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہ تھا لہٰذا پادری میری (مذکر) خچر کو ایک جانب لے جا کر باندھنے لگا اور پھر اس کو چارہ ڈالا۔ اس کے علاوہ میرے مال و اسباب کو ایک کمرے میں رکھا۔ پادری گرم پانی لے کر آیا اس لئے کہ شدید سردی اور برف باری کا موسم ان دنوں زوروں پر تھا۔ پھر اس نے لکڑیاں جلائیں اور مجھے بہت اعلیٰ کھانا پیش کیا' سو میں نے کھانا کھایا۔ جس وقت ایک تہائی شب گزر گئی تو سونے سے پہلے میں نے پادری سے غسل خانے کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بتلایا کہ غسل خانہ چھت پر ہے اور مجھ کو اس کی راہ سمجھا دی۔ سو جس وقت میں رفع حاجت کے لئے چھت پر گیا اور غسل خانے کے دروازے میں گیا تو میری نگاہ ایک بڑے پتھر پر جو چٹان جیسا تھا پر پڑ گئی اور جونہی میں نے اس پتھر پر پاؤں رکھا تو گرجے سے باہر خالی میدان میں گر پڑا۔ گویا کہ پادری نے چٹان ایسے آویزاں کر رکھی تھی کہ اس پر ہلکا سا وزن پڑے تو فوری طور پر انسان نیچے گر جائے۔ سو جس وقت میں گر گیا تو میں نے چیخ و پکار شروع کر دی مگر پادری نے کوئی پیش قدمی نہ کی لہٰذا میں زخمی تو ہوا مگر ہڈی وغیرہ ٹوٹنے سے بچ گئی۔ سو برف باری کی بناء پر مجھ پر کپکپی طاری ہو

گئی۔ آخر کار برف سے بچاؤ کے لئے میں گرجے کے دروازے کی محراب میں جا کھڑا ہوا۔ اسی عالم میں چھت سے ایک بہت بھاری پتھر آ گرا۔ اگر وہ پتھر میرے اوپر گر جاتا تو میں مر جاتا۔ میں ادھر سے دوڑ آیا۔ وہ پادری میرے لئے مغلظات بکتا رہا جس سے میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ پادری کی چال ہے اور وہ مجھے مار کر میرا ساز وسامان لوٹنے کا خواہاں ہے۔ سو جس وقت میں محراب سے باہر نکلا تو برف برستے ہوئے ہی کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ میرا سارا جسم اور کپڑے گیلے ہو چکے تھے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اپنی جان بچانے کے لئے کوئی چارہ کرنا چاہئے نہیں تو سویرے تک میں مر جاؤں گا۔ سو میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ تین رطل بھاری پتھر تلاش کر کے کندھے پر اٹھا کر ادھر ادھر دوڑ لگاؤں لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے میرے بدن میں گرمی پیدا ہونے لگی۔ اس کے بعد میں نے پتھر اٹھا کر رکھا اور تھوڑی دیر کے لئے آرام کی غرض سے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد پھر ٹھنڈ کا احساس ہوا تو دوبارہ سے پتھر اٹھا کر دوڑنا شروع کر دیا۔ الغرض کہ سویرے تک اسی کام میں مصروفیت رہی۔ سو شمس طلوع ہونے سے قبل میں نے گرجا گھر کے دروازوں کے کھل جانے کی آواز سماعت کی تو میں نے دیکھا کہ پادری باہر نکل رہا ہے۔ پادری نے مجھ کو اس مقام پر ڈھونڈا جدھر میں شب میں چھت سے گر پڑا تھا۔ پادری کو میں ادھر نظر نہ آیا تو وہ بڑبڑاہٹ کرنے لگا کہ آخر وہ سفر کرنے والا آدمی کدھر چلا گیا۔ میں نے اس کی بات سماعت کر لی۔ سو پادری آگے چلا گیا اور میں چپکے سے اس کے عقب میں سے گرجے کے دروازے کی اوٹ میں چھپ گیا۔ پادری کچھ لمحوں تک مجھ کو ڈھونڈتا رہا اس کے بعد واپس لوٹا اور دروازہ بند کر دیا۔ پادری میری جانب آیا تو میں نے اس کو نیچے گرا کر اس کے سینے میں خنجر مار دیا اور اس کو قتل کر کے سکھ کا سانس لیا اور پھر میں گرجا کا دروازہ بند کر کے چھت پر آ گیا۔ چھت پر آگ جل رہی تھی۔ میں نے اس میں اور لکڑیاں ڈال دیں اور آگ کی گرمائش لے کر بدن کو خوب گرم کر لیا۔ پھر گیلے لباس کو اتارا اور اپنے سامان میں سے دوسرا لباس برآمد کر کے زیب تن کیا اور پادری کی چادر تان کر محو خواب ہو گیا۔ شب بھر جاگنے کی بناء پر مجھے بہت گہری نیند آئی حتیٰ کہ نماز عصر کے اوقات میں بیدار ہوا تو مجھ کو بھوک کا احساس ہوا سو میں گرجے میں گھومنے لگا۔ رسوئی میں سامانِ طعام موجود تھا۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا تناول کیا جس سے جسم میں تیزی اور طاقت پیدا ہو گئی اور مجھ کو وہیں پر گرجے کے دوسرے کمروں کی چابیاں بھی ملیں۔ میں نے چابیاں پکڑ لیں اور سکون کے ساتھ ہر کمرہ کھول کر دیکھا تو ادھر نایاب اشیاء، سونا، چاندی، سواریوں کے کجاوے، طرح طرح کے آلات اور مختلف ساز وسامان کا ڈھیر تھا۔ سو اس سے مجھ کو احساس ہوا کہ پادری ایک لٹیرا تھا، کسی سفر کرنے والے کو اکیلا پا کر اس کے ساتھ میرے جیسا برتاؤ کرتا ہوگا اور پھر اس کو فریب دے کر ہلاک کر کے اس کے مال کو اپنے قبضے میں لے لیا کرتا تھا۔ سو اب میں غور وفکر کرنے لگا کہ اتنی زیادہ تعداد میں سامان کے ڈھیر کو ادھر سے کیسے لے کر جاؤں کہ میرے بارے میں کسی کو شک نہ ہو۔

سو یکایک میرے دماغ میں یہ ترکیب آئی کہ میں نے سویرے پادری کے کپڑے پہن لئے اور گرجا کے اوپر جا کر چہل قدمی کرنے لگا۔ سو جن لوگوں کا نیچے سے گزر ہوتا ان کو یہی لگتا کہ میں پادری ہی ہوں اور جس وقت وہ نزدیک آیا کرتے تو میں اس طرح پیچھا کر کے دوسری جانب ہو جاتا۔ ایسے ہی کچھ روز گزر گئے مگر کسی کو بھی میری کیفیت کے بارے میں علم نہ ہو سکا پھر میں نے ڈھونڈ کر دو تھیلیوں کو برآمد کیا اور ایک تھیلے میں اچھی طرز کا اور نایاب ساز وسامان ڈال لیا اور دوسرے میں بھی نایاب

اشیاء اکٹھی کر کے رکھیں۔ اس کے بعد پادری کے کپڑے اتارے اور اپنے کپڑے زیب تن کر لئے اور ان تھیلوں کو اپنے خچر پر رکھ کر نزدیک کے ایک گاؤں میں آ گیا اور ایک گھر کرائے پر لے کر اس میں رہائش پذیر ہو گیا اور گاہے بگاہے گرجا کے نایاب سامان کو خچر پر رکھ کر اس گھر میں جمع کرتا رہا کیونکہ تعداد میں سامان بہت زیادہ تھا اس لئے آغاز میں بھاری اشیاء کو چھوڑ کر نایاب چیزوں کو لے آیا۔ آخر کار ایک روز میں نے کئی خچر اور گدھوں کو کرائے پر لیا اور کچھ مزدوری کرنے والوں کے ساتھ یہ سارا سامان ان گدھوں اور خچروں پر رکھ کر اپنی رہائش گاہ میں لے آیا۔ ایسے ہی اسی ہزار دراہم اور بہت زیادہ اشرفیاں اور بہت زیادہ نایاب سامان مجھ کو مال غنیمت کی طرح مل گیا۔ اس کے علاوہ میں نے کافی زیادہ سامان کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دفن کر کے رکھ دیا جس کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

حافظ ابن عساکر نے اس داستان کو ابو محمد البطال کی نسبت سے کچھ ردوبدل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

خصائص: 1- اگر خچر کے قلب کو سکھا کر اور پیس کر یا کاٹ کر کسی خاتون کو نوش کروا دیں تو وہ خاتون کبھی بھی حاملہ نہیں ہو پائے گی۔

2- اگر خچر کے کان کی میل کوئی خاتون اپنی فرج میں رکھے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو پائے گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی خاتون خچر کے کان کی میل کو خچر کی چمڑی میں رکھ کر پہنے تو جس وقت تک اس کو پہنے گی وہ حاملہ نہیں ہو پائے گی۔

3- اگر وہ شخص جو گنج پن کا شکار ہو' خچر کے کھروں کی راکھ کو پیس کر تیل میں ڈال کر اپنے سر پر لگائے تو اس کو افاقہ ہو گا' ایسے ہی جس مقام پر بال نہ نکلتے ہوں' اس مقام پر رچانا بھی بہت مفید ہے۔

4- سیاہ (مذکر) خچر کے کھر یا لہو کو دروازے کی چوکھٹ پر یا پھر سیڑھیوں کے زینے میں دفن کر دیں تو ایسا کرنے سے کوئی چوہا وغیرہ اندر نہ جا سکے گا۔ ایسے ہی اگر خچر کے کھروں کا دھواں گھر میں دیا جائے تو چوہے اور حشرات دوڑ جایا کرتے ہیں۔

5- ابن زہر' سقراطیس کی نسبت سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی کسی شخص کے عشق میں مبتلا ہو جائے اور وہ یہ چاہتا ہو کہ اس کی اس فرد سے محبت یا عشق کا خاتمہ ہو جائے تو وہ خچر کے لوٹنے کے مقام پر لوٹے تو اس کا عشق جاتا رہے گا مگر جو کسی خاتون کی محبت میں مبتلا ہو تو پھر مؤنث خچر کے لوٹنے کے مقام پر لوٹے تو محبت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

6- اگر کسی کو زکام' نزلہ ہو جائے تو وہ خچر کے گوبر کو سونگھ کر پھر تھوک میں راہ میں پھینکے تو جو کوئی بھی اس گوبر کے اوپر سے گزر جائے گا' اس کا نزلہ اس گزرنے والے فرد کو ہو جائے گا اور تھوک پھینکنے والا صحت یاب ہو جائے گا۔

7- ہرمس کا کہنا ہے کہ اگر حاملہ خواتین خچر کے میل کو چاندی کے ''بندقۃ'' میں رکھ کر پہنیں تو جس وقت تک وہ اس کو پہنے رکھیں گی حاملہ نہیں ہوں گی۔

8- اگر کوئی خچر کے کان کا میل لے کر اسے نبیذ میں حل کر کے نوش کر لے تو فوراً نشہ طاری ہو جائے گا۔

9- اگر کوئی خاتون خچر کا پیشاب تیس درہم کی مقدار جتنا نوش کر لے تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہو پائے گی۔

10- اگر کوئی حاملہ خاتون خچر کے مغز کو تھوڑا سا بھی نوش کر لے تو جو بچہ پیدا ہو گا وہ پاگل ہو گا۔

11-ابن بختیشوع کا کہنا ہے کہ اگر کوئی خاتون (مؤنث) مچھر کا پسینہ روئی میں جذب کر کے اپنی فرج میں رکھے تو وہ کبھی بھی امید سے نہیں ہوگی۔

تعبیر: خواب میں مچھر کی سواری کرتے ہوئے دکھائی دینا سفر کی نشاندہی ہے اور لمبی عمر کی علامت ہے اور اکثر خواب دیکھنے والے کو حرامی ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر کسی اس طرح کے شخص کو خواب میں خچر دکھائی دیا جس کا سفر کرنے کا کوئی منصوبہ نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ کسی سخت مزاج شخص سے ہارے گا۔ (مؤنث) خچر کا خواب میں نظر آنا رتبے اور عزت کی علامت ہے۔

اکثر معبرین کا کہنا ہے کہ (مؤنث) خچر کا خواب میں نظر آنا خاتون کے بانجھ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایسے ہی خواب میں کالی (مؤنث) خچر مال و دولت اور سفید رنگت والی (مؤنث) خچر نیکی اور عزت کی علامت ہوا کرتی ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ (مؤنث) خچر کا خواب میں دکھائی دینا سفر کی علامت ہے۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ اپنی (مادہ) خچر سے نیچے اتر کر الگ ہوا ہے تو اس کے رتبے میں کمی پیش آئے گی یا پھر اس کی زوجہ سے اس کی علیحدگی ہو جائے گی کیونکہ زوجہ بھی آدمی کے لئے بمنزلہ سواری ہوا کرتی ہے یا پھر اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والے شخص کا سفر لمبا ہو جائے گا۔

البغیبغ

''البغیبغ'' چھوٹے ہرن کو کہتے ہیں بہت جلد ''باب الظاء فی الظبی'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

البقر الاهلی

''البقر الاهلی'' (گھر کی گائے، بیل) ''البقرة'' اسم جنس ہوتا ہے اور اس کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہوا کرتا ہے اور اس میں ''ہاء'' واحد کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ''بقرات'' اس کی جمع ہوگی۔

قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے کہ ''سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ'' (سات موٹی گائیں۔ سورۂ یوسف) مبرد نحوی ''الکامل'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''البقرة'' بطور تمیز اس طرح مستعمل ہوگا۔ مذکر کے لئے ''ھٰذہ البقرة'' (یہ ایک بیل ہے) اور مؤنث کے لئے ''ھٰذہ بقرہ'' (یہ ایک گائے ہے) جس طرح کہ مذکر کے لئے ''ھٰذا بطة'' (یہ ایک نر بطخ ہے) اور مؤنث کے لئے ''ھٰذہ بطة'' (یہ ایک مؤنث بطخ ہے) کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ''بقیر، بقران، باقر'' کے حروف ان ریوڑوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جن کی نگہبانی چرواہے کرتے ہوں اور لفظ ''البیقور'' کا اطلاق ریوڑ کے لئے ہوا کرتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ

أجاعل أنت بیقورا مسلعة ذریعة لك بین الله والمطر

''کیا تم گایوں کے ریوڑوں کو راہبر بنا رہے ہو۔ کیا تم لوگوں کا اس طرح کرنا اللہ عزوجل اور بادل کے مابین ذریعہ بن سکتا ہے۔''

اکثر علمائے کرام کے نزدیک یمن کے رہنے والے گائے بیل کو "بقرۃ" کی جگہ "باقورۃ" کہا کرتے ہیں جس طرح کہ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس "کتاب الصدقۃ" میں لکھا تھا "**وفی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ**" (ہر تیس گائے میں سے ایک گائے یا بیل کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا)

البقرۃ کا لفظ بقر بقرا سے اخذ ہوتا ہے جس کا مفہوم پھاڑ دینے اور کھول دینے کا ہوا کرتا ہے۔ کھیتی باڑی میں کیونکہ بیل ارض کو جوتتے اور پھاڑ دیتے ہیں اسی بناء پر اس کو "البقرۃ" کے اسم سے نشان دیا گیا ہے اور اسی بناء پر محمد بن علی بن زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ کو "الباقر" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ علم کو پھاڑ کر اس کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کر گئے۔ اسی بارے میں حدیث پاک میں بیان ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ فتنے "**کوجوہ البقر**" مطلب گائے بیل کے چہروں کی مانند ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے۔ جس طرح کہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے "اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا" (ہم کو گائے کے مخصوص کرنے میں شبہ ہو گیا ہے)

یوں ہی حدیث پاک میں بھی ایسے کلمات کا استعمال ہوا ہے۔

"**رجال بایدیھم کاذناب البقر یضربون بھا الناس**۔"

"چند افراد ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی پونچھ کی مانند کوڑا ہوگا جس کے ساتھ وہ لوگوں کو پیٹا کریں گے۔"

حاکم میں ایک روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ "**عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طالت بك حیاۃ یوشك ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون فی لعنتہ فی ایدیھم مثل اذناب البقر**۔"

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمان دیتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ ابو ہریرہ اگر تیری حیات طویل ہوگی تو تم بہت جلد اس طرح کے افراد کو دیکھو گے جن کی سویر اللہ پاک کی خفگی میں ہوا کرے گی اور شام اللہ پاک کی لعنت میں ہوا کرے گی۔ ان کے ہاتھوں میں گائے کی پونچھ جیسی کوئی شے ہوا کرے گی۔"

دوسری حدیث پاک میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں:

"**بینما رجل یسوق بقرۃ اذتکلمت فقالوا سبحان اللہ بقرۃ تتکلم قال امنت بذالك انا وابو بکر وعمر**۔"

"اسی درمیان ایک آدمی گائے کو پیٹ رہا تھا کہ یکا یک وہ گائے بولنے لگی تو لوگ کہنے لگے سبحان اللہ گائے بھی بات چیت کرتی ہے تو حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لے آیا اس پر مطلب کہ اللہ پاک کی طاقت پر اور ابو بکر اور عمر بھی اس پر ایمان لے آئے۔"

سنن ابوداؤد اور ترمذی میں تذکرہ ہوا ہے کہ

"عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تخلل البقرۃ ."

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ اللہ پاک اس طرح کے شخص پر بہت ناراض ہوا کرتے ہیں جو گائے کی مانند زبان کو توڑ پھوڑ کر بات چیت کیا کرتا ہے۔"

سنن ابی داؤد میں ذکر کیا گیا ہے کہ "عن نافع عن ابن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تبایعتم بالعینۃ واحذتم اذناب البقرۃ ورضیتم بالزرع وترکتھم الجھد سلط اللہ علیکم ذلالاینزعہ عنکم حتی ترجعوا الی دینکم ."

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت تم اہل عینہ کے ہاتھوں پر بیعت کے مرتکب ہو جاؤ گے تو گائے کی پونچھ کو گرفت میں لے لو گے اور زراعت میں مصروف ہو جاؤ گے اور اللہ کی راہ میں لڑنا ترک کر دو گے تو اللہ پاک تم پر اس طرح کے ظلم کرنے والوں اور ذلت سے دوچار کرنے والوں کا تسلط قائم کریں گے جو تم کو ایمان سے خالی کریں گے حتیٰ کہ تم اپنے دین میں مسلسل واپس لوٹ آؤ۔"

نہایت الغریب میں بیان ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ

"مادخلت السکۃ دارقوم الاذلوا ."

"جس وقت ہل لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل ہوں گے تو وہ ذلت سے دوچار ہوں گے اور تابع ہوں گے۔"

کیونکہ "السکۃ" ہل کے پھاڑ کو کہتے ہیں جس سے ارض کو جوتا جاتا ہے۔ گویا کہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت مومن کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کو ترک کر دیں گے۔ تو حکومت کرنے والے کھیتی باڑی کی بناء پر اُن سے ٹیکس وصولیں گے، اسی سے مشابہ ایک دوسری حدیث پاک بھی ہے کہ "حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "العز فی نواصی الخیل والذل فی اذناب البقر ۔" (گھوڑوں کے ماتھے پر عزت اور گائے کی پونچھ میں رسوائی ہے)۔

گائے، بیل کے خصائص: گائے، بیل قوت منداور نفع بخش حیوان ہے۔ اللہ پاک نے ان کو انسان کے اطاعت گزار بنا کر پیدا فرمایا ہے اور ان کو اپنی حفاظت کی غرض سے درندوں کی مانند ہتھیاروں سے لیس نہیں کیا کیونکہ یہ حیوان آدمیوں کا اطاعت گزار رہا کرتا ہے۔ سوانسان ہی گائے بیل کی ان کے دشمنوں سے حفاظت کرتا ہے اور انسان ان کے نقصان کو دور کیا کرتا ہے۔ اگر بیل اور گائے میں کوئی دفاع کے لئے ہتھیاری عضو پیدا کر دیا جاتا تو پھر یہ انسان کے فرماں بردار نہ ہوتے اور انسان کے لئے ان کو سنبھالنا ایک کٹھن عمل ہوا کرتا۔ جس بیل کے سینگ نہ ہوں وہ اپنے سر کو بطور سینگ استعمال کرتا ہے جس طرح کہ

بچھڑے کے سینگ نکلنے سے قبل قدرتی طور پر سر سے اپنا دفاع کیا کرتے ہیں۔ گائے کی قسمیں ہوا کرتی ہیں ان میں سے ایک طرز جاموس ہوتی ہے جس کو عام زبان میں بھینس کہا جاتا ہے۔ اس کا بدن موٹا ہوا کرتا ہے اور یہ سب سے زیادہ کثیر مقدار میں دودھ دیا کرتی ہے۔ امام جاحظ کا کہنا ہے کہ بھینس گائے کی اقسام میں سے گویا کہ بڑی ہوا کرتی ہے کیونکہ اس طرز کی بھینس کا گوشت عربی نسل کی گائے سے بھی زیادہ زبردست اور لذیذ ہوا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو قربانی میں مقدم رکھتے ہیں جیسا کہ بھیڑ اور دنبہ کو بکری پر مقدم رکھتے ہیں۔ امام زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں تحریر کیا ہے کہ جنگلی درندوں میں ساروں سے برتر تین درندے ہوا کرتے ہیں شیر، چیتا اور ببر شیر۔ ایسے ہی دوسرے حیوانات میں بھی تین کو برتری حاصل ہے۔ ہاتھی، گینڈا، بھینس۔ گائے بیل کی دوسری طرز عربی النسل ہوا کرتی ہے۔ یہ بہت نرماہٹ والے گداز اور بالوں کے بغیر ہوا کرتے ہیں۔ عربی نسل کے گائے اور بیل کی دوسری طرز ''الدربانیۃ'' کہلاتی ہے۔ اس کو ساز و سامان اور بوجھ اٹھانے کے لئے مستعمل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھار اس طرز کی گائے، بیل کے کوہان زیادہ ظاہر ہو جایا کرتے ہیں۔ گائے کی خوبی یہ ہے کہ جس وقت اس کی عمر ایک برس ہو جاتی ہے تو کبھی کبھار بیل پر چڑھ جاتی ہے اور گائے میں بیل کی بدولت منی زیادہ پائی جاتی ہے۔ سارے حیوانات میں یہ خاص خوبی ہوتی ہے کہ مذکر کی بجائے مؤنث کی آواز ہلکی اور کم ہوتی ہے مگر اس کے بجائے گائے کی آواز بہت اونچی ہوا کرتی ہے۔ جس وقت بیل (جفتی کی غرض سے) گائے کے اوپر آتا ہے تو یہ بے قرار ہو کر بیل کے نیچے ترچھی ہو جایا کرتی ہے۔ بطور خاص تب جس وقت بیل کا عضو خاص سخت لئے ہوئے ہوا اور وہ بوقت جفتی کوتاہی کرے۔ گائے جس وقت جفتی کرانے کی خواہاں ہوا کرتی ہے تو بہت اچھلا کرتی ہے اور چرواہوں کو تھکن کا شکار کر دیتی ہے۔ علاقہ مصر میں ایک گائے ہوا کرتی ہے جس کا اسم ''بقر الخیس'' ہوتا ہے۔ اس کی گردن لمبائی میں اور سینگ گھر کی گائے جیسے ہوا کرتے ہیں مگر یہ گائے زیادہ مقدار میں دودھ دیا کرتی ہے۔ مسعودی کا کہنا ہے کہ انہوں نے ''مقام رے'' میں ایک گائے کا نظارہ کیا ہے جو اونٹ کی مانند بیٹھا کرتی ہے اور وہ اپنے وزن سمیت ہی اونٹ کی مانند حملہ کر دیا کرتی ہے مگر اس کے اوپر والے دونوں دندان دوسری گائیوں کی مانند نہیں ہوا کرتے۔ اس کے علاوہ یہ گائے اپنے نیچے والے جبڑوں سے چارہ وغیرہ تناول کیا کرتی ہے۔''

نفع: ''کتاب المجالسۃ'' میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک گائے کے قریب سے ہوا۔ آپ علیہ السلام کو دکھائی دیا کہ گائے کی کوکھ میں اس کا ہونے والا طفل اس کو بے قراری میں مبتلا کر رہا ہے۔ گائے دہائی دیتے ہوئے بولی اے روح اللہ! آپ میری اس بے قراری کو رفع کرنے کے لئے اللہ کے حضور دعا گو ہوں۔ سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی ''یاخالق النفس من النفس ویامخرج النفس من النفس خلصھا۔ ''اے ایک روح کو دوسری روح سے تخلیق کرنے والے اور ایک وجود کو دوسرے وجود سے نکالنے والے اس کو درد سے نجات عطا فرما دے۔''

سو اس دعا کے بعد فوری طور پر گائے نے بچے کو جنم دے دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اگر کسی خاتون کو بوقت پیدائش درد ہو تو وہ ان الفاظ کو تحریر کر کے باندھ لے۔

ایسے ہی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ‘ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت سے تحریر کرتے ہیں کہ اگر کسی خاتون کو بوقت پیدائش درد یا تنگی کا سامنا ہو تو وہ یہ جملے تحریر کر کے باندھے:

”بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لا الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العلمين كانهم يوم يرونه مايوعدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون ۔“

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یقیناً ایسا ہی موضوع ایک دوسری حدیث پاک میں بھی آیا ہے۔

عن انس رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا طلبت حاجة وأجببت ان تنجح فقل لا الـه الا الله وحده لاشريك لـه العلى العظيم لا اله الا الله وحده لاشريك له الحليم الكريم لا الـه الا الله وحده لاشريك لـه رب السموات والارض و رب العرش العظيم . الحمدلله رب العلمين لم يلبثوا الاساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الاالقوم الفاسقون كانهم يوم يرونهالم يلبثوا الا عشية او ضحاها . اللّٰهم انى اسالك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والسلامة من كل اثم الغنيمة من كل برو الفوز بالجنة والنجاة عن النار اللّٰهم لاتدع لنا ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لك رضا الاقضيتها برحمتك ياارحم الراحمين .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور جانِ کائنات‘ فخر موجودات‘ صاحب معجزات‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اگر تم اپنی کوئی ضرورت پوری کرنے کے خواہاں ہو تو ان کلمات کا وِرد کرو۔ اللہ کے علاوہ دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں‘ وہ واحد ہے‘ اس کے ساتھ کوئی شراکت دار نہیں ہے۔ وہ بلند و برتر ہے‘ اللہ پاک کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں‘ وہ تنہا ہے‘ کوئی اس کا شراکت دار نہیں ہے ہے وہ حلیم و کریم ہے۔ اللہ پاک کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں‘ وہ واحد ہے‘ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ عرش عظیم اور سارے ارض و فلک کا پیدا کرنے والا ہے۔ ساری صفات اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے گویا کہ وہ افراد جس دن نظارہ کریں گے ان اشیاء کا جن کا ان سے عہد لیا گیا ہے تو وہ بولیں گے کہ ہم نہیں رکے مگر دن کے چند گھنٹے۔ نہیں تباہ کیا جاتا لیکن فسق کرنے والی امت کو۔ گویا کہ وہ افراد جس دن نظارہ کریں گے تو بولیں گے وہ نہیں رکے مگر بوقت شام چند پل یا سویرے چند گھنٹے۔ اے اللہ! ہم تیری ذات سے ان اشیاء کے سوالی ہیں جو تیری رحمتوں کا باعث اور بخشش کے ذمہ دار ہوں اور ہم تیری ذات پاک سے تمام کوتاہیوں سے بچاؤ اور ہر خیر اور بہشت کی فلاح اور جہنم سے چھٹکارے کے سوالی ہیں۔ اے اللہ پاک! تو ہم لوگوں کے سارے گناہ معاف فرما دے اور ہماری اذیت و پریشانی کو ختم کر دے اور ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا ہو اپنے رحم سے اس کو پورا فرما دے۔ اے ارحم

الراحمین۔

پیدائش کی تکلیف کے خاتمے کا طریقہ: پیدائش کے وقت ہونے والی تکلیف واذیت کو ختم کرنے کا یہ آزمودہ طریقہ ہے کہ درج ذیل کلمات کو تحریر کر کے دردزہ میں مبتلا خاتون کو نوش کروادیں۔

☆......تسمیہ کے ہمراہ سورۂ فاتحہ۔

☆......تسمیہ کے ہمراہ سورۂ اخلاص۔

☆......تسمیہ کے ہمراہ سورۂ فلق۔

☆......تسمیہ کے ہمراہ سورۃ الناس

ان چاروں سورتوں کو تحریر کر کے اس کے بعد درج ذیل کلمات کو تحریر کریں:

"بسم اله الرحمن الرحیم اذا السماء انشقت واذنت لربها وحقت واذا الارض مدت والقت مافیها وتخلت اللّٰھم یاملخص النفس من النفس یا مخرج النفس من النفس یا علیم یاقدیر خلص فلانۃ مما فی بطنها من ولدها خلاصا فی عافیۃ انك ارحم الراحمین ۔"

نفع دوئم: صاحب الترغیب والترہیب اور حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ الشعب میں اس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایک شہنشاہ اپنے محل سے باہر سلطنت کی گشت کرنے کے لئے نکل آیا مگر وہ عوام سے ڈرا ہوا تھا۔ سو اس نے ایک اس طرح کے شخص کے پاس رہائش اختیار کی جو ایک گائے رکھتا تھا۔ جس وقت گائے شام واپس لوٹی تو اس شخص نے اپنی گائے سے اتنی مقدار میں دودھ دوہا جتنی مقدار میں تیس گائیں دودھ کیا کرتی ہیں۔ شہنشاہ اتنی زیادہ مقدار میں دودھ دینے والی گائے کا نظارہ کر کے متعجب ہو گیا اور اس نے اس شخص سے گائے کو چھین لینے کا عزم کیا۔ جس وقت دوسری صبح طلوع ہوئی تو گائے چارہ کھانے کے لئے چراگاہ کی طرف نکل گئی۔ اس کے بعد جس وقت شام کو واپس لوٹی تو اول روز کی نسبت آدھا دودھ دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر شہنشاہ نے گائے کے مالک کو طلب کر کے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ کل تو گائے نے بہت زیادہ دودھ دیا تھا مگر آج دودھ میں کمی کیسے ہوئی ہے۔ کیا گائے آج اسی جگہ چرنے نہیں گئی جدھر کل گئی تھی؟ آخر کیا ماجرا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ گائے تو کل والی جگہ پر ہی چرنے کے لئے گئی تھی مگر آج اس طرح ہوا ہے کہ کل کی کیفیت دیکھ کر شہنشاہ نے اپنی عوام کے ساتھ برا رویہ اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسی بناء پر آج گائے نے تھوڑا دودھ دیا۔ اس لئے کہ جس وقت شہنشاہ اپنی عوام کے ساتھ ستم کرے تو برکت کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ یہ انوکھا معاملہ دیکھ کر شہنشاہ نے اس شخص سے عہد کیا کہ اب وہ گائے اس سے نہیں چھین لے گا۔ سو دوسرے روز گائے پھر چراگاہ میں چلی گئی اور جس وقت شام کو واپس لوٹی تو اس کے مالک نے اول روز جتنی مقدار میں ہی دودھ دوہا۔ یہ کیفیت دیکھ کر شہنشاہ نے سبق حاصل کیا اور انصاف وسچائی کی راہ پر چلنے لگا اور کہنے لگا کہ بلاشبہ جس وقت شہنشاہ یا عوام ظلم کرنے والے ہوں تو برکات خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ پس اب میں لازمی سچائی وانصاف اختیار کروں گا اور اب اچھی باتوں پر ہی سوچ بچار کیا کروں گا۔

حضرت امام ابن الجوزی علیہ الرحمہ ''کتاب مواعظ الملوک والسلاطین'' میں نقل کرتے ہیں کہ کسریٰ کا ایک شہنشاہ شکار کرنے گیا تو کچھ لمحوں کے بعد اپنے احباب سے جدا ہو گیا اور افلک پر گھنے بادل چھا گئے جس کی بناء پر بہت تیز بادل برسے اور شہنشاہ اپنے احباب سے الگ ایک نئی راہ پر چل پڑا جس کے بارے میں وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ کچھ لمحوں بعد شہنشاہ ایک بوڑھی خاتون کی کٹیا میں گیا اور ادھر ہی رہنے لگا۔ بوڑھی خاتون نے شہنشاہ کے گھوڑے کو اندر باندھا اور اس کی دختر گائے کا دودھ دوہنے لگی۔ شہنشاہ نے دیکھا کہ گائے نے بہت کثیر مقدار میں دودھ دیا ہے تو اس نے ارادہ کرلیا کہ اب اس پر ٹیکس لاگو کروں گا کیونکہ یہ گائے زیادہ مقدار میں دودھ دیا کرتی ہے۔ سو دوسری شب جس وقت بوڑھی خاتون کی دختر گائے کا دودھ دوہنے لگی تو گائے کے تھن کو دودھ سے خالی پا کر متعجب ہو گئی۔ سو دختر نے اپنی والدہ کو آواز دے کر بلایا اور کہنے لگی اے والدہ! شہنشاہ نے اپنی عوام کے ساتھ ستم کرنے کی ٹھان لی ہے۔ بوڑھی خاتون نے پوچھا کہ تم کو اس بات کا علم کیسے ہو گیا؟ دختر بولی کہ آج کے روز گائے نے ذرا بھی دودھ نہیں دیا۔ والدہ نے اپنی دختر کو فرمان دیا کہ چپ رہو وہ شب کا سلسلہ تھا اب شہنشاہ نے سچائی و انصاف اور اچھے برتاؤ کا عزم کرلیا ہے۔ سو جس وقت دوسری شب ہوئی تو والدہ نے دختر کو دودھ دوہنے کے لئے کہا۔ لڑکی دودھ دوہنے لگی تو گائے کے تھن دودھ سے لدے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر دختر کہنے لگی اے والدہ! بخدا شہنشاہ نے اپنے غلط عزم کو روک دیا ہے۔ سو دو پہر کو شہنشاہ کے احباب آ گئے۔ شہنشاہ نے سواری کرتے ہوئے فرمان دیا کہ اس بوڑھی خاتون اور اس کی بیٹی کو بھی ساتھ ہی لے کر آؤ۔ سو بوڑھی خاتون اور اس کی دختر دونوں ان کے ہمراہ ہو گئیں تو شہنشاہ نے ان کو انعام و کرامات دیئے اور دریافت کیا کہ تم لوگوں کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ شہنشاہ نے برا عزم کیا ہے؟ بوڑھی خاتون نے عرض کیا کہ ہم دونوں ایک لمبے عرصے سے اس مکان میں رہائش پذیر ہیں' جس وقت کوئی ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے تو ہماری ارض ہری بھری ہو جایا کرتی ہے اور ہماری حیات میں راحت و خوشنمائی آ جایا کرتی ہے اور جس وقت کوئی ہمارے ساتھ برے برتاؤ کا سوچتا ہے تو ہمارا جینا دوبھر ہو جاتا ہے اور سارے فائدے دور ہو جایا کرتے ہیں۔

طرسوی کا کہنا ہے کہ مصر کے اوپری علاقہ میں کھجور ایک شجر تھا جس پر چوبیس صاع کھجوریں اگی ہوئی تھیں جبکہ ان دنوں میں دوسرے علاقہ جات میں کھجور کے اشجار پر پھل مقدار میں اس سے آدھے بھی نہ تھے۔ سو مصر کا شہنشاہ کسی بات پر خفا ہوا تو اس کے بعد اس برس اشجار پر ایک کھجور بھی نہ اگی۔

طرطوی کا کہنا ہے کہ مجھ کو مصر کے اوپری علاقہ کے ایک بزرگ نے بتایا کہ مجھ کو اس کھجور کی شناخت ہے جس پر دو سو چالیس صاع اور چوبیس مد کھجوریں اگتی تھیں۔ اس کھجور کا مالک مہنگائی کے عالم میں چوبیس کھجور ایک اشرفی کی قیمت میں بیچتا تھا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک واعظ نے وعظ کرتے ہوئے یہ قصہ بھی سنایا کہ ایک دفعہ بادشاہ کسریٰ اپنے قافلے سے جدا ہو گیا اور ایک گلشن کے دروازے پر گیا اور اندر جا کر اس نے پیاس بجھانے کے لئے پانی طلب کیا سو ایک چھوٹی بچی گلاس میں گنے کا ٹھنڈا مشروب لے کر آئی۔ بادشاہ نے مشروب نوش کیا تو اس کو بہت لذیذ لگا۔ شہنشاہ نے اس بچی سے دریافت کیا کہ تم اس مشروب کو کس طرح بناتی ہو؟ بچی نے جواب دیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کے ساتھ گنے کو نچوڑتے اور اس کا مشروب

بناتے ہیں۔ شہنشاہ نے اسے فرمان دیا کہ میرے لئے ایک اور گلاس تیار کر کے لے آ۔ بچی کو بادشاہ کی بالکل شناخت نہیں تھی۔ سو جس وقت وہ چلی گئی تو شہنشاہ نے اپنے دل ہی دل میں سوچا کہ میں اس گھر پر قابض ہو جاؤں گا اور اس کی جگہ دوسرا گھر ان کو دے دوں گا لہٰذا وہ لڑکی روتے ہوئے اندر سے آئی اور بولی کہ ہمارے شہنشاہ کی نیت میں فتور آ گیا ہے۔ شہنشاہ نے سوال کیا کہ تم کو اس بات کا علم کیسے ہوا کہ شہنشاہ کا برا ارادہ ہے؟ لڑکی نے بتلایا کہ ہمارا یہ طریقہ کار تھا کہ ہم لوگ گنے کا شربت جتنا مرضی بغیر اس کی تنگی کے نکال لیا کرتے تھے مگر اس دفعہ کئی دفعہ نکالنے کی کاوش کی مگر شربت نہیں نکال پائی۔ سو پھر شہنشاہ نے اپنی سوچ کو بدل لیا اور لڑکی کو فرمان دیا کہ جاؤ اب تم لازمی پہلے کی طرح شربت نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ سو شہنشاہ کے سوچ بدلنے سے جس وقت وہ بچی رس نکالنے گئی تو کامیاب ہوئی اور ہنستے ہوئے واپس لوٹی۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ جلال الدولہ سارے شہنشاہوں میں شریف طبع رکھتے تھے حتیٰ کہ ''شہنشاہ عادل'' کے لقب سے ان کو شہرت مل گئی۔ جلال الدولہ نے ہر طرز کے ٹیکس کا خاتمہ کر دیا اور محافظ پولیس کو پوری ریاست میں پھیلایا جس وجہ سے سارے شہروں میں امن وسلامتی کا بول بالا ہو گیا اس کے بعد جلال الدولہ اتنی بہترین ریاست کے حکمران ہوئے کہ ان کی مثل کوئی بھی مسلمان بادشاہ نہیں گزر پایا۔ جلال الدولہ کو شکار کرنے کا بہت شوق ہوا کرتا تھا۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جلال الدولہ نے خود اپنے ہاتھوں کے ساتھ جو شکار کئے ہوئے تھے ان کو گنا گیا تو وہ تعداد میں دس ہزار تھے۔ اس کے بعد ان کو دس ہزار اشرفیوں کے بدلے بیچ دیا گیا۔ جلال الدولہ نے فرمایا تھا کہ مجھ کو اللہ پاک سے ڈر لگتا ہے کہ میں ان ذی روح اشیاء کو تناول کرنے کے ارادہ کے بغیر قید کر کے رکھوں۔

مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ جلال الدولہ جس وقت کسی چیز کا شکار کرتے تو اس کی طرف سے ایک دینار کا صدقہ دیا کرتے تھے۔ اکثر مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جلال الدولہ نے کوفہ کی راہ میں اتنی تعداد میں نیل گائے شکار کیں کہ ان سے لال گائیوں کے کھروں اور ہرن کے سینگوں کا اس راہ میں ایک مینار بنوا دیا۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ وہ مینار آج تک قائم ہے اور اس کو ''منارۃ القرون'' (سینگوں والا مینار) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جلال الدولہ کا انتقال 16 شوال 485ھ کو بغداد میں ہوا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ انوکھا اتفاق ہے کہ مقتدی باللہ نے فرزند مستظہر باللہ کو اپنا جانشین قرار دیا مگر جس وقت ملک شاہ نے تیسری دفعہ بغداد پر حملہ کیا تو اس نے مقتدی باللہ کو عاجز کر دیا کہ وہ اپنے فرزند کو برطرف کر کے اپنے نواسے جعفر کو جانشین قرار دے۔ سو ان ہی دنوں میں مقتدی بصرہ روانہ ہو گیا اور مستظہر کی برطرفی کا امر مقتدی باللہ کو کٹھن لگنے لگا۔ سو مقتدی باللہ نے ملک شاہ سے مستظہر باللہ کو برطرف نہ کرنے کے بارے میں کئی دفعہ کہا۔ سو ملک شاہ کے منع کرنے پر مقتدی باللہ نے دس روز کا وقت مانگا۔ ملک شاہ نے دس روز کا وقت سوچ بچار کے لئے دیا۔ مقتدی باللہ نے اسی روز سے روزے رکھنے کا آغاز کیا اور افطاری کرتے ہوئے ریت پر بیٹھ جایا کرتا اور ملک شاہ کے لئے بددعائیں کیا کرتا جس بناء پر ملک شاہ وفات پا گیا۔ سو ملک شاہ کے جنازہ میں ظاہری طور پر کوئی شریک نہ ہوا اور نہ ہی کسی نے نماز جنازہ ادا کی اور مقتدی باللہ نے بھی جنازہ میں شمولیت نہیں کی پھر ملک شاہ کی نعش کو ایک صندوق میں ڈال کر اصفہان لے جا کر دفنایا گیا۔ بنی اسرائیل کو جس گائے کے

بارے میں نحر کرنے کا فرمان دیا گیا تھا اس کے واقعے کو شہرت حاصل ہے۔ اس کو عنقریب ''باب العین فی لفظ العجل'' میں اختصار کے ساتھ مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

لہٰذا پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے خلقت کے مابین فرق پیدا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمان دیا گیا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کو اللہ پاک کی راہ میں نحر کریں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوری طور پر فرمان کو پورا کرنے کے لئے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیشانی کو گرفت میں لیا اور نحر کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کو ایک گائے نحر کرنے کا فرمان دیا گیا تو ان لوگوں نے گائے نحر کرنے میں ٹال مٹول کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں اپنی ساری دولت صرف کر دی اور ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ میں بھی کنجوسی سے کام لیا۔ اس کے علاوہ حاتم نے سفر و حضر دونوں میں دل کھول کر سخاوت کی اور حاجب نے اپنی آنکھ کی روشنی میں بھی کنجوسی دکھائی۔ ان ساری باتوں میں کتنا فرق ہے کہ سحبان بن وائل ساروں سے بڑے خطاب کرنے والے اور باقل گونگے سے بھی زیادہ مجبور تھے۔

ایسے ہی اللہ پاک نے مقامات میں بھی فرق روا رکھا ہے جس طرح کہ اکثر علاقہ جات میں سیلاب اور اکثر علاقہ جات میں خشک سالی اور پانی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ عرب کے لوگ خشک سالی اور کٹھن احوال میں جس وقت بارش کی تمنا کرتے تو گائے کی پونچھ میں آتش کو باندھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس سے وہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے اللہ پاک اپنا رحم فرمائے گا اور وہ بارش برسا دیتا ہے۔ سو شاعر نے اس بارے میں یہ شاعری کی ہے:

أجاعل أنت بيقورا مسعلة ذريعة لك بين الله والمطر

''کیا تم گائیوں کے ریوڑ کو راہبر بنا رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ عمل بادل اور اللہ پاک کے مابین وسیلہ بن سکتا ہے؟''

امیہ بن ابی الصلب الثقفی بھی خشک سالی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

سنة ازمة تخيل للناس ترى للعضاة فيها صريرا

''قحط سالی افراد کے سامنے ہے۔ تو قحط سالی میں کیکر کے اشجار میں بھی آواز سماعت کرو گے۔''

لا على كوكب ينوء ولا ريح جنوب ولا ترى طخرورا

''نہ تو بادل برسنے کی وجہ بننے والا ستارہ دکھائی دے رہا ہے اور نہ بادلوں کو ساتھ لے کر چلنے والی جنوب کی فضائیں چل رہی ہیں۔''

ويسوقون باقر السهل للطود مهازيل خشية أن تبورا

''اور اس کے بعد وہ چٹانوں، ٹیلوں اور کمزور حیوانوں پر برسیں اس ڈر کی بناء پر کہ کہیں بارشوں کا سیلاب ان کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بنے۔''

عاقدين النيران في هلب الاذناب منها لكي تهيج البحورا

''آتش کے باندھنے والے حیوانوں کی پونچھ میں آتش کو اس بناء پر باندھتے ہیں کہ دریا میں سیلابی حالت پیدا ہو

جائے۔''

سلع ما و مثلہ عشر ما عائل ما و عالت البیقورا

''قائداوران کی طرح ہی دس غریب اور بھوک سے مچلتی ہوئی گاؤں کے ہوتے ہوئے یہ کیا بچت کریں گے۔''

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے ہوا کرتی تھی۔ وہ شخص دودھ میں پانی ڈال کر بیچا کرتا تھا۔ سو کچھ روز بعد ایک سیلاب کی آمد ہوئی اور اس شخص کی گائے سیلابی ریلے میں بہہ گئی۔ بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ ہم دودھ میں پانی ڈال کر بیچتے تھے'' وہ پانی دن بدن اکٹھا ہو کر ایک سیلاب بن گیا اور اس سیلاب نے ہماری گائے کو ڈبو دیا۔

''المجلس التاسع'' میں ذکر ہے کہ حضرت خلال علیہ الرحمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک گائے رسی تڑوا کر شراب میں چلی گئی سو اس نے شراب نوش کر لی۔ پھر لوگوں نے اس گائے کو نحر کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور اس معاملے کے بارے میں آگاہ کیا تو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ تم لوگ اس کو تناول کر و یا فرمان دیا کہ اس کا گوشت تناول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شریعت کا حکم: سارے علماء کرام کے مطابق گائے کا گوشت اور دودھ حلال ہوا کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ گائے کی چربی اور دودھ میں صحت ہے اور اس کے گوشت میں مرض (بیماری) ہوا کرتی ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو قربان کیا۔

(بخاری' کتاب الحیض' رقم الحدیث 290' بخاری' رقم الحدیث 299' بخاری' رقم الحدیث 313' بخاری' رقم الحدیث 5239' مسلم شریف' رقم الحدیث 1211' مسند امام احمد' رقم الحدیث 2638)

زہیر نے کہا ہے کہ میرے سے ملیکہ بنت عمرو زیدیہ کے گھرانے (یہ گھرانہ زید بن عبداللہ بن سعد سے ملتا ہے) کی ایک خاتون نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے گلے میں درد ہونے لگا تو میں ملیکہ کے پاس حاضر ہوئی تو انہوں نے مجھ کو علاج کے طور پر گائے کی چربی کو استعمال کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ'' گائے کے دودھ میں صحت ہے' اس کا گھی معالجہ ہے اور اس کے گوشت میں مرض ہے۔'' (رواہ الطبرانی)

یہ قصہ بتانے والی خاتون تابعیہ ہوا کرتی تھیں مگر ان کے اسم کے بارے میں علم نہیں ہو پایا' حدیث کے باقی روایت کرنے والے معتبر ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ تم گائے کے دودھ اور گھی کو تناول کیا کرو اور اس کے گوشت سے پرہیز کرو کیونکہ گائے کا گھی اور دودھ دوا ہوا کرتا ہے اور گائے کا گوشت بیماری لئے ہوتا ہے۔'' (رواہ فی المستدرک ثم قال صحیح اسناد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ پاک نے دنیا میں جس بھی مرض کا نزول کیا ہے ان میں سے ہر کسی کا علاج بھی نازل کر دیا ہے تو جو کوئی اس سے علم نہیں رکھتا وہ لاعلم رہے اور جو علم رکھتا ہے وہ علم والا ہی رہے۔ گائے کے دودھ میں ہر مریض کے لئے صحت ہے۔ تم گائے کا دودھ نوش کیا کرو کیونکہ یہ ہر شجر سے چر لیا کرتی ہے۔ (رواہ الحاکم)

ایک روایت میں ''ترم'' کی جگہ ''ترتم'' کے کلمات ہیں۔ حضرت امام ابن ماجہ، ابو موسیٰ خلاد سے روایت کو نقل کرتے ہیں مگر اس میں گائے کے دودھ کا تذکرہ نہیں ہوا ہے مگر مطلب دنوں کے ہی ایک جیسے ہیں...... علاوہ ازیں براء بھی دو احادیث کو نقل کرتے ہیں مگر ان کی روایت میں ''محمد بن جابر بن سیار'' راوی ہیں جو بعض محدثین کے مطابق درست ہیں مگر کچھ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی روایت کرنے والے معتبر اور مستند کہلاتے ہیں۔

حاکم نے بھی ایسی ہی روایات کو نقل کیا ہے۔ تاریخ نیشاپور میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام ابوحنیفہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی روایت کیا گیا ہے۔

کتاب ''ابن السنی'' میں بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''لوگوں کے لئے گھی سے زیادہ دوسری کسی شے میں شفاء نہیں پائی جاتی ہے۔''

فقہی مسئلے: اگر کوئی شخص گائے کی وصیت دے تو اس وصیت میں گائے کے ہمراہ بیل کی شمولیت نہیں ہوگی یہی بات زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ''البقرۃ'' (گائے) کا حرف مؤنث ہی کے لئے بنا ہے مگر جو اس کے الٹ وصیت دی تو پھر وصیت میں گائے کا شمار بھی ہوگا۔ اس کے علاوہ ''البقرۃ'' میں ''ہاء'' واحد کے لئے ہے۔ حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ میں گائے کا آدھا بھینس سے مکمل ہو جائے گا مگر ''عمدہ'' اور ''کفایہ'' وغیرہ میں بیان ہے کہ اگر کوئی شخص گائے کی وصیت دے تو اس میں بھینس کا شمار نہیں ہوگا جبکہ بھینس کا شمار تب ہوگا جبکہ وصیت دینے والا شخص یہ بول دے کہ ''من بقری'' (میری گائیوں میں سے) جبکہ وصیت دینے والے کا چھوڑا ہوا مال محض بھینسیں ہی ہوں مگر جو وصیت کرنے کے بعد علم ہو کہ وصیت دینے والے کے چھوڑے ہوئے مال میں محض نیل گائے موجود ہے تو پھر اس میں دو پہلو ہیں جن کی تشریح ہم ''ہرنوں اور اونٹوں'' کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ گائے کی زکوٰۃ کا مفصل بیان یہ ہے کہ ہر تیس چارہ کھانے والی گائیوں پر ایک تبیعہ (گائے کا ایک برس کا طفل) واجب ہوا کرتا ہے اور ہر چالیس چارہ کھانے والی گائیوں میں سے ایک ''مسنۃ'' (گائے کا دو برس کا طفل) واجب ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ طاؤس کی نسبت سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے ہی زکوٰۃ کی وصولی کرتے تھے اور اگر اس سے تھوڑی ہوا کرتی تو آپ زکوٰۃ نہیں لیا کرتے تھے۔ گائے کے ایک برس کے طفل کا اسم ''تبیعہ''

اس بناء پر رکھا گیا ہے کہ وہ طفل چرنے کے مقام پر اپنی والدہ کے ہمراہ چلتا جاتا ہے۔ اکثر فقہاء کرام کا کہنا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس طفل کے سینگ کان کے جتنے ہوا کرتے ہیں۔

اگر کوئی زکوٰۃ میں ''تبیعہ'' (ایک برس کا طفل) مذکر کی بجائے مؤنث دے دے تو پھر بھی زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی بلکہ مؤنث کی زکوٰۃ مؤنث ہونے کی بناء پر زیادہ اعلیٰ ہوگی۔ گائے کے دو برس کے طفل کو ''مسنۃ'' اس بناء پر کہتے ہیں کہ اس کا ایک برس پورا ہو گیا ہے اور دوسرے برس میں چلا گیا ہے اگر کسی شخص نے چالیس گائیوں میں سے ایک ایک برس کے دو اطفال (مطلب دو تبیعے) زکوٰۃ میں ادا کئے تو صحیح قول کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر حضرت امام بغوی علیہ الرحمہ کے قول کے لحاظ سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی کیونکہ ایک ایک برس کے دو اطفال مکمل ایک برس کے قائم مقام نہیں ہوں گے۔

نفع: ''الحلیۃ'' میں بیان ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی ہوا کرتے تھے' ان میں سے ایک قاضی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس قاضی کے عہدے پر کسی دوسرے کو فائز کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے بہت فیصلے کئے اور اللہ پاک نے قاضیوں کے امتحان کے لئے ایک فرشتے کو زمین پر بھیجا۔ فرشتے نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی گائے کو پانی میں ڈال رہا ہے اور گائے کے عقب میں اس کا بچہ (بچھڑا) بھی موجود ہے لہٰذا فرشتہ گھوڑے پر بیٹھ گیا اور گائے کے بچے کو اپنے عقب میں لگا لیا۔ سو گائے کا بچہ گھوڑے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ گائے کا مالک شخص اور فرشتہ دونوں ہی پہلے یہ معاملہ لے کر قاضی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (فرشتہ) نے اپنے نایاب موتی قاضی کو پیش کئے اور کہنے لگا کہ اس معاملے کا فیصلہ میرے لئے ٹھیک کر دیں کہ یہ گائے کا بچہ میری ملکیت ہے۔ قاضی کہنے لگا کہ میں یہ فیصلہ اس طرح کیسے کر سکتا ہوں؟ فرشتے نے کہا کہ گھوڑا' گائے اور گائے کا بچہ تینوں کو الگ چھوڑ دیں۔ اگر گائے کے بچے نے گھوڑے کیساتھ جانا شروع کر دیا تو گائے کا بچہ میری ملکیت ہے پس قاضی نے ایسے ہی کیا تو گائے کے بچے نے گھوڑے کے پیچھے جانا شروع کر دیا۔ سو قاضی نے اس معاملے میں فرشتے کو برحق قرار دے دیا کہ گائے کا بچہ فرشتے کی ملکیت ہی ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں یہ معاملہ لے کر دوسرے قاضی کی خدمت میں چلے گئے تو دوسرے قاضی نے بھی فرشتے سے موتی وصول کر کے فیصلہ فرشتے کے حسب منشاء کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں تیسرے قاضی کے پاس چلے گئے تو فرشتے نے قاضی کو ایک نایاب موتی پیش کیا اور کہنے لگا کہ میرے اور اس شخص کے مابین فیصلہ کر دیں۔ قاضی بولا کہ مجھ کو تو حیض آ رہا ہے۔ فرشتہ کہنے لگا کہ ''سبحان اللہ'' کیا کسی مرد کو بھی حیض آیا کرتا ہے؟ قاضی بولا ''سبحان اللہ'' کیا کبھی کسی گھوڑے نے بھی بچھڑے کو جنم دیا ہے۔ سو قاضی نے فیصلہ گائے والے شخص کے برحق کیا کہ گائے کا بچہ اسی شخص کی ملکیت ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قاضیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ''دو قاضی دوزخی ہیں اور ایک جنت میں جانے والا ہے۔''

(الحدیث)

ضرب الامثال: 1- عربی لوگ کہتے ہیں ''ترکت زیدا بملا حس البقر أو لادھا'' (میں نے زید کو ایسی جگہ پر چھوڑ دیا ہے جدھر گائے اپنے بچے کو چاٹ رہی تھی) عربی لوگوں کے مطابق اس کا مطلب صاف اور ہموار میدان ہے۔

2- دوئم مثل "الکلاب علی البقر" ہے۔ اس مثل کو بہت جلد "باب الکاف" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

خواص: 1- اگر گائے 'بیل کی چربی کو ہڑتال میں ڈال کر اس کا دھواں رہائش گاہ میں دے دیا جائے تو ایسا کرنے سے سانپ 'بچھو اور حشرات وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ رہائش گاہ سے چلے جاتے ہیں۔

2- گائے 'بیل کی چربی کو کسی ظروف 'رکابی پلیٹ وغیرہ پر اچھی طرح لگا کر ملیں تو سارے مچھر اس میں اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔

3- اگر گائے 'بیل کے سینگوں کو باریک پیس اور پھر نوش کرلیں تو ایسا کرنے سے شہوت میں مزید زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

4- گائے 'بیل کا لہو بہتے ہوئے لہو کو روکنے میں مدد کرتا ہے۔

5- اگر گائے 'بیل کا پتہ لے کر اسے "ماء کراث" میں ڈال کر بواسیر میں لگائیں تو بواسیر سے صحت یابی مل جایا کرتی ہے اور تکلیف میں سکون مل جاتا ہے۔ ایسے ہی گائے 'بیل کے پتے کو چھائیوں اور کالے داغ دھبوں پر لگانا بھی بہت مفید ہے۔ اگر گائے 'بیل کے پتے کو شہد میں ڈال کر سرمے کے طور پر اس کا اطلاق کریں تو آنکھوں کی روشنی میں تیزی پیدا ہوگی۔ گائے 'بیل کے پتے کو نطرون 'شہد اور شحم حنظل میں ڈال کر مقعد میں لگانا بہت نفع بخش ہوا کرتا ہے۔

6- ارسطو کا کہنا ہے کہ کالے رنگ کی گائے کے پتے کو آنکھوں میں سرمے کے طور پر لگائیں تو نظر تیز ہو جاتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

7- حکیم کیاس کہتے ہیں کہ اگر گائے کی آنکھ پھوٹ پڑے یا پھر باہر خارج ہو جائے تو اس کی آنکھ کے آب سے کسی کاغذ پر کچھ لکھ دیں تو وہ لکھا ہوا دن میں نہیں نظر آئے گا مگر شب میں اس لکھے ہوئے کو بآسانی پڑھ سکتے ہیں۔

8- اگر گائے کی زلفوں کو جلا کر نوش کرلیں تو یہ دانتوں کی تکلیف کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ ایسے ہی گائے کے بالوں کی راکھ کو سکنج بین میں ڈال کر نوش کرنے سے تلی ختم ہو جایا کرتی ہے اور گائے کے بالوں کی راکھ کو شہد میں ڈال کر نوش کریں تو پیٹ سے حب القرع خارج ہو جاتا ہے۔

9- یونس کا کہنا ہے کہ اگر ثوا کیل کو گائے 'بیل کے گوبر میں ملائیں تو اسے تناول کرنے والا فوراً ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر اس کو کسی سوجے ہوئے جسمانی عضو پر مل لیں تو یہ اس کو گداز کرے گا۔ اگر کسی مقام سے چیونٹیاں نکلنے کا اندیشہ ہو تو اس کا دھواں دینے سے چیونٹیاں بھاگ جایا کرتی ہیں۔ اگر پاؤں کے جوڑوں کی آماس پر اس کو لگالیں تو صحت یابی مل جاتی ہے۔ اگر کسی حاملہ خاتون کو دردزہ کے ہوتے ہوئے اس کا دھواں دیا جائے تو پیدائش میں آسانی ہوا کرتی ہے اور طفل چاہے وہ مرا ہوا ہو یا حیات آسانی سے اس کی پیدائش ہو جاتی ہے اور اس کی جھلی بھی سہل طریقے سے باہر آجاتی ہے۔ اگر کسی رہائش میں اس کا دھواں دیا جائے تو سارے زہریلے حشرات بھاگ جاتے ہیں۔ اگر کسی ایسے فرد کو یہ لگایا جائے جو جل گیا ہو اور اگر ناک میں پھونک دیں تو نکسیر بہنا فوری طور پر رک جائے گی۔ اگر بدن میں کانٹا یا نیزا چبھا ہو تو اس کو فوری بدن پر بار بار ملیں اور پھر سوکھنے دیں تو وہ کانٹا یا نیزہ آسانی سے باہر نکل آئے گا۔

10- ہرمس نے کہا ہے کہ اگر عرق گلاب ایسے بیل کے ناک پر ملیں جو کہ بدک گیا ہو تو وہ بیل ہوش کھو دیتا ہے۔

11- اگر بیل کے پکے ہوئے گوشت کو شیشے کے کسی بڑے مرتبان میں ڈال کر ڈھکن سختی سے بند کر دیں اور چالیس روز تک اس طرح ہی رہنے دیں حتیٰ کہ اس گوشت میں کیڑے پڑ جائیں۔ اس کے بعد ان کیڑوں کو کسی دوسری بوتل میں ڈال کر بند کر دیں حتیٰ کہ یہ سارے کیڑے ایک دوسرے کی خوراک بن جائیں۔ پھر محض ایک کیڑا باقی بچے تو یہ بچنے والا کیڑا بے حد زہریلا ہوگا۔

12- اگر کسی حوض میں چھپکلیاں شور مچاتی ہوں تو بیل کی انتڑیوں کو دھوئیں اور ان کے سروں کو باندھ کر پھلائیں۔ پھر اس حوض میں آویزاں کر دیں تو ساری چھپکلیاں ڈر کر چپ ہو جائیں گی اور ادھر سے دوڑ جائیں گی۔

خواب کی تعبیر: خواب میں گائے دکھائی دے تو اس کو سالوں اور برسوں سے تعبیر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر دی تھی۔ اگر خواب میں موٹے بیل یا گائیں دکھائی دیں تو سال بہت اچھے گزریں گے اور اگر کمزور بیل یا گائے دکھائی دیں تو اس کو خشک سالی سے تعبیر دی جاتی ہے۔ اس شرط پر خواب میں گائے یا بیل کا رنگ سفید یا کالا نظر آیا ہو۔ اگر کسی کو خواب میں زرد یا لال رنگ کی گائیں دکھائی دیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ گائیں شجر کو اپنے سینگ سے مار مار کر اکھاڑ دیں گی یا پھر کسی عمارت کو گرائیں گی کیونکہ گائے فتنہ و فساد کی نشانی ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ جن گھروں میں یہ چلی جائیں گی ان کو گرا دیں گی کیونکہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ آخری زمانے میں فساد بیل کے سینگوں اور آنکھوں کی مانند ظاہر ہوں گے۔ (الحدیث)

اگر کسی کو خواب میں پیلی گائے دکھائی دی تو اس کو ہریالی و شادابی سے تعبیر کریں گے اور اگر کالے و سفید رنگ کی گائے نظر آئی تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ برس شروع ہوتے ہی بہت شدید کٹھنائیوں سے واسطہ پڑے گا۔ اگر کسی کو خواب میں گائے کا عقبی حصہ ابلغ نظر آیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ برس کے اواخر میں کٹھن حالات پیش آئیں گے۔ اگر کسی کو خواب میں آدھی گائے دکھائی دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس کو خواب میں دکھائی دیا اس کی ہمشیرہ یا دختر کسی آفت میں مبتلا ہوگی۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں گائے کے وہ سارے حصے دکھائی دیئے جن کا تعین وراثت میں کیا گیا ہے مثال کے طور پر چوتھا حصہ، آٹھواں حصہ وغیرہ تو اس کی تعبیر یہ کہلائے گی کہ خواب دیکھنے والی کی ہمشیرہ یا دختر کو کسی آفت کا سامنا ہوگا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ کسی اجنبی کی گائے کا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والا شخص کسی دوسری خاتون سے خیانت کا مرتکب ہوگا اور جس وقت بھی مرد خواب میں گائے کو دیکھے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی ہمشیرہ یا دختر یا زوجہ کسی آفت میں مبتلا ہیں۔ خواب میں گائے کا دودھ دکھائی دینا پاک اور حلال مال کی نشانی ہے۔ خواب میں گائے کی آواز سماعت کرنا اس طرح کے افراد کی نشاندہی ہے جو کہ ادب و احترام میں مشغول ہوں گے۔ خواب میں اگر گائے زخمی کر دے تو اس کی تعبیر کسی مرض سے دی جائے گی۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ کوئی گائے یا بھینس اس پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور دیکھنے والے کا ان کی جانب دھیان نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ جس نے خواب دیکھا اس کا اسی برس میں انتقال ہو جائے گا۔ کھیتی باڑی کرنے

والے افراد کو خواب میں گائے نظر آنا بھلائی و برکت اور خوشحالی کی علامت ہے۔ خواب میں گائے کا سب سے بہتر رنگ وہ ہے جو گھوڑے کیسے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ (اس کو ''باب الخاء'' میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ) اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ گائے اس کے گھر میں چلی آئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مالی نقصان سے دوچار ہوگا۔

نصرانی کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ گائے یا بیل کا گوشت تناول کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ دیکھنے والے کو شہنشاہ کی مجلس میں پیش کیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی اس طرح کا شخص جو دولت اکٹھی کرنے کے بارے میں سوچے خواب میں آکر اس کو گائے کی چربی نظر آئے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کو محنت کئے بغیر ہی دولت کا حصول ہوگا اور وہ اس کو اسراف کئے بغیر ذخیرہ کرلے گا۔ اگر کسی کو خواب میں گائے کا پکا اور بھنا ہوا گوشت دکھائی دیا تو اس کو امن وسلامتی سے تعبیر دی جائے گی اور گوشت کو پکانے اور بھوننے والا سلامتی میں رہے گا۔ اگر گوشت بھوننے والے کی زوجہ حمل سے ہوگی تو پھر گویا کہ اس کو خواب میں اولاد نرینہ کی خوشخبری دی گئی ہے۔ خواب میں گوشت کو پکانا خوشحالی کی جانب اشارہ ہے اور اگر گوشت کچا ہو تو خواب دیکھنے والے کو بیوی کی جانب سے دکھ ملے گا۔

اکثر معبرین کہتے ہیں کہ اگر کسی نے خود کو خواب میں گائے یا بیل کا پکا اور بھنا ہوا گوشت تناول کرتے دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا رزق کشادہ ہوگا۔

اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس نے بیل کو نحر کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والے کا انتقال ہو جائے گا ایسے ہی اگر کسی خاتون کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ بیل پر سواری کر رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی عنقریب وہ شادی شدہ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ ہے تو بھی اس کا خاوند اس کے تابع دار ہو جائے گا۔

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ جیسا کہ میں ایک ٹیلے کے اوپر کھڑی ہوئی ہوں اور میرے اردگرد گائے، بیل نحر کئے جا رہے ہیں تو میں نے اس خواب کی تعبیر مسروق سے دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ اگر آپ کا خواب درست ہے تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ آپ کے سامنے بہت زبردست جنگ لڑی جائے گی لہٰذا ایسے ہی ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جنگ جمل لڑی گئی۔''

اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ گائے اپنے بچے کا دودھ چوس رہی ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی زوجہ اپنی لڑکی کے ساتھ خیانت کرنے کے لئے مدعو کر رہی ہے ایسے ہی اگر کسی خادم نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے مالک کی گائے یا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ خادم اپنے مالک کی دختر سے نکاح کرے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

البقر الوحشی

''البقر الوحشی'' (نیل گائے) اس کی چار قسمیں ہوا کرتی ہیں:

(1) المها۔ (2) الایل۔ (3) الیحمور۔ (4) التیتل۔

ان قسموں کی گائے کو اگر گرمی کے موسم میں پانی ملے تو بہت دل بھر کر پی لیتی ہے اور پانی میسر نہ ہو تو صابر رہتی ہے اور ہوا کھانے پر گزارا کر لیا کرتی ہے۔ پانی میں صابر رہنے کی خوبی بھیڑیا' گیدڑ' لال جنگلی گدھے' ہرن اور خرگوش وغیرہ میں بھی ہوا کرتی ہے۔ ''ایل'' کا تذکرہ اس سے قبل بھی ہو چکا ہے اور ''الیحمور'' کو بہت جلد ''باب الیاء'' میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

''المها'' قدرتی طور پر جوش والی اور شہوت انگیز ہوا کرتی ہے۔ اس لئے مؤنث جس وقت امید سے ہوتی ہے تو بچے کے ضائع ہونے کی بناء پر نر سے دور دوڑ جایا کرتی ہے۔ ''المها'' میں شہوت کی زیادتی اتنی زیادہ ہوا کرتی ہے کہ کبھی کبھار وہ مذکر کے اوپر آ جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی جس وقت ایک دوسرے سے جفتی کرتے ہیں تو مؤنث مادہ منویہ کی بدبو کو سونگھ لینے پر اچھلا کرتی ہیں۔

نیل گائے کے سینگ بہت سخت ہوا کرتے ہیں' دوسرے حیوانات کے برعکس کیونکہ ان کے سینگوں میں کھوکھلا پن پایا جاتا ہے۔ نیل گائے گھر میں رہنے والی بکریوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ نیل گائے کے سینگ اتنے زیادہ ٹھوس اور طاقت ور ہوتے ہیں کہ یہ اپنے سینگوں کی مدد سے شکاری کتوں اور درندوں سے اپنا اور اپنے بچوں کا بچاؤ کیا کرتی ہے۔

نفع: جس وقت حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو دومتہ الجندل کے فرمانروا ''اکیدر'' کی جانب روانہ کیا (اکیدر خاندان کندہ سے نسبت رکھتا تھا' اکیدر کے باپ کا اسم عبدالملک ہوتا تھا اور وہ نصرانی تھا) تو حضور سرور عالم' رحمتہ عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا ''اے خالد! تم اکیدر کو اس کیفیت میں دیکھو گے کہ وہ نیل گائے کو شکار کرنے میں مصروف ہوگا۔'' پس حضرت خالد چاندنی شب میں اکیدر کے پاس گئے تو اللہ پاک نے نیل گائے کو فرمان دیا کہ وہ ہر جانب سے آ کر اپنے اپنے سینگ سے ''اکیدر'' کے محل کو گھسنے لگیں۔ اکیدر نے چھت سے ان کا نظارہ کیا اور کہنے لگا کہ آج شب سے قبل میں نے اتنی زیادہ تعداد میں نیل گائیں نہیں دیکھیں جبکہ اس سے قبل میں دو یا تین روز تک نیل گائے کی کھوج میں رہا مگر میں ان کو نہ ڈھونڈ سکا۔ اللہ پاک جو چاہے' کر دیا کرتا ہے اس کے بعد اکیدر دیباج کا جو کوٹ پہنے ہوئے تھا اس پر کندہ کا کام کیا گیا تھا جس وقت اکیدر میدان میں آیا تو اسی لمحے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے ادھر آ گئے۔ تو حضرت خالد بن ولید نے اکیدر کو قیدی بنا کر اس کو کندن کے کام سے آراستہ لمبے کوٹ سمیت حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کر دیا۔ اکیدر کا کوٹ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت اچھا لگا۔ حضور جانِ کائنات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں سعد کے رومال اکیدر کے کوٹ (قباء) سے بھی زیادہ برتر ہوں گے۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ'

قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کو اسلام پر ایمان لانے کی دعوت دی تو اکیدر نے ایمان لانے سے منع کر دیا۔ حضور کی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر سے خراج لے کر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ قصہ رجب کے مہینے 9 ھ کو رونما ہوا۔ بجیر بن بجر وطائی نیل گائیوں کے بارے میں اپنی شاعری میں ذکر کرتے ہیں:

تبارک سائق البقرات انی ۔۔۔ رأیت اللہ یھدی کل ھادی

"برکت والا ہے گائیوں کو چرانے والا کیونکہ میں نے (یہ بات سمجھی ہے کہ) اللہ پاک ہر رہنمائی کرنے والے کو سیدھی راہ دکھایا کرتا ہے۔"

فمن یک حائدا عن ذی تبوک ۔۔۔ فانا قد أمرنا بالجھاد

"پس کون ہے جو ذو تبوک سے جدا ہو جاتا جبکہ ہم کو تو اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کا فرمان دیا گیا ہے۔"

بہت جلد ان شاء اللہ "المھا" کو باب "المیم" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

حکم: سارے آئمہ کرام کے مطابق نیل گائے اور اس کی ساری قسموں کا گوشت حلال ہے کیونکہ یہ پاک اشیاء میں سے ہے۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں "تتابعی بقر" (تم گائے کی تلاش میں لگے ہوئے ہو) یہ مثل اس لیے استعمال کرتے ہیں جس وقت کوئی آدمی کسی سلسلے کے بارے میں متفکر ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ بشر بن حارث اسدی اپنی امت کے ہمراہ (جس وقت وہ فکر مند تھے) گیا' جس وقت ان لوگوں کا گزر گائے کے قریب سے ہوا تو وہ چونک گئی اور پہاڑ کی چوٹی پر چلی گئی تو بشر بن حارث نے اس گائے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور وہ گائے نیچے گر گئی۔ چند لمحے غور وفکر کرنے کے بعد بشر بن حارث کہنے لگا کہ تم گائے کے پیچھے لگے ہو جبکہ میں نے گائے کو گرا دیا ہے۔ اس کے بعد بشر اپنی امت کی جانب لوٹ گیا اور ان کو گائے کا گوشت تناول کرنے کے لئے بلانے لگا۔

خواص: 1- فالج کی بیماری میں مبتلا شخص کے لئے نیل گائے کے مغز کو تناول کرنا بہت زیادہ نفع بخش ہے۔

2- اگر نیل گائے کی سینگوں کو اپنے پاس رکھا جائے تو جنگلی درندے دور بھاگ جاتے ہیں۔

3- اگر کسی رہائش گاہ میں نیل گائے کے سینگوں یا اس کی چمڑی یا کھروں کا دھواں دیا جائے تو اس رہائش گاہ سے سانپ دور بھاگ جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر کھروں کی راکھ کو تکلیف میں مبتلا مڑی ہوئی زبان پر چھڑکا جائے تو زبان کی تکلیف دور ہو جایا کرتی ہے۔

4- اگر کسی رہائش گاہ میں نیل گائے کی زلفوں کا دھواں دیا جائے تو ادھر سے چوہے اور حشرات چلے جاتے ہیں۔

5- اگر کوئی چوتھیا بخار کے مرض میں مبتلا ہو تو نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر ان کی راکھ کو کھانے میں ڈال کر تناول کیا جائے تو کھانا تناول کرنے کے بعد فوری طور پر بخار اتر جائے گا۔ ایسے ہی نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر شربت وغیرہ میں ڈال کر نوش کرنے سے قوت باہ میں اضافہ' اعصابی قوت اور شہوت میں بھی کثرت پیدا ہوتی ہے۔

6۔ اگر نیل گائے کے سینگ کو جلا کر ان کی راکھ کو نکسیر بہنے والی ناک میں چھڑکیں تو لہو بہنا رک جاتا ہے۔ ایسے ہی نیل گائے کے سینگوں کی راکھ کو سرکہ میں ڈال آفتاب کی جانب چہرہ کر کے برص میں لگانا بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر نیل گائے کے سینگوں کی راکھ ایک مثقال کے برابر کھالیں تو اس راکھ کو کھانے والا جس سے بھی مقابلہ کرے گا اس کو غلبہ ملے گا۔

بقر الماء

''بقر الماء'' (سمندری گائے) حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آب سے ایک گائے نکلا کرتی ہے جو باہر آکر چارہ کھاتی ہے۔ اس کا فضلہ عنبر ہوا کرتا ہے مگر اس کی حقیقت سے اللہ پاک ہی باخبر ہے کیونکہ لوگوں کے مطابق عنبر دریا کی گہرائیوں سے نکلا کرتا ہے۔ اگر لوگوں کے اس قول کو درست مانا جائے تو اس سمندری کا نور کا فضلہ مغز' حواس اور قلب کے لئے مفید ہے۔ واللہ اعلم

بقرة بنی اسرائیل: ''بقرة بنی اسرائیل'' (بنی اسرائیل کی گائے) اس گائے کو ''ام قیس'' اور ''ام عویف'' بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک مختصر سا حیوان ہے جس کے دو سینگ ہوا کرتے ہیں اور اس کی رہائش ریت میں ہوا کری ہے۔ جس وقت تم اس کو دیکھنے کی سوچو تو اس کی رہائش کی جگہ پر کوئی جوں یا چھوٹی سی چیونٹی رکھ دو تو یہ حیوان فوری طور پر باہر آکر اس کو گرفت میں لے گا لہٰذا جس وقت تم اس حیوان کو پکڑ لو تو اس کی پیٹھ کو پھاڑ کر اس میں سلائی ڈال اس کے بعد اس سلائی کو وہ آدمی آنکھوں میں مستعمل کرے تو آنکھ میں سفیدی اتری ہو تو اس کی آنکھ کی سفیدی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جس جگہ بال نہ نکلتے ہوں تو اس جگہ اس حیوان کو رگڑنے سے بال باہر نکل آیا کرتے ہیں۔

البق

''البق'' (پسو) حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''البقۃ'' کا مطلب پسو ہے اور ''البق'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ باب العین والیاء اور لام میں زفر بن حرث کلابی کہتے ہیں کہ

الا انما قیس بن عیلان بقة　　　اذا وجدت ریح العصیر تغنت

''باخبر ہو جاؤ قیس با عیلان بلاشبہ پسو ہیں۔ جس وقت وہ شیرۂ انگور کی مہک کا احساس کرتا ہے تو گانا شروع کر دیتا ہے۔''

پسو کو ''الفسافس'' بھی کہتے ہیں جس کا ذکر بہت جلد ''باب الفاء'' میں ہوگا۔ انشاء اللہ

اکثر علماء کرام کے مطابق پسو ''النفس الحار'' سے وجد میں آتے ہیں۔ پسو انسان کے لہو کے شوقین ہوا کرتا ہے۔ سو پسو کو جس لمحے انسان کی مہک کا احساس ہوتا ہے تو پسو فوری طور پر آ جاتا ہے۔ مصر اور شام جیسے ملکوں میں پسو کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

شرعی حکم: غلاظت کی بناء پر پسو حرام ہے جس طرح کہ مچھر حرام ہے۔ پسو اس طرح کا جانور ہے جس میں لہو نہیں پایا

جاتا۔ حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ پسو میں انسانوں سے چوس کر نکلا ہوا موجود ہوتا ہے جس طرح کہ جوں کھٹمل اور مچھر انسانوں کا لہو چوستے ہیں۔ حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ اور حضرت امام نووی علیہ الرحمہ ان جانوروں میں پسو اور مچھر کو شامل کرتے ہیں جن میں لہو نہیں پایا جاتا۔ حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقوں کے پسوؤں کو ان جانوروں میں جن میں لہو موجود نہیں ہوا کرتا' میں شامل کرنا کٹھن ہے۔ اس کے علاوہ میں نے کئی شہروں میں دیکھ رکھا ہے کہ عوام ان جانوروں میں مچھر کا نام بھی لیا کرتے ہیں جن میں لہو موجود نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے جو افراد اس کا مطلق تذکرہ کرتے ہیں اس کا مطلب مچھر ہی ہوا کرتا ہے۔

خواص: 1- حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ ''عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات'' میں تحریر کرتے ہیں کہ جس مکان میں کلقند راور شونیز سے دھواں دیا جائے اس مکان سے پسوؤں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

2- اگر کسی مکان میں صنوبر کے برادہ (بورے) سے دھواں دیا جائے تو پسو اور مچھر اس مکان سے دور چلے جاتے ہیں۔

3- حنین بن اسحاق کا کہنا ہے کہ اگر کسی مکان میں حب محلب کا دھواں دیا جائے تو پسو دوڑ جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی مکان میں علق' عاج یا بھینس کی چمڑی یا سرو کے پودے کی ٹہنیوں کا دھواں دیں تو پھر بھی پسو اس مکان سے چلے جاتے ہیں۔

4- اکثر علماء کرام کے مطابق اگر حرمل کے پتوں کو سرکہ میں ڈبو کر پھر یہ آب لے کر اس کا چھڑکاؤ مکان میں کر دیں تو پسو دوڑ جایا کرتے ہیں ایسے ہی اگر کوئی حرمل اپنے بستر کے سرہانے رکھے یا پھر اپنے قدموں کے پاس رکھ لے تو پسو اس کے نزدیک نہیں آئیں گے۔ ایسے ہی اگر سداب کو سرکہ میں ڈبو کر اس کا چھڑکاؤ مکان میں کر دیں تو پھر بھی پسو دوڑ جایا کرتے ہیں۔

5- اگر کوئی آدمی کندر (ایک طرز کی گوند جیسی شے) گندھک کو پیس کر آب میں پگھلائے پھر اسے بھنگ کی لکڑی لگا کر سونے سے قبل اپنے بستر کے سرہانے رکھیں تو پسو نزدیک نہیں آئیں گے۔

پسوؤں کو دور کرنے کا طریقہ: ابن جمیع کا کہنا ہے کہ کمون خشک آس اور ترمس کی دھونی دی جائے تو یہ طریقہ مچھروں اور پسوؤں کو دور دوڑ جانے پر عاجز کر دیتا ہے۔ ایسے ہی اگر چار کاغذ میں درج ذیل نقش تحریر کر کے چاروں اطراف پر چسپاں کر دیں تو پسو دوڑ جاتے ہیں۔ ''۱۱۱۲۱۲'' یہ آزمایا ہوا طریقہ ہے۔

احادیث پاک میں پسو کا ذکر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے ان دو کانوں نے سماعت کیا اور میری آنکھوں نے نظارہ کیا کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تھامے ہوئے ہیں اور ان کے دونوں پاؤں حضور سرور عالم' رحمتہ عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں پر ہیں اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں (اے حسین رضی اللہ عنہ) چھوٹے چھوٹے قدم اوپر آؤ' پسو کی آنکھیں۔ وہ طفل حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر آتا اور اپنا پاؤں' حضور جان کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھتا اس کے بعد حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا فرمان دیا اپنا منہ کھول دو اور پھر ان کا

منہ چوما اور فرمایا اے اللہ پاک کوئی ان سے کیوں پیار نہ کرے۔ میں جو اس سے محبت رکھتا ہوں۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید)

بزار نے بھی ایسے ہی کچھ کلمات کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''الحزقة'' چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کو کہا کرتے ہیں۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے طور پر اور مذاق سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔

اس کے علاوہ ''ترق'' کے مفہوم ''تم چڑھا کرو'' کے ہوتے ہیں۔ ''عین بقة'' چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے ایما ہے۔ اس کے مرفوع ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ مبتدا محذوف کی اطلاع ہے۔

کامل ابن عدی اور تاریخ ابن النجار میں محمد بن علی حسین بن محمد کے سوانح حیات میں تذکرہ ہے کہ اصبغ بن نباتہ حنظلی نے کہا ہے کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے ''آدم کی اولاد اور آدم کی اولاد کیا ہے۔ پسو اس کو تکلف دیا کرتا ہے، ابن آدم کا پسینہ اس کو بدبو والا کر دیا کرتا ہے اور اگر اس کو اچھو لگ جائے تو وہ اس کے ہلاک ہونے کا موجب بنتا ہے۔

اصبغ بن نباتہ حنظلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے اقوال کو نقل کیا ہے کہ ایسے اقوال کسی اور نے بیان نہیں کئے۔ اصبغ بن نباتہ حنظلی کی روایت کی ہوئی اشیاء معتمد نہیں ہیں۔ ابن ماجہ نے اصبغ بن نباتہ حنظلی سے محض ایک روایت ''نزل جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحجامة الاخدعین و الکاھل'' نقل کی ہے۔

مثالیں: عربی لوگ کہا کرتے ہیں ''أضعف من بقة'' (فلاں پسو سے بھی زیادہ لاغر ہے)

تعبیر: پسو خواب میں اس طرح کے لاغر حریفوں کی شکل میں آیا کرتے ہیں جو نیزہ زن ہوں اور یہ اس طرح کی جماعت ہے جس میں بے وفائی ہے۔ اس کے علاوہ یہ قوت مند اور دلیر بھی نہیں ہوا کرتے۔ پسو کا خواب میں دکھائی دینا اکثر دکھ، پریشانی کی نشانی ہوا کرتا ہے کیونکہ پسو نیند کا خاتمہ کر دیا کرتے ہیں۔ ایسے ہی دکھ اور تفکر سے بھی نیند ختم ہو جایا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

البکر

''البکر'' جوان اونٹ کو ''البکر'' کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث ''بکرة'' اور اس کی جمع ''بکار'' ہوتی ہے۔ جس طرح کہ ''فرخ'' (پرندے کا طفل) کی جمع ''فراخ'' ہوتی ہے اور ''البکر'' کی جمع قلت ''ابکر'' ہوا کرتی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جوان اونٹ کے لئے ''البکر'' اور جوان خاتون کے لئے ''الفتاة'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ لفظ ''قلوص'' اونٹ کے لئے باندی کی جگہ پر اور ''البعیر'' اونٹ کے لئے بشر کی جگہ پر۔ ایسے ہی لفظ ''جمل'' اونٹ کے لئے آدمی کی جگہ پر اور ''الناقة'' اونٹ کے لئے خاتون کے مقام پر مستعمل ہوتا ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''البکر'' کا ذکر: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان اونٹ ادھار لیا سو جس وقت صدقہ کا اونٹ حضور سرورِ عالم،

رحمتہ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (اس شخص کے لئے جس کا حضور جانِ کائنات فخر موجودات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار لوٹانا تھا) جوان اونٹ دینے کا فرمان دیا۔ میں نے عرض کیا کہ ان میں تو حض وہ اعلیٰ اونٹ ہیں جن کے کوچلی کے دندان جھڑ چکے ہیں حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے فرمایا کہ اس کو اعلیٰ اونٹ کی ادائیگی ہی کرو اس لئے کہ اعلیٰ اونٹ ادا کرنا زبردست ادا کرنا ہے۔ (رواہ المسلم)

اکثر روایات میں ''رباعیا'' کی جگہ ''بازلا'' کے الفاظ کا ذکر ہوا ہے مگر ترجمہ دونوں کا ایک جیسا ہی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جوان اونٹ بیچ دیا اور پھر اس اونٹ کے دام لینے کی حاجت سے حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا اور گزارش کی یا رسول اللہ اس کو جوان اونٹ کے دام ادا کر دیجئے۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمادگی ظاہر فرمائی اور دام کی ادائیگی کر دی۔ سو بہت زبردست دام ادا کئے۔ اس کے بعد ایک اعرابی شخص کی آمد ہوئی اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے جوان (اعلیٰ) اونٹ کے دام ادا فرما دیں۔ تو حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ایک بڑی عمر والا اونٹ اس کے اونٹ کے عوض میں دیا سو وہ عربی شخص بولا: یا رسول اللہ! یہ والا اونٹ تو میرے اعلیٰ اونٹ سے بھی زیادہ برتر ہے لہٰذا حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار سرکار ابد قرار آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ وہ اونٹ تیرے لئے ہے اور یہ فرمایا کہ امت کا زبردست شخص وہ ہے جو بہترین ادائیگی کیا کرے۔ (رواہ الحاکم ثم قال صحیح اسناد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے عزم سے روانہ ہوئے۔ جس وقت حضور سرور عالم رحمت عالم وادی عسفان پر آئے تو فرمایا: اے ابوبکر! کیا آپ کو علم ہے یہ کون سی وادی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''وادی عسفان'' ہے۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ اس وادی سے حضرت نوح حضرت ہود حضرت ابراہیم علیہم السلام کا گزر ان کے جوان اونٹوں پر سواری کرتے ہوئے ہو چکا ہے۔ ان کے گدھے تھے جن کے اوپر بچھے ہوئے گدے ان کی چٹائیاں ہوا کرتی تھیں۔ ان کی عبائیں ان کی لنگیاں تھیں اور کمبلوں کی بجائے وہ کھال کو استعمال کرتے تھے۔ (رواہ ابویعلی)

حضرت سیرین بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ غزوہ فتح مکہ میں حضور سراج السالکین رحمتہ للعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضرت سیرین نے کہا ہے کہ ہم کو حضور جانِ کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی منظوری دے دی لہٰذا میں اور ایک دوسرا آدمی قبیلہ بنو عامر کی ایک خاتون کے پاس گئے۔ وہ اعتدال میں لمبی گردن والی نوعمر لڑکی تھی سو ہم نے خود کو اس کے آگے حاضر کیا تو وہ کہنے لگی کہ تم مجھ کو کیا چیز دو گے؟ سیرین نے کہا ہے کہ میں بولا کہ میں تم کو اپنی یہ چادر دے دوں گا اور اس دوسرے آدمی نے بھی یہ کہہ دیا کہ میں تم کو اپنی چادر

دے دوں گا مگر اس آدمی کی چادر میری چادر سے زیادہ اعلیٰ اور خوبصورت تھی اور وہ اس آدمی کی چادر پر نظر ڈالتی تو اس کو وہ اچھا لگتا مگر جس وقت میری جانب نظر کرتی تو اس کی نظروں کا محور میں ہی ہوتا (ابن سیرین نے کہا ہے کہ) اس کے بعد وہ بولی کہ تو اور تیری چادر میرے لئے بہت ہیں۔ اس خاتون کے ساتھ میں نے تین روز بسر کئے۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ جن افراد کے پاس متعہ کی خواتین ہیں ان کو ان خواتین کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔ ایک اور روایت میں بیان ہے کہ ابھی ہمارے متعہ کا وقت مکمل نہیں ہوا تھا کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام قرار دے دیا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عربی نے ایک اونٹنی کو حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کیا تو حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کے بدلے اس عربی کو چھ عمدہ اونٹ نواز دیئے۔ وہ عربی شخص خفا ہو گیا۔ بہر حال جس وقت اس کی اطلاع حضور سرکارِ مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک اونٹنی تحفے میں دی جس کے بدلے میں' میں نے اس شخص کو چھ عمدہ اونٹ دیئے تو اس نے خفگی کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ میں نے پکا عزم کر لیا ہے کہ میں قریشی' انصاری' ثقفی اور دوسی کے علاوہ اور کسی کے ہدیے کو وصول نہیں کروں گا۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والحاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہے کہ ''صدقنی سن بکرۃ'' (اس نے مجھ کو اپنے عمدہ اونٹ کی حیات درست بتا دی) عربی لوگ اس کو ضرب المثل کی جگہ استعمال کرتے ہیں جس وقت کوئی کسی قصے کی درست اطلاع دے۔ اس کے علاوہ بشر اپنی مخالفت میں بھی بولا کرتا ہے ہر چند کہ نقصان دہ کیوں نہ ہو۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد سے عمدہ اونٹ خریدنے کے لئے دام پکے کر رہا تھا تو خریدنے والے نے اونٹ کے آقا سے اونٹ کی حیات کے بارے میں استفسار کیا تو آقا نے اونٹ کی حیات بالکل درست بتا دی تو خریدنے والا فرد کہنے لگا ''صدقنی سن بکرۃ'' (اس نے مجھ کو اپنے اونٹ کی عمر درست بتا دی)

مسند حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خادم نے کہا ہے کہ ایک دفعہ گرمیوں کے دنوں میں میں اپنے مالک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ یکا یک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی دکھائی دیا جو اپنے نوعمر دو اونٹوں کو ہانکتے ہوئے لے کر جا رہا تھا اور وہ اتنی گرمی میں ارض پر بستر کی مانند گھسیٹتے ہوئے چلتا جا رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آدمی کو کیا ہوا ہے اگر یہ مدینہ منورہ میں استراحت کر لیتا حتیٰ کہ موسم خوشگوار ہو جاتا اور اس کے بعد یہ چلتا تو کیا ہو جاتا۔ سو وہ انسان نزدیک آیا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمان دیا کہ دیکھو کون ہے؟ سو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے میں نے گزارش کی کہ یہ خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے سے باہر سر کر کے دیکھا تو علم ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گرم لو کی بناء پر جھلسے جا رہے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری دفعہ سر باہر نکال کر دیکھا حتیٰ کہ حضرت عمر بن

''السفر'' بھی کہا کرتے ہیں۔ اس کو بہت جلد مفصل بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔ اکثر شاعروں نے بلبل کے بارے میں زبردست شاعری کی ہے:

ما طائر نصفه کله | له فی ذرا الدوح سیر و لبث

''(بلبل) کس طرح کا پرندہ ہے جس کا آدھا ہی پورا ہے اور جس کے لئے صحن اور اس کی سمتوں میں چلنا اور رک جاتا ہے۔''

رأینا ثلاثة ارباعه | اذا صحفوها غدت وهی ثلث

''میں نے اس کے تین چوتھائی حصے کا نظارہ کیا اور جس وقت وہ ان ساروں کو اکٹھا کر لے تو ایک تہائی بچ جاتا ہے۔''

علی بن مظفر ابوالفضل آمدی جو کہ شہر واسط کے قاضی ہوا کرتے تھے انہوں نے بھی بہت اعلیٰ شاعری کی ہے:

واهاله ذکر الحمی فتاوها | ودعابه داعی الصبا فتولها

''اور اس پر دکھ ہے کہ جس وقت اس کے سامنے بخار ہوتا ہے تو آہ وزاری کرنے لگتا ہے اور جس وقت داعی شغف و پیار اس کو مدعو کرے تو پہلو بدل لیا کرتا ہے۔''

هاجت بلابله البلابل فانثلث | أشجانه تثنی عن الحلم النهی

''ان کی بلبلوں نے جس وقت دوسری بلبلوں کی برائی کی تو اس کے دکھ درد' صبر و برداشت سے ہٹ کر اس کو روکنے میں مشغول ہو گئے۔''

فشکا جواوبکی أسی وتنبه | الوجد القدیم ولم یزل متنبها

''سو شکوہ کیا سوز و عشق میں مبتلا نے اور دکھ و رنج کے اشک بہائے اور وہ پچھلی محبت کی قسم دے کر اس بات پر خبردار کرتی رہی۔''

لاتکرهو ه علی السلوفطالما | حمل الغرام فکیف یسلو مکرها

''کہ تم اس کو (گزری باتوں) کو بھول جانے پر عاجز نہ کرو اس لئے کہ وہ عشق کی بیماری میں لاحق رہ چکا ہے تو پھر وہ اس کی شدتوں کو کس طرح بھول سکتا ہے۔''

لاعتب یاسعدی علیك فسامحی | وصلی فقد بلغ السقام المنتهی

''اے سعدی! تیرے سے کوئی خفگی نہیں لہٰذا تم ٹال مٹول کرتے ہوئے درگزر کرو اور ملاقات کرو اس لئے کہ (عشق کا) مرض آخری حد تک جا پہنچا ہے۔''

یوسف بن لولو نے بھی بہت زبردست شعر بیان کئے ہیں:

باکر الی الروضة تستجلها | فثغر ها فی الصبح بسام

''وہ صبح تڑکے گلشن کو سجانے کے لئے نکل آئی تو صبح تڑکے ہی اس کے مکھڑے پر مسکراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔''

والنرجس الغض اعتراه الحیا فغض طرف فیه اسقام

''اور وہ بالکل نئی نرگس ہے جس کو حیاء داری نے ڈھکا ہوا ہے۔ اس نے اپنی نظروں کو نیچے کر لیا مگر اس کی نظروں میں کھوٹ عیاں تھا۔''

وبلبل الدوح فصیح علی الایکة والشحر ورتمتام

''اور گھنے شجر کی بلبل گھنے شجر پر بیٹھی گانا گا رہی ہے اور ''شحر'' پرندہ بھی گانا گا رہا ہے۔''

ونسمة الصبح علی ضعفها لها بنا مرو السمام

''اور صبح کی ہوا ہر چند کہ ہلکی ہے مگر اس کا گزر میرے قریب سے ہو رہا ہے اور میری جانب اس کا دھیان بھی ہے۔''

فعاطنی الصبهاء مشمولة عذراء فالواشون نؤام

''سوسر دشرابوں نے اس دوشیزہ کے لئے میری گردن طویل کر دی اس لئے کہ دوسرے حریف سوئے ہوئے ہیں۔''

وأکتم احادیث الهوی بیننا ففی خلال الروض نمام

''اور میں اپنے مابین ہونے والی محبت کی باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہوں کیونکہ گلشن میں باتوں کو ہوا دینے والے چغلی کرنے والے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔''

یہ زبردست شاعری بھی یوسف لؤلؤ کی ہے:

سقی الله أرضا نور وجهك شمسها واحیا بلادا أنت فی افقها بدر

''اللہ نے زمین کی پیاس بجھائی' اس کا آفتاب تیرے مکھڑے کی روشنی ہے اور اللہ پاک نے ارض کو حیات کیا اس لئے کہ تم اس کے فلک پر چودھویں رات کے ماہتاب ہو۔''

وروی بقاعا جود کفك غیثها ففی کل قطر من نداك بها قطر

''اور اس نے اس خطے کی پیاس بجھائی فیاضی اس کی بارش ہے اور تیرے شبنم کا ہر قطرہ اس کا نایاب اندیشہ ہے۔''

یہ شعر بھی یوسف لؤلؤ کی بہترین شاعری میں سے ہیں:

تسلسل دمعی وهی لاشك مطلق وضح حقیقا حین قالوا تسکرا

''میں اشکبار ہو گیا اور بے شک میرے اشک بہنا جاری ہیں اور اصل میں انسانوں کی یہ بحث ٹھیک ہے کہ ایک کنارہ تھا جو ٹوٹ گیا۔''

وفی قلب مائی للقلوب مسرة وقالوا ستجزی بالهنا وکذاجری

''اور میرا دکھ درد بھرا قلب دوسروں کی مسرت کا سبب ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ بہت جلد اختتام ہو گا اور پھر اس طرح ہی ہوا۔''

یہ شعر بھی اسی شاعر کے ہیں:

بعيني رأيت الماء ألقي بنفسه   على رأسه من شاهق فتكسرا

''میں نے اپنی نگاہوں سے نظارہ کیا کہ آب نے خود کو اونچائی سے اس کے سر پر ڈال دیا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔''

وقام على اثر التكسر جاريا   الافاعجبوا ممن تكسر فلجرى

''اور وہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پھر شروع ہو گیا لہٰذا افراد حیران ہوئے کہ جدھر سے ٹوٹا تھا وہیں سے پھر شروع ہو گیا۔''

أنفقت كنز مدائحي في ثغره   وجمعت فيه كل معنى شارد

''میں نے اس کے مکھڑے کی مدح سرائی میں اپنی مدح کے ذخیرے کو خرچ کر دیا اور میں نے اس میں ساری قیمتی اور انوکھی اشیاء کو اکٹھا کر دیا۔''

وطلبت منه جزاء ذلك قبلة   فابى وراح تغزلي في البارد

''اور میں نے اس سے اس کے عوض ایک بوسے کی طلب کی تو اس نے منع کر دیا اور سردی میں غزل سرائی کرنا شروع کر دیا۔''

عربی لوگوں نے کہا ہے کہ ''البلبل يعندل'' (بلبل بات کر رہی ہے) حافظ ابونعیم اور صاحب الترغیب والترہیب' مالک بن دینار کی حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ مالک بن دینار نے کہا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا گزر ایک بلبل کے قریب سے ہوا جو شجر پر بیٹھی چہچہانے میں مشغول تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھ والے افراد سے فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ یہ بلبل کیا بات کر رہی ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو اس بارے میں واقفیت نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بلبل یہ بات کہہ رہی ہے کہ میں نے آدھی کھجور تناول کی ہے۔ سو دنیا ایک روز ختم ہو جائے گی۔ (اس کو بہت جلد انشاء اللہ ''باب العین'' میں مفصل بیان کیا جائے گا)

امام زمخشری نے اللہ پاک کے اس ارشاد ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّاتَحْمِلُ رِزْقَهَا'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اکثر مفسرین کے مطابق بلبل اپنی خوراک اکٹھی کر لیتی ہے۔

حضرت امام بویطی علیہ الرحمہ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی نسبت سے ایک داستان تحریر کی ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں کم عمری میں سیدنا مالک بن انس علیہ الرحمہ کی محفل میں تشریف فرما تھا کہ ایک شخص حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے پاس کوئی بات پوچھنے کے لئے آیا۔ وہ بولا کہ اگر بلبل نے چہچہانا نہ چھوڑا تو میں نے تین طلاق کا حلف اٹھایا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اس سے فرمایا کہ تم حانث ہو چکے ہو۔ وہ شخص لوٹ گیا۔ بہر حال کچھ لمحوں بعد حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے کچھ طالب علموں کی جانب اپنی توجہ مبذول کی اور فرمایا کہ اس شخص نے کوتاہی کی ہے سو اس کی اطلاع حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کو ملی۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ بہت دبدبہ والے شخص تھے حتیٰ کہ کوئی شخص محفل میں ان سے بات چیت کرنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ کبھی کبھار کوتوال حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے دبدبہ سے رعب میں آ کر ان کے پاس کھڑا ہو جاتا' اس کو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی تھی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے طالب علموں نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے یہ کہا کہ یہ طفل کہا کرتا ہے کہ اس شخص نے کوتاہی کی ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم نے یہ قول کس طرح کہا؟

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا' کیا آپ نے حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو کہ فاطمہ بنت قیس کے قصے میں ہے' ہمیں نہیں بتائی کہ فاطمہ بنت قیس نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ ابوجہم اور معاویہ نے میری جانب عقد کا پیغام ارسال کیا ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہم کا عصا کندھوں سے نیچے نہیں آتا (مطلب کہ وہ ازواج کو پیٹتے ہیں) اور معاویہ تو مفلس ہیں' ان کے پاس مال و دولت کی قلت ہے۔ تو کیا ابوجہم کا عصا سدا ان کے کندھوں پر رہا کرتا تھا جبکہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا مطلب تو بعض اوقات کا تھا۔ امام مالک علیہ الرحمہ' حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مرتبے کو جان گئے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے مدینہ منورہ سے آنے کا سوچا تو میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سو جس وقت میں واپس لوٹنے لگا تو حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے میرے سے فرمایا اے بیٹے! اللہ سے خوفزدہ رہنا اور جس روشنی (مطلب علم) سے اللہ پاک نے تمہیں نوازا ہے' اس کو غفلتوں سے بجھا نہ دینا۔ روشنی کا مطلب ادھر علم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ." (سورۃ النور' 40)

''اور جس کو اللہ پاک روشنی (مطلب ہدایت) نہ بخش دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔''

اس داستان میں بلبل کا تذکرہ ہے مگر دوسرے طرق سے جو داستان بیان ہوئی ہے اس میں قمری کا تذکرہ ہوا ہے۔ بہت جلد اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

تعبیر: خواب میں بلبل کے دکھائی دینے کو امیر اور دولت مند شخص سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر علماء کرام کے مطابق بلبل دولت مند خاتون کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔

اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ خواب میں بلبل قرآن پاک کی قرأت کرنے والے طفل کی صورت میں آیا کرتی ہے جس کے بعد کوئی طفل نہ ہو۔

البلح

''البلح'' (باء میں پیش اور لام میں زبر ہے) ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ ''البلح'' کالے وسفید رنگ کا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جو سائز میں گدھ سے بڑا ہوا کرتا ہے اور اس کے بال جھلسے ہوئے نظر آیا کرتے ہیں۔ سو اگر اس پرندے کا کوئی بال کسی اور پرندے کے بالوں کے درمیان میں گرے تو اس کو خوفزدہ کر دیا کرتا ہے۔ اکثر علمائے کرامؒ کے مطابق ''البلح'' ضعیف اور پرانے گدھ کو کہتے ہیں۔ ''بلحان'' اس کی جمع ہوتی ہے۔

البلشون

"البلشون" بگلے کو کہتے ہیں۔ بہت جلد اس کو "باب المیم" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

البلصوص

"البلصوص" (باء میں پیش اور لام مشدد ہے) یہ ایک اس طرح کے پرندے کا اسم ہے جس کی جمع خلاف قیاس "البلنصی" آیا کرتی ہے۔ حضرت امام سیبویہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جمع میں نون اضافی ہے کیونکہ اس کے واحد کے لئے "البلصوص" کا اطلاق ہوا ہے اور عام افراد "ابو لصیص" کہا کرتے ہیں۔ بطلیموسی نے کہا ہے کہ ان دونوں ناموں کے بارے میں لغت دان کے مطابق واحد کے لئے "بلصوص" اور جمع کے لئے "بلنصی" کے کلمات کا اطلاق ہے مگر اکثر علمائے کرام نے اس کے الٹ بیان کیا ہے کہ واحد کے لئے "بلنصی" اور جمع کے لئے "بلصوص" کے کلمات کا اطلاق ہو گا۔ کچھ حضرات "بلصوص" نر کے لئے اور "البلنصی" کے کلمات مادہ کے لئے مستعمل کرتے ہیں۔ ابن ولاد نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ مصرع بھی لکھا ہے:

"والبلصوص يتبع البلنصی" (اور بلصوص "مذکر" بلنصی "مؤنث" کے پیچھے لگا رہتا ہے)

ابن ولاد کہتے ہیں کہ قیاس اس قول کا تقاضا کرتا ہے کہ "بلصوص" کی جمع "بلاصیص" ہو۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو علم نہیں ہو سکا کہ اس پرندے کے متعلق شریعت کا کیا فرمان ہے۔

بنات الماء

"بنات الماء" ابن ابی الاشعث کہتے ہیں کہ یہ بحر روم کی مچھلیاں ہوا کرتی ہیں جو خواتین سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ان مچھلیوں کے بال سیدھے اور رنگت گندمی ہوا کرتی ہے اور ان کی فرج اور پستان خوب بڑے ہوا کرتے ہیں۔ یہ مچھلیاں بات چیت بھی کیا کرتی ہیں مگر ان کی بات چیت سمجھی نہیں جا سکتی۔

اس کے علاوہ یہ مچھلیاں ہنسا کرتی ہیں اور قہقہے بھی لگایا کرتی ہیں۔ مچھیرے اکثر ان کو پکڑ لیا کرتے ہیں اور ان سے وطی کر کے اس کے بعد پھر دریا میں پھینک دیتے ہیں۔

رویانی نے کہا ہے کہ جس وقت ان کے پاس کوئی شکاری خواتین سے مشابہت رکھنے والی مچھلی کا شکار کر کے لایا کرتا تو یہ ان لوگوں سے ان سے وطی نہ کرنے کا عہد لیا کرتے تھے۔ حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ایک شخص ایک شہنشاہ کی خدمت میں ایک اس طرز کی مچھلی پکڑ کر لے آیا تو جس وقت وہ مچھلی بات چیت کیا کرتی تو اس کی باتیں سمجھی نہیں جا سکتی تھیں سوائے شخص نے اس مچھلی سے شادی کی تو اس سے ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ اس بچے کو اپنے والدین دونوں کی ہی بات چیت سمجھ میں آ جایا کرتی تھی (اس کا ذکر اختصار کے ساتھ "باب الهمزہ فی انسان الماء" میں کیا جا چکا ہے)

بنات وردان

''بنات وردان'' (گبریلا) اس کا ذکر''باب الواؤ'' کے اواخر میں کیا جائے گا۔

البهار

''البھار'' (باء پر پیش ہے) سفید طرز کی اعلیٰ مچھلی کو''البھار'' کہتے ہیں۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ ''البھار'' تین سو رطل وزن کرنے والے آلے کو کہا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ابن الصعبہ (مطلب طلحہ بن عبید اللہ) نے وفات کے بعد سو عدد بہار کو ترکے میں چھوڑ رکھا تھا اور ہر ایک بہار میں تین قنطار سونا موجود تھا سو اس سے ایک پیالہ بنالیا گیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا ہے کہ عربوں کی فرہنگ میں ''البھار'' تین سو رطل کا ہوا کرتا ہے۔ ابو عبید قاسم نے کہا ہے کہ میرے مطابق یہ عرب میں نہیں ہوا کرتا بلکہ قبطیہ قبیلے میں ہوا کرتا ہے۔

بهثة

''بھثة'' نیل گائے کو کہا جاتا ہے' نیل گائے کا ذکر اس سے قبل مفصل بیان ہو چکا ہے۔

البهرمان

''البھرمان'' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''بھرمان'' عصفور (چڑیا) کی ایک طرز ہوا کرتی ہے۔

البهمة

''البھـــــمة'' (باء پر زبر ہے) گائے' بھیڑ اور بکری کے چھوٹے اطفال کو کہتے ہیں البتہ اس میں نر و مادہ مساوی ہیں۔ ''البھـمة'' کی جمع ''بھـم' بھـام' اور ''بھـامـات'' آیا کرتی ہے۔ حضرت امام ازہری علیہ الرحمہ ''شرح الفاظ المختصر'' میں فرماتے ہیں کہ بکری یا بھیڑ کے اطفال کے لئے چاہے وہ نر ہو یا مادہ ولادت ہوتے ہیں ان پر ''سـخلة'' کے کلمات کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''اسـخـال'' ہوتی ہے اور چندروز کے بعد اس کو ''بھمة'' کہتے ہیں لہٰذا جس وقت بکری کا طفل چار برس کا ہو جائے اور وہ اپنی والدہ کی گود سے الگ ہو گیا ہو تو اس کو ''جـفـار'' کہتے ہیں' جس وقت وہ چارہ کھا کر موٹا ہو جائے تو اس کو ''عـریض'' اور ''عتود'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''عـرضان'' اور ''عتدان'' ہوتی ہے مگر اکثر علماء کرام کے مطابق اس پر ''جدی'' کے الفاظ کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ اگر بکری کا طفل ایک برس کا نہ ہوا ہو تو مؤنث طفل کو ''عناق'' کہتے ہیں اس کی جمع ''عنتق'' ہوتی ہے اور اگر مذکر طفل ایک برس کا ہو جائے تو اس کو ''تیس'' کہہ کر پکارتے ہیں اور مؤنث طفل کو ''عنز'' کہا جاتا

ہے۔
اس کے بعد جس وقت بکری کا طفل دوسرے برس میں لگ جائے تو نر کو "جزع" اور مادہ کو "جزعۃ" کہا جاتا ہے۔
حضرت امام زہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس تشریح سے پتہ چل گیا کہ "عناق" کے بارے میں حضرت امام نووی علیہ الرحمہ کی تفتیش میں کچھ کمی واقع ہوگئی ہے۔ واللہ اعلم
لقیط بن صبرہ نے کہا ہے کہ میں بنی المنتفق کے گروہ کے آنے والوں میں سے یا بنی المنتفق گروہ کے ہمراہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے آ رہا تھا' جس وقت ہم حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گئے تو حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملے۔ سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہم لوگوں کے لئے حریرہ (نرم خوراک جو دودھ' گھی اور آٹے سے بنائی جاتی ہے) یا دلیہ تیار کرنے کا فرمان دیا۔ سو وہ تیار ہوا اور ہم لوگوں کے آگے ایک بڑی پلیٹ لائی گئی۔ یہ قناع (بڑی پلیٹ) ایک تھال نما تھا اور اس میں کھجوریں موجود تھیں۔ اس کے بعد حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک ہوئی اور دریافت کیا کہ کیا تم سب نے کچھ تناول کیا ہے یا تمہارے لئے کچھ بنانے کا فرمان دیا ہے؟ ہم نے جواب میں کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! لقیط بن صبرہ نے کہا ہے کہ ابھی ہم لوگ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہی تھے کہ ایک چرواہے نے اپنی بکری کو غسل خانے کی طرف بھیج دیا اور اس کے ہمراہ بکری کا ایک طفل بھی تھا جو ممیانے کی آواز نکال رہا تھا۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے پوچھا کہ اس بکری نے کس کو جنم دیا ہے؟ چرواہے نے بتلایا کہ "بھمۃ" حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ تم اس کے بدلے ایک بکری نحر کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ میں نے تمہاری بناء پر نحر کیا ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک سو بکریاں موجود ہیں' ہم اس کے خواہاں نہیں ہیں کہ ان میں کثرت ہو۔ اس بناء پر جس وقت کسی طفل کی پیدائش ہوتی ہے تو ہم اس کے بدلے ایک بکری نحر کر دیا کرتے ہیں۔ (لقیط بن صبرہ نے کہا ہے کہ) اس کے بعد میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میری ایک زوجہ ہے جو بدزبان ہے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس کو طلاق دے دو۔ میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میں اس سے صحبت کر چکا ہوں اور اس سے میرا ایک بیٹا بھی ہے۔ حضور جانِ کائنات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ پھر اس کو ہدایت کرو لہٰذا اگر اس میں اچھائی ہوگی تو وہ سیدھی راہ پر چلے گی اور جس کے ساتھ تم مباشرت کرتے ہو اس کو باندیوں کی طرح مارا نہ کرو۔ لیقط بن صبرہ نے کہا ہے کہ اس کے بعد میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! مجھ کو وضو کے متعلق ہدایات دیں۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ وضو مکمل کرو اور انگلیوں کا خلال کیا کرو اور اگر روزے کی کیفیت نہ ہو تو استنشاق میں کثرت کرو۔

(رواہ الشافعی وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم واصحاب السنن الاربعۃ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اور دادا کی نسبت سے بیان کرتے ہیں کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی اور دیوار کو قبلہ بنایا اور ہم حضور سرور عالم' رحمتہ عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب میں تھے کہ بکری کا ایک طفل آیا اور آگے سے گزرنے لگا' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو منع کرتے رہے حتیٰ کہ اس کا پیٹ دیوار سے جالگا پس وہ پیچھے کی جانب سے گزر گیا۔ (رواہ ابی داؤد)

(بہت جلد انشاء اللہ ''جدی'' کے موضوع میں اسی طرح کی ایک حدیث آئے گی)

یزید ابن اصم بحوالہ میمون نقل کرتے ہیں کہ حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ میں جاتے تو اپنے سامنے سے پیٹ کو ارض سے الگ رکھا کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی بکری کا طفل وسط سے گزرنے کا خواہاں ہوتا تو گزر جاتا۔ (رواہ المسلم وسنن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ)

البھیمۃ

''البھیمۃ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ خشکی یا سمندر میں رہائش پذیر ہر طرز کے چار پیروں والے جانوروں کو ''البھیمۃ'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''بھائم'' ہوتی ہے۔

''حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ چوپایوں میں بھی درندوں کے بدکنے کی مانند وحشی پن موجود ہوتا ہے۔'' (الحدیث)

انہیں ''البھیمۃ'' اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ یہ بات چیت کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی بات چیت ان کی سمجھ میں آسکتی ہے اور یہ عقل وشعور سے بھی محروم ہوا کرتے ہیں۔ اس سے ہی ہے ''باب منھم أی باب مغلق '' (مطلب مشکل باب) لیل مبھم (اندھیری شب)۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ'' (سورۃ المائدہ' آیت 1)

''تمہارے لئے مویشی کی طرز کے سارے حیوان حلال قرار دیئے گئے۔''

انعام (مویشیوں) کی مطابقت خاص خوبی کی بناء پر ''البھیمۃ'' کی جانب کی گئی ہے۔

''انعام'' آٹھ اقسام کے حیوان ہیں' ان میں سے ہر ایک کو انعام کہتے ہیں جس طرح کہ ان کے ذخیرے کو انعام کہتے ہیں۔ ایسے ہی جنگلی درندے مثال کے طور پر شیر اور سارے کو نچلی والے حیوان ''انعام'' میں شمار نہیں ہوا کرتے۔ اس لئے چارہ کھانے والے چوپایوں اور مویشیوں کو ''انعام'' کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ''بھیمۃ الانعام'' ان کو کہتے ہیں جو نحر کرتے ہوئے والدہ کے پیٹ سے نکلا کرتے ہیں۔ ان کو نحر کئے بناء بھی تناول کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ارشاد ربانی ہے:

''اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ .'' (المائدہ 1) ''علاوہ ان کے جو آگے جا کر تم کو بتائے جائیں۔''

اور ان جتے ہوئے اطفال میں کچھ ایسا دکھائی نہیں دیتا جس کی بناء پر ان کو علیحدہ کر دیا جائے۔

اللہ پاک کے ارشاد کی نسبت سے مویشیوں کا گوشت حلال کہلاتا ہے کیونکہ شب سے روز کے اہم ہونے کا گمان ہوتا ہے اگر بیماریاں نہ ہوا کرتیں تو صحت یابی کی نعمت بھی محسوس نہ ہوتی۔ ایسے ہی اگر جہنم نہ ہوتی تو بہشت کی قدر و منزلت کا بھی علم نہ ہوتا۔ ایسے ہی انسانوں کا جانوروں کا نحر کرنا اور ان کو قربان کرنا ستم نہیں ہے بلکہ یہ نامکمل پر مکمل کو واجب کرنا ہے جو بالکل درست ہے۔ ایسے ہی دوزخیوں پر بہشتیوں کا غرور کرنا یا دین داروں کا کفر کرنے والوں پر ترجیح دینا بھی بالکل حق ہے۔ ایسے ہی اگر عیب دار چیزیں موجود نہ ہوتیں تو مکمل چیزوں کی قدر و منزلت کا احساس نہ ہو پاتا۔ ایسے ہی اگر اللہ پاک ان مویشیوں کو تخلیق نہ کرتا تو انسانوں کی عظمتِ نیکی کا بھی پتہ نہ چل سکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حکم بن ایوب کی رہائش گاہ میں گئے تو انہیں کیا دکھائی دیا کہ ایک گروہ مرغی کو باندھ کر اس پر نشانے لگا رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو باندھ کر ان پر نشانہ بازی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

(رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ زندہ حیوان کو باندھ کر اس کے بعد اس کو کسی ہتھیار سے مار کر ہلاک کیا جائے۔ صحیحین میں بیان ہے کہ ''حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے والے افراد پر لعنت فرمائی ہوئی ہے۔''

(الحدیث)

لعنت اس لئے فرمائی گئی ہے کہ اس میں اول تو حیوان کو تکلیف میں مبتلا کرنا، ضائع کرنا اور اس کی قیمت کو بے کار کرنا ہے۔ ہر چند کہ اس کو نحر کیا جا سکتا ہو۔

حدیث پاک میں ہے کہ ''حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات کو ایک جگہ روک کر قتل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔''

کسی حیوان کو جکڑ کر کھڑا کر کے قتل کر دینے کو ''المجثمة'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح کا کام بعض اوقات مختلف پرندوں اور خرگوش کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''حضور سرشافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے اس امر کی کہ مویشیوں کو ایک دوسرے پر مشتعل کیا جائے۔'' (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرورِ عالم، رحمتہ عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ چار پاؤں والے مویشی، کیڑے مکوڑے، جوئیں، ٹڈی، گھوڑے، خچر، گائے اور اس کے علاوہ سارے اللہ پاک کی تسبیح کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں جس وقت ان کی تسبیح کا خاتمہ ہو گیا تو اللہ پاک نے ان کی روح کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ (شفاء الصدور)

نفع: ابن وحیہ ''کتاب الآیات البینات'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حشر کے میدان میں مویشیوں سے قصاص لئے جانے کے

بارے میں علماء کرام کے مابین مخالفت پائی جاتی ہے۔ شیخ ابو الحسن اشعری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مویشیوں اور چار پاؤں والے جانوروں پر قصاص کا اطلاق نہیں ہو گا کیونکہ وہ غیر مکلف ہوا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن حدیثوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حیوانات میں تمام کا قصاص اس کے مثل سے طلب ہو گا حتیٰ کہ ضعیف حیوان سے بھی پوچھا جائے گا کہ تو نے دوسرے ضعیف کو کیوں تکلیف دی؟ یہ تو صرف بطور مثل بتایا گیا ہے' بروز قیامت تو رتی برابر شے کا بھی حساب لیا جائے گا۔ گویا کہ اس ذکر کا مقصد حساب کی سختی سے آگاہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ یہ آگاہی دینے کا مقصد تھا کہ ظلم کرنے والے سے مظلوم کا حق وصول کیا جائے گا۔

ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں کہ چار پاؤں والے مویشیوں میں قصاص کا مطالبہ ہو گا مگر جانوروں سے محض اس کائنات میں ہی دیت لئے جانے کا گمان ہے۔ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ چار پیروں والے مویشیوں میں قصاص کا اجراء عقلاً و نقلاً درست ہے کیونکہ یہ مویشی فائدے اور ضرر سے آگاہ ہوا کرتے ہیں لہٰذا وہ چھڑی سے دور بھاگتے اور اپنی خوراک کی جانب دوڑتے ہیں اور جس وقت کتا ان پر بھونکے تو ٹھہر جاتے ہیں اور جس وقت شکار کے لئے تیار کریں تو یہ شکار کے لئے رضامند اور برانگیختہ ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسی ہی حالت پرندوں اور درندوں کی ہے کہ وہ ضرر پہنچانے والے پرندوں اور حیوانات سے مفرور ہو جایا کرتے ہیں۔

اگر کوئی اس پر معترض ہو کہ چار پاؤں والے مویشی تو غیر مکلف ہیں پس ان سے قصاص طلب کرنا تو ایک قسم کا بدلہ ہے تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ مویشی غیر مکلف ہیں مگر اللہ پاک جو بھی چاہے وہی کیا کرتا ہے' وہی ساری اشیاء کا مالک ہے۔ اللہ پاک نے بشر کے لئے حیوانات کو مفتوح کر دیا اور حلال حیوانات کو نحر کرنے کا فرمان دیا۔ اس لئے اس پر نکتہ چینی نہیں کی جا سکتی۔

اس کے علاوہ ان حیوانات سے جنہوں نے ایک دوسرے کو تکلیف دی ہو' قصاص طلب کیا جائے گا۔ مگر حیوانات سے منہیات کے مرتکب ہونے اور احکاماتِ الٰہی پر عمل درآمد نہ کرنے پر قصاص طلب نہیں ہو گا کیونکہ اس بارے میں محض عاقل و باشعور مخلوق سے ہی مطالبہ کیا جائے گا۔ پس جس وقت باہمی مخالفت میں زیادتی پیدا ہو جائے تو ہم اس جانب رجحان کریں گے جس کا فرمان ہم کو اللہ عزوجل نے دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" (النساء:59) "پھر اگر تم لوگوں کے مابین کسی کام میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب پھیر دو۔"

ایسے ہی قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۔" (الانعام:38) "زمین میں چلنے والے کسی حیوان میں اور فضا میں پرواز کرنے والے کسی پرندے کو دیکھو' یہ ساری تمہاری ہی جیسی قسم ہیں۔"

ایک اور مقام پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ" (التکویر: آیت 5) "اور جس وقت جنگلی حیوان سمیٹ کر جمع کر دیئے جائیں گے۔"

فرہنگ میں حشر کے مفہوم جمع کرنے کے ہیں' سو حدیث پاک میں ہے کہ "حضور سراج السالکین' رحمتہ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ انسانوں کو بروز قیامت تین طریقوں پر اکٹھا کیا جائے گا۔ بعض افراد شوق رکھنے والے ہوں گے' بعض ڈرے ہوئے ہوں گے اور بعض ایک اونٹ پر' دو دو کر کے یا تین تین یا دس دس کر کے سواری کریں گے اور باقی کے افراد کو دوزخ میں جمع کیا جائے گا تو جدھر وہ لیٹیں گے آتش بھی ادھر ہی لیٹے گی اور جدھر وہ شب بسر کریں گے' آتش بھی ادھر ہی شب بسر کرے گی اور جدھر وہ سویر کریں گے' آتش بھی ان کے ہمراہ ہی سویر کرے گی اور جدھر وہ شام کریں گے' آتش بھی ان کے ہمراہ ہی شام کرے گی۔ (رواہ المسلم والبخاری)

یہ حدیث پاک اس قول پر استدلال کرتی ہے کہ اونٹوں کا حشر انسانوں کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ (بروز قیامت) خلقت میں اکثر کا اکثر سے قصاص طلب ہوگا حتیٰ کہ سینگوں کے بغیر حیوانات کا ان جیسے حیوانات سے' اور چیونٹیوں کا چیونٹیوں سے۔ جس وقت چار پاؤں والے مویشی اور چیونٹیاں مقابلے میں ہوں گے تو ان سے بھی قصاص کا مطالبہ ہوگا۔ (رواہ احمد بسند صحیح)

سو جس وقت اتنی چھوٹی چھوٹی مخلوق سے قصاص کا مطالبہ ہوگا تو جو مخلوق شریعت کے احکامات کی مکلف ہے اس سے کیونکر قصاص کا مطالبہ نہ ہوگا اور وہ مخلوق کس طرح غفلت برتے گی۔ (ہم اللہ پاک سے اپنے کاموں کی برائی اور اپنے نفوس کے شر سے امن مانگتے ہیں)

مسلم شریف میں حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "بروز قیامت تم کو لازماً حق دار کے حق کی ادائیگی کرنا ہوگی حتیٰ کہ بغیر سینگ والی بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے طلب کیا جائے گا۔"

اس حدیث پاک اور دوسری احادیث میں بھی ان الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس اونٹ والے نے اپنے اونٹوں پر واجب زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی تو بروز قیامت وہ شخص اس کیفیت میں آئے گا کہ اس کے آگے ایک ہموار میدان ہوگا جس میں اونٹ کھڑے شور کر رہے ہوں گے۔ اس کے بعد اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اونٹ کا کوئی طفل بھی باقی نہ بچے گا جو کہ اس زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کو اپنے پاؤں سے کچل رہے ہوں گے اور دانتوں سے چبانا شروع کر دیں گے۔

بخاری شریف میں بیان ہے کہ "حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت تم میں سے کوئی فرد چرائی ہوئی بکری کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آئے گا جو بول رہی ہوگی۔ سو وہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! میری سفارش فرمائیں۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ اللہ پاک کے حضور میں (از خود) کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ ان جرموں کی سزا کے بارے میں تم کو خبردار کر چکا ہوں۔" (رواہ البخاری)

ایک صحیح حدیث پاک میں ذکر ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت جس وقت قیامت برپا ہوگی تو جن وبشر کے سوا سارے چار پاؤں والے مویشی اور حیوان چلا رہے ہوں گے اور اس روز ان کا یہ چلانا اللہ عزوجل کے الہام کی بناء پر ہوگا۔ (الحدیث)

اس طرح کی احادیث کو گمان کیا جائے' ان استعدادات پر جو اللہ پاک نے حیوانات میں ضرر سے بچاؤ اور فائدے کے حصول کے لئے عطا کی ہیں۔

اللہ پاک کی تخلیق ہوئی یہ فطرت نہ عقلی ہے نہ حسی ہے اور نہ ہی فہمی بلکہ اللہ پاک نے ہر شے میں اس کی طبیعت کے لحاظ سے ایک خصلت وفطرت پیدا فرمائی ہے جس کے فائدہ وضرر کی اصلیت کا علم بس اس کی پاک ذات ہی کو ہے مثلاً جس وقت اللہ پاک نے ایک چیونٹی میں اپنی خوراک اکٹھی کرنے کی طاقت پیدا کی ہے کہ وہ سرد موسم کے لئے اپنی روزی کا انتظام کرلیا کرتی ہے تو چار ٹانگوں والے جانوروں اور مویشیوں کی یہ فطرت ہونا کہ وہ بروز قیامت اپنے حقوق کے ضائع ہونے پر چلائیں گے' اول درجے پر بہتر لگتا ہے۔

سو جو بشر بھی حیوانات کے احوال کا جائزہ لے گا تو وہ ان میں اللہ پاک کی اس تدبیر کو لازماً دیکھے گا کہ اللہ پاک نے حیوانات میں دانائی کی جگہ حسی طاقت کو تخلیق کیا ہے جس کی مدد سے حیوان فائدہ وضرر میں تفریق کر سکتے ہیں اور ان پر چیزوں کی اصلیت کا اس طریقے پر الہام کیا گیا ہے کہ اس طرح کی بات بشر میں بھی نہیں پائی جاتی لیکن یہ کہ بشر چیزوں کی حقیقت کو ڈھونڈ لے یا اس کا مکمل علم حاصل کر کے یا تجزیہ سے کام لے۔ مثال کے طور پر شہد کی مکھی اپنی روزی کے لئے چھ کناروں والا پکی طرز کا مکان بنایا کرتی ہے حتیٰ کہ اس کا نظارہ کر کے انجینئر بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی مکڑی اپنی قیام گاہ کے لئے پکی طرز کا جالا بن لیتی ہے۔ ایسے ہی دیمک چوکور لکڑی میں ہی اپنے رہنے کی جگہ تیار کرتی ہے۔ سو چار پاؤں والے مویشی اور دوسرے حیوانات سے انوکھی طرز کے کام اور صنعتیں سرانجام پاتی ہیں جن کا نظارہ کر کے انسان متعجب ہو جایا کرتا ہے جبکہ اللہ پاک نے ان کو بولنے اور اظہار کرنے کی اہلیت عطا نہیں فرمائی ہے۔ اگر اللہ پاک کی یہ خواہش ہوتی تو اس کی پاک ذات ان کو بولنے کی قدرت واہلیت عطا فرما دیتی جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک چیونٹی نے بات چیت کی تھی۔

''البھیم'' ایک طرز کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اس میں مذکر ومؤنث دونوں مساوی ہیں۔ ایسے ہی ''البھیم'' کالے رنگ کی بھیڑ کو بھی کہا جاتا ہے جس میں سفید رنگ نہیں پایا جاتا۔ سو حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان (کہ بروز قیامت انسانوں کو صاف ستھرا اٹھایا جائے گا) کا مفہوم یہ ہے کہ جو امراض دنیا میں ہوا کرتے ہیں مثال کے طور پر برص' لنگڑاہٹ' اندھا ہونا' ایک آنکھ نہ ہونا وغیرہ' بروز قیامت ان امراض سے حفاظت میں ہوں گے اور جو افراد بہشت یا جہنم میں بھیجے جائیں گے' وہ تندرست ہوں گے کیونکہ ان کو بہشت یا جہنم میں سدا کے لئے بھیجا جائے گا۔ اس کے علاوہ اکثر حدیثوں میں یہ کلمات ہیں کہ بروز قیامت افراد کو بے لباس اٹھایا جائے گا تو یہ حدیث کے مفہوم کے لحاظ سے اول حدیث سے الٹ لگتی ہے۔ معتبر حضرات میں مسعر بن کدام کا منظم کلام درج ذیل ہے:

نهارك يا مغرور سهو وغفلة ولیلك نوم والردى لك لازم

''اے غرور کرنے والے تیرے یہ ایام بھول چوک اور غافل رہنے کے ہیں اور تیری شب سونے کے لئے ہے اور تیرے لئے فنا ضروری اور ہمیشہ سے ہے۔''

وتتعب فيما سوف تكره غبه كذالك في الدنيا تعيش البهائم

''اور تو ان اشیاء میں مصروف اور فکرمند ہے، بہت جلد تم ان کو اچھا نہیں سمجھو گے۔ اس جہاں میں اس طرح کی زندگی تو مویشی بسر کرتے ہیں۔

ایک فقہی معاملہ: علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ چار پیروں والے مویشیوں کی شرمگاہ کو چھو لینے پر وضو کے ٹوٹ جانے کے بارے میں ہمارے اصحاب (مطلب شافعیہ) کی مخالفت ہے۔ اکثر حضرات کے مطابق وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے بارے میں جو آیت مبارکہ ہے، وہ عام ہے مگر صحیح بات یہ ہے، وضو قائم رہے گا کیونکہ اس کے بارے میں صریحاً کسی حرمت کا وجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فرمان آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے عقبی حصے کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

حضرت امام دارمی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مویشیوں اور پرندوں کی شرمگاہ میں کسی کی مخالفت نہیں پائی جاتی ہے۔

ضرب الامثال: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ

"ما الانسان لو لا الانسان الا صورة ممثلة" (بشر کیا ہے؟ نہیں ہے بشر لیکن ایک مثل شکل)

"ما الانسان لو لا الانسان البهيمة مهملة" (کیا ہے بشر؟ نہیں ہے بشر لیکن ناقص جانور)

البوم البومة

''البوم'' (الو) یہ ایک اس طرح کا پرندہ ہے جس کا استعمال نر و مادہ دونوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اکثر عربی لوگ الو کو ''صدی'' اور ''فیاد'' بھی کہا کرتے ہیں مگر یہ دونوں اسم محض نر کے لئے ہی خاص ہیں۔ الو کی کنیت ''ام الخراب'' اور ''ام الصبیان'' کہلاتی ہے۔ ایسے ہی الو کو ''غراب الیل'' (شب کا کوا) بھی کہتے ہیں۔ امام جاحظ نے کہا ہے کہ الو کی کئی قسمیں ہامة، صدی، ضوع، خفاش، غراب اللیل، بومة وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ سارے نام ان پرندوں کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں جو شب کے وقت اپنے ٹھکانوں سے باہر نکلا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بوقت شب اپنے ٹھکانوں سے باہر آنے والے یہ پرندے چوہوں، چھپکلی، گوریا، چڑا، عصفور اور مختصر حشرات کو پکڑتے ہیں اور اکثر پرندے مچھر کا کیا شکار کرتے ہیں۔

الو کے خصائص: الو کی یہ خصلت ہے کہ یہ سارے پرندوں کے گھونسلوں میں جا کر ان کو باہر نکال کر پرندوں کے اطفال اور انڈے وغیرہ کھالیا کرتا ہے۔ الو بوقت شب بہت زبردست حملہ آور ہوا کرتا ہے۔ سو کوئی پرندہ اس کے وار کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ الو پوری شب نہیں سویا کرتا لہٰذا جس وقت دوسرے پرندے صبح کے وقت الو کو دیکھیں تو اس کو ہلاک کر ڈالتے ہیں

اور عداوت کی بناء پر اس کے پروں کو نوچ لیا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے شکار کرنے والے اپنے جال میں الو کو موجود رکھتے ہیں تا کہ اس کو دیکھ کر پرندے اکٹھے ہوں اور جال میں پھنسیں۔

مسعودی نے امام جاحظ سے نقل کیا ہے کہ الو صبح کے وقت اس وجہ سے نہیں باہر نکلا کرتا کیونکہ اس کی آنکھیں بہت حسین ہوا کرتی ہیں کہ کہیں انسانوں کی نظر بد نہ لگ جائے۔ اسی بناء پر الو جانوروں میں اپنے آپ کو ساروں سے زیادہ حسین سمجھتا ہے اور اسی بناء پر بوقت شب باہر نکلا کرتا ہے۔

عربی لوگوں کا یہ (غلط) عقیدہ ہوا کرتا تھا کہ جس وقت انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے یا وہ ہلاک کر دیا جاتا ہے تو فوت ہو جانے والے کی روح ایک پرندہ کی شکل میں اس کی گور پر اپنے بدن سے ڈر کر چیختی اور دھاڑتی ہے اور جس پرندے کا عرب لوگوں میں تذکرہ ہوا ہے وہ الو ہے جس کو "صدیٰ" بھی کہتے ہیں۔

عرب کے شہرت یافتہ عشقیہ طبیعت والے شاعر توبہ حمیری نے کہا ہے:

ولو ان لیلٰی الاخیلیة سملت علی ودونی جندل وصفائح

"اور لیلیٰ نے مجھ کو سلام کیا اس کے باوجود کہ میرے اور اس کے مابین بڑی چٹان اور بے حد بڑا پتھر رکاوٹ ڈالے ہوئے تھا"

لسلمت تسلیم البشاشة أوزقا الیھا صدی من جانب القبر صائح

"میں نے بھی اس کے نزدیک جاتے ہوئے خوشی سے سلام عرض کیا جبکہ الو قبر کی جانب چلا رہا تھا"

سو کہتے ہیں کہ ایک دفعہ توبہ حمیری کسی گور (قبر) کے نزدیک سے اونٹنی پر سواری کرتے ہوئے گزر رہا تھا کہ اس کو دکھائی دیا کہ گور سے الو کی مانند کوئی شئے پرواز کر کے نکلی۔ تو توبہ حمیری کی اونٹنی چونک گئی اور اونٹنی سے گر کر ان کا انتقال ہو گیا اور اسی مقام پر توبہ حمیری کا مدفن ہے۔

الو کی کئی قسمیں ہیں اور سارے "الو" تنہائی کو پسند کرتے ہیں۔ الو قدرتی طور پر کوؤں سے عداوت رکھتا ہے۔ "تاریخ ابن النجار" میں بیان ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ کسریٰ نے اپنے کسی عامل کو فرمان دیا کہ تم میرے لئے سب سے زیادہ بدشکل اور برے پرندے کو شکار کر کے لے کر آؤ۔ اس کے بعد اس کو سب سے غلط آگ میں پکاؤ اور پھر اس کو ساروں سے زیادہ شرارتی شخص کو تناول کراؤ۔ سو عامل نے الو کا شکار کیا اور اس کو دفلی کی لکڑی کی آگ میں پکا کر اس کو ٹیکس وصدقات لینے والے آدمی کو تناول کروا دیا۔ "سراج الملوک" میں حضرت امام ابوبکر طرطوسی علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے کہ ایک شب عبدالملک بن مروان سو نہیں پا رہا تھا سو اس نے ایک داستان سنانے والے کو طلب کیا۔ داستان سنانے والے کی کہانیوں میں سے ایک کہانی یہ تھی۔ اے خلیفہ موصل کے مقام کا ایک الو ہوا کرتا تھا اور ایک دوسرا الو بصرہ میں رہائش پذیر تھا۔ موصل کے رہائشی الو نے اپنے بیٹے کے نکاح کا پیغام بصرہ کے رہائشی الو کی بیٹی کے لئے دیا۔ بصرہ کے الو نے جواب دیا کہ میں تیرے بیٹے کا نکاح اپنی بیٹی سے اس شرط پر کروں گا کہ تم میری بیٹی کے حق مہر میں مجھ کو سو جریب گنجان جگہ دے دو۔ موصل کا الو بولا کہ ابھی تو میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن اگر

موجودہ حکمران اپنی بربادیوں سمیت اور کچھ عرصہ عہدہ حکومت پر براجمان رہا تو پھر یہ شرط پوری کر دوں گا۔ یہ کہانی سماعت کرتے ہی عبدالملک ہوشیار ہو گیا اور اس کے بعد عبدالملک دربار میں نشست فرما ہو کر عوام کی لغزشوں پر سوچ بچار کر کے ان کو رفع کرنے کی کاوش کرتا اور گورنروں پر نظر رکھتا۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اکثر معتبر لوگوں کے ذخائر میں دیکھا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ مامون الرشید نے اپنے محل میں جھانکا تو ایک شخص دکھائی دیا جو کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کوئلہ تھا جس کی مدد سے وہ کچھ تحریر کر رہا تھا۔ مامون الرشید نے ملازم کو فرمان دیا کہ اس شخص کے قریب جا کر دیکھو کہ وہ کیا تحریر کر رہا ہے اور اس کو پکڑ کر میرے قریب لاؤ۔ سو ملازم نے اس شخص کے قریب جا کر اس کی لکھائی کو بغور پڑھا اور اس کو پکڑ کر خلیفہ کے قریب لے کر آیا۔

وہ شخص اس شعر کو تحریر کر رہا تھا:

یــاقـصـر جـمـع فيك الشوم واللوم　　　مـتـى يـعـشـش فـي اركـانـك البوم

"اے محل تیرے اندر ہر قسم کی بدصورت اور قابل مذمت چیزیں اکٹھی ہو گئی ہیں جس وقت "الو" محل کے کونوں میں گھر بنانے لگے۔"

يوم يـعـشـش الـبـوم فيك من فرحي　　　اكـون اول مـا يـنـعيك مـرغـوم

"(اے محل) جس روز الو خوشی سے تیرے اندر گھر بنائیں گے تو اس لمحے میں سب سے اول آدمی ہونگا جو پسند نہ کرنے کے ساتھ تیرے اوپر بین کروں گا۔"

ملازم نے اس شخص کے قریب جاتے ہی اس کو کہا کہ چلو جناب آپ کو خلیفہ نے بلایا ہے۔ وہ شخص بولا کہ میں تم کو اللہ پاک کا واسطہ دیتا ہوں مجھ کو خلیفہ کے پاس لے کر نہ جاؤ۔ ملازم بولا کہ تم کو لازمی جانا پڑے گا۔ سو جس وقت اس فرد کو خلیفہ کی مجلس میں پیش کیا گیا اور ملازم نے اس کے لکھے ہوئے کی خبر دی تو خلیفہ مامون الرشید کہنے لگے تمہارا بیڑہ غرق ہو تم نے دیوار پر کیوں تحریر کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ اے خلیفہ آپ کے محل میں قیمتی سامان' نایاب لباس' خوراک' فرنیچر' ظروف' باندیاں اور ملازم وغیرہ موجود ہیں' وہ سب آپ کو پتہ ہیں جن کی صفت میرے لئے کٹھن ہے کیونکہ وہ میرے مقام سے برتر ہیں۔ اے خلیفہ آج میرا گزر محل کے نزدیک سے ہوا تھا کہ مجھ کو بہت زوروں کی بھوک کا احساس ہوا تو کھڑا ہو کر غور کرنے لگا' میرے قلب میں یہ تصور آیا کہ میرے آگے اتنا عظیم الشان محل ہے اور آباد ہے مگر مجھ کو اس محل سے کوئی نفع نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ جگہ گنجان ہوتی تو میرا ادھر سے گزر ہوتا تو لازمی ادھر سے لکڑیاں وغیرہ حاصل ہو جاتیں اور ان کو فروخت کر کے میں کچھ خوراک کا سامان خرید لیتا اس کے بعد وہ شخص کہنے لگا اے خلیفہ آپ نے یہ شاعری سماعت نہیں کی۔ وہ بولا کہ شاعر نے کہا ہے کہ:

اذا لـم يـكـن لـمـرء فـي دولة امرئي　　　نـصـيـب ولا حـظ تـمـنـى زوالها

"جس وقت کسی شخص کے لئے کسی ملک میں کوئی حصہ اور مال نہ ہو کہ جس کے خاتمے کی خواہش کی جائے۔"

ومـا ذاك مـن بـغـض لهـا غيـرانـه　　　يـرجـي سـواهـا فـهـو يـهـوى انتقالها

''اور جبکہ وہ فرد یہ خواہش اس کے ساتھ عداوت رکھنے کی بناء پر نہیں بلکہ اور کثرت کی امید کے ساتھ کرتا ہے اور اس کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کو منتقل کر دے۔''

لہٰذا مامون الرشید نے فرمایا اے ملازم اس فرد کو ایک ہزار اشرفیاں عنایت کر دو پھر خلیفہ نے اس فرد سے فرمایا کہ تم کو ہر برس اتنی اشرفیاں ملا کریں گی۔ اس شرط پر کہ میرا محل یوں ہی آباد رہے۔

کچھ شعر اسی مطلب کو ظاہر کرتے ہیں:

اذا کنت فی امر فکن فیه محسنا فعما قلیل أنت ماض وتارکه

''جس وقت تو کوئی کام کرے تو اس میں پر خلوص رہ اس لئے کہ تم کئی چھوٹی اشیاء چھوڑتے ہوئے گزر جایا کرتے ہو۔''

فکم دحت الایام ارباب دولة وقد ملکوا افعاف ماانت مالکه

''لہٰذا کتنے ہی صاحب حکومت کے زمانے تبدیلی کر گئے جبکہ وہ ملک سے بھی بے حد زیادہ سلطنت کے حکمران تھے۔''

شریعت کا حکم: الو اور اس کی ہر طرح کی قسموں کا گوشت حرام کہلاتا ہے۔ حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ابوالعاصم عبادی نے تحریر کیا ہے کہ الو حرام ہے جس طرح کہ گدھ حرام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ''ضوع'' (مذکر ''الو'' یا شب میں پرواز کرنے والے پرندہ) کے بارے میں بھی یہی فرمان ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایک قول کے لحاظ سے ''الو'' حلال ہے۔ اس سے علم ہو جاتا ہے کہ ''ضوع'' اسم کا پرندہ ''الو'' کے سوا کوئی پرندہ ہے مگر ''صحاح'' وغیرہ میں درج ہے کہ ''ضوع'' شب میں پرواز کرنے والا پرندہ ہے جو ''ہام'' کی طرز سے نسبت رکھتا ہے اور ''ہام'' چھوٹی طرز کے ''الو'' کو کہا جاتا ہے۔ مفضل نے کہا ہے کہ ''ضوع'' کا مطلب مذکر ''الو'' ہوا کرتا ہے۔ اس بناء پر (حلال و حرام) کا جو فرمان ''ضوع'' پر ہوگا وہی ''بوم'' پر ہوگا اس لئے کہ نر و مادہ کا فرمان جدا جدا نہیں ہوا کرتا۔ سو ''الروضۃ الاشھر'' میں تذکرہ ہوا ہے کہ ''ضوع'' اس پرندہ ''ہام'' کی نسل سے ہے لہٰذا اس کا شرعی فرمان یہ ہے کہ اس کا گوشت حرام ہے۔

نفع: حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس کے گھر بچے کی ولادت ہو اور وہ بچے کے سیدھے کان میں اذان اور الٹے کان میں اللہ اکبر کہے تو اس طفل کو ام الصبیان (سوکھا پن) ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ (رواہ ابن سنی)

حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ اس حدیث پاک پر عمل درآمد کیا کرتے تھے۔ ام الصبیان کے بارے میں اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ ام الصبیان ''الو'' کو کہتے ہیں مگر اکثر علماء کرام جن کے اثر کو ''ام الصبیان'' کہا کرتے ہیں۔

خواص: اگر الو کو نحر کریں تو اس کی ایک آنکھ کھل جایا کرتی ہے اور ایک آنکھ بند رہا کرتی ہے۔ کھل جانے والی آنکھ کو اگر انگوٹھی کے نگینے تلے رکھ کر پہن لیں تو جو بھی اس کو پہنے رکھے گا، مسلسل جاگتا رہے گا اور دوسری آنکھ کے خواص اس کے الٹ ہیں۔

حضرت امام طبری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر دونوں آنکھوں کے بارے میں یہ اندازہ لگانا ہو کہ کون سی کھلی اور کون سی بند ہے تو دونوں آنکھوں کو آب میں بھگو دیں تو پھر کھل جانے والی آنکھ آبی سطح کے اوپر آ جائے گی اور بند ہونے والی آب میں ڈوبی رہے گی۔

ہرمس کا کہنا ہے کہ اگر ''الو'' کا قلب نیند کی کیفیت میں کسی خاتون کے الٹے ہاتھ پر رکھیں تو وہ خاتون سارے دن میں کئے گئے کاموں کی خبر دے دے گی۔

''الو'' کے پتہ کو سرمہ کے طور پر لگانا آنکھ کی نظر میں اضافے کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر کسی بڑی طرز کے ''الو'' کے قلب کو بھیڑیے کی چمڑی میں لپیٹ کر بازو میں باندھ لیں تو اس کو باندھنے والا آدمی حشرات اور چور ڈاکوؤں سے امان میں رہے گا اور انسانوں سے بے ڈر ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی آدمی ''الو'' کی چربی کو سرمہ کے طور پر لگائے تو شب میں جس مقام پر بھی جائے گا' ساری اشیاء پرنور نظر آئیں گی۔ ''الو'' کی خاص بات یہ ہے کہ یہ دو انڈے دیا کرتا ہے۔ ایک انڈے سے عمل تولید ہوا کرتا ہے اور دوسرے سے تولیدی عمل نہیں ہوا کرتا۔ اگر یہ پتہ لگانا ہو کہ تولیدی عمل کس انڈے سے ہوگا تو کسی ایک انڈے میں تنکا ڈال لیں۔ جس انڈے میں تولیدی عمل ہوگا اس میں پر دکھائی دینے لگے گا۔

تعبیر: خواب میں الو کا دکھائی دینا دھوکہ دینے والے ڈاکو کی نشانی ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ خواب میں ''الو'' اس طرح کے دبدبہ والے شہنشاہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو اپنے خوف سے رعایا کے نرخرے کو پرشگاف کر دے گا۔ ایسے ہی اکثر ''الو'' خواب میں دلیری پر استدلال کرتا ہے کیونکہ ''الو'' بوقت شب پرواز کرنے والے پرندوں میں سے ہے۔

البوہ

''البوہ'' (باء پر پیش اور واؤ پر تشدید ہے) یہ ''الو'' سے مشابہت رکھنے والا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے مگر ''الو'' سے چھوٹا ہوا کرتا ہے..... مؤنث کے لئے ''بوھۃ'' کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے اور اکثر بے وقوف شخص کو بھی ''بوھۃ'' کہتے ہیں۔ امراؤ القیس شاعر کہتا ہے کہ

أیا ھندہ لا تنکحی بوھۃ ۔۔۔۔۔ علیہ عقیقۃ أحسبا

''اے ہندہ احمق افراد سے عقد نہ کر اس لئے کہ اس ''احسب'' کا عقیقہ باقی ہے۔''

''احسب'' کا مطلب ادھر وہ شخص ہے جس کی زلفیں گہری لال پیلی ہوں۔ گویا کہ امراؤ القیس نے ''احسب'' شخص کو ملامتی اور لالچ کرنے والا تسلیم کیا ہے اور امراؤ القیس یہ کہنے کا خواہاں تھا کہ اس شخص کا لڑکپن سے اب تک عقیقہ نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی زلفیں لال پیلی ہو چکی ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''احسب'' احمق اور لاغر شخص کو کہتے ہیں اور ''بوھۃ'' اس کو کہتے ہیں جس کو فضا نے اڑایا ہو۔ اس کے علاوہ ''بوہ'' مذکر ''الو'' کو کہا جاتا ہے۔

اکثر علماء کرام کے مطابق بڑی طرز کا ''بوہ'' الو کی ہی ایک طرز ہے۔ سو ''روبہ'' شاعر بوڑھے پن کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

كالبوه تحت الظلمة المرشوش

''گہری تاریکی میں''بوہ''(الو) کی مانند۔''

اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ''احسب''اس شخص کو کہتے ہیں جس کا بدن مرض کی بناء پر سفید رنگ کا ہو جائے اور اس کی زلفیں بھی مرض کی بدولت لال وسفید ہو چکی ہوں۔اس مرض سے بطور خاص اونٹ اور بشر اثر لیا کرتے ہیں۔اکثر علماء کرام کے مطابق''احسب''کا مطلب''البرص''ہے۔مطلب وہ آدمی جس کو''برص''کی بیماری لاحق ہو گئی ہے۔

''بوہ''کے بارے میں شریعت کا حکم' خصائص اور تعبیر وہی ہیں' جن کو'الو' کے عنوان میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بوقیر

''بوقیر''حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک اس طرح کا پرندہ ہوتا ہے جس کی رنگت سفید ہوتی ہے۔جو ہر برس مخصوص ایام میں غول کے غول پہاڑ پر آیا کرتے ہیں۔اس پہاڑ کو''کوہ طیر''کہتے ہیں جو مصر کے اوپری علاقہ میں''انصنا''شہر کے نزدیک موجود ہے۔یہ شہر حضرت ماریہ قطبیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں' کی جانب نسبت رکھتا ہے لہٰذا پرندے اس جبل پر آ کر آویزاں ہو جایا کرتے ہیں۔اس جبل پر ایک''روشن دان''ہے جس میں سارے پرندے اپنے سر کو ڈالتے ہیں اور پھر باہر نکالتے ہیں اور اس کے بعد دریائے نیل میں کود جاتے ہیں۔پھر دریائے نیل سے خارج ہو کر جدھر سے آیا کرتے ہیں' وہیں واپس چلے جایا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اکثر اس طرح ہوا کرتا ہے کہ جس وقت وہ پرندے روشن دان میں جاتے ہیں تو کوئی شے ان کو گرفت میں لے لیتی ہے۔آخر کار وہ پھڑ پھڑاتے ہوئے مر جاتے ہیں اور تھوڑی مدت کے بعد نیچے گر جایا کرتے ہیں لہٰذا جس وقت ان میں سے کوئی پرندہ آویزاں ہو جاتا ہے تو باقی پرندے رکے رہتے ہیں۔

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس جبل پر جتنے پرندوں کے غول اس برس آئے تھے اتنے اس سے قبل نہیں دکھائی دیتے۔

حضرت امام ابوبکر صولی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس علاقہ کے معتمد افراد سے دریافت کیا تو ان لوگوں نے بتلایا کہ جس برس ہریالی ہو' اس برس یہ روشن دان محض دو پرندوں کو گرفت میں لیا کرتا ہے اور اگر کسی برس معتدل ہریالی ہو تو پھر یہ روشن دان محض ایک پرندہ ہی گرفت میں لیتا ہے۔اس کے علاوہ اگر کسی برس خشک سالی ہو تو پھر روشن دان کسی ایک پرندے کو بھی گرفت میں نہیں لیا کرتا۔

البنیب

''البنیب''(فیعل کے وزن پر)ایک طرز کی سمندری مچھلی ہوا کرتی ہے جو سمندر کے ماہرین کے یہاں بہت مشہور ہے۔

البیاح

"البیاح" (باء پر ہمزہ کے ہمراہ) یہ ایک طرز کی مچھلی ہوا کرتی ہے۔ حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھار باء پر زبر اور تشدید بھی آیا کرتی ہے۔

أبو براقش

"ابو براقش" یہ عصفور کی طرح کا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔ اس کے کئی رنگ ہوا کرتے ہیں جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ

کـأبـی بـراقـش کـل یـوم   لـونـه یتـخـیـل

''اس کی رنگت ''أبو براقش'' کی مانند دن بدن تبدیل ہوتی رہتی ہے۔''

کئی رنگ کی اور ارادے بدلنے والی طبیعت میں اس پرندے کا اطلاق ضرب المثل کے طور پر ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس پرندے کی آواز بہت پیاری ہوا کرتی ہے۔ گلا اور پاؤں طویل' اس کی چونچ لال ہو بہو سارش کی مانند ہوا کرتی ہے۔ یہ پرندہ ہمہ وقت اپنی رنگت تبدیل کرتا رہتا ہے۔ کبھی لال کبھی نیلا اور کبھی سبز اور کبھی پیلی رنگت میں نظر آتا ہے۔

حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو اس پرندے کی خصوصیات اور طبی فائدوں کے بارے میں علم نہیں ہو سکا۔

أبو برا

''أبو برا'' ایک طرز کا پرندہ ہوا کرتا ہے جس کو ''سموئل'' بھی کہتے ہیں۔ بہت جلد ''باب السین'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

أبو بُریص

''أبو بریص'' (باء پر زبر ہے) چھپکلی کو کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا اسم ''سام اُبرص'' کہلاتا ہے...... بہت جلد ''باب السین'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

باب التاء

التالب

"التالب" ابن سیدہ نے فرمایا ہے کہ "التالب" پہاڑوں کے بکرے اور "تالبۃ" پہاڑوں کی بکری کو کہتے ہیں۔
بہت جلد انشاء اللہ "باب الواؤ فی لفظ الوعل" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

التبیع

"التبیع" یہ گائے کے پہلے برس کے طفل کو کہا جاتا ہے اور "التبیع" کے کلمات کا اطلاق اکثر اس گائے کے لئے بھی ہوا کرتا ہے جس کے ہمراہ اس کا طفل بھی چلتا ہو...... مادہ کے لئے "التبیعۃ" اور جمع کے لئے "تباع" اور "تبائع" کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح کہ "افیل" (اونٹ کا طفل) کی جمع "افاعیل" آیا کرتی ہے۔ اس کا تذکرہ "باب الھمزہ" میں بیان ہو چکا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم کو حضور سرور عالم رحمتہ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب روانہ کیا اور ہم کو فرمان دیا کہ ہر چالیس گایوں پر دو برس کی گائے اور ہر تیس گائیوں پر ایک برس کا گائے کا بچہ یا بچی زکوۃ میں لیں۔ (رواہ الامام مالک فی الموطا والترمذی والنسائی)

"مسنۃ" اونٹ کا وہ بچہ جو دو برس کا ہو گیا ہو۔

"تبیع" اونٹ کا وہ طفل جو اپنی والدہ کے ہمراہ چلا کرتا ہو ہر چند کہ وہ ایک برس سے تھوڑی عمر کا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اکثر علماء کرام نے اونٹ کے چھ برس کے طفل کے لئے "تبیعۃ" اور ایک برس کی عمر کے بچے کے لئے "مسنۃ" کے کلمات کا اطلاق کیا ہے مگر یہ درست نہیں ہے اور کسی کا مذہب نہیں ہے۔

التبشر

"التبشر" (پیلے پرندوں کا پرندہ) "ادب الکاتب" میں ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے کہ "التبشر" میں اول تاء مفتوح اس کے بعد باء اور شین ہیں۔ اکثر علماء کرام تاء پر پیش اور باء پر میں زبر اور شین پر تشدید کا ذکر کرتے ہیں۔ "التبشر" "صفاریہ" پرندے کو کہتے ہیں اور اس میں تاء اضافی ہے۔ بہت جلد "باب الصاد" میں اس کا تذکرہ ہو گا۔ انشاء اللہ

التتفل

''التتفل'' تاء میں پیش اور ثاء میں سکون ہے جس طرح ''قنفذ'' ہے۔''التتفل'' بھیڑیے کے طفل کو کہا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام اس میں تاء کو اضافی مقرر کرتے ہیں۔

التدرج

''التدرج'' (تیتر کی مانند ایک پرندہ ہے) ''تدرج' جرج'' کے بروزن ہے۔ یہ تیتر کی مانند ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جو گلشن میں پاک وحسین آواز کے ہمراہ چہچہاہٹیں بکھیرتا ہے۔ یہ پرندہ شمالی ہوا کے چلنے اور پانی وفضا کی صفائی کی بناء پر موٹا ہو جاتا ہے اور جنوبی ہوا اور پانی وفضا کے گدلے پن کی بدولت کمزور ہو جایا کرتا ہے۔ یہ پرندہ گیلی مٹی کے مقامات میں گھر بنا کر وہیں پر انڈے دیا کرتا ہے تاکہ یہ مصیبتوں اور امراض سے بچاؤ میں رہے۔ ابن زہر کا کہنا ہے کہ یہ خوبصورت پرندہ فارس کے علاقوں میں موجود ہوا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: صاف اور پاکیزہ ہونے کی بناء پر اس پرندے کا گوشت حلال کہلاتا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق اگر یہ پرندہ تیتر کی قسموں سے ہے تو اس کو مفصل بہت جلد ''باب الدال'' میں تحریر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

خوائص: 1- اس پرندے کا گوشت سارے پرندوں سے زبردست ہے اور اس کا مغز قوتِ باہ کے لئے نفع بخش ہے۔

2- اگر کوئی خبل یا وسواس میں مبتلا ہو تو اس پرندے کے پتہ کو ناک کے ذریعے سڑکنا بہت نفع بخش ہے۔ ایسے ہی اس پرندے کے گوشت کو تین روز تک تناول کرنا بہت نفع بخش ہے کیونکہ اس کے گوشت میں گرمی پائی جاتی ہے۔

التخس

''التخس'' اس کا مفصل تذکرہ بہت جلد ''باب الدال'' میں بیان ہوگا۔ انشاءاللہ

التفلق

''التفلق'' یہ پانی کے پرندوں میں سے ہوا کرتا ہے اور ''زبرج'' ''العباب'' کے وزن پر ہے۔

التفه

''التفه'' اس کو ''عناق الارض'' اور ''الفنجل'' (کالا خرگوش) بھی کہتے ہیں۔ یہ بلی کی صورت کا ایک شکار کرنے والا حیوان ہے۔ اس حیوان کا شمار درندوں میں ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ چھوٹے کتے کے سائز جتنا اور چیتے کی طرح ہوا کرتا ہے۔ اس کا شکار بڑی کٹھنائیوں سے ہوتا ہے۔ اکثر یہ حیوان ''سارس'' یا اس کی طرح کے پرندوں کو شکار کر کے ان کے ہمراہ

بہترین برتاؤ رکھتا ہے۔ ناشی شاعر نے اس پرندے کے بارے میں کچھ شعر تحریر کئے ہیں:

حلو الشمائل فی اجفانه وطف　　صافی الادیم هنیم الکشح ممسود

''اس کی خوش خلقی معروف ہے' اس کے پیٹ کے نیچے بڑی بڑی زلفیں ہیں اور وہ صاف جلد' دبلی کمر اور طاقت ور جسم کا مالک ہے۔''

فیه من البدر اشباه توافقه　　منهاله سفح فی وجهه سود

''پورے چاند سے مشابہت رکھتا ہے اور اس کے سر کی زلفیں سفید اور اس کے مکھڑے پر کالا پن ہے۔''

کوجه ذاوجه هذای تدوره　　کانه منه فی الاجفان معدود

''اس کا مکھڑا ماہتاب کی مانند گول ہے گویا کہ وہ پلکوں میں آ گیا ہے۔''

له من اللیث نابا ومخلبه　　ومن غریر الظبئا النحر والجید

''وہ شیر کی طرح کنچلیوں اور پنجوں والا ہے اور اس کا گلہ ہرن کی مانند طویل صراحی دار ہے۔''

اذارأی العبد اخفی شخصه ادبا　　وقلبه باقتناص الطیر مزؤد

''جس وقت اس کو شکار دیکھ لیتا ہے تو باادب ہو کر پونچھ دبا لیا کرتا ہے اور اس کا قلب پرندوں کا شکار کرنے کیلئے ہوشیار رہا کرتا ہے۔''

شرعی حکم: ''التفه'' کا گوشت حرام ہوتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی کے دانتوں والے وحشی درندوں کا گوشت تناول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

اکثر شافعی حضرات نے کہا ہے کہ ''تفه'' خشکی میں رہائش پذیر بلی ہوا کرتی ہے جو لومڑی کے مساوی گھروں والی بلی کے جیسی ہوا کرتی ہے مگر اس میں حلت وحرمت کی دونوں حالتیں پائی جاتی ہیں مگر درست قول یہ ہے کہ اس کا گوشت حرمت والا ہے کیونکہ اس حیوان کی خوراک چوہے بھی ہوتے ہیں۔

ضرب الامثال: عربی لوگوں کا کہنا ہے کہ ''هوا غنی من التفه عن الوفه '' (وہ اتنا بے فکر ہے جس طرح کہ کالا خرگوش بھوسہ سے بے فکر ہوا کرتا ہے) ''الرفه'' سوکھی گھاس کو کہا جاتا ہے' ان کی حقیقت ''رفهة'' اور ''تفهة'' ہے۔

حمزہ نے کہا ہے کہ ''تفات'' اور ''رفات'' ان دونوں کی جمع آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ

غنینا عن حدیثکم قدیما　　کما غنی التفات عن الرفات

''ہم تمہارے پرانے اقوال سے ایسے بے فکر ہیں جس طرح کالا خرگوش سوکھی گھاس سے بے فکر ہوا کرتا ہے۔''

عرب لوگوں کا کہنا ہے کہ ''استغنت التفه عن الرفه'' (کالا خرگوش خشک گھاس سے بے نیاز ہوا کرتا ہے) کیونکہ کالے خرگوش کی غذا خشک گھاس نہیں بلکہ گوشت ہوا کرتی ہے۔ اسی بناء پر کالا خرگوش خشک گھاس یعنی بھوسے سے بے نیاز رہا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ''التفه'' اور ''الرفه'' میں فاء مخفف ہے مگر استاذ ابوبکر کے مطابق ان دونوں کلمات میں

فائے مشدد کا اطلاق ہوگا۔حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے ان دونوں کلمات کا تذکرہ ''باب الھاء'' میں بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ ''الجامع'' وغیرہ میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے مگر کثرت یہ ہے کہ ان دونوں کلمات کو آہستگی سے ادا کیا جائے گا مگر حضرت امام زہری علیہ الرحمہ کے مطابق ''الوفه'' (باب الرقت) سے ہے جس کا مطلب ''ہارنا'' ہے۔

ثعلب' ابن عربی سے نقل کرتے ہیں کہ ''الوفت'' بھوسہ کے مفہوم میں ہے۔سوضرب المثل کے طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے کہ ''هو اغنی من التفه عن الوفه'' (وہ اتنا آسودہ ہے جس طرح کہ کالا خرگوش خشک گھاس وغیرہ سے بے نیاز ہوا کرتا ہے) حضرت امام زہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ''التفه'' ہاء کے ساتھ اور ''الوفت'' تاء کے ہمراہ تحریر کیا جائے گا۔میدانی کا کہنا ہے کہ یہ بات زیادہ درست ہے کیونکہ خشک گھاس' بھوسہ وغیرہ ریزہ ریزہ ہو جایا کرتا ہے۔

التم

''التـــم'' یہ مرغابی کی طرح کا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔اس کی چونچ طویل اور گردن مرغابی سے بھی زیادہ لمبی ہوا کرتی ہے۔

شریعت کا فرمان: پاک اور صاف ستھرا ہونے کی بناء پر اس کا گوشت حلال کہلاتا ہے۔

التمساح:

''التمساح'' یہ (مگرمچھ) معروف حیوان ہے اور اکثر غلط بیانی کرنے والے شخص کو بھی ''التمساح'' کہا جاتا ہے۔حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حیوان گوہ کی مانند اور پانی کے حیوانات میں ساروں سے زیادہ انوکھا ہوا کرتا ہے۔اس کا دہن بڑا' بالائی جبڑے میں کوچلی کے ساٹھ عدد دندان اور نیچے والے جبڑے میں چالیس عدد کوچلی کے دانت اور کوچلی کے دو دندان کے مابین ایک چار کونوں کی مانند ایک مختصر سا دانت ہوا کرتا ہے جس کو مگرمچھ دہن بند کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ملا لیا کرتا ہے۔

مگرمچھ کی زبان طویل اور کمر کچھوے کی کمر کی مانند ہوا کرتی ہے جس پر لوہا بھی موثر نہیں ہوسکتا۔مگرمچھ کے چار پیر اور طویل پونچھ ہوا کرتی ہے۔مگرمچھ بطور خاص مصر کے دریائے نیل میں بکثرت موجود ہوتا ہے۔اکثر افراد کے مطابق مگرمچھ بحر سندھ میں بھی موجود ہوتا ہے۔آب میں مگرمچھ کی پکڑ بہت سخت ہوا کرتی ہے۔مگرمچھ شکار کو محض بغل میں مار کر ہلاک کیا جاسکتا ہے۔آب میں مگرمچھ کی طوالت میں زیادتی ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ یہ دس گز سے زیادہ طویل اور دو گز یا پھر دو گز سے زیادہ چوڑا ہو جایا کرتا ہے۔مگرمچھ گھوڑے کو بھی شکار کر لیا کرتا ہے۔مگرمچھ جس وقت جفتی کرنے کا خواہاں ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں خشکی کی جانب چلے جایا کرتے ہیں اور مؤنث سیدھی لیٹ جایا کرتی ہے۔اس کے بعد دونوں آپس میں مل جایا کرتے ہیں۔مذکر (جفتی سے) فراغت کے بعد مؤنث کو الٹا دیا کرتا ہے کیونکہ مؤنث سیدھی لیٹنے کے بعد ہاتھ پاؤں کے مختصر اور جسم کے سوکھے

و چکناہٹ کے باعث سیدھی ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی مگر مذکر مگرمچھ مؤنث کو اسی کیفیت میں ہی چھوڑ دے تو وہ اسی کیفیت میں رہا کرتی ہے اور چند روز بعد سیدھی ہو کر خشکی میں انڈے دیا کرتی ہے۔ سو مؤنث مگرمچھ کے جو انڈے آب میں جائیں وہ مگرمچھ میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور جو خشکی میں رہیں ان سے ''اسقنقور'' (ماہی ریگ) وجود میں آتے ہیں۔

مگرمچھ کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے فضلہ خارج کرنے کا کوئی عضو نہیں ہوتا۔ جس وقت مگرمچھ کا معدہ بھر جائے تو وہ خشک جگہ پر آ کر اپنا دہن کھولتا ہے۔ مگرمچھ کی یہ کیفیت دیکھ کر ''قطقاط'' پرندہ اس کے قریب آ جایا کرتا ہے اور پھر مگرمچھ ''قطقاط'' کے دہن میں اپنے دہن میں موجود فضلہ پھینک دیا کرتا ہے۔

قطقاط کالے رنگ پر سفید نقطوں یا پھر سفید پر کالے نقطوں والا ایک مختصر سا پرندہ ہوا کرتا ہے جو روزی کا متلاشی ہوتا ہے اور ادھر ادھر پرواز کرتا رہتا ہے۔ سو وہ پرندہ جس وقت مگرمچھ کے پاس آتا ہے تو اپنی خوراک پالیتا ہے اور مگرمچھ کے لئے باعث راحت ثابت ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پرندے کے سر میں ایک کانٹا موجود ہوا کرتا ہے جس وقت مگرمچھ اپنا دہن بند کر لیتا ہے تو ''قطقاط'' اس کانٹے کی مدد سے مگرمچھ کو ٹھونگتا ہے جس کی بناء پر مگرمچھ اپنا دہن کھول دیا کرتا ہے۔ بہت جلد اس پرندے کے بارے میں مفصل بیان تحریر ہوگا۔ انشاء اللہ

جانوروں کے ماہرین کے نزدیک مگرمچھ کے ساٹھ کوچلی کے دانت اور ساٹھ ہی نسیں ہوا کرتی ہیں اور مگرمچھ ساٹھ دفعہ جفتی کیا کرتا ہے، ساٹھ ہی انڈے دیا کرتا ہے اور ساٹھ برس تک حیات رہتا ہے۔ ابو حامد اندلسی نے کہا ہے کہ مگرمچھ کے ''80'' کوچلی کے دندان ہوا کرتے ہیں۔ چالیس کوچلی کے دندان بالائی جبڑے اور چالیس نیچے والے جبڑے میں موجود ہوا کرتے ہیں اور مگرمچھ سدا اپنے جبڑوں کو گھمائے جاتا ہے۔ اس کے سینے تک ہڈی رہا کرتی ہے۔ مگرمچھ کے فضلہ کے اخراج کے لئے کوئی مقام نہیں ہوا کرتا لیکن شرم گاہ ہوا کرتی ہے جس سے وہ فضلہ خارج کر دیا کرتا ہے۔ مگرمچھ پانی کے حیوانات میں ساروں سے زیادہ خوفناک ہوا کرتا ہے۔ سردی کے موسم میں یہ پانی کے اندر چار مہینوں تک چھپ جایا کرتا ہے۔ سمندری کتے کو مگرمچھ سے عداوت ہوتی ہے اس بناء پر جس وقت مگرمچھ نیند لیتا ہے تو اپنے منہ کو کھلا ہی رہنے دیتا ہے۔ سو سمندری کتا مٹی کے اندر جا کر چھپ جاتا ہے اور موقع ملتے ہی مگرمچھ کے منہ میں جا کر اس کی انتڑیاں وغیرہ تناول کر لیا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مگرمچھ کو قتل کر دیتا ہے۔ ''نیولا'' بھی مگرمچھ کے ہمراہ ایسا ہی برتاؤ روا رکھتا ہے۔

شریعت کا حکم: مگرمچھ کو کچلی کے دندان سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس علت کی وجہ سے اکثر علماء کرام نے مگرمچھ کے گوشت کو حرام مقرر کیا ہے۔

شیخ محب الدین طبری نے کہا ہے کہ ''قرش'' نام کی مچھلی حلال ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر تم یہ بات کرو کہ ''قرش'' مچھلی بھی اپنے کوچلی کے دانتوں سے قوت حاصل کرتی ہے تو اس کے متعلق شرعی حکم بھی مگرمچھ کی مانند ہوگا مگر درست بات یہ ہے کہ مگرمچھ کا گوشت حرام ہے تو انسان اس بات کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ ہم اس بات کو مانتے ہی نہیں ہیں کہ کچلی دانتوں سے قوت حاصل کرنے والے تمام پانی کے حیوانات حرام ہیں۔ لیکن مگرمچھ نقصان دہ غلیظ اور پلید ہونے کی وجہ

سے حرام ہے۔

حضرت امام رافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شیخ محب الدین کی بات چیت سے یہ علم ہوتا ہے کہ مگرمچھ کا گوشت حرام ہونے کا سبب کوچلی کے دانتوں سے قوت حاصل کرنا ہے مگر اس کا گوشت حرام ہونے کا یہ سبب بتانا بہتر نہیں ہے کیونکہ دریا میں کئی ایسے حیوان ہیں جو اپنے کوچلی کے دانتوں سے قوت حاصل کرتے ہیں جس طرح کہ قرش مچھلی وغیرہ جبکہ ''قرش مچھلی'' حلال ہوتی ہے اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ پانی اور خشکی کے احکامات الگ الگ ہیں۔

ضرب الامثال: اہل عرب کہا کرتے ہیں ''ھو اظلم من تمساح'' (وہ مگرمچھ سے بھی زیادہ ظلم کرنے والا ہے)

ایسے ہی بولتے ہیں کہ ''و کافاہ مکافاۃ التمساح'' (اور اس نے مگرمچھ کے انتقام لینے کی مانند انتقام لیا)

خواص: 1-۔ جس فرد کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ مگرمچھ کی آنکھ کو باندھے تو اس کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اگر بائیں آنکھ میں تکلیف ہو تو مگرمچھ کی بائیں آنکھ باندھ لے اور اگر سیدھی میں تکلیف ہو تو پھر سیدھی آنکھ باندھے۔

2- مگرمچھ کی چربی کو پگھلائیں اور کسی موم بتی کے برتن میں رکھ کر کسی نہر یا دریا میں بتی جلائیں تو اس نہر یا دریا کے مینڈک بولیں گے نہیں اور جس کے کان میں تکلیف یا کسی کو بہرے پن کی شکایت ہو تو مگرمچھ کی چربی کو کان میں پگھلا کر ڈالنا فائدہ مند ہے۔

3- مگرمچھ کے پتے کو آنکھ میں سرمے کے طور پر استعمال کریں تو یہ آنکھ کی سفیدی کو ختم کر دیتا ہے۔

4- مگرمچھ کے سیدھے طرف کے چند دانتوں کو بازو پر باندھ لینا قوت جماع میں کثرت پیدا کرتا ہے۔

5- حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی پر کپکپی طاری ہو جایا کرے تو مگرمچھ کے الٹے جانب (بائیں) کا اول دانت باندھ کر آویزاں کریں تو صحت یاب ہوگا اور اگر کسی کو مرگی کا مرض لاحق ہو تو مگرمچھ کا دھواں دینا نفع بخش ہے۔

6- مگرمچھ کی کھال کا ایک پیس مینڈھے کے ماتھے پر باندھ دیں تو اس مینڈھے کو باقی سارے مینڈھوں پر غلبہ ملے گا۔

7- مگرمچھ کا وہ فضلہ جو اس کے پیٹ میں موجود ہوا کرتا ہے' کو سرمے کے طور پر لگائیں تو آنکھوں کی نئی اور جتنی بھی پرانی سفیدی ہو وہ دور ہو جایا کرتی ہے۔ مگرمچھ کے پاخانے میں مشک کی مانند مہک ہوا کرتی ہے۔ سوقطیوں کے مطابق مگرمچھ کا فضلہ ہی مشک ہے لیکن اس مشک میں کچھ بدبو بھی موجود ہوا کرتی ہے۔

تعبیر: خواب میں مگرمچھ بہت برے عداوت رکھنے والے کی صورت میں ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق خواب میں مگرمچھ جھگڑا کرنے والا' فریب کار اور ڈاکو کی صورت آیا کرتا ہے۔ خواب میں مگرمچھ کا گوشت' ہڈی اور چمڑی اور اس کے تمام اعضاء دکھائی دینے والے کو اپنے حریف کی طرف سے دولت ملے گی۔

التمیلۃ

''التمیلۃ'' ابن سیدہ نے فرمایا ہے کہ یہ حجاز میں بلی کے مساوی ایک مختصر سا حیوان ہوا کرتا ہے' ''تملان'' اس کی جمع

ہوتی ہے۔

التنوط

"التنوط" الکفایہ میں ابن رفعہ نے تحریر کیا ہے کہ "التنوط" میں تاء میں پیش اور واؤ کے نیچے کسرہ ہے مگر تا کو مشدد مفتوح نون پر زبر اور واؤ کو مشدد مضموم بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اکثر علماء کرام کے مطابق "التنوط" ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔ واؤ میں پیش اور زبر دونوں کا پڑھنا ممکن ہے۔ امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ "تنوط" وہ پرندہ ہوتا ہے جو اشجار میں سے دھاگا بن کر اس میں انڈے دیا کرتا ہے۔ "تنوطۃ" اس کا واحد ہوتا ہے۔ اس پرندے کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ جس وقت شب ہوتی ہے تو یہ پرندہ اپنے گھونسلے کے کئی خانوں میں آتا جاتا رہتا ہے اور ڈر کی وجہ سے اس کو سویر تک سکون نہیں ہوا کرتا۔ اس پرندے کو ہی "صفاء" بھی کہتے ہیں۔ بہت جلد انشاء اللہ "باب الصاد" میں اس کا تذکرہ ہوگا۔

حکم شریعت: اس پرندے کا گوشت حلال ہوا کرتا ہے کیونکہ یہ عصفور کی ایک طرز ہوا کرتی ہے۔

خواص: 1- حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ نے "عجائب المخلوقات" میں تحریر کیا ہے کہ "تنوط" پرندے کو چھری سے نحر کر لیں اور اس کا لبونشہ میں بداخلاق اور باغی آدمی کے لئے فائدہ مند ہے۔

2- "تنوط" پرندے کے پتہ کو سرکہ میں بھون کر طفل کو تناول کرانے سے طفل خوش خلقی سے مزین ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر افراد کے مطابق کوئی طفل حقارت کے قابل ہو جائے تو ماہتاب کے بڑھنے کے لمحے تنوط کی ہڈی کو باندھنے سے افراد اس بچے سے پیار کرنے لگیں گے۔

التنین

"التنین" اژدھا سانپ کہلاتا ہے۔ "ابو مرداس" اس کی کنیت ہوا کرتی ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "التنین" مچھلی کی ایک طرز کو کہا جاتا ہے۔ حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ "عجائب المخلوقات" میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ سانپ "کوسج" سے بھی زیادہ خوفناک ہوا کرتا ہے۔ اس کے دہن میں کوچلی کے دانت بھالے کی مانند ہوا کرتے ہیں۔ اس سانپ کی طوالت کھجور کے جیسی ہوا کرتی ہے۔ یہ سانپ کئی جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ اسی بناء پر زمین اور پانی کے سارے حیوان اس سے ڈرے رہتے ہیں۔ جس وقت یہ سانپ چلا کرتا ہے تو طاقت کی بناء پر دریا کی موجوں میں روانی پیدا ہوتی ہے۔ آغاز میں یہ سانپ باغی ہوتا ہے اور زمین کے حیوانات کو کھا لیتا ہے مگر جس وقت اس کی بغاوت میں کثرت ہوتی ہے تو ایک فرشتہ اس کو گرفت میں لے کر دریا میں پھینک دیا کرتا ہے لہٰذا وہ سانپ سمندر کے حیوانات کے ہمراہ بھی وہی برتاؤ روا رکھتا ہے جو ارضی حیوانات کے ہمراہ کیا کرتا ہے۔ اس بناء پر یہ موٹا ہو جایا کرتا ہے لہٰذا پھر اللہ پاک اس پر ایک فرشتے کا تسلط قائم فرماتے ہیں جو اس کو گرفت میں لے کر یاجوج ماجوج

کے آگے ڈال دیتا ہے۔

اکثر علماء کرام کے مطابق یہ سانپ دو فرسخ کے مساوی طویل ہوا کرتا ہے اور اس کی رنگت چیتے کی مانند اور چمڑی پر مچھلی کے جالے کی مانند خانے ہوا کرتے ہیں۔ یوں ہی اس سانپ کے مچھلیوں کی مانند دو بڑے بازو ہوا کرتے ہیں اور انسانوں کی مانند سر ہوا کرتا ہے اور دکھائی دینے میں ایک ٹیلے جیسا لگتا ہے اس کے علاوہ اس سانپ کے کان طویل اور آنکھیں گولائی میں اور لمبی ہوا کرتی ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''التنین'' کا ذکر: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ اللہ پاک کفر کرنے والے پر اس کی گور میں ننانوے اژدھوں کو بھیجیں گے جو کہ کفر کرنے والوں کو کاٹتے اور نوچتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور اگر ان میں سے ایک اژدھا سانپ بھی ارض پر پھونک مار دے تو ارض ہریالی اگانے کے لائق نہیں رہے گی۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترمذی شریف میں ایک طویل حدیث پاک بیان ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف آور ہوئے تو کیا نظارہ کرتے ہیں کہ افراد آپس میں بات چیت کرنے میں مشغول ہیں سو حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش جس کام میں تم مشغول ہو اس کی جگہ تم لوگ لذتوں کی برائی میں لگے ہوتے تو (وہ زیادہ مناسب تھا) پس لذتوں کی بکثرت برائی بیان کیا کرو اس لئے کہ قبور پر کوئی روز اس طرح کا نہیں بسر ہوا کرتا لیکن یہ کہ وہ کہا کرتی ہے کہ میں ''بیت الغربت'' (مسافرت کی رہائش گاہ) اکیلے پن کی رہائش گاہ، خاک کی رہائش گاہ اور حشرات کی رہائش گاہ ہوں۔ جس وقت کسی مسلمان کو دفنایا جاتا ہے تو گور اس کو ''مرحبا و اھلا'' (تیری آمد خوشی وبرکت کا موجب ہو) بول کر یہ کہا کرتی ہے کہ بلاشبہ تو میری پشت پر پھرنے والوں سے پسندیدہ ہے اور میں تم سے پیار کرتی ہوں۔ آج جس وقت میں تمہاری آقا بن چکی ہوں اور تم میرے بن گئے ہو۔ تم میرے برتاؤ کو دیکھو گے اس کے بعد نبی پاک، حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پھر اس (مسلمان شخص) کی گور نظروں کی حد تک کشادہ کر دی جائے گی اور اس کا ایک در بہشت کی طرف کھولا جائے گا اور جس وقت کسی کفر کرنے والے یا فسق کے مرتکب شخص کو دفنایا جاتا ہے تو گور اس کو ''لا مرحباً ولا اھلاً'' بولتے ہوئے دھتکار دیا کرتی ہے اور کہا کرتی ہے کہ بلاشبہ تم میری پشت پر پھرنے والوں میں سے بے حد بغض کرنے والا ہے اور میں تم کو بالکل پسند نہیں کرتی۔ پس آج جس وقت میں تمہاری مالک ہو چکی ہوں اور تم میرے بن گئے ہو۔ اس لئے اب تم نظارہ کرو گے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتی ہوں۔ اس کے بعد گور کو اس پر بہت تنگ کر دیا جائے گا کہ اس گور کی ایک دیوار دوسری میں پیوست ہو جائے گی اور اس کی کمر کی ہڈیاں باہم پیوست ہو جائیں گی۔ اس کے بعد حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارتاً بتا دیا کہ ایسا ہوگا اور ایک ہاتھ مبارک کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کفر کرنے والے آدمی پر نوے یا ننانوے اژدھے سانپوں کا تسلط کر دیا جائے گا۔ ان میں سے اگر ایک بھی زمین پر پھونک دے تو تا قیامت

زمین ہریالی کے لائق نہ رہے گی اور وہ سانپ اس کفر کرنے والے کو یوں کاٹتے اور نوچتے کھسوٹتے رہیں گے حتیٰ کہ روز قیامت آ جائے گا۔ حضرت امام راوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گور یا تو بہشت کے گلشنوں میں سے ایک گلشن ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی خاصیت: آئمہ کرام سے روایت کیا گیا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے فرمایا "ایھا الاجلین" تو اس لمحے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان دیا کہ فلاں رہائش گاہ میں کافی لاٹھیاں پڑی ہیں' ان میں سے ایک لاٹھی کو پکڑ لینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رہائش گاہ میں داخل ہوئے اور اس چھڑی کو گرفت میں لے لیا جس کو حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ہمراہ لائے تھے اس کے بعد یہ لاٹھی (عصاء) سارے نبیوں میں وراثت کے طور پر چلتا آیا' حتیٰ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے حصہ میں آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان دیا کہ اس چھڑی کو رہائش گاہ میں رکھو اور اس کی بجائے دوسری چھڑی پکڑ لو۔ حضرت موسیٰ رہائش گاہ میں گئے اور دوبارہ اسی چھڑی کو پکڑ لائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سات دفعہ ایسے ہی کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ پاک کے نزدیک لازمی قدر و مقام ہے سو جس وقت سویر ہوئی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان دیا کہ آپ بکریوں کو چوک میں چرا کر لے آؤ اور سیدھی طرف جانا ہر چند کہ اس طرف گھاس وغیرہ موجود نہیں ہے۔ پس آپ بائیں طرف نہ چلے جانا اس لئے کہ اس طرف ایک بے حد بڑا اژدھا رہا کرتا ہے جو ساری بکریوں کو ہلاک کر دے گا لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کو چروانے کی غرض سے چوک کی جانب چلے گئے تو بکریاں از خود ہی بائیں طرف چلنے لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بکریوں کو منع کیا مگر ان کو اس سے باز نہ کر پائے اور اس کے بعد ان کو چارہ کھانے کے لئے آزادی سے چلنے پھرنے دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند میں چلے گئے۔ سو اژدھا نکل کر آ گیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے اس اژدھے سے جنگ کی حتیٰ کہ اس کو ہلاک کر دیا جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سو کر اٹھے تو دیکھا کہ عصاء پر لہو لگا ہوا ہے اور اژدھا ہلاک ہو چکا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کو اس وقوعے سے آگاہ کیا' حضرت شعیب علیہ السلام بخوشی فرمانے لگے کہ اس برس جو دو رنگی بکریوں کی ولادت ہو گی ان کے مالک آپ ہوں گے۔ سو ساری بکریاں ہی دو رنگی پیدا ہو گئیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ اللہ پاک کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک مقام ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام چوبیس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت پر مامور رہے حتیٰ کہ چالیس برس مکمل کئے اور پھر اپنی زوجہ محترمہ کو لے کر چل پڑے۔

اژدھے کے متعلق شریعت کا حکم: حضرت امام قزوینی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ اژدھا سانپ ہی کی ایک طرز ہوا کرتا ہے اس بناء پر اس کا گوشت حرام ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس کو "التنین" نام کی مچھلی بھی مان لیا جائے تو کو نچلی کے دانتوں کی بناء پر مچھلی کا گوشت بھی حرمت والا ہو گا جس طرح مگر مچھ کا گوشت حرام ہے۔

خواص: اژدھے کے گوشت کو تناول کرنا شجاع اور دلیری کا باعث بنتا ہے۔ اگر انسان اپنے عضو خاص پر اژدھے کے لہو

سے مساج کرے تو پھر اپنی زوجہ سے مباشرت کرے تو بہت زیادہ لطف کا احساس ہوگا۔
تعبیر: خوابوں میں اژدھا شہنشاہ کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اگر خواب میں دو یا تین سر والا اژدھا نظر آئے تو یہ بے حد خوفناک ہونے کی نشانی ہے۔ اگر کسی بیمار فرد کے خواب میں اژدھا نظر آئے تو یہ اس کے مرنے کی نشانی ہے۔
ایک دفعہ ایک خاتون کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس نے ایک اژدھے کو جنم دیا ہے تو کچھ روز بعد علم ہوا کہ اس خاتون نے حقیقت میں ایک لنگڑے طفل کو جنم دیا ہے کیونکہ اژدھا چلتے وقت خود کو گھسیٹتا ہے اور ایسے ہی لنگڑا شخص بھی چلتے ہوئے خود کو کھینچا کرتا ہے۔

التورم

''التورم'' قطقاط اسم کے پرندے کو کہتے ہیں۔ ابن بختیشوع کا کہنا ہے کہ یہ پرندہ کتوبر کی صورت سے مشابہت رکھتا ہے جس کو ''طیر التمساح'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے بازو میں دو کانٹے ہوا کرتے ہیں جو اس کو ہتھیار کے طور پر کام دیا کرتے ہیں۔
جس وقت یہ پرندہ مگرمچھ کے دہن میں چلا جاتا ہے تو اکثر مگرمچھ اپنے دہن کو بند کرلیا کرتا ہے تو یہ پرندہ اس کو ٹھونکتا رہتا ہے اور آخرکار مگرمچھ اپنا دہن وا کردیا کرتا ہے اور اس کے بعد یہ پرندہ پرواز کر جایا کرتا ہے۔
خاصیتیں: 1- ابن بختیشوع کا کہنا ہے کہ اس پرندے کے کانٹوں میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ اگر اس کے دونوں کانٹوں یا پھر ایک ہی کانٹے کو کسی ایسے مقام پر جدھر کسی شخص نے پیشاب کیا ہو دفن کردیا جائے تو پیشاب کرنے والا شخص بیماری میں مبتلا ہوجائے گا اور جس وقت تک ''التورم'' کا کانٹا وہاں دفن رہے گا وہ شخص بیمار ہی رہے گا۔ جب کانٹا نکالیں گے تو پھر وہ شخص صحت یاب ہوجائے گا۔
2- اگر کوئی معدہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس پرندے کا قلب باندھے اور آویزاں کرلے تو انشاء اللہ تکلیف دور ہوجائے گی۔

التولب

''التولب'' گدھے کے طفل کو کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں ''اطوع من تولب'' (فلاں شخص گدھے کے طفل سے بھی زیادہ تابعدار ہے) سیبویہ کے مطابق ''التولب'' فوعل کے بروزن ہونے کی بناء پر منصرف ہے۔ اس کے علاوہ گدھی کو ''ام تولب'' کہتے ہیں۔ بہت جلد ''باب الحاء'' میں اس کے متعلق شریعت کا حکم بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

التیس

''التیس'' جنگل کے بکرے کو ''التیس'' کہتے ہیں۔ ''تیوس'' اور ''اتیاس'' اس کی جمع ہوا کرتی ہے۔ الھذلی شاعر کہتے ہیں

کہ

من فوقه اسر سود العربه ولحمه احمر كلف والماس

''اس کے اوپر کالے گدھ اور کوے ہیں اور اس کے پیچھے کالی دروی کے پیچھے بکرے اور بکریاں ہیں۔''

عدلی شاعر نے اپنی شاعری میں ''اتباس'' کو جمع کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''التیس'' کی جمع ''اتیبہ'' ہوتی ہے اور اکثر افراد نے ''تیوس'' کے کلمات کا اطلاق جمع کے طور پر کیا ہے۔ مگر امام جوہری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ میں اس کی صحت کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ اکثر علماء کرام نے ''مذکر'' ہرن کے لئے بھی ''التیس'' کے الفاظ کا اطلاق کیا ہے اور ''نب التیس نبب نبیبا '' کا مفہوم بکرے کا جوشیلی کیفیت میں بلبلاہٹ کرنا ہے اور بادشاہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لفظ سے مشابہت دی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چھوٹی قامت والے شخص کو پیش کیا گیا جس کی زلفیں بے ترتیب تھیں اور جسم گوشت سے لتھڑا ہوا تھا اور اس نے ایک تہبند زیب تن کیا ہوا تھا اور وہ زناء کا مرتکب ہوا تھا۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو دفعہ واپس لوٹا دیا۔ اس کے بعد اس کو رجم کرنے کا فرمان دیا تو اس شخص کو رجم کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بھی ہم اللہ پاک کی راہ میں جنگ کے لئے گئے تو تم میں کوئی نہ کوئی باقی رہ گیا جو بکرے کی مانند شہوت کی بناء پر بلبلایا کرتا ہے اور ان خواتین میں سے کسی کے ہمراہ زناء کا ارتکاب کر لیا کرتا ہے لہٰذا جس وقت بھی اللہ پاک مجھ کو ان میں سے کسی پر قادر کرے گا تو میں ان کو بہت سخت سزا دوں گا جو کہ عبرت ناک ہوا کرے گی۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بکریوں کا ایک گروہ ان کے ساتھی لوگوں میں بانٹ دینے کے لئے بھیج دیا' سو بانٹ دینے کے بعد ایک بکرا باقی بچ گیا جس کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نحر کر دیا۔

(رواہ کامل ابن عدی فی ترجمۃ ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی حبیبہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ایک (ادھار) رعایت میں لئے ہوئے بکرے کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ وہ حلالہ کرنے والا شخص ہے۔ اس کے بعد حضور سرور عالم' رحمت عالم' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔ (رواہ دار قطنی وابن ماجہ عن کاتب اللیث بن سعد باسناد حسن)

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون کو صرف حلالہ کی حاجت سے حاصل کرنے والے شخص کے لئے لعنت فرمائی ہے کیونکہ اس حاجت سے خاتون کو حاصل کرنے میں خاتون کی

عزت وآبرو کو ریزہ ریزہ کرنا ہے اور جس فرد کے لئے اس امر کو سرانجام دیا جاتا ہے وہ "محلل لہٗ" کہلایا جاتا ہے اور بکرے کو کسی غیر کی بناء پر جفتی کی غرض سے بطور قرض لینا بھی ذلت والا امر ہے کیونکہ حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کا ارتکاب کرنے والے کو ادھار مانگے ہوئے بکرے سے مشابہ قرار دیا ہے اس لئے کہ عرب لوگ بکرے کو ادھار مانگنا "شرم" سمجھا کرتے تھے۔

شاعر کہتا ہے کہ

وشـــر مـــنـيـحة تـيـــس مـعـــار

"اور سب سے بڑی بخشش ادھار میں مانگے ہوئے بکرے کی ہے۔"

"شفاء الصدور" کے اواخر میں ابن سبع سبتی نے تحریر کیا ہے کہ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ جس لمحے میرے عظیم والد کی آنکھوں کا نور ختم ہو گیا تو وہ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ ایک دفعہ میں ان کے ہمراہ تھا کہ راہ میں آب زم زم کے کنوئیں کے قریب شامیوں کے نزدیک سے ہم لوگ گزرے وہ شامی افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت کرنے لگے۔ میرے والد محترم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (جو سفر کے منتظم تھے) سے کہنے لگے کہ مجھ کو ان لوگوں کے پاس لے جاؤ۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان افراد کے قریب کر دیا تو والد محترم نے فرمایا تم لوگوں میں سے کون اللہ اور اس کے رسول کے لئے مغلظات بیان کر رہا ہے؟ لہٰذا ان افراد نے جواب دیا کہ "سبحان اللہ" ہم لوگوں میں سے تو کسی نے بھی اللہ پاک اور اس کے رسول کے لئے غلط کلمات نہیں کہے۔ اس کے بعد میرے والد محترم نے دریافت کیا کہ پھر تم میں سے کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مغلظات بیان کر رہا ہے؟ ان افراد نے بتلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا اس طرح کے نہ تھے؟ میرے والد محرم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ جس فرد نے علی کے متعلق فحش کلامی کی، اس نے میرے متعلق فحش کلامی کی اور جس نے میرے بارے میں فحش گوئی کی اس نے اللہ پاک کے بارے میں فحش گوئی کی اور جس نے اللہ پاک کے بارے میں فحش کلامی کی تو اللہ پاک اس کو دوزخ میں اوندھا پھینک دیں گے اس کے بعد، آپ (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) ان کے نزدیک سے چلے آئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمانے لگے اے فرزند! تم نے ان افراد کو دیکھا کہ وہ کیا عمل سرانجام دے رہے تھے؟ میں جواب میں بولا اے والد محترم:

نـظـر و الـيـك بـاعـيـن مـحـمـرة نـظـر التيوس الـى شفار الجازر

"افراد آپ کی جانب لال آنکھوں سے ایسے دیکھ رہے تھے جس طرح کہ بکرا نحر کرنے والے کی چھری کی جانب دیکھا کرتا ہے۔"

سو میرے والد محترم فرمانے لگے اے فرزند! پڑھو۔

لہٰذا میں نے ایسے ہی پڑھا:

شزرا العیون منکسی اذقانھم نظر الذلیل الی العزیز القاھر

"شرمسار نظریں جس وقت ٹھوڑیوں پر جھکی ہوئی ہوں' اس کی مثل رسوا کسی غلبہ والے اور قوت مند کی جانب دیکھتا ہے۔"

"تہذیب الکمال" میں عبدالعزیز بن خیب قریشی کے حالات زندگی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی داڑھی طویل ہوا کرتی تھی۔اس لئے علی بن حجر سعدی نے اس پر یہ شاعری کی:

لیس بطول اللحی تستوجبون القضا

"داڑھی کی طوالت کی وجہ سے تم قضاوقدر کو اپنے لئے واجب قرار نہیں دے سکتے۔"

ان کان ھذا کذا فالتیس عدل رضا

"اگر یہ بات اس طرح ہی ہوا کرتی تو بکرا بہت عدل کرنے والا اور دلچسپ ہے۔"

علی بن حجر سعدی نے اور بیان کیا ہے کہ تورات میں بیان ہوا ہے کہ تم کو طویل داڑھی سے فریب نہ کھانا چاہئے کیونکہ بکرے کی بھی طویل داڑھی ہوا کرتی ہے (بہت جلد "المعز" کے موضوع سے بکرے کے بارے میں شرعی احکامات کا تذکرہ ہو گا۔انشاءاللہ)

"تاریخ الاسلام" میں علامہ ذہبی علیہ الرحمہ 299ھ کے وقوعات میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مقتدر باللہ کو مصر سے تحفے بھیجے گئے جن میں پانچ لاکھ اشرفیاں تھیں اور ایک بکرا بھی موجود تھا۔اس بکرے کے تھنوں سے دودھ خارج ہوتا تھا اور اس کی انسان کی مانند پسلی بھی ہوا کرتی تھی جس کی چوڑائی ایک بالشت جتنی اور طوالت چودہ بالشت کے برابر تھی۔

(تاریخ الاسلام للذہبی)

کتاب الترغیب والترہیب میں "ذم الحاسد" کے موضوع میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ میری امت پر ایک اس طرح کا دور آئے گا کہ ان کے فقہاء میں حسد قائم ہوگا اور فقہاء باہم حسد میں مبتلا ہوں گے اور ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اور لہو بہائیں گے جیسا کہ بکرے باہم حملہ آور ہوا کرتے ہیں اور لہو بہایا کرتے ہیں۔

"الحلیۃ" میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا ہے کہ "قراء" کی گواہی ہر شے میں معتد اور جائز ہے مگر ان میں سے اکثر کی اکثر پر گواہی ناجائز ہے کیونکہ یہ "قراء" (مطلب علماء کرام) باہم بکروں سے زیادہ حاسد ہوا کرتے ہیں۔

حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "الترب والتربیۃ" لکڑی کے باڑے کو کہا جاتا ہے۔

"مروج الذہب" میں مسعودی اور "شرح السیدۃ" میں حافظ قطب الدین تحریر کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کی والدہ فارعہ بنت ہمام' حکیم العرب حارث بن کلدہ کے عقد میں تھیں لہٰذا ایک دفعہ حارث بن کلدہ کی اپنی زوجہ فارعہ کے پاس صبح

نزع کے آمد ہوئی تو انہیں دکھائی دیا کہ وہ دانتوں میں خلال کرنے میں مصروف ہیں لہٰذا اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ سو فارعہ نے طلاق کی وجہ دریافت کی۔ حارث بن کلدہ نے بتایا کہ سویرے جس لمحے میں تمہارے قریب آیا تو تم دانتوں میں خلال کرنے میں مصروف تھیں' اگر تم نے ناشتہ جلد کرلیا ہے تو گویا کہ تم معدہ کی بندی ہو اور اگر تم نے شب اس کیفیت میں بسر کی ہے کہ تمہارے دانتوں میں کھانے کے ذرے تھے تو گویا کہ تم گندی خاتون ہو۔ جواب میں فارعہ بولی کہ ان دونوں میں سے ایک بات بھی درست نہیں' میں نے صبح دانتوں میں سخت مسواک کرلی تھی' چند روز بعد فارعہ نے یوسف بن حکیم بن ابی عقیل ثقفی سے عقد کرلیا تو حجاج کی ولادت ہوئی۔ اس کے علاوہ حجاج بن یوسف بدصورت تھا اور اس کے بدن میں پاخانہ کے اخراج کا کوئی مقام موجود نہ تھا' حجاج بن یوسف کے بدن میں ایک سوراخ کیا گیا تاکہ براز کے لئے جگہ بن جائے اور اس کے علاوہ حجاج بن یوسف نے اپنی والدہ اور دوسری خواتین کا دودھ نہ پیا جس کی بناء پر وہ افراد بہت متفکر ہوگئے۔

اکثر مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ حارث بن کلدہ کی شکل میں شیطان کی آمد ہوئی اور وہ بولا کہ تم سب کیوں متفکر ہو؟ ان افراد نے جواب میں ساری صورت حال بیان کردی۔ یہ سماعت کرکے شیطان کہنے لگا کہ تم لوگ سیاہ بکرے کو نحر کرو اور اس کا لہو اس طفل کو چٹادو اس کے بعد دوسرا سیاہ بکرا نحر کرکے اس کے لہو میں ڈالو اس کے بعد تین روز تک لہو سے طفل کے مکھڑے کا مساج کرو تو چوتھے روز یہ طفل والدہ کا دودھ پینے کا آغاز کردے گا۔ سوان افراد نے ایسا ہی کیا تو اس طفل نے والدہ کے دودھ کو اپنی خوراک تسلیم کرلیا۔ حجاج بن یوسف قتل وغارت کے لئے بے قرار رہا کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف بذات خود یہ بولا کرتا تھا کہ مجھ کو سارے امور میں قتل وغارت گری بے حد محبوب ہے اور اس میں بہت لطف آیا کرتا ہے۔ (مروج الذہب وشرح السیرۃ)

اذا انت لم تترك أمورا كرهتها ... وتطلب رضاى بالذى انا طالبه

''اگر تم اپنے ناپسندیدہ کاموں کو ختم نہیں کرتے اور اس شے کے ذریعے میری آمادگی کے خواہاں ہو جس کا میں بذات خود طلب گار ہوں۔''

وتخش الذى يخشاه مثلك هاربا ... الى فها قد ضيع الدر جالبه

''اور تم اس سے خوفزدہ ہو جو تیری ہی مانند ڈرا ہوا ہے جبکہ وہ میری جانب بھاگتا ہوا آیا کرتا ہے۔ بے شک موتیوں کو پانے والے نے اس کا ضیاں کردیا ہے۔''

فان ترمنى غفلة قرشية ... فيا ربما قد غص بالماء شاربه

''لہٰذا اگر تم میرے اوپر قرشی غفلت کا بہتان باندھتے ہو تو خدا کی قسم پانی نوش کرنے والے کو پانی سے اچھو لگ گیا ہے۔''

وان ترمنى وثبة أموية ... فهذا وهذا كله أنا صاحبه

''اور اگر تم میرے اوپر اموی دلیری (ہر کام میں کودنے) کا بہتان باندھتے ہو تو یہ اور وہ سارے میرے احباب ہیں (مطلب یہ ساری خوبیاں میرے اندر پائی جاتی ہیں)

فلا تأمنی والحوادث جمة ۔۔۔ فانک تجزی بالذی انت کاسبہ

''لہٰذا تم میرے سے امن میں نہ رہنا اس لئے کہ حوادث کافی سارے ہیں' تم اسی کے ذریعے انتقام لو گے جس کو تم حاصل کر رہے ہو۔''

سو حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو اس تحریر کا جواب ارسال کیا اور اس کے اواخر میں یہ درج کیا کہ میرے پاس دو فرمان آئے ہیں ایک تو بہت نمایاں ہے اور دوئم بہت تحقیق لئے ہوئے ہے۔ ان میں سے نمایاں پر عمل درآمد کرنے کے لئے میں راضی ہوں مگر تحت فرمان پر میں صابر ہوں' جس وقت عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کی تحریر کو پڑھا تو بولا کہ ابو محمد میرے دھمکانے سے ڈر گیا ہے۔ اب میں اس کی جانب وہ قول تحریر نہیں کروں گا جسے وہ محبوب نہ رکھے۔

حجاج بن یوسف کی یہ خصلت ہوا کرتی تھی کہ جس وقت کوئی قاری اس کی خدمت میں آیا کرتا تو حجاج اس سے بہت پوچھ گچھ کیا کرتا۔ سو ایک روز ایک شخص کی حجاج بن یوسف کے پاس آمد ہوئی تو حجاج بن یوسف نے اس سے سوال کیا کہ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ ''اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ '' سے پہلے کیا کلمات ہیں۔ اس شخص نے بتلایا کہ یہ آیت مبارکہ ''قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ o'' (سورۃ الزمر 8) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ کچھ روز اپنے کفر سے لذت لے لیں بے شک تو جہنم میں جانے والا ہے۔)

پھر دوبارہ حجاج نے کسی سے بھی کوئی پوچھ گچھ نہ کی۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے طالب علموں میں سے کسی ایک کو بولا کہ بخدا! میں تیرے سے بے حد کینہ رکھتا ہوں تو اس طالب علم نے جواب میں کہا کہ اللہ پاک ہم میں ساروں سے زیادہ مبغوض کو بہشت میں بھیجیں گے۔

حجاج بن یوسف سب سے قبل روح بن زنباع کا ماتحت ہوا کرتا تھا جو عبدالملک بن مروان کے عہدہ وزارت پر فائز تھا اور عبدالملک کی فوج ''روح بن زنباع'' کا فرمان قبول نہیں کرتی تھی اور اس کے فرمان دینے پر نہ ہی فوج تیار ہوتی اور نہ ہی قیام کرتی تھی۔ عبدالملک بن مروان نے روح بن زنباع سے فوج کا شکوہ کیا۔ روح بن زنباع کہنے لگا کہ اے خلیفہ میری فوج میں ایک آدمی ہے جس کو حجاج بن یوسف کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کو فوج کا حکمران بنا دیں تو فوج کے حکمران آپ کے فرمان کے تابع ہوں گے۔ اس کے علاوہ وہ آپ کے فرمان پر تیاری پکڑیں گے اور پڑاؤ بھی ڈالا کریں گے سو جس وقت خلیفہ نے حجاج بن یوسف کو فوج کا حکمران بنایا تو ایک دفعہ عبدالملک نے فوج کو تیاری کا حکم دیا تو فوج کے افراد نے تیاری پکڑ لی مگر روح بن زنباع کے فوجیوں نے تیاری میں دیر کر دی۔ ان کے پاس حجاج بن یوسف گزرا تو فوجی کھانا تناول کرنے میں مشغول تھے۔ حجاج کہنے لگا کہ تم لوگوں کو کس کام نے فوج کے ساتھ روانہ ہونے سے روکا ہوا ہے؟ فوجیوں نے جواب دیا کہ آپ بھی رک جائیں اور ہم لوگوں کے ساتھ کھانا کھا لیں اور اے ابن الخناء (توہین آمیز الفاظ) بولنا بند کرو۔ حجاج کہنے لگا کہ اب پہلے والا سلسلہ نہیں ہے۔ سو حجاج بن یوسف نے ان ساروں کو ہلاک کرنے کا فرمان دیا اور ''روح بن زنباع'' کے گھوڑوں کی کونچیں کٹوا کر خیموں کو آگ لگوا دی۔ جس وقت روح بن زنباع کو اس معاملے کا علم ہوا تو وہ عبدالملک بن مروان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا معاملہ خلیفہ کے

گوش گزار کیا۔ خلیفہ نے حجاج بن یوسف کو طلب کر کے کہ تیرا بیڑا غرق ہو آج تو نے اپنے حکمران روح بن زنباہ کے ہمراہ کیا برتاؤ کیا ہے؟ حجاج بن یوسف نے جواب دیا کہ اے خلیفہ! میری طاقت ہی آپ کی طاقت ہے اور میرا کوڑا ہی آپ کا کوڑا ہے۔ اے امیر المومنین آپ کے لئے یہ کون سا کٹھن امر ہے آپ تو ایک خادم کی بجائے دو خادم اور ایک خیمہ کی بجائے دو خیمے روح بن زنباہ کو دے سکتے ہیں۔ پس آپ فوج کے آگے میری حوصلہ شکنی نہ کریں۔ عبدالملک بن مروان کہنے لگے کہ درست ہے اس طرح ہی کر دیتا ہوں۔ سو حجاج بن یوسف کا عزم مکمل ہو گیا۔ اس کے علاوہ حجاج بن یوسف اسی روز سے مستحکم ہو گیا اور اس کی برائی میں کثرت پیدا ہو گئی اور یہ اس کی اول شرارت تھی جو واضح ہو گئی۔ نیز حجاج بن یوسف کے کئی قصے اور بلاغت سے بھرپور تقاریر شہرت کی حامل ہیں۔

المبرد ''الکامل'' میں تحریر کرتے ہیں کہ سفیان ثوری' عبدالملک بن عمیر لیثی کے حوالے سے درج کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھا اور کوفہ کے لوگ ان ایام میں بہترین حیات بسر کر رہے تھے۔ ایک فرد دس یا پھر بیس بیس خادموں کے ہمراہ نکلا کرتا تھا۔ جس وقت یکا یک کوئی بولا کہ حجاج بن یوسف کو عراق کا حکمران منتخب کر لیا گیا ہے۔ مجھے دکھائی دیا کہ حجاج بن یوسف نے عمامہ باندھ رکھا ہے اور کچھ چہرہ چھپائے ہوئے اور تیر کمان آویزاں کئے ہوئے مسجد میں آیا اور منبر کی جانب بڑھا سو افراد اس کے نزدیک ہو گئے اور حجاج منبر پر بیٹھا اور چند لمحے چپ رہا' جس بناء پر افراد ایک دوسرے سے یہ بات کرنے لگے کہ بنو امیہ کی تباہی ہو جنہوں نے اس قماش کے شخص کو عراق کا حکمران منتخب کیا ہے' چند لمحوں کے بعد عمیر بن منابی برجمی کہنے لگا کہ میں تیرے لئے پتھر ماروں۔ اس سے کوئی کہنے لگا کہ چند لمحے صبر کر و حتیٰ کہ ہم معائنہ کر لیں' جس وقت حجاج نے لوگوں کے تاثرات ملاحظہ کئے تو اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر اٹھا اور اللہ کی صفات بیان کرنے کے بعد گویا ہوا:

انا ابن جلاؤ کلاع الثنایا   متی أضع العمامة تعرفونی

''میں ابن جلا ہوں اور جبل اور ریتلی اراضی کا راستہ و موڑ ہوں جس وقت میں عمامہ کو اتاروں گا تو تم لوگ مجھ کو شناخت کر لو گے۔''

اور پھر حجاج بن یوسف کہنے لگا اے کوفہ کے عوام میں افراد کے سروں کو بالکل تیار ملاحظہ کر رہا ہوں اور اب فصل کاٹنے کا لمحہ آ پہنچا ہے اور میں اس کا آقا ہوں۔ اس کے علاوہ میں عماموں اور داڑھیوں کے مابین لہو کو دیکھ رہا ہوں۔

ھٰذا اوان الشر فاشتدی زیم   قد لفھا اللیل بسواق حطم

''یہ برائی کا دور ہے سو بکریاں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ بے شک اس کو شب نے رحم نہ کرنے والے چرواہوں کے ذریعے اکٹھا کر دیا ہے۔''

لیس براعی ابل ولا غنم   ولا بجزار علی ظھر وضم

''نہیں ہے وہ اونٹ کو چرانے والا اور نہ ہی بکریوں کو چرانے والا اور نہ گوشت کاٹنے والی لکڑی پر بیٹھا ہوا قصائی۔''

اور اس کے بعد کہنے لگا:

وقد لفها الليل بعصلبي أروع خراج من الدوي

"اور بے شک اس کوشب نے اس طرح کے خوفناک آدمی کے ذریعے اکٹھا کیا ہے جو دکھ درد سے پاکیزہ ہے۔"

مهاجر ليس باعرابي معاود للطعن بالخطي

"ہجرت کرنے والا ہے کوئی دیہات کا رہنے والا نہیں ہے جو اپنے نیزے سے حملہ کرنے والا ہے۔"

اور اس کے بعد یوں کہا:

قد شمرت عن ساقها فشدوا وجدت الحرب بكم فجدوا

"بے شک لڑائی نے اپنی پنڈلی کھولی ہے لہٰذا تم بھی تیاری پکڑ لو اور لڑائی تمہارے لئے بہت سخت ہو چکی ہے' تم اس کے لئے تیار رہو اور کاوش شروع کر دو"۔

والقوس فيها وتر عرد مثل ذراع البكر أو أشد

"اور کمان میں جوان اونٹ کے رسوں کی مانند یا اس سے بھی زیادہ سخت تانتا بندھا ہوا ہے۔"

(حجاج بن یوسف" کہنے لگا کہ اے عراق والو! بخدا! میں بے حد دلیر ہوں اور بے خوف اور دور کے حادثات سے پریشان ہونے والا نہیں ہوں اور نہ ہی سانپ کی مانند پہلو تہی کرنے والا ہوں۔ بے شک میں نے سوچ بچار کے بعد پہچان لیا ہے اور مشاہدوں کی روشنی میں جائزہ لے لیا ہے اور یہ کہ خلیفہ نے ترکش سے تیر لگا دیا ہے اور انہوں نے ترکش کی لکڑی کی بے حد پڑتال کر لی ہے۔

خلیفہ نے مجھ کو بہت زیادہ تلخی والا اور توڑنے کے لئے بے حد مضبوط پالیا۔ اس کے علاوہ تیر پھینکنے کا مقام دور پایا۔ سو خلیفہ نے مجھ کو تم لوگوں کا سپہ سالار منتخب کیا کیونکہ تم فتنہ میں حد سے بڑھ چکے ہو اور صراطِ مستقیم سے جدا ہو گئے ہو۔ بخدا! میں تم کو نازک اندام خاتون کی مانند جکڑوں گا اور تم لوگوں کے اونٹوں کی مانند تمہارے گلے کاٹ ڈالوں گا۔ تمہاری کیفیت تو ان وادی والوں کی مانند ہو چکی ہے جو سکون و آرام کی حیات گزار رہے ہیں اور ان کے لیے ہر طرح کی شے کی سہولت موجود ہے مگر پھر بھی وہ اللہ پاک کی نعمتوں کے منکر ہوں تو اللہ پاک ان کو غربت و افلاس کا ذائقہ چکھا دیتا ہے اس کے باعث جس کے وہ مرتکب ہوا کرتے ہیں۔

اے عراق والو بخدا میں جو بات کرتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں اور جس امر کا عزم کر لوں تو اس کو سرانجام دے کر رہتا ہوں اور جو حلف اٹھاؤں اس کو پورا کیا کرتا ہوں اور یہ کہ خلیفہ نے مجھے فرمان دیا ہے کہ میں تم سب عوام کو انعام دوں اور میں تم کو تمہارے حریف مہلب بن ابی صفرہ کے ہمراہ جنگ کرنے کا فرمان دیتا ہوں۔ بخدا! اگر کسی شخص نے انعام لینے کے بعد میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حجاج بن یوسف نے اپنی تقریر کے بعد خادم کو خلیفہ کی تحریر پڑھ کر سماعت کروانے کا فرمان دیا تو اس نے تحریر پڑھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ' یہ تحریر عبداللہ بن عبدالملک بن مروان امیر المومنین کی طرف سے کوفہ کے مومنوں کے

لئے ہے۔ السلام علیکم! تحریر کے یہ کلمات سماعت کرنے کے بعد وہ کچھ نہ بولا۔ حجاج کہنے لگا اے خادم رک جا۔ اس کے بعد حجاج عوام سے کہنے لگا کہ خلیفہ کا سلام تمہارے تک پہنچایا گیا ہے مگر تم میں سے کسی نے بھی والسلام نہیں کہا۔ یہ تو ''ابن سمیہ'' کا عمل ہے۔ بخدا! میں تم کو تہذیب سکھا دوں گا یا تم سیدھی راہ پر آ جاؤ گے۔ پھر حجاج بن یوسف نے خادم کو تحریر پڑھنے کا فرمان دیا۔ خادم نے پھر سے تحریر پڑھنے کا آغاز کیا لہٰذا جس وقت وہ ''السلام علیکم'' کے کلمات پر آیا تو مسجد میں تشریف فرما افراد بولے ''علی امیر المومنین السلام'' (امیر المومنین پر سلامتی ہو) پھر حجاج بن یوسف نے لوگوں میں انعامات بانٹنے اور وہ سب انعامات وصول کرنے لگے حتیٰ کہ ایک ضعیف آیا جو کہ زیادہ بوڑھا ہونے کی بناء پر کانپ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا اے امیر المومنین آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ میں بہت بوڑھا ہوں اور میرا ایک تندرست بیٹا ہے جو سفر کی طاقت رکھتا ہے آپ میرے بجائے اس کو ہمراہ لے جائیں۔ حجاج نے اس بوڑھے سے کہا کہ ایسا ہی ہوگا سو جس وقت وہ ضعیف شخص حجاج کے پاس سے اٹھ گیا تو کوئی حجاج سے کہنے لگا کہ اے حکمران کیا آپ کو علم ہے کہ یہ آدمی کون ہے؟ یہ عمیر بن ضابی برجمی ہے جس کے والد کا کہنا ہے کہ

همممت ولم أفعل وكدت وليتني ... تركت على عثمان تبكي حلائله

''میں نے پکا عزم کر لیا تھا مگر میں کر نہیں پایا کہ ممکن تھا کہ میں کر لیتا اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کی ازواج کو روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں۔''

جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو اس روز اس ضعیف شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں جا کر ان کے شکم مبارک کو روند کر ان کی دو پسلیوں کو توڑا تھا۔ حجاج نے فرمان دیا کہ اس ضعیف شخص کو واپس بلاؤ۔ جس وقت وہ ضعیف آیا تو حجاج بن یوسف نے اس کو مخاطب کیا: اے ضعیف! سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے روز تم نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو کیوں نہ بھیجا؟ بلاشبہ تمہاری ہلاکت مومنوں میں اصلاح کا سبب ہوگی۔ سو پھر حجاج نے چوکیداروں کو ضعیف کا سر قلم کرنے کا فرمان دیا۔

حجاج بن یوسف کے خطبہ کی تشریح: حجاج بن یوسف کی بات ابن جلا کا مطلب معاملے کو کھولنے کا ہے۔ لفظ ''جلا'' غیر منصرف کہلاتا ہے چونکہ کام کی نیت سے حکایت کی گئی ہے اور جس وقت کام کا کام کرنے والا عیاں ہو یا مضمر تو پھر کام محض حکایتی ہی ہوا کرتا ہے جس طرح کہ تم بولو کہ میں نے ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' پڑھ لی تو یہ پہلے قصے کی کہانی ہے۔ ایسے ہی مبتدا اور اطلاع بھی حکایتی کہلائے گی جس طرح کہ تم کہہ دو کہ میں نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' پڑھ لی۔ شاعر کہتا ہے کہ

''واللہ مازید بنام صاحبہ''

(بخدا زید کا رفیق نیند میں نہیں ہے)

یہ شعر سحیم بن وثیل ریاحی نے کہا ہے جس کو حجاج بن یوسف نے خود سے مشابہ کرتے ہوئے بیان کیا ''طلاع الثنایا'' جمع ہے۔ ''ثنیة'' اس کا واحد کہلاتا ہے۔ یہ جبل کی راہ یا ریتلی میدانی راہ کو کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کو دلیر کہتے ہیں۔ مطلب

کہ میں ایک اس طرح کی راہ ہوں جو پہاڑوں کی وسعتوں اور سنگ بھری وادیوں سے گزرا ہوا ہوں۔ جس طرح کہ درید بن صمہ نے اپنے برادر عبداللہ کا مرثیہ بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

کمیش الازار خارج نصف ساقه　　　بعید من السوآت طلاع النجد

''جس طرح کہ تہبند باندھنے والا کہ اس کی نصف ٹانگ کھلی ہے اور وہ فحش و بری خصلتوں سے دور اور کٹھن کاموں میں فتح پانے والا ہے۔''

''النجد'' کا مطلب اونچی ارض اور ٹیلہ ہے۔ حجاج کی بات ''انی لاری رؤسا قد اینعت'' مطلب عوام کے سر پک چکے ہیں۔ جس طرح کہ کہتے ہیں ''اینعت الثمرة اینعا'' (فروٹ پک چکے ہیں) اس کے علاوہ پھلوں کے تیار ہو جانے پر ایسے بھی کہتے ہیں جس طرح کہ ارشاد ربانی ہے: ''اُنْظُرُوْا اِلٰی ثَمَرِہٖ اِذَا اَثْمَرَ وَیَنْعِہٖ'' پھل تیار ہونے کے لئے ''ثمر'' اور ''ینع'' دونوں الفاظ کا اطلاق ہوا ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس شعر میں مخالفت پائی جاتی ہے لہٰذا اکثر اس کی نسبت احوص کی جانب کیا کرتے ہیں اور اکثر حضرات اس کو یزید بن معاویہ سے متعلق کیا کرتے ہیں۔

ولها بالماطرون اذا　　　اکل النمل الذی جمعا

''اور جس لمبے بادل چیونٹیوں کو ان کے اکٹھے کئے ہوئے مجموعے کا خاتمہ کر دیں۔''

خرفة حتی اذا ارتفعت　　　سکنت من جلق نبعا

''اور ایک لپٹ جس وقت کہ وہ پک جائے اور اس کے بعد اس کو آب سے بجھا ڈالیں۔''

فی قباب عند دسکرة　　　حولها الزیتون قد ینعا

''اونچے منارہ میں جو ایک محل کے نزدیک ہے اور اس کے گرد و نواح میں زیتون کے ادھ پکے ہوئے پھل ہیں۔''

شاعر کہتے ہیں کہ ''فاشتدی زیم'' کا مفہوم ادھر گھوڑا یا اونٹنی ہے اور اس شعر کو حطیم قیسی نے کہا ہے۔

اس کے علاوہ ''قدلفها اللیل بسواق حطیم'' میں ''حطم'' کا مفہوم ایسے آدمی کا ہے جو کھانے پینے کا شوقین ہو اور ہر شے چٹ کر جانے والا ہو۔ یوں ہی ''حطم'' تیز آتش کو بھی کہا جاتا ہے اور ''علی ظهر وضم الوضم'' کا مفہوم اس لکڑی یا خوان کا ہے جس کے اوپر گوشت کو خاک سے محفوظ رکھنے کے لئے رکھتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ

وفتیان صدق حسان الوجوه　　　لایجدون لشیء ألم

''اور حسن مکھڑے والا سچا جوان شخص جس کو کسی شے کا دکھ نہیں ہے۔''

اور شاعر کہتا ہے کہ

من آل مغیرة لایشهدون　　　عند المجاز رلحم الوضم

''وہ آل مغیرہ میں سے ہے جو کہ مذبح لکڑی میں رکھے ہوئے گوشت کو نہیں دیکھا کرتے۔''

اور شاعر کے کہنے "قدلفها اللیل بعصلبی" کا مفہوم بے حد خوف ناک شخص ہے اور "خواج من الدوی" کا مفہوم دکھ درد سے حفاظت میں رہنے والا شخص ہے۔ ایسے ہی "للصحراء دویۃ" کا مفہوم جنگل و ہموار میدان ہے "حطیئۃ" شاعر کہتا ہے کہ

وانی اھتدت والدوبینی وبینھا وماخلت ساری الدوباللیل یھتدی

"اور میں چل پڑا اگر آہٹ میرے اور اس کے مابین موجود تھی اور اس آہٹ کے ہمراہ چلنے والا شب میں درست راہ کا متلاشی رہا۔"

"الــدادیۃ" کا مطلب وہ بڑا جنگل و بے آباد مقام ہے جدھر شب میں آواز کی گونج سماعت ہوتی ہے اور ہموار میدان میں اونٹوں کے چلنے کی آواز اور اس کی آہٹ پھیلتی ہے۔ عربی کم علم افراد کے مطابق اس طرز کی آوازِ جنوں کے بھن بھن کرنے سے گونجتی ہے۔

"والقوس فیھا وترعود" کا مطلب شدید ہونا اور سختی ہے اور "عرد" کے بجائے "عرند" کا استعمال بھی ہوا ہے۔ حجاج بن یوسف کا یہ کہنا کہ "انی واللہ مایقعقع لی بالشان" اس کا واحد شن آتا ہے اور یہ سوکھی ہوئی کھال کو کہتے ہیں۔ جس وقت کھال سے آواز رونما ہوتی ہے تو اونٹ چونک جایا کرتے ہیں۔ حجاج نے اس کو اپنے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ نابغہ ذبیانی شاعر کہتا ہے کہ

کــانک مــن جــمــال بــنــی اقــیــش یــقــعــقــع بــیــن رجــلــیــه بــشــن

"گویا کہ تم قبیلہ قیس کے اونٹوں کے آقا کی مانند ہو کہ جن کے دونوں پیروں کے مابین موجود کھال کی آواز سے اونٹ چونک جایا کرتے ہیں۔"

"ولــقــد فــررت عن ذکاء" (اور بے شک میں نے بوڑھے پن سے فرار کا راستہ اختیار کیا) "ذکــاء" تیزی کو بولا جاتا ہے۔ تیزی کی دو اقسام ہوا کرتی ہیں۔ اول بوڑھے پن سے وجود میں آتی ہے اور دوئم دل کی تندی سے وجود میں آتی ہے۔ اس کے متعلق قیس بن زہیر عبسی کہتے ہیں کہ "جری المذکیات غلاب" (ذہانتیں ٹب سے اچھل کر باہر خارج ہو گئیں) اور زہیر کا کہنا ہے کہ

یــفــضــلــه اذا اجتهــدا عــلــیــه تــمــام الــســن مــنــه والــذکــاء

"اس کی ضعیفی اور تندی اس کے لئے برتری کا سبب ہیں اس شرط پر کہ وہ محنت کریں۔"

"فــعــجــم عــیــد انھا عودا عودا" کسی شے کو اس کے ٹھوس یا گداز پن کو محسوس کرنے کے لئے چبانے کو "عجم" کہتے ہیں۔ جس طرح کہ کہتے ہیں "عــجــمــت الــعــود" لکڑی کی مضبوطی جانچنے کے لئے اس کو دانتوں سے چبانا اور کاٹ لینا۔ یوں ہی ہر شے کی گٹھلی کو بھی "عجم" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عجم میں جیم پر زبر ہے اور جس نے جیم پر سکون پڑھ لیا تو اس نے غلط پڑھا۔ اعشٰی کہتے ہیں کہ

"وجلعالها کلیفط العجم"

''اور اس کا طفل اٹھا کرلی ہوئی گٹھلی کی مانند ہے۔''

حجاج کا کہنا ہے کہ ''طالما اوضعتم فی الفتنة الایضاع ''ادھر ایضاع کا مفہوم ایک طرز کی رفتار ہے۔ حجاج بن یوسف کے اور بھی کئی قصے ہیں مگر ان کے طویل ہونے کے باعث ہم ان کو بیان نہیں کر رہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ جس وقت حجاج کے انتقال کا وقت نزدیک آیا تو اس نے ایک نجومی کو طلب کیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ کی معلومات میں کسی شہنشاہ کے انتقال کا تذکرہ ہے؟ نجومی نے جواب دیا جی مگر وہ آپ نہیں ہیں۔ حجاج کہنے لگا کہ وہ کس طرح؟ نجومی نے جواب دیا کہ فوت ہونے والے شہنشاہ کا اسم کلیب ہے۔ حجاج نے جواب دیا کہ وہ میں ہی ہوں۔ بخدا! میری والدہ نے میرا یہی اسم (کلیب) ہی تجویز کیا تھا لہٰذا حجاج بن یوسف نے وصیت دی اور حالت نزاع میں یہ شاعری پڑھی:

یاری قد حلف الاعداء واجتهدوا أیمانهم اننی من ساکنی النار

''اے اللہ پاک بلاشبہ حریفوں نے حلف اٹھائے ہیں اور وہ مشقت کر رہے ہیں' ان کا یہ ماننا ہے کہ میں آتش میں قیام پذیر ہونے والا (مطلب جہنمی) ہوں۔''

ایحلفون علی عمیاء ویحهم ماظنهم بعظیم العفو غفار

''کیا وہ کم علمی پر حلف اٹھا رہے ہیں' ان کا بیڑہ غرق ہو۔ وہ اس عظمت والی ہستی سے کیا تصور کر رہے ہیں جو مہربان اور بخش دینے والی ذات ہے۔''

حجاج بن یوسف کا انتقال 95ھ میں ولید کے عہد خلافت میں شہر واسط میں ہوا اور اس شہر میں ہی حجاج بن یوسف کا مدفن ہے۔ حجاج بن یوسف کی گور کے نشان کو ختم کر کے اس کے اوپر پانی ڈال دیا گیا اس کے علاوہ جس وقت حجاج بن یوسف کا انتقال ہوا تو کسی کو اس کے انتقال کی خبر نہ ہو پائی حتیٰ کہ ایک لونڈی اپنے محل سے شعر بولتے ہوئے نکل آئی:

الیوم یرحمنا من کان یغبطنا والیوم نتبع من کانوا لنا تبعا

''آج کے روز ہم سے رقابت رکھنے والے ہم پر رحم کھائیں گے اور جو ہمارے اطاعت گزار تھے' آج ہم ان کی اطاعت کریں گے۔''

پھر عوام کو حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر ہوئی۔

حافظ ذہبی اور ابن خلکان وغیرہ کہتے ہیں کہ حجاج نے جنگ کے سوا ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو ہلاک کیا ہے۔ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تصنیف جامع ترمذی میں اتنے ہی افراد کی ہلاکت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ حجاج بن یوسف کی جیل میں پچاس ہزار آدمی اور تیس ہزار خواتین کی موت واقع ہوگئی تھی جن میں سولہ ہزار دوشیزائیں تھیں۔ حجاج خواتین اور مردوں کو ایک ہی مقام میں قیدی بنا کر رکھتا تھا۔ سو حجاج بن یوسف کے انتقال کے بعد جیل کا معائنہ کیا گیا تو تینتیس ہزار افراد بے قصور تھے جو نہ ہاتھ کاٹنے کے حق دار تھے اور نہ ہی پھانسی دینے کے حق دار تھے۔ ابن عساکر کا کہنا ہے سلیمان بن عبدالملک

نے حجاج بن یوسف کی وفات کے بعد اس کی جیل کے تمام مظلوم افراد کو آزاد کر دیا تھا۔

اکثر علماء کرام کے مطابق ایک روز میں آزاد ہونے والے افراد اَسّی ہزار تھے اور اکثر علمائے کرام کے مطابق ایک روز میں تین لاکھ افراد کو آزاد کیا گیا۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ حجاج بن یوسف کی جیل پر چھت نہیں تھی۔ گرمی کے ایام میں دھوپ اور سردی کے موسم میں بارش سے محفوظ ہونے کا کوئی بندوبست نہیں تھا، سنگ مرمر سے محض کوٹھڑیاں بنا دی گئی تھیں۔ حجاج بن یوسف قیدی افراد کو کئی طرح کی سزائیں دیا کرتا تھا۔ اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایک روز حجاج بن یوسف نے اپنے کاتب سے دریافت کیا کہ ہم نے جن افراد پر بہتان باندھ کر ہلاک کیا ہے وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ کاتب نے جواب میں کہا کہ ایسے اشخاص گنتی میں اَسّی ہزار ہیں۔ حجاج بن یوسف بیس برس تک عراق کا حکمران رہا اور انتقال کے لمحے اس کی حیات ترپن برس تھی۔

ایک روایت ہے ہے کہ حجاج بن یوسف بروز جمعہ سواری کر کے جمعہ کی ادائیگی کے لئے جا رہا تھا تو اس کو قیدی افراد کے چلانے کی آواز آئی۔ سو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ قیدی افراد درد اور بھوک کی بناء پر چلا رہے ہیں حجاج بن یوسف قید خانے کے ایک کونے میں گیا اور اس نے قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ پڑھی:

"اَخۡسَئُوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنَ ." (المومنون108)

اور پھر حجاج بن یوسف اگلا جمعہ نہیں پڑھا پایا (مطلب کہ اس سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا)

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے "تاریخ ابن خلکان" کے حاشیہ میں اکثر مشائخ کی نسبت سے یہ پڑھ رکھا ہے کہ اس گفتگو کی بناء پر یا کئی کافرانہ کاموں کا ارتکاب کرنے کی بناء پر علماء کرام نے حجاج بن یوسف پر فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ "الکامل للمبرد" میں بیان ہے کہ حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ اس لئے صادر کیا گیا تھا کہ ایک دفعہ اس نے عوام کو دیکھا کہ وہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کا طواف کرنے میں مصروف تھے تو حجاج بن یوسف کہنے لگا کہ تم پرانی ہڈیوں کا طواف کئے جا رہے ہو۔ (العیاذ باللہ)

علامہ دمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حجاج بن یوسف پر فتویٰ صادر کرنے کا سبب یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط بیان کا بہتان لگایا تھا (نعوذ باللہ) صحیح روایت میں بیان ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ پاک نے ارض پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ نبیوں کے ابدان مبارک کو تناول کرے۔ (رواہ ابی داؤد)

ابو جعفر داؤدی نبیوں کے ہمراہ شہیدوں، عالموں اور اذان دینے والوں کا بھی تذکرہ کرتے ہیں مگر اصطلاح حدیث میں یہ کثرت غریب ہے۔

حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ داؤدی کا شمار فقہاء اور علماء کرام میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ان کو حجاج بن یوسف خواب میں انتقال کے بعد اس طرح

دکھائی دیا کہ وہ سڑا ہوا مردوں کی مانند پڑا ہوا ہے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے حجاج بن یوسف سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ حجاج بن یوسف نے بتلایا کہ مجھ کو ہر مقتول کے انتقال میں ہر دفعہ ہلاک کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھ کو محض سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کی ہلاکت کے عوض ستر دفعہ ہلاک کیا گیا ہے سیّدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے دریافت کیا کہ اب تم کس شے کے انتظار میں ہو؟ حجاج بن یوسف بولا کہ موحدین جس کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ یہ قول حجاج بن یوسف کے کفر کی ممانعت کرتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ حجاج بن یوسف کا انتقال عقیدہ توحید پر ہوا ہے اور اللہ عزوجل ہی اس کی حالت کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔

ایک مشکل ایک اس کا حل: لہٰذا اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کی کیا تدبیر ہے کہ اللہ پاک نے حجاج بن یوسف کو ہر مقتول کے عوض میں ایک دفعہ ہلاک کیا مگر سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کے عوض ستر دفعہ ہلاک کیا جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے' ان کا قتل بھی حجاج بن یوسف نے ہی کیا تھا اور سعید بن جبیر علیہ الرحمہ تو تابعی ہوا کرتے تھے اور صحابی تابعی سے زیادہ برتر ہوا کرتا ہے۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ حجاج بن یوسف کو سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کو ہلاک کرنے کے عوض ستر دفعہ ہلاک کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ہلاک کر کے دیا گیا تھا تو ان دنوں بہت ہی اعلیٰ صحابہ کرام علیہم الرضوان حیات ہوا کرتے تھے جو کہ اپنی مثال آپ تھے۔ جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ مگر جس وقت حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ہلاک کیا گیا تو ان دنوں ان کے جیسا کوئی عالم شخص نہیں ہوتا تھا۔ علماء کرام نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ جس وقت حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کے قتل ہونے کی اطلاع ہوئی تو حسن بصری علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ بخدا! سعید بن جبیر کی ہلاکت کا حادثہ اس طرح کے نازک دور میں رونما ہوا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اللہ پاک کی خلقت ان کے علم کی حاجت مند تھی۔ اسی بناء پر حجاج بن یوسف کی سزا میں کثرت کی گئی۔ واللہ اعلم

(بہت جلد حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کی ہلاکت کا قصہ ''باب اللام فی اللبوۃ'' میں پیش ہوگا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ہلاکت کا قصہ ''باب الھمزہ فی الاوز'' میں بیان ہو چکا ہے)

ضرب الامثال: عربی لوگ کہا کرتے ہیں ''اغلم من تیس بنی حمان'' (فلاں شخص بنو حمان کے بکرے سے بھی زیادہ فخر کا باعث ہے) قصہ اس طرح رونما ہوا کہ قبیلہ حمان کا بکرا جفتی کی غرض سے ستر بکریوں کے اوپر آ گیا جس سے بکرے کی نس پھٹ گئی تھی۔ اسی روز سے بنو حمان اپنے بکرے پر غرور میں مبتلا ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم

اس کے علاوہ ''النبس'' کے کلمات بکرے کے لئے اور ''سفد'' کے کلمات کا اطلاق جفتی کے لئے ہوا ہے۔

''الاذکیا'' میں ابن الجوزی نے تحریر کیا ہے کہ بنو عزنیہ کے افراد نے ابوحسان انصاری کو حراست میں لے لیا تو یہ افراد فدیہ میں محض جنگلی کھیرے ہی مانگتے رہے تھے۔ اس پر ابوحسان انصاری کی ملت طیش میں آ گئی اور بولی کہ ہم یہ مانگ پوری نہیں کریں گے۔ بنو عزنیہ کی بات کو ماننا پڑا' جس وقت وہ افراد بکرا لے کر آئے تو بنو عزنیہ کے عوام کہنے لگے اس بکرے کو اپنے برادر کے عوض

دے کر اس کو آزاد کروالو۔ سو اسی روز سے بنو مزنیہ کا اسم ''التیس'' ہو گیا اور بنو مزنیہ کے لئے اس لقب کو برا سمجھا جانے لگا (کتاب الاذکیا)

خصوصیات: 1- جنگلی بکرا خچر کی مانند بدبو والا ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی کھانسی یا چوتھیا بخار کے مرض میں مبتلا ہو تو جنگلی بکرے کی داڑھی کو باندھ لے تو دونوں بیماریاں ختم ہو جائیں گی۔

2- جس شخص کی تلی بڑی ہو جائے تو وہ اپنے ہاتھوں سے جنگلی بکرے کی تلی کو کاٹ کر اپنے گھر میں باندھ کر آویزاں کر دے جس وقت تلی سوکھ جائے گی بیمار شخص صحت یاب ہو جائے گا اور اس کی تکلیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔

3- بکرے کے جگر کو کاٹتے ہوئے خارج ہونے والی رطوبت کو اگر کان میں ڈالا جائے تو کان کی تکلیف دور ہو جائے گی۔

4- جنگلی بکرے کے ٹخنوں کو پیس کر نوش کرنے سے قوت باہ میں کثرت پیدا ہوتی ہے۔

5- جنگلی بکرے کے پیشاب کو پکا کر گاڑھا ہونے تک پھر اس کے مساوی چینی شامل کر کے کھجلی زدہ کو لگانے سے صحت یابی ملتی ہے۔

6- جنگلی بکرے کی مینگنی کو کثرت سے رونے والے طفل کے سرہانے کے نیچے رکھنے سے بچہ رویا نہیں کرتا۔

(بہت جلد جنگلی بکرے کی اور خصوصیات کا ذکر ''المعز'' کے موضوع میں بیان ہوگا)

باب الثاء

الثاغية

''الثاغية'' (بھیڑ) عربی لوگوں نے کہا ہے کہ ''مالہ ثاغية ولا راغية '' (نہ اس کی ملکیت میں کوئی بھیڑ ہے اور نہ ہی اونٹنی ہے) مطلب کہ اس کی ملکیت میں کوئی روپیہ پیسہ وساز وسامان نہیں ہے۔ ایسے ہی عربی لوگ کہا کرتے ہیں ''مالہ دقیقة ولا جليلة '' (اس کے پاس نہ ہی کوئی بکری ہے اور نہ ہی کوئی اونٹنی) ''دقيقة'' کا مطلب بکری ہے اور ''جليلة'' کا مطلب اونٹنی ہے۔

الثرملة

''الثرملة'' مؤنث لومڑی کو کہتے ہیں۔ بہت جلد انشاء اللہ ''الثعلب'' کے موضوع میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔

الثعبان

ہر طویل سانپ کو بے شک وہ نر ہو یا مادہ ''الثعبان'' کہتے ہیں۔ ''الثعابين'' اس کی جمع ہے۔ ''ثعبة'' ایک طرز کا گرگٹ کہلاتا ہے۔

(بہت جلد ''باب الواؤ'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا)

''کتاب الامصار وتافضل البلدان '' میں امام جاحظ نے فرمایا ہے کہ ''اژدھے'' زیادہ تعداد میں مصر کے علاقوں میں موجود ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ تعداد میں اور کسی مقام پر نہیں ملتے۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک عصاء کو ''اژدھا'' میں تبدیل کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ'' انہوں نے اپنا عصاء مبارک ڈالا تو وہ نمایاں اژدھا بن گیا۔ (القرآن)

عبداللہ بن جدعان کا ذکر: عبداللہ بن جدعان آغاز سے ہی مفلس اور محتاج شخص ہوا کرتے تھے مگر پھر بھی بے حد شرارتی اور فسادی ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی طرح کے جرائم میں ملوث تھے جن کی تلافی ان کے باپ اور اہل وعیال کر دیا کرتے تھے اور ان کی طرف سے دیت کی ادائیگی کر دیا کرتے۔ سو ایک دفعہ ان کے باپ نے عاجز ہو کر ''عبداللہ بن جدعان'' کو شہر سے نکال لیا اور یہ حلف اٹھایا کہ اب دوبارہ کبھی ان کو امان نہیں دیں گے۔ عبداللہ بن جدعان مکہ کی پہاڑی چوٹیوں کی جانب چلے گئے اور مرنے کی خواہش کرنے لگے' یکایک انہیں پہاڑ میں ایک درز (دراڑ) دکھائی دی اور ان کے قلب میں یہ گمان ہوا کہ اس

دراڑ میں کوئی سانپ موجود ہوگا۔ عبداللہ بن جدعان اس دراڑ کا معائنہ کرنے لگے اور غور کیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی تو ایسی شے موجود ہوگی جو اس کے مرنے کا باعث بن جائے اور وہ ابدی نیند سو جائیں۔ سو جس وقت ان کو کوئی خوفناک شے دکھائی نہ دی تو وہ حوصلہ کر کے پہاڑ کے اندر چلے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا ''اژدھا'' بیٹھا ہے جس کی دونوں آنکھیں کسی چراغ کی مانند چمک رہی ہیں تو عبداللہ بن جدعان کھڑے کھڑے اس کو تکتے رہے حتیٰ کہ یہ گمان ہوا کہ یہ ایک نقلی اژدھا ہے' انہوں نے اس کو اپنی گرفت میں لیا تو حقیقتاً وہ کندن کا نقلی اژدھا تھا اور اس کی آنکھیں سرخ یاقوت کی بنی ہوئی تھیں۔ عبداللہ بن جدعان نے ان آنکھوں کو توڑ کر باہر نکالا اور پھر پہاڑی دراڑ میں اور آگے بڑھ گئے تو کیا دکھائی دیا کہ ایک تخت پر اس طرح کے ڈھانچے موجود ہیں کہ اتنے طویل اور فربہ ڈھانچے اس سے قبل عبداللہ بن جدعان نے نہیں دیکھ رکھے تھے اور ان کے سر کے پاس چاندی کا ایک کتبہ تھا جس پر ان کی تاریخ درج تھی۔ علم ہوا کہ وہ جرہم کے شہنشاہوں میں سے ایک شہنشاہ تھا' ان کا آخر والا شہنشاہ تھا' جس کا اسم ''حرث بن مصناض'' تھا اس کا شملہ بلند تھا اور ان کے ابدان پر منقش ملبوس تھے۔ بہت روز تک اس طرح رہا کہ کوئی شے بھی اگر ان کے جسم پر پڑتی تو ذرات کی مانند اڑ جایا کرتی تھی۔ کتبہ پر چند نصیحتیں بھی درج تھیں۔ ابن ہشام کا کہنا ہے کہ وہ کتبہ سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس پر یہ تحریر درج تھی:

''میں نفیلہ بن عبدالمدان بن حشرم بن عبد یالیل بن جرہم بن قطحان ابن ھود علیہ السلام (جو اللہ پاک کے پیغمبر تھے) پانچ سو برس تک حیات رہا اور دولت وجاہ وجلال کو ڈھونڈتے ہوئے ارض کے اندر باہر محوِ سفر رہا مگر یہ ساری اشیاء مجھ کو مرنے سے محفوظ نہ کر سکیں۔''

اس کے علاوہ اس سنگ مرمر کے کتبہ پر درج ذیل شاعری بھی تحریر کی گئی تھی:

قد قطعت البلاد فی طلب الثروة　　والمجد قالص الاثواب

''بے شک میں نے فانی چیزوں دولت وعزت کے لئے کئی ملکوں میں سفر کیا ہے۔''

وسریت البلاد قفر القفر　　بقناة وقوة واکتساب

''اور میں پانی وخوراک کے بنا پر خطر راہوں سے ہمت وجرأت اور طاقت کے ساتھ شب میں بھی محوِ سفر ہوا ہوں۔''

فاصاب الردیٰ بنات فؤادی　　بسهام من المنایا اصیاب

''پس موت کے تیر کے درست نشانے سے میرا قلب ختم ہو گیا ہے۔''

فانقضت مدتی واقصر جهلی　　واستراحت عواذلی من عتابی

''پس میری حیات کا خاتمہ ہو گیا اور میری کم علمی دور ہو گئی اور میرے عذاب سے برائی کرنے والے امان میں ہو گئے۔''

ودفعت السفاه بالحلم لما　　نزل الشیب فی محل الشباب

''اور صبر کرنے کی وجہ سے بداخلاقی دور ہو گئی حالانکہ ضعیفی نے جوانی کو ہرا دیا تھا۔''

صاح هل رایت أو سمعت براع　　رد فی الضرع ماقری فی الحلاب

''اس نے مخاطب کیا اور بولا کہ کیا تم نے کسی چرواہے سے سماعت کیا یا اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے کہ جو ظروف میں دودھ اکٹھا کیا گیا تھا وہ تھن میں واپس کر دیا گیا ہے۔''

سو جس وقت وہ پہاڑ کی دراڑ کے وسط میں گیا تو ادھر یاقوت' موتیوں' زبرجد اور سونے چاندی کا ڈھیر لگا ہوا تھا' عبداللہ بن جدعان نے ان میں سے کچھ مقدار لے کر اس دراڑ پر ایک نشانی لگا کر اس کے آگے ایک پتھر رکھ کر اس کو بند کر دیا۔ پھر یہ مال اپنے باپ کی جانب روانہ کر دیا تا کہ اس کا باپ اس کے ہمراہ اچھا برتاؤ کرے۔ سو عبداللہ بن جدعان اپنی رہائش میں لوٹ آیا اور قبیلے کا سردار بن گیا۔

عبداللہ بن جدعان پہاڑی دراڑ سے اٹھائی ہوئی دولت کو عوام پر خرچ کر دیتا' حاجت مندوں کی حاجات پوری کرتا اور ان کو کھانا تناول کرواتا۔ الغرض کہ نیک اعمال پر اس رقم کا اسراف کرتا۔ عبداللہ بن جدعان کے پیالے کا سائز اتنا بڑا ہوا کرتا تھا کہ اونٹ اور اس کی سواری کرنے والا دونوں ہی سیر ہو جایا کرتے۔ ایک دفعہ ایک طفل اس پیالے میں گر پڑنے سے فوت ہو گیا۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوپہر کے عالم میں عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے سے میں چھاؤں حاصل کیا کرتا تھا۔ (غریب الحدیث)

''ہاجرہ'' میں ''ہاجرہ'' کو ''صکہ عمی'' ایک قصے کی بناء پر کہا گیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ''الانوار'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک نابینا شخص تھا جو بنوعدوان یا ''ایاد'' سے نسبت رکھتا تھا۔ دورِ جہالت میں ''فقیہ عرب'' کے اسم سے شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ یہ اپنی ملت میں حج یا عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس لوٹا تو جس وقت مکہ مکرمہ دو منزل دور رہ گیا تو وہ اپنی ملت سے کہنے لگا حالانکہ وہ ''وسط ظہیرہ'' میں تھے کہ جو فرد اس طرح کے لمحے میں مکہ مکرمہ میں کل کے روز آئے گا وہ دو عمرہ کرنے کا ثواب پائے گا۔ سو ان افراد نے اونٹوں کو بہت تیزی سے دوڑایا حتیٰ کہ صبح تڑکے ہی مکہ معظمہ میں جا پہنچے۔ لفظ ''عمی'' بطور ترخیم ''اعمی'' تصغیر ہے اسی بناء پر ''ظہیرہ'' کو ''صلۃ عمی'' کے اسم سے پکارا جانے لگا۔ (الانوار)

''ابوزہیر'' عبداللہ بن جدعان تیمی کی کنیت ہے۔ عبداللہ بن جدعان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے بیٹے تھے اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے احوال کا ذکر کیا کہ یا رسول اللہ! عبداللہ بن جدعان افراد کو کھانا تناول کرنے والے' مہمان نوازی کرنے والے اور نیک اعمال سرانجام دینے والے تھے۔ کیا بروز قیامت ان کے یہ اعمال ان کے لئے فائدہ مند ہوں گے؟

حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ اس بنا پر کہ ابن جدعان کو کسی روز بھی محشر کے دن کے گناہوں سے بخشش مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ ''الروض الانف'' میں اور احمد بن عمار ''کتاب ری العاطش وانس الواحش'' میں تحریر کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان کا شمول ان افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے شراب سے شغف رکھنے کے باوجود خود کے لئے شراب کو حرام

قرار دے دیا تھا۔ قصہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن جدعان نے شراب نوشی کی تو مدہوشی کی حالت میں چاند کی روشنی کو اپنی مٹھی میں مقید کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کے سارے احباب نے ہنسنا شروع کر دیا۔ جس وقت ان کا نشہ اتر گیا تو ساتھیوں نے ان کو اس حالت سے آگاہ کیا تو عبداللہ بن جدعان بہت شرمسار ہوئے اور پوری زندگی کے لئے شراب نوشی نہ کرنے کا عہد کیا۔ عبداللہ بن جدعان کی یہ حالت تھی کہ وہ عوام کو طلب کر کے ان کو تھپڑ مارتے اور پھر انہیں کہتے کہ اب اس کے بدلے میرے سے جرمانہ مانگو۔ سو وہ افراد ایسا ہی کیا کرتے تو پھر بنو تمیم ان کو عبداللہ بن جدعان کی دولت میں سے جرمانے کی ادائیگی کرتے۔ (الروض الانف)

ابوالفتح علی بن محمد بستی نے اس عنوان پر بہت ہی زبردست اور لمبا قصیدہ تحریر کیا ہے جس میں وعظ و نصیحت کی گئی ہے۔ ابوالفتح نظم و نثر کے امام ہوا کرتے تھے۔ اکثر شاعروں نے اس قصیدہ میں اور بھی اشعار شامل کئے ہیں اور اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ وہ اضافی شعر خلیفہ راضی باللہ کے ہیں:

زيادة المرء في دنياه نقصان ... وربحه غير محض الخير خسران

"انسان کے لئے دنیاداری کی کثرت باعث ضرر ہے اور اس کا فائدہ بھلائی کے سوا ضرر کے اور کچھ نہیں۔"

وكل وجدان حظ لاثبات له ... فان معناه في التحقيق فقدان

"ہر فرد کے لئے ایک غیر مستحکم حصہ ہے لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ بھی ایک روز اختتام پذیر ہو جائے گا۔"

ياعامر الخراب الدهر مجتهدا ... بالله هل الخراب العمر عمران

"اے دنیا کو آباد کرنے کی کاوش کرنے والے! بخدا! کیا یہ دنیا سدا کے لئے ہے۔"

وياحريصا عليه الاموال يجمعها ... أنسيت ان سرور المال احزان

"اے مال و دولت اٹھا کرنے والے لالچی' کیا تم اس کو بھلا بیٹھے کہ مال کی مسرت' دکھ کا باعث بن جایا کرتی ہے۔"

زع الفؤاد عن الدنيا وزخرفها ... فصفوها كدرو الوصل هجران

"دنیا اور اس کی رنگینیوں پر قربان نہ ہو جاؤ کیونکہ دنیا کی خوش باشی گدلے پن اور دوری کا باعث بنا کرتی ہے۔"

وأوغ سمعك امثالا افصلها ... كما يفصل ياقوت ومرجان

"اور تم کان کھول کر سماعت کر لو کہ میں مثال میں بیان کر کر کے اس طرح جدا جدا بتاؤں گا جس طرح کہ یاقوت اور مرجان (موتی) جدا جدا ہو جایا کرتے ہیں۔"

احسن الى الناس تستعبد قلوبهم ... فطالما استعبد الانسان احسان

لوگوں کے ساتھ اچھائی کرو گے تو وہ تمہارے اطاعت گزار ہو جائیں گے اس لیے کہ اکثر اوقات احسان (نیکی) کا خادم بن جایا کرتا ہے۔

وكن على الدهر معوانا لذى امل ... يرجو نداك فان الحر معوان

''اور تم اس کے فکر میں تعاون کرو جو تمہاری بخشش و سخاوت کا حق دار ہو کیونکہ نیک شخص دوسرے افراد کی مدد کیا کرتا ہے۔''

من جاد بالمال مال الناس قاطبة — اليه والمال للانسان فتان

''جو سخاوت کیا کرتا ہے اس کا تمام فائدہ بعد میں اسی کا ہی ہوا کرتا ہے اور دولت تو لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا کرتی ہے۔''

من كان للخير منا عافليس له — عند الحقيقة اخوان واخدان

''جو خیر سے روکنے والا ہو اس کے لئے آفت کے لمحے نہ کوئی برادر ہوا کرتا ہے اور نہ ہی کوئی احباب۔''

لاتخدشن بمطل وجه عارفة — فالبر يخدشه مطل وليان

''تم کو کوئی جاننے والا ٹال مٹول کے ذریعے سے فریب نہ دے دے کیونکہ شریف اور نیک شخص کو ٹال مٹول اور آسودہ پن فریب میں مبتلا کر دیا کرتا ہے۔''

ياخادم الجسم كم تسعى لخدمته — أتطلب الربع ممافيه خسران

''اے جسم کے غلام تو کس وقت تک خدمت میں مصروف رہے گا۔ کیا تم ضرر پہنچانے والی اشیاء میں فائدہ ڈھونڈ رہے ہو۔''

قبل على النفس فاستكمل فضائلها — فأنت بالنفس لابالجسم انسان

''نفس پر دھیان دے کر اس کی سجاوٹ کو مکمل کرنے کے لئے کام کرو کیونکہ انسان کسی ڈھانچے کا اسم نہیں ہے بلکہ انسان نفس کا اسم ہے۔''

من يتق الله يحمد في عواقبه — ويكفه شرمن عزوا ومن هانوا

''جو اللہ پاک سے خوفزدہ رہتا ہے اس کا اخیر بہت اچھا ہوا کرتا ہے اور وہ بڑے اور چھوٹے اور ہر برائی سے امان میں رہتا ہے۔''

حسب الفتى عقلا خلا يعاشره — اذا تحاماه اخوان وخلان

''جوان شخص کے لئے یہ ہی بہت ہے کہ وہ احباب میں پرسکون حیات گزار رہا ہو جس وقت وہ بچنے کی کوشش کرتا ہے تو برادر اور احباب کی تعداد میں کثرت ہو جایا کرتی ہے۔''

لاتستشر غير ندب حازم فطن — قداستوى منه اسرار واعلان

''تم دانا اور ذہانت والے شخص کے سوا کسی سے مشاورت نہ کرنا کیونکہ اس طرح انسان کا اندر باہر مساوی ہوا کرتا ہے۔''

فللتدابير فرسان اارکضوا — فيها أبروا كما للحرب فرسان

''سو وہ جنگ کے میدان کی مانند حکمت عملی میں بھی گھڑ سوار ہوا کرتے ہیں جس وقت وہ ایڑ لگایا کرتے ہیں تو پھر وہ فلاح پا لیا کرتے ہیں۔''

ولـلامـور مـواقيـت مـقـدرة وكـل امـر لـه حـدو ميـزان

''ہر کام کے لئے وقت مقرر ہیں اور ہر کام کے لئے حد اختتام اور ایک ترازو ہوا کرتا ہے۔''

من رافق الرفق فی کل الامور فلم يـنـدم عليـه ولـم يـذمـمـه انسان

''جو ہر کام میں نرمی و محبت اختیار کرتا ہے اس کو شرمساری اور کسی بھی شر کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔''

ولاتـكـن عـجـلا فـی الامـر تطلبه فـليـس يـحـمـد قبل النضيح بحران

''اور تم فوراً رونما ہونے والے واقعے کی کھوج میں تیزی نہ کرنا کیونکہ مقدمہ کھوج سے قبل ادھورا ہونے کی بناء پر مناسب نہیں ہوا کرتا۔''

وذو الـقـنـاعة راض فـی معيشتـه وصـاحب الحرص ان اثرى فغضبان

''اور قناعت پسند اپنی حیات میں بامسرت رہا کرتا ہے اور لالچ کرنے والا دولت مند ہوتے ہوئے بھی ناخوش اور فکرمند رہا کرتا ہے۔''

"كـفـى مـن العيش ماقدسد من رمق فـفـيـه لـلـحـران حـقـقـت غنيـان

''حیات بسر کرنے کے لئے عام سا کھانا پینا بہت ہے بس اتنی سی مقدار میں ہی شریف اور نیک شخص کو مل جائے تو وہ گزارا کرلیا کرتا ہے۔''

هـمـار فيـعـا لبـان حـكـمـة وتقى وسـاكـنـا وطـن مـال وطـغيـان

''وہ دونوں تدبیر اور پرہیزگاری کے شیرخوار بچے ہیں۔ اس کے علاوہ دولت اور باغی پن دونوں ایک ہی دیس کے رہائشی ہیں۔''

مـن مـدطر فابفرط الجهل نحوهوى أغـضـى عـن الـحق يوما وهو خزيان

''جو آرزوؤں کی جانب کم علمی کی بناء پر بڑھ جایا کرتا ہے تو ایک روز وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہو کر سچائی سے دور ہو جایا کرتا ہے۔''

مـن استشـار صـروف الـدهر قام لـه عـلـى حـقيـقة طبع الدهـر بـرهـان

''جس کے لئے حادثات کا معاملہ شروع ہو جائے تو اس کے لئے دور کا مزاج استدلال کے طور پر عیاں ہو جایا کرتا ہے۔''

مـن عـاشـر الـنـاس لاقى منهم نصبا لأن طبـعـهـم بـغـى وعـدوان

''جو رعایا کے ہمراہ حیات گزارتا ہے تو ان سے اذیت بھی ملا کرتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت میں بغاوت اور دشمنی ہوا کرتی ہے۔''

ومـن يـفـتـش عـلـى الاخوان مجتهدا فـجـل اخـوان هـذا الـدهـر خـوان

"اور جو برادران کے بارے میں تشویش میں مگن رہے تو اس کو (تجربے سے) علم ہو جایا کرتا ہے اس دور کے تمام برادران ہونے کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔"

من یزرع الشر یحصد فی عواقبه ندامة ولحصد الزرع ابان

"جو شر کی کھیتی اگاتا ہے اس کو شرمندگی ہی ملا کرتی ہے کیوں کہ فصل کو کاٹنے کا ایک مقررہ وقت ہوا کرتا ہے۔"

من استنام الی الاشرار نام وفی قمیصه منهم صل ولعبان

"جو بروں سے ملاقات کر کے پرسکون ہو جایا کرتا ہے تو وہ اپنے دامن میں اژدھا لئے سو جایا کرتا ہے۔"

من سالم الناس یسلم من غوائلهم وعاش وهو قریر العین جدلان

"جو افراد کے ہمراہ اچھائی سے پیش آتا ہے تو وہ ان کی برائیوں سے بچ کر آرام و راحت کی حیات گزارتا ہے۔"

من کان للعقل سلطان علیه غدا وما علی نفسه للحرص سلطان

"جو انسان دانائی کی حفاظت کیا کرتے ہیں ان کو کیا ہوا ہے کہ وہ لالچ سے اپنے نفس کو محفوظ نہیں کر سکتے۔"

اذا نبا بکریم موطن فله وراء ه فی بسیط الارض اوطان

"جس وقت کسی فرد کا دیس اس کی نیکی کی اطلاع دے تو ذہن نشین رکھو اس کے لئے اس ارض پر اس کے سوا بھی کئی سارے دیس ہوں گے۔"

لا تحسبن سروراً دائماً ابداً من سرة زمن ساء ته ازمان

"تم خود کو سدا کے لئے خوش و خرم نہ جانو کیونکہ دور کسی لمحے کسی کو بامسرت کر دیا کرتا ہے تو دوسرے لمحے اس کے ہمراہ برا برتاؤ روا رکھتا ہے۔"

یا ظالماً فرحا بالعز ساعده ان کنت فی سنة فالدهر یقظان

"اور اے بازوؤں سے زیادہ ستم کا ارتکاب کرنے والے تم تو اپنے مقام کی بنا پر بامسرت ہو اگر تم سو رہے ہو تو دور تو جاگ رہا ہے۔"

یا ایها العالم المرضی سیرته ابشر فانت بغیر الماء ریان

"اے دانا اور پاک دامن والے بشر تم کو میں خوشی کی اطلاع دیتا ہوں کہ تم آب کے بغیر ہی سیراب ہو۔"

ویا اخا الجهل لو اصبحت فی لجج فانت مابینها لاشك ظمآن

"اور اے کم علم برادر ہر چند کہ تم سمندر میں ہی کیوں نہ ہو تو تیرے پیاسا رہنے میں کوئی شبہ نہیں۔"

دع التکاسل فی الخیرات تطلبها فلیس یسعد بالخیرات کسلان

"تو اچھائی کو ڈھونڈنے میں سستی سے کام نہ لے اس لئے کہ کاہل شخص نیک اعمال میں باسعادت نہیں ہوا کرتا۔"

صن حر وجهك لا تهتك غلالته فکل حر لحر الوجه صوان

"تم اپنی آبرو کو محفوظ رکھو اس کی بے عزتی نہ کرو کیونکہ ہر نیک شخص دوسرے نیک شخص کی نگہبانی کرنے والا ہوا کرتا ہے۔"

لاتحسب الناس طبعاً واحداً فلهم غرائز لست تحصیها والوان

"تم ہر کسی کو ایک ہی زاویے میں بنا ہوا نہ جان لو کیونکہ انسانوں کی طبیعت بے حد رنگ برنگی اور مختلف ہوا کرتی ہے۔"

ماکل ماء کصداء الوارد نعم ولاکل نبت فهو سعدان

"ہر آب اپنے گھاٹ میں آنے والے کے لئے صحت بخش اور خوش نما نہیں ہوا کرتا اور ہر رہائش گاہ میں سعدان بھی نہیں ہوا کرتی۔"

من استعان بغیر الله فی طلب فان ناصره عجز وخذلان

"جو حاجت کے وقت اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگتا ہے تو اس کا مدد کرنے والا مجبور اور بوڑھا ہوا کرتا ہے۔"

واشدیدیك بحبل الله معتصما فانه الرکن ان خانتك أرکان

"اور تم اللہ کی رسی کو قوت سے تھام لو کیونکہ یہ مستحکم اور قوت مند ہے ہر چند کہ ملت نے تیرے ساتھ وفا نہ کی ہو۔"

ولاظل للمرء یغنی عن تقی ورضا وان اظلته اوراق وافنان

"اور کسی کے پاس ڈر اور خوشی سے دولت مند کرنے والا سایہ نہیں ہے ہر چند کہ اس کو پتوں اور شاخوں نے اپنی چھاؤں کے گھیرے میں لے رکھا ہو۔"

والناس اخوان من والته دولته وهم علیه اذا عادته أعوان

"اور عوام شہنشاہ کے لئے برادر برادر ہوا کرتے ہیں اور جس وقت حکمران پر کوئی حملہ کر دیتا ہے تو وہ اس کے مددگار اور ساتھ دینے والے بن جایا کرتے ہیں۔"

لاتغترر بشباب ناعم خضل فکم تقدم قبل الشیب شبان

"تم کھلی ہوئی اور مدہوشی والی جوانی کے دھوکہ میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ کئی جوان بوڑھے ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔"

ویااخاالشیب لونا صحت نفسك لم یکن لمثلك فی الاسراف امعان

"اور اے ضعیفی میں قدم رنجہ کرنے والے تیرا نفس صحت یاب ہے تیری طرح بے جا خرچ کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔"

هب الشبیبة تبدی عذرصاحبها مابال شیبك یستهویه شیطان

"اگر نوجوانی اپنے حجرات کا عیب بیان کر رہی ہو تو شیطان کے مدہوش کئے ہوئے بوڑھے پن کا کیا عالم ہوگا۔"

کل الذنوب فان الله یغفرها ان شیع المرء اخلاص وایمان

"ہر کوتاہی کو اللہ پاک بخش دیا کرتے ہیں اس شرط پر کہ انسان کے پاس ایمان و خلوص کی دولت موجود ہو۔"

وکل کسر فان الله یجبره وما لکسر قناة الدین جبران

''اور بدن کی ہر ٹوٹی ہوئی ہڈی کو اللہ عزوجل جوڑ دیا کرتے ہیں مگر دین کی اس لکڑی کو جوڑنے کی قوت کسی میں نہیں ہوتی جو کہ ٹوٹ چکی ہو۔''

احسن اذا کان امکان ومقدرۃ فلا یدوم علی الانسان امکان

''اچھے برتاؤ کا سلسلہ کرو جس وقت جرأت قوت ہو کیونکہ بشر کی جرأت وقوت ہمیشہ رہنے والی ہے۔''

فالروض یزدان بالانوار فاغمه والحر بالعدل والاحسان یزدان

''سو گلشن کھلی ہوئی کلیوں سے آراستہ ہے اور آزاد ونیک شخص سچائی ونیکی سے آراستہ ہوا کرتا ہے۔''

خذها سوائر امثال مهذبة فيها لمن يبتغي التبيان تبيان

''ان پاک اور مہذب انسانوں کی تدابیر کو پیش نظر رکھو جو لوگ رہنمائی پانے کے خواہاں ہوا کرتے ہیں ان کے لئے اس میں رہنمائی پوشیدہ ہے۔''

ما ضر حسانها والطبع صائغها ان لم يصغها قريع الشعر حسان

''کوئی ضرر پہنچانے والا نہیں تدبیری الفاظ کو جبکہ مزاجوں کے حکماء نے ان کو ڈھال رکھا ہے ہر چند کہ زبردست شاعری کہنے میں فصیح وبلیغ شاعروں نے حصہ نہ لیا ہو۔''

اکثر شاعروں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے اور اکثر علماء کرام کے مطابق خلیفہ راضی باللہ نے اس میں مزید اشعار شامل کئے ہیں:

وكن لسنة خير الخلق متبعاً فانها لنجاه العبد عنوان

''اور تم خیر الخلق (مطلب حضور سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کے اطاعت گزار بن جاؤ کیونکہ سنت پر عمل کرنا مومن کے چھٹکارے اور بخشش کے لئے لازم ہے۔''

فهو الذی شملت للخلق انعمه وعمهم منه فی الدارین احسان

''لہٰذا وہ ذاتِ اقدس جس کے کرم سارے عالم پر چھائے ہیں اور دنیا وآخرت کی تمام خلقت پر ان کی عنایت ہے۔''

جبينه قمر قد زانه خفر وثغره در وغر ومرجان

''وہ مہ جبیں جس کی حیاداری نے چار چاند لگائے ہوئے ہیں ان کے دانت مبارک بڑے بڑے موتیوں کی مانند چمکتے ہیں۔''

والبدر يخجل من انوار طلعته والشمس من حسنه الوضاح تزدان

''اور پورا چاند ان کے چہرہ مبارک کی ضیاء پاشیوں سے شرمسار اور ان کے مکھڑے کی روشنی سے آفتاب کی روشنی

میں کثرت پیدا ہوا کرتی ہے۔"

بــه تـوسـلـنـا فـی مـحـو زلـتـنـا　　　لــربـنـا انــه ذوالـجـود مـنـان

"ہم اپنے اللہ پاک سے اپنی کوتاہیوں کی بخشش کے لئے ان کو وسیلہ بناتے ہیں کیونکہ وہ فیاضی اور احسان کرنے والے ہیں۔"

ومـذاتـی أبـصـرت عمی القلوب به　　　سـبـل الـهـدی ووعـت لـلـحـق آذان

"اور جس وقت ان کی تعریف آوری ہوئی تو نابینا دلوں نے صراط مستقیم دیکھ لیا اور کانوں نے حق کی دعوت کو سماعت کر لیا ہے۔"

یـارب صـل عـلـیـه مـاهـمـی مطر　　　فـایـنـعـت مـنـه أوراق وأغـصـان

"اے اللہ پاک! اس پاک ہستی پر اپنے رحم کا نزول فرما جس وقت تک بارش برستی رہے جس کی بناء پر اس کے پتے اور شاخیں نکل آئیں۔"

وابـعـث الـیـه سـلامـاً زاکـیـا عطراً　　　والآل والـصـحـب لاتـفـنـیـه ازمـان

"اور ان کی ذات پاک پر، اور ان کی آل اولاد پر اور ان (حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تا قیامت پاک اور معطر درود و سلام بھیجتے رہو۔"

ابوالقاسم بستی علیہ الرحمہ کی نثر حسب ذیل ہے:

1- جو اپنی درستگی کر لیا کرتا ہے تو اس سے حسد کرنے والے خاک میں مل جاتے ہیں۔

2- جو غصہ کی پیروکاری کیا کرتا ہے اس کی تمیز کا ضیاں ہو جایا کرتا ہے۔

3- بڑے لوگوں کے اخلاق بلند و برتر ہوا کرتے ہیں۔

4- سعادت مند غصہ کے لمحے میں بیٹھ جایا کرتا ہے۔

5- رشوت حاجات کی رسی ہے۔

6- برادران کو رسوا کرنے والا اور شہنشاہوں پر اعتماد کرنے والا بے حد جاہل شخص ہوا کرتا ہے۔

7- سمجھ دانائی کی روشنی ہے۔

8- تمنائیں، خواہشوں کا مذاق اڑایا کرتی ہیں۔ پاکیزہ دامن گزارہ اور قناعت پر آمادگی کا اسم ہے۔

ابوالقاسم علیہ الرحمہ کا انتقال 400ھ میں ہوا۔

الثعالة

"الثعالة" (لومڑی) "نخالہ، زبالۃ اور فضالۃ" کے بروزن ہے...... یہ تینوں ایک ہی صورت کے برادران ہوا

کرتے ہیں۔"ثعالة" نہایت شہرت رکھنے والی لومڑی کا اسم ہے۔اس کے علاوہ"ارض متعلة" اس ارض کو کہتے ہیں جہاں لومڑیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ایسے ہی"ارض معقرة" وہ ارض کہلاتی ہے جہاں بچھوزیادہ ہوتے ہیں۔

مثالیں: عرب کے لوگوں کا کہنا ہے کہ"اروغ من ثعالة" (فلاں لومڑی سے زیادہ مکاری کرنے والا ہے) سوشاعر کہتا ہے کہ

فاحتللت حین صرمتنی والمرء یعجز لامحالة

"سوجس وقت تم نے میرے سے تعلقات ختم کردیئے تو اس لمحے میں نے حکمت کی اور بلاشبہ انسان عاجز ہے۔"

والمرء یکسب مالہ والشیخ یورثہ الفسالة

"اور انسان اپنی کمائی کیا کرتا ہے اور حرص بلا مقصد ذرات کی ملکیت دے دیا کرتی ہے۔"

والعبد یقرع بالعصا والحر تکفیہ المقالة

"اور ملازم کو لاٹھی سے مارتے ہیں اور آزاد شخص کے لئے بولنا ہی بہت ہوا کرتا ہے۔"

عربی کہا کرتے ہیں کہ"اعطش من ثعالة" (فلاں لومڑی سے زیادہ پیاس رکھتا ہے)

"ثعالة" کی تفسیر میں علمائے کرام میں مخالفت پائی جاتی ہے۔محمد بن حبیب کے مطابق اس کا مفہوم لومڑی ہے مگر ابن الاعرابی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔وہ گمان کرتے ہیں کہ"ثعالة""قبیلہ مجاشع" کا ایک شخص تھا اس نے جنگل میں اپنے ایک ساتھی شخص کا پیشاب نوش کرلیا تھا۔سووہ پیاسا ہی موت کا شکار ہوگیا تھا۔

الثعبة

"الثعبة" حضرت امام جوہری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ"الثعبة" ایک طرز کا"گرگٹ" کہلاتا ہے۔

الثعلب

"الثعلب" (لومڑی) یہ بہت شہرت یافتہ حیوان ہے۔"ثعالب" اور"اثعل" اس کی جمع ہوتی ہے۔اس کے علاوہ مؤنث کے لئے"ثعلبة" کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

ابن قانع نے اپنی معجم میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت وابصہ بن معبد نے کہا ہے کہ

"حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ لومڑی جنگلی درندوں میں ساروں سے زیادہ شرارتی ہوا کرتی ہے۔" (الحدیث)

الوالحصین، ابوالنجم، ابونوفل، ابوالوثاب اور ابوالخبص وغیرہ لومڑی کی کنیت کہلاتی ہے اور مؤنث لومڑی کی کنیت کے لئے"ام عویل" کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔اس کے علاوہ مذکر لومڑی کو"ثعلبان" بھی کہا جاتا ہے۔سوکسائی کا کہنا ہے کہ

أرب یبول الثعلبان برأسه لقد ذل من بالت علیه الثعالب

''کیا اس طرح کا بت بندگی کرنے کے لائق ہے جس پر لومڑی پیشاب کر دے بلاشبہ جس پر لومڑی پیشاب کر دے وہ ذلت ورسوائی والا اور خوار ہے۔''

ایسے ہی دوسرے شاعروں نے بھی شاعری کی ہے مگر وہ سب شبہ وگمان ہی ہیں۔

ابوحاتم رازی ''ثعلبان'' کو زبر کے ہمراہ پڑھا کرتے ہیں اور یہ ''ثعلب'' کو تثنیہ گردانتے ہیں۔

اکثر علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ قبیلہ ثعلب کا ایک بت ہوا کرتا تھا جس کو وہ پوجتے تھے۔ سوئے اتفاق سے ایک روز یہ افراد اس کی عبادت کر رہے تھے کہ یکا یک دو لومڑیوں کی بھاگتے ہوئے آمد ہوئی اور انہوں نے بت پر پیشاب کر دیا۔ اس بت کا ایک مجاور (جھاڑ دینے والا) تھا جس کا اسم غاوی بن ظالم تھا۔ اس نے اوپر بیان کیا گیا شعر پڑھا اور اس کے بعد بت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ پھر وہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ سو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کا نام دریافت کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرا نام غاوی بن ظالم ہے۔ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم راشد بن عبدربہ ہو۔

''نہایۃ الغریب'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص کا ایک بت تھا' وہ اس پر چپاتی اور مکھن چڑھا کر بت کے سر کے پاس رکھ دیا کرتا تھا اور اس سے یہ کہا کرتا تھا کہ اس کو تناول کر لو۔ ایک لومڑی کی آمد ہوئی اور اس نے ان دونوں اشیاء کو تناول کر کے اس بت پر پیشاب کر دیا۔ ادھر ''ثعلبان'' کا مطلب ''مذکر'' لومڑی ہے۔

''کتاب الہروی'' میں تذکرہ ہے کہ دو لومڑیوں کی آمد ہوا کرتی اور وہ مکھن اور چپاتی تناول کر جاتیں۔ ادھر ''ثعلبان'' کا لفظ ''ثعلب'' کا مشتبہ کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ''ہروی'' نے ''ثعلبان'' کا مفہوم درج کرنے میں کوتاہی کی ہے اور روایت بھی غلط درج کی ہے۔ سو اصل قصہ کچھ یوں ہے کہ ایک لومڑی کی آمد ہوئی۔ ادھر ''ثعلبان'' کا مفہوم مذکر لومڑی ہے اور ''ثعالب'' مذکر لومڑی کو کہا جاتا ہے جو ایک شہرت رکھنے والا حیوان ہے۔ ادھر مشتبہ مفہوم نہیں ہے۔ اس لومڑی نے چپاتی اور مکھن تناول کر کے پھر بت پر پیشاب کر دیا اس کے بعد وہ شخص کھڑا ہوا اور بت کو پتھر سے توڑنے لگا۔ بت توڑ کر حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا اور اس واقعے سے آپ کو آگاہ کیا اور یہ شعر پڑھے:

لقد خاب قوم أملوك لشدة أرادوا انزالا أن تكون تحارب

''بے شک وہ ملت ہار گئی جن کے شہنشاہ سخت مقابلہ کی غرض سے میدان میں اتر گئے ہوں۔''

فلاأنت تغنى عن أمور تواترت ولاأنت دفاع اذاحل نائب

''سو تم یکے بعد دیگرے رونما ہونے والے وقوعات سے نفع حاصل نہیں کر سکتے اور یکا یک آفت پیش آنے پر تم

خاتمہ نہیں کر سکتے۔''

أرب يبول الثعلبان براسه لقد ذل من بالت عليه الثعالب

''کیا اس طرح کا بت پالنے والا ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر دے۔ بے شک جس کے سر پر لومڑی نے پیشاب کر دیا ہو وہ ذلیل ہو جایا کرتا ہے۔''

یہ داستان بغوی نے ''معجم البغوی'' میں اور ''ابن شاہین'' وغیرہ نے ذکر کی ہے اور اس شخص کا اسم راشد بن عبدربہ تھا۔ اس داستان کو مفصل ''دلائل النبوۃ'' میں ابونعیم اصفہانی نے بیان کیا ہے۔ لغویین اس شعر کو حیوانات کے اسماء پر دلائل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

''الثعلب'' میں نر اور مادہ کا فرق ایسے ہے جس طرح ''افاعی'' (مؤنث سانپ) اور ''افعوان'' (ناگ) کا اطلاق ہوتا ہے اور ''عقارب'' (مؤنث بچھو) اور ''عقربان'' (مذکر بچھو) کے لئے اطلاق ہوتا ہے...... لومڑی لاغر ڈرپوک اور عیار حیوانات میں سے ہے مگر یہ خباثت اور دھوکہ دہی کی بناء پر بڑے بڑے حیوانات کے ہمراہ بھاگ لیا کرتی ہے۔ لومڑی اپنے لئے اس طرح روزی ڈھونڈتی ہے کہ مردہ بن کر لیٹ جاتی ہے اور پیٹ میں ہوا بھر لیتی ہے اور اپنے پیروں کو کھڑا کر دیا کرتی ہے تاکہ حیوان یہ سمجھ لیں کہ لومڑی درحقیقت مر چکی ہے۔ سو جس وقت کوئی حیوان لومڑی کے نزدیک آ جائے تو یہ فوراً جھپٹ کر اس کا شکار کر لیا کرتی ہے مگر لومڑی کا یہ بہانہ اور چال کتے پر کارآمد نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ کسی نے لومڑی سے پوچھا کہ کتے پر زیادہ حملہ آور کیوں ہو؟ لومڑی نے بتلایا کہ اس بناء پر کتے پر زیادہ حملہ کرتی ہوں کیونکہ وہ دوسروں کے لئے شکار پکڑتا ہے اور میں اپنی ذات کے لئے شکار کیا کرتی ہوں۔ امام جاحظ نے فرمایا ہے کہ لومڑی کا زبردست ہتھیار اس کی مکاری دھوکہ دہی اور مردہ بن جانے کی اداکاری ہے۔ اس کے علاوہ لومڑی کے یہ ہتھیار بہت موزوں رہتے ہیں۔ لومڑی کا ہتھیار ''حباری'' کے ہتھیار سے زیادہ مؤثر ہوا کرتا ہے۔ عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ:

''ادهي وأنتن من سلاح الثعلب''

(فلاں شخص میں لومڑی سے زیادہ مکاری پائی جاتی ہے۔)

امام جاحظ کا ذکر: امام جاحظ کا اسم عمرو بن بحر کنانی لیثی ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ امام جاحظ کو جاحظ اس بناء پر کہتے ہیں کہ ان کی دونوں آنکھیں ابھری ہوا کرتی تھیں۔ امام جاحظ کو ''حدقی'' بھی کہتے ہیں کیونکہ ضعیف العمری میں یہ فالج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ گرمی اور تپش کی بناء پر آدھے حصے میں صندل اور کافور کا مساج کیا کرتے تھے اور بدن کے دوسرے حصے کو بے حد ٹھنڈا' سرد اور بے حس (سن) ہونے کی بناء پر اگر اس کو قینچی سے کاٹ دیتے تو انہیں ذرا بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔ سو امام جاحظ بذات خود فرماتے تھے کہ سیدھے بازو سے مفلوج ہو گیا ہوں۔ اگر میرے اس عضو کو قینچی سے کاٹ بھی دیں گے تو مجھ کو ذرا بھی احساس نہیں ہوگا اور میرا بازو جوڑوں کی سوزش سے بھرا ہوا ہے۔ اگر مکھی بھی اس پر بیٹھے تو مجھے درد ہوتا ہے۔

امام جاحظ کا کہنا ہے کہ میرے بدن میں دو مختلف اشیاء مجتمع ہو گئی ہیں۔ اگر میں ٹھنڈی اشیاء تناول کرتا ہوں تو میری پیروی

پر غالب آ جاتی ہیں اور اگر گرم اشیاء تناول کروں تو میرے سر کو گرفت میں لے لیتی ہیں۔اس کے علاوہ امام جاحظ یہ اشعار پڑھا کرتے ہیں۔

اترجوا ان تکون وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب

''کیا تم بڑھاپے میں یہ توقع رکھتے ہو کہ تم اس طرح کے ہو جاؤ گے جس طرح کہ جوانی میں تھے۔''

لقد کذبتک نفسک لیس ثواب ولیس کالجدید من الثیاب

''بلاشبہ تم کو نفس نے فریب دیا ہے کیونکہ پرانا اور پھٹا ہوا کپڑا نئے کپڑے کی مانند نہیں ہوا کرتا۔''

امام جاحظ نے ہر موضوع پر کتب تحریر فرمائی ہیں' ان کا شمول معتبر معتزلہ میں ہوا کرتا ہے۔سو معتزلہ کا ایک گروہ امام جاحظ کے اسم سے شہرت رکھتا ہے۔امام جاحظ کی سب سے زبردست کتاب ''کتاب الحیوان'' ہے۔امام جاحظ کا انتقال 255ھ کو بصرہ کے مقام پر ہوا۔امام جاحظ نے ''کتاب الحیوان'' میں تحریر کیا ہے کہ روزی کی انوکھی تقسیم ہے کہ بھیڑیا لومڑی کو شکار کر کے تناول کر لیتا ہے اور لومڑی قنفذ کو شکار کر کے اس کو تناول کر جاتی ہے۔سانپ عصفور کو پکڑ کر اس کو اپنی غذا بنا لیا کرتا ہے' گوریا ٹڈی کو پکڑ کر ہڑپ کر لیتا ہے اور ٹڈی زنبور (بھڑوں) کو پکڑ کر کھا لیا کرتی ہے اور بھڑ شہد کی مکھیوں کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔شہد کی مکھی عام مکھیوں کو پکڑ کر ان کو اپنی غذا بناتی ہے اور مکھیاں مچھر کھا جاتی ہیں۔

امام شعبی اور حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پیش ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے خواب میں دکھائی دیا ہے کہ میں لومڑی کے ہمرہ بھاگ رہا ہوں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم اس طرح کے حیوان کے ساتھ بھاگے ہو کہ جس کے ہمراہ نہیں بھاگنا چاہئے تو اس طرح کا بندہ ہے جو غلط بیانی کرتا ہے۔تو اللہ سے خوف کر۔(راوی صاحب الغیلانیات)

لومڑی کی یہ خصلت ہوا کرتی ہے کہ وہ بھرا پیٹ ہوتے ہوئے بھی جس وقت کبوتروں کے برج میں جاتی ہے تو کبوتروں کو مار کر پھینک دیا کرتی ہے تا کہ جس وقت اس کو بھوک کا احساس ہوگا تو ان کو آ کر تناول کرے گی۔

پسو ختم کرنے کا طریقہ: اکثر ظریفوں نے پسوؤں کو ختم کرنے کے لئے ایک انوکھا عمل تحریر کیا ہے کہ جس وقت کسی کے اونی کپڑوں میں پسو زیادہ اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس کپڑے کو منہ میں دبائے اور آہستگی کے ساتھ پانی میں چلا جائے۔پسو پانی سے گھبرا کر کپڑے کے اس حصے پر اکٹھے ہو جائیں گے جو منہ میں ہے پس وہ شخص جس کے منہ میں کپڑا ہے وہ اس کپڑے کو پانی میں ڈال کر خود فوراً باہر نکل آئے گا ایسا کرنے سے پسو پانی میں ہی رہ جائیں گے۔

لومڑی کے بارے میں انوکھی داستان: بھیڑیے کو لومڑی کی اولاد سے بیر ہوا کرتا ہے اور وہ لومڑی کی اولاد کا متلاشی ہوتا ہے۔جس وقت لومڑی کی اولاد کی پیدائش ہوتی ہے تو لومڑی اپنی رہائش گاہ پر جنگلی پیاز کے پتے رکھا کرتی ہے تا کہ ان کی بو سے بھیڑیا مفرور ہو جائے۔لومڑی کی چمڑی کی پوستین سب سے اعلیٰ کہلاتی ہے۔لومڑی کی رنگت سفید' سیاہ اور خلنجی مائل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عجائب المخلوقات'' میں تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ نوح بن منصور سامانی کو ایک اس

طرح کی لومڑی تحفے میں دی گئی جس کے بال کے دو پر ہوا کرتے تھے۔ جس وقت کوئی شخص لومڑی کے نزدیک جاتا تو وہ ان پروں کو پھیلا دیا کرتی اور جس وقت اس سے دور چلا جاتا تو وہ انہیں سمیٹتی۔ پھر حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ پہلے دور میں لومڑی پرواز کیا کرتی تھی۔

''کتاب الاذکیا'' کے اختتام میں حضرت امام ابوفرج جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شیر' لومڑی اور بھیڑیا تینوں اکٹھے شکار کے لئے گئے۔ انہوں نے جنگلی گدھے' ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ شیر بھیڑیے سے کہنے لگا تم ساروں کے لئے شکار بانٹ دو۔ بھیڑیا بولا کہ یہ کام تو نمایاں ہے کہ جنگلی گدھا تمہارے لئے ہے' خرگوش لومڑی کے حصے میں اور ہرن میرے حصے میں ہے۔ شیر نے ایک زبردست وار کیا اور بھیڑیے کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد شیر لومڑی سے کہنے لگا کہ خدا بھیڑیے کا برا کرے یہ تو بانٹنے کے بارے میں علم نہیں رکھتا اب تم یہ شکار بانٹ دو تو لومڑی کہنے لگی کہ یہ کام تو بہت نمایاں ہے کہ جنگلی گدھا آپ کے صبح کے ناشتے کے لئے ہے اور ہرن شام کو تناول کیجئے گا اور خرگوش کو آپ اسی لمحے تناول کر لیں۔ شیر لومڑی سے کہنے لگا کہ تم نے تو بہت بہترین تقسیم کی ہے۔ یہ خیال تمہیں کس طرح آ گیا؟ تو لومڑی نے جواب دیا کہ بھیڑیے کے ہلاک ہونے سے۔

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شیر لومڑی سے کہنے لگا کہ تم نے تقسیم میں بہت دانائی سے کام لیا ہے یہ دانائی تمہارے اندر کیسے آئی؟ تو لومڑی بولی کہ بھیڑیے کے انجام سے جو میرے سامنے ہوا۔

حیوانات کی دانائی کے قصے: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہم یمن کی جانب محو سفر تھے تو ہم نے کھانا تناول کرنے کے لئے دستر خوان بچھایا تو اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا تو ہم نے یہ تصور کیا کہ نماز کی ادائیگی سے فراغت کے بعد کھانا تناول کر لیں گے تو ہم نے دستر خوان کو اسی کیفیت میں رہنے دیا اور نماز ادا کرنے لگے۔ کھانے میں دو بھنی ہوئی مرغیاں تھیں۔ پس ایک لومڑی کی آمد ہوئی اور وہ ایک مرغی اٹھا کر لے گئی۔ جس وقت ہم نے نماز ادا کر لی تو دکھ ہوا کہ کھانا میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ ابھی یہ خیال ذہن میں ہی تھا کہ یکا یک لومڑی آئی اور اس کے منہ میں مرغی جیسی کوئی شے تھی۔ لومڑی نے اس کو نیچے رکھ دیا۔ ہم اس جانب بھاگے تاکہ اپنی چیز واپس لے لیں اور یہ خیال کیا کہ ہو سکتا ہے کہ لومڑی نے ہماری مرغی کو واپس رکھ دیا ہے۔ مگر جس وقت دستر خوان کے قریب گئے تو لومڑی نے دوسری مرغی کو بھی جھپٹ لیا تھا اور ہم نے جس کو تصور کیا تھا وہ کھجور کی مرغی سے مشابہ چھال تھی جس کو لومڑی فریب دینے کے لئے ساتھ لائی تھی۔

حیوانات اور پرندوں کی ذہانت و دانائی کے قصوں میں درج ذیل قصے بھی ہیں جنہیں قاسم بن ابی طالب تنوخی انبالوی نے ذکر کیا ہے۔ قاسم نے کہا ہے کہ میں ایک دفعہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ ''انبار'' کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ ہم لوگوں کے ہمراہ شہنشاہ کا شکاری پرندہ رکھنے والا آدمی بھی موجود تھا۔ سارے افراد باز کو سدھارنے میں مصروف تھے۔ بہر حال کچھ لمحوں بعد باز کو تیتر پر چھوڑا گیا۔ موقع ملتے ہی تیتر جھاڑیوں میں جا گھسا اور کانٹوں والے شجر میں جا کر اس شجر کی جڑوں کو اپنے پیروں سے پکڑا اور پھر پیروں کو اوپر کر کے سیدھا ہو کر سو گیا۔ اس طریقے سے تیتر' باز سے پوشیدہ ہو گیا اور جس وقت باز کا آقا اس جھاڑی کے نزدیک آیا تو وہ تیتر پرواز کر گیا ایسے وہ باز کے آقا سے بھی محفوظ ہو گیا۔ آخر کار باز کے مالک نے تیتر کا شکار کر ہی لیا' ہم لوگ کہنے لگے

کہ تیتر سے زیادہ ہوشیار اور کسی کو نہیں پایا۔ اس قصے کو ہی ابوالحسن علی بن تنوخی نے ''اخبار المذاکرہ ونشوان المحاضرہ'' میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

میرے سے ابوقاسم نے ایسے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ سفر انبار میں محوتھا اور ہم لوگوں کے ساتھ شہنشاہ کے شکاری پرندے کو سنبھالنے والا شخص بھی تھا کہ کچھ لمحوں بعد ہم کو تیتر دکھائی دیا تو ہم نے اس کو باز پر چھوڑا۔ سو تیتر پرواز کر گیا مگر باز تیتر کو ڈھونڈتا رہا۔ سارے لوگ تکبیر و تہلیل کہنے لگ گئے۔ میں بھی ان کے نزدیک ہو گیا۔ علم ہوا کہ تیتر باز سے پوشیدہ رہنے کے لئے کسی جھاڑی میں جا گھسا ہے اور کانٹوں والے شجر کی دو جڑوں کو پکڑے دونوں پیر اٹھائے سیدھا ہو گیا ہے۔ باز بہت دیر تک اس کو ڈھونڈتا رہا مگر تیتر کو نہ ڈھونڈ پایا اور باز یہ بھی نہ جان سکا کہ تیتر یوں ہوشیاری کا مظاہرہ کر کے کانٹوں والے شجر میں جا کر سو گیا ہے۔ حتیٰ کہ باز کا مالک شخص آیا اور تیتر اس کو دیکھ کر پھر سے پرواز کر گیا۔ باز نے اس کو گرفت میں لے لیا اور شکار حاصل کر لیا۔ سارے لوگ کہنے لگے کہ تیتر جیسا ہوشیار اور اپنی جان کو محفوظ کرنے کی کوشش کرنے والا آج تک نہ ہی دیکھا نہ سماعت کیا۔ تیتر کی ہوشیاری کا نظارہ کر کے تمام لوگ متحیر ہو گئے۔ (اخبار المذاکرہ ونشوان المحاضرہ)

اس طرح کے قصے بھی پرندوں کی ہوشیاری سے زیادہ نزدیک ہیں۔

قاضی ابوعلی تنوخی نے کہا ہے کہ میرے سے ابوالفتح بصری نے ذکر کیا ہے کہ میرے سے اہل موصول نے تذکرہ کیا ہے کہ (اہل موصل شکار اور شکاری پرندے کا شوق رکھتے تھے) ارمینیہ کے علاقے کا ایک شکاری کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ شکار کی غرض سے جنگل کی جانب گیا اور اپنے جال میں ایک سدھایا ہوا پرندہ رکھ کر جال بچھایا اور میں زمین کے نیچے کٹیا میں جا چھپا اور ادھر سے ہی جال پر نظر رکھی۔ کچھ لمحوں بعد جال میں ایک باز پھنس چکا تھا تو میں نے جا کر اس کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے بعد جس وقت دوپہر نزدیک ہوئی تو مجھے دکھائی دیا کہ ایک حسین زمج (ایک پرندہ) پرندہ جال کے اوپر پرواز کر رہا ہے۔ جس وقت اس کو باز دکھائی دیا تو وہ الگ نزدیک ہی بیٹھ گیا اس کے بعد میں کچھ لمحوں تک منتظر رہا' پھر جس وقت میں نے دیکھا تو ایک عقاب اڑتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ جس وقت عقاب کی نظر ''زمج'' پر پڑی تو وہ بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کچھ لمحوں کی تاخیر سے علم ہوا کہ ایک پرندہ ہوا میں پرواز کر رہا ہے۔ ''زمج'' عقاب سے قبل ہی اس پرندے کا پیچھا کرنے لگا حتیٰ کہ اس نے اس پرندے کو پکڑ لیا اور اس کو اپنی چونچ سے صاف کیا حتیٰ کہ گوشت بالکل صاف اور کھانے کے قابل ہو گیا۔ سو ''زمج'' نے جس وقت گوشت کو تناول کرنا شروع کیا تو عقاب بھی اس کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گیا۔ جس وقت دونوں نے گوشت کھا لیا تو عقاب نے جفتی کی غرض سے اپنے پروں کو ''زمج'' پر پھیلایا۔ عقاب کی اس جرأت پر ''زمج'' نے اپنے بازو سے عقاب کے منہ پر زوردار وار کیا۔ مگر عقاب پھر بھی باز نہ آیا تو ''زمج'' نے غصے میں آ کر دوبارہ زوردار وار کیا مگر عقاب پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے پھر سے اپنے پروں کو ''زمج'' پر پھیلا دیا تو اب تیسری دفعہ ''زمج'' نے اپنی چونچ کے ساتھ عقاب پر اتنے وار کیے کہ وہ ہلاک ہو گیا اور پھر ''زمج'' پرواز کر گئی۔ ''زمج'' کے جال سے دور رہنے کی بناء پر میں متعجب تھا اور دل میں یہ گمان کر رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اس ''زمج'' کو مانوس کیا گیا ہو یا پھر پہلے بھی یہ جال کی آزمائش سے گزر چکی ہے اور یہ بھی کہ عقاب سے پہلے اس کی

ایک دوسرے پرندے سے لڑائی ہو چکی ہے جس کا شکار کر کے اس نے تناول بھی کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ اس نے عقاب کو جفتی سے منع کیا اس کے بعد اپنے ہمراہ کھانے میں شریک کیا اور پھر بھی جفتی کے لئے آمادہ نہ ہوئی اور عقاب کو صرف اس وجہ سے ہلاک کر دیا کہ وہ اس سے جفتی کرنے کا خواہاں تھا۔ میں نے اس ''زمج'' کا شکار کرنے کی ٹھان لی تا کہ اس کی مدد سے کئی دوسرے پرندوں کا شکار کروں۔ سو یہ شب بھی میں نے کٹیا میں بسر کی جس وقت سویرا ہوا تو ''زمج'' پہلے والے اوقات میں ہی جال کے قریب آئی اسی عالم میں ادھر ایک عقاب کی آمد ہوئی اور عقاب ''زمج'' کے ساتھ ہی بیٹھا۔ اس کے بعد ان کو ایک پرندہ دکھائی دیا اور پھر اس دوسرے عقاب کے ساتھ بھی وہی واقعہ رونما ہوا جو ایک دن قبل ایک عقاب کے ساتھ ہو چکا تھا اور ''زمج'' پھر پہلے روز کی طرح پرواز کر گئی۔ تو مجھے مزید تعجب ہوا اور میرے دل میں ''زمج'' کو پکڑنے کا عزم اور پختہ ہو گیا۔ سو تیسری شب بھی میں نے اسی کٹیا میں بسر کی۔ جس وقت دن طلوع ہوا تو وہی ''زمج'' اس سے پہلے ایام کی مانند جال کے نزدیک آ بیٹھی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک دبلا پتلا عقاب آ گیا جس کے بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے اور وہ عقاب ''زمج'' کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ان کو ہوا میں ایک پرندہ پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیا۔ سو ''زمج'' اڑنے لگی مگر عقاب نے اس کو زور سے مارنا شروع کر دیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کو مار ہی دے گا۔ اس کے بعد وہ خود تیز رفتاری سے پرواز کر گیا اور اس پرندے کا شکار کر کے آ گیا۔ عقاب نے اس پرندے میں سے خود تو تناول نہیں کیا مگر ''زمج'' کو کھانے کی دعوت دی۔ جس وقت ''زمج'' نے خوب پیٹ بھر کر گوشت کھا لیا تو باقی بچا گوشت عقاب نے تناول کر لیا۔ جس وقت گوشت ختم ہو گیا اور دونوں سیر ہو گئے تو پھر عقاب نے اپنے پروں کو ''زمج'' پر جفتی کی نیت سے پھیلانا چاہا تو وہ آمادہ نہ ہوئی مگر جس وقت عقاب نے دوسری دفعہ پروں کو پھیلایا تو پھر ''زمج'' نے جفتی کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ سو عقاب نے مکمل آسودگی کے ساتھ ''زمج'' سے جفتی کی اور فارغ ہونے کے بعد دونوں پرواز کر گئے۔

قاضی ابوعلی تنوخی ایک دوسرا قصہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پرانے مولد فوجیوں میں سے ایک فوجی (جو پھر ابو محمد یحییٰ بن محمد سلیمن کا دربان بن گیا تھا) نے میرے سے ذکر کیا ہے کہ میں شہنشاہ کے کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر رہا کرتا تھا۔ (جو ابو اسحاق بن ابو مسعود رازی کے اسم سے مشہور تھا) کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ اسپین کا شہر المدائن اور مدینہ عتیقہ ان کے ہی کنٹرول میں ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں یہ شہر آباد ہوا کرتا تھا اور ادھر بادشاہوں کی آمد ہوا کرتی تھی جو شکار کا بہت شغف رکھتے تھے۔ ایک دفعہ میں ان کے ساتھ ہی قیام پذیر تھا کہ ایک روز شہر رومیہ جو کہ مدینہ عتیقہ کے بالکل سامنے تھا اور گنجان تھا' کی جانب شکار کی غرض سے میرے ہمراہ نکلے۔ انہوں نے اپنے ہمراہ اپنا شکار کرنے والا پرندہ اور دیگر سامان اور کچھ فوجیوں کو لیا۔ لمبے سفر کے بعد واپس آتے ہوئے بادشاہ کا ''شکرہ'' جو کہ شکار تناول کر کے سیر ہو گیا تھا' یکا یک اس نے اپنے پنجے کو چھاتی پر پھیرنا شروع کر دیا اور بہت بے چین و بے قرار ہوا تھا۔ ابن مسعود اس سے کہنے لگے کہ ہو سکتا ہے کہ ''شکرہ'' کو کوئی شکار نظر آ گیا ہے جس کی بناء پر یہ بے چین ہے۔ پس تم اس کو شکار کرنے کے لئے آزاد کر دو۔ وہ جواب میں بولا جناب عالی! یہ شکرہ بہت عیار ہے اس کا یہ عمل شکار دیکھنے کی بنا پر نہیں ہے کیونکہ اس کا پیٹ تو بھر چکا ہے اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس کو اب شکار کے لئے آزاد

کیاتو یہ اڑنچھو ہو جائے گا۔ بہر حال شکرہ کے اس عمل میں اور تیزی آ گئی تو کمانڈر کہنے لگا کہ اس کو چھوڑ دو اگر اس کو کچھ ہو گیا تو ہم اس کا ذمہ اٹھائیں گے۔ جس وقت اس نے ''شکرہ'' کو آزاد کیا تو وہ پرواز کرتا ہوا اپنے شکار کے قریب چلا گیا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے بھاگتے رہے۔ حتیٰ کہ شکار جھاڑی کے اندر جا کر چھپنے کی کوشش کرنے لگا مگر ہم اس کو دیکھ رہے تھے۔ سو وہ شکرہ پرواز کرتا ہوا جھاڑی میں چھپ گیا' کچھ لمحوں بعد ہمیں دکھائی دیا کہ تیر کی مانند اندر سے کوئی شے باہر کی جانب تیر کے پھل کے بقدر چڑھ گئی تو شکرہ ادھر سے دور ہو گیا۔ ''شکرہ'' کے دور ہونے کے بعد وہ شے پھر سے جھاڑی کے اندر چلی گئی۔ ہم سب بھی عقب سے اس جھاڑی کے اندر گئے تو دکھائی دیا کہ شکرہ ایک سرخاب کا شکار کرنے کے لئے اس کا پیچھا کر رہا ہے اور آخر کار شکرہ نے اس کا شکار کر لیا۔ کیونکہ سرخاب کی یہ خصلت ہوا کرتی ہے کہ جس وقت شکار کرنے والا حیوان اس کو شکار کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے پروں پر زخم کرتے' بدن میں سوراخ کرتے اور کھال کاٹنے کی بناء پر اس پر بیٹ کر دیا کرتا ہے اس لئے کہ اس کی بیٹ بے حد حرارت لئے ہوئے اور آتش کی طرح ہوا کرتی ہے۔ شکرہ کو اس کی خصلت سے واقفیت تھی اس لئے وہ احتیاط سے حملہ کرنے لگا تو سرخاب نے اپنی خصلت کو پورا کرنا چاہا مگر شکرہ بچ گیا۔ پھر ''شکرہ'' تیزی سے اس پر جھپٹا اور شکار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سو اب ہمیں علم ہوا کہ تیر کے پھل کے بقدر جو شے اوپر گری تھی وہ سرخاب کی بیٹ تھی جس کو اس نے شکرہ پر کرنا تھا۔ اس قصہ سے سارے شکار کرنے والے فوجی' شکرے باز اور سارے افراد بہت حیران ہوئے اور شکار کرنے والے حیوانات کے انوکھے کارناموں میں سے اس کارنامے کو بہت حیران کن پایا۔ قاضی تنوخی نے اس قصے کو فارسی کی نسبت سے یوں درج کیا ہے کہ فارسی نے کہا ہے کہ ہارون بن غریب الحبال اور اس کی فوج مقام حلوان کے آگے قیام پذیر تھے' میں اور چند فوجی سفر کے عالم میں تھے اور راہ میں شکار بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یکا یک ان کے آگے ہرن کا طفل نمودار ہوا تو افراد نے اس کو شکار کرنے کے لئے اپنے ''شکرہ'' کو چھوڑ دیا۔ کتا اور باز کیونکہ اس لمحے ان کے نزدیک نہیں تھے اس بناء پر کسی کتے کو اس کے ہمراہ نہ چھوڑ پائے اس لئے کہ عام طور پر شکوہ اکیلا ہرن یا اس کی طفل کو شکار نہیں کر پاتا لیکن یہ کہ اس کے ہمراہ کوئی شکار کرنے والا کتا بھی موجود ہو۔

اگر شکرہ کے ہمراہ کتا بھی ہوتا تو شکرہ ہرن کے طفل پر حملہ کر کے اس کو زخم لگا دیتا اور اپنے پر اس کے آگے آنکھوں پر پھیلاتا ہے اس لئے کہ وہ تیز رفتاری سے بھاگ نہ سکے اور کتا پیچھے سے آ کر ہرن کے طفل کو گرفت میں لے لیتا۔ آخر کار کتا کے نزدیک نہ ہونے کے باعث ابن الحبال نے محض شکرہ کو ہی ہرن پر چھوڑا تا کہ کتے کی وجہ سے شکار ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ اس لئے بہتر یہ ہی جانا کہ شکرے کو ہرن کے طفل کے پیچھے لگائیں تا کہ وہ اس کو مصروف رکھے اور بھاگنے نہ دے حتیٰ کہ ہم سب ہرن کے طفل کو اپنے تیروں اور گھوڑوں سے پکڑ لیں اور اس کو شکار کر لیں۔ سو شکرہ ہرن کی جانب تیز رفتاری سے پرواز کر گیا اور ہم بھی اس کے عقب میں گئے۔ فارسی نے کہا ہے کہ ان پیچھے جانے والوں میں بھی موجود تھا۔ ہرن کا طفل صحرا کے نشیبی مقام میں تیز رفتاری سے بھاگتا رہا اور جس وقت ارضی ڈھلان کا خاتمہ ہوا تو شکرہ اس کی گردن اور چہرے پر وار کرنے لگا اور اپنی چنگل کو اس میں چبھو دیا مگر ہرن نے اس وار کو سہہ لیا اور مسلسل بھاگے جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ شکرہ نے ارض پر اپنی پکڑ کو مستحکم کرنے کے لئے

اپنی ایک ٹانگ کو ارض کی جانب گرایا تھا۔ آخر کار ہرن کا طفل میدان کی ایک جگہ پر جدھر چند کانٹے دار جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں وہاں ٹھہر گیا اور ایک بڑے کانٹے دار شجر کی جڑ کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ شکرے نے ہرن کے طفل کو دوسرے پنجے سے جس کو اس نے اس کے چہرے اور گردن کے وسط میں چبھویا ہوا تھا' قوت سے کھینچ لیا اور آخر کار ہرن کا گلہ کاٹ کر اس کو گرادیا اور پھر ہم سب ادھر پہنچ گئے اور اس کو نحر کیا اور جو خوشی کی اطلاع دی گئی تھی وہ درست نکلی پھر ابن الجبال اور اس کے ساتھ لوگ کہنے لگے کہ بخدا! اس سے زیادہ ہوشیار شکرہ ہم نے آج سے قبل نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے اس شکرہ کے ساتھ رحم کرتے ہوئے اس کو رہا کر دیا۔

قاضی ابو علی تنوخی نے ایک قصہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھ کو ابو القاسم بصری نے اور ان کو جمدار یہ کے ایک فوجی نے یہ اطلاع دی کہ وہ اپنے ایک سپہ سالار کے ساتھ شکار کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس سپہ سالار کے پاس ایک عقاب موجود تھا جس کی مدد سے وہ شکار کیا کرتا تھا۔ سفر کے دوران اس نے بہت شکار کیا۔ ایک دفعہ عقاب اپنے مالک کے ہاتھوں میں بے چین ہو گیا تو مالک کو اس عقاب سے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اس پر حملہ ہی نہ کر دے اس لئے کہ اگر عقاب کو اس کے عزائم سے روکا جائے تو اکثر اوقات وہ اپنے مالک کو ہلاک کر دیا کرتا ہے۔ سو مالک شخص نے عقاب کو چھوڑا۔ وہ عقاب تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہوا دور چلا گیا اور ایک بے حد ضعیف اور لاغر آدمی پر گر گیا جو اس لمبے کانٹے دار لکڑی کو اپنے گھٹنوں کے بل پر کھینچ کر لے جا رہا تھا۔ عقاب نے اس ضعیف شخص پر حملہ کر دیا اور اپنی چونچ سے نوچ نوچ کر اس کا حشر خراب کیا اور پھر اس کی گردن کو توڑ کر اسے ہلاک کر دیا اور اس کے لہو میں لتھڑ گیا اور اس کا تھوڑا سا گوشت بھی تناول کر لیا۔ عقاب کا مالک' سپہ سالار کے پاس یہ اطلاع لئے پہنچا۔ کمانڈر نے اس سے فوراً دریافت کیا کہ کیا کوئی خاص اطلاع ہے؟ تو وہ بولا جناب! عقاب نے ایک خستہ حال ضعیف انسان کو ہلاک کر دیا ہے جبکہ عقاب کو چھوڑنے سے قبل ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ جنگلی ہرن یا جنگلی بلے کا شکار ہو اور وہ ہماری گفتگو سماعت کر رہا تھا۔ کمانڈر کو لگا کہ وہ ضعیف بھی کوئی ہرن یا جنگلی بلا ہی ہوگا یا کوئی جانور ہو گا مگر وہ یہ نہ جان پایا کہ عقاب نے ایک مومن کو ہلاک کر دیا ہے اس کے بعد کمانڈر کو یقین دلایا گیا۔ کمانڈر کہنے لگا تمہارا بیڑہ غرق ہو' بھی عقاب بھی کسی بشر کو جان سے مار سکتا ہے اور اس کے بعد وہ جائے وقوعہ پر تمام ماجرا دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ سو ہم سب بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ جس وقت ہم ادھر گئے تو بلاشبہ ہم نے ایک ضعیف کو بے جان کیفیت میں پایا۔ کمانڈر اور ہم سب افراد کو اس کا بہت دکھ ہوا اور ہم عقاب کی اس حرکت پر بہت متعجب ہوئے۔

قاضی تنوخی نے اپنی تصنیف میں محمد بن سلیمان کی نسبت سے ایک اور قصے کو بیان کیا ہے۔ محمد بن سلیمان نے کہا ہے کہ میرے سے اکثر شکاریوں نے ذکر کیا ہے کہ میں نے بذات خود بھی شکار میں پیش آنے والے انوکھے قصوں کا بارہا تجربہ کیا ہے مگر ان میں سے سب سے بہترین قصہ یہ ہے کہ کسی آدمی کے پاس ایک باز ہوا کرتا تھا' ایک دفعہ اس کو باز کو شکار کی غرض سے چھوڑ دیا تو اس نے ایک تیتر کو پکڑا ایک پیر سے اس کو قوت سے پکڑ کر اپنی خصلت کے مطابق پاؤں سے چلنا شروع کر دیا اور اس تیتر کو گرفت میں لئے ہوئے اپنے آقا کی راہ دیکھنے لگا تاکہ وہ حسب معمول اس شکار کو نحر کرکے اس کو گوشت تناول کروائیں۔ سو باز کا آقا ابھی دوسرے کونے پر تھا کہ اسی عالم میں باز کو ایک اور تیتر پرواز کرتا ہوا دکھائی دیا تو اس نے اس پہلے تیتر کو پاؤں کی گرفت میں لئے ہوئے ہی

دوسرے تیتر کا شکار کرنے کے لئے پرواز کرنا شروع کر دی اور آخر کار دوسرے تیتر کا بھی شکار کر لیا اور پھر دونوں کو اٹھائے ہوئے ارض پر اتر کر چلنے لگا۔ ہم سب اکٹھے ہوئے اور ہم نے باز کو اس عالم میں دیکھا اور پھر تیتر اس سے لے کر ان کو نحر کیا۔

حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الاذکیاء'' کے اختتام میں اور حافظ ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیر بیماری کا شکار ہوا تو لومڑی کے سوا باقی سارے حیوان اس کی مزاج پرسی کے لئے آئے۔ ایک بھیڑیے نے لومڑی کی شکایت کی۔ شیر کہنے لگا کہ جس وقت وہ آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ بہر حال جس وقت لومڑی کی آمد ہوئی تو شیر کو مطلع کیا گیا تو شیر کو بہت غصہ آیا۔ لومڑی کہنے لگی کہ میں تو آپ لئے دوا ڈھونڈ رہی تھی۔ شیر نے دریافت کیا کہ تم کو کیا چیز ملی؟ لومڑی نے جواب دیا کہ بھیڑیے کی ٹانگ میں ایک دانہ کے جتنی شے ہے جو آپ کے لئے فائدہ مند ہے آپ خود ہی اس کو برآمد کر لیں۔ سو شیر نے اپنے پنجے سے بھیڑیے کی ٹانگ پر وار کیا اور وہ خون میں لتھڑ گیا۔ اسی عالم میں لومڑی ادھر سے چپکے سے نکل گئی۔ سو وہ بھیڑیا لومڑی کے نزدیک سے گزرنے لگا تو اس کی ٹانگ سے لہو جاری تھا۔ لومڑی' بھیڑیے سے بولی۔ اے لال جراب والے! جس وقت تم حکمرانوں کے نزدیک بیٹھو تو دیکھ لیا کرو کہ تیرے سر اور مغز سے کیا شے خارج ہو رہی ہے؟ حافظ ابو نعیم نے کہا ہے کہ امام شعبی اس واقعے کا ذکر کر کے محض مثل دینے کے خواہاں تھے اور لوگوں کو متنبہ کرنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس کا ذکر کرنے کی وجہ زبان پر قابو رکھنے اور اخلاق کو درست کرنے کی نصیحت کرنا ہے۔ (کتاب الاذکیاء وحلیۃ الاولیاء)

اسی کی مثال میں شاعر کہتا ہے کہ

احفظ لسانك لاتقول فتبتلی ان البلاء موكل بالمنطق

''تم اپنی زبان کی نگہبانی کرو اگر تم بات چیت کرو گے تو آفات میں مبتلا ہو جاؤ گے اس لئے کہ آفات عام طور پر بولنے ہی کی بناء پر آیا کرتی ہیں۔''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز میں مرغوں کی مانند تین ٹھونگیں لگانے' کتوں کی مانند بیٹھنے اور لومڑیوں کی مانند تانکا جھانکی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔'' (رواہ احمد)

امام شعبی سے کسی نے دریافت کیا کہ قاضی شریح کو جو ''ادهى من الثعلب و أحيل'' (لومڑی سے زیادہ عیار اور بہانے باز) کہتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟ امام شعبی نے جواب دیا کہ قاضی شریح طاعون کے دور میں نجف کی جانب روانہ ہو گئے۔ جس وقت وہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوا کرتے تو ان کے آگے ایک لومڑی آ جاتی اور ان کی حرکات کو نقل کرتے ہوئے آگے سے گزرا کرتی تھی جس سے قاضی شریح کے دھیان میں ارتکاز پیدا ہو جاتا۔ جس وقت بہت عرصہ گزر گیا تو قاضی شریح نے اپنی قمیص کو اتار کر ایک موٹی لکڑی کو پہنائی اور بازو باہر کو کر دیئے اور اپنی ٹوپی اس کے سر پر دے دی۔ جس وقت لومڑی روز کی طرح آئی اور ویسے ہی کھڑی ہو گئی اور اپنی خصلت کے لحاظ سے امور سرانجام دینے لگی۔ تو قاضی شریح لومڑی کے عقب میں آئے اور یکا یک اس کو گرفت میں لے لیا۔ اس وقوعہ کی بدولت قاضی شریح کے بارے میں یہ مقولہ ''ادهى من الثعلب

واحیل" شہرت رکھتا ہے۔لومڑی اور بلی کے چلانے کی آواز کے لئے "ضغا یضغو ضغوا وضغا" آیا کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ "ضغا الثعلب او السنور یضغو ضغو او ضغاء" (مطلب کہ لومڑی یا بلی چلائی) ایسے ہی ذلیل و مقہور کی آواز کے لئے ان الفاظ کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو منصور عبدالملک بن محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ رأس المومنین وامام المصنفین کا لقب ثعالبی کہلاتا تھا۔ یہ عظیم ادیب اور بہت بہترین کتابوں کے مالک تھے۔ ان کی شہرت یافتہ کتابوں میں سے "ثمار القلوب، فقہ اللغۃ، اور یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر" وغیرہ ہیں۔ ایسے ہی حضرت امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ لومڑی کے چمڑے کی سلائی کرنے سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ علامہ ابو منصور لومڑی کا چمڑہ سیا کرتے تھے اور اس سے ہونے والی کمائی سے ہی اپنی ضروریات کی تکمیل کیا کرتے تھے۔ اس بناء پر اسی جانب منسوب کرتے ہوئے ان کو ثعالبی کا لقب دیا گیا۔ علامہ منصور کی تصنیف "یتیمۃ الدھر" ان کی کتابوں میں سے اعلیٰ اور بہترین ہے۔ اسی تصنیف کے بارے میں ابوالفتح اسکندری نے درج ذیل شاعری کی ہے

ابیات اشعار الیتیمۃ ابکار افکار قدیمۃ

"یتیمۃ الدھر (تصنیف) کے شعری ابیات، پرانے افکار اور نئے نظریوں کے حامل ہیں۔"

ماتو اوعاشت بعدھم فلذاک سمیت الیتیمۃ

"افراد تو فوت ہو گئے مگر یہ ان کے بعد بھی باقی رہی۔ اسی بناء پر اس کا اسم "یتیمۃ" تجویز کیا گیا ہے۔" حضرت امام علامہ منصور ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل شعر ہیں

یاسید ابالمکرمات ارتدی وانتعل العیوق والفرقدا

"اے حکمران! دریا دلی وخیرات اور جودو کرم کا کمبل اوڑھ لے اور ستارہ عیوق وفرقد کے جوتے پہن۔"

مالک لاتجری علی مقتضی مودۃ طال علیھا المدی

"تجھ کو کیا ہوا ہے کہ اس محبت کی حاجات کے لحاظ سے نہیں چلا کرتا جس محبت کا عرصہ آرزو لمبا ہو چکا ہے۔"

ان غبت لم اطلب وھذا سلیمان بن داؤد نبی الھدی

"اگر تو ہم سے پوشیدہ ہو جائے گا تو ہم تجھ کو نہیں ڈھونڈیں گے اور یہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں جو نبی الھدی کہلاتے ہیں یعنی کہ ہدایت کے نبی ہیں۔"

تفقد الطیر علی شغلہ فقال مالی لااری الھدھدا

"جنہوں نے پرندے کو اپنی مصروفیت ہوتے ہوئے بھی ڈھونڈا اور دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے کہ میں "ہدہد" کو نہیں دیکھ پا رہا ہوں۔"

حضرت امام علامہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ شعر کسی طفل کے بارے میں ہیں۔"

فدیت مسافر ارکب الفیافی فاثر فی معاسنہ السفار

''میں فدا ہو جاؤں اس طرح کے سفر کرنے والے پر جو صحرا میں سفر کے لئے جا رہا ہو۔ پس اس کے گیسوؤں پر سفر کی دھول مٹی کے نشان موجود ہیں۔''

فمسك ورد عريه السواقی　　　وعنبر مسك صدغيه الغبار

''لہٰذا مشک اس کے صاف ستھرے گالوں پر موجود ہے اور مشک کا غبار اس کی دونوں کنپٹیوں کا غبار ہے۔''

حضرت امام علامہ منصور ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 429ھ اور ایک اور بیان کے مطابق 430ھ میں ہوا۔

شریعت کا حکم: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق لومڑی کا گوشت حلال کہلاتا ہے۔ ابن صلاح کا کہنا ہے کہ لومڑی کے حلال ہونے کے بارے میں ایک حدیث کا بھی وجود نہیں ہے۔ مگر اس کے حرام ہونے کے بارے میں دو احادیث پاک موجود ہیں۔ مگر ان کی اسناد ضعیف کہلاتی ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عرب کے لوگوں کی خصلت اور عموماً لومڑی کا گوشت تناول کرنے کی وجہ سے لومڑی کے گوشت کو حلال مقرر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ "احل لکم الطیبت" (حلال مقرر کی گئی ہیں تمہارے لئے اعلیٰ اشیاء) کے عموم میں داخل ہے۔ ایسے ہی حضرت امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ عطاء اور قتادہ وغیرہ بھی لومڑی کے گوشت کو حلال مقرر کرتے ہیں۔ علامہ بویطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت اعلیٰ طالب علم امام الحدیث والفقہ حضرت علامہ ابوسعید عثمانی دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لومڑی کو حرام کہا ہے۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق لومڑی کا گوشت تناول کرنا کراہیت والا امر ہے (مکروہ ہے)۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بعض روایتوں میں لومڑی کے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے لومڑی کو درندوں میں گنا ہے۔

ضرب الامثال: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ "أروغ من ثعلب" (وہ لومڑی سے زیادہ مکاری کرنے والا شخص ہے)۔ عربی لوگ اس مثال کا اطلاق ہی دھوکہ باز اور بہانے باز شخص کے لئے بھی کیا کرتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے کہ:

کل خلیل کنت خاللته　　　لاترك الله له واضحة

''ہر احباب جس سے میں نے دوستی کی اللہ پاک اس کو کبھی تنہا نہ کرے۔''

کلهم أروغ من ثعلب　　　وما اشبه الليلة بالبارحه

''سارے افراد لومڑی سے زیادہ مکاری کرنے والے نکلے اور آج کی شب اس سے پہلی شب سے کتنی مشابہت رکھتی ہے۔''

''المجالسة'' میں دینوری تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیا کہ جو آدمی "ربنا الله" (ہمارا رب اللہ پاک ہے) کہہ دے اور اس کے بعد اس پر قائم رہے اور لومڑیوں کی مانند دھوکہ دہی اور عیاری کی کوئی راہ نہ ڈھونڈے تو وہ......الخ۔ اکثر روایتوں میں ''ثعالب'' کی جگہ ''ثعلب'' واحد کا اطلاق ہوا ہے۔ حضرت حسین بن سمرہ سے مروی

ہے کہ ''حضور سراج السالکین، رحمۃ للعلمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نشان ہے کہ جو آدمی مرنے سے بھاگتا ہؤا اس کی مثل اس لومڑی کی طرح ہے جس سے ارض ہر لمحے اپنا ادھار طلب کیا کرتی ہے اور وہ لومڑی بھاگنا شروع کر دیتی ہے اور بھاگتی رہتی ہے حتیٰ کہ جس وقت وہ تھکن کا شکار ہو کر فکر مندی میں ہانپتی ہے تو وہ اپنے ٹھکانے میں گھس جاتی ہے مگر اس کے بعد جس وقت زمین ادھر بھی اپنا ادھار طلب کرتی ہے تو لومڑی باہر نکل کر ایسے بھاگتی اور دوڑا کرتی ہے حتیٰ کہ اس کی گردن ٹوٹ جایا کرتی ہے اور وہ مر جاتی ہے۔'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

1۔ عربی لوگوں کا کہنا ہے کہ۔

"اذل ممن بالت علیه الثعالب" (وہ اس سے بھی زیادہ رسوا ہے جس پر لومڑیوں نے پیشاب کر دیا ہے)۔

2۔ ایسے ہی عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ ''ادهی من ثعلب'' (لومڑی سے زیادہ مکاری کرنے والا)۔

3۔ "اعطش من ثعالة" (لومڑی سے زیادہ پیاس رکھنے والا)۔

حمید بن ثور کہتے ہیں کہ:

ألم تـرمـا بيـنـي و بين ابن عـامـر | مـن الـودقـد بـالـت عليـه الثعـالب

''کیا تم نے میری اور ابن عامر کی محبت کا نظارہ نہیں کیا۔ بے شک لومڑیوں نے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔''

واصبـح صـافـي الـود بيـنـي و بيـنـه | كـان لـم يـكـن والـدهـر فيه عجائب

''اور ہم دونوں کی محبت کا ایسے خاتمہ ہو گیا گویا کہ ہمارے مابین اس سے قبل محبت کا وجود تھا ہی نہیں اور دور میں انوکھی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔''

خواص: 1۔ اگر لومڑی کے سر کو کبوتروں کے پنجرے میں ڈال دیں تو سارے کبوتر دوڑ جائیں گے۔

2۔ لومڑی کے دانت کو اگر کسی ایسے طفل کو باندھ دیں جس کو ''ریح الصبیان'' کی بیماری لاحق ہو گئی ہو تو وہ طفل صحت یاب ہو جائے گا اور سوتے ہوئے اس کو ڈر بھی نہیں لگے گا۔

3۔ لومڑی کا پتہ اگر مجنون یا مرگی کی بیماری میں مبتلا فرد کے ناک میں ڈال دیں تو یہ بیماری ختم ہو جائے گی اور پھر کبھی بھی اس فرد کو لاحق نہیں ہو گی۔

4۔ لومڑی کا گوشت کوڑھ پن اور مالیخولیا کی بیماریوں میں بے حد فائدہ مند ہے۔

5۔ لومڑی کی پگھلی ہوئی چربی کو اگر گنٹھیا کے مرض میں مبتلا افراد کے جوڑوں پر ملیں تو ان کی تکلیف دور ہو جائے گا۔

6۔ لومڑی کے خصیہ کو اگر اطفال کے بدن پر باندھ دیں تو دانت نکلنے کا عمل آسانی سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لومڑی کے سر کی زلفیں اور جلد سرد مزاج افراد کے لئے فائدہ مند ہے۔ ان کو پہن بھی سکتے ہیں اور دھواں بھی دیا جا سکتا ہے۔

7۔ لومڑی کا لہو اگر اطفال کے سر پر مل دیں تو گنج پن ہونے کے باوجود نئے بال نکل آیا کرتے ہیں۔

8۔ اگر کوئی فرد لومڑی کے لہو کو اپنے پاس رکھ لیا کرے تو وہ انسانوں کے مکر و دھوکا دہی سے امان میں رہے گا۔

9۔لومڑی کے پھیپھڑے کو اگر پیس کر نوش کر لیں تو ''ریح الصبیان'' کی بیماری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

10۔لومڑی کے دانت مرگی یا جنون کی بیماری میں مبتلا شخص خود پر باندھ لے تو صحت یاب ہو جائے گا۔ایسے ہی اگر تلی کی تکلیف میں مبتلا شخص لومڑی کی تلی کو اپنے جسم پر باندھے تو تکلیف دور ہو جائے گی۔

11۔ ہرمس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص لومڑی کی کلیجی کو ہاتھ میں پکڑ کر رکھے تو اس کو کتے سے خوف محسوس نہیں ہوگا اور نہ ہی کتے اس شخص پر بھونکیں گے۔

12۔لومڑی کے کان اگر گردن کی کنٹھ مالا پر لگائیں تو فوراً شفا ملتی ہے۔

13۔اگر لومڑی کا عضو تناسل سر پر باندھیں تو سر کا درد ختم ہو جائے گا۔

14۔لومڑی کا پتہ اگر سونے میں ڈال دیں تو سونے کی رنگت پیتل کی مانند ہو جائے گی۔

15۔لومڑی کے خصیہ کو اگر کان کی سوزش پر مل لیں تو سوزش کا خاتمہ ہو جائے گا۔

16۔اگر تلی کے مرض میں مبتلا شخص لومڑی کا کلیجہ پانی میں ڈال کر ایک مثقال جتنا استعمال کرلے تو اس کی تکلیف فوراً ختم ہو جائے گی۔

17۔اگر لومڑی کی چربی ہاتھوں کی تلیوں اور پاؤں کے تلوؤں پر ملیں تو انسان سردی کے خطرے سے محفوظ رہے گا۔

18۔اگر لومڑی کا مغز ''ورس گھاس'' میں ڈال کر سر پر مساج کریں تو سر کی بھوسی' گنج پن کا خاتمہ ہوگا اور بال گرنا بھی رک جائیں گے۔

19۔اگر شب میں ڈرنے والے طفل کے بدن پر لومڑی کی پونچھ باندھیں تو بچے کو ایسے راحت ملے گی جیسے دانت باندھنے سے ملتی ہے۔

20۔لومڑی کا خصیہ سکھا کر پانی میں ڈال کر ایک درہم کے جتنا نوش کر لینے سے قوت جماع اور بھوک وشہوت میں بے حد کثرت پیدا ہوتی ہے۔

21۔لومڑی کی چربی کو کسی شے پر ملیں تو اس مقام پر جدھر بھی پسو ہوں گے' ادھر سے آ کر اس پر اکٹھے ہو جائیں گے۔

22۔لومڑی کی پونچھ کو پتلا پیس لینے کے بعد زعفران کے تیل میں ڈال کر اگر عضو خاص پر پیشاب کے سوراخ میں لگا کر ملیں تو قوت باہ میں بے حد زیادتی ہوگی اور زیادہ دیر تک جماع ہوگا۔

''کتاب الابدان'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر تم کو کہیں سے بھی لومڑی کی چربی ڈھونڈنے کے باوجود نہ مل پائے تو بھیڑیے کی چربی اس کا نعم البدل ہے۔

خوابوں میں تعبیر: خواب میں لومڑی کو دکھائی دینے کو خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ لومڑی کو چھیڑ رہا ہے اور اس سے کھیلنے میں مگن ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ اس طرح کی خاتون سے عقد کرے گا جس سے اس کو بے حد محبت ہوگی اور زوجہ بھی اس سے محبت میں مبتلا ہوگی۔اکثر افراد لومڑی کی تعبیر ایسے دیتے ہیں کہ جس کو خواب

میں لومڑی دکھائی دی اس کا پالا کسی عیار اور دھوکہ باز شخص سے پڑے گا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ لومڑی سے لڑائی کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ اپنے قرض خواہ سے لڑائی کرے گا۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آیا کہ وہ لومڑی کا گوشت تناول کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لومڑی کا گوشت تناول کرنے والے کا حال تناول کرنے کی بناء پر کچھ ضرر ہوگا لیکن وہ دوبارہ سے ٹھیک ہو جائے گا۔

اکثر حضرات لومڑی کے خواب میں نظر آنے کو اس سے تعبیر کرتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے شخص کے پاس حکمران کی جانب سے کوئی عداوت رکھنے والا آئے گا۔

یہودی لوگ لومڑی کے خواب میں نظر آنے کو اس سے تعبیر کرتے ہیں کہ کسی کاہن یا حکیم کی زیارت ہوگی۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی خواب میں لومڑی کو چوم لے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو ایک نیک اور خوبصورت زوجہ ملے گی۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر کوئی اپنے خواب میں لومڑی کو ہلاک کر دیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی نیک شخص کے فرد کو ہلاک کرنے والا ہے۔ ایسے ہی کسی کو اگر خواب میں یہ دکھائی دیا کہ وہ لومڑی کا دودھ نوش کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ مرض سے صحت یابی پائے گا۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ لومڑی سے جھگڑ رہا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اپنے گھر والوں میں قریبی احباب میں سے کسی دوست کے ہمراہ جھگڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الثفا

''الثــفــا'' سے مراد جنگلی بلی ہوا کرتی ہے اور یہ لومڑی سے مشابہت رکھتی ہے اور گھریلو بلی سے بھی مشابہت رکھتی ہے۔ بہت جلد اس کو آگے تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

الثقلان

''الثقلان'' ثقل کا مفہوم بوجھ کہلاتا ہے اس بناء پر جن و بشر کو ''ثقلان'' کہتے ہیں۔ اکثر حضرات نے جن و بشر کو ''ثقلان'' کہنے کی بناء پر ان دونوں کی شرافت و برتری بیان کی ہے اس لئے کہ ہر نیک شخص کو عربی لوگ ''ثقیل'' سے تعبیر دیتے ہیں اکثر افراد اس کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ کیونکہ جن و بشر کوتاہیوں کے وزن تلے دبے ہوتے ہیں اس بناء پر ان کو ''ثقلان'' کہتے ہیں۔

الثلج

''الثلج'' ابن سیدہ کے مطابق عقاب کا چوزہ ''الثلج'' کہلاتا ہے۔

الثنی

''الثنی'' ہر اس حیوان کو ''الثنی'' کہا جاتا ہے جس کے آگے والے کچلی کے دانت ٹوٹ چکے ہوں اور کھروں والے

حیوانات میں تیسرے برس اور ''ناب'' والے حیوانات میں اس کے چھٹے برس میں ہوا کرتا ہے۔ ''الثنی'' کی جمع ''ثنیان'' اور ''ثنایا'' ہوتی ہے۔اس کے علاوہ مادہ کے لئے ''ثنیۃ'' اور جمع کے لئے ''ثنیات'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

الثور

"الثور" بیل کو کہتے ہیں اور ''ابوعجل'' (بچھڑے کا والد) اس کی کنیت کہلاتی ہے۔اس کے علاوہ مادہ کو ''ثورۃ'' اور جمع کو ''ثورۃ'' اور ''ثیران'' کہا جاتا ہے۔حضرت امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''ثیرۃ'' میں (ث کے بعد) واؤ کو یاء سے اس بناء پر بدلا ہے کہ وہ (کسرہ) زیر کے بعد واقع تھا۔(اور یاء ہی کسرہ سے موافقت رکھتا ہے۔نہیں تو واؤ تو ضمہ کا خواہاں ہے)۔

حضرت امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی فرمایا ہے کہ واؤ کو یاء سے متبدل کر دینا عمومی بات ہے۔علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تبدیلی کا سبب "ثورۃ الاقط" (پنیر کا پیس) کی جمع اور جمع ''ثورۃ'' میں تفریق کرنا مراد ہے اس بناء پر اول اس کو ''فعلۃ'' کے بروزن لائے اور اس کے بعد اس کو محرک کیا۔''الثور'' کا مطلب پھاڑنے اور ارض جوتنے کا ہے' اس بناء پر ہی اس کو ''ثور'' کہا جاتا ہے اس لئے کہ بیل ارض کو پھاڑ ا اور جوتا کرتا ہے۔

<u>حیوانات کے مابین ہمدردی اور خلوص:</u> حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ دکھائی دیا کہ دو بیل ایک رسی میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان سے کھیت میں ہل چلایا جا رہا ہے۔جس وقت ان میں سے ایک ٹھہر کر اپنے بدن پر خارش کرنے لگا تو دوسرے نے بھی ایسے کرنا شروع کر دیا۔یہ نظارہ کر کے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اشکبار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اصل میں یہ ہیں دو برادر ان جن کا بھائی چارہ صرف اللہ پاک کے لئے ہے' ان میں ایک جس وقت ٹھہر جاتا ہے تو دوسرا بھی ٹھہر جایا کرتا ہے اور خلوص اسی یگانگت و دوستی سے اپنے بلند مقام تک پہنچاتا ہے۔جو آدمی اپنے برادران کے بارے میں پر خلوص نہیں ہوگا۔بلاشبہ وہ منافقت کرنے والا ہوگا اس کے بعد فرمانے لگے کہ خلوص حاضری وغیر حاضری میں قلب وزبان کے یک جا ہونے کا اسم ہے۔

<u>نفع:</u> حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ پاک نے ارض کو تخلیق کیا تو وہ کشتی کی طرح ڈگمگاہٹ کا شکار تھی۔اللہ پاک نے ارض کے مستحکم رہنے اور قیام کے لئے ایک بے حد قوت مند فرشتے کو تخلیق کیا اور اس کو فرمان دیا کہ وہ ارض کے نیچے جا کر اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے۔فرشتے نے فرمان کی تعمیل میں ارض کو اٹھایا اور اپنا ایک ہاتھ مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی جانب نکال کر دونوں کونوں سے گرفت میں لے کر مضبوطی سے تھام لیا مگر فرشتہ کے پاؤں کو چین نہ مل پایا۔اللہ پاک نے فرشتے کے پاؤں کی مضبوطی کے لئے لال یاقوت کی ایک بڑی چٹان تخلیق کی جس کے درمیان میں سات ہزار سوراخ موجود تھے اور اسی ایک سوراخ سے ایک بڑا سمندر جاری تھا جس کی طوالت اور چوڑائی کا علم اللہ پاک کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ہے۔اس کے بعد اس چٹان کو فرشتے کے دونوں قدموں کے وسط میں چلے جانے کا فرمان دیا۔وہ چٹان فرشتے کے قدموں میں آ گئی۔اس کے بعد اس چٹان میں سکون نہ رہا۔اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کے سکون کے لئے ایک بہت بڑے اور طاقتور بیل کو تخلیق کیا جو چار ہزار آنکھوں اور اتنے ہی ناک' منہ' زبان اور پاؤں وغیرہ رکھتا تھا اور ایک قدم سے دوسرے کا فاصلہ

پانچ سو برس تک چلنے کا تھا۔ اس کے بعد اللہ پاک نے اس بیل کو فرمان دیا کہ وہ اس چٹان کو اپنے عقبی حصے پر اٹھائے۔ سو وہ اس چٹان کے نیچے چلا گیا اور چٹان کو اپنی پشت اور سینگوں پر اٹھایا۔ اس بیل کا اسم "کیوتا" تھا۔ اس کے بعد اس بیل میں چین کا وجود نہ رہا تو اللہ پاک نے اس کے لئے ایک مچھلی تخلیق کی جس کے جسم اور آنکھوں کی روشنی و گہرائی کی وجہ سے بشر اس کی جانب دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ حتیٰ کہ اگر کائنات کے سارے سمندروں کو اس مچھلی کی ایک ناک کے چھید میں ڈالیں تو اس کی مثل اس طرح ہوگی جس طرح کسی لمبے چوڑے اور ویران صحرا میں رائی کا ایک دانہ موجود ہو۔ پس اللہ پاک نے اس مچھلی کو فرمان دیا کہ وہ بیل کو چین مہیا کرے۔ وہ مچھلی "یھموت" کہلاتی ہے۔ اس کے بعد کا قیام پانی میں ہوا۔ اس کے علاوہ پانی کے نیچے ہوا، ہوا کے نیچے پانی اور پھر پانی کے نیچے اندھیرے اور ظلمت ہیں۔ اس کے بعد ان اندھیروں کے بعد انسانوں کے علم کی پہنچ کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ ان کے بعد میں کیا آتا ہے اس کو اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔

(نقلہ القاضی شہاب الدین بن فضل فی کتاب مسالک الابصار فی ممالک الابصار فی الجزء الثالث والعشرین)

دوسرا نفع: حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف میں "کتاب الطہارۃ" میں اور حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "عشرۃ النساء" میں نقل کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل بہشت جس وقت بہشت میں جائیں گے تو ان کے لئے بہشت کے بیل کو نحر کیا جائے گا جو بہشت کی سمتوں میں چرتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ بہشتی افراد مچھلی کے جگر کا وہ مختصر سا ٹکڑا بھی تناول کریں گے جو مچھلی کے جگر کی ایک طرف ہوا کرتا ہے۔ (الحدیث)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ شہید افراد کا جس وقت بہشت میں داخلہ ہوگا تو بہشت کی مچھلی اور بیل ان کے دوپہر کے طعام کے لئے نکل کر آئیں گے اور باہم کھل کود کریں گے حتیٰ کہ جس وقت بہشت کے افراد کو یہ حیوان اچھے لگیں گے تو بیل اپنے سینگوں کی مدد سے مچھلی کو ایسے نحر کرے گا جس طرح کہ بہشتی اس کو نحر کر سکتے تھے۔ اس کے بعد رات کے کھانے کے لئے بھی بیل اور مچھلی یوں ہی آ کر رات کو بہشتی افراد کے سامنے کھیل کود کریں گے اور کھیلتے ہوئے ہی مچھلی اپنی پونچھ سے بیل کو اس طرح نحر کر دے گی جس طرح کہ بہشتی افراد نحر کر سکتے تھے۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں کچھ باتوں کی جانب اشارہ ہے جو غور کے لائق ہیں۔ وہ ایسے کہ جس وقت اس ارض کی پائیداری، قیام اور ہمیشگی ایک مچھلی پر ہے جو تیرنے والا جانور ہے تو گویا کہ اس سے مراد انسانوں کی توجہ اس طرف دلانا ہے کہ یہ عالم فانی ہے اور یہ عارضی قیام گاہ ہے جس کے قلعے نیست و نابود ہونے والے ہیں اور یہ سدا رہنے والا مقام نہیں ہے۔ جس وقت بہشت میں جاتے ہی اس کو نحر کر دیا گیا اور انہوں نے مچھلی کی کلیجی کو تناول کر لیا تو گویا کہ بہشتی دار فانی سے دار القرار کی جانب آ گئے اور اس کی جانب اشارہ کرنے کے لئے پل صراط پر نیلے رنگ کے مینڈھے کو نحر کیا جائے گا تاکہ ان کو علم ہو جائے کہ اب اس کے بعد نہ مرنا ہے اور نہ ختم ہونا اور بیل کیونکہ زراعت کا وسیلہ ہے اور دنیا والوں کے لئے دو قسم کی کھیتیاں ہیں۔ ایک اس دنیا کی کھیتی اور ایک اخروی کھیتی۔ بیل کو نحر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ بہشتی اب زراعت کی محنت سے (بے شک وہ دنیا کی ہو یا اخروی) رہا ہو چکے اور اب اگلے لئے راحت ہی راحت ہے۔

تیسرا نفع: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''باب بدء الخلق'' میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کو بروز قیامت بے نور کر دیا جائے گا۔'' (رواہ بخاری وانفرد)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کو حضرت امام ابوبکر بزاز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ عبداللہ بن داناج رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ خالد بن عبداللہ قشیری کے عہد خلافت میں میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس مسجد مطلب مسجد کوفہ میں ایسے سماعت کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی اوران کے پاس تشریف فرما ہو گئے تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے اس حدیث پاک کو ایسے بیان فرمایا کہ ''حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت آفتاب اور ماہتاب دوزخ میں بیلوں کی صورت میں موجود ہوں گے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ان کا کیا قصور ہے؟ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں تو حدیث پاک کا ذکر کر رہا ہوں اور آپ ''وما ذنبھا'' (ان کا کیا قصور ہے) فرماتے ہیں۔

حضرت امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محض ایسے ہی روایت کیا گیا ہے کہ ''حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ آفتاب اور ماہتاب دوزخ میں خوفناک بیل کی مانند ہوں گے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بروز قیامت آفتاب و ماہتاب کو ڈرے ہوئے بیل کی مانند لایا جائے گا اور نذر آتش کر دیا جائے گا تاکہ جو انسان ان کی بندگی کیا کرتے تھے وہ ان کا نظارہ کر لیں جس طرح ارشاد ربانی ہے کہ ''تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ تعالیٰ پاک کے علاوہ بندگی کیا کرتے تھے (سب) دوزخ کی آگ ہیں۔'' (القرآن)

(راوی الحافظ ابویعلی الموصلی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آفتاب اور ماہتاب دوزخ میں دو ڈرے ہوئے بیل ہوا کریں گے۔ (رواہ ابوداؤد والطیالسی)

''نہایت الغریب'' میں تذکرہ ہے کہ اللہ پاک نے جس وقت آفتاب و ماہتاب کو ''سباحۃ'' (ستاروں کا چلن) کی تعبیر کے وسیلے سے اپنے کلام میں بیان کیا ہے ''كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ'' (ان میں سے ہر کوئی فلک پر تیراکی میں مگن ہے)۔ (القرآن)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس وقت یہ اطلاع دی کہ وہ (مطلب جھوٹے معبود) اوران کی بندگی کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اوران بندگی کرنے والوں کو سدا کے لئے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور وہ خوف کے مارے اس خوفناک بیل کی مانند ہوں گے جن کا خوف ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ (نہایت الغریب)

اس بات کو ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں بیان کیا ہے۔ اکثر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان (جھوٹے معبود) کو اس لئے دوزخ میں جمع کیا جائے گا کہ کائنات میں اللہ پاک کے سوا ان کی بندگی کی گئی تھی اور یہ عذاب ان کے لئے نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ تو بے جان ہیں بلکہ یہ تو محض کفر کرنے والوں کو زیادہ ذلیل کرنے اوران کے چلانے میں کثرت کے لئے کیا جائے گا۔ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ کی بات کی نفی میں فرمایا ہے کہ ''اللہ پاک کی ذات اقدس بلند و برتر ہے۔ اس چیز سے کہ وہ ذات پاک شمس وقمر کو آفت میں ڈالے بلکہ اللہ عزوجل ان دونوں کو بروز قیامت بے نور فرما دیں گے۔ جس وقت شمس وقمر عرش کے نزدیک ہوں گے تو سجدہ ریز ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے اے ہمارے رب! آپ ہماری پیروی اور تابعداری کا علم رکھتے ہیں جو ہم نے آپ کے لئے کی تھی اور آپ کی ذات پاک کو ہماری تیز رفتاری کا علم بھی ہے جو کہ کائنات میں آپ کی ذات پاک کے فرمان کے تابع تھی۔ کفر کے مرتکب ہونے والوں کی بناء پر ہم کو عذاب میں گرفتار نہ کریں۔ سو اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ ہاں تم نے درست کہا ہے۔ میں نے خود پر ضروری کر لیا ہے کہ میں تخلیق کروں اور ہر شے کو اس کی جانب واپس کر دوں گا۔ جس سے اس کو تخلیق کیا جائے گا اور تم دونوں کو بھی اسی شے کی جانب واپس کر دوں گا جس سے میں نے تم کو تخلیق کیا ہے۔ میری ذات پاک نے تم کو اپنے عرش کے نور سے تخلیق کیا ہے۔ تم اس کی طرف چلے جاؤ گے۔ بہرحال وہ پلٹ جائیں گے اور عرش کے نور میں شامل ہو جائیں گے اور اللہ پاک کے اس فرمان کا بھی یہی مفہوم ہے ''وَهُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ'' (وہی ذات پاک ہے جو تخلیق کرتی ہے اور اس کے بعد دوبارہ اس کو لوٹا دیا کرتی ہے)۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرت حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ'' میں تحریر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ایک لال رنگ کا بیل نازل کیا جس سے وہ زراعت کا کام لیا کرتے تھے اور بیل کا پسینہ صاف کرتے تھے۔ اسی جدوجہد کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ؟:

''فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى'' (سورہ طٰہٰ آیت: 117)

(لہٰذا تم کو جنت سے خارج نہ کروا دے اس کے بعد تم اذیت میں پڑو گے)۔

حضرت آدم علیہ السلام کئی دفعہ حضرت حوا علیہا السلام سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری ہی بناء پر ہم یہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ لہٰذا پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بچوں میں سے جو کوئی بھی اس بیل سے مشقت کرواتا تو وہ یہ لازماً کہا کرتا کہ

''حوا دخلت علیه من قبل آدم''

(حضرت آدم علیہ السلام سے قبل ہی حضرت حوا ادھر جا پہنچیں)۔ عرب کے لوگ جس وقت کسی گائے کو گھاٹ پر پانی پلانے کی غرض سے اتارا کرتے اور وہ گائے پانی کے گندہ ہونے یا پھر پیاس کی ضرورت نہ محسوس کرنے کی بناء پر پانی نہ پیا کرتی تو وہ بیل کو پیٹتے تھے جس سے وہ پانی میں داخل ہو جایا کرتا تھا اور بیل کی دیکھا دیکھی گائے بھی پانی میں چلی جاتی۔ عرب کے لوگ یہ اس لئے کیا کرتے تھے کہ عام طور پر گائے بیل کے پیچھے ہی چلی جایا کرتی ہے۔ انس بن مدرکہ نے سلیک بن سلکہ کو ہلاک کرنے کے بعد یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

انی وقتلی سلیکا ثم اعقله　　　　کالثور یضرب لما عافت البقر

''میں اور سلیک کا قتل کیا ہوا اور ان کے دانا افراد اس بیل کی طرح ہیں جس کو اس لمحے پیٹا جائے جس وقت گائے پانی نوش کرنے سے ٹھہر جائے۔''

ضرب الامثال: عربی لوگ کہتے ہیں کہ "الثور یحمی انفه بروقه" (بیل اپنے سینگ سے ناک کا بچاؤ کیا کرتا ہے)۔ یہ مثل حریم (ہروہ شے جس کا بچاؤ کیا جائے) کے بچاؤ اور اس کی نگہبانی پر رضامند کرنے کے لئے استعمال ہوا کرتی ہے۔

سنن نسائی اور سیرۃ ابن ہشام میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس وقت حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ میں گئے تو ان کو اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو بخار لاحق ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جس وقت میں ان کے پاس حاضری دینے گئی تو وہ سارے ایک ہی رہائش گاہ مین قیام پذیر تھے۔ سو میں نے دریافت کیا۔ اے میرے والد محترم! آپ نے شب کس طرح بسر کی؟ لہٰذا وہ فرمانے لگے:

کل امری مصبح فی اهله　　　　والموت ادنی من اشراك نعله

"ہر شخص اپنے گھر والوں میں سویر کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسموں سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں کہنے لگی "انا لله و انا الیه راجعون" اے ابا جان! آپ علالت کی بناء پر متفکر ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے عامر بن فہیرہ سے ان کی حالت کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے:

لقد وجدت الموت قبل ذوقه　　　　والمرء یاتی حتفه من فوقه

"بلاشبہ میں نے مرنے سے قبل ہی اس کا ذائقہ محسوس کر لیا ہے اور انسان کی موت اس کے اوپر سے آیا کرتی ہے۔"

کل امرئ مجاهد بطوقه　　　　کل الثور لحمی انفه بروقه

"ہر شخص اپنی طاقت کے لحاظ سے تدبیر کیا کرتا ہے جیسا کہ بیل اپنے سینگوں سے اپنی ناک کو محفوظ رکھتا ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں کہنے لگی بخدا! یہ کیا بول رہے ہیں کہ اس کو خود بھی نہیں جانتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کی شب کس طرح بسر ہوئی؟ تو وہ کہنے لگے:

الالیت شعری هل ابیتن لیلة　　　　بفخ وحولی اذخرو جلیل

"کاش کہ میں نے "فخ کے مقام" (مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک وادی کا اسم) مین ایک شب بسر کی ہوتی کہ میرے گردونواح مین "اذخر" (خوشبو والی ہری گھاس کا اسم) اور دوسری سبز گھاس ہوا کرتی"۔

وهل اردن یوماً میاه مجنة　　　　وهل یبدون لی شامة وطفیل

"اور کیا ان خواتین نے بازار "مجنة" کا آب میرے لئے منتخب کر لیا؟ اور کیا وہ میرے لئے شامہ وطفیل پہاڑی بن کر ظاہر ہوئیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد میں حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئی اور ان کو اس واقعے سے آگاہ کیا تو حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ پاک ہمارے قلوب میں مدینہ منورہ کی محبت کو اس طرح پیدا فرما دے جس طرح کہ میری اللہ پاک نے مکہ معظمہ کی محبت پیدا فرمائی ہے اور اے اللہ پاک تو ہمارے صاع اور مد (وزن کی پیمائش کرنے کے آلات) میں برکت پیدا فرما اور مدینہ منورہ کے بخار کو جحفہ (ایک مقام کا اسم) کی جانب بھیج دے۔" (الحدیث)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی بات میں لفظ "طوق" کا مفہوم طاقت اور توانائی ہے اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی بات میں "فخ" کا مفہوم مکہ معظمہ کی ایک وادی ہے اور "مجنۃ" مکہ معظمہ کی ڈھلان میں موجود ایک بازار ہے اور "شامہ و طفیل" "سوق مجنہ" کے کنارے بلندی پر موجود دو پہاڑیوں کے اسم ہیں اور حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک میں ذکر ہوا "مہیعہ" "جحفہ" کا ہی دوئم اسم ہے۔

1۔ عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں "ادعی من ثور" (وہ بیل سے بکثرت چرنے والا ہے)۔

2۔ "انما أکلت یوم اکل الثور الابیض" (میں تو اسی روز تناول کر لیا گیا جس روز سفید بیل کو تناول کیا گیا ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میری اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مثل ان تین بیلوں کی مانند ہے جو ایک ہی جھاڑی میں رہائش پذیر تھے اور ان میں سے ایک کا رنگ سفید، دوسرے کا سرخ اور تیسرے کا کالا رنگ تھا اور ان کے ہمراہ اس جھاڑی میں شیر بھی مقیم تھا جو ان کے سلوک، یگانگت اور مل جل کر رہنے کی وجہ سے ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ایک روز شیر کالے بیل سے کہنے لگا کہ سفید بیل کی رنگت کیونکہ دور سے دکھائی دینے والی ہے اس بناء پر یہ شکار کرنے والوں کو اس جھاڑی میں ہماری موجودگی کی خبر دیا کرتا ہے اور میری رنگت تو بس تم دونوں کی رنگت سے مشابہ ہے۔ اگر تم مجھ کو اس سفید بیل کو کھانے کی اجازت دو تو یہ جھاڑی تم ہی دونوں کی ملکیت ہو جائے گی۔ ان دونوں نے شیر کو سفید بیل کھانے کی منظوری دے دی اور کہا کہ تم ہم دونوں کے مابین نہیں آؤ گے۔ شیر نے سفید بیل کو تناول کر لیا۔ سو کچھ عرصے کے بعد شیر لال رنگ کے بیل سے کہنے لگا کہ میری رنگت تو تم سے مشابہت رکھتی ہے پس تم مجھ کو کالا بیل تناول کرنے دو۔ تو لال بیل نے اس کو تناول کرنے کی منظوری دے دی۔ شیر بیل کو تناول کر گیا۔ سو تھوڑے ہی عرصے کے بعد شیر لال رنگت والے بیل سے بولا کہ اب تو میں تم کو لازمی تناول کروں گا۔ لال بیل بولا کہ آپ مجھ کو تین جملے بولنے کی مہلت دیں۔ شیر نے مہلت دے دی۔ لال رنگ کا بیل کہنے لگا کہ "میں تو اسی روز تناول کر لیا گیا تھا جس روز سفید بیل کو تناول کیا گیا تھا۔" یہ جملہ اس نے تین دفعہ دہرایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ ہم لوگ تو اس دن ہی لاغر و رسوا ہو گئے جس یوم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا تھا۔

بیل کی خصوصیات: 1۔ وہ مٹی جس پر بیل نے گائے کے ساتھ جفتی کرنے کے بعد فوری طور پر پیشاب کر دیا ہو اس مٹی کو پکڑ کر عضو تناسل کے سوراخ پر مل لیں تو اس سے قوت باہ میں کثرت ہو گی۔ ایسے ہی جو آدمی سوتے میں پیشاب کرنے کا عادی ہو تو اسے بیل کے مثانہ کو سکھا کر پینے کے بعد سرکہ میں ڈال کر نوش کروائیں تو انشاء اللہ صحت یاب ہو جائے۔ اس کے علاوہ ایسے آدمی کے لئے سرد پانی کو مستعمل کرنا بھی نفع بخش ہے۔

2۔علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیل کی ایک انوکھی خصلت ہوا کرتی ہے کہ اگر وہ تھکن کا شکار ہو کر رک جائے تو اس کے خصیے گرفت میں لے کر دبائیں تو اس میں ایک طرح کی فرحت پیدا ہوتی ہے جس کی بناء پر اس کی رفتار میں روانی آجایا کرتی ہے۔اس کے علاوہ اگر بیل کے کان میں پارہ پھینک دیں تو وہ فوری طور پر مر جائے گا اور اگر اس کے ناک میں گلاب کا عرق ڈال دیں تو وہ فوری طور پر ارض پر گر جائے گا۔اگر بیل کے پیشاب سے لوہے کے اوپر تحریر کریں تو تحریر کیا ہوا صاف اور واضح نظر آئے گا۔

(بیل کی اور بھی کئی خوبیاں ہیں مگر ان کا تذکرہ ''باب الباء'' میں بیان ہو چکا ہے)۔

خوابوں کی تعبیر: بیل کا خواب میں دکھائی دینا بے حد فائدہ مند اور معاشی حالات میں معاون ہوا کرتا ہے اور کبھی بے حد طاقت ور اور معزز ہستی کی علامت ہوا کرتا ہے۔اکثر اوقات بیل کو حسین نوجوان سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لئے کہ بیل کو عربی زبان میں ''الثور'' کہتے ہیں اور ''الثور'' کا مفہوم جوش مارنے کا ہے اور نوجوان کی جوانی کا عالم بھی پر جوش اور پر شباب ہوا کرتا ہے اسی بناء پر اس کو نوجوانوں سے تعبیر دیتے ہیں۔اس کے علاوہ بیل کا خواب میں نظر آنا اکثر برائی اور فتنہ وفساد کی علامت ہوا کرتا ہے۔ایسے ہی اگر کسی کسان کو خوب میں بیل نظر آئے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ بیل کا خواب میں دکھائی دینا اکثر سستی و کاہلی کی علامت بھی ہوا کرتا ہے۔ایسے ہی خواب میں ابلق بیل کا دکھائی دینا خوشی کی علامت اور سیاہ بیل کا نظر آنا بزرگی و نیکی کا اشارہ یا پھر بیماری سے صحت یابی کی نشانی ہے۔

الثول

''الثول'' (مذکر شہد کی مکھی)(ثاء پر زبر اور واؤ پر سکون) یہ لفظ عموماً شہد کی مکھیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔بے شک وہ ایک مکھی ہو یا مکمل چھتہ۔امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ شہد کی مکھی کے لئے کوئی الگ سے واحد لفظ کا اطلاق نہیں ہوا۔اس کے علاوہ یہ مفہوم تو اس شکل میں ہوں گے جس وقت اس کو ثاء پر فتحہ اور واؤ ساکن کے ساتھ ادا کریں اور اگر واؤ پر زبر کا استعمال کیا جائے تو پھر اس کا مفہوم پاگل بکری کا ہوگا جو اپنے جنون کی بناء پر ریوڑ سے تنہا رہا کرتی ہے اور پاگل پہاڑی بکرے کے لئے بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

الثیتل

''الثیتل'' پہاڑی بکرے کو کہتے ہیں۔حدیث پاک میں ذکر ہوا ہے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس فرد نے احرام باندھے ہوئے یا حرم میں پہاڑی بکرے کو شکار کیا تو اس فرد پر ایک گائے کا تاوان (جرمانہ) ادا کرنا واجب ہے۔

باب الجیم

الجاب

شیر اور فربہ گورخر کو "الجاب" کہتے ہیں۔ اس کی جمع جوب آتی ہے۔

الجارف

سانپ کے طفل کو "الجارف" کہتے ہیں۔

الجارحۃ

"الجارحۃ" وہ پرندہ یا درندہ ہوا کرتا ہے کہ جو اپنے آقا کے لئے شکار کیا کرتا ہے۔ "جوارح" اس کی جمع ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (سورہ المائدۃ: آیت 4)

(اور جو شکاری حیوان جس کو شکار پر بھاگنے کی تربیت دو کہ ان کو سکھایا کرتے ہو اس میں سے جو اللہ پاک نے تم کو سکھا دیا)۔

"جارحۃ" کے معنی کمانے والے کے ہیں۔ کیونکہ یہ پرندہ یا درندہ اپنے آقا کے لئے شکار کو کما کر لایا کرتا ہے اس بناء پر اس کا اسم "جارحۃ" تجویز کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ" (سورہ الانعام: آیت: 60) (اور جو بھی کچھ تم دن میں سرانجام دے چکے ہو اس کو سب خبر ہے)۔

الجاموس

"الجاموس" (بھینس) یہ واحد ہے اور "الجوامیس" اس کی جمع ہوتی ہے۔ یہ فارسی زبان کا ایک لفظ ہے مگر عربی میں بہت زیادہ اس کا استعمال ہونے لگا ہے۔ یہ قوت مند اور توانا بدن والا حیوان ہے مگر اللہ پاک کی خلقت میں ساروں سے زیادہ ڈرپوک حیوان ہے۔ اگر اس کو مچھر بھی کاٹ لے تو پانی میں جانے کی کاوش کرتی ہے۔ جبکہ شیر بھی اسے دیکھ کر خوف میں مبتلا ہو جایا کرتا ہے۔

بھینس اپنے آقا کے اشارہ سے بھی واقف ہوتی ہے۔ جس وقت اس کا آقا اس کو مخاطب کرتا ہے اے فلانۃ اے فلانۃ تو

یہ اس کی آواز سماعت کر کے فوری طور پر اس کے پاس چلی جایا کرتی ہے۔ یہ اس کے نیک اور ذہین ہونے کی علامت ہے۔ بھینس کو اپنی جگہ سے بہت زیادہ انسیت ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اپنی اور اولاد کی خاطر ساری ساری شب نہیں سوتی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت بھینسوں کی ایک بڑی تعداد جنگل میں ایک گول دائرے کی صورت میں اکٹھی ہوتی ہے تو ان سب کی پیٹھ ایک دوسرے کی پیٹھ کی طرف رہتی ہے اور وسط میں طفل اور چرواہے کھڑے رہا کرتے ہیں اس طرح لگتا ہے گویا کہ چاردیواری میں گھرا ہوا بہت ہی حفاظت میں رہنے والا شہر ہے۔

سو جس وقت بھینسا (مذکر) دوسرے بھینسے سے لڑتے ہوئے ہار جائے تو وہ (شرم کی بناء پر) اشجار کی قطاروں میں گھس جاتا ہے اور ادھر ہی رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو علم ہو جائے کہ وہ قوت مند ہے تو ادھر سے نکل کرنئی طاقت و ولولے کے ہمراہ میدان میں آتا ہے اور اپنے مقابل پر حملہ کر دیتا ہے اور اس کو اس لمحے تک نہیں چھوڑا کرتا حتیٰ کہ اس پر غلبہ حاصل کر لے۔

شریعت کا حکم: بھینس کا گوشت بھی گائے کے گوشت کی مانند حلال ہوا کرتا ہے۔

خواص: 1۔ اگر بھینس کی کھال کا دھواں گھر میں دیا جائے تو گھر کے سارے پسو ختم ہو جایا کرتے ہیں اور بھینس کا گوشت تناول کرنے سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں۔

2۔ اگر بھینس کی چربی کو اندرانی نمک میں ڈال کر کھجلی زدہ کے جسم پر یا داغوں والے چہرے پر ملیں تو کھجلی اور داغوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اگر برص کا مریض شخص ملے تو اس کو جلدی برص سے چھٹکارا مل جائے گا۔

3۔ حضرت امام ابن زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ارسطاطالیس کی نسبت سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی بھینس کے دماغ میں موجود کیڑے کو اپنے پاس رکھا کرے تو پھر اس کو نیند نہیں آیا کرے گی۔

تعبیر: بھینس کا خواب میں نظر آنا اس طرح کے قوت مند شخص کی نشانی ہے جو اپنی قوت سے زیادہ تکلیفوں کو سہنے کی قوت رکھتا ہے۔ اگر کسی خاتون کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس کو بھینس کے سینگ لگ گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خاتون کسی شہنشاہ سے عقد کرے گی۔ (واللہ اعلم)

الجان

''الجان'' سفید رنگت والا ایک مختصر سا' سانپ ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ''الجان'' کا ذکر: ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا (سورۃ النمل' آیت:10)

(پھر جس وقت اس کو دیکھا کہ وہ سانپ کی مانند چل رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر دوڑا)۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى o قَالَ هِيَ عَصَايَ ج اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى o قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى o فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى o (سورۃ طٰہٰ' آیت 17 تا 20)

(اور اے موسیٰ! تیرے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے تو کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگایا کرتا ہوں اور اس کی مدد سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑا کرتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی فوائد ہیں۔ فرمایا: اے موسیٰ! اس کو ڈال دو اس کے بعد اس کو ڈالا تو وہ اسی لمحے بھاگتا ہوا سانپ بن گیا)۔

ایسے ہی ایک جگہ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ" (سورۃ الشعراء' آیت 32)

(پھر اس نے اپنے عصا کو ڈالا سو اسی لمحے وہ صاف اژدھا بن گیا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا پیلے رنگ کے سانپ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ان آیات مبارکہ کی مطابقت ایسے ہو سکتی ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو ڈال دیا حتیٰ کہ وہ سانپ میں بدل گیا۔ شاید یہ سانپ آغاز میں دبلا اور مختصر ہو مگر پھر بعد میں فربہ اور لمبا ہو گیا ہو۔ یا پھر یہ کہ سانپ تو بڑا اژدھا ہی تھا مگر اس کو "الجان" ہلکا اس بناء پر کہا کہ یہ بہت بڑا اژدھا سرعت (تیزی) کے لحاظ سے چھوٹے سانپ کے مشابہ ہو۔ اس لئے کہ بڑے اژدھے سرعت سے نہیں چل پاتے مگر یہ بہت ہی سرعت سے چلا کرتا تھا۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو تین خصوصیات عطا کی تھیں۔

1۔ حیۃ' 2۔ جان' 3۔ ثعبان۔

مطلب کہ وہ عصا حریفوں کے لئے "حیۃ" (سانپ) تھا اور موٹا ہونے کے لحاظ سے "ثعبان" (اژدھا) تھا اور حرکات و تیزی کی بناء پر "جان" (کمزور' دبلا پتلا سانپ) ہوا کرتا تھا۔

فرقد السنجی کہتے ہیں کہ اس سانپ کے دونوں جبڑوں کے مابین چالیس گز کے جتنا فاصلہ ہوا کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ارض پر ڈال دیا تو وہ پیلے اور لال رنگ کے سانپ میں بدل گیا۔ اس سانپ کا دھن کھلا تھا اور اس کے دونوں جبڑوں کے مابین اسی گز کی مسافت تھی اور یہ ارض سے ایک میل کی دوری پر اپنی پونچھ کے سہارے کھڑا تھا۔

اس کے علاوہ اس کا نیچے والا لب ارض پر پڑا ہوا تھا اور اوپر والا لب فرعون کے محل کی دیوار کے اوپر تھا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارک کو ارض پر ڈالا تو وہ فوری طور پر اژدھا میں بدل گیا اور اس نے انسانوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔ اکثر روایتوں میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ سانپ نے فرعون پر حملہ کیا جس کی بناء پر فرعون شاہی تخت سے اٹھ کر دوڑنے لگا اور اس سانپ کے خوف کی بناء پر پندرہ ہزار لوگ ادھر ہی موت کا شکار ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کے بارے میں اللہ پاک کو جواب میں یہ کہا تھا۔ 1۔ میں اس پر ٹیک لگایا کرتا ہوں' 2۔ اس کی مدد سے بکریوں پر پتوں کو جھاڑا کرتا ہوں' 3۔ "وَلِیَ مَاٰرِبُ اُخْرٰی" اور اس عصاء کی مدد سے میں اور بھی کئی کام سرانجام دیتا ہوں۔ مثال کے طور پر کندھے کے اوپر رکھ کر اپنے ساز و سامان (اشیائے خورد و نوش کو آویزاں

کرنا یا جان لیوا حیوانات کو مارنا وغیرہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصاء سے کئی کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جان لیوا حیوانات سے بچاؤ کرتے تھے اور اگر کوئی حریف آگے آتا تو عصاء سے مدد لیتے اور اگر کنویں سے پانی نکالنے کی حاجت ہوتی تو بھی عصاء کا استعمال کرتے تھے۔ نیز اگر آپ علیہ السلام پھل تناول کرنے کے خواہاں ہوتے تو عصاء کو زمین میں گاڑھتے تو فوری طور پر اس سے ٹہنیاں پھوٹتیں اور پھر وہ عصاء پھل دیا کرتا۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شب میں روشنی بھی عصاء کی مدد سے لیتے تھے۔

''باب التاء'' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء مبارکہ کے بارے میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔

الجبهة

''الجبهة'' گھوڑے کو کہتے ہیں۔

حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں گھوڑے کا ذکر:

''والمراد بقوله صلى الله عليه وسلم ليس في الجبهة ولا في النخة ولا في الكسعة صدقة''

(حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں اور زراعت کے بیلوں میں صدقہ (زکوٰۃ) واجب نہیں ہے)۔

گھوڑے کو ''الــجبهة'' اس بناء پر کہتے ہیں کہ ''جبهة'' کے مفہوم اعلیٰ اور زبردست شے کے ہیں۔ اس لئے کہ گھوڑا سارے چار ٹانگوں والے مویشیوں میں زبردست اور اعلیٰ حیوان ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ''الجبهة'' کہتے ہیں۔ جس طرح کہ ملت کے سردار کے لئے ''جبهة القوم'' کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ''النخة'' نسبت رکھتا ہے۔ ''النخ'' سے جس کے مفہوم تیز ہنکانے کے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ''الكسعة'' کی نسبت ''كسع'' سے ہے جو کام سرانجام دینے والے بیل یا گدھے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ امام زمخشری وغیرہ نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

الجثلة

''الجثلة'' سیاہ چیونٹی کو کہتے ہیں۔ بہت جلد انشاء اللہ ''باب النون'' میں ''النملة'' کے موضوع میں اسے مفصل بیان کیا جائے گا۔''

الجحل

''الجحل'' (اول جیم اور س کے بعد حاء) یہ گرگٹ کہلاتا ہے۔ اکثر حضرات نے کہا ہے کہ ''الجحل'' کا مطلب بڑی عمر کی ضعیف گوہ ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''الجحل'' کا مطلب شہد کی مکھیوں کا شہنشاہ کہا ہے جو کہ ٹڈی کے مساوی ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جس وقت اس کے پر گرا کرتے ہیں تو اس کے بعد آپس میں نہیں ملا کرتے۔ ''حجول'' اور ''حجلان'' اس کی جمع

ہوتی ہے۔

الجحمرش

"الجحمرش" (دودھ پلانے والی مادہ خرگوش بانجھ خاتون) "الجحمرش" کا اطلاق کئی معنوں میں ہوا کرتا ہے اس کا مطلب دودھ پلانے والی مادہ خرگوش اور بانجھ خاتون ہے۔ "حجامر" اس کی جمع ہے اور "جمیر" اس کی تصغیر آیا کرتی ہے۔

الجحش

"الجحش" گھریلو جنگلی کے گدھے کا طفل۔ "الجحش" کا مفہوم گدھے کے چھوٹے طفل کا ہے بے شک وہ جنگلی گدھے کے اطفال ہوں یا گھریلو گدھے کے۔ "حجاش" اور "جحشان" اس کی جمع ہوتی ہے اور "جحشۃ" اس کی مؤنث کہلاتی ہے۔

اکثر علماء کرام کے مطابق بچھڑا بھی "الجحش" کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ بنو ھذیل کی فرہنگ میں ہرن کے طفل کو بھی "الجحش" کہتے ہیں۔

مثالیں: عرب کے لوگ "جحیش وحدہ" اس طرح کے فرد کے لئے استعمال کرتے ہیں جو اپنی بات پر سختی سے عمل درآمد کرنے والا ہو۔ صاحب الرائے اور دانا ہو۔ ایسے ہی عرب کے لوگ احمقوں کے لئے "عییر وحدہ" کے کلمات کا اطلاق کرتے ہیں مطلب فلاں آدمی گدھا مطلب احمق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم لوگوں میں سے صاحب الرائے اور دانا تھے اور شریعت کے کاموں میں ان کے قول کو قبولیت بخشی جاتی تھی۔

دار قطنی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا اسم "برۃ" تھا۔ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہارے والد مومن ہوا کرتے تو میں ان کا کوئی بہتر اسم تجویز کرتا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا اسم اس سے قبل جحش ہوا کرتا تھا۔

الجخدب

"الجخدب" (جیم پر پیش اور خاء ساکن اور دال میں زبر موجود ہے)۔ "جخادب" اس کی جمع ہوتی ہے۔ یہ ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جو کہ ٹڈی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی طویل ٹانگیں اور رنگت ہری ہوا کرتی ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق یہ پرندہ چھپکلی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کو "ابو جخادب" بھی کہتے ہیں۔

الجدجد

"الجدجد" حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ یہ ایک طرز کا پرندہ ہوا کرتا ہے جو ٹڈی سے مشابہت رکھتا ہے۔ "الجداجد" اس کی جمع ہوتی ہے۔ میدانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "الجدجد" شیر کی ایک طرز ہے جو شب کے آغاز

سے سویر تک چنگھاڑتا اور چلاتا رہتا ہے۔ جس وقت اس کو ڈھونڈا جائے تو دکھائی نہیں دیتا۔ حدیث پاک میں بیان ہے کہ اگر ''جدجد'' وضو کے اب میں گر کر ہلاک ہو جائے تو وہ آب پاکیزہ ہے اور اس آب سے وضو کرنا جائز ہے۔

وضاحت: ''وضوء'' (واؤ میں زبر کے ہمراہ) وہ آب ہے جس سے وضو کیا جائے اور اگر لفظ ''وضوء'' (واؤ اور ضاد پر پیش کے ہمراہ) ہو تو اس کا مطلب کام وضو ہے۔ بہت جلد انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں ''جدجد'' کے بارے میں مفصل بیان تحریر ہوگا۔

الجدایة

''الجدایة'' (جیم کے کسرہ اور فتحہ کے ہمراہ) ہرن کے بچوں کو کہتے ہیں۔ جس وقت ان کی حیات چھ یا سات برس ہو جائے بے شک وہ ہرن کا مذکر بچہ ہو یا مؤنث مگر اکثر علماء کرام نے ''الجدایة'' کے کلمات کا اطلاق بطور خاص ہرن کے مذکر طفل کے لئے کیا ہے۔ امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ ''الجدایة'' ہرن کا طفل بکری کے ایک برس سے کم حیات والے طفل (عناق) کی مانند ہے۔

سنن ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو صفوان بن امیہ نے دودھ، ہرن کا طفل اور کھیرا دے کر حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ سو میں خدمت اقدس میں پیش ہوا مگر مجھے سلام عرض کرنا یاد نہ رہا۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ واپس جاؤ اور ''السلام علیکم'' بولو۔ یہ ماجرا حضرت صفوان بن امیہ کے قبول اسلام کے بعد رونما ہوا۔ (رواہ ابی داؤد والترمذی)

''الضغابیس'' کھیرے اور ککڑی کو کہتے ہیں اور ''الجدایة'' کا مفہوم ہرن کے چھوٹے چھوٹے اطفال ہیں بے شک وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔

الجدی

''الجدی'' بکری کے مذکر طفل کو ''الجدی'' کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تین اطفال کے لئے ''ثلاثۃ اجد'' اور زیادہ تعداد کے لئے ''الجداء'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

ابوداؤد میں ذکر کیا گیا ہے کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے تو حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کے وسط سے ایک بکری کے طفل کا گزر ہوا۔ حضور مکی مدنی سرکار سراپا قرار بی بی آمنہ کے لال رسول بے مثال صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گرفت میں لے کر دور کر دیا۔

طبرانی اور البزار میں تذکرہ ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ میں ایک طفل تھا جس کو اس کی والدہ دودھ پلا کر اس کی بھوک مٹاتی اور تربیت کیا کرتی تھی۔ ایک روز وہ طفل اپنی والدہ سے الگ ہوگیا تو پھر ساری بکریوں نے اس کو دودھ پلوایا مگر اس کا پیٹ نہ بھرا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مثل اس ملت کی ہے جو تم لوگوں کے بعد آئے گی۔ اس ملت کے ہر فرد کے پاس اتنی دولت ہوگی کہ وہ ایک مکمل خاندان اور ایک گروہ کے لئے بہت ہوگی۔ مگر پھر بھی وہ یہی بولے گا کہ یہ میرے لئے زیادہ نہیں۔ (رواہ الطبرانی والبزار باسناد حسن)

''صفوۃ الصفوۃ'' میں تذکرہ ہے کہ حضرت مجاہد سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرات کے نزدیک ایک بکری کا طفل بھی مرے تو میں خوفزدہ ہوں کہ بروز قیامت اللہ پاک میرے سے اس کو طلب نہ کریں۔

''الطف'' کوفہ کے نزدیک ایک مقام کا اسم ہے مگر نہر فرات کے نزدیک ہونے کی بناء پر اس کی جانب نسبت کردی گئی ہے۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں ''تغد بالجدی قبل ان یتعشی بک'' (بکری کا طفل شام کے اوقات میں استعمال کرنے سے قبل صبح کے کھانے میں استعمال کر کے دیکھو)۔

عرب لوگوں کے یہ کلمات کسی کو احتیاط کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے بولتے ہیں۔

خصوصیات: بکری کے طفل کا گوشت ٹھنڈے مزاج، اور خشکی لئے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زود ہضم ہوا کرتا ہے اور لال رنگت والا بکری کے طفل کا گوشت جلد ہضم ہو جانے والا ہوا کرتا ہے اور زبردست خوراک کا کام دیا کرتا ہے۔ مگر بکری کے طفل کا گوشت قولنج کی بیماری میں مبتلا شخص کے لئے باعث ضرر ہے لیکن اگر اس کو تناول کرنے کے بعد شہد نوش کریں تو پھر اس گوشت کے ضرر والے اثرات کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ بکری کے فربہ طفل کا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے اور ضرر والا ہوا کرتا ہے۔ اجتماعی طور پر بکری کا گوشت اس طرح کے شخص کے لئے بہت فائدہ مند ہے جس کو پھوڑے اور پھنسیاں وغیرہ نکلتے ہوں۔ سردیوں کے موسم میں بکری کے طفل کا گوشت ضرر پہنچاتا ہے اور گرمی کے موسم میں فائدہ مند ہوا کرتا ہے اور باقی موسموں میں یہ معتدل اثرات لئے ہوتا ہے۔

خواب کی تعبیر: بکری کے طفل کا خواب میں دکھائی دینا خوشی کی اطلاع ہے۔ جو آدمی بکری کے نحر کیے ہوئے طفل کو خواب میں دیکھے تو یہ اس کے بچے کے انتقال کی علامت ہے۔ بے شک وہ بیٹا ہو یا بیٹی اور اگر خواب میں بکرے کے طفل کا بھنا ہوا گوشت تناول کرتے نظر آئے تو یہ بیٹے کے انتقال کی علامت ہے۔ اگر کوئی فرد خواب میں دیکھے کہ اس نے بکری کے طفل کے پائے تناول کیے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو آفت سے چھٹکارا ملے گا اور اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ بکری کے طفل کے بائیں پسلی تناول کر رہا ہے تو یہ دکھ درد کی علامت ہے اور اگر دکھائی دے کہ وہ خواب میں بکری کے طفل کا آگے والا حصہ تناول کر رہا ہے تو یہ خواتین اور لڑکیوں کی جانب اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ اگر بکری کا عقبی حصہ تناول کرتے ہوئے دکھائی

دے تو یہ آدمیوں کی جانب اشارہ ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی فرد خواب میں دیکھے کہ وہ بکری کے طفل کی بھنی ہوئی ران تناول کر رہا ہے اور وہ نرم ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ آدمی اس خاتون کو فریب دے رہا ہے جو اس پر احسان کرنے والی ہے اور اگر ٹانگ سخت ہے تو یہ غیبت اور چغل خوری کی نشانی ہے۔

اس کو ''باب الخاء'' میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

الاجدل

''الاجدل'' شکرے کو کہتے ہیں جو کہ باز کی ہی ایک طرز ہوا کرتی ہے۔ لغوی لحاظ سے ''الاجدل'' سخت اور شدید کے مفہوم میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ اس کو ''اجدل'' ''اجدلی'' کے وزن پر ''اعجم'' اور ''اعجمی'' بھی پڑھتے ہیں۔ اکثر علما کرام کے مطابق یہ غیر منصرف ہے۔

ضرب المثل: عرب لوگ کہا کرتے ہیں: ''بیض القطایحضنه الاجدال'' (شکرا چیل کے انڈے کو سیا کرتا ہے) عربی یہ مثل اس وقت استعمال کرتے ہیں جس وقت کوئی معزز و نیک شخص کسی کمینے شخص کو اپنا مرجع منتخب کر لے۔

الجذاع

''الجذع'' (جیم اور ذال پر زبر ہے) بھیڑ کا طفل جو ایک برس کا ہو جائے اس کو ''جذع'' کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کرام (مراد شافعیہ) کے مطابق یہ بات زیادہ درست ہے اور لغت دانوں کے یہاں بھی اس کو شہرت حاصل ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق بھیڑ کے چھ ماہ کے طفل کو ''جذع'' کہا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام سات مہینے اور اکثر آٹھ یا دس مہینے کے بھیڑ کے طفل کو ''جذع'' کہتے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ طفل کے ماں باپ (مذکر بھیڑ اور مؤنث بھیڑ) کو دیکھا جائے گا اگر وہ دونوں کم عمر اور موٹے ہوں تو چھ ماہ کے طفل کو ''جذع'' میں شامل کیا جائے گا اور اگر اس کے ماں باپ دبلے ہوں تو آٹھ مہینے کے طفل کو ''جذع'' کہیں گے مگر قاضی عیاض کا یہ بیان غریب ہے۔

اکثر جانوروں کے ماہر حضرات نے کہا ہے کہ ''جذع'' بھیڑ کا وہ طفل ہے جس کی پشت (کمر) پر اون وغیرہ جمی ہو اور بکریوں کے اطفال میں ''جذع'' دو برس کے طفل کو کہتے ہیں مگر درست بات یہ ہے کہ بکری کے ایک برس کے طفل کو بھی ''جذعہ'' کہتے ہیں۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''جذع'' اس طرح کے طفل کو کہتے ہیں جس کی عمر دو برس سے کم ہو۔ ''جذعان'' اور ''اجذاع'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ اس کی مؤنث ''جذعۃ'' اور جمع ''جذعات'' آیا کرتی ہے۔

بکری کا وہ طفل جو دوسرے برس میں ہو اور بھیڑ یا دنبے کا وہ طفل جو تیسرے برس میں ہو اور اونٹ کا وہ طفل جو کہ پانچویں برس میں ہو ان ساروں کے لئے ''جذع'' کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ الغرض یہ کہ اونٹ' بکری' بھیڑ وغیرہ کے اطفال کی ایک

مخصوص عمر ہونے پر ان کے لئے ''جذع'' کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں جوانی کے عالم میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کو چراتا تھا۔ ایک روز حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری ہوئی اور وہ مشرک افراد سے بچاؤ کر کے آئے تھے۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے دریافت کیا کہ اے لڑکے! کیا تمہارے پاس ہمارے لئے دودھ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں تو نگرانی کرنے والا ہوں یہ بکریاں میری ملکیت نہیں ہیں اس بناء پر میں ان کا دودھ آپ کو نہیں دے سکتا۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا کوئی اس طرح کی بکری موجود ہے جس کے ساتھ ابھی جفتی نہ کرائی گئی ہو۔ میں نے جواب دیا' جی ہے۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ وہ بکری لے کر آؤ۔ سو میں اس بکری کو لے کر آیا۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کا دودھ دینے کی نیت سے اس کی ٹانگوں کو باندھ دیا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ مبارک پھیر کر دعا فرمانے لگے اور پھر بکری کے تھنوں میں دودھ پیدا ہونے لگا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک بڑا برتن لے آئے جس میں حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش کیا اور ان کے بعد میں نے دودھ نوش کیا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنوں کو فرمان دیا کہ وہ پہلی کیفیت میں واپس آ جائیں سو تھن اپنے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کا نظارہ کر کے میں حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا اور گزارش کی کہ مجھ کو بھی اس طرح کا علم سکھا دیں۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو سیکھے سکھائے ہوئے ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پھر میں نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھ لیں جن میں میرا کوئی ثانی نہیں۔ (الحدیث)

''حدیث البعث'' میں ورقہ بن نوفل کے اس قول کا ذکر ہوا ہے کہ ''قال یالیتنی فیھا جذعا''۔

(اے کاش کہ میں کی بعثت کے زمانے میں جوان ہوتا تو ان کی مدد کرتا)۔

''جذعا'' اوپر بیان ہوئے جملہ میں حال کے سبب پر منصوب ہے اور ''فیھا'' میں جو ضمیر موجود ہے وہ ذوالحال ہے۔

اکثر علماء کرام ''فیھا'' سے پہلے ''کان'' کو فعل محذوف مانتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ ''کان'' افعال ناقصہ میں سے ہے جسے محذوف نہیں تسلیم کیا جاتا۔ لیکن اگر کسی حرفی قرینہ کا وجود ہو تو اس شکل میں محذوف تسلیم کرنا درست ہے۔ جس طرح کہ ''ان خیرا فخیر وان شرا فشرا'' اس جملہ میں لفظ ''ان'' مشروط ہے اور یہ اس قول پر استدلال ہے کہ ادھر کوئی فعل محذوف ہے اس لئے کہ ''ان'' کا مشروط فعل پر داخلہ ہے نہ کہ اسم پر مگر ادھر لفظ ''ان'' پر داخل ہے تو اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ

ادھر کوئی نہ کوئی فعل محذوف ہے۔

ابوعمر بن عبدالبر نے ''تمہید'' میں بطریق صحیح روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی شخص نے حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شجرہ طوبیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک شام میں ایک شجر ہوا کرتا ہے جس کو جوزۃ (اخروٹ کا شجر) کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شجر کے خواص بیان فرمائے۔ پھر اعرابی شخص نے اس شجر کی جڑ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر تم اونٹ پر بیٹھ کر اس شجر کے گردونواح میں چکر لگانے کی خواہش کرو گے تو نہیں لگا پاؤ گے اور نوجوان اونٹ بھی تھکن کا شکار ہو کر اپنا سانس توڑ دے گا۔

''التعریف والا علام'' میں حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ کیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ کی جڑ بہشت میں حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محل مبارک میں اور اس کی ساری شاخیں بہشتیوں کے گھروں میں ہوں گی۔ جیسے کہ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و بابرکات سے علم وایمان کے چراغ پورے عالم میں روشن ہوئے اور ''شجر طوبیٰ'' اخروٹ کے شجر سے مشابہت رکھتا ہے۔

الجراد

''الجراد'' بے حد شہرت کا حامل پرندہ (ٹڈی) ہوا کرتا ہے۔ ''جرادۃ'' اس کا واحد ہے اس کے علاوہ اس میں نر اور مادہ کے لیے بھی ''جرادۃ'' کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں ''تا'' واحد کے لئے ہے جس طرح ''نملتہ'' اور ''حمامتہ'' نر و مادہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لغت دانوں کے مطابق ''جرادۃ'' اسم جنس کہلاتا ہے اور یہ ''جرد'' سے بنایا گیا ہے جو کہ چمک دار اور ضائع' بے کار کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح ''ثوب جرد'' (چمکیلا یا پرانا کپڑا) لغت دانوں نے کہا ہے کہ جنسوں کے ناموں میں اشتقاق بہت تھوڑا ہوا کرتا ہے۔

ٹڈیوں کی دو اقسام ہوتی ہیں:

1۔ بری 2۔ بحری۔

مگر ادھر بری ٹڈی پر مباحثہ کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے کہ: ''یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝'' (جس روز افراد کو قبور سے نکالا جائے گا تو وہ اس طرح معلوم ہوں گے جس طرح ٹڈیوں کی فوج جو چاروں اطراف پھیلی ہوئی ہو) مطلب اس روز ہر جانب بشر ہی بشر پائے جائیں گے۔ اسی کیفیت کو اللہ پاک نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ:

''يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ'' (القارعۃ)

(اس روز سارے بشر ایسے ہوں گے جس طرح کہ بچھائے ہوئے بچھونے (بستر)۔

ان دونوں آیات مبارکہ میں مطابقت ایسے ہو سکتی ہے کہ قبور سے فوری طور پر اٹھنے کے بعد "کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" ہوں گے اور اس کے بعد جس وقت وہ حشر کے میدان میں جمع کئے جائیں گے تو "کَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ" کی کیفیت میں ہوں گے۔

مذکر "جرادۃ" کو ابو عوف اور مؤنث کو "ام عوف" کہتے ہیں۔ ابو عطا سندی کہتے ہیں کہ:

وما صفراء تكنى ام عوف   كان رجلتيها منجلان

"مؤنث ٹڈی کی کیفیت ام عوف ہوتی ہے گویا کہ اس کے دونوں پاؤں نمایاں ہیں"۔

ٹڈی کی مختلف اقسام ہوا کرتی ہیں۔ اکثر بڑی ہوتی ہیں اور اکثر چھوٹی اور اکثر لال رنگ کی ہوا کرتی ہیں۔ جبکہ اکثر کا رنگ پیلا اور اکثر کا رنگ سفید ہوا کرتا ہے۔

مسلمہ بن عبد الملک بن مروان کو "جرادۃ الصفراء" کے لقب سے شہرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ مسلمہ بن عبد الملک بن مروان شجاعت مند شخص تھے۔ مسلمہ بن عبد الملک کو بہت دفعہ آرمینیا اور آذربائیجان کا گورنر منتخب کیا گیا۔ مسلمہ بن عبد الملک نے اپنے برادر سلیمان کے عہد خلافت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ سنن ابی داؤد میں تذکرہ ہوا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسلمہ بن عبد الملک بن مروان کا انتقال 121ھ میں ہوا۔

فائدے: 1۔ مسلمہ بن عبد الملک بن مروان اپنی فوج و لشکر کے ساتھ جس وقت مقام عموریہ میں داخل ہوئے تو ان کے سینہ میں تکلیف ہوگئی وہ جنگ میں شراکت نہیں کر پائے۔ عموریہ کے لوگوں نے مومنوں سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے سپہ سالار میدان جنگ میں کیوں نہیں آئے؟ مومنوں نے جواب میں بتلا دیا کہ ان کے سینے میں بہت تکلیف ہے اس بناء پر وہ جنگ میں شرکت نہیں کر سکتے۔ سو عموریہ کے لوگوں نے مومنوں کو ایک لبادہ دیا کہ اس کو اپنے سپہ سالار کو پہننے کے لئے دو تو پھر ان کے سینہ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ سو مومنوں نے اس طرح ہی کیا تو وہ کپڑا پہنتے ہی مسلمہ بن عبد الملک بن مروان کے سینہ کی تکلیف دور ہوگئی۔ مومنوں کو حیرانگی ہوئی تو انہوں نے اس کپڑے کو ادھیڑا تو اس میں سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر یہ درج ذیل آیات مبارکہ درج تھیں:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ."

لہٰذا مومنوں نے عیسائی لوگوں سے دریافت کیا کہ ان آیتوں کو تم نے کدھر سے حاصل کیا یہ تو ہمارے نبی حضور سرورعالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہیں۔ عموریہ کے عیسائی کہنے لگے کہ یہ آیت ہمیں آپ کے نبی حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے سات سو برس پہلے گرجے میں ایک چٹان پر نقش کی ہوئی ملی تھی۔

2۔ حافظ ابن عساکر نے فرمایا کہ سینے کی تکلیف کے لئے درج ذیل آیات مبارکہ کو تحریر کر کے باندھ لینا بھی نفع بخش اور آزمایا ہوا ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط كهيعص ذكر رحمة ربك عبده زكريا اذ نادى ربه نداء خفيا قال رب انى وهن العظم منى واشتعل الراس شيبا ولم اكن بدعائك رب شقيا الم تر الى ربك كيف مدالظل ولو شاء لجعله ساكنا كهيعص حم عسق كم لله من نعمة في كل عبدشاكر وغير شاكر وكم الله من نعمة فى كل عرق ساكن وغير ساكن اذهب ايها الصداع بعز عز الله وبنور وجه الله وله ماسكن في الليل والنهار وهو السميع العليم ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين والمرسلين و على اله واصحابه اجمعين ۔

3۔ اگر کوئی فروسر کے درد میں مبتلا ہو تو وہ درج ذیل کلمات کو لکڑی کی تختی پر تحریر کر کے لوہے کی کیل سے پے در پے ان کلمات کو دبا تا جائے اور اس آیت مبارکہ کا ورد کرتا رہے تو سر کا درد دور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

"وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔"

اس کے علاوہ وہ حروف یہ ہیں: "اح اک ک ح ع ح ام ح" ٹڈی جس وقت انڈے سے نکلا کرتی ہے تو اس کو "الدبیٰ" کہتے ہیں۔ جس وقت اس کے پر نکلتے ہیں اور وہ کچھ بڑی ہو جایا کرتی ہے تو پھر اس کو "غوغاۃ" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس وقت ٹڈی کی رنگت پیلی ہو جائے اور مؤنث ٹڈی کی رنگت سیاہ ہو جائے تو پھر اس کو "جرادۃ" کہتے ہیں جس وقت ٹڈی انڈے دینا چاہتی ہے تو اس طرح کی ٹھوس اور بنجر ارض کو منتخب کرتی ہے جدھر سے کوئی بندہ بشر نہ گزرتا ہو۔ اس کے بعد اپنی پونچھ کی مدد سے اس ارض پر چھید کرتی ہے جس میں وہ انڈے دیا کرتی ہے اور وہیں پڑے پڑے ارض کی حرارت سے طفل کی پیدائش ہو جاتی ہے۔

ٹڈی کی چھ ٹانگیں ہوا کرتی ہیں اور دو چھاتیاں دو وسط میں اور دو اختتام میں ہوتی ہیں۔ ٹڈی وہ حیوان ہے جو فوج کی مانند اکٹھے اڑان بھرتی ہے اور اپنے حکمران کی تابعدار اور اطاعت گزار ہوا کرتی ہے۔ اگر ٹڈی کا حکمران اڑتا ہے تو یہ بھی اس کے ساتھ اڑتی ہے اور جب وہ کسی مقام پر اتر جائے تو ٹڈی بھی اتر جایا کرتی ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ٹڈی کا تھوک پودوں کے لئے قتل کرنے والا زہر ہے۔ اگر اس کا تھوک کسی

پودے پر گر جائے تو اس کو ختم کر دیتا ہے۔ اس بناء پر جس وقت ٹڈی کسی جنگل یا کھیتوں میں داخل ہوتی ہے تو ان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بخاری شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام بے لباس ہو کر نہار ہے تھے تو اللہ پاک نے ان پر سونے کی ٹڈیوں کی برسات فرما دی جنہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے دامن میں ڈالنا شروع کر دیا تو اللہ پاک نے فرمایا: اے ایوب! کیا ہم نے تم کو ان سے مستغنی نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ جی' مگر آپ کی برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ (رواہ البخاری)

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو زہیر کی نسبت سے شعبہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ:

حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معراج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ٹڈیوں کو قتل نہ کیا کرو اس لئے کہ یہ اللہ پاک کی فوج ہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کو نہ مارنے کا جو فرمان دیا ہے یہ اس شکل میں درست ہے کہ ٹڈی فصل وغیرہ کو ضرر نہ پہنچائے' اور جب یہ ضرر پہنچایا کریں تو ان کو مار دینا ہی درست ہوتا ہے۔

جند کا مطلب لشکر یا فوج ہے۔ ''اجناد'' اور ''جنود'' اس کی جمع ہوتی ہے اور ''ارواح'' کی حدیث میں ''جنود مجندۃ'' کے الفاظ کا اطلاق ہوا ہے جس کا مفہوم لشکر کے ہیں جس طرح کہ ''الوف مؤلفۃ'' اور ''قناطیر مقنطرۃ''۔

ابن عمران سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال رسول بے مثال صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ کر ٹڈی بیٹھ گئی جس پر تحریر کیا ہوا تھا کہ ہم اللہ پاک کا لشکر ہیں اور ہم سب کے ننانوے انڈے ہوا کرتے ہیں اور جو تمیں ''سو'' ہو جائیں تو ہم اس مکمل دنیا کو تناول کر لیں۔ حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللّٰھم اھلک الجراد واقتل کبارھا وامت صغارھا وافسد بیضھا وسد افواھھا عن مزارع المسلمین۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ حضور کی دعا کے کچھ حصے کو قبولیت بخش دی گئی ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اور میرا برادر محمد بن حنیفہ اور میرے چچا کے بیٹے عبداللہ اور قثم اور فضل (اولادِ عباس) کھانا تناول کر رہے تھے کہ اچانک ایک ٹڈی کی دسترخوان پر آمد ہوئی اور وہ آ کر بیٹھ گئی اور اس ٹڈی کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے گرفت میں لے لیا اور میرے سے سوال کیا کہ اس کے پروں کے اوپر کیا تحریر کیا گیا

ہے؟ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے اس کے پروں پر:

"انا اللہ لا الہ الا انا رب الجراد ورازقھا ان شئت بعثتھا رزقا لقوم وان شئت بعثتھا بلاء علی قوم ۔"

(میں ہی بندگی کرانے کا حق دار ہوں جس کا کوئی شراکت دار نہیں۔ ٹڈیوں کو پالنے والا ہوں ان کو روزی عطا کرتا ہوں اور اگر چاہوں تو ٹڈی کو کسی امت کے لئے اپنی رحمت بنا کر روانہ کر دیتا ہوں اور اگر کسی ملت کو امتحان میں ڈالنا چاہوں تو ٹڈی کو امتحان کا سبب بنا دیا کرتا ہوں)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ پوشیدہ علوم میں سے ہے۔ (تاریخ نیشاپور)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایک برس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ٹڈیاں کھوگئیں جس بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غمزدہ ہوگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ٹڈیوں کو ڈھونڈنے کے لئے شام عراق اور یمن کی جانب فوج روانہ کی۔ سو جو فوج یمن کی جانب روانہ ہوئی تھی اس نے "ٹڈی" کو ڈھونڈ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کر دیا جسے دیکھ کر ان کا دکھ دور ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار خلقت کو تخلیق کیا ہے جس میں چھ سو دریا میں اور چار سو خشکی میں رہائش پذیر ہیں اور جس وقت اللہ پاک کسی مخلوق کو ختم کرنے کا عزم کریں گے تو سب سے قبل ٹڈیاں فنا ہوں گی اور پھر پے در پے دوسری خلقت ختم ہو جائے گی۔

ابن عدی نے محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادرات" میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ساری مخلوقات میں ساروں سے قبل ٹڈیوں کو ختم کیا جائے گا اس لئے کہ ٹڈی کو اس مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد بچی تھی۔

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے سے حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی ہے کہ شیطان کی مثل زیادہ تعداد میں اس جنگل کی طرح ہے جس میں محض ٹڈیاں ہی ٹڈیاں ہوں اور جو ادھر سے کسی بشر کا گزر ہو تو یہ ٹڈیاں چاروں جانب پرواز کرنے لگیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں بے شمار شیطان موجود ہیں)۔ حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ پاک شیطانوں کو اس کائنات میں انسانوں سے پوشیدہ نہ کرتے تو ہر طرف شیطان ہی شیطان دکھائی دیتے۔

یزید بن میسرہ نے فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بعض اوقات ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کے گودے کو کھایا کرتے تھے اور خود سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے کہ اے یحییٰ! تو کتنا خوش قسمت ہے کہ تو زیادہ تر ٹڈی کے گوشت اور پھلوں کے گودہ کو کھایا کرتا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ٹڈی میں کئی جانوروں کی دس اشیاء موجود ہوتی ہیں۔

1۔ گھوڑے کا مکھڑا 2۔ ہاتھی کی آنکھیں 3۔ بیل کی گردن 4۔ بارہ سنگھے کے سینگ 5۔ شیر کی چھاتی 6۔ بچھو کا پیٹ 7۔

گدھ کے پر' 8۔اونٹ کی ران' 9۔شتر مرغ کی ٹانگ' 10 سانپ کی پونچھ۔

قاضی محی الدین شہرزوری رحمۃ اللہ علیہ نے ٹڈی کے بارے میں کیا زبردست شعر لکھا ہے۔

لھا فخذا بکر و ساقا نعامة　　　وقد متا نسر و جؤ جؤ ضیغم

''وہ ٹڈی کی رانیں بکری اور اس کی ٹانگیں شتر مرغ کی مانند اور اس کے دونوں پیر گدھ کی مانند اور اس کا گلا شیر سے مشابہ ہوا کرتا ہے۔''

حبتھا افاعی الارض بطنا وانعمت　　　علیھا جیاد الخیل بالراس والفم

''زمین کے کیڑے مکوڑے اس کی غذا ہیں اور اللہ پاک نے ٹڈیوں کو زبردست گھوڑوں کے سر اور چہرے جیسا بنا کر اس کی خوبصورتی میں کثرت پیدا کر دی ہے۔''

قاضی محی الدین شہرزوری رحمۃ اللہ علیہ کا نیچے درج کیا گیا شعر بھی بہت اعلیٰ ہے جس میں وہ برسات میں اولے پڑنے کی کیفیت کو بتا رہے ہیں۔

ولما شاب راس الدھر غیظا　　　لما قاساہ ممن فقد الکرام

''اور جس وقت دور میں میں قہر وطیش کی آتش بھڑک گئی اور یہ دنیا نیک افراد سے خالی ہوگئی۔''

اقام یمیط عنہ الشیب غیضا　　　وینشر ما اماط علی الانام

''تو غضب ناک ہو کر بوڑھے پن کو ختم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نسانوں کے اوپر سفید رنگ کے اولوں کی برسات کی گئی۔''

قاضی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 586ھ میں ہوا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ٹڈی ''ماکول اللحم'' حیوانات میں سب سے زیادہ امراض کی جڑ ہے۔امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ میں ایک دیہات میں گیا تو ادھر ایک کسان کھیتوں میں گیہوں کی فصل بو رہا تھا اور گیہوں کی بالیاں فضا میں لہراتیں بکھیر رہی تھیں سو ٹڈیوں نے اس کھیت پر حملہ کر دیا تو وہ کسان متفکر ہو گیا۔اس نے اس فکر کی کیفیت میں یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا:

مر الجراد علیٰ زرعی فقلت لہ　　　لا تاکلن ولا تشغل بافساد

''میرے کھیت میں ٹڈیوں نے حملہ کر دیا تو میں ان سے کہنے لگا کہ کھیت کی فصل کو تناول نہ کرو اور میرے لئے تباہی نہ پھیلاؤ۔''

فقال منھم خطیب فوق سنبلة　　　انا علی سفر لا بدمن زاد

''لہٰذا ایک خوشے پر نشست سنبھالے ہوئے ٹڈیوں کا سردار نے لگا کہ ہم حالت سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ ضروری ہے۔''

فوائد: درج ذیل کلمات کو تحریر کر کے بانس کی نلکی میں بند کر کے کھیت یا انگور کے گلشن میں دفنانے سے کھیت وغیرہ ٹڈیوں

کے نقصان سے بچاؤ میں رہیں گے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم اللّٰهم صل علىٰ سيّدنا محمد و علىٰ اٰل سيّدنا محمد اللّٰهم اهلك صغارهم واقتل كبارهم وافسد بيضهم وخذ بافواههم عن معايشنا وارزاقنا انك سميع الدعاء انى توكلت على الله ربى وربكم ما من دابة الا هو اٰخذ بنا صيتها ان ربى على صراط مستقيم اللّٰهم صلى على سيدنا محمد وعلى اٰل سيدنا محمد واستجب منا ياارحم الراحمين"

ٹڈی سے محفوظ رہنے کے لئے یہ طریقہ بھی بہت فائدہ مند ہے اور اسے یحیٰی بن عبداللہ قرشی نے بارہا آزما کر دیکھا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک بہت بڑے عالم نے بھی اس طریقہ کار کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور کئی افراد نے بھی اس طریقے کو بہت نفع بخش اور مؤثر پایا۔ یہ طریقہ کار درج ذیل ہے۔

اگر کسی مقام پر ٹڈیوں کی زیادہ تعداد ہو جائے اور لوگ ان سے تنگ ہو جائیں تو ایسا کرنا چاہئے کہ چار ٹڈیوں کو پکڑ کر ان کے پروں کے اوپر یہ قرآنی آیات تحریر کر کے جس جگہ یا شہر کا اسم لے کر ان کو چھوڑ دیں گے تو یہ ساری کی ساری ٹڈیاں اس شہر یا مقام پر ہی چلی جائیں گی۔ پہلی ٹڈی کے پروں پر اس آیت کو تحریر کریں۔

"فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"

دوسری ٹڈی پر یہ آیت تحریر کریں۔

"وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ"

تیسری ٹڈی کے پروں پر اس آیت مبارکہ کو تحریر کریں۔

"ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ"

چوتھی ٹڈی پر یہ آیت تحریر کریں:

"فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ"

<u>شریعت کا حکم</u>: سارے علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ٹڈی کا گوشت حلال ہے۔ حدیث پاک میں تذکرہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئے اور ہم ٹڈی کا گوشت تناول کیا کرتے تھے''۔ (الحدیث)

اسی حدیث پاک کو ابوداؤد، حضرت امام بخاری، اور حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے مگر اس میں یہ الفاظ اضافی ہیں کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ٹڈی کا گوشت کھانے میں شرکت فرماتے تھے۔ ''ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ٹڈی کا گوشت کھانے کے لئے پیش کیا کرتی تھیں۔''

''موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ مجھ کو ٹڈی کا گوشت بہت مرغوب ہے''۔

حضرت ابوامامہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نے اپنے اللہ پاک سے دعا مانگی کہ مجھ کو کوئی اس طرح کا گوشت تناول کرائیں جس میں لہو نہ ہو۔ اللہ پاک نے ان کے لئے ٹڈی کو بھیج دیا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے دعا مانگی: اے اللہ پاک! اس مخلوق کو دودھ کے بناء حیات فرما اور ان کا سفر کسی شور شرابے کے بغیر ہو۔ حضرت امام راوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے پوچھا ابوالفضل ''شباع'' کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے بتلایا شور وغل کرنا۔ (رواہ البیہقی)

اس سے قبل یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ کھایا کرتے تھے۔

ائمہ اربعہ کے مطابق ٹڈی کا گوشت پاکیزہ ہے اور اس کو کھانا حلال ہے۔ بے شک ٹڈی اپنی موت سے مرگئی ہو یا پھر اس کو نحر کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ اس کو کسی غیر مسلم فرد نے ہی کیوں نہ پکڑا ہو۔ ہر حالت میں اس کو تناول کرنا درست ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ اگر سردی کی زیادتی سے ٹڈی حلال ہوئی ہے تو اس حالت میں اس کا گوشت تناول نہیں کیا جائے گا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا نچوڑ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو الگ کر دیا گیا تو اس صورت میں ٹڈی کے گوشت کو تناول کرنا درست نہیں ہے۔

یہ حدیث پاک بھی ٹڈی کے حلال ہونے پر استدلال کرتی ہے:

''حضور سرکار مدینہ' قرار قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہمارے لئے دو میتہ (مچھلی اور ٹڈی) اور دو لہو (جگر اور تلی) جائز کر دیئے گئے۔'' (الحدیث)

ٹڈی کے بارے میں علماء کرام کی مخالفت ہے کہ کیا اس پر زمینی شکار کے فرمان نافذ ہوں گے یا سمندری (پانی) کے؟ اکثر علماء کرام ٹڈی کو خشکی کا حیوان کہتے ہیں اور اکثر علماء کرام کے مطابق ٹڈی دریا کا شکار ہے۔ سو درج ذیل حدیث پاک کو اس کے استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کے بارے میں بددعا فرمائی کہ اے اللہ پاک! بڑی ٹڈیوں کو قتل وغارت فرمادے اور چھوٹی ٹڈیوں کا خاتمہ فرمادے اور ان کا رش ختم فرمادے اور ان کا دہن بند کر دے تا کہ یہ ہمارے معاشی ذرائع (زراعت) کو ضرر نہ پہنچا پائیں۔ بلاشتہ آپ کی ذات پاک دعاؤں کو قبولیت بخشنے والی ہے۔ سو ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ پاک کی فوج کی نسل کی ہلاکت کی دعا کیوں فرمارہے ہیں؟ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ ٹڈیوں کی پیدائش سمندر کی مچھلیوں کی چھینک سے ہوا کرتی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ ٹڈیاں سمندری شکار ہیں جن کو احرام کی کیفیت میں بھی پکڑا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے گئے تو راہ میں ہم کو ٹڈیوں کی ایک بہت بڑی فوج ملی۔ ہم ٹڈیوں کو جوتوں اور کوڑوں سے شکار کرنے لگے۔ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ ان کو تناول کرو اس لئے کہ یہ دریائی شکار کہلاتا ہے۔'' (الحدیث)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درست قول یہ ہے کہ درست طور پر ٹڈی خشکی کا شکار ہے۔ کیونکہ اگر محرم فرد نے احرام کی کیفیت میں ٹڈی کو قتل کر دیا تو اس پر شرعی طور پر جرمانہ واجب ہوگا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ٹڈی کے بارے میں یہی مسلک ہے۔ عبدری نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے سوا سارے علماء کرام اسی قول پر اتفاق کرتے ہیں کہ ٹڈی در حقیقت خشکی کا شکار ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ احرام کی حالت میں ٹڈی کو ہلاک کرنے سے شرعی جرمانہ واجب نہیں ہوا کرتا اس لئے کہ یہ دریائی شکار ہے اور بطور استدلال اس حدیث پاک کو پیش کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ سارے افراد جو ٹڈی کو بحری شکار تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث پاک سے ہی دلائل دیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا گروہ ملا۔ ہم میں سے ایک شخص جو احرام کی کیفیت میں تھا ٹڈیوں کو کوڑوں سے ہلاک کرنے لگا تو اس سے یہ بولا گیا کہ احرام کی کیفیت میں شکار کرنا درست عمل نہیں ہے۔ اس کا ذکر حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کیا گیا تو حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی ضرر نہیں اس لئے کہ یہ بحری شکار ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وغیرہما)

جمہور علماء اس حدیث پاک کا جواب یہ دیا کرتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں ایک روایت کرنے والے ابوالمہزم معتبر نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ جمہور علماء کرام بطور دلائل یہ حدیث پاک بیان کرتے ہیں جس کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق صحیح یا حسن حضرت عبداللہ بن ابوعمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابوعمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے ہمراہ جو احرام باندھے ہوئے تھے بیت المقدس سے عمرہ کرنے کی نیت سے آ رہے تھے حتیٰ کہ جس وقت ہم نے کچھ مسافت طے کر لی تو ہم کو ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دکھائی دیا۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ جو بہت ہی بہادر شخص تھے نے ان میں سے دو ٹڈیوں کو پکڑ کر مار دیا مگر ان کے ذہن میں یہ نہ رہا کہ وہ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان کو ذہن نشین کروایا گیا تو انہوں نے فوری طور پر ٹڈی کو پھینک دیا۔ حضرت ابوعمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت ہم نے مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا ٹڈی والا معاملہ بتایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کعب! کیا آپ نے اس جرم کی تلافی میں کسی صدقہ کی ادائیگی کی؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جی ہاں دو درا ہم صرف کیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بامسرت ہو کر فرمانے لگے۔: واہ واہ دو درا ہم تو ایک سو ٹڈیوں کے مقابلے میں بھی کثیر ہیں تم کو تو محض اتنا ہی صدقہ کی ادائیگی کرنی چاہئے تھی جتنا کہ تم سے گناہ سرزد ہوا تھا۔ (الحدیث)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک سے علم ہوا کہ ٹڈی کی قیمت بھی لگا سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی فرد احرام باندھے ہوئے ٹڈی کو قتل کر دے جانتے ہوئے یا پھر بھول چوک کر ہر حالت میں شرعی جرمانہ عائد ہوگا اور اگر ٹڈیوں کی فوج راہ میں ہو اور ان کو روندنے کے سوا اور کوئی حل نہ ہو تو پھر ٹڈیوں کو مارنے پر کسی جرمانے کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مقام پر ٹڈیاں بکثرت پائی جاتی ہوں تو اس میں خریدنا و بیچنا درست ہے۔

حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "باب الربا" میں ٹڈی کے بارے میں تین قول بیان فرمائے ہیں۔

1۔ ٹڈی گوشت والے حیوانات میں سے نہیں ہے۔

2۔ گوشت والے خشکی کے حیوانات میں شمار ہوتی ہے۔

3۔ گوشت والے بحری حیوانات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

موفق ابن طاہر کا ٹڈیوں کے بارے میں ایک فرمان ہے کہ ٹڈی بحری حیوان ہے اس لئے کہ اس کی تخلیق مچھلی کے فضلہ سے ہوا کرتی ہے۔

ضرب الامثال:۔ عربی لوگوں کا کہنا ہوتا ہے کہ "تمرۃ من جرادۃ واطیب من جرادۃ" (ایک کھجور ٹڈی سے زیادہ مناسب اور لطف والی ہے)۔

2۔ "وجاء القوم الجراد المنتشر ای متفرقین" (اور آنے والی ٹڈی قلب کی شکل میں آئے ہر چند کہ وہ انتشار والے طریق سے آئے ہوں)۔

3۔ "واجرد من الجراد واغوی من غوغاء الجراد" (فلاں ٹڈی سے زیادہ ننگا اور زیادہ غسل کرنے والا ہے)۔

4۔ "کالجرادہ یبقی ولا یذر" (وہ ٹڈی کی مانند سب کچھ کھا گیا) یہ مثل اس وقت استعمال ہوتی ہے جس وقت معاملہ خطرناک ہو جائے اور کسی نے کسی دوسرے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہو۔

5۔ "احمی من مجیر الجراد" (ٹڈیوں کو امان دینے والے سے بھی زیادہ مفید)۔

یہ مثل مدلج ابن سوید طائی سے چلتی آئی ہے۔ کلبی نے تحریر کیا ہے کہ ایک روز مدلج تنہا اپنے خیمے میں گیا تو ادھر خاندان طے کے چند افراد نشست فرما تھے ان کے ہاتھوں میں ظروف تھے۔ مدلج نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ ٹڈیاں تمہارے کھیتوں میں غلبہ کر چکی ہیں اور ہم یہ ظروف لے کر آ گئے ہیں تا کہ ان کا شکار کر کے ان ظروف میں لے کر جائیں۔ مدلج گھوڑے پر بیٹھا اور تیر ہمراہ لے لئے اور بولا بخدا! اگر تم میں سے کسی نے بھی ٹڈیوں کو ہلاک کیا تو میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی میری امان میں آئے اور تم اس کو گرفت میں لے لو۔ پھر مدلج مسلسل کھیتوں کی

نگہبانی کرتا رہا حتیٰ کہ دھوپ ختم ہوگئی اور ٹڈیاں پرواز کر گئیں۔ مدلج کہنے لگا کہ اب تم جو چاہے کرو کیونکہ اب ٹڈیاں میری امان سے جا چکی ہیں۔

ٹڈی کے خصائص: 1۔ جس وقت کسی شخص کو پیشاب رک رک کر آنے کی شکایت ہو تو اس کو ٹڈی کا دھواں دینا بہت فائدہ مند ہے۔

2۔ ابن سینا کا کہنا ہے کہ اگر کوئی فرد استسقاء کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ بارہ ٹڈیوں کے سر ہاتھ اور پاؤں کو لے کر اس میں شجر ریحان کی سوکھی ہوئی چھال ڈال کر نوش کرے تو وہ اس بیماری سے شفایاب ہو جائے گا۔

3۔ جو فرد چوتھیا بخار میں مبتلا ہو تو اس کے لئے طویل گردن والی ٹڈی کا تعویذ بنا کر پہن لینے سے چوتھے روز آنے والا بخار دور ہو جائے گا۔

4۔ اگر کسی فرد کے مکھڑے پر چھائیاں موجود ہوں تو پھر وہ ٹڈی کے انڈے کو مکھڑے پر مل لے تو چھائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

خواب کی تعبیر: 1۔ ٹڈی کے خواب میں دکھائی دینے سے اللہ پاک کی فوج اور عذاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی ٹڈی کا خواب میں دکھائی دینا بد خلق اور برے کردار کے افراد سے واسطہ پڑ جانے کی علامت ہے۔

2۔ اگر کسی فرد کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے ٹڈیوں کو کسی گھڑے یا ظروف میں ڈال لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کو درہم و دینار ملیں گے۔

3۔ ایک آدمی حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا اور اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی کہ میں نے شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں ٹڈیوں کو شکار کر کے گھڑے میں اکٹھا کر رہا ہوں۔ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعبیر دی کہ تم کو مال و دولت عطا ہوگی جس کی بناء پر تم عقد کرو گے۔ سو اس طرح ہی ہوا۔

4۔ اگر کسی فرد کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ اس پر سونے کی ٹڈیوں کی برسات ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک اس کے ضرر کی تلافی کے خواہاں ہیں۔

الجراد البحری

"الجراد البحری" (بحری ٹڈی) شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ "الجراد البحری" اس طرح کا حیوان ہے جس کا سر چوکور ہوا کرتا ہے۔ اس کے دونوں اطراف مکڑی کی مانند طویل طویل دس ہاتھ ہوا کرتے ہیں۔ یہ مغربی علاقہ جات (شمالی افریقہ، سپین وغیرہ) میں بکثرت ملتی ہے۔ عمومی طور پر انسان اس کو بھون کر یا پکا کر تناول کیا کرتے ہیں۔

"الجراد البحری" کی طوالت ایک چپاتی کے مساوی ہوا کرتی ہے اور اس کے پتلے پتلے دو سینگ ہوا کرتے ہیں جن کا رنگ

سرخ ہوتا ہے اوران کے نزدیک دو چمکدار آنکھیں ہوا کرتی ہیں۔اس کے علاوہ اگر ٹڈی کو "تندور" میں بھون کر تناول کریں تو بہت ہی مزیدار لگتی ہے۔

بحری ٹڈی کے خصائص: بحری ٹڈی کا گوشت حرارت والا اور خشک ہوتا ہے۔بحری ٹڈی کا گوشت جذام کی بیماری میں مبتلا شخص کے لئے بہت نفع بخش ہوتا ہے۔

الجرارہ

"الجرارہ" بچھو کی ایک طرز کو کہتے ہیں۔جس وقت یہ ارض پر چلا کرتا ہے تو اپنی پونچھ کو کھینچتا ہے۔بہت جلد انشاءاللہ "باب العین" میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔

یہ پیلی رنگت والا مختصر سا بچھو ہوتا ہے۔اس کی طوالت "انجذان" شجر کے پتہ کے مساوی ہوا کرتی ہے۔اس کے علاوہ "گڑھے" میں اس کی پیدائش ہوا کرتی ہے اور زیادہ تر "کہارات السکر" میں موجود ہوتا ہے۔

موسیٰ بن عبداللہ اسرائیلی نے کہا ہے کہ "الجرارہ" بچھو کی ایک طرز ہے جو دبلے پتلے بدن کا ہوا کرتا ہے اور اپنی پونچھ کو بدن پر نہیں رکھ پاتا جیسے دوسرا بچھو کر سکتا ہے کیونکہ یہ اپنی پونچھ کو ارض پر کھینچ کر چلا کرتا ہے۔یہ بچھو عموماً مشرقی ملکوں میں موجود ہوتا ہے۔

امام جاحظ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بچھو کسی شخص کو کاٹ لے تو فوری طور پر اس شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ اس کے کاٹنے کی بناء پر اس شخص کا گوشت جل جاتا ہے اور بو آنے لگتی ہے جس کی بناء پر کوئی بھی اس کے قریب نہیں جانا چاہتا۔"الجرارہ" بچھو گھاس اور اگنے والے مقام کو پسند کیا کرتا ہے اور اس کا زہر گرم اور جلانے والا ہوا کرتا ہے۔ابن جمیع نے اپنی تصنیف "الارشاد" میں تحریر کیا ہے کہ "الجرارہ" بچھو ہی کی ایک طرز ہے اور اس کے زہر میں گرمی اور خشکی پائی جاتی ہے۔

الجرذ

"الجرذ" (جیم پر پیش، راء پر فتحہ اور ذال پر معجمہ) ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ خاکستری رنگت والا چوہا ہوا کرتا ہے جو "یربوع" چوہے (جس کی آگے والی ٹانگیں چھوٹی اور پیچھے والی بڑی ہوا کرتی ہیں) سے بڑا ہوا کرتا ہے اور اس کی پونچھ سیاہ ہوا کرتی ہے۔

امام جاحظ نے فرمایا ہے کہ "جرذ" اور عام چوہوں کے مابین فرق محض یہ ہے کہ جتنا بھینس اور گائے کے مابین اور بختی عربی اونٹ کے مابین ہوا کرتا ہے۔مقام انطاکیہ اور خراسان شہر کے چوہے بے حد طاقتور ہوا کرتے ہیں کہ بلی بھی ان کے مقابل نہیں آ سکتی۔امام جاحظ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک روز "جرذ" چوہے کو بلی کے ہمراہ لڑائی کرتے ہوئے دیکھا جو کہ شجاعت سے بلی پر وار کر رہا تھا۔یکا یک اس چوہے نے بلی کی آنکھوں پر وار کر کے اس کی آنکھ نکال دی اور اس کے بعد بہت تیزی سے ادھر سے بھاگ گیا۔

امام زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں تحریر کیا ہے کہ اگر ''جرذ'' چوہے کو خصی کردیں تو یہ سارے چوہوں کو چٹ کر جائے۔ خصی ہونے کی کیفیت میں اس چوہے میں غیرت و بہادری کی کثرت ہو جاتی ہے برعکس دوسرے جانوروں کے کہ ان میں خصی ہو جانے کے بعد کمزوری پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''الجرذ'' کی جمع ''جرذان'' ہوتی ہے۔ جس طرح ''مرذ'' کی جمع ''مردان'' ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ''وارض جرذۃ'' کا مطلب وہ ارض ہے جدھر چوہوں کی بے شمار تعداد ہو۔ ''الجرذ'' کی کنیت ''ابوجوال'' ''ابوراشد'' اور ''ابوالعدرج'' کہلاتی ہے۔

بہت جلد ''باب الفاء'' میں اس کو مفصل تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''الجرذ'' کا ذکر: ابوداؤد اور ابن ماجہ میں تذکرہ ہے کہ حضرت ضباعۃ بنت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کسی حاجت کے تحت مقام بقیع خبخبہ جو کہ مدینہ منورہ کے نزدیک ایک مقام ہے کی جانب جارہے تھے کہ وہ ایک ویران مقام سے گزرے تو کیا دکھائی دیا کہ ایک ''جرذ'' (چوہا) چھید سے ایک ایک دینار نکالے جارہا ہے حتیٰ کہ اس نے سترہ دینار نکال لئے۔ اس کے بعد چوہے نے چھید میں سے ہرے رنگ کے کپڑے کا ایک کونہ نکالا۔ حضرت ضباء بنت زبیر رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ان کو لے کر حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بتا کر گزارش کی اے حضور جان کائنات میں یہ دینار کی خدمت اقدس میں تحفے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضور مکی مدنی سرکار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے خود چھید کئے تھے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے حضور کی برحق بعثت فرمائی ہے میں نے اپنے ہاتھوں سے چھید نہیں کئے۔ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو لے لو اللہ پاک ان میں تمہارے لئے برکت نازل فرمائے۔

ایک رعایت میں یہ کلمات ہیں کہ حضور سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ روزی ہے جس کو اللہ پاک نے تمہارے لئے بھیج دیا ہے۔ صحیح مسلم میں سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بنی عبد قیس کے چند افراد نے حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہم خاندان ربیعہ کے افراد ہیں۔ (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث نقل کی) حتیٰ کہ وہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ! ہم کس برتن میں ڈال کر پانی نوش کیا کریں؟

لہٰذا حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ چمڑے کے پیالوں میں پانی نوش کیا کرو۔ وہ افراد کہنے لگے یارسول اللہ! ہماری آبادی میں چوہوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے چمڑے کے پیالے بچ نہیں پاتے۔ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ تم سب چمڑے کے پیالے ہی

استعمال کرو ہر چند کہ چوہے ان کو تناول کرلیں۔ ہر چند کہ چوہے ان کو تناول کرلیں۔ (رواہ مسلم)

ایک داستان: ایک خاتون حضرت قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میری رہائش گاہ میں چوہے لکڑیوں کے سہارے چلا کرتے ہیں۔ (مطلب تناول کرنے کے لئے اتنا سا بھی نہیں ہے کہ چوہے ہی اپنی بھوک مٹالیں) کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سخاوت کرنے والے اور صابر شخص تھے۔ انہوں نے فرمایا (اس خاتون سے) کہ میں ان کو اس طرح کردوں گا کہ وہ ''اسود سانپ'' کی مانند اچھلنے لگیں گے۔ (مطلب کہ اتنا زیادہ دوں گا کہ تیری رہائش گاہ میں کشادہ پن ہوگا اور چوہے بھی بھوک مٹا کر اچھلنے لگیں گے) اس کے بعد حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی رہائش گاہ میں کھانے پینے کا بہت زیادہ سامان ڈلوادیا۔ یہ بیان ہوتا ہے کہ افراد حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ علالت کا شکار ہوگئے اور اس مرض سے صحت یاب ہونے میں دیر ہوئی تو ان سے بولا گیا کہ افراد محض تمہارے قرض کی ادائیگی کے لئے حیات ہیں۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والے کو فرمان دیا کہ وہ یہ اعلان کردے کہ جو شخص بھی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا قرض دار ہے وہ اس سے آزاد ہے۔ یہ سماعت کرکے بامسرت ہوکر اتنے زیادہ افراد کی آمد ہوئی کہ جس سیڑھی کی مدد سے افراد حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے وہ بھی گرگئی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت قیس بن سعد یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ پاک مجھ کو دولت عطا فرما اس لئے کہ نیک اور اچھے اعمال دولت کے بناء نہیں سرانجام دیئے جاسکتے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے والد محترم ایسے دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ پاک مجھ کو وقار اور محبوبیت سے نواز دے اس لئے کہ وقار نیک اعمال کے بناء نہیں ملتا اور نیک اعمال دولت کے بناء نہیں ہوا کرتے۔ اے اللہ پاک تھوڑی شے مجھ کو بہتر نہیں کرسکتی نہ ہی میں اس کو بہتر کرسکتا ہوں۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جس وقت فرض نمازوں کی ادائیگی سے فارغ ہوجایا کرتے تو دعا فرماتے: اے اللہ پاک مجھ کو اس طرح کے مال سے نواز دے جس کی مدد سے میں نیک امور سرانجام دے سکوں اس لئے کہ اچھے اور نیک امور مال کے بناء نہیں کئے جاسکتے۔

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''فعل'' زبر کے ہمراہ ''فعل یفعل'' کا مصدر ہے اور کسرہ کے ہمراہ اسم ہے جس طرح ''وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ'' ہے۔

اس کے علاوہ ''فعال'' اس کی جمع ہوتی ہے جس طرح ''قدح'' کی جمع ''قداح'' اور ''بئر'' کی جمع ''بئار'' ہوتی ہے اور ''بشر'' کی جمع ''ابشار'' ہوتی ہے۔ اور ''فعال'' زبر کے ہمراہ ''کرم'' کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ہدبہ کہتے ہیں کہ:

ضروبا بلحيه على عظم زوره　　　اذا القوم هشوا للفعال تقنعا

''وہ اپنے دونوں جبڑوں کی مدد سے مستحکم ہڈیوں کو توڑا کرتا ہے حالانکہ ملت اس کی عنایت وسخاوت سے نفع اٹھایا کرتی ہے۔''

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''فعال'' زبر کے ہمراہ بہتر عمل کو کہتے ہیں۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال 60 ہجری

میں ہوا اور 59ھ کا بیان بھی منقول ہوا ہے۔

''الجرذ'' کا شرعی فرمان اور خصائص: ''جرذ'' کے بارے میں شریعت کا حکم اور طبی فائدے ''فار'' چوہے کی مانند ہیں۔ بہت جلد ''باب الفاء'' میں اس کا تذکرہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

خواب کی تعبیر: ''جرذ'' کا خواب میں دکھائی دینا' مصیبتوں' آفتوں اور بدکاری و بداعمالی کی علامت ہے۔ اکثر اوقات ذلیل و رسوا ہونے اور دشمنی و عداوت کی علامت ہوتا ہے اور کئی دفعہ اس کو بدخلق خاتون سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر کسی فرد کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ ''جرذ'' کو گرفت میں لئے ہوئے ہے یا ''جرذ'' رہائش گاہ میں آ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خواب دیکھنے والا فرد کسی دوسرے مقام پر چلا جائے گا۔ اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے۔ "فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ" (سو ہم نے اس پر سیل عرم کو بھیج دیا) اور سیل عرم کی وجہ چوہے ہی تھے۔ (اس لئے کہ چوہوں نے پلوں اور نالیوں میں بہت بڑے چھید کر دیئے تھے جس کی بناء پر پل لاغر ہو گئے تھے اور سیلاب کو نہ روک پائے۔) اس کے بعد سارے افراد اس ارض سے چلے گئے تھے۔ اگر کسی آدمی کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ ''جرذ'' چوہے کا گوشت تناول کر رہا ہے تو اس کو حرام دولت سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ خواب میں ''جرذ'' کا دکھائی دینا اور اس کا گوشت تناول کر لینا بداعمالی اور غیبت کی علامت ہوا کرتا ہے۔

الجرجس

''الجرجس'' مچھر کے نہایت چھوٹے اطفال کو کہتے ہیں۔ بہت جلد ''باب القاف'' میں اس کا مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

الجوارس

''الجوارس'' شہد کی مکھی کہلاتی ہے۔ جس وقت شہد کی مکھی ''ببول'' کے شجر کو تناول کرلے تو اس لمحے کہتے ہیں ''جرست النحل العرفط'' (شہد کی مکھی ببول کے شجر پر گانا گاتی ہے) ''الجرس'' درحقیقت باریک آواز یا گنگنانے کو کہتے ہیں اور "العرفط" (پیش کے ہمراہ) ببول کے شجر کو کہا جاتا ہے جس کے اوپر بو والی گوند ہوا کرتی ہے۔ جس وقت شہد کی مکھی اس کو تناول کر لیا کرتی ہے تو اس کے شہد میں بھی ببول کا اثر منتقل ہو جاتا ہے۔

الجرو

''الجرو'' (جیم پر زبر اور پیش کے ہمراہ) کتے کے چھوٹے طفل کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ سارے جنگلی جانوروں کے چھوٹے اطفال کو بھی ''الجرو'' کہتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے کہ:

ولو ولدت فقیرۃ جرو کلب لسب بذلک المحرو المکارم

''اگر کوئی ادنیٰ خاتون کتے کے طفل کو جنم دے تو اس کی بناء پر کتے کے اطفال لازمی بدنام ہوں گے۔''

ابن سیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہر مختصر شے کو ''الجرو'' کہتے ہیں حتیٰ کہ ''حنظل' خربوزہ' ککڑی اور انار کے چھوٹے حصے کو ''الجرو'' ہی بولا جائے گا۔

مسلم شریف میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ایک روز حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متفکر تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یارسول اللہ! آپ کیوں متفکر ہیں۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرے سے عہد کیا ہے کہ وہ شب میں میرے سے ملیں گے مگر وہ میرے سے ملنے نہیں آئے۔ بخدا! انہوں نے میرے سے عہد شکنی نہیں کی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے لہٰذا حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اسی کیفیت میں رہے۔ اس کے بعد حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں سوچ آئی کہ ہمارے خیمہ کے نیچے کتے کا طفل ہے۔ حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفل کو نکال دینے کا فرمان دیا تو اس طفل کو نکال دیا گیا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم' رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے پانی لے کر اس مقام کو دھو دیا۔ جس وقت شام کا وقت ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد ہوئی۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے کل گزری ہوئی شب کو میرے سے ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا مگر آپ ملنے نہیں آئے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ درست ہے مگر ملائکہ کا گروہ اس رہائش گاہ میں داخل نہیں ہوا کرتا جس میں کتا اور کوئی تصویر موجود ہو۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز سویر کو کتوں کو ہلاک کرنے کا فرمادیا' حتیٰ کہ چھوٹے (گلشن کی نگرانی کرنے والے) کتوں کو بھی ہلاک کرنے کا فرمان دے دیا۔ اس کے علاوہ بڑے (گلشن کی نگہبانی کرنے والے) کتوں کو چھوڑنے کا فرمان دیا۔ (رواہ مسلم)

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور کثرت کے ساتھ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک کتے کا طفل رہائش گاہ میں آ گیا اور چارپائی کے نیچے بیٹھ گیا اور مر گیا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول رک گیا۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے خولہ! اللہ کے رسول کی رہائش گاہ کا کام ہو گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تشریف آوری نہیں ہوئی' کیا اللہ کے رسول اللہ کی رہائش گاہ میں کوئی نیا کام ہو گیا ہے؟'' اس کے بعد حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی جانب چلے گئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور گھر میں صفائی کرنے لگی۔ جس وقت میں چارپائی کے نیچے جھاڑو دے رہی تھی تو مجھ کو کسی وزنی شے کا

احساس ہوا۔ میں نے اس شے کو باہر نکال کر دیکھا تو وہ ایک کتے کا طفل تھا جو کہ مر چکا تھا۔ میں نے اس کو اٹھایا اور دیوار کے پیچھے پھینک دیا۔ حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور آپ کی ڈاڑھی مبارک پر کپکپاہٹ جاری تھی۔ اس لئے کہ جس وقت حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تو یوں ہی لرزہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔ سو حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اے خولہ! مجھ کو چادر اوڑھنے کے لئے دو۔ اللہ پاک نے سورۃ "وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی" کا نزول فرمایا۔

(رواہ الطبرانی)

ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اس حدیث پاک کو استدلال کے طور پر پیش نہیں کر سکتے۔ (اس لئے کہ اس، اس طرح کی روایت کرنے والے وہ ہیں جو کہ معتمد نہیں ہیں)۔

درست قول تو یہ ہے کہ یہ سورۃ قرآن مجید کے نزول کے دور آغاز میں نازل ہوئی تھی۔ سو جس وقت وحی کچھ عرصے تک نازل نہ ہوئی تو مشرک لوگ کہنے لگے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اللہ پاک نے چھوڑ دیا ہے تو اس لمحے اس سورۃ کا نزول ہوا۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کے سینتالیسویں باب کے اختتام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس قصے کو نقل کیا ہے کہ: بنی اسرائیل میں لا ولو آدمی ہوا کرتا تھا جو کہ آوارہ گھوما کرتا تھا۔ ایک روز اس کو بنی اسرائیل کا ایک ایسا لڑکا دکھائی دیا جو کہ زیور پہنے ہوئے تھا۔ یہ آوارہ گھومنے والا فرد فریب دے کر اس لڑکے کو اپنی رہائش گاہ میں لے آیا اور اس کو ہلاک کر کے اس کو اپنی فصل میں ڈال دیا اور یہ اس کا من پسند کام تھا۔ ایسے ہی وہ شخص ایک روز دو برادران کو بہکا کر اپنی رہائش گاہ میں لے آیا ان دونوں نے بھی گہنے پہن رکھے تھے۔ اس شخص نے ان کو بھی ہلاک کر کے اسی فصل میں ڈال دیا۔ اس شخص کی ایک نہایت ہی نیک زوجہ ہوا کرتی تھی جو اس کو سمجھایا کرتی اور اس برے کام سے منع کرتی اور کہا کرتی کہ میں تم کو عذاب الٰہی اور اس کی گرفت سے ڈراتی ہوں۔ وہ جواب دیا کرتا کہ اگر اللہ پاک مجھے گرفت میں لینا چاہتا تو اسی لمحے عذاب نازل کر دیتا جس لمحے میں نے یہ کام کیا تھا۔ (مطلب جس روز پہلا فرد ہلاک کیا تھا)۔ اس کی زوجہ کہا کرتی کہ جس روز تیرا ظلم آخری حدوں کو چھو گیا اس روز ہی اللہ پاک تم کو اپنی پکڑ میں جکڑیں گے اور کوئی تمہیں اس پکڑ سے نہیں بچا جائیگا۔ جس وقت اس نے دو برادران کو ہلاک کیا تو ان کے گھر والوں نے اس شخص کو ڈھونڈھنا شروع کر دیا مگر اس کی کوئی کھوج نہ مل سکی۔ ان برادران کا والد بنی اسرائیل کے موجودہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارے معاملے سے آگاہ کیا۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمان دیا کہ کتے کے طفل کو پیش کیا جائے۔ کتے کے طفل کو پیش کیا گیا تو ان نبی علیہ السلام نے اسی کتے کے طفل کی آنکھوں کے آگے انگوٹھی رکھی اور اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا اور یہ فرمان دیا کہ یہ کتے کا طفل جس مکان میں جائے گا اسی مکان میں اپنے فرزندان کو ڈھونڈو۔ کتے کا طفل اسی مکان میں چلا گیا جس میں ان دونوں برادران کو ہلاک کیا گیا تھا۔ سارے افراد بھی اس مکان میں چلے گئے تو ان کو فصل میں ان دو برادران کے سوا بھی کئی نوجوان لڑکوں کی نعشیں برآمد ہوئیں۔ سو لوگوں نے اس شخص کو حراست

میں لیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے تو نبی علیہ السلام نے اس آدمی کو پھانسی پر لٹکانے کا فرمان صادر کیا۔ جس وقت اس شخص کو پھانسی پر لٹکایا گیا تو اسی لمحے اس کی زوجہ آ موجود ہوئی اور وہ اس سے کہنے لگی کہ میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اللہ عزوجل کی گرفت سے بچو مگر تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا اور آج میں تم کو مطلع کرتی ہوں کہ تمہارے مکر کی حد ہو چکی ہے اور اللہ پاک نے تم کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا ہے۔

کتے کے قتل کے بارے میں مفصل بیان ان شاء اللہ "باب الکاف" میں ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب و سینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت قیامت نزدیک ہوگی تو

1۔ انسان "طیالسہ" (یہودیوں کی ٹوپی) کا استعمال کثرت سے کریں گے۔

2۔ تجارت میں اضافہ ہوگا۔

3۔ خواتین کی تعداد زیادہ ہوگی۔

4۔ دولت کی کثرت ہوگی۔

5۔ دولت مند کی اس کی دولت کی بناء پر عزت ہوگی۔

6۔ برائیاں پھیل جائیں گی۔

7۔ اطفال کی امارت ہوگی۔

8۔ شہنشاہ ظلم کیا کریں گے۔

9۔ ترازو میں توازن نہیں رہے گا۔

10۔ انسان اپنے بچوں سے زیادہ کتے کے بچوں کی تربیت کرنا بہتر سمجھے گا۔

11۔ بڑوں کا ادب نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی چھوٹوں پر شفقت کی جائے گی۔

12۔ زناء کی اتنی زیادتی ہوگی کہ آدمی راستے میں خاتون سے زناء کے مرتکب ہوں گے اور اس عمل پر ان کے ہم مرتبہ افراد بولیں گے کہ کاش تم راہ سے دور ہو کر یہ سب کرتے اور بھیڑوں کے کپڑے پہنے ہوئے بھیڑئیے ہوں گے۔

13۔ اس دور میں سب سے برتر وہ ہوگا جو حرام کاموں پر خاموش رہے گا۔ (رواہ احمد)

اس حدیث پاک کو حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط میں ایسے ہی نقل کیا ہے مگر اس حدیث کی سند میں سیف بن مسکین (حدیث روایت کرنے والے) ضعیف ہیں۔

الجریث

"الجریث" یہ سانپ سے مشابہت رکھنے والی ایک طرز کی مچھلی ہوا کرتی ہے۔ اس کی جمع "جراثی" اور "الجریثات" ہے۔ فارسی زبان میں اسے "مارماہی" کہتے ہیں۔ بلاشبہ "باب الہمزہ" میں اس کا بیان ہو چکا ہے کہ اس کا دوسرا نام

''الانکلیس'' ہے۔ امام جاحظ کا کہنا ہے کہ یہ آبی سانپ ہے جو ٹڈیوں کو تناول کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ: ''اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ'' کی نسبت سے ''البحریث'' اتفاقی طور پر حلال ہے۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ حسن اور عطاء کے بھی یہی اقوال ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ''الجریث'' حلال ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان سانپوں سے مراد وہ سانپ ہیں جو محض دریا میں ہی رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ البتہ وہ سانپ جو زمین اور دریا دونوں میں قیام کرتے ہوں ان کو تناول کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بے حد زہر والے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''البحریث'' کے بارے میں پوچھا گیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ یہودی اس کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ہم اس کو حرام مقرر نہیں کرتے۔

خواص: 1۔ ''الجریث'' کے زہر کو اگر پاگل شخص یا دیوانے گھوڑے کی ناک میں دوا کے طور پر ڈالیں تو ان کی دیوانگی اور پاگل پن دور ہو جائے گا۔

2۔ ''الجریث'' کے گوشت کے استعمال سے آواز میں عمدہ پن پیدا ہوتا ہے۔

بہت جلد انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں ''الجریث'' کے بارے میں ان باتوں کا تذکرہ ہوگا جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجریث'' کے بارے میں فرمائی ہوئی ہیں۔

الجزور

''الجزور'' (اونٹ) حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے ''الجزور'' کا استعمال ہوتا ہے۔ ''جزر'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''الجزور'' وہ اونٹنی ہے جس کو نحر کیا جائے۔ ''جزائر'' ''جزر'' اور ''جزرات'' اس کی جمع ہوتی ہے جس طرح ''طرق'' کی جمع ''طرقات'' آیا کرتی ہے۔

قرنق بنت ھغان کہتے ہیں کہ:

لایبعدن قومی الذین ھم　　　سم العداۃ وآفتہ الجزر

''قطعی طور پر میری ملت دور نہ ہو جو حریفوں کے لئے زہر اور اونٹوں کے لئے عذاب کا سبب ہے۔ (مطلب سواری کی زیادتی اور اونٹوں کو زیادہ تعداد میں نحر کرنے کی بناء پر)''۔

النازلون بکل معترك　　　والطیبون معاقد الأزر

''(میری ملت کے افراد) ہر جنگ کے میدان میں جانے والے اور اپنی قدرتی خصلتوں میں بے حد پاکیزہ ہیں''۔

''المجزرۃ'' بھی اس سے ہی ہے مطلب وہ مقام جدھر اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہو۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''الجزور'' (اونٹ) ''الجزور من الابل'' سے مطابقت رکھتا ہے اور جو ''الجزور من الضان'' ہوگا تو یہ محض ''الجزر'' سے

ماخوذ تسلیم کیا جائے گا جس کا مفہوم ''کاٹنے'' کا ہے۔

''صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن شماسہ کی حدیث میں بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ جس وقت تم مجھ کو دفناؤ تو میری گور پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا اور میری گور کے قریب اتنی دیر تک رکنا جتنی دیر اونٹنی نحر کی جاتی ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے حتیٰ کہ میں تم سے مانوسیت محسوس کروں اور یہ سوچ بچار کروں کہ اپنے پروردگار کی جانب سے بھیجے ہوئے (ملائکوں) کو کیا جواب دوں''۔ (رواہ مسلم)

اونٹنی کے نحر کرنے اور اس کا گوشت بانٹنے کی مثل اس لئے دیتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آغاز میں مکہ معظمہ میں قصائی تھے تو آپ رضی اللہ عنہ اونٹوں کو نحر کرنے سے خوگر ہو چکے تھے اسی بناء پر انہوں نے اس کی مثل دی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قصائی ہونا ابن قتیبہ نے ''معارف'' میں تیقن کے ساتھ تحریر کیا ہے اور ابن درید نے ''کتاب الوشاح'' میں اور حضرت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تلقیح'' میں اس بات کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام اور رعافہ بن کریز بھی قصائی ہوا کرتے تھے۔

توحیدی نے ''کتاب بصائر القدماء وسرائر الحکماء'' میں ہر اس آدمی کی صنعت وحرفت کا تذکرہ کیا ہے جو قریش سے ملی ہے۔ توحیدی کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑا فروخت کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرت عثمان غنیؓ حضرت طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی کپڑا فروخت کیا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دلال (مطلب کر بیچنے والے اور خریدنے والے کے مابین کاوش کرتے) تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ''تیر ساز'' ہوا کرتے تھے۔ ولید بن مغیرہ' ابوالعاص اور ابوجہل کا برادر لوہار ہوا کرتے تھے۔ عقبہ بن معیط شراب بیچا کرتے تھے۔ ابوسفیان بن حرب ''زیتون اور چمڑا'' بیچتے تھے۔ عبداللہ بن جدعان خادموں اور حیوانات کا لین دین کیا کرتے تھے۔ نضر بن حارث سارنگی بجایا کرتے تھے۔ حکم بن ابی العاص' ابن عمر' ضحاک بن قیس اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بکروں کو خصی کیا کرتے تھے۔ عاص بن وائل حیوانات کے معالج تھے۔ خاص طور پر گھوڑوں کے معالج تھے اور آپ کے فرزند عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت زبیر بن عوام درزی ہوا کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (جنہیں حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چابی عطا فرمائی تھی) وہ اور قیس بن مخرمہ بھی کپڑے سیتے تھے۔ مالک بن دینار کاغذ بنانے والے یا کاغذ کو بیچنے والے یا پھر کتابت کرنے والے ہوا کرتے تھے۔ مہلب بن ابی مغرہ مالی ہوا کرتے تھے۔ قتیبہ بن مسلم جو عجمی شہروں کے فاتح تھے ''اونٹ چلاتے تھے''۔ سفیان بن عیینہ استاد ہوا کرتے تھے' ایسے ہی ضحاک بن مزاحم' عطاء بن ابی رباح' کمیت شاعر' حجاج بن یوسف ثقفی' عبدالحمید بن یحییٰ' ابوعبداللہ قاسم بن سلام اور حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ یہ تمام حلال اور عزت دار پیشوں سے منسلک تھے۔

دور جہالت میں عرب لوگوں کے مذاہب: بنوغسان' ربیعہ اور قضاعہ کے افراد نصرانی تھے اور بنوحمیر' کنانہ' کندہ اور بنی حرث بن کعب یہودی ہوا کرتے تھے۔ ایسے ہی قبیلہ تمیم اور حاجب بن زرارہ جو اپنی کمان کو کسریٰ کے پاس رہن رکھے ہوئے

تھے یہ مجوسی کہلاتے تھے۔ انہوں نے کسریٰ سے کئے ہوئے عہد کو نبھایا حتیٰ کہ اس مثل کو شہرت مل گئی۔ "اوفی من قوس حاجب" (وہ حاجب کی کمان سے زیادہ عہد وفا کرنے والا ہے)۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں اس کو چھڑالیا گیا اور وہ کمان حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی گئی اور قریش میں بے دینی کا عالم تھا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مندرجہ بالا تصنیف میں حضرت زبیر بن عوام کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے کہ وہ لباس سلائی کیا کرتے تھے اس میں شک ہے۔ درست قول یہ ہے کہ حضرت زبیر بن عوام قصائی تھے۔ حضرت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو تسلیم کرتے ہیں جس طرح کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اس لئے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جس وقت مصر کے گورنر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ افراد میں ان کا شمار ہوتا تھا تو انہوں نے اپنی مویشیوں کے جزور سے تمثیل دی تھی اور اونٹنی کے نحر کرنے کو اپنے مرنے کے ساتھ اور اس کے گوشت کے بانٹنے کو اپنی دولت کے بانٹنے سے تمثیل دی تھی اور ان کا ترکہ جو انہوں نے انتقال کے وقت چھوڑا تھا وہ "نو ارب سونا" تھا۔ (ایک اردب سونا چوبیس صاع کے قریب ہوا کرتا ہے)۔

فقہی معاملہ: اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں مفصل بیان "باب الھمزہ" میں ہو چکا ہے۔ اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی طرح کی روایات بیان ہوئی ہیں اسی بناء پر ائمہ کرام میں مخالفت پیدا ہو گئی ہے۔ ائمہ کرام کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو نہیں کرنا چاہئے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم بکری کے گوشت کو تناول کرنے کے بعد وضو کر لیں یا نہیں کریں؟ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اگر دل چاہے تو کر لو اور اگر چاہو تو وضو نہ کرو۔ اس فرد نے دریافت کیا کہ ہم اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کریں یا نہ کریں؟ تو حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہاں اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کر لیا کرو۔"

(رواہ مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کر لیا کرو۔ اس کے علاوہ بکری کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ بکری کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ (راوہ احمد وابوداؤد وغیرہما)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اوپر بیان کی گئی دونوں احادیث حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف

میں نقل کی ہیں اور یہ بطور استدلال اتنی مضبوط ہیں کہ ان کا کوئی معقول جواب بیان نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ محدثین کے ایک گروہ نے یہی مذہب منتخب کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی کیفیت میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی (غلاظت) ڈالی جس کے وزن کی بدولت حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک سجدے سے نہ اٹھا پائے۔ حتیٰ کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تشریف آوری ہوئی اور انہوں نے حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک سے ساری غلاظت کو اتارا اور ان افراد کے لئے بددعا فرمائی۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان افراد کے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ پاک! قریش کے ایک گروہ کو اپنی گرفت میں لے لے۔ حضرت امام راوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ میں نے ان سب کو جنگ بدر کے روز قتل کیا ہوا پایا اور یہ افراد جن کا قتل ہو چکا تھا ان ساروں کو کنویں میں ڈال دیا گیا ماسوائے امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کے کہ اس کے ہلاک ہونے کے بعد جس وقت اس کو کنویں میں پھینکنے کے لئے گھسیٹا تو اس کے جوڑ الگ ہو گئے تھے۔

الجساسة

"الجساسة" (جیم کے فتحہ اور پہلی سین کی تشدید کے ہمراہ) ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک حیوان ہے جو سمندری جزائر میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جزائر کا متلاشی رہتا ہے اور دجال اسے لے کر آئے گا۔ حضرت امام ابوداؤد سجستانی کا بھی یہی قول ہے کہ اس حیوان کو "جساسہ" اس بناء پر کہتے ہیں کہ یہ حیوان دجال کے لئے جاسوسی کیا کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل ہوا ہے کہ دجال کی جاسوسی کا کام کرنے والا "دابۃ الارض" حیوان ہے۔ اس حیوان کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ہوا ہے اور وہ حیوان "بحر قلزم" کے جزیرہ میں رہا کرتا ہے۔

احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں "الجساسۃ" کا ذکر: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے پاس تشریف آوری ہوئی تو حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرمانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضور سرور عالم' رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو کسی رغبت یا ترہیب کے لئے اکٹھا نہیں کیا مگر ایک بات کے لیے جو کہ تمیم داری نے میرے تک پہنچا دی ہے' اس کو بتانے کے لئے اکٹھا کیا ہے۔ تمیم داری نے میرے سے یہ کہا ہے کہ ہم تین افراد ایک کشتی میں بیٹھ گئے۔ چند تندرست اور چند کوڑھی تھے۔ سو شدید ہوا نے ان کو ایک جزیرے کی جانب سفر کرنے پر عاجز کر دیا تو یکایک ان کے آگے ایک حیوان آیا تو ان افراد نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ وہ حیوان بولا کہ میں "جساسہ" ہوں۔ وہ افراد کہنے لگے کہ ہم کو کوئی خبر دو۔ جساسہ کہنے لگا کہ اگر تم اطلاع سننے کی خواہش رکھتے ہو تو اس عبادت گاہ میں جاؤ' اس لئے کہ ادھر تمہیں اس طرح کا شخص ملے گا جو تم لوگوں

سے ملنے کا خواہاں ہے۔ حضرت امام راوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم سب اس شخص کے پاس گئے۔ اس نے ہم سے اس حدیث کا تذکرہ کیا۔ (یعنی یہ بات کی)۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ کا ذکر: تمیم داری' یہ تمیم داری اوس بن خارجہ بن سوید ابو رقیہ کہلاتے ہیں۔ انہوں نے 9ھ میں اسلام قبول کیا اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کل اٹھارہ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں ان سے ہی "الدین النصیحۃ" (دین کی بھلائی) والی روایت کو بھی نقل کیا ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی بے حد خصوصیات ہیں جن میں کوئی ان کے مقابل نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے "جساسہ" کے واقعے کو بیان کیا ہے اور حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ حضرت ابن عباس' حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے۔ تمیم داری مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جام شہادت نوش کرنے کے بعد بیت المقدس روانہ ہو گئے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سب سے اول آدمی ہیں جنہوں نے افراد کے سامنے داستان سنائی اور مسجد میں دیا جلایا۔ ایسے ہی ابوداؤد طیالسی' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے قبل مسجد میں دیا جلایا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا انتقال 60ھ میں ہوا۔ ابن حبان وغیرہ کا کہنا ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ جن کا تذکرہ صحیح بخاری میں قصہ جام میں بیان ہوا ہے وہ نصرانی ہوا کرتے تھے۔

الجعار

"الجعار" بجو کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کو "الضبع" بھی پکارا جاتا ہے۔ عربی لوگ ضرب المثل کہا کرتے ہیں کہ "اعیث من جعار" (فلاں آدمی بجو سے زیادہ شر پھیلانے والا ہے)۔

شاعر کہتے ہیں:

فقلت لها عیثی جعار وجرری بلحم امری لم یشھد النوم ناظرہ

"سو میں نے اپنی پیاری (محبوبہ) سے بولا کہ میری فکرمندی "جعار" (بجو) سے زیادہ ہو گئی ہے اور میرے گوشت کو ایسے نوچا ہے جس طرح کہ بجو نوچ لیا کرتا ہے مگر سونے والی کی نگاہوں نے دیکھا تک نہیں۔"

الجعدۃ

"الجعدۃ" بکری کو کہتے ہیں۔ بہت جلد انشاء اللہ "باب الذال" بھیڑیے کی حالت کے تذکرہ میں اس کا مفصل بیان ہو گا۔

الجعل

''الجعل'' (گبریلا) یہ ''صرد'' اور ''رطب'' کے بروزن ہے۔ ''جعلان'' (جیم کے کسرہ اور عین پر سکون) یہ اس کی جمع ہوتی ہے۔ اکثر افراد اسے ''ابوجعران'' بھی بولتے ہیں اس لئے کہ یہ سوکھا ہوا فضلہ (پاخانہ) جمع کر کے ذخیرہ کیا کرتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک شہرت یافتہ مختصر سا حیوان ہوا کرتا ہے جو مویشیوں کی شرمگاہ پر ڈس کر پرواز کر جایا کرتا ہے۔ یہ حیوان سیاہ رنگ والے گبریلے جس کے پیٹ میں لال رنگت والی ڈوری ہوا کرتی ہے۔ اس سے بڑا ہوا کرتا ہے۔ مذکر گبریلا کے دو سینگ ہوا کرتے ہیں اور یہ زیادہ تر گائے اور بھینس کے رہنے کے مقامات یا گوبر کے مقام پر موجود ہوتا ہے۔ یقیناً اس سے ہی اس کی پیدائش ہوا کرتی ہے اور اس کی خوبی غلاظت کو جمع کر کے ذخیرہ کرنا ہے۔ یہ حیوان گلاب کی خوشبو سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اس کو پھر سے لید یا گوبر میں پھینک دیں تو حیات ہو جاتا ہے۔ ابوطیب نے اپنے شعر میں اس کیفیت کو ظاہر کیا ہے کہ:

''کما تضر ریاح الورد بالجعل''

''جس طرح کہ ضرر پہنچایا کرتی ہے گبریلا کو گلاب کی مہک''

گبریلا کے دو پر ہوا کرتے ہیں جو محض پرواز کرتے ہوئے ہی نمایاں ہوا کرتے ہیں اور اس کے چھ ہاتھ پاؤں ہوا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ الٹے پیروں سے چلا کرتا ہے۔ گبریلا الٹے پیروں سے چلتے ہوئے بھی اپنے بل میں چلا جاتا ہے اور جس وقت یہ اپنے پروں کو جھاڑے تو اسی لمحے اس کے پر نمایاں ہوتے ہیں اور یہ پرواز کر جایا کرتا ہے۔ اگر کوئی آدمی رفع حاجت کے لئے جائے تو گبریلا اس کے عقب میں جایا کرتا ہے اس لئے کہ یہ فضلے کو بہت پسند کرتا ہے اور یہی اس کی غذا ہے۔

حدیث پاک میں گبریلا کا ذکر: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ بنی آدم کی بداعمالیاں گبریلا کو اس کے بل میں ہلاک کر دیا کرتی ہیں۔ (رواہ الطبرانی وابن ابی الدنیا والبیہقی فی شعب الایمان)

ابوالاحوص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیت مبارکہ ''وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى'' کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ شاید گبریلا کو ابن آدم کے بداعمال کی بناء پر اس کے چھید (بل) میں عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہو۔ (رواہ الحاکم)

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح الاسناد مقرر کیا ہے مگر اس کی تخریج نہیں کی۔ مجاہد نے ارشاد ربانی ''وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ ''لاعنون'' کا مفہوم ارض کا حیوان گبریلا ہے جس کی خوراک غلاظت ہے۔ برسات کو بداعمالیوں کی بناء پر روک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے گبریلا لعنت ملامت کیا کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بلاشبہ اللہ پاک نے تم سے جہالت کے نقص اور پہلے اہل وعیال پر غرور کرنے کو دور کر دیا۔ بے شک مسلمان ہو یا بدنصیب

فسق کرنے والا شخص۔تم سارے حضرت آدم علیہ السلام کے بچے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے۔افراد کو اس ملت پر غرور کرنا ترک کر دینا چاہئے جو کہ محض دوزخ کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہے یا اللہ عزوجل کے قریب اس گبریلا سے زیادہ ذلت والا جو اپنی ناک سے بو کو ہٹایا کرتا ہے۔(رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ تم اپنے ان پہلے بزرگوں (آباؤ اجداد) پر غرور نہ کیا کرو جو جہالت میں موت کا شکار ہو چکے ہیں۔اس پاک ہستی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری روح ہے جس وقت گبریلا اپنی ناک سے لڑھک جاتا ہے تو وہ تم لوگوں کے ان پہلے بزرگ افراد سے برتر ہے جو جہالت میں انتقال کر گئے ہیں۔''(رواہ ابوداؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سارے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا گیا۔انسانوں کو اپنے پہلے بزرگوں پر غرور نہیں کرنا چاہئے''۔یا وہ اللہ پاک کے قریب گبریلا سے بھی زیادہ ذلت والا ہے۔''(رواہ البزار فی مسندہ)

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی ہیں وہ گبریلا کے لڑھک جانے کو اس کے مختصر ہونے کی وجہ سے بولتے تھے اور حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ ''حدیث الصوم فی الشتاء الغنیمۃ الباردۃ'' کے روایت کرنے والے ہیں۔

ریاشی نے امام اصمعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے قریب سے ایک اعرابی کا گزر ہوا' وہ اپنے بیٹے کے متعلق صدا لگا رہا تھا۔ہم نے اس سے اس کے بیٹے کے خصوصیات دریافت کیں۔وہ اعرابی کہنے لگا کہ میرا بیٹا گویا کہ مختصر سا دینار ہے۔ہم اس اعرابی سے کہنے لگے کہ ہم نے اس کو نہیں دیکھ رکھا۔سو ہم اس اعرابی سے کہنے لگے کہ ہم نے اس کو نہیں دیکھ رکھا۔چند لمحوں کے بعد وہ شخص ایک کالی رنگت والا طفل اٹھا کر لے آیا۔گویا کہ وہ گبریلا ہے جس کو اس اعرابی شخص کی گردن پر ڈالا گیا ہو۔ہم نے اس اعرابی شخص سے بولا کہ اگر تم ہمارے سے اس کے بارے میں پوچھتے ہو تو ہم تجھ کو لازماً تھوڑی بہت معلومات دیتے اس لئے کہ وہ مکمل طور سے ہمارے اختیار میں ہے۔

اس کے بعد امام اصمعی یہ شعر کہنے لگے:

اذا اتیت سلیمی شب لی جعل ان الشقی الذی یغری بہ الجعل

''جس وقت تم سلیمی کے قریب چلے جاؤ تو اسے بتا دینا کہ بدنصیب وہ شخص ہے جس کو دیکھ کر گبریلا بھڑکنے لگے۔''

یہ مثل اس طرح کے شخص کے لئے استعمال ہوتی ہے جو کسی اور طرح کے فرد سے لگا رہے جو اس کو پسند نہ کرتا ہو اور اس سے دور جاتا ہو۔

خواص: گبریلا کو نمک ملائے بنا اور پکائے بنا خشک کر کے کوئی دوسری شے ڈالے بنا اس کو بچھو کے کاٹے ہوئے فرد کو نوش کروا دیں تو وہ فرد تندرست ہو جائے گا۔

تعبیر: گبریلا کے خواب میں دکھائی دینے کو طیش والے حریف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اکثر اوقات گبریلا اس طرح کے

سفر کرنے والے شخص کی علامت بھی ہوا کرتا ہے جو اپنے ناجائز مال کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں بھیج رہا ہو۔ (واللہ اعلم)

الجعول

"الجعول" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یمن کی فرہنگ میں "الجعول" کا مطلب شتر مرغ کا طفل ہے۔ بہت انشاء اللہ "باب النون" میں اس کو مفصل تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

الجفرة

"الجفرة" (بکری کا طفل) یہ بکری کا چار مہینے کا وہ طفل ہوتا ہے جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو۔ اس کے علاوہ مذکر کے لئے "جفر" کے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بکری کے چار برس کے طفل کا اسم "جفر" اس بناء پر تجویز کیا گیا ہے کہ "جفر" کا مفہوم بڑے ہونے یا کشادہ ہونے کے لیے آیا کرتا ہے۔ کیونکہ بکری کے چار مہینے کے طفل کے پہلو کھلے اور بڑے ہو جایا کرتے ہیں اس بناء پر اس کو "الجفرة" بولا جاتا ہے۔ "اجفار" اور "جفار" اس کی جمع ہوتی ہے۔

فوائد: ابن قتیبہ نے اپنی تصنیف "ادب الکاتب" میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الجفر" میں اس علم کی مکمل لازمی اشیاء اہل بیت کے لئے بیان کر دی ہیں اور ساری اشیاء جو تا قیامت رہیں گی وہ بھی بیان کی ہیں۔ ابوالعلاء مصری نے اس کی جانب اپنے ان اشعار میں اشارہ دیا ہے:

لقد عجبو الاصل البیت لما ۔۔۔ اتاھم علمھم فی مسك جفر

"بے شک اہل بیت کے لئے بڑی حیرانگی کی گئی جس وقت ان کے پاس یہ علم آیا کہ مشک جفر کیا شے ہے۔"

ومرآة المنجم وھی صغری ۔۔۔ أرتہ کل عامرة و قفر

"اور منجم کا شیشہ ہر چند کہ مختصر ہے مگر پھر بھی وہ منجم کو ہر آباد و غیر آباد علاقات کے بارے میں اطلاعات فراہم کرتا ہے"۔
مسک کا مطلب ٹکڑہ ہے۔ ابن تومرت جس کو امام مہدی کے اسم سے شہرت ملی انہیں علم جعفر کا مطالعہ کرنے سے ہی بلندی حاصل ہوئی۔ حضرت امام ابن تومرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصنیف کی بدولت عبدالمومن اسم کے آدمی کو اس کے بارے میں بعض نشانیوں و آثار کا مشاہدہ کر کے ایک عرصہ تک ڈھونڈا۔ حتیٰ کہ انہوں نے عبدالمومن کو ڈھونڈ لیا اور اس کو اپنے پاس رکھا۔ حضرت ابن مرتوت (امام مہدی) رحمۃ اللہ علیہ عبدالمومن کو بہت عزت دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جس وقت اس کی جانب نگاہ کرتے تو یہ شعر پڑھا کرتے:

تکاملت فیك أوصاف خصصت بھا ۔۔۔ فکلنا بك مسرور و مغتبط

"تیرے اندر بے تحاشہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور وہ تیرے ہی لئے بطور خاص ہیں۔ ہم تیرے سے راضی بھی ہیں اور تم پر رشک بھی کیا کرتے ہیں۔"

السن ضاحكة والكف مانحة　　والنفس واسعة والوجه منبسط

''تیرے دانت ہنسنے والے اور ہاتھ سخاوت کرنے والے ہیں اور تو کھلے دل کا مالک اور ہنسنے والا ہے۔''

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ جو معروف ہے کہ ابن تومرت رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالمومن کو اپنا خلیفہ منتخب کرلیا تھا یہ درست نہیں ہے۔ مگر محض اتنا قول درست ہے کہ ابن تومرت رحمۃ اللہ علیہ کے جاہ وجلال کی بناء پر ان کے رفیق عبدالمومن کو ابن تومرت رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ہی سمجھا کرتے تھے اور عبدالمومن کو ابن تومرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ دیا کرتے تھے۔ عبدالمومن بے حد مکاری کرنے والا اور شر پسند حکمران تھا۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر ہلاک کروادیا کرتا تھا۔ عبدالمومن کا انتقال جمادی الثانی کے مہینے میں 558ھ میں ہوا۔ اس کی خلافت کا دور 33 برس اور کچھ مہینے ہے۔

شریعت کا حکم: بکری کے طفل کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ بکری کا طفل حلال ہے۔ اگر کسی فرد نے احرام کی کیفیت میں چوہے کو قتل کردیا تو ''بکری کا طفل'' فدیہ کے طور پر ادا کرسکتے ہیں۔

خوائص: جو بکری کے طبی خوائص ہوا کرتے ہیں۔ وہ ہی خوائص بکری کے طفل کے بھی ہیں۔ (واللہ اعلم)

جلکی

''جلکی'' (جیم اور لام میں پیش موجود ہے) یہ ایک طرز کی مچھلی ہوا کرتی ہے جو مار ماہی سے مشابہت رکھتی ہے۔ جس وقت اس کو نحر کیا جائے تو اس سے لہو کا اخراج نہیں ہوا کرتا اور اس کی ہڈی بے حد گداز ہوا کرتی ہے۔ اگر کوئی خاتون اس مچھلی کو تناول کرے تو وہ بہت جلدی قوت مند اور موٹی ہوجائے گی۔ یہ مچھلی زبردست خوراک ہے۔

الجلالۃ

''الجلالۃ'' (غلاظت تناول کرنے والی گائے) وہ حیوان جو غلاظت میں رہا کرتا ہو اور غلاظت ہی اس کی خوراک ہو تو وہ ''الجلالۃ'' کہلاتا ہے۔ ''الجلۃ'' کا مطلب مینگنی کو چن لینے والا حیوان ہے۔ ایسے ہی کہتے ہیں کہ ''جلت الدابۃ الجلۃ'' (حیوان نے مینگنی چن لی) اس سے ہی ''الجلالۃ'' (غلاظت کھاجانے والی گائے) بھی ہے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاظت تناول کرنے والی گائے (الجلالۃ) کی سواری کی ممانعت فرمائی ہے''۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جلالہ'' (غلاظت تناول کرنے والی گائے) کے گوشت کو تناول کرنے اور اس کا دودھ نوش کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور اس پر سوار ہونے اور وزن ڈالنے کی بھی ممانعت فرمائی حتیٰ کہ اس کو (مطلب جلالہ کو) رہائش گاہ میں رکھ کر چار روز تک خوراک نہ تناول کرائیں۔ (رواہ الحاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سقادہ میں دہن (منہ) لگا کر پانی نوش کرنے سے اور نجاست تناول کرنے والے حیوان (الجلالۃ) کی سواری کرنے سے روکا ہے اور مجثمہ (مطلب پرندے یا جانور کو جکڑ کر نشانہ بازی کر کے قتل کرنے) سے بھی روک دیا ہے۔ (رواہ البیہقی)

الجلم

"الجلم" یہ ایک طرز کا شکار کرنے والا پرندہ ہوا کرتا ہے جو کہ باز سے مشابہت رکھتا ہے مگر اس سے چھوٹا ہوا کرتا ہے۔ بہت جلد "باب الباء" میں اس کا تذکرہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

الجمل

"الجمل" اونٹ کو کہا جاتا ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ "جمل" اونٹنی کا شوہر ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس وقت "جمل" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "جمل" کے بارے میں پوچھنے والا بے علم ہے اس لئے کہ اونٹ سے سب لوگ واقف ہیں۔ "جمل" کی جمع "جمال" "اجمال" "جمائل" اور "جمالات" آیا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "كَاَنَّهَا جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ جمال کی جمع "جمالات" ہے جس طرح کہ رجال کی جمع "رجالات" آیا کرتی ہے۔

فوائد: جنگ جمل کے روز جس اونٹ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سواری کر رہی تھیں وہ اونٹ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے چار سو دراہم کا اور ایک بیان کی نسبت سے دو سو دراہم میں خرید لیا تھا۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ مالک بن حرث جو اشتر نخعی کے اسم سے مشہور ہیں۔ جمل کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہترین سپہ سالار تھے۔ سو جنگ جمل میں مالک بن حرث، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مدمقابل ہوئے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بہت ہی بہادر شخص تھے۔ دونوں میں ٹکراؤ ہوا۔ کسی وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، مالک بن حرث کو ہرا کر ان کے سینے پر بیٹھتے اور کسی وقت مالک بن حرث، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ہرا کر برے طریقے سے مارتے تھے۔ کئی دفعہ ایسے ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بلند آواز میں مخاطب ہو کر کہا:

اقتلو فی و ما لکا　　　　واقتلوا ما لکا معی

"مجھ کو اور مالک کو ہلاک کر دو بلکہ مالک کو میرے ہمراہ ہلاک کر دو"۔

ادھر مالک کا مطلب اشتر نخعی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ میں نے جنگ جمل کے روز اس عالم میں شام کی کہ نیزوں اور شمشیروں سے زخمی ہو کر سینتیس لوگ موت کا شکار ہو چکے تھے مگر دونوں حریفوں میں سے کوئی بھی

شکست کے لئے راضی نہ تھا۔ سواونٹنی کی مہار پے در پے افراد گرفت میں لیتے جاتے اور جام شہادت نوش کرتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ سینکڑوں افراد اونٹنی کی مہار پر شہادت پاگئے۔ سو میں نے اونٹنی کی مہار کو سنبھال لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کون؟ میں بولا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہوں۔ اسی اثناء میں اشتر نخعی مالک بن حرث گزرا۔ میں نے اس کو شناخت کرلیا اور اس پر حملہ آور ہوگیا۔ بخدا! اس نے بھی مجھ پر شدید جوابی حملہ کیا تو میں بولا:

اقتلونی ومالکا واقتلوا مالکا معی

''مجھ کو اور مالک کو ہلاک کردو بلکہ مجھ کو اور مالک کو اکٹھے ہی ہلاک کردو۔''

سو اونٹنی کی مہار میری گرفت سے آزاد ہوگئی۔ اس کے بعد مالک بن حرث نے مجھ کو اٹھایا اور ایک گڑھے میں ڈال دیا اور بولا کہ اگر حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا تیرا ناتا نہ ہوتا تو تیرے جسم کا ایک ایک حصہ الگ کردیتا۔

ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ جس وقت دونوں جانب سے افراد اکٹھے ہوگئے تو باہم جنگ کا آغاز ہوگیا اور میرے ہاتھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی کی مہار چھوٹ گئی اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرمان دیتے ہوئے سماعت کیا کہ اونٹنی کی کونچوں کو کاٹ ڈالو اس لئے کہ اگر اس کو ہلاک کردیا گیا تو لوگ تتر بتر ہوجائیں گے اور جنگ میں کمی ہوسکتی ہے۔ ایک شخص نے تلوار اٹھا کر اونٹنی پر وار کردیا جس کی بناء پر اونٹنی ارض پر بیٹھ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس وار کی وجہ سے اونٹنی اتنی بلند آواز سے چیخی کہ اتنی ڈراونی آواز میں نے اپنی حیات میں اس سے قبل سماعت نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو شہادت پانے والوں کے وسط سے کجاوہ اٹھالینے کا فرمان دیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نشست فرما تھیں۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ہودج میں اپنے ہاتھ کو داخل کردیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو بھی اس حرم سے معترض ہوا اللہ عزوجل اس کو آتش میں جلائیں۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمشیرہ محترمہ ایسے فرمائیں کہ دنیا کی آتش سے جلائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ دنیا کی آتش سے جلائے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں موجود تھے اس جنگ میں شہادت پاگئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ کے آغاز سے قبل ہی واپس چلے گئے تھے۔ مگر عمرو بن جرموز نے انہیں ''سباع'' کی وادی میں سوتے ہوئے شہید کردیا تھا اور ان کی شمشیر لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شمشیر کو دیکھ کر فرمایا اے ظلم کرنے والے! یہ تو وہ شمشیر ہے جس نے بے شمار دفعہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نگہبانی کی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں تشریف آور ہوئے اور ادھر کے لوگوں سے بیعت لے لی اور عثمان بن حنیف کو رہا کردیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے اسباب سفر تیار

کیا گیا اوران کوان کے بھائی محترم حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب بھیجا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی میلوں تک ان کے ہمراہ چلتے رہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوایک منزل آگے تک روانہ کیا۔ بیان ہوتا ہے کہ جنگ جمل کے دوران قتل ہونے والے افراد آٹھ ہزار تھے اور ایک بیان کی مناسبت سے سترہ ہزار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے ایک ہزار کے قریب افراد نے جام شہادت نوش کیا اور اس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی "ناقہ" کی مہار پر اَسّی کے قریب ہاتھوں کو کاٹا گیا۔ ان میں ساروں سے زیادہ عزت دار بنی قبہ تھے۔ جس وقت بھی کسی آدمی کا ہاتھ کٹتا تو فوری طور پر کوئی دوسرا فرد اونٹنی کی مہار کو گرفت میں لے لیتا۔ بنی ضبی نے اس بارے میں شعر کہے ہیں:۔

نحن بنی ضبة اصحاب الجمل　　ننازل الموت اذا لموت نزل

"ہم خاندان بنوقبہ کے لوگ ہیں اور اونٹوں والے ہیں' ہم مرنے کا مقابلہ کیا کرتے ہیں جس وقت کہ موت سامنے آ کھڑی ہو"۔

والموت احلی عندنا من العسل　　وکانو اقدألبسوه الادراع الی ان عقر

"اور مرنا ہمارے لئے شہد سے زیادہ پیارا ہے' اور ہم نے زرہ پہنی حتیٰ کہ ہلاک کر دیئے گئے"۔

نحویین کے مطابق لفظ "بنی" تعریف وخصوصیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ جنگ جمل جمعرات کے دن 10 جمادی الاول یا جمادی الثانی کے مہینے میں 36ھ میں لڑی گئی۔ اکثر علماء کرام دس کی جگہ پندرہ تاریخ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جنگ جمل کا آغاز سویرے ہوا اور عصر تک جنگ جاری رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ اشتر سے ٹکراؤ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سلامت ہونے کی نوید دینے والے کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دس ہزار دراہم انعام کے طور پر ادا کئے تھے۔ ابن خلکان وغیرہ نے تحریر کیا ہے کہ لڑائی کے بعد مالک بن حرث نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے اشتر! تو وہی ہے جو جنگ جمل میں میرے بھائی کے بیٹے کو قتل کرنے کا خواہاں تھا؟ اشتر یہ شعر پڑھنے لگا:

أعائش لولا اننی کنت طاویا　　ثلاثا لا لفیت ابن أختك هالکا

"اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! اگر میں لوٹ جانے والا نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہا لازمی اپنے بھائی کے فرزند کو نعش کی شکل میں دیکھ لیتیں"۔

غداة ینادی والرماح تنوشه　　بآخر صوت اقتلو فی ومالکا

"سویرے سویرے ہی اعلان ہوتا اور نیزے گوشت میں کھب جاتے اور اعلان یہ ہوتا کہ مجھ کو اور مالک بن حرث کو ہلاک کردو"۔

فنجاه منی أکله وشبابه　　وخلوة جوف لم یکن متماسکا

"اس کو میرے سے چھٹکارا مل گیا اس کی نعش کے تناول کرنے سے اور اس کے شباب سے بھی اور اگر معدہ خالی ہوتو

کوئی شے بھی نہیں پکڑی جاسکتی۔''

کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سر میں مالک بن حرث کے مقابلہ میں اتنا گہرا زخم لگ گیا تھا کہ جس وقت تک اس میں ایک بوتل تیل نہ انڈیلا جاتا وہ بند نہیں ہوا کرتا تھا۔ حاکم نے قیس بن ابی حازم کی اور ابن شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے کہ ''حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ بیویوں سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ کاش مجھ کو علم ہو جاتا کہ آپ سب میں سے بالوں والے اونٹ والی کون ہے؟ جو اس پر سواری کرے گی۔ حتیٰ کہ اس پر ''حواب'' کے کتے بھونکنا شروع کر دیں گے۔'' (الحدیث)

''حواب'' ایک چشمہ کہلاتا ہے جو بصرہ کے نزدیک موجود ہے۔

''ادیب الاذب'' کا مطلب وہ والا اونٹ ہے جس کے ماتھے پر بالوں کی زیادہ تعداد ہو۔ ابن دحیہ کا کہنا ہے کہ مجھ کو ابن العربی پر حیرانگی ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف ''العواصم والعواصم'' میں کیسے اس حدیث کی نفی کر دی اور یہ بول دیا کہ اس حدیث کی کوئی حقیقت نہیں۔ جبکہ یہ حدیث تو سورج کے طلوع ہونے سے بھی زیادہ معروف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت بصرہ کی طرف رخ کیا اور ''حواب'' نام کے چشمہ کے پاس سے گزریں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ مجھ کو واپس لے جاؤ۔ مجھ کو واپس لے جاؤ۔ اس لئے کہ میں نے حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کر رکھا ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ کاش مجھ کو علم ہو جاتا کہ تم سب میں سے وہ کونسی خاتون ہے جس پر چشمہ حواب کے کتے بھونکنا شروع کر دیں گے۔ قیس بن ابی حازم نے بھی اس حدیث کی نفی کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

شکا الی جملی طول السریٰ ۔۔۔ یا جملی یس الی المشتکی

''میرے اونٹ کے بارے میں بہت دیر تک چلنے کا شکوہ کیا گیا مگر اے میرے اونٹ شکوہ کا کوئی خاص وقت نہیں ہے۔''

صبراً جمیلاً فکلنا مبتلیٰ

''کیونکہ ہم سارے ہی مبتلا ہیں تو صبر ہی مناسب ہے۔''

جس طرح کہ عمرو بن کلثوم نے بیان کیا ہے:

الا لا یجھلن احد علینا ۔۔۔ فنجھل فوق جھل الجا ھلینا

''جان رکھو ہمارے سے کوئی جہالت والا کام نہ کرے اور اگر اس طرح کرے گا۔ ہم بھی جہالت کو دکھا دیں گے۔''

اور ایسے ہی دوسرا شعر ہے:

ولی فرس للحلم بالعلم ملجم ۔۔۔ ولی فرس للجھل بالجھل مسرج

''میری ملکیت میں ایک حلم کا گھوڑا ہے جس کو حلم کی ڈور اٹھانی ہے اور میری ملکیت میں کم علمی کا گھوڑا ہے جس کے اوپر کم علمی کی زین ڈال دی گئی ہے۔''

فمن رام تقویمی فانی مقوم ۔۔۔ ومن رام تعویجی فانی معوج

''جو مجھ کو سیدھا رکھنے کا خواہاں ہوتو میں سیدھا رہا کرتا ہوں اور جو مجھ کو الٹا کرنے کا خواہاں ہوتو میں الٹا ہو کر دکھایا کرتا ہوں۔''

لقد عظم البعیر بغیر لب ۔۔۔ فلم یستغن بالعظم البعیر

''بلاشبہ جس وقت اونٹ عقل کے بنا ہی بڑھ گیا تو اب اونٹ کی عظمت سے مستغنی نہیں ہوا جاسکتا۔''

سعت ذات سم فی قمیص فغادرت ۔۔۔ بہ أثرا واللہ یشفی من السم

''زہر والے حیوان نے مجھ کو کاٹا اور اپنے زہر کے اثرات چھوڑ گیا' اب اللہ پاک ہی زہر سے صحت یابی عطا کرے گا۔''

کست قیصر ثوب الجمال وتبعا ۔۔۔ وکسری وعادت وھی عاریۃ الجسم

''قیصر تبعہ اور کسریٰ کو شاہی خلعت سے نوازا گیا مگر آخر کار ان سے شاہی لبادہ اتروالیا گیا اور یہ بے لباس ہی رہ گئے۔''

''ابوایوب'' اور ''ابوصفوان'' اونٹ (جمل) کی کنیت کہلاتی ہے۔

حضرت ام زرع رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ ''میرا خاوند اونٹ کے گوشت کی مانند ہے جس طرح کہ کسی ویران پہاڑ پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے برس ہدیہ کے طور پر اونٹ دیا۔ یہ اونٹ ابوجہل کی ملکیت تھا اور اس اونٹ کے ناک میں چاندی کی نکیل ڈالی گئی تھی۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس کام سے مشرک لوگوں کو دکھ درد میں ڈالنا چاہتے تھے۔'' (رواہ ابی داؤد)

خطابی نے کہا ہے کہ اس سے ایک یہ معاملہ بھی حل ہوتا ہے کہ تحفے میں مذکر اونٹ دینا درست ہے۔ اس کے علاوہ اس سے یہ علم بھی ہوتا ہے کہ سواریوں میں کچھ مقدار میں چاندی کو مستعمل کرنا بھی درست ہے اور مشرکین کو دکھ و غصہ میں ڈالنے کا مفہوم یہ ہے کہ عام افراد یہ بات جانتے تھے کہ یہ اونٹ ابوجہل کا ہے مگر حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو خریدا تھا۔ سو اب ابوجہل اور مشرک لوگوں کے لئے یہ بات سوہان روح تھی کہ ابوجہل کا اونٹ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان قربان کرنے والوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی مال و دولت مجاہدوں کے حصے میں آ گئی تھی۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک اس طرح کا خطاب فرمایا جس سے ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ہمارے قلوب میں خوف پیدا ہو گیا۔ ہم نے گزارش کی یارسول اللہ! یہ خطاب بہت ہے۔ اس کے سوا ہم لوگوں کے لئے حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا نصیحت ہے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دن کی مانند چمکدار شب پر چھوڑے جا رہا ہوں۔ جو فرد بھی میرے بعد اس سے منحرف ہوگا وہ ہلاکت کا شکار ہوگا اور جو فرد تم میں سے حیات رہے گا وہ میرے بعد بے شمار مخالفتیں دیکھے گا۔ تم پر اس لئے اس شے کی پیروی لازم ہے کہ تم میری سنت کی پیروی کرو اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو۔ اس پر بہت شدت سے عمل کرنا اور تم محدثات سے بچنا اس لئے کہ ہر نئی شے بدعت ہے اور ہر بدعت بے دینی ہے اور تم لوگوں کے لئے لازم ہے کہ تم بندگی کو لازمی کرلو ہر چند کہ تم پر حبشی غلام ہی (سردار) ہو۔ مسلمان نکیل والے اونٹ کی طرح ہے کہ اس کی نکیل کو کھنچا جائے تو پیروی کیا کرتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

''کالجمل الانف'' کا مطلب ہے کہ وہ اونٹ جس کو نکیل ڈال دی گئی ہو جس کی بناء پر وہ اپنے مالک کا نافرمان نہیں ہوا کرتا اور ''انیخ'' وہ اونٹ کہلاتا ہے جو آسانی کے ساتھ ہی فرمانبردار ہو جائے۔ اکثر روایات میں ''الجمل الآنف'' ھمزہ کی مد کے ہمراہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مفہوم بھی وہی ہے جو اس سے قبل بیان ہو چکا ہے اور ایک روایت میں ''ان قیداً نقاد'' کے بعد ان کلمات کا استعمال ہوا ہے۔ ''وان انیخ علی صخرة استناخ'' (اگر اس کو پتھروں والی ارض پر بٹھا دیں تو بیٹھ جایا کرتا ہے)۔

''النواجذ'' کا مفہوم ہے کہ وہ دانت جو کہ ڈاڑھوں کے نزدیک ہوا کرتے ہیں۔ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ سنت پر ایسے شدت سے عمل کرو جس طرح کہ کسی شے کو زور سے گرفت میں لینے کے لئے دانتوں سے دباتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں بیان ہے کہ ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ضحکہ حتیٰ بدت نواجذہ'' (کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے حتیٰ کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک نمایاں ہو گئے)۔ اس حدیث پاک میں ''نواجذ'' کا مطلب ''ضواحک'' ہیں اور ''ضواحک'' وہ دانت ہیں جو ہنستے وقت نمایاں ہوا کرتے ہیں۔ حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہی تھا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی نشست نہ اپنائے بلکہ ارض پر دونوں ہاتھ اور اس کے بعد دونوں گھٹنے رکھے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی)

خطابی کا کہنا ہے کہ اس حدیث پاک میں وائل بن حجر کی اس حدیث کی حمایت ہوتی ہے جسے چاروں ائمہ کرام نے ان سے نقل کیا ہے۔ ''حضرت امام راوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہوا ہے کہ جس وقت حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرمایا کرتے تھے تو ہتھیلیوں کو ارض پر رکھنے سے قبل اپنے گھٹنوں کو ارض پر رکھا کرتے تھے اور جس وقت اٹھا کرتے تھے تو گھٹنوں سے قبل ہاتھوں کو اٹھا لیا کرتے تھے۔'' (الحدیث)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ میں حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ،

فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اونٹ پر سواری کر رہا تھا۔ اس اونٹ پر تھکان غالب آ گئی اور حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی کمر پر لکڑی کو چبھویا اور اونٹ کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اب اونٹ پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس اونٹ پر بیٹھ گئے اور ساروں سے آگے چلے گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پھر حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے دریافت کیا کہ جابر تم نے اپنے اونٹ کو کس طرح پایا؟ لہٰذا میں نے بتلایا کہ بلاشبہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اس کو مل گئی ہے۔ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم اس اونٹ کو مجھے بیچو گے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو شرم آ گئی اور میں حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دے پایا۔ میں نے عرض کیا جی۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی قیمت بڑھاتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے رہے کہ اللہ پاک تمہاری بخشش فرمائے۔ حتیٰ کہ میں نے وہ اونٹ ایک اوقیہ سونے کے بدلے حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرط پر بیچ دیا کہ میں مدینہ منورہ تک اس پر سواری کروں گا۔ سو جس وقت میں مدینہ منورہ چلا گیا تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ فرمان دیا کہ ان (مطلب حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کو قیمت کی ادائیگی کر دو اور تھوڑی اور رقم کا بھی اضافہ کر دو۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ بھی مجھ کو واپس لوٹا دیا۔ (رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے "لیلۃ البعیر" میں میرے لئے پچیس دفعہ مغفرت کی دعا فرمائی تھی۔ (ابن حبان)

فروخت میں شرط کے جواز کے بارے میں اسی اول حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے اور اس کے بارے میں ائمہ کرام کی مخالفت کا تصانیف فقہ میں تفصیل سے تذکرہ موجود ہے۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ کو خرید لینا اور مقررہ قیمت سے زیادہ ادائیگی کرنا اور اس کے بعد اونٹ کو واپس لوٹا دینا اس کی تدبیر یہ ہے کہ حضور سرور عالم، رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتا دینے کے خواہاں تھے کہ اللہ پاک نے ان کے والد کو حیات فرمایا ہے اور ان کی روح انہیں واپس لوٹا دی ہے۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ کو خرید لیا جیسا کہ اللہ عزوجل نے شہیدوں کی جان کو بہشت کے عوض خریدا ہوا ہے اور (مسلمان) انسان کی جان کو بھی خریدا ہوا ہے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل انہیں اور اجر سے نوازتے ہیں۔

لہٰذا ارشاد ربانی ہے: "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"

(نیک ایمان کرنے والوں کو اللہ پاک نیک اعمال کے ثواب کے علاوہ اور زیادہ ثواب سے بھی نوازتا ہے)۔

اس کے بعد اللہ عزوجل شہیدوں کی روحوں کو واپس لوٹا دیا کرتا ہے جو کہ اللہ پاک نے بہشت کے عوض خرید لی تھیں۔ سو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ"

(اور اللہ پاک کی راہ میں شہادت پانے والوں کو مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں حیات ہیں اور ان کو روزی بھی دی جاتی ہے)۔

لہٰذا حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو خریدا اور قیمت میں کثرت فرما کر اور اس کے بعد اونٹ کو واپس لوٹا کر اس اطلاع کی اپنے عمل سے مثل دی جیسا کہ اوپر بیان کی گئی آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے تذکرہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے گلشن میں تشریف آور ہوئے۔ حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں ایک اونٹ دکھائی دیا جس نے حضور مکی مدنی سرکار، بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر کے آنسو بہانے شروع کر دیئے۔ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے کوہان پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا تو اونٹ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد حضور سرورِ عالم، رحمتِ عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا آقا کون ہے؟ لہٰذا حضور سراج السالکین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس مویشی کے بارے میں جس کی ملکیت اللہ پاک نے تم کو دی ہے اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اس اونٹ نے میرے سے تمہارا شکوہ کیا ہے کہ تم اس کو کھانا نہیں دیتے اور کام لگاتار لیتے رہتے ہو۔ (رواہ الحاکم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں حضور جان کائنات، فخر موجودات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے حتیٰ کہ جس وقت ہم بحرہ واقم پر پہنچ گئے تو یکا یک ایک اونٹ بھاگتا ہوا حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا حتیٰ کہ قریب آ کر بلبلانا شروع کر دیا۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ اونٹ میرے سے اپنے آقا کا شکوہ کر رہا ہے کہ اس کا آقا بہت روز تک اس سے کھیتی کرواتا رہا حتیٰ کہ کمزور اور ضعیف کر دیا اور اب جس وقت اس کی حیات بڑھاپے کے جانب گامزن ہے تو اس کو نحر کرنے کا خواہاں ہے۔ اے جابر! تم اس اونٹ کے آقا کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں بولا کہ میں تو اس کے مالک سے آشنا نہیں ہوں۔ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ خود تم کو اپنے آقا تک لے جائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ اونٹ تیز رفتاری سے میرے آگے آگے چلنے لگا حتیٰ کہ مجھ کو بنی خطمہ کی محفل میں لے گیا۔ میں نے محفل کے افراد سے اس اونٹ کے آقا کے بارے میں پوچھا اور پھر اس

کے پاس جا کر کہنے لگا کہ حضور سرورِ عالم رحمت عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر جواب دو۔ وہ آدمی میرے ہمراہ آ گیا اور حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرا اونٹ کہہ رہا ہے کہ تو نے ایک مدت تک اس سے کھیتی کے کام کروائے ہیں حتیٰ کہ اس کو کمزور اور ضعیف کر دیا ہے اور اب جس وقت یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو تم اس کو نحر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ لہٰذا اونٹ کا مالک کہنے لگا کہ قسم ہے اس پاک ہستی کی جس نے حضور کو برحق پیغمبر بنا کر بھیجا ہے یہ اس لیے ہی ہے سو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی صالح مملوک کا انعام ہے۔ اس کے بعد اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا تم اس کو فروخت کرنے کی خواہش رکھتے ہو؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جی۔ حضور مکی مدنی سرکار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو خرید کر اشجار میں چرنے کے لئے چھوڑا حتیٰ کہ قوت کی بناء پر اس کا کوہان فربہ ہو گیا۔ سو جس وقت ہجرت کرنے والے اور انصار لوگ اپنے تحفے حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تو حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تھوڑا سا حصہ اونٹ کی خوراک کے لئے بچا لیا کرتے اور ایک مدت تک حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ رہا۔ (رواہ الحاکم)

ایک داستان: حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اور حضرت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مثیرا لغرام الساکن'' میں احمد بن عطاء روذباری کے واقعے کو بیان کیا ہے کہ ''ابن عطاء نے کہا ہے کہ ایک روز میں اونٹ پر سواری کر رہا تھا کہ یکا یک اونٹ کے پیروں میں ریت پھنسنے لگی تو میں نے ''جل اللہ'' بولا۔ اونٹ بھی کہنے لگا ''جل اللہ'' اور ان کا ہی دوسرا واقعہ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کرامات اولیاء'' کے باب میں بیان کیا ہے کہ ابن عطاء نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ کی راہ میں ایک آدمی نے میرے سے اپنا قصہ بیان کیا کہ مجھے اونٹوں کی ایک قطار دکھائی دی جن پر وزن لادا گیا تھا اور ان کی گردنیں طویل تھیں۔ میں بول اٹھا کہ پاکیزہ ہے وہ ہستی جس نے ان کو طاقت سے نوازا ہے۔ سو میں نے ایک اونٹ کی طرف دھیان دیا تو وہ بولا کہ تم کہو ''جل اللہ'' تو میں کہنے لگا ''جل اللہ''۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اکثر ماہرین عالم متقدمین کی تحاریر میں دیکھا ہے کہ شہر خراسان میں ایک بدنظر والا شخص رہائش پذیر تھا۔ ایک روز محفل میں نشست سنبھالے ہوئے تھا تو اس کے آگے سے اونٹوں کی ایک لائن گئی۔ بدنظر کہنے لگا کہ تم کس کا گوشت تناول کرو گے۔ افراد نے ایک بہترین اونٹ کی جانب ہاتھ کیا۔ بدنظر شخص اس اونٹ کی جانب دیکھنے لگا تو وہ اونٹ فوری طور پر نیچے گر گیا۔ سو اونٹ کا آقا ایک دانا شخص تھا لہٰذا وہ کہنے لگا کہ میرے اونٹ کو کس نے بری نظر سے دیکھا ہے؟ لہٰذا اس کو چاہئے کہ وہ یہ آیت پڑھ لے تاکہ بری نظر کا اثر ختم ہو جائے۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط عظيم الشان شديد البرهان ماشاء الله كان حبس حابس من حجر يابس وشهاب قابس اللّٰهم انى رددت عين العائن عليه وفى احب الناس اليه وفى كبره كلبتيه لحم رقيق و عظم دقيق فيما له يلق فارجع البصر هل ترىٰ من فطور ثم ارجع

ث البصر خاسا و هو حسير" .

...راونٹ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح لگتا تھا کہ جیسے اس کو کچھ نہیں ہوا اور بری نظر کا اثر ختم ہو گیا ہے۔

...بری نظر والے کی بدنظری سے کسی کی موت واقع ہو جائے اور وہ بری نظر والا (عائن) اس کو تسلیم بھی کر لے تو ...سے قصاص کا مطالبہ نہیں ہو گا اور بدنظری پر جرمانہ اور کفارے کی ادائیگی بھی لازم نہیں ہو گی کیونکہ بری نظر قصداً مرنے ...موجب نہیں بنا کرتی۔ جس کو بری نظر لگ گئی ہو اس کے لئے ان کلمات سے برکت کی دعا مانگنی چاہئے۔

"اللّٰھم بارك فیه و لا تضره و ان یقول ماشاء الله لاحول و لا قوة الا بالله" .

قاضی حسین نے تحریر کیا ہے کہ ایک پیغمبر علیہ السلام نے اپنی امت کو بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ سو اللہ پاک نے ایک ہی شب میں ایک ہزار لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جس وقت سویرا ہوا تو پیغمبر علیہ السلام نے اللہ پاک سے اس کا شکوہ کیا۔ اللہ پاک نے فرمایا جس وقت تم نے ان کی تعداد کو بہت زیادہ جانا تو پھر ان کو محفوظ کیوں نہیں کیا؟ لہٰذا پیغمبر علیہ السلام نے گزارش کی اے اللہ پاک میں کیسے ان کو محفوظ کرتا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ تم یہ کلمات کہا کرتے :

"حصنتكم بالحی القیوم الذی لایموت ابدا و دفعت عنكم السوء بلا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم ."

قاضی حسین نے فرمایا ہے کہ ہر اس فرد کو جس کی جان اور احوال سکون میں ہوں اپنے بارے میں یہی الفاظ ادا کرنے چاہئیں۔ قاضی حسین صاحب بذات خود بھی جس وقت اپنے طالب علموں کی زیادتی دیکھتے تو یہی الفاظ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے کہ بری نظر انسان کو ضرر نہیں پہنچایا کرتی۔ قاضی حسین اس کو رد کرتے ہیں۔

ایک داستان: حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جریدے میں سعید بن محمد بصری کی یہ داستان تحریر کی ہے کہ میں نے بصرہ کی راہ میں ایک عربی کو اونٹ کو ہانکتے ہوئے پایا۔ اس کے کچھ لمحوں بعد میں نے اونٹ کی جانب توجہ کی تو اونٹ مر چکا تھا اور اونٹ کا اسباب اور پلان وغیرہ زمین بوس ہو چکے تھے۔ میں کچھ لمحوں تک چلا اور اس کے بعد اس پر دھیان دیا تو وہ عربی شخص دعا کر رہا تھا اے مسبب الاسباب' اے ہر ایک کی حاجت روائی کرنے والے' مجھ کو میری سواری واپس عطا فرما دے۔ سو کچھ لمحوں کے بعد اونٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو اس عربی شخص نے اس پر اپنا سامان وغیرہ رکھا۔

مرے ہوؤں کو حیات کرنا کرم نوازی ہے ہر چند کہ یہ بہت بڑا کام ہے مگر جائز ہے۔ معتمد اور معتبر محققین ائمہ اصول کا من پسند مذہب یہی ہے۔ کیونکہ وہ عمل جو نبی سے معجزہ کے طور پر ثابت ہو چکا ہو وہ ولی سے بزرگی کے طور پر ممکن ہو سکتا ہے اس شرط پر کہ ولی نبی کی مانند دعویٰ نہ کرے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرے ہوؤں کو حیات کرنے کی بزرگی اولیاء کرام سے ان گنت ثابت ہے۔

بہت جلد اسی تصنیف میں کئی مقامات پر اس طرح کے قصے بیان ہوں گے۔

فوائد: شیخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کسی ولی سے معجزہ کا ثابت ہونا برتری کی دلیل نہیں اس لئے کہ معجزہ ثابت ہونا مکمل تیقن اور اللہ پاک کی ذات اقدس کی معرفت مکمل طور پر ظاہر ہو جانے سے بھی ہو جایا کرتا ہے۔

قطب العلوم و تاج العارفین ابوالقاسم الجنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یقین مشہد غیب کے بارے میں شبہ ختم کرنے کا اسم ہے اور تیقن اس علم کا اسم ہے جس میں تبدیلی کا امکان نہ ہو۔

شیخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معجزہ کا صادر ہونا زیادہ تر محبین اور زاہدین سے ہوا کرتا ہے اور عارفین سے معجزہ کا صادر ہونا بہت تھوڑا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ معرفت عشق سے برتر ہے۔ یہ علماء محققین کے مطابق مناسب و برتر ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ محمد بن ظفر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''خیر البشر بخیر البشر'' میں تحریر کیا ہے کہ اسکندریہ کے دروازے پر اونٹ کا تانبے سے تیار کیا ہوا مجسمہ گڑھا ہوا تھا جس پر عربی صورت کا ایک شخص زرہ پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر پگڑی اور پاؤں میں تانبے کے بنے ہوئے جوتے تھے۔ اگر اسکندریہ میں دو افراد کے مابین لڑائی ہوتی تو وہ ایک دوسرے سے اصلاح کے لئے اس بت کے آگے آتے اور ظلم کا شکار فرد ظالم سے کہا کرتا کہ اس گھڑسوار کے کھونے سے قبل میرے حق کی ادائیگی کر و اس لئے کہ جس وقت یہ کھو جائے گا تو یہ تیرے سے میرا مکمل حق حاصل کرلے گا ہر چند کہ تو پسند نہ کرتا ہو۔

اسکندریہ میں یہ بت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مصر میں فتح کے جھنڈے گاڑنے تک قائم رہا اس کے بعد کھو گیا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس میں حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات کی بشارت کی علامت ہے۔

''جمل'' کا حکم شرعی اور خصائص: ''جمل'' کے بارے میں شریعت کا حکم اور خوائص ''ابل'' کے موضوع میں بیان ہو چکے ہیں۔

ضرب الامثال: 1۔ عربی لوگ کہا کرتے ہیں "الجمل من جوفه يجتر"

(اونٹ اپنے پیٹ سے خارج کر کے جگالی کیا کرتا ہے) یہ مثل اس طرح کے فرد کے بارے میں استعمال ہوتی ہے جو اپنے ذخیرہ کئے ہوئے مال سے نفع حاصل کرے۔

2۔ عرب لوگ کہا کرتے ہیں کہ "اخلف من بول الجمل"

(فلاں اونٹ کی مانند عقب سے پیشاب کیا کرتا ہے)۔

''اخلف'' ''خلف'' سے نسبت رکھتا ہے جس کا مفہوم ہے عقب سے آنا۔ "اخلف من بول الجمل" اس لئے بولا گیا ہے کہ اونٹ عقب سے پیشاب کیا کرتا ہے۔

عرب کے لوگ اس شخص کے بارے میں جو کسی آفت میں مبتلا ہو مثل دیتے ہوئے بولتے ہیں۔ ''وقع القوم فی سلی جمل'' (قوم جمل جھلی میں الجھ گئی) ''السلی'' اس جھلی کو بولتے ہیں جس میں طفل کو لپیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اگر وہ جھلی حاملہ خاتون کے

بطن میں پھوٹ پڑے تو زچہ و بچہ دونوں موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یوں ہی عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ:

"اعز من الابلق العقوق"

(فلاں عمل غیر جا گزین شے سے بھی زیادہ شدید ہے)

ایسے ہی عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں:

"الثمر فی البسر و علی ظهر الجمل"

اس ضرب المثل کی حقیقت یہ ہے کہ دور جہالت میں جس وقت کوئی آدمی کسی فیصلے پر پہنچ جایا کرتا تھا یا اس کو کسی کام میں فلاح مل جاتی تھی تو وہ مدینہ منورہ کے پہاڑوں کی بلندی پر چڑھ کر یہ کلمات ادا کرتا تھا۔ مطلب جو آدمی اونٹنی کی مدد سے اپنے کھیتوں کو کنویں کا پانی دیا کرے تو وہ آدمی اپنے سیراب ہونے کا پھل بہت جلد حاصل کرے گا۔

اسی سے مطابقت رکھتا شعر شاعر نے کہا ہے کہ:

اذا أنت لم تزرع و أبصرت حاصدا ندمت علی التفریط فی زمن الزرع

"جس وقت تم کھیتوں پر جدوجہد نہیں کرتے اور کاٹنے کی آرزوئیں بڑی رکھتے ہو تو آخر کار تم کو کھیتی کے بہتر ایام میں کی جانے والی لغزشوں پر شرمساری کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

تسالنی أم الولید جملا یمشی روید اویکون أولا

"ولید کی ماں میرے سے اونٹ مانگا کرتی ہے یہ اونٹ آہستہ چلتے ہوئے بھی ساروں سے آگے رہتا ہے۔"

خواب کی تعبیر: جمل کا خواب میں دکھائی دینا حج کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ عربی اونٹ کا خواب میں دکھائی دینا حج کی نشانی ہے۔ (الحدیث)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ" (الآیۃ)

اس کے علاوہ بختی اونٹ عجمی آدمی کی نشانی ہے۔

اگر کسی آدمی کو خواب میں دکھائی دے کہ کوئی اونٹ اس پر حملہ آور ہو گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کسی بے وقوف شخص کا خواب دیکھنے والے شخص سے جھگڑا ہو گا۔ اگر کسی کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ اونٹ کی مہار اپنی گرفت میں لئے مانگتا پھر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ کسی بھٹکے ہوئے فرد کو صراط مستقیم پر لانے کی جدوجہد کرے گا۔ خواب میں اگر نظر آئے کہ خواب دیکھنے والا اونٹ کا سر تناول کر رہا ہے تو اسے کسی حکمران کی غیبت سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر کوئی خواب میں عربی اونٹ بہت زیادہ تعداد میں دیکھے تو اس سے مراد یہ ہو گا کہ خواب دیکھنے والا شخص عرب قوم کا حکمران منتخب کیا جائے گا۔ اگر کوئی خواب میں دو لڑائی کرتے ہوئے اونٹ دیکھ لے تو اس کا مطلب ہو گا کہ دو شہنشاہوں میں سخت ترین جنگ ہو گی۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ اونٹ کی نکیل کو پکڑ کر کھینچ رہا ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ اپنے حریف پر غلبہ پائے گا۔ اونٹ کو جہالت والی ملت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی خود پر سے اونٹ کو گزرتا ہوا خواب میں دیکھے تو یہ غربت کی علامت ہے۔ اگر کسی کو خواب

میں نظر آئے کہ اونٹ نے اس کو ٹانگ ماردی ہے تو یہ اس کی علالت کی علامت ہے۔ایسے ہی خواب میں اونٹوں کی لمبی لائن دیکھے تو اس کو برسات سے تعبیر کیا جائے گا اس لئے کہ برسات کے قطرے ہی ایک کے بعد ایک آیا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اونٹ جس طرح سے وزن ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرتے ہیں ایسے ہی بادل بھی آب کو لے کر چلا کرتے ہیں۔اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ بختی اونٹ پر سواری کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ بے مقصد لمبا سفر کرے گا۔اکثر اونٹ کو گھر اور کشتی سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اونٹ کو صحرا کی کشتی کہا جاتا ہے۔

''جمل'' (اونٹ) کو مرنے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہ احباب کو لئے بہت دور تک سفر کیا کرتا ہے۔یوں ہی اونٹ کو بیوی سے تعبیر کرتے ہیں اور خواب میں اونٹ دکھائی دینا بغض وحسد اور کینہ کا اشارہ ہوتا ہے اور اکثر بردبار آدمی کی علامت ہوتا ہے اور کبھی اونٹ کا خواب میں نظر آنا ان امور میں دیر کا موجب ہوتا ہے جن کے جلد سرانجام ہونے کی بشر کو خواہش ہوا کرتی ہے۔''جمل'' (اونٹ) کا خواب میں دکھائی دینا اکثر خوبصورتی کی علامت بھی ہوا کرتا ہے اس لئے کہ ''جمل'' کا مفہوم خوبصورت ہوتا ہے اور کبھی اس کو سانپ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لئے کہ سانپ کی ولادت اونٹ کی کھال سے ہوئی ہے۔
اگر اونٹ کے مالک کو اپنا ہی اونٹ خواب میں دکھائی دے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مالک کو اونٹ سے بے حد نفع پہنچے گا۔ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اونٹ کو زمینی وآبی تاجر اور غریب الوطن سفر کرنے والے شخص سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ غریب اور عجمی افراد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر قید اور ہلاکت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔(واللہ اعلم)

جمل البحر

"جمل البحر" (مچھلی) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ مچھلی اونٹ سے مشابہت رکھتی ہے اور یہ تین ہاتھ کے برابر طویل ہوا کرتی ہے۔امام جاحظ ''کتاب البیان والتبیین'' میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جمل البحر'' (اونٹ سے مشابہت رکھنے والی مچھلی) کو تناول کرنے کی منظوری دی ہے۔''

جمل الماء

''جمل الماء'' یہ ایک طرز کا پرندہ ہوا کرتا ہے جس کی چونچ طویل ہوا کرتی ہے۔اس کا حقیقی اسم ''حوصل'' بھی ہے بہت جلد ''باب الحاء'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔انشاءاللہ

جمل الیہود

"جمل الیہود" اس کا مطلب گرگٹ ہے۔بہت جلد انشاءاللہ ''باب الحاء'' میں اس کا تفصیلی تذکرہ ہوگا۔

الجمعلیلة

"الجمعلیلة" (جیم اور میم پر زبر ہے) یہ بجو ہوا کرتا ہے۔ ''باب الضاد'' میں جلد ہی اس کا مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔
جمیل و جمیل: ''جمیل و جمیل'' یہ ایک مختصر سا پرندہ ہوا کرتا ہے۔ ''جملان'' کے وزن پر ''کعبان'' اس کی جمع ہوتی ہے۔
حضرت امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''جمیل و جمیل'' بلبل کو کہتے ہیں۔

الجنبر

"الجنبر" ''مقعد'' کے وزن پر ہے اور یہ سرخاب کے طفل کو کہتے ہیں۔

الجندب

"الجندب" یہ ٹڈی کی ایک طرز ہوتی ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق اس سے مراد مذکر ٹڈی ہوتی ہے۔ ''جنادب'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ حضرت امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''الجندب'' میں نون اضافی ہے۔ امام جاحظ کا کہنا ہے کہ "الجندب" اپنے بازو کی مدد سے ارض کھودا کرتی ہے اور شدید حرارت کی کیفیت میں اس کھدائی کی ہوئی ارض میں امان لیا کرتی ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ پاک نے مجھ کو دعوت دے کر بھیجا ہے اس کی مثل ایسے ہے گویا کہ کسی نے آتش کی روشنی کی ہو اور اس میں پتنگے اڑتے اڑتے گرا کرتے ہوں۔ (رواہ مسلم والترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ کلمات بیان ہوئے ہیں کہ

"كان يصلي الظهر والجنادب ينفزن من الرمضاء اى تثب من شدة حزارة الارض"

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز ظہر کی ادائیگی کیا کرتے تو پتھروں والی ارض کی حرارت کی وجہ سے پتنگے اڑتے ہوئے ان کی گردن پر گرا کرتے تھے)۔

الجندع

''الجندع'' ابن سیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''جندع'' ''قنفذ'' کے وزن پر ہے اور یہ چھوٹی ٹڈی کو کہتے ہیں اور اس کے طویل طول سینگ ہوا کرتے ہیں۔ اس ٹڈی کو تناول کرنا حرام ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''الجندع'' کا مطلب چھوٹی ٹڈی ہوا کرتا ہے۔

الجن

''الجن'' یہ ہوائی خلقت ہوتی ہے جسے اللہ عزوجل نے کئی قسم کی صورت وحلیہ بنانے کی طاقت عطا کی ہے۔اس کے علاوہ اس خلقت کوکٹھن سے کٹھن امور کا ارتکاب کرنے کی طاقت سے نواز رکھا ہے۔اس کا واحد بشر کے برعکس ''جنی'' آیا کرتا ہے۔
''جن'' کا مطلب ''چھپے ہونے'' کا ہے اور اس کے علاوہ دیوانہ اور پاگل ہونے کا ہے۔کیونکہ جن بھی نگاہوں سے چھپا رہا کرتا ہے اس بناء پر اس کا اسم بھی ''جن'' تجویز کیا گیا ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جن کا ذکر: حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جن'' کی تین اقسام ہیں۔اوّل قسم وہ ہوتی ہے جن کے پر ہوا کرتے ہیں اور وہ پروں کی مدد سے پرواز کیا کرتے ہیں۔دوئم قسم سانپ کی طرز ہے اور سوئم قسم میں گردونواح میں گھومنے والے (جن) ہوتے ہیں۔

(رواہ الطبرانی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اللہ عزوجل نے جن کو تین اصناف پر تخلیق کیا ہے ایک طرز سانپ' بچھو اور زمین کے کیڑے مکوڑے کی شکل مین اور دوسری طرز ہوا کی مانند ہے جو ہوا میں رہا کرتے ہیں اور تیسری طرز بشر کی مانند ہے۔یہ (جن) حساب وکتاب کے بھی عاقل وبالغ ہیں۔
اس کے علاوہ انسانوں کو بھی اللہ پاک نے تین اقسام پر تخلیق کیا ہے۔ایک طرز چوپائے کی مانند ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۔ وقال تعالیٰ: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ o''

دوسری طرز وہ ہے جن کے ابدان انسانوں کی مانند اور ان میں روح شیطان کی مانند ہے اور تیسری طرز وہ ہے کہ بروز قیامت وہ اللہ پاک کے زیر سایہ ہونگے کہ جس روز اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

شرعی حکم: مومنوں کا اس قول پر اتفاق ہے کہ ہمارے حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے انسانوں کے لئے نبی بنائے گئے ہیں ویسے ہی آپ کو جنوں کی جانب بھی بعثت عطا کی گئی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

''وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ''

سو ''مَنْ بَلَغَ'' میں جنوں کا بھی شمار ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (سورۃ الاحقاف:29)

اور جس وقت ہم نے آپ کی جانب کچھ جنات کو پھیرا جو قرآن سماعت کر رہے تھے۔

ایسے ہی ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا٥(الفرقان ۔ آیت:1)

وہ بے حد برکت والا ہے جس نے اپنے بشر پر قرآن اتارا تاکہ سارے جہاں کے لئے خوف دلانے والا ہو۔

وَقَالَ تَعَالٰى: "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ٥"

(اور ہم نے تو تم کو سارے جہانوں کے (افراد) کے حق میں رحمت بنا کر بھیج دیا ہے)۔(سورۃ الانبیاء)

ارشاد خداوندی ہے کہ:

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ"(السباء ۔ آیت:28)

(اور ہم نے آپ کو بھیجا ہے تو محض سارے افراد کو مسرت اور خوف سماعت کرنے کے لئے)۔

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جن و بشر کے لئے "الناس" کے کلمات کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں جن و بشر کی کوتاہیوں پر فرمایا:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ٥ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ٥(سورۃ رحمٰن ۔ آیت:32)

(اے جن و بشر ہم تم لوگوں کے لئے جلدی ہی فرصت سے ہو جائیں گے۔

جن و بشر کو "ثقلان" اس بناء پر بولا گیا ہے کہ یہ ارض پر بھاری ہیں اور یہ بھی بولا گیا ہے کہ "ثقلان" کا لفظ استعمال کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ گناہوں کی بناء پر بھاری ہیں۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ"(سورۃ الرحمٰن۔آیت:46)

(اور اس کے لئے جو اپنے اللہ کے آگے کھڑا ہونے سے خوفزدہ ہے دو گلشن ہوں گے)۔

اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ جنوں میں بھی ایک گروہ مقرب اور نیک اعمال کرنے والوں کا ہے جو کہ بہشت میں جائے گا۔ جیسا کہ انسانوں میں اس طرح کے گروہ ہیں۔

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنوں میں مومن ہونے والوں کی جماعت بہشت میں جائے گی اور ان کو انسان کی مانند اجر بھی ملے گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام لیث رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ جنوں کی بہشت تو محض یہ ہے کہ ان کو دوزخ کی آتش سے حفاظت میں رکھا جائے۔ اکثر علما کرام نے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام لیث رحمۃ اللہ علیہما کی اس بات سے اختلاف کیا ہے حتیٰ کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس بات کی مخالفت کی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما اور حضرت امام لیث رحمۃ اللہ علیہما اللہ پاک کے اس ارشاد کو استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

"وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ O" (الاحقاف۔آیت: 31) اور تم کو درد دینے والے عذاب سے محفوظ کر لے گا۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: "فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا O" (سورۃ الجن۔آیت 13)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اس کے بعد جو اپنے اللہ پر ایمان لے آیا تو نہ اس کو ضرر کا اندیشہ رہے گا اور نہ ظلم کا۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی ان دو آیات مبارکہ میں اجر کا تذکرہ نہیں بلکہ محض عذاب سے چھٹکارے کا ذکر ہوا ہے۔ جمہور علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان دونوں آیات مبارکہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ مومن لوگوں کو عذاب سے بچالیا جائے گا۔ دوئم قول کہ بہشت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اس کے بارے میں قرآن پاک میں تصریح ہے۔ اہل علم افراد دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے اجر کو جنوں پر پوشیدہ رکھا ہو۔ اکثر علماء کرام کے مطابق جن جنت میں جانے کے بعد انسانوں کے ہمراہ نہیں ہوں گے بلکہ بہشت کے ایک کونے میں رہا کریں گے۔

حدیث پاک میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ مخلوق کی چار اقسام ہیں۔ ایک تو بہشتی ہے اور وہ ملائک (فرشتے) ہیں۔ دوسری قسم دوزخی ہے اور وہ شیطان ہیں۔ تیسری قسم میں سے کچھ لوگ بہشتی اور کچھ دوزخی ہیں اور وہ جن وانس ہیں ان کے لئے اجر اور سزا ہے۔ اس کے علاوہ ملائکہ، جن اور انسانوں کی مانند بہشت کے انعامات سے نفع نہیں اٹھائیں گے۔ (الحدیث)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان جنوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ بہشت میں جائیں گے یا نہیں؟ تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ جنوں کو بہشت میں داخل کیا جائے گا مگر ادھر نہ تو وہ تناول کریں گے اور نہ ہی نوش کریں گے بلکہ تسبیح وعبادات میں ہی لطف اندوز ہوں گے۔ اس کے علاوہ جن انسانوں کی مانند کھانے اور شراب کے انعامات سے مزہ نہیں اٹھائیں گے۔ (رواہ احمد بن مروان المالکی الدینوری فی اوائل الجزء التاسع من المجالسۃ)

حضرت سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں کئی حدیثیں ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نیچے درج کی گئی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ مجھ کو جامع کلام سے نوازا گیا ہے اور مجھ کو سارے افراد کی جانب مبعوث کیا گیا ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ کلمات ہیں کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھ کو ہر سیاہ اور سفید کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

"کتاب خیر البشر بخیر البشر" میں علامہ محمد بن ظفر نے تحریر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مکہ معظمہ میں ارشاد فرمایا: تم میں سے جو بھی "لیلۃ الجن" میں میرے ہمراہ جانا چاہے وہ چل پڑے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضور سرور عالم،

رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل پڑا حتیٰ کہ ہم مکہ معظمہ میں ایک اونچی جگہ پر چلے گئے۔ ادھر حضور سرکار مدینہ' قرار قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے لکیر کھینچ کر ایک دائرہ بنایا۔ اس کے بعد حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دور چلے گئے۔ حتیٰ کہ کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا شروع کر دی۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک بھیڑ اکٹھی ہو گئی اور وہ میرے اور حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین آ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آنی رک گئی اور پھر وہ بکھر کر چلنے لگے جیسا کہ بادل چلتے سے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ وہ سب چلے گئے حتیٰ کہ ان کا ایک گروہ باقی بچا۔ اس کے بعد حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور دریافت کیا کہ جنوں کا گروہ کدھر ہے؟ میں نے جواب میں عرض کیا حضور فلاں مقام پر ہے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ ہڈی اور لید لے کر آؤ۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو ہڈی اور لید دی اور فرمان دیا کہ کوئی شخص ہڈی اور لید سے استنجا نہ کیا کرے''۔

(خیر البشر بخیر بشر)

حضرت بلال بن حرث رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم ایک مسافت میں حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کے اوقات میں ایک مقام پر قیام فرما ہوئے۔ میں جس وقت حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا تو ایک لڑائی اور شور وغل کی آواز سماعت کی۔ اس سے قبل کبھی بھی میں نے اس طرح کی آواز سماعت نہیں کی ہوئی تھی۔ میں نے حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شدت سے منتظر رہا۔ حتیٰ کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراتے ہوئے تشریف آوری ہوئی اور آپ فرمانے لگے کہ مومن جنات اور مشرک جنات میرے پاس اپنا معاملہ لے کر آئے تھے اور اپنی رہائش کے بارے میں حتمی فیصلہ کروانے کے خواہاں تھے۔ میں نے مومن جنات کو بلند اور بہترین زمین میں اور مشرک جنات کو پست اور بنجر زمین میں رہائش اختیار کرنے کا فرمان دیا ہے۔ (خیر البشر بخیر البشر وفی اسنادہ ضعف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کے ساتھ عکاظ نام کے بازار کی طرف تشریف فرما ہوئے اور اس دور میں شیطان فلک پر جا کر اطلاعات لانے پر قادر نہیں تھے۔ جس وقت شیطان اپنی جماعت میں گئے تو ان سے ان کے ساتھی جنوں نے دریافت کیا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم افق کی اطلاعات نہیں لے کر آتے۔ شیطان کہنے لگے کہ ہم لوگوں کے اور افق کی اطلاعات کے مابین بہت مستحکم رکاوٹوں کو ڈالا گیا ہے اور ہم پر بہت زبردست شرارے پھینک دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ شیطان کھوج لگانے کی غرض سے مشرق ومغرب کی سمت نکل گئے۔ شیطانوں کی حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ سے لڑائی ہو گئی۔ اس لمحے حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ جس وقت انہوں نے قرآن پاک سماعت کیا تو چپ ہو گئے اور بولے کہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمارے اور فلک کے مابین آڑے آ گیا ہے۔ سو شیطان نے اپنی ملت کو آ کر اطلاع دی کہ ہم نے ایک انوکھا کلام سماعت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنوں کے ہمراہ یہ پہلا میل تھا۔ اس سے پہلے حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا ہوا تھا۔ مگر وحی کی بدولت چند اشیاء جنوں کے بارے میں حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا تھا۔ (خیر البشر بخیر البشر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "ہم ایک شب حضور شافع محشر سراج منیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے شب میں حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ موجود نہیں تھے۔ سو ہم نے وادیوں بستیوں اور پہاڑی وادیوں میں آپ کو ڈھونڈا اور جس وقت تلاش کر کر کے تھک گئے تو ہم کو لگا کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ کھو گئے ہیں یا پھر روانگی فرما گئے ہیں۔ ساری شب فکر مندی کی کیفیت میں گزر گئی۔ جس وقت سویر ہوئی تو حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غار حراء کی جانب سے تشریف آوری ہوئی۔ ہم نے گزارش کی یا رسول اللہ! شب میں آپ ہم کو نظر نہیں آئے تو ہم نے انتظار کرنے کے بعد بہت ڈھونڈا اور آخر کار مایوس ہو کر ساری شب فکر مندی کے عالم میں بسر کر دی۔ حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مجھے لینے ایک جن آ گیا تو میں اس کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور ان کو قرآن پاک کی تلاوت سماعت کرائی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پھر حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہمراہ لیے چل پڑے اور ہم کو جنوں کے نشانات کا نظارہ کروایا۔ اس شب جنوں نے حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی خوراک کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمان دیا کہ جس ہڈی پر اللہ پاک کا اسم مبارک لیا گیا ہو اس کو استعمال کرو وہ تم لوگوں کے لئے گوشت سے زیادہ مناسب ہے اور مینگنیاں تم لوگوں کے مویشیوں کے لئے خوراک ہیں۔ اس کے بعد حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فرمان دیا کہ ان اشیاء سے استنجا نہ کیا کرو اس لئے کہ یہ تم لوگوں کے برادران (مطلب جنوں) کی خوراک ہے۔" (رواہ مسلم)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مسجد نبوی میں نماز فجر کی ادائیگی کروا رہے تھے۔ جس وقت حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فراغت ملی تو فرمانے لگے کہ شب میں جنات کے گروہ سے ملنے کے لئے میرے ہمراہ کون جائے گا؟ لہٰذا سب افراد چپ رہے اور کوئی بھی نہیں بولا۔ حضور شاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اپنے اس قول کو دہرایا۔ پھر حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا اور مجھے ہمراہ لے کر چل پڑے۔ میں حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے لگا حتیٰ کہ

ہم مدینہ منورہ کے سارے پہاڑوں سے گزر کر ایک بنجر اور کھلے میدان میں آ گئے تو مجھے طویل طویل افراد دکھائی دیئے گویا کہ وہ نیزے ہوں۔ جس وقت میں نے ان کو دیکھا تو کانپنے لگا۔ حتیٰ کہ میرے قدموں میں ڈگمگاہٹ پیدا ہوگئی۔ جس وقت ہم ان کے نزدیک گئے تو حضور سرورِ عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک کے انگوٹھے سے میرے لئے لکیر کھینچ کر ایک دائرہ بنایا اور مجھ کو اس دائرے میں بیٹھ جانے کا فرمان دیا۔

لہٰذا جس وقت میں دائرہ میں بیٹھ گیا تو جتنی اشیاء مجھ کو دکھائی دے رہی تھیں ساری نظروں سے غائب ہوگئیں اور حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے دور جا کر جنات کے پاس تشریف آور ہوئے اور اونچی آواز میں تلاوت قرآن پاک کا آغاز کر دیا اور تلاوت فرماتے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا۔ اس کے بعد حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس تشریف آوری ہوئی اور مجھ کو اپنے ساتھ ساتھ نزدیک ہو کر چلنے کا فرمان دے کر روانہ ہو گئے۔ سو ہم کچھ دور ہی چلے تھے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ ذرا ملاحظہ کرو ان میں سے کچھ دکھائی دے رہا ہے؟ لہٰذا میں نے توجہ اس جانب مبذول کی اور بولا کہ یا رسول اللہ! میں بہت بڑے گروہ کو دیکھ رہا ہوں۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رخ مبارک کو ارض کی طرف کیا تو ہڈی اور لید دکھائی دی۔ حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی اور لید کو جنوں کی جانب اچھال دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جنوں کی جماعت میرے سے اپنی خوراک کے بارے میں دریافت کر رہی تھی۔ میں نے ہر ہڈی اور لید کو ان کی خوراک مقرر کر دیا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ہڈی اور لید کو استنجا کے لئے استعمال کرے۔ (رواہ الطبرانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مجھ کو اپنے ساتھ چلنے کا فرمان دیا اور فرمایا کہ پندرہ آدمیوں پر مشتمل ایک جنات کا گروہ آج شب میرے سے ملنے والا ہے۔ میں ان پر قرآن کریم کی تلاوت فرماؤں گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس جگہ کی جانب چل پڑا۔ جدھر حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو رہے تھے۔ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دائرہ کھینچا اور مجھے اس میں بیٹھنے کا فرمان دیا اور فرمایا کہ اس دائرے سے باہر نہ آنا۔ سو میں ساری شب اس دائرے میں ہی رہا حتیٰ کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سویرے اپنے مبارک ہاتھ میں ہڈی اور لید وغیرہ پکڑے ہوئے تشریف آور ہوئے۔ رسول اللہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت تم استنجا کرنے لگو تو کبھی بھی ان دونوں اشیاء کو استنجا کے لئے استعمال نہ کرنا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت مکمل سویرا ہو گیا تو مجھے خیال آیا کہ مجھے بھی اس مقام کا نظارہ کرنا چاہئے جدھر حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے۔ سو میں نے جا کر نظارہ کیا تو دکھائی دیا کہ وہ مقام اتنا بڑا ہے کہ ادھر ستر

اونٹ بھی بیٹھ سکتے ہیں۔" (الحدیث)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ:

ایک انصاری شخص نماز عشاء کی ادائیگی کے لئے گھر سے باہر آئے تو ان کو کسی جن نے اپنی حراست میں لے لیا اور کئی برس تک ان کو پوشیدہ رکھا۔ اسی عرصے میں انصاری کی زوجہ نے عقد ثانی کر لیا۔ اس کے بعد وہ انصاری شخص مدینہ منورہ میں آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو وہ بتلانے لگے کہ میں ایک جان کی حراست میں تھا لہٰذا ایک لمبی مدت تک جن کی قید میں رہا۔ مسلمان جنوں نے جنگ کی اور دوسرے مشرک جنوں کو ہلاک کر دیا اور اکثر جنوں کے ہمراہ مجھے بھی اپنی حراست میں لے لیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مومن شخص ہے اس لئے اس کو قیدی بنانا بہتر نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ دل چاہے تو ان کے پاس رہوں اور اگر دل چاہے تو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں۔ سو میں نے اپنے گھر والوں کے پاس آنے کا فیصلہ کیا اور وہ جن مجھ کو مدینہ منورہ میں پہنچا گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصاری سے سوال کیا کہ جن کیا شے تناول کیا کرتے ہیں؟ انصاری نے بتلایا کہ وہ لوبیا اور ہر وہ شے تناول کرتے ہیں جن پر اللہ پاک کا اسم مبارک نہیں لیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ جن کیا نوش کیا کرتے ہیں؟ انصاری نے جواب میں کہا کہ تلچھٹ (گاد)۔ اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ "الجذف" ایک گھاس ہوا کرتی ہے جس کو کھاتے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ "تجدف" ہر اس ظروف کو کہتے ہیں جس میں کوئی خوراک پائی جاتی ہو مگر اس کے اوپر ڈھکن نہ دیا ہو۔ (رواہ البیہقی)

اس قول پر اتفاق ہے کہ جنات حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی مناسبت سے بندگی کیا کرتے ہیں اور ابن عطیہ وغیرہ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ اکثر علمائے کرام اس پر معترض ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف سے بعثت عطا کی گئی ہے تو شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکامات بھی جنات پر مقرر ہوتے ہیں اور جنوں کو ان احکامات کا علم حاصل کرنے کے لئے حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے جبکہ جنوں کا محض دو دفعہ ہی مکہ معظمہ میں آنا بیان ہوا ہے اور ان کی آمد کے بعد دین کے کئی فرمودات میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس بات کا جواب یہ ہے کہ روایت کے نہ ہونے سے جنوں کا حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دنیا ضروری نہیں آتا۔ اس لئے کہ جنوں کا حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دینا اور حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننا اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو جن دکھائی دیتے ہوں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ دکھائی نہ دیتے ہوں۔ سو جنات کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ:

"جن تم کو دیکھا کرتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھ پاتے"۔ (القرآن)

بہر حال ممکن ہے کہ حضور سرورِ عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کی نوازی ہوئی خاص طاقت کی مدد سے جنوں کو دیکھ لیا کرتے ہوں مگر اللہ پاک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خصوصیت نہ عطا کی ہو۔

اس کے علاوہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جنوں کو دیکھا ہوا ہے۔ جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان جن نظر آیا جو کہ زکوٰۃ کا مال چرانے آیا تھا۔

بخاری و مسلم و نسائی میں تذکرہ ہوا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ گزر جانے والی شب ایک باغی جن نے میری نماز کو توڑنے کی کاوش کی۔ میں نے اس کو گرفت میں لے لیا اور میں یہ خواہش رکھتا تھا کہ اس کو مسجد کے ستون کے ساتھ جکڑ دوں مگر مجھ کو اپنے برادر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ذہن میں آ گئی۔

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ پاک! مجھ کو اس طرح کی عظیم حکومت سے نواز دے جو میرے بعد کسی کو بھی نہ ملے۔)

''حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے جن مومن ہو گئے ہیں''۔ (الحدیث)

> ''حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جن و بشر میں سے اگر کوئی اذان دینے والے کی آواز سماعت کرے گا تو وہ اذان دینے والے کے لئے بروز قیامت شہادت دیں گے۔'' (الحدیث)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سالم بن عبداللہ بن جعدہ کی حدیث کو نقل کیا ہے۔ صحاح ستہ میں سالم بن عبداللہ سے اس کے سوا اور کوئی حدیث روایت نہیں ہوئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ تم میں سے کوئی فرد اس طرح کا نہیں ہے کہ جس کے ہمراہ شیطان نہ لگا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے ہمراہ بھی؟ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ ہاں میرے ہمراہ بھی مگر اللہ پاک نے اس پر میری مدد فرمائی اور مجھ کو امان میں رکھا۔ سو وہ شیطان مجھ کو خیر کے سوا کسی شے کا فرمان دینے پر قادر نہیں ہو سکتا۔'' (رواہ مسلم)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک میں "فاسلم" کی میم پر پیش اور زبر دونوں کا استعمال ہوا ہے مگر خطابی نے میم کے پیش کو درست کہا ہے۔ مگر قاضی عیاض اور حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہما نے "فاسلم" کی میم پر زبر کو برتر قرار دیا ہے اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہی بہترین ہے۔ امت مسلمہ کا اس قول پر اتفاق ہے کہ حضور سرور عالم، رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے دھوکے اور شر سے امان میں رہے ہیں۔

اوپر درج کی گئی حدیث سے انسانوں کو نفس کے فتنہ وسوسوں اور اس کے بھٹکانے سے آگاہی مراد ہے۔ سو اس پر علماء کرام کا اتفاق رائے ہے سارے پیغمبر علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے امان میں رہے۔ مگر صغائر کے بارے میں مخالفت پائی جاتی ہے جس کو مفصل بیان کرنے کا ادھر موقع نہیں ہے مگر درست قول یہی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کبیرہ وصغیرہ دونوں سے حفاظت میں رہے۔ ایسے ہی ملائک بھی گناہوں سے پاک ہوا کرتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور باقی علماء کرام بھی اس سے متفق ہیں۔ سو جان رکھو کہ جنات اور شیطانوں کے وجود کے بارے میں ان گنت احادیث پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ عرب کے لوگوں کی شاعری اور وقوعات میں بھی اس کی گواہی ملتی ہے لہٰذا اس کے بارے میں بات چیت کرنا بدیہی شے سے روگردانی کے برابر ہے۔

اس کے بعد دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دانائی کے برعکس نہیں بلکہ شعور وآگہی کے بالکل موافق ہے۔ پس جنات شریعت محمدیہ کے ماننے والے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ جس وقت عوام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آزردہ ہو کر شام کی طرف چلے گئے اور مقام حوران میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اس کے علاوہ مقام حوران میں ہی غسل خانہ میں 15 ھ میں انتقال ہوا۔

شہریوں کو ان کے انتقال کا پتہ تب چلا جس وقت ان کو ایک کنویں سے یہ آواز سماعت ہوئی ۔

قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة

''بلاشبہ ہم نے ہلاک کر دیا خزرج خاندان کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو۔''

فرميناه بسهمين ولم نخط فؤاده

''لہٰذا ان پر دو رسے تیر کے نشانے لگائے جو بالکل ان کے قلب پر لگ گئے اور نشانہ نہ چوکا۔''

شاعری سماعت کرنے کے بعد افراد نے تفتیش کی تو بلاشبہ اس دن ان کی وفات ہوئی تھی۔ مگر صحیح مسلم میں تذکرہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوۂ بدر میں ہوئی تھی۔ حافظ فتح الدین بن سید الناس کا کہنا ہے کہ درست قول یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شہادت نہیں پائی تھی۔

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ سے اسی مسلک کو نقل کیا ہے۔

حجاج بن علاط سلمی جو نصر بن حجاج کے والد محترم ہیں ان کے متعلق بولا گیا ہے کہ

هل من سبيل الى خمير فأشر بها أم من سبيل الى نصر بن حجاج

''کیا شراب نوشی کرنے کی کوئی راہ ہے یا نصر بن حجاج کی جانب کوئی راہ ہے۔''

اس کے علاوہ حجاج بن علاط سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے کہ حجاج کچھ مسافروں کے ساتھ مکہ معظمہ کے عزم سے نکلے اور راہ میں ایک اجنبی اور خوفناک جگہ پر شب ہو گئی۔ قافلہ والے کہنے لگے کہ ادھر ہی پڑاؤ کر لیں اور اپنے لئے اور اپنے ساتھ والے

افراد کے لئے حفاظت مانگ لیں۔ حجاج ساتھی لوگوں کی رائے کی مناسبت سے قافلے کے گردونواح میں گھومنے لگے اور یہ شعر پڑھے:

اعیذ نفسی و اعیذ صحبی من کل جنی بھذا النقب

''میں اپنے اور اپنے ساتھی افراد کے لئے اس وادی میں مقیم تمام جنوں سے امان طلب کرتا ہوں۔''

''حتی اعود سالما ورکبی''

''حتیٰ کہ میں اور میرے ساتھ والے حفظ وامان سے اس وادی سے چلے جائیں۔''

لہٰذا حجاج بن علاط سلمی نے بولنے والے کی آواز سماعت کی کہ وہ بول رہا ہے کہ:

''یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''

اے جنات اور بشر کی جماعت اگر تم افلاک اور ارض کی حدوں سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ تم بغیر زور کے نہ نکل پاؤ گے۔ (سورۃ الرحمٰن' آیت:33)

لہٰذا جس وقت وہ مکہ پہنچ گیا تو اس نے کافر قریش والوں کو اس سے باخبر کیا۔ کافر کہنے لگے ابوکلاب ایسا لگتا ہے کہ تم نے مذہب بدل لیا ہے اس لئے کہ جو تم بات کر رہے ہو اس کے متعلق حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کا نزول ان پر ہوا ہے۔ حجاج بن علاط کہنے لگا کہ یا خدا! میں نے ان سب ساتھی لوگوں کے ساتھ سماعت کیا ہے اور پھر حجاج بن علاط نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر لی اور ادھر ایک مسجد بنائی جس کو ان کے اسم سے شہرت حاصل ہے۔ ابن سعد' حضرت امام طبرانی اور حافظ ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عمرو بن جابر نام کے ایک جن تھے۔ انہوں نے بطور سند صفوان بن معطل سلمی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ صفوان بن معطل نے کہا ہے کہ ہم شام کی طرف محوسفر تھے کہ یکایک ان کو ایک تڑپ میں مبتلا سانپ نظر آیا جو فوری طور پر موت کا شکار ہو گیا۔ ایک شخص نے اس کو گرفت میں لے لیا اور ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد زمین پر ایک گڑھے کی کھدائی کر کے اس کو اس گڑھے میں دفنا دیا۔ اس کے بعد ہم مکہ معظمہ گئے۔ ہم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ یکایک ایک شخص کی آمد ہوئی اور اس نے دریافت کیا کہ عمرو بن جابر کو کس نے دفنایا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ سانپ کو کس نے دفنایا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ فلاں شخص نے وہ شخص بولا ''جزاك اللہ'' اور اس کے بعد کہنے لگا کہ عمرو بن جابر ان نو جنوں میں سے ایک آخری فرد تھے کہ جنہوں نے حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سماعت کیا تھا۔ اس قصے کو حاکم نے بھی مستدرک میں صفوان کے احوال میں بیان کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ تابعین میں سے ایک شخص کے خیمے میں ایک سانپ کی آمد ہوئی جو کہ پیاسا ہونے کی بناء پر مچل رہا تھا۔ اس شخص نے سانپ کو پانی پلا دیا اور پھر وہ سانپ ہلاک ہو گیا۔ اس شخص نے اس سانپ کو دفنا دیا۔ شب میں ان کے پاس کسی شخص کی آمد ہوئی اور اس نے آ کر سلام کیا اور شکریہ کے لفظ بولے اور بتلایا کہ جس سانپ کو آپ نے دفنایا ہے وہ

''زوبعۃ'' نام کا ایک جن تھا جو کہ بہت نیک تھا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اموی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے اس واقعے کا علم ہوا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں سے گزر رہے تھے کہ ان کو ایک مرا ہوا سانپ دکھائی دیا۔ آپ نے اس کو کفن میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ ایک بولنے والا بولا کہ ''اے سرق'' کیا تمہارے ذہن میں ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بارے میں کیا فرماتے تھے کہ بہت جلد ایک جنگل میں تمہارا انتقال ہوگا۔ سو ایک مہذب اور شریف شخص تم کو کفن پہنا کر دفنائے گا۔ یہ سماعت کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ تم کون ہو؟ لہٰذا اس نے بتلایا کہ میں ان جنوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سماعت کیا تھا اور جنوں میں سے میرے اور ''سرق'' کے سوا کوئی بھی باقی موجود نہیں ہے اور سرق بھی فوت ہو گیا ہے۔

کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں بیان ہے کہ عبید کلاب نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت حج کے عزم سے روانہ ہوئی اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ حتیٰ کہ جس وقت ہم نے کچھ مسافت طے کر لی تو راہ میں ہمیں سفید رنگ کے سانپ بل کھاتے ہوئے دکھائی دیئے جن سے مشک کی مہک اٹھ رہی تھی۔ ابراہیم نے کہا ہے کہ میں نے اپنے ساتھ والے افراد کو سفر کرتے رہنے کا فرمان دیا اور اپنے بارے میں گمان کیا کہ اس لمحے تک ادھر سے آگے نہ جاؤں جس لمحے تک کہ اس بھید کی کھوج نہ لگا لوں۔ چند لمحوں کے بعد سانپ کی موت واقع ہوگئی۔ میں نے اس کو کفن میں لپیٹ کر اور راہ سے الگ ہو کر ایک جانب دفنا دیا اور پھر عشاء کے اوقات میں اپنے قافلہ والوں کے ساتھ مل گیا۔ روایت کرنے والے کا کہنا ہے کہ بخدا! ابھی ہم نے نشست سنبھالی ہی تھی کہ یکایک مغربی جانب سے چار خواتین کی آمد ہوئی۔ ان میں سے ایک بولی کہ عمرو کو کس نے دفنایا ہے؟ لہٰذا ہم نے پوچھا کہ کون عمرو؟ لہٰذا خاتون بولی کہ سانپ کو کس شخص نے دفنایا ہے؟۔ روایت کرنے والے کا کہنا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ میں نے دفنایا ہے۔ خاتون کہنے لگی بخدا! تو نے صائم وقائم بالایمان کو دفنایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب اور تم لوگوں کے نبی حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھا کرتا تھا، اور اس نے حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی نبوت سے چار سو برس پہلے فلک پر سماعت کیا تھا۔ ابراہیم نے کہا ہے کہ میں نے رب کے حضور شکر کی ادائیگی کی اور حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ خاتون درست کہہ رہی تھی اس لئے کہ میں نے حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سماعت کیا ہوا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ یکایک ایک شخص کی آمد ہوئی اور اس نے گزارش کی کہ اے خلیفہ کیا میں آپ کو ایک انوکھا قصہ نہ سنا دوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ کیوں نہیں لازمی سناؤ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں ایک جنگل میں سے گزر رہا تھا تو مجھے دو سانپ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوئے دکھائی

دیئے۔ پہلے وہ ایک دوسرے کی طرف گئے اس کے بعد الگ ہو گئے۔ پھر جس وقت میں اس مقام کے نزدیک گیا جدھر وہ جھگڑ رہے تھے تو میں نے کیا دیکھا کہ اس طرح کے سانپ ہیں جو آج سے قبل میں نے نہیں دیکھے ہوئے تھے اور ایک سانپ دبلا اور پیلی رنگت والا تھا جس سے مشک کی مہک آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ مہک میرے لئے مفید ہوگی۔ میں نے مہک کو اٹھا کر اپنی پگڑی میں رکھ لیا اور پھر میں نے سانپ کو دفنا دیا۔ دفنانے کے بعد میں آگے چلنے ہی لگا تھا کہ غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ اللہ پاک تم کو راہ ہدایت سے نواز دے یہ دونوں سانپ جن تھے۔ ان میں سے جو شہید ہو گیا ہے یہ وہ والا جن ہے جس نے حضور سرکار مدینہ' قرار قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سماعت کیا تھا۔ (خیر البشر بخیر البشر)

فاطمہ بنت نعمان نجاریہ نے کہا ہے کہ ایک جن مجھ پر فدا ہو گیا تھا۔ جس وقت وہ میرے پاس آیا کرتا تو فوری طور پر اندر رہائش گاہ میں آ جایا کرتا تھا۔ ایک روز اس کی آمد ہوئی اور وہ دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آج تم اندر کیوں نہیں آئے؟ تو اس نے بتلایا کہ آج کے روز ایک نبی کو بعثت سے نوازا گیا ہے جو کہ زنا کو حرام کہا کرتے ہیں۔ (خیر البشر بخیر البشر)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنوں اور انسانوں سے جنگ کی ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے جنوں کے ساتھ جنگ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں سے پانی نکالنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ میں نے ادھر شیطان کو اس کی حقیقی شکل میں دیکھا تھا۔ وہ میرے سے الجھنے لگا تو میں نے اس کو گرا دیا۔ میرے ہاتھ میں کوئی لاٹھی یا پتھر تھا جسے میں نے اس کی ناک میں گاڑھ دیا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے واپس لوٹنے سے پہلے ہی) اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دے دی کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کنویں پر ایک شیطان سے لڑائی ہو گئی ہے۔ سو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس شیطان کو ہلاک کر دیا ہے۔ بہر حال جس وقت میں واپس لوٹ آیا تو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے میرے سے اس بارے میں دریافت کیا تو میں نے سارا واقعہ مفصل بیان کر دیا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وہ خوش بخت ہستی ہیں جن کو شیطان کے امان کی خبر حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے۔ (رواہ البیہقی)

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ جس وقت ملک شام میں گئے تو انہوں نے مسجد میں جا کر اللہ پاک سے دعا کی کہ یا اللہ پاک مجھ کو زبردست ہم نشین سے نواز دے۔ سو ان کو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ساتھ عطا کیا گیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ کوفہ میں کیا وہ آدمی نہیں ہے جس کے پاس اس طرح کے بھید نمایاں ہوئے ہیں جن کا کوئی علم نہیں رکھتا مطلب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کیوں نہیں وہ موجود ہوتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے مابین وہ آدمی نہیں پایا جاتا جس کو اللہ پاک نے حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے شیطان سے امان دی مطلب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت' علقمہ رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا کہ کیوں نہیں وہ بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ [illegible]
جو مسافت میں حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں وہ بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ
کو تلاوت فرمایا:

"وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ" (سورۃ اللیل۔ آیت 1)

شب کی قسم جس وقت وہ چھا جائے اور اس دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔

"وَالذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ" اور اس کی قسم جس نے مذکر اور مؤنث کو تخلیق کیا۔ (سورۃ اللیل۔ آیت 3)

عبداللہ بن حسین المصیصی نے کہا ہے کہ میں طرطوس گیا تو میرے سے کہا گیا کہ ادھر کوئی خاتون ہے جس کو "میمونہ" کہتے ہیں۔ اس نے ان جنوں کا نظارہ کیا جو حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جماعت لے کر آئے تھے۔ میں اس خاتون کے پاس گیا تو مجھے دکھائی دیا کہ ایک خاتون سیدھی لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے جنوں کے گروہ میں سے کسی جن کو دیکھا ہوا ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ ہاں میرے سے سمج نے جس کا اسم حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ تجویز کیا تھا، بتایا ہے کہ میں نے حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارا اللہ ارض وفلک کو تخلیق کرنے سے قبل کدھر تھا؟۔

حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نور کی ایک روشن مچھلی پر جلوہ فرما تھے۔ وہ خاتون بولی کہ میں نے سمج سے یہ بھی سماعت کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس بیمار شخص کے پاس "سورۃ یٰسین" پڑھی جائے اس کی روح نہایت آسانی سے نکلے گی اور اس کی گور سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا اور وہ حشر کے میدان میں بامسرت رہے گا۔"

(راوی ابوبکر فی رباعیۃ القاضی ابویعلیٰ عن عبداللہ بن حسین المصیصی)

اس سے بھی انوکھا قصہ اس حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ معظمہ کے جنگلوں کی جانب گیا کہ یکا یک ایک ضعیف آدمی ظاہر ہوا جو اپنے عصا کی مدد سے چل رہا تھا۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ ضعیف اپنے چلنے کے انداز اور آواز سے لگتا ہے کہ "جن" ہے۔ وہ ضعیف بولا کہ جی اس طرح ہی ہے۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تم کونسے جن ہو؟ اس نے بتلایا کہ میں ہامہ بن ہیزم بن اقیس بن ابلیس ہوں۔ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اور شیطان کے مابین دو نسلوں کی مسافت دکھائی دے رہی ہے۔ وہ ضعیف بولا کہ جی ہاں۔ حضور شہنشاہ مدینہ،

قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہاری کتنی حیات ہے؟ وہ ضعیف کہنے لگا کہ میں نے دنیا کا بعض دور دیکھ لیا ہے۔ اس کے علاوہ جس شب قابیل نے ہابیل کو ہلاک کیا تھا تو اس لمحے میری حیات کچھ برس کی تھی، میں ٹیلے سے کود رہا تھا اور خوشی محسوس کر رہا تھا اور لوگوں کو بھڑکا تا پھر رہا تھا۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ تو بہت ہی بدعمل تھا۔ وہ جن کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دیں اس لئے کہ میں ان افراد میں سے ہوں جو کہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر توبہ کو قبول کر لی تھی۔ اس کے علاوہ میں دعوتی امور میں حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ معاون رہا تھا اور ان کو آمادہ بھی کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس جن نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر رویا کہ ہم نے بھی اس کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ وہ ضعیف جن کہنے لگا کہ بخدا! میں بہت شرمسار ہوں اور میں کفر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی امان طلب کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے حضرت ہود علیہ السلام سے بھی میل کیا اور ان پر بھی ایمان لے آیا۔ یوں ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملا ہوں اور جس لمحے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش میں پھینکا جا رہا تھا میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس کے علاوہ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا گیا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا اور ان سے قبل ہی اس کنویں میں چلا گیا تھا۔ ایسے ہی حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی میں مل چکا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ سو جس لمحے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا تھا تو انہوں نے میرے سے فرمایا تھا کہ جس وقت تم حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو تو حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں میرا اسلام پیش کرنا اور بلاشبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام آپ حضور کو پیش کرتا ہوں اور حضور پر ایمان لاتا ہوں۔ پس حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام ہو اور تیرے پر بھی سلامتی ہو۔ تمہاری کیا ضرورت ہے۔ اے ہامہ؟ وہ جن گزارش کرتا ہوا بولا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھ کو توبات کی تعلیم دی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ کو انجیل کی تعلیم دی تھی۔ آپ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضعیف جن کو قرآن پاک کی تعلیم سے نوازا۔ ایک روایت میں بیان ہے کہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضعیف جن کو محض دس سورتوں کا علم دیا تھا۔ حضور سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت نزع میں بھی اس جن کے بارے میں آگاہ نہیں کیا اور نہ ہی ہم نے اس ضعیف ''جن'' کا نظارہ کیا۔ اللہ پاک ہی کو علم ہے کہ وہ جن حیات ہے یا اس کی وفات ہو گئی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ حضرت خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھ کو کوئی انوکھی روداد سناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ میرے سے ابوخزیمہ بن فاتک اسدی نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ دور جہالت میں ایک روز وہ اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ''ابرق غراف'' ''جنوں کا علاقہ'' میں چلے گئے۔ سو ادھر جا کر انہوں نے اپنی سواری کے قدموں کو جکڑ دیا اور اس علاقہ کے ایک ٹیلے پر

اپنا سر لٹکا کر لیٹ گئے اور یہ الفاظ پڑھنے لگے:

"اعوذ بعظیم ھٰذا المکان"

(میں اس علاقہ کی عظمت والی ہستی کی امان طلب کرتا ہوں)۔ سو یکا یک ایک بولنے والا بولا کہ۔

ویحك عذ بالله ذی الجلال　　　منزل الحرام والحلال

"اور تمہارے لئے موت ہو تم اللہ ذوالجلال کی امان میں آ جاؤ جو پاک و ناپاک کا نزول کرنے والا ہے"۔

ووحد الله ولاتبال　　　ماھول ذا الجنی من الاھوال

"اور تم اللہ "وحدہ لاشریک" کی وحدت کا اعلان کرو اور اس کے بعد نہ ڈرو اور نہ ہی جنوں کے فتنہ اور برائی سے ڈرو"

ابوخزیم نے کہا ہے کہ میں بولنے والے سے کہنے لگا

یاایھا الداعی فما تخیل　　　أرشد عندك ام تضلیل

"اے مخاطب ہونے والے تمہارا کیا عزم ہے' کیا تم اپنے پاس خیر رکھتے ہو یا پھر تم گمراہی کی جانب بلا وادے رہے ہو"

لہٰذا وہ جواب میں کہنے لگا

ھٰذا رسول الله ذوالخیرات　　　جاء بیاسین و حامیمات

"یہ اللہ پاک کے رسول حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اچھائیوں والے جن پر سورہ یٰسین کا نزول ہوا اور کئی دوسری سورتیں بھی اتری ہیں جن کے آغاز میں اللہ پاک کی تعریف ہے۔"

وسور بعد مفصلات　　　یدعوا الی الجنة النجاة

"اور طویل اور چھوٹی دونوں طرز کی سورتوں کا ان پر نزول ہوا اور حضور جان کائنات' فخر موجودات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کو بہشت اور چھٹکارے کی جانب دعوت دیتے ہیں۔"

یامر بالصوم وبالصلوٰة　　　ویزجر الناس عن الھنات

"حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صوم و صلوٰۃ کا فرمان دیتے ہیں اور انسانوں کو بد اعمالیوں سے روکتے ہیں۔"

ابوخزیم نے کہا ہے کہ میں نے یہ کلمات ادا کرنے والے سے کہہ دیا کہ رب کریم تیرے پر اپنا رحم نازل فرمائے' تم کون ہو؟۔ اس نے جواب دیا کہ میں مالک بن مالک ہوں۔ مجھ کو حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے "نجد" کے "جنوں" کے پاس بھیج دیا ہے۔ ابوخزیم نے کہا ہے کہ میں ان سے کہنے لگا کہ اگر کوئی میرے اونٹ کی رکھوالی کرتا تو میں آپ کے حضور پیش ہو کر اسلام سے فیض یاب ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم اسلام پر ایمان لانے کا عزم رکھتے ہو تو میں تیرے اونٹ کو صحیح و سلامت تیری رہائش گاہ میں چھوڑ دوں گا۔ انشاء اللہ۔ ابوخزیم نے کہا ہے کہ میں نے اپنے

اونٹ کو مدینہ منورہ کی طرف بھی دیا۔ سو میں بروز جمعہ ادھر جا پہنچا۔ پھر میں مسجد نبوی میں حاضری کے لئے گیا تو حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرما رہے تھے۔ میں نے اپنے اونٹ کو مسجد کے در کے قریب باندھ دیا۔ اسی اثناء میں حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے فراغت ملی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی میرے پاس آمد ہوئی اور انہوں نے میرے سے کہا کہ رسول اللہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے قبول اسلام کی خبر ہوگئی ہے اور آپ تمہارا استقبال بخوشی فرما رہے ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف آور ہوں اور دوسرے افراد کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ ابوخزیم نے کہا ہے کہ پھر میں وضو کر کے نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں چلا گیا اور پھر حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو طلب کیا اور دریافت کیا کہ جس ضعیف کو تم نے اونٹ کا ذمہ دار بنایا تھا کیا اس نے اونٹ تمہاری رہائش گاہ میں پہنچایا ہے؟ لہٰذا میں نے جواب میں عرض کیا جی: اللہ پاک ان کو بھلائی کے انعام سے نوازے اور ان پر مہربانی کرے۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ہاں اللہ عزوجل اس پر مہربان ہو۔ ابوخزیم کا کہنا ہے کہ پھر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک صحابی ایک ''جن'' سے ملے۔ ان دونوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی اور صحابی نے جن کو ہرا دیا۔ سو صحابی جن سے کہنے لگے کہ میں تم کو ہلکا پھلکا دیکھ رہا ہوں کیا سارے جن اسی طرح کے ہوا کرتے ہیں؟ وہ جن بولا کہ بخدا! اس طرح کی کوئی بات نہیں آپ پھر میرے سے جھگڑ کر دیکھ لیں۔ اگر پھر آپ نے مجھے شکست دے دی تو میں آپ کو بہت مفید بات سناؤں گا۔ صحابی نے جواب ہاں میں دیا۔ پس وہ جن پھر ہار گیا تو وہ جن کہنے لگا کہ میرے خیال میں آپ ''اَللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْـحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' (مطلب آیۃ الکرسی) کا ورد کر رہے ہیں۔ صحابی نے بتلایا کہ ہاں میں آیۃ الکرسی کا ورد کر رہا تھا۔ وہ جن کہنے لگا کہ اگر تم مکان میں آیت الکرسی کا ورد کیا کرو گے تو اس مکان میں شیطان داخل نہیں ہو پائے گا اور مکان سے نکلتے ہوئے۔ شیطان کی آواز گدھے کی آواز کی مانند ہوگی اور پھر وہ مکان میں نہیں آ پائے گا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائیگا۔ (رواہ الدرامی)

درامی نے کہا ہے کہ ''الضئیل'' کا مفہوم ہے باریک اور ''الشخیت'' دبلے پتلے اور لاغر شخص کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''الضحیح'' کا مفہوم اعلیٰ پسلیوں والا اور قوت مند شخص ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''ججیج'' کا مفہوم گدھے کا غلیظ ہوا کا اخراج کرنا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ''باب الغین'' میں پیش ہوگی۔ انشاء اللہ۔

فقہی معاملہ: اگر کسی مقام پر چالیس آدمی اکٹھے ہو جائیں خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا بشر میں سے یا پھر دونوں ہوں تو ادھر جمعہ منعقد ہو سکتا ہے۔

شیخ ابوالحسن محمد بن حسین اپنی تصنیف ''مناقب شافعی'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ اگر کوئی نیک و دین دار آدمی یہ کہے کہ اس کو جن دکھائی دیا ہے تو اس کا یہ قول تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ" (سورۃ الاعراف۔ آیت: 27)
وہ اور اس کی ملت تم کو دیکھا کرتی ہے جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھا کرتے۔

سو محض پیغمبر علیہ السلام ہی جنات کو ان کے حقیقی حلیے میں دیکھ پاتے ہیں۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بات جنوں کے حقیقی کیفیت میں دیکھنے پر مبنی ہوگی۔ مطلب کہ اگر کوئی فرد جن کو حقیقی حالت میں دیکھنے کا دعویدار ہے تو اس کا یہ قول رد کیا جائے گا' اس لئے کہ عام طور پر جنوں کو حقیقی شکل میں دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

عملی مباحثہ: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: علم رکھو کہ سارے جنات ابلیس کی اولاد ہوا کرتے ہیں اور یہ استدلال ہے اس قول کا کہ جنات' ملائکہ میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ ملائک میں ان کے آدمی و عورت نہ ہونے کی بناء پر ازدواجی بندھن نہیں ہوا کرتا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق جن ایک جنس ہوتے ہیں اور ابلیس بھی اس جنس میں سے ہی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا فرمان ہے کہ '' جنوں میں سے جس نے بھی نافرمانی کی اس کو شیطان بولا جائے گا۔''

حدیث پاک میں تذکرہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے عزم کیا کہ وہ ابلیس کی اولاد کو تخلیق کریں تو اس پر نگاہ کی جس سے آتش کے شرارے اٹھنے لگے تو ان شراروں میں سے ابلیس کی زوجہ کو تخلیق کیا۔

ابن خلکان نے اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے کہ امام شعبی نے کہا ہے کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک وزن اٹھانے والا مزدور آدمی جس کے پاس ایک بڑا گھڑا تھا میرے قریب آیا اور اس نے گھڑے کو اپنے آگے رکھ کر دریافت کیا کہ تم امام شعبی ہو؟ لہٰذا میں نے جواب دیا کہ جی۔ وہ بولا کہ مجھ کو ابلیس کے بارے میں آگاہ کرو کہ کیا اس کی زوجہ تھی؟ میں نے بتلایا کہ میں اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا مگر مجھ کو محض اتنا پتہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ:

"اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ" (الکھف۔ آیت:50)
پھر کیا تم مجھ کو چھوڑ کر اس کو اور اس کے بچوں کو صانع بناتے ہو۔

اور بچے خاتون کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ وہ مزدور شخص یہ ساعت کر کے اپنا گھڑا اٹھا کر آگے چلا گیا۔

اس کے علاوہ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ابلیس سے یہ فرمایا تھا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے مساوی تیری اولاد کو پیدا کروں گا۔ کوئی آدم علیہ السلام کا فرزند پیدا نہیں ہوا کرتا لیکن اس کے ہمراہ ایک شیطان کی ولادت بھی ہوا کرتی ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق شیطانوں میں مرد بھی ہیں اور خواتین بھی جن سے توالد و تناسل کا معاملہ چلتا رہتا ہے اور اللہ پاک نے ابلیس کی سیدھی ران میں آلہ تناسل اور الٹی ران میں فرج تخلیق کی ہے۔ جس وقت وہ مباشرت کرتا ہے تو دس انڈوں کی پیدائش ہوتی ہے اور ہر انڈے میں سے ستر شیاطین کی ولادت ہوا کرتی ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ ابلیس کی اولاد کی کافی قسمیں ہیں۔ ایک طرز '' ولھان'' ہے جو کہ پاکیزگی و صلوٰۃ میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ ایک طرز '' خفان'' ہے جو جنگلات میں رہائش رکھتی ہے۔ ایسے ہی ایک طرز '' مرہ'' ہے اور اس سے ہی ابلیس کی کنیت ہے اور ایک طرز '' زلنبور'' ہے جو کہ بازار وغیرہ

میں ہوتی ہے اور فحش باتوں اور جھوٹے حلف اٹھانے پر تعریف کرنا ان کا کام ہے۔

شیطان کا ایک گروہ "مثبر" کے اسم سے مناسبت رکھتا ہے جو کہ مصیبتوں اور آفتوں والا گروہ ہے اور ایک طرز "ربیض" ہے جو پیغمبران علیہم السلام کو بہکایا کرتے ہیں۔ ایک طرز "اعور" کہلاتی ہے جو زنا کی مرتکب ہوا کرتی ہے اور یہ آدمی کے ذکر کے چھید میں پھونک مارا کرتی ہے اور خاتون کو بے بس کر دیا کرتے ہیں۔ شیطانوں کا ایک گروہ "داسم" کہلاتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے کہ جس وقت آدمی اپنے گھر میں جائے تو یہ بھی اس کے ہمراہ چلا جایا کرتا ہے اور اہل وعیال کے مابین فساد برپا کرتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی فرد کھانے پر "بسم اللہ" نہ پڑھے تو یہ "داسم" سے نسبت رکھنے والا شیطان بھی کھانا کھانے میں اس کے ساتھ لگ جایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فرد سلام کہے بغیر ہی اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو اور وہ رہائش گاہ میں کوئی مکروہ شے دیکھ لے تو اس کو ان کلمات کا ورد کرنا چاہئے:

"**داسم داسم اعوذ باللہ منہ**"۔ "داسم" شیطان کی وہ طرز ہے جو غلط خبروں کو پھیلانے کا امر کرتے ہیں۔

شیطانوں کا ایک گروہ "اقتص" ہے جس کی والدہ "طرطبہ" کہلاتی ہے۔ نقاش کا کہنا ہے کہ انہیں حیض بھی آیا کرتا ہے اور ان کے بارے میں یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ یہ تیس انڈے دیا کرتی ہیں' دس انڈے مشرق کی جانب' دس مغرب کی جانب اور دس ارض کے درمیان میں اور ہر ایک انڈے میں سے ایک شیطانی جنس کی ولادت ہوا کرتی ہے جو غیلان' عقارب' قطارب' جان اور کئی دوسرے اسماء سے مشہور ہے اور شیطانوں کی ان کے سوا اور بھی بہت قسمیں ہیں جو کہ سب انسانوں سے عداوت رکھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (سورۃ الکہف۔ آیت:50)

پھر کیا تم مجھ کو چھوڑ کر اس کو اور اس کے بچوں کو صانع بنایا کرتے ہو جبکہ وہ تمہارے حریف ہیں انصاف نہ کرنے والوں کو برا بدلہ ملا۔

حضرت امام نوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "ابومرۃ" ابلیس کی کنیت کہلاتی ہے۔ علماء کرام میں اس کے متعلق مخالفت پائی جاتی ہے کہ ابلیس ملائک میں سے ہے یا جنات میں سے ہے اور ابلیس کے اسم کے بارے میں بھی علماء کرام میں مخالفت پائی جاتی ہے کہ اس کا اسم عربی ہے یا عجمی؟

حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن میسبؒ' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم' ابن جریر' زجاج اور ابن الانباری کا فرمان ہے کہ یہ ملائکہ کی جماعت میں سے ہے جو "جن" کہلاتی ہے اور ابلیس کا اسم عبرانی زبان میں عزازیل ہے اور عربی زبان میں "الحرث" ہے۔ اس کے علاوہ ابلیس ملائک کا سردار' ارض پر ساروں سے بڑا ارض کا شہنشاہ اور ملائکہ میں ساروں سے زیادہ عبادت گزار اور علم والا تھا اور ارض وفلک میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا جس کی بناء پر اس میں غرور نے سر ابھارا اور یہ خود کو عظیم سمجھنے لگا۔ اسی غرور کی بناء پر اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی اور اللہ پاک نے اسے "شیطان رجیم" قرار دے کر سدا کے لئے لعنتی مقرر کر دیا۔

"نعوذ باللہ من خذلانہ و مقتہ و نسالہ العافیۃ و السلامۃ فی الدین و الدنیا و الاخرۃ"

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی فرد اللہ پاک کی نافرمانی کرے تو اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ پاک کی نافرمانی کو ختم کر کے سیدھی راہ پر چلنے لگے گا البتہ اگر کسی فرد میں غرور ہو تو اس سے بالکل یہ امید نہیں ہوگی کہ وہ سیدھی راہ پر چلے گا۔

ابلیس کے ملائکہ کی جماعت سے ہونے کی برہان اللہ عزوجل کا یہ فرمان مبارک ہے "کَانَ مِنَ الْجِنِّ" مطلب شیطان ملائکہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو "جن" کہتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابلیس فرشتوں کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے کہ اس کی حقیقت "جن" ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت "بشر" تھی۔ عبدالرحمٰن بن زید اور شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابلیس کا ملائکہ کی جنس سے کوئی ناتا نہیں ہے اس لئے کہ اس شکل میں قرآن پاک کی آیت پاک "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اِلَّا اِبْلِيْسَ" (سورۃ ص۔ آیت: 73-74) (اس کے بعد تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور غرور کیا اور کفر کرنے والوں میں سے ہو گیا) میں جدا ہوا ہے۔

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ابلیس ان جنوں سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے ملائکہ میں ساروں سے زیادہ فلاح پائی ہے۔

بعض علماء لغت و تفسیر نے فرمایا ہے کہ "شیطان" کا اسم "ابلیس" اس بناء پر ہے کہ یہ اللہ پاک کے رحم سے مایوسی میں مبتلا ہو کر دور ہو گیا ہے اس لئے کہ "ابلیس" کا مفہوم مایوسی ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درست قول وہی ہے جو حضرت امام نوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ کرام نے فرمایا ہے کہ ابلیس فرشتوں کی جنس ہے اور یہ اس کا عجمی اسم ہے۔ اس شکل میں قرآن کریم کی آیت "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ ...... الخ" میں استثناء پاس ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے محض ملائکہ کو ہی سجدہ کرنے کا فرمان دیا تھا۔ اس کے بعد اللہ پاک نے استثناء فرمایا ہے کہ سارے ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے منع کر دیا تو معلوم ہوا کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بعض علماء کرام کے مطابق ابلیس "ابوالجن" ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام "ابوالبشر" ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ" (سورۃ النساء آیت 57)

ان کے پاس بھی اس سلسلے میں کوئی یقین نہیں ہے صرف خیال ہی کی اطاعت ہے۔

اس آیت مبارکہ میں استثناء غیر جنس سے ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درست قول وہی ہے جو حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور باقی علماء کرام نے فرمایا ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جنات مسلمان ہیں اور شیطان کافر ہیں۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے جنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جن کیا تناول کرتے ہیں اور نوش کرتے ہیں اور

کیا عقد وغیرہ کرتے ہیں۔ تو حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ جن بھی ایک جنس ہے۔ ان میں حقیقی جن تو محض فضا میں رہا کرتے ہیں جو نہ تناول کرتے ہیں اور نہ ہی کچھ پیتے ہیں اور نہ ہی عقد کیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جنوں کی ایک طرز وہ ہے جو تناول کرتے' نوش کرتے اور عقد بھی کیا کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں مفصل بیان اسی باب میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

فوائد: قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابلیس کے تکفیر کرنے پر سارے علماء کرام متفق ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ وقوعہ رونما ہونے کی وجہ سے۔ سجدہ نہ کرنا کفر کا موجب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر سجدہ نہ کرنا کفر ہوتا تو ہر وہ فرد جسے سجدہ کرنے کا فرمان دیا گیا ہے اس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اس پر کفر کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جبکہ اس طرح کی بات بالکل نہیں ہے اور نہ ہی حضرت آدم علیہ السلام سے حسد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شیطان کو کافر کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ پھر تو ہر حسد کرنے والا کافر ہوگا۔ جبکہ سلسلہ یوں نہیں ہے اور نہ ہی گناہ و بدکاری ابلیس کے کافر ہونے کی وجہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہر گناہ گار و بدکار کافر نہیں ہوا کرتا۔ بلاشبہ فقہاء کرام اور پیچھے آنے والے افراد پر ابلیس کے کفر کرنے کی علت [illegible] ہوگئی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ابلیس کے کفر کی وجہ یہ ہو کہ ابلیس نے اللہ پاک کی طرف ظلم کی نسبت کی اور یہ بات اس کی گفتگو سے عیاں ہوئی۔

"خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ" (سورۃ الاعراف۔ آیت:12)

تو نے مجھ کو آتش سے تخلیق کیا اور اس کو مٹی سے تخلیق کیا۔

اس کی تشریح وہی ہے جو علماء حق نے کی ہے ابلیس کہنے لگا کہ اللہ پاک نے مجھ کو آتش سے تخلیق کیا ہے جس کی قدرت عظمت ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا ہے جس کی قدرت پستی ہے۔ پس ہر برتر شے کم تر شے کے سامنے کس طرح جھک سکتی ہے۔ (نعوذ باللہ) ممکن ہے کہ یہ بات ہی ابلیس کے کفر کا باعث ہو۔

علماء کرام کا اس قول پر اتفاق ہے کہ جس نے بھی اللہ پاک کی طرف ظلم کی نسبت کی وہ دائرہ ایمان سے نکل جائے گا۔ لیکن اس کے متعلق علماء کرام کے مابین مخالفت ہے کہ ابلیس سے قبل کوئی کفر کا مرتکب ہوا تھا یا نہیں؟

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ابلیس سے قبل کوئی بھی کفر کا مرتکب نہیں ہوا۔ سو ابلیس ہی وہ اول شخص ہے جس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق ابلیس سے قبل بھی ایک کافروں کی امت تھی اور یہ وہی "جنوں" کا گروہ تھا جو ارض پر قیام پذیر تھا جس کے بارے میں ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت کے لمحے اشارہ کیا تھا:

"قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ" (سورۃ البقرۃ۔ آیت:30)

ملائکہ بولے کیا تو ارض میں اس طرح کے آدمی کو نائب بنانے کا خواہاں ہے جو فساد برپا کرے اور لہو بہائے۔

علماء کرام کے مابین اس متعلق بھی مخالفت ہے کہ ابلیس کے کفر کا سبب کم علمی ہے یا عداوت؟ اہل سنت والجماعت کے اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ سو ابلیس کے عالم باللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ علماء کرام کا جو گروہ ابلیس کے کفر کو کم علمی و جہالت کا باعث کہتا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ ابلیس کے کفر کے لمحے اس کا علم چھین لیا گیا تھا۔ جو علماء کرام ابلیس کے کفر کو عناد کا

باعث (عداوت کا باعث) کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ علم کی موجودگی اور اس سے واقف ہوتے ہوئے بھی کہ اللہ پاک کا فرمان پورا کرنا واجب ہے۔اس کے بعد سجدہ سے منکر ہونا عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کفر کے ہوتے ہوئے علم قائم نہیں رہا کرتا۔

حضرت عمر بن زر نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ اگر اللہ پاک یہ خواہش رکھتے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو ابلیس کی تخلیق نہ فرماتا۔(رواہ البیہقی)

سو اللہ پاک نے اسے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ" (الصافات۔آیت:162-163)

کسی کو بھٹکا نہیں سکتے لیکن اس کو جو بذات خود جہنم میں جانے والا ہے۔

ایک اور حدیث میں بیان ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ: اے ابوبکر! اگر اللہ پاک یہ خواہش رکھتے کہ دنیا میں کوئی نافرمانی نہ کرے تو ابلیس کو تخلیق نہ فرماتے۔ (الحدیث)

سو ایک شخص نے حضرت حسن سے دریافت کیا: اے ابوسعید! کیا ابلیس کو نیند آتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ اگر ابلیس سو جائے تو ہم کو سکون مل جائے اور مومن کو ابلیس سے نجات نہیں۔البتہ یہ کہ وہ اللہ پاک کے پرہیزگاری کو اختیار کرلے۔

"الاحیاء" میں تذکرہ ہے کہ جو شخص ایک پل کے لئے بھی اللہ پاک کی یاد سے غفلت برتے تو شیطان اس کا ساتھی ہو جائے گا۔(الاحیاء)

ارشاد ربانی ہے کہ:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ (سورة الزخرف۔آیت:36)

اور جو اللہ پاک کو یاد کرنے میں غفلت سے کام لیتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کرتے ہیں اس کے بعد وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

"حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ پاک فضول نوجوانوں کو (جو اللہ پاک کی یاد سے غفلت کریں) پسند نہیں فرمایا کرتا۔" (الحدیث)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بشر جس وقت اللہ پاک کی یاد سے غفلت برتے گا تو شیطان اس کے قلب میں کان بنالے گا اور انڈے، طفل دینے کا آغاز کردے گا جس کی وجہ سے شیطان کی نسل بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔جس کے سبب ،بشر کو اللہ کی راہ سے ہٹا دینے کی کاوش میں لگا رہتا ہے۔سو شیطان کی فطرت میں آتش ہے اور آتش کو جس وقت خشک گھاس نظر آتی ہے تو اور تیز رفتاری سے آتش پکڑتی ہے۔ایسے ہی نوجوان میں شہوت شیطان کے لئے خشک گھاس کی مانند ہے۔حسین ملاج نے خود کو مخاطب کر کے کہا کہ اے نفس اگر تم دین کے امور میں اپنے لمحات نہیں گزارے گا تو تیرے لمحات میری جھوٹی

باتوں میں گزریں گے۔

فوائد: اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ بلاشبہ اللہ پاک نے ایک آیت کی بدولت اپنی خلقت کو دو باتوں کا فرمان دیا ہے مگر خلقت اس سے بے پرواہ ہے۔ علماء کرام سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا باتیں ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ" (سورۃ فاطر۔ آیت:6) (بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)۔

اور دوسری بات یہ کہ تم شیطان کو اپنا حریف جانو۔ کسی نے علماء کرام سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح شیطان کو اپنا دشمن سمجھیں اور کس طرح اس سے بچاؤ کریں؟ علماء کرام نے بتایا کہ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ پاک نے ہر مسلمان کو سات قلعوں میں امان میں کر دیا ہے۔ اول قلعہ جو سونے کا ہے وہ معرفت الٰہی ہے اور دوسرا قلعہ چاندی کا ہے وہ ذات باری تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اور تیسرا قلعہ لوہے کا ہے اور یہ اللہ پر بھروسہ کرنا ہے اور چوتھا قلعہ پتھر کا ہے اور وہ اللہ پاک کا شکر اور خوشنودی ہے۔ پانچواں قلعہ گارے کا ہے جو کہ امر بالمعروف و نہی عن منکر ہے۔ چھٹا قلعہ زمرد کا ہے اور وہ سچائی و مخلص پن ہے اور پھر ساتواں قلعہ موتیوں کا ہے اور وہ نفس کی تہذیب ہے۔ سو ایمان والے ان سارے قلعوں اور حصارات کے بیچ ہے اور ابلیس ان قلعوں کے گرد و نواح میں کتے کی مانند بھونکا اور چیخا کرتا ہے مگر ایمان والا شخص اس سے مستغنیٰ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان حفاظت والے قلعوں اور چار دیواری کے اندر ہوا کرتا ہے۔ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی بھی شکل میں نفس کے ادب کو ختم نہ کرے اور نہ ہی اسے کم تر اور ذلت والا جانے۔ اس لئے کہ اگر نفس کی تہذیب کو کم تر اور ذلت والا جانا تو یہ اس کے لئے شرمساری کا باعث ہوگا۔ ابلیس ان مستحکم اور محفوظ قلعوں کے اندر آنے کی کاوش کرے گا تا کہ مسلمان کے ایمان پر حملہ آور ہو کر اس کو اسلام سے کفر کی جانب لے جائے۔ (نعوذ باللہ من ذالك)۔

اور اللہ پاک نے اس آیت مبارکہ میں جن دو احکامات سے نوازا ہے اس کے بارے میں علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے دو فرمودات کا مقرر کرنا بہت کٹھن امر ہے۔ اکثر حضرات کے مطابق اس آیت پاک میں محض ایک ہی فرمان ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

"فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا" ۔ (سورہ فاطر۔ آیت:6) لہٰذا تم اس کو دشمن جانو۔

مطلب اللہ پاک نے بصیغہ امر مخاطب فرمایا اور امر وجوب کا تقاضا فرماتا ہے اس شرط پر کہ اس کے خلاف کسی قرینہ کا وجود نہ ہو۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس آیت مبارکہ میں دوسرا فرض کیا ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ اللہ پاک نے اس آیت مبارکہ میں دو فریضوں کا تذکرہ فرمایا ہے ایک فرض علمیہ اور دوئم فرض عملیہ ہے۔ سو فرض علمیہ یہ ہے کہ ابلیس کو اپنا دشمن جانو اور دوسرا فرض عملیہ یہ ہے کہ ابلیس کے ہمراہ دشمنوں کی طرح برتاؤ کرو۔

اور اس سے پہلے جو قلعوں کا تذکرہ ہوا ہے کہ مسلمان ان قلعوں میں امان سے ہوتا ہے اور ابلیس ان میں نہیں جا سکتا۔ سو اکثر اوقات ابلیس ان میں سے اکثر قلعوں پر اپنا قبضہ جما لیا کرتا ہے جس کی وجہ سے بشر گناہ و بداعمالیوں میں ملوث ہو جایا کرتا

ہے اور دوزخ کا حق دار ہو جاتا ہے اور ابلیس اکثر ایمان والوں کو بدکاری پر بھی رضامند کرنے سے ناکام ہوتا ہے۔ مگر اکثر مسلمانوں کے ایمان کو لاغر کر دیتا ہے یہ سب ایمان پر منحصر ہے۔ جس کا ایمان جتنا مستحکم ہوگا۔ اتنا ہی وہ شیطان سے امان میں رہے گا۔ اگر کسی مسلمان میں اللہ کی معرفت اور ایمان کمزور ہے تو ابلیس کی پہنچ ان قلعوں تک ہو سکتی ہے اور وہ اس پر اپنا قبضہ جما کر بھنکا سکتا ہے مگر معرفت و ایمان کے قلعے میں درجات کے حساب سے تفریق پائی جاتی ہے۔ سچائی و خلوص کا قلعہ بھی امر و نہی کی مانند نہیں ہے۔ ایسے ہی دوسروں پر بھی قیاس آرائی ہو سکتی ہے۔ سو اگر ایمان کا قلعہ مستحکم ہو تو ابلیس کو اس پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ" (سورة النحل، آیت ۔ 99)

(اس کو ان افراد تک رسائی نہیں ہوتی جو ایمان لایا کرتے اور اپنے اللہ پاک پر توکل کیا کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۝ (سورة الانفال ۔ آیت:2)

(صادق مومن تو وہ ہیں جن کے قلوب اللہ کا ذکر سماعت کر کے کانپ جاتے ہیں اور جس وقت اللہ کی آیتیں ان کے آگے تلاوت کی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اللہ پاک پر توکل رکھتے ہیں۔

سو ان قلعوں میں اکثر بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پر بھی شیطان کا غلبہ ہو جائے تو وہی کفر کا وسیلہ بن جایا کرتا ہے۔ اگر ایمان میں ضعیفی کا وجود پیدا ہو جائے تو ابلیس اپنا قبضہ جما لیا کرتا ہے تو اس کے بعد اس کا مسکن دوزخ کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

"نعوذ باللہ من ذالک نسال اللہ الکریم الھدیٰ والسلامة من الزیغ والردی"

لہٰذا خبر دار ہو جاؤ کہ اللہ پاک کی معرفت اشد ضروری ہے۔ استاذ نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ لازم النظر باللہ ہے (مطلب سوچ بچار کی بدولت اللہ پاک کی شناخت تک رسائی حاصل کرنا) ابن فورک اور حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اول شے جو کہ لوگوں کے لئے لازم ہے وہ القصد الی النظر (مطلب غور وفکر) ہے۔

علماء کرام کی اس بات پر مخالفت ہے کہ کیا جنوں میں سے کسی پیغمبر کو بھیجا گیا یا نہیں؟

ضحاک نے کہا ہے کہ جنوں میں سے بھی نبی ہو چکے ہیں اور بطور استدلال اس آیت مبارکہ کو بیان کرتے ہیں:

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ؕ (سورة الانعام ۔ آیت:130)

(اے جماعت جن و بشر کیا تم لوگوں کے پاس خود تم میں سے اس طرح کے رسولوں کی آمد نہیں ہوئی تھی جو تمہیں میری آیات سنایا کرتے اور اس روز کے انجام سے خوفزدہ کرتے تھے۔

علماء محققین کا کہنا ہے کہ جنوں میں کسی بھی جن کو رسول منتخب کر کے نہیں بھیجا گیا بلکہ رسول و پیغمبر تو محض انسانوں میں مبعوث کئے گئے ہیں۔ لیکن جنوں میں خوفزدہ کرنے والوں کی آمد ہوئی ہے مگر ان کو نبی کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ سوضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی بطور استدلال پیش کی گی آیت مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ آیت مقابلہ میں "منکم" کی علامت دونوں جماعتوں (بشر اور جن) کی طرف ہے مگر نبوت محض بشر کے لئے ہے۔ اس قول کی توضیح قرآن مجید کی دوسری آیت مبارکہ بھی کرتی ہے کہ:

"يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ" (سورۃ الرحمٰن ۔ آیت:22)

نکلا کرتے ہیں اس میں سے موتی اور مونگے۔

اس آیت پاک میں "منھما" کا مفہوم دونوں طرز کے آب کے لئے ہے جبکہ لؤلؤ اور مرجان تو محض کھارے آب سے نکلا کرتے ہیں۔

منذر بن سعید بلوطی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جنوں میں سے جس نے بھی حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میل کیا تھا وہ سارے رسول تھے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ جنوں میں محض "نذیر" (خوفزدہ کرنے والے) ہوئے ہیں۔ نبی محض بشروں میں سے ہی گزرے ہیں۔

لہٰذا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن پہلی امتوں میں بھی شرعی فرمودات کے ماننے والے تھے جیسا کہ اس امت میں شرعی فرمودات کے ماننے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ (سورۃ الاحقاف ۔ آیت:18)

(یہ افراد ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ چپک چکا ہے۔ ان سے قبل جنات و بشر کی جو جماعتیں (اسی طرز کی) گزر چکی ہیں ان میں ہی یہ بھی جا کر ملیں گے۔ بلاشبہ یہ نقصان میں رہنے والے افراد ہیں)۔

ایسے ہی ارشاد ربانی ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (سورۃ الذاریات ۔ آیت:56)

اور میں نے جنات و بشر کو محض اپنی بندگی کے لئے تخلیق کیا ہے۔

اکثر علمائے کرام کے مطابق ان آیتوں سے مراد جنوں اور بشر کے مومن افراد ہیں کہ اللہ پاک نے اطاعت گزاروں کو تخلیق نہیں کیا لیکن محض اپنی عبادت کے لئے اور بدنصیبوں کو محض بدنصیبی کے لئے تخلیق فرمایا ہے اور عام مفہوم لینے میں بھی کوئی نقصان نہیں ہے۔

اکثر علماء کرام کا یہ کہنا ہے کہ ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ میں جن و بشر کو اپنی بندگی کا فرمان دیا کرتا ہوں اور ان کو اپنی جانب بلاتا ہوں تا کہ وہ ایک رب کی بندگی کریں۔ اگر کوئی اس آیت پر معترض ہو کہ اس آیت میں جن و بشر کو ہی کیوں مخصوص کیا

گیا ہے اس لئے کہ وہ خلقت بھی تو موجود ہے۔ مثال کے طور پر فرشتے وغیرہ ان کا ذکر کیوں نہیں ہوا ہے؟ وہ بھی تو اللہ پاک کی بندگی میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ اس نکتہ چینی کا یہ جواب ہوگا کہ جن و بشر میں بداعمالی کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے افراد کی تعداد زیادہ ہوا کرتی ہے ملائکہ کے مقابلہ میں اس لئے کہ وہ گناہوں سے پاک ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر بھی یہ بیان ہو چکا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت مبارکہ پر دوسرا دوئم اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ جب انسان مخلوقات میں سب سے اشرف ہے تو پھر جنوں کو کس لئے مقدم قرار دیا گیا ہے جبکہ انسان کو ہی مقدم گردانا چاہئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ صرف ''انسان'' نون خفیفہ کی بناء پر ''اخف'' ہے اور حرف ''جن'' اثقل ہے۔ پس کلام کرنے والے کی سہولت کے لئے بوجھل کو ''اخف'' (ہلکا) پر مقدم قرار کیا گیا ہے۔

جزئی مشکلیں: شیخ عمادالدین بن یونس علیہ الرحمۃ جنوں سے جنس کی مخالفت کی وجہ سے عقد کو حلال قرار نہیں دیتے اور اس کی ممانعت کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کسی بشر کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی ''جنیہ'' سے عقد کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اللہ پاک تمہارے لئے تمہاری ہی طرز کی خواتین کو تخلیق کیا اور تم کو تمہاری ازواج سے فرزند اور پوتے عطا فرمائے۔

(سورۃ النحل: 72)

ایسے ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

اور اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے میں سے ہی تمہارے لئے ازواج کو تخلیق کیا تا کہ ان کے قریب سکھ سے رہو اور تمہارے مابین محبت اور رحم پیدا فرما دیا۔ (سورۃ الروم۔ آیت: 21)

ادھر ''مودۃ'' کا مفہوم مباشرت اور ''رحمۃ'' کا مفہوم طفل ہے۔ اس کے علاوہ فقہاء حنابلہ کا ایک گروہ بھی نص شرعی کی وجہ سے جنوں سے عقد کو جائز قرار نہیں دیتا۔ سو ''فتاوی سراجیہ'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ جنس مخالف کی بناء پر جنوں سے عقد کرنا حلال نہیں ہے۔

''القنیہ'' میں تذکرہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ دو شہادت دینے والوں کی حاضری میں انسانوں کا جنوں کے ساتھ عقد کرنا حلال ہے۔

حسن اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ انسانوں کا جنوں کے ہمراہ عقد کرنا کراہت والا (مکروہ) ہے۔ حسن اور قتادہ نے بطور اس استدلال اس حدیث پاک کو بیان کا ہے کہ ''حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جن'' سے عقد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے''۔

زید سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ "یا اللہ! مجھ کو "جنیہ" عطا فرمادے تا کہ میں اس سے عقد کرلوں"۔
ابن عدی نے "نعیم بن سالم بن قنبر" کے احوال میں حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ میرے سے یونس بن عبدالاعلیٰ نے فرمایا ہے کہ "نعیم بن سالم ہمارے پاس آئے' میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سماعت کیا کہ "میں" "جن" خاتون سے عقد کرنے کا خواہاں ہوں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بلقیس کے ماں' باپ میں سے کوئی ایک "جن" تھا"۔

شیخ نجم الدین قمولی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "بشر کے کسی "جن" خاتون سے عقد کو نا جائز کہنا اس میں شبہ ہے۔ کیونکہ جیسے عقد کی حرمت بشر کے لئے ہے ایسے ہی "جنوں" کے لئے بھی حرمت عقد ہونی چاہئے مگر مجھ کو ایک شریف و مذہبی شخص نے بتایا کہ ان سے کسی "جن خاتون" نے عقد کیا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے علماء کرام میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے پے در پے جنوں میں سے چار خواتین سے عقد کیا تھا مگر اس معاملے میں طلاق' لعان' ایلاء' عدت' نفقہ وکسوہ وغیرہ اور ان چار خواتین سے عقد کرنے کے بارے میں مشکلات پر سوچ بچار کرنے کی ضرورت ہے اور ہر کیفیت میں شبہ ہوگا جو کہ دانا پر پوشیدہ نہیں ہے۔"
شیخ الاسلام شمس الدین حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ فتح الدین یعمری کے لکھے ہوئے میں دیکھا' انہوں نے فرمایا ہے کہ "میرے سے عثمان مقاتلی نے کہا ہے' میں نے ابوالفتح حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو بتلایا گیا کہ وہ غلط بیانی کرنے والے تھے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز "جن" کے ہمراہ عقد کے بارے میں تکرار کر رہے تھے تو وہ کہنے لگے کہ "جن" لطف والی روح ہے اور بشر بدن کثیف ہے۔ پس یہ دونوں کس طرح اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ اس کے بعد وہ عرصے تک ہماری آنکھوں سے اوجھل رہے اور پھر اس کیفیت میں ہمارے پاس ان کی واپسی ہوئی کہ ان کا سر زخمی تھا۔ ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے ایک "جنیہ" سے عقد کیا تھا اور پھر کسی معاملے پر لڑائی ہوئی جس کی وجہ سے اس "جنیہ" نے مجھ کو زخمی کر دیا۔ حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھ کو ابن عربی سے عمداً غلط بیانی کرنے کی امید نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو بیہودہ باتوں میں سے ہے۔"
فقہی معاملہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے "کتاب الاموال" میں اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ "حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبائح "جن" کی ممانعت فرمائی ہے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "ذبائح جن" کا مفہوم یہ ہے کہ دور جہالت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی فرد نیا مکان خرید لیتا تو اس کے لئے ایک پرندہ نحر کیا جاتا۔ پھر افراد یہ گمان کیا کرتے تھے کہ اب یہ مکان جنوں کے شر سے حفظ و امان

میں ہوگا۔ سو حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غلط قرار دیا اور اس کام کی ممانعت فرمائی۔

اختتام: تصنیف ''مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ'' میں تذکرہ ہے کہ ایک آدمی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ وہ آدمی عرض کرنے لگا کہ ''میری ایک نوجوان بیٹی کو گھر کی چھت سے کوئی پکڑ کر لے گیا ہے''۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ ''تم آج کی شب فلاں قبرستان میں چلے جاؤ اور ادھر اپنے گرد دائرے کا حصار بنا کر بیٹھو۔ جس وقت تم حصار (دائرہ) کھینچنے لگو تو یہ الفاظ ادا کرنا: ''بسم اللہ علی نیۃ عبدالقادر'' جس وقت نماز عشاء کے بعد جنوں کی جماعت کئی طرح کے حلیوں اور شکلوں میں تمہارے آگے سے گزرے گی تو تم ڈر نہ جانا اور پھر جنوں کا شہنشاہ ادھر سے گزرے گا تو وہ تم سے دریافت کرے گا کہ ''تم کو کیا حاجت درپیش آ گئی ہے؟ لہٰذا تم بولنا کہ ''مجھ کو عبدالقادر نے ادھر بھیجا ہے اور پھر اپنی دختر کے بارے میں آگاہ کرنا''۔ اس آدمی کا کہنا ہے کہ ''میں قبرستان چلا گیا اور میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق دائرہ کھینچا اور اس میں بیٹھ گیا اور جنوں کے کئی قسم کے گروہ کئی شکلوں میں میرے آگے سے گزرنے لگے۔ مگر وہ میرے دائرے سے باہر ہی رہتے تھے۔ سب سے آخر میں جنوں کے شہنشاہ کی آمد ہوئی' وہ گھوڑے پر سوار تھا اور جنوں کا گروہ اس شہنشاہ کے اطراف میں کھڑا تھا۔ جنوں کا حکمران دائرے کے آگے کھڑا ہو گیا اور اس نے میرے سے دریافت کیا کہ تم کو کیا حاجت درپیش ہے؟ میں نے جواب میں کہہ دیا کہ ''مجھ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے اور اپنی دختر کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔ جنوں کا حکمران گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنے قریب کھڑے فرد کو فرمان دیا کہ ''جس نے یہ فعل کیا ہے' اس کو پیش کرو''۔ اس کو جنوں کے شہنشاہ کے پاس لایا گیا اور اس کے ہمراہ میری دختر بھی تھی۔ شہنشاہ نے اس ''جن'' سے سوال کیا کہ ''تم نے قطب عالم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقے میں اس طرح کی حرکت کا ارتکاب کیوں کیا؟ اس جن نے جواب میں کہا کہ میں اس دوشیزہ کے عشق میں مبتلا ہوں اس بناء پر میں اس کو اپنے ہمراہ لے آیا''۔ جنوں کے شہنشاہ نے اس جن کا سر قلم کرنے کا فرمان دیا۔ اس جن کا سر قلم کر دیا گیا اور میری بیٹی مجھ کو واپس لوٹا دی گئی۔ میں کہنے لگا کہ ''میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان و پیروی کا ایک نمونہ نہیں دیکھا''۔ جنوں کا شہنشاہ کہنے لگا کہ ''ہاں'' یہ اس بناء پر ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر ہی سے جنوں کو دیکھتے ہیں بے شک جن کسی بھی خط میں موجود ہوں۔ اس لئے سارے ''جن'' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے گھبرایا کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ پاک جس وقت کسی ایمان والے شخص کو قطبیت کا مقام بخشتا ہے تو جن و بشر کو اس کے تابع و فرمان کر دیا کرتا ہے''۔ (مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

ابوالقاسم جنید نے کہا ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''ایک روز میں ایک گاؤں سے گزرا۔ میں نے اکیلے ہی ایک جبل کے نزدیک رہائش اختیار کر لی۔ جس وقت نصف شب ہوئی تو کسی آواز دینے والے نے کہا ''لا تدور القلوب فی الغیوب حتی تذوب النفوس من مخافۃ فوت المحبوب'' (چھپی ہوئی باتوں میں قلب گردش نہیں کیا کرتے

حتیٰ کہ محبوب کے فراق کے ڈر سے جانیں نہ پگھل جائیں) میں بہت حیران ہوا۔ میں نے پوچھا ''کیا کوئی جن بات کر رہا ہے یا بشر؟'' بہرحال بات کرنے والے نے بتلایا کہ ''میں جن ہوں'' اور اللہ پاک کی وحدت پر ایمان رکھتا ہوں اور میرے ہمراہ میرے دوسرے برادران بھی ہیں۔ میں کہنے لگا کہ کیا ان کے پاس بھی وہ موجود ہے جو کہ تم پاس رکھتے ہو (مطلب بہترین گفتگو) وہ بولا کہ جی ہاں۔ دوئم جن کہنے لگا کہ مسلسل سوچ بچار اور دھیان سے جسم کی کاہلی دور ہو جایا کرتی ہے۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ میں قلب میں ہی سوچے جا رہا تھا کہ ان کی گفتگو کتنی زبردست ہے اسی عالم میں تیسرے ''جن'' کی آواز سنائی دی کہ جو آدمی اندھیروں سے مائل ہوا اس کے لئے اگلے روز نشانات عیاں کئے جائیں گے۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ یہ سماعت کر کے مجھ پر بے ہوشی کی کیفیت چھا گئی۔ جس وقت میں نے بہتری محسوس کی تو مجھے دکھائی دیا کہ میری چھاتی پر نرگس ہے۔ میں نے اس کو سونگھا تو میرا خوف ختم ہو گیا اور مجھ کو راحت کا احساس ہوا۔ میں بولا کہ اللہ تم پر مہربان ہو' مجھے نصیحت کرو۔ جن نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ پاک اس بات کی ممانعت فرماتا ہے کہ اس کو یاد کرنے سے کوئی شرم کا احساس کرے اس لئے کہ اللہ پاک اپنی ذات کے سے پرہیزگاروں کے قلوب کو مانوس رکھا کرتا ہے۔ جو آدمی اس کے سوا کسی اور شے کے لالچ رکھے تو گویا کہ وہ غیر مقصود شے کی کوشش کرنے والا ہے۔ اللہ پاک ہم کو بھی اور تمہیں بھی خیر کی توفیق سے نوازے۔ (آمین) روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے مگر میں ان کی گفتگو کی راحت ابھی تک اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ (رواہ ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ یافعی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''کفایۃ المعتقد و نکایۃ المنتقد'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے ایک احباب کی کھوج میں ایک مدت سے مصروف تھا کہ اسی درمیان میں ایک پہاڑ سے گزرا تو مجھے ایک گروہ دکھائی دیا جس میں نابینا اور دوسرے بیمار بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے حال چال پوچھا۔ وہ کہنے لگے کہ ادھر ایک شخص ہے جو کہ پورے برس میں ایک دفعہ باہر نکلتا ہے۔ وہ لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہے تو افراد صحت یاب ہو جایا کرتے ہیں۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ میں نے ادھر ہی رہائش اختیار کر لی حتیٰ کہ جس وقت وہ شخص باہر نکلا تو افراد نے اس سے دعا کرنے کی گزارش کی۔ اس شخص نے ان کے لئے دعا مانگی تو افراد فوری طور پر ٹھیک ہونے لگے اور چلے گئے۔ جس وقت وہ شخص ادھر سے جانے لگا تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ میں ان سے لپٹ گیا اور گزارش کی کہ میں ایک باطنی مرض کا مریض ہوں مجھ کو اس کا مرہم بتا دیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے اے سری رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے دور چلا جا کیونکہ اللہ پاک بے حد غیرت والا ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ تم کو اپنے اجنبی سے ملا ہوا دیکھے اور تو اس کی نگاہوں میں رسوا ہو جائے۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ بزرگ مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ (کفایۃ المعتقد ونکایۃ المنتقد)

حضرت امام محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''التوحید'' میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے اس واقعے کا تذکرہ ہوا ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سماعت کیا تھا کہ بشر ہیبت (وحشت) اور محبت میں اس درجے پر جا پہنچتا ہے کہ اگر اس کو شمشیر سے بھی ہلاک کر دیا جائے تو بھی اس کو احساس نہیں ہوا کرتا۔ روایت

کرنے والے نے کہا ہے کہ یہ قول میرے قلب میں چبھتا رہا حتیٰ کہ میرا شبہ تیقن میں تبدیل ہو گیا۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ ہیبت وانس (وحشت ومحبت) قبض اور بسط سے بلند مرتبہ کی شے اور قبض اور بسط ڈر اور آس سے برتر ہے۔ ہیبت کے لئے غیبت لازم ہے۔ ہر ہائب غیبت میں مبتلا رہا کرتا ہے حتیٰ کہ اگر اس کو کاٹ بھی دیں تو پھر بھی وہ اپنی غیبت سے منع نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کی ہیبت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایسے ہی ''انس'' کے لئے مغز کی بیداری اور افاقہ لازم ہے۔ علماء کرام انس اور ہیبت کے درجوں میں تفریق بیان کرتے ہیں۔ انس کا کم از کم مقام یہ ہے کہ اگر اس کو آتش میں پھینک دیں تو انس رنجیدہ نہ ہوگا اس لئے کہ اس کی نگاہ محض مقصود پر ہوا کرتی ہے اور اس کا مقصود محض اس کا حقیقی محبوب ہوا کرتا ہے۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ کی بات میں اسی طرف اشارہ ہے کہ انس اللہ کی جانب خوشی سے پیدا ہوا کرتا ہے اور جس کو اللہ پاک سے محبت ہو جائے تو اس کو ساری اشیاء سے حقارت ہونے لگتی ہے۔ وہ ہر شے سے منہ پھیر کر اللہ پاک کے لئے جیا کرتا ہے اور نہ ہی اور اللہ پاک کے سوا کچھ دیکھا کرتا ہے اور نہ ہی اللہ کی ذات کے سوا کسی دوسرے کے لئے کوئی عمل درآمد کیا کرتا ہے۔ وہ محض اپنے اللہ پاک کا مطیع ہوا کرتا ہے اور اس کی نگاہ محض اپنے اللہ پر پڑتی ہے اور اس کی آنکھیں محض اپنے اللہ پاک کے امور اور خلقی کارگزاریوں کو دیکھا کرتی ہیں اس لئے کہ عارف صنعت کو صانع سے شناخت کیا کرتا ہے۔ صانع کو صنعت سے نہیں شناخت کرتا۔ اسی بناء پر وہ اس کی کارگزاریوں کے سوا اور کسی شے کا مشاہدہ نہیں کرتا اور یہی توحید کا بلند مرتبہ ہے۔

لہٰذا خبردار ہو جاؤ کہ وہ فرد انس باللہ کی شیرینی نہیں پا سکتا حتیٰ کہ وہ مشاغل خلائق سے قطع تعلق کر کے پیچیدگیوں کے اصل تک نہ جا پہنچے اس کیفیت میں کہ اس کو پیچیدگیوں کا علم ہوتا جائے اور یہ بھی معلوم کر لے کہ انس اور ہیبت کی کیفیت عیاں ہے مگر اہل حقیقت ان کو آدمی کی تبدیلی کی وجہ سے ناقص قرار دیتے ہیں اس لئے کہ توحید والوں کے حالات کی ہیئت بدلنے سے بچاؤ میں ہے اور ان کی لیاقت ''محویت فی اللہ'' میں ہے۔ اس کے علاوہ ان کے لئے ہیبت' انس' علم اور احساس کوئی شے نہیں اور ان کے درجے کی عظمت اللہ پاک کی رحمت اور اللہ پاک کے فیض کی بدولت ہے۔

اللہ پاک کی کرامت ہے کہ وہ اپنے بندگی کرنے والوں میں سے جسے چاہے' اپنے رحم سے خاص کر دیتا ہے۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ابو والد نام کے ایک آدمی کے ہمراہ ایک برس تک رہا مگر میں نے ان سے کسی معاملے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ کی معرفت کا سب سے بلند درجہ کونسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بلند درجہ یہ ہے کہ تم اللہ پاک کو ہر شے سے عزیز جاننے لگو اور تیرے اندر باہر میں اللہ عزوجل کے سوا ساری چیزوں کی اصلیت ناپید ہو جائے۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ یہ درجہ وحالت کس طرح پائی جا سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تیرے تقویٰ اور تیری اللہ کے ساتھ محبت کی بناء پر تم کو یہ مرتبہ مل سکتا ہے۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان کی یہ گفتگو ہی اس سلسلے میں فائدے کا وسیلہ ہے۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 6 رمضان المبارک 253ھ میں ہوا۔

خواص: جنوں کا اس رہائش گاہ میں داخلہ ممکن نہیں ہے جدھر ''اترج'' کی موجودگی ہو۔

حضرت امام ابوالحسن علی بن حسن بن حسن بن محمد خلعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے کہ (یہ قاضی الجن کے اسم سے مشہور تھے' ان کا مدفن فراقہ میں ہے۔ لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ ان کے مزار پر کی ہوئی دعا کو قبولیت بخشی جاتی ہے) انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس جن آیا کرتے تھے اور علم سیکھا کرتے تھے۔ ایک روز ان کو آنے میں دیر ہوگئی تو میں نے ان سے دیر کے بارے میں دریافت کیا۔ جنوں نے بتلایا کہ اس رہائش گاہ میں ''اترج'' تھا۔ ہم ''اترج'' والی رہائش گاہ میں نہیں جایا کرتے۔

حافظ ابوطاہر سلفی نے کہا ہے کہ جس وقت خلعی نے یہ بات سماعت کی تو اس دعا پر محفل کو برخاست کر دیا:

''اللّٰهم ما مننت به فتممه وما انعمت به فلا تسلبه و ماسترته فلا تهتكه وما علمته فاغفره''

قاضی ابوطاہر سلفی کا انتقال 448ھ میں شوال کے مہینے میں ہوا علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جن کی اسی عادت کی بناء پر حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے مسلمان کی مثل ''اترج'' سے دی ہے اس لئے کہ شیطان مسلمان کے قلب سے جو قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا ہے' اس طرح ہی دوڑتا ہے جس طرح کہ اس رہائش گاہ میں سے جن دفع ہو جایا کرتا ہے جس میں ''اترج'' پایا جاتا ہو۔ اس کے لحاظ سے مثل دینا بہتر ہے دوسرے پھلوں کے برعکس۔

مسلم بن صبیح نے کہا ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضری دینے گیا تو اس لمحے ادھر ایک نابینا صحابی تشریف فرما تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو ''اترج'' کاٹ کر شہد کے ساتھ تناول کروا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ یہ ابن مکتوم ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے اپنے رسول حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کا نزول فرمایا تھا۔ (المستدرک)

ابی کبشہ نے بواسطہ باپ اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لال کبوتر اور ''اترج'' کو دیکھنا اچھا لگتا تھا۔ (معجم طبرانی)

اس کا مفصل بیان انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں حدیث سلیمان بن موسیٰ کے موضوع سے آئے گا۔ سلیمان بن موسیٰ نے کہا ہے کہ حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جن اس طرح کی رہائش گاہ میں نہیں جا سکتے جس میں آزاد گھوڑے ہوں۔''

التعبیر

جنوں کا خواب میں دکھائی دینا چالاک آدمی کی نشانی ہے اس لئے کہ جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دھوکہ دہی کا کام کیا تھا۔ اگر کسی فرد کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ کسی جن کے ہمراہ کام میں مگن ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس فرد کی کسی دھوکے باز شخص سے لڑائی ہوگی۔ اگر کسی فرد کو خواب میں نظر آئے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس فرد کو مال وعزت کا حصول ہوگا اس لئے کہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ (سورۃ الجن آیت ۱)

اے نبی! فرماویں کہ میری جانب وحی کا نزول ہوا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) توجہ سے سماعت کیا۔

خواب میں اکثر جن کو ڈاکو سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی فرد خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے مکان میں جن آ گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے مکان میں ڈکیتی کا اندیشہ ہے۔ اس کو اپنے بچاؤ کا بندوبست کرنا چاہئے۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ وہ پاگل ہو چکا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ دولت مند وامیر ہوگا۔ جس طرح کے شاعر کہتا ہے کے

جن لہ الدھر فنال الغنی یا ویحہ ان عقل الدھر

''دور نے اس کو پاگل کر دیا ہے جس کی وجہ سے اس کو مال حاصل ہوا اگر دور کسی کو دانائی دیا کرتا ہے تو یہ ہلاکت کا سبب ہے''۔

اکثر علماء کرام کے مطابق خواب میں دیوانے کو سود خور سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ

مگر جو افراد سود خور ہیں ان کی کیفیت اس آدمی کی سی ہوتی ہے جس کو شیطان نے ہاتھ لگا کر خبطی کر دیا ہے۔

(سورۃ البقرۃ۔ آیت 275)

اور دیوانے کو اکثر خواب میں بہشت کے داخلے کی علامت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ:

''اطلعت علی الجنۃ فرأیت اکثرا ھلھا البلہ و المجانین''

اگر کسی خاتون کو خواب میں نظر آئے کہ وہ پاگل ہو چکی ہے اور اس نے اپنے معالجے کے لئے تعویذوں کی مدد لی ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ امید سے ہوگی اور اس کے بطن سے جس طفل کی ولادت ہوگی وہ بے حد شاطر ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

جنان البیوت

''جنان البیوت'' (جیم کے کسرہ اور نون مشدد دو مفتوحہ کے ہمراہ) یہ گھریلو سانپ ہوا کرتا ہے۔ ''جنان'' جان کی جمع ہوتی ہے جس کا اطلاق مختصر اور دبلے سانپ کے مفہوم پر ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپ کو ہلاک کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ان سانپوں کے سوا جن کی پونچھ کٹی ہوئی ہو اور جن کے بالائی حصے پر سفید رنگ کی لکیریں ہوں اس لئے کہ یہ دونوں طرز کے سانپ نظر کی طاقت کا خاتمہ کر دیا کرتے ہیں اور حمل کو ضائع کر دیا کرتے ہیں۔ (رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد)

''الابقع'' وہ سانپ جس کی پیٹھ پر سفید رنگ کی لکیریں ہوں۔ ''الابتر'' وہ سانپ ہے جس کی پونچھ مختصری ہو۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ ''الافعیان'' نیلی رنگت والا سانپ ہوتا ہے جس کی پونچھ کٹ چکی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس سانپ کو حاملہ عورت دیکھ لے تو اس کا حمل ضائع ہو جایا کرتا ہے۔

''کتاب العشرات'' میں ابن خالویہ نے تحریر کیا ہے کہ میں نے ابن عرفہ کو یہ فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ ''جان'' وہ سانپ کہلاتا ہے جو چلتے ہوئے اپنے سر کو اٹھا کر چلا کرے۔ شاعر کہتا ہے کہ۔

یرفعن باللیل اذا ما اسدفا
اعناق جنان وھاما رجفا

''جس وقت شب میں اندھیرا چھا گیا تو سانپوں نے اپنی گردنوں کو لمبا کر لیا۔''

الجند بادستر

''الجند بادستر'' یہ کتے سے مشابہت رکھنے والا پانی کا حیوان ہے۔ اس کو ''قندر'' اور ''سمور'' بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر قفجاق کے سوا اور کہیں نہیں ہوتا۔ اس کو مفصل ''باب القاف'' میں بیان کیا جائے گا۔ یہ حیوان لومڑی کی مانند کالا مائل بہ لال رنگ کا ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ اس حیوان کے ہاتھ نہیں ہوا کرتے مگر ٹانگیں ہوا کرتی ہیں۔ اس کی پونچھ طویل ہوا کرتی ہے اور اس کا سر بشر کے سر کے جیسا ہوا کرتا ہے۔ اس حیوان کا چہرہ گولائی میں ہوتا ہے اور یہ حیوان ہاتھ نہ ہونے کی وجہ سے سینہ کی مدد سے چلتا ہے۔ البتہ یہ احساس ہوتا ہے کہ عام مویشیوں کی طرح چاروں ٹانگوں سے چلتا ہے۔ اس حیوان کے چار خصیئے ہوا کرتے ہیں' دو خصیے نمایاں اور دو خصیئے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان خصیوں کی خوبیوں کی وجہ سے شکار کرنے والے اس حیوان کا شکار کیا کرتے ہیں۔ سو جس وقت اس حیوان کو علم ہوتا ہے کہ شکاری اس کو پکڑنے کا خواہاں ہے تو یہ بھاگنے کی کاوش کرتا ہے مگر جس وقت اس کو یقین ہو جائے کہ شکار کرنے والے نے اس کو گھیرے میں لے لیا ہے اور اب بھاگنا کٹھن ہے تو یہ اپنے دونوں نمایاں خصیوں کو جدا کر کے شکار کرنے والے کی جانب اچھال دیا کرتا ہے اور اپنی جان کو محفوظ کر لیتا ہے اس لئے کہ شکار کرنے والے کو اس کے نمایاں خصیوں کی حاجت ہوا کرتی ہے اور اگر شکار کرنے والے کی نظر اس حیوان کے اترے ہوئے خصیوں پر نہیں جاتی تو یہ الٹا ہو کر لیٹ جایا کرتا ہے حتیٰ کہ شکار کرنے والے کو علم ہو جاتا ہے کہ اس حیوان نے خصیے اتار کر اس کی جانب اچھال دیئے ہیں تو وہ اس حیوان کو چھوڑ دیا کرتا ہے۔ سو یہ حیوان اپنے نمایاں خصیوں کے مقام پر پوشیدہ خصیوں کو لے آیا کرتا ہے اس حیوان کے اترے ہوئے خصیہ کا اندر والا حصہ لہو کی مانند یا شہد کی مانند ہوا کرتا ہے اگر اس کو سکھا لیں تو اس میں سے بہت زبردست مہک آیا کرتی ہے۔ یہ حیوان آب میں جا کر اپنی سانس کو روک لیا کرتا ہے اور پھر کچھ لمحوں کے بعد آب سے باہر آ جاتا ہے۔ اس حیوان میں اتنی طاقت ہوا کرتی ہے کہ یہ آب کے اندر بھی حیات بسر کر سکتا ہے اور زمین پر بھی مگر عموماً یہ حیوان آب میں ہی مقیم رہتا ہے اس حیوان کی غذا مچھلی اور کیکڑا ہوتے ہیں۔

خصوصیات: اس حیوان کے خصیتین نہایت فائدہ مند ہوتے ہیں' شیر کے کاٹ لینے سے انسان کے بدن میں پھیلنے

والے جراثیم کو دور کرنے کے لئے اس حیوان کے خصیوں کو استعمال کرنا بے حد فائدہ مند ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بیماریوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ اس حیوان کے خصیوں کی خاصیت یہ ہے کہ یہ بدن کے حصوں کو گرمی پہنچاتا ہے' رطوبت کو سکھاتا ہے' اور ہر طرز کے مرض کے لئے فائدہ مند ہے اس کے خصیوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انسان کے بدن کے حصوں کے لئے کسی بھی کیفیت میں نقصان دہ نہیں ہیں۔ اگر ان خصیوں کی رطوبت کو بچھو کے کاٹے ہوئے مقام پر مل لیں تو صحت یابی ملے گی۔ مرگی کے مرض میں مبتلا شخص کے لئے اس حیوان کے خصیوں کو تیل میں ڈال کر بیمار شخص کے سر پر مساج کریں تو بے حد فائدہ مند ہوگا۔ اگر کوئی آدمی فالج کا شکار ہو جائے یا اس کے بدن کے حصوں میں ڈھیلا پن پیدا ہو جائے تو اس حیوان کے خصیوں کو استعمال کرنے سے صحت یاب ہو جائے گا۔ اس حیوان کے خصیے ہر طرز کے زہر کا تریاق ہوتے ہیں۔ اس حیوان کے خصیوں کو استعمال کرنے سے افیون سے پیدا ہونے والی ساری بیماریوں اور بلغم کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ اس حیوان کی جلد موٹے بالوں والی ہوا کرتی ہے جس سے پوستین بنائی جاتی ہے۔ مشائخ اس کو استعمال کیا کرتے ہیں اس حیوان کا گوشت فالج کے مریض اور اصحاب الرطوبت کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر کوئی فرد کالی رنگ والے پانی کے حیوان کا شوربہ نوش کر لے تو وہ ایک روز کے بعد مر جائے گا۔

الجنین

"الجنین" ذبح کئے ہوئے حیوان کے پیٹ سے جو طفل نکلتا ہے اس کو "جنین" کہتے ہیں۔

شریعت کا فرمان: اگر حیوان کو نحر کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے برآمد ہونے والا طفل مرا ہوا ہے تو باتفاق رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ طفل پاک اور حلال ہے اور اس کو تناول کرنا بھی درست ہے جس طرح کہ حضرت امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوی" میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام مالک' حضرت امام اوزاعی' حضرت امام ثوری' حضرت امام ابو یوسف' حضرت امام محمد' حضرت امام اسحاق اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہم نے اسی مسلک کو اپنایا ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں مختلف ہیں ان کے مطابق "الجنین" حرام ہوتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ کو استدلال کے طور پر استعمال کرتے ہیں:

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ"۔ (سورۃ البقرۃ) (حرام کیا گیا تم پر مرا ہوا اور لہو)۔

اور ایک دوسری حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ:

"بقوله صلى الله عليه وسلم احلت لنا ميتتان ودمان السمك و الجراد والكبد و الطحال"۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک سے دو فردوں مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ افراد سوئم فرد کے "الجنین" کو اپنی جانب سے کس لئے حلال قرار دیتے ہیں۔

جمہور علماء کرام قرآن پاک کی اسی آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:

"اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ"۔ (حلال کئے گئے تم لوگوں کے لئے چار ٹانگوں والے مویشی)۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ "بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ" ان اطفال کو کہا جاتا ہے جو والدہ کے بطن میں بے جان ہوئے ہیں۔ پس ان کی والدہ کے حلال ہونے کی وجہ سے ان کا تناول کرنا بھی درست ہے۔ اس کا مفصل بیان "باب الباء" میں ہو چکا ہے۔

جمہور علماء کرام درج ذیل حدیث پاک سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جنین کے پاک ہونے کے حلت اس کی والدہ کے پاک ہونے کی حلت کی وجہ سے ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جنین کا حلال ہونا اپنی والدہ کے مطیع اور اس کے مقام سے ہے۔ اگر کوئی اس پر معترض ہو کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہے اور حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جنین کی پاکی اس کی والدہ کی پاکی سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے کہ جنین کی پاکی واجب ہے اس کی والدہ کی پاکی پر۔ اگر حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قائم مقامی ذکاۃ بیان کرنا ہوتا تو حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ ام ذکاۃ کو جنین پر واجب فرماتے۔

لہٰذا حضرت امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبے کے تین جوابات دیئے ہیں۔ اول جواب یہ ہے کہ لفظ جنین کا استعمال محض اس لمحے تک ہوا کرتا ہے جس لمحے تک طفل والدہ کے پیٹ میں پایا جاتا ہے۔ جس لمحے والدہ کے پیٹ سے الگ ہو جایا کرتا ہے تو اس کا اسم "ولد" ہو جایا کرتا ہے۔ جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ"۔ اس کے علاوہ والدہ کے پیٹ میں موجود ہوتے ہوئے طفل پر طاقت نہیں ہوا کرتی اس سے علم ہوا کہ اوپر بیان کی ہوئی حدیث پاک میں حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تمثیل کی جگہ قائم مقامی بیان کرنا ہے۔

دوئم جواب حضرت امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر حضور اکرم، سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تمثیل بیان کرنا ہوتا تو ام اور غیر ام مساوی ہیں۔ سوام کے ہمراہ بطور خاص تمثیل کوئی مفید نہیں ہوگا۔

سوئم جواب حضرت امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تمثیل بیان کرنا ہوتا تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ "ذکـاۃ ام" کو نصب دے دیتے اور کاف تمثیل کو محذوف کرتے جبکہ یہ حدیث پاک دو طرز پر منقول ہوئی ہے۔ دونوں میں نصب کی جگہ رفع ہے۔ یہ نمایاں استدلال ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنظر قائم مقامی ہے تمثیل نہیں۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ ایک روایت میں "ذکـاۃ ام" منصوب کا بھی اطلاق ہوا ہے تو اس شکل میں اس کا مطلب یہ ہوگا طفل کا نحر اس کی والدہ کا نحر ہو جایا کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں نصب ہے وہ درست نہیں

ہے۔سو اگر ہم اس روایت کو درست مان لیں تو ''باء'' کے حذف کی وجہ سے یہ منصوب ہوگی' کاف تمثیل کی وجہ سے نہیں۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ''جنین'' کا نحر والدہ کے نحر ہونے سے ہے اور اگر دونوں وہم پائے جاتے ہیں تو پھر دونوں ہی کو مد نظر رکھا جائے' جس کی شکل یہ ممکن ہے کہ اگر طفل بے جان پیدا ہو تو مرفوع روایت سے عمل لے کر قائم مقامی کے عنصر کو اہمیت دی جائے گی اور اگر طفل حیات پیدا ہوا ہو تو منصوب روایت کو مضبوط گردان کر تمثیل کا مطلب اخذ ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ! ہم لوگ 'اونٹ' گائے' بکری نحر کیا کرتے ہیں اور ان کے پیٹ میں اطفال موجود ہوا کرتے ہیں' کیا ہم ان کو ضائع کر دیں یا تناول کر لیں؟ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اگر تمہارا دل کھانے کو چاہے تو تناول کر لو اس لئے کہ جنین کا حلال ہونا اس کی والدہ کے حلال ہونے کی بناء پر ہے۔شیخ ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''الجنین'' کے حلال ہونے پر دانائی سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر جنین کو والدہ کے مطیع ہو کر پاک نہیں مانتے تو حمل ظاہر ہونے کے بعد والدہ کو نحر کرنا جائز نہیں ہونا چاہئے جس طرح کہ حاملہ خاتون کو نہ قصاص میں ہلاک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر حد کا اجراء ممکن ہے تو علم ہوا کہ ''جنین'' والدہ کا مطیع ہو کر جائز و پاک ہوگا اور اس کا تناول کرنا بھی درست امر ہوگا۔

جنین کی تین شکلیں ہیں' ایک شکل تو وہ ہے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے' دوئم محض لہو کا لوتھڑا ہو یہ کھانے کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ لہو حرام ہے۔سوئم یہ کہ گوشت کا پیس ہو جس کی ابھی شکل نمودار نہ ہوئی ہو' اس کے حلال ہونے میں بات کے تضاد کی وجہ سے دو شکلیں ہیں۔

اول شکل یہ ہے کہ اگر اس میں پھونک دی گئی ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔اب یہ پتہ کرنا کہ جنین میں روح موجود ہے یا نہیں؟ اس کا تعین بے حد کٹھن ہے۔اگر جنین حیات پایا گیا تو وہ نحر کئے بغیر تناول کرنا درست نہیں ہے اگر طفل کا ابھی سر ہی ظاہر ہوا اور والدہ کو نحر کر دیا گیا تو قاضی اور بغوی کے مطابق طفل نحر کئے بغیر جائز نہیں ہوگا۔قفال نے کہا ہے کہ جنین کو نحر کئے بغیر بھی تناول کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ اکثر حصے کا پیدائش کے لمحے نکلنا ہو بہو اس طرح ہی ہے کہ وہ ابھی نمودار ہی نہ ہوا ہو۔الروضہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''قفال'' کا بیان زیادہ مناسب ہے۔(واللہ اعلم)

ابن خلکان اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صائن الدین ابوبکر قرطبی اکثر و بیشتر یہ شاعری پڑھا کرتے تھے:

جری قلم القضاء بما یکون ۔۔۔ فسیان التحرك والسکون

''قسمت کا قلم اس موضوع کے بارے میں چلا جو یقیناً پیش ہو کر رہے گا۔اس عالم میں حرکت و چین مساوی ہیں۔ (مطلب کاوش کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی مناسبت سے ہی نتیجہ اخذ ہوگا)۔

جنون منك أن تسعی لرزق ۔۔۔ ویرزق فی غشاوة الجنین

''یہ تمہاری بے وقوفی ہے کہ تم یہ جان رہے ہو کہ روزی کا حاصل کرنا مشقت پر منحصر ہے جبکہ اللہ پاک تو جنین کو ماں

کے پیٹ میں روزی فراہم کررہا ہے اور جنین نے روزی کے لئے کوئی مشقت بھی نہیں کی۔"

جہبر

"جہبر" (جعفر کے وزن پر) اس کا مطلب ریچھنی ہوا کرتا ہے۔ ریچھنی کی خوبی یہ ہے کہ جس وقت ریچھنی کی پیدائش کے لحات نزدیک آتے ہیں تو یہ "نبات نعش صغریٰ" کی جانب رخ موڑ لیا کرتی ہے جس کی بناء پر پیدائش سہل طریقے سے ہو جایا کرتی ہے اور جس وقت ریچھنی طفل کو جنم دے دیا کرتی ہے تو وہ ایک گوشت کا پیس ہوا کرتا ہے۔ ریچھنی چیونٹی سے بچاؤ کے لئے یہاں سے وہاں اٹھائے گھومتی رہتی ہے اس کے بعد اکثر اوقات ریچھنی چیونٹی کے ڈر کی بناء پر اپنے اطفال کو بھی بھول جایا کرتی ہے جن کو وہ دودھ پلا کر پالا پوسا کرتی ہے۔ اسی بناء پر ریچھنی حماقت میں ضرب المثال ہوگئی۔

عربی لوگ کہا کرتے ہیں "احمق من جھبر" (فلاں ریچھنی سے بھی زیادہ بیوقوف ہے)۔

الجواد

"الجواد" اس کا مطلب ایک بے حد تیز دوڑنے والا اعلیٰ گھوڑا ہوا کرتا ہے۔ "جواد" کا مفہوم اعلیٰ کا آتا ہے یہ گھوڑا "جواد" اس لئے کہلاتا ہے کہ یہ اپنی رفتار چلنے میں بے حد تیز ہوا کرتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

نعمتہ جواد لا یباع جنیتھا

"ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا کہ جس کی خاصیت کی وجہ سے اس کا طفل بیچا نہیں جا سکتا۔

"الجواد" کی جمع جود اور جیاد آیا کرتی ہے جس طرح کہ ثوب اور ثیاب ہے اور اجیاد مکہ مکرمہ میں ایک جبل کا اسم ہے کیونکہ وہ گھوڑوں کا مقام ہے اس وجہ سے اس اسم سے نشان دیا گیا ہے اس کا دوئم اسم قعقعان بھی ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں "الجواد" کا ذکر: جعفر فریابی نے اپنی تصنیف "فضل الذکر" میں تحریر کیا ہے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ میں صلوٰۃ فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک اللہ پاک کے ذکر میں مشغول رہوں مجھ کو یہ کام زیادہ اچھا لگتا ہے اس سے کہ میں اللہ پاک کی راہ میں اعلیٰ ترین گھوڑوں پر مسافت طے کروں۔" (رواہ الجعفر الفریابی فی کتاب "فضل الذکر")

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نماز ادا کرنے کے لئے آیا اور رسول اللہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ اس فرد نے اول صف میں جا کر یہ دعا کی "اے اللہ پاک! مجھ کو اس میں سے زبردست حصے سے نواز دے جس سے تو اپنے برگزیدہ بندوں کو نوازتا ہے۔" جس وقت حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ گفتگو کرنے والا کون ہے؟ اس نے گزارش کی یا رسول اللہ! میں ہوں۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تمہارے زبردست گھوڑے ہلاک کر دیئے جائیں اور تم اللہ پاک کی راہ میں شہادت پا جاؤ۔ (مطلب جہاد کے بعد ہی تم زبردست مرتبہ کے حق دار ہو گے)۔ (رواہ النسائی والحاکم وابن السنی والبخاری)

حضرت عمرو بن عبسہ نے روایت کیا ہے کہ میں حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ میں نے گزارش کی ''یارسول اللہ! کون سے والا جہاد برتر ہے؟ لہٰذا آپ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' (وہ جہاد برتر ہے) جس میں مجاہد کا لہو بہایا جائے اور اس کی سواری کو ہلاک کر دیا جائے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی باندی سے مروی ہے (حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس باندی کو ''اے زائدہ خوش بخت ہے'' کہا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک روز میں حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے آٹا گوندھا۔ اس کے بعد میں لکڑیاں لینے گئی تو مجھے ایک حسین شخص گھوڑے پر بیٹھا دکھائی دیا۔ اس سے قبل میں نے اتنا بے حد خوبصورت آدمی نہیں دیکھا ہوا تھا لہٰذا وہ میرے قریب آیا اور اس نے مجھ کو سلام کیا اور بولا ''اے زائدہ تیرا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا ''میں عافیت سے ہوں'' اس کے بعد وہ بولا کہ ''حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا'' کہ الحمدللہ وہ ٹھیک ہیں اور اللہ کے قہر سے انسانوں کو خوفزدہ کرتے ہیں''۔ وہ کہنے لگا کہ ''جس وقت تم حضور مکی مدنی سرکار بی بی آمنہ کے لال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تو میرا اسلام پیش کرنا اور خوشی کی خبر دینا کہ رضوان خازن جنت نے سلام پیش کیا ہے اور یہ بولا ہے کہ آپ کی نبوت سے ساروں سے زیادہ مسرت مجھے ہوئی ہے''۔ اللہ پاک نے اس امت کو تین جماعتوں میں بانٹا ہے ایک جماعت وہ ہے جو کسی بھی حساب وکتاب کے بناء بہشت میں جائے گی، دوسری جماعت وہ ہے جس کا حساب سہل ہو جائے گا اور وہ بہشت میں چلی جائے گی، تیسری جماعت وہ ہے جس کی سفارش حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اور وہ بہشت میں چلے جائیں گے۔ زائدہ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد وہ آدمی جانے لگا اور میں اپنی لکڑیاں اٹھنے لگی جو بے حد وزنی تھیں۔ اس آدمی نے ادھر دھیان کیا اور بولا ''اے زائدہ کیا تم لکڑیوں کے بنڈل کا وزن زیادہ سمجھ رہی ہو؟'' میں نے جواب دیا'' جی ہاں میرے والدین آپ پر قربان ہوں''۔ انہوں لال ٹہنی سے جوان کے ہاتھ میں تھی، بنڈل کو ٹٹو لنے لگے اور اس بنڈل کو اٹھا کر ایک بڑی چٹان پر رکھا اس کے بعد چٹان کو فرمان دیا کہ اے چٹان! اس وزن کو اٹھا اس کے ہمراہ جا لہٰذا وہ چٹان میرے آگے آگے اس وزن کو اٹھا کر لے آئی حتیٰ کہ میں آپ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئی۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رضوان خازن جنت کی خوشخبری سماعت کر کے سجدہ میں گر گئے اور اللہ پاک کی حمد کی اس کے بعد اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا'' کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ ہم اس چٹان کا مشاہدہ کریں اور اس کو دیکھ لیں۔''

(کتاب النصائح)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک یمن کا آدمی کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ

فلاں یہودی عالم نے مجھ کو آپ کے پاس ایک رقعہ دے کر روانہ کیا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس فرد سے وہ رقعہ لے لیا۔ وہ فرد کہنے لگا کہ یہودی عالم نے یہ بھی بولا ہے کہ کیا ہمارے مابین کوئی اس طرح کا فرد نہیں تھا کہ تم اس کی پیروی کرتے؟ کس لئے تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تین جماعتیں ہوں گی۔ اول جماعت کسی حساب کتاب کے بناء بہشت میں چلی جائے گی، دوسری جماعت تھوڑے سے حساب و کتاب کے بعد بہشت میں چلی جائے گی اور سوئم جماعت حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و سفارش کے بعد بہشت میں داخل ہوگی۔ سو جس وقت تم یہودی عالم سے پوچھو گے تو وہ ہاں میں جواب دے گا۔ تم اس سے کہہ دینا کہ کعب احبار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو ان تینوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت میں دخل کروادیں۔ (رواہ ابن عمر رضی اللہ عنہ)

محمد بن ظفر نے اپنی تصنیف ”خیر البشر بخیر البشر“ میں تحریر کیا ہے کہ مرثد بن عبد کلال جنگ سے فاتح ہو کر آئے تو عربی شاعروں، شریفوں اور عالموں نے اس جیت کی مبارک باد دینے کے لئے مرثد بن عبد کلال کی خدمت میں حاضری دی۔ شہنشاہ کو بہت مسرت ہوئی اور اس نے اس گروہ کو خوش آمدید کہا اور ان کو انعام و اکرام دیئے۔ حتیٰ کہ ان سے حجاب بھی دور کیا گیا۔
ایک روز شہنشاہ کو خواب نظر آیا اور خواب میں خوفناکی کی بناء پر وہ نیند سے جاگ گیا۔ جس وقت وہ جاگا تو اسے خواب یاد نہ رہا۔ جس کی بناء پر اس کے قلب میں اداسی پیدا ہوگئی اور جنگ کی جیت کی مسرت دکھ میں تبدیل ہوگئی۔ اس فکرمندی کی وجہ سے وہ ان سب افراد کے گروہ سے الگ ہوگیا حتیٰ کہ گروہ کے سارے افراد شہنشاہ نے تنہائی میں ہر کسی کاہن سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تو سب نے ہی لاعلمی کا اظہار کیا جس سے بادشاہ غمزدہ ہوگیا حتیٰ کہ اس کی نیندیں اڑ گئیں۔
شہنشاہ کی ماں جو کاہنہ تھیں وہ ان سے کہنے لگیں کہ اے شہنشاہ! اللہ پاک تمہیں لعنت کے حق دار کاموں سے روکے، کاہنہ خواتین کو بلا کر ان سے پوچھیں اس لئے کہ ان مطیع شیطان بے حد ذہین اور دانا ہوا کرتے ہیں۔ ایسا ہی کیا گیا اور ان خواتین سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ ان میں سے کسی کو بھی تعبیر کا علم نہ تھا۔ بہرحال شہنشاہ بے دل ہوگیا اور پھر ایک روز شہنشاہ شکار کی غرض سے گیا اور شکار میں بے حد مصروف ہوگیا اور اپنے ساتھی افراد سے جدا ہو کر اکیلا رہ گیا۔ جس وقت شہنشاہ کو جنگل میں بے حد حرارت کا احساس ہوا تو اس نے واپس گھر کے لئے نکلنا چاہا تو یکا یک ایک بوڑھی خاتون نے بادشاہ کو خوش آمدید کہہ کر اپنے ہاں قیام کرنے کی دعوت دی تو شہنشاہ اپنے اعلیٰ گھوڑے سے اتر کر رہائش گاہ میں چلا گیا۔ حرارت کا احساس ختم ہوا تو شہنشاہ آرام سے سو گیا اور جس وقت شہنشاہ جاگا تو اس کے آگے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی۔ لڑکی شاہی آداب بیان کر کے مخاطب ہوئی کہ حضور والا! سارے دن کی سیر و سیاحت کی بناء پر آپ کو بھوک کا احساس ہو رہا ہوگا اس لئے کچھ تناول فرمالیں۔ غیر لڑکی کی اس بے تکلف گفتگو سے شہنشاہ کو ڈر کا احساس ہوا۔ لڑکی کہنے لگی کہ حضور والا! ڈرنے کی قطعی ضرورت نہیں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد پر یہ دنیا قربان ہو، ہم آپ سے بہت فیض یاب ہوئے ہیں۔ یہ بول کر لڑکی نے ثرید (چپاتی کے ٹکڑوں کو شوربے میں بھگو کر تیار کی جانے والی خوراک) اور خشک گوشت اور کھجور وغیرہ کے ستو شہنشاہ کے آگے رکھے اور خود مکھیاں دور

کرنے لگی۔ حتیٰ کہ شہنشاہ نے کھانا تناول کرلیا اور پھر اس لڑکی نے بادشاہ کو پینے کے لئے بہت اعلیٰ طرز کا دودھ دیا۔ شہنشاہ نے طلب کے مطابق دودھ نوش کرلیا اور لڑکی کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگا۔ حتیٰ کہ لڑکی کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ لڑکی سے اس کا نام پوچھا؟ لڑکی نے اپنا نام عفیرا بتایا۔ شہنشاہ کہنے لگا اے عفیرا تم نے جس شہنشاہ کا اسم لیا ہے وہ کون سا شہنشاہ ہے؟ لڑکی بولی کہ وہ مرثد بن عبد کلال ہے جو میرے آگے بیٹھا ہے اور اس نے ایک مشکل کے لئے کاہنوں کو طلب کیا تھا مگر کاہن اس مشکل کے حل کو تلاش کرنے میں کامیاں نہ ہوئے۔ شہنشاہ نے دریافت کیا کہ اے عفیرا! کیا تم کو اس مشکل کا علم ہے؟ عفیرا نے جواب دیا کہ جی! اے شہنشاہ وہ ایک خواب ہے۔ شہنشاہ کہنے لگا کہ تم نے درست کہا ہے مگر خواب کے بارے میں بتلاؤ کہ مجھے کیا دکھائی دیا تھا؟ لہٰذا لڑکی کہنے لگی کہ حضور والا! آپ کو دکھائی دیا تھا کہ بہت تیز طوفان چل رہا ہے اور ہوا کے بگولے ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور نزدیک نہر بہہ رہی ہے ادھر ایک آدمی کھڑا ہو کر گھنٹی کی آواز صورت میں بول رہا ہے کہ نہر کے نزدیک گھاٹ میں آؤ۔ جس نے نہر میں سے آب نوش کرلیا' وہ سیراب ہو گیا اور جس نے آب نوش کرنے سے روکا' وہ اس میں ڈوب گیا۔ شہنشاہ کہنے لگا کہ بالکل یہی میرا خواب ہے۔ اے لڑکی اس خواب کا کیا مطلب ہے؟ سو وہ لڑکی بولی کہ اس خواب کا مفہوم یہ ہے کہ ہوا کے بگولوں سے مراد یمن کے شہنشاہ ہیں اور ''نہر'' کا مطلب علم ہے اور ''الداعی'' حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے علاوہ نہر کا پانی پینے والے افراد' نیک افراد ہیں اور پانی پینے سے انکار کرنے والے افراد جھگڑنے والے حریف ہیں۔ سو شہنشاہ کہنے لگا اے عفیراء یہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی وامن وامان کا باعث ہوں گے یا جنگ وجدال قائم کریں گے؟ لہٰذا عفیراء نے بتلایا کہ بخدا! وہ نبی امن وامان کا پیغام دیں گے اور اس عالم میں قتل وغارت اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کریں گے اور باندیوں کو رہا کردیں گے۔ شہنشاہ نے دریافت کیا کہ وہ انسانوں کو کس چیز کی دعوت دیں گے؟ عفیراء نے بتلایا کہ صوم وصلوٰۃ کی دعوت دیں گے اور صلہ رحمی کی نصیحت کریں گے' بتوں کو توڑ دیں گے اور تیروں کی مدد سے پانسہ پھینکنے کو بے ہودہ قرار دیں گے۔ شہنشاہ نے پوچھا کہ ان کی ولادت کس قوم میں ہوگی؟ عفیراء نے جواب دیا کہ مضر بن نزار میں۔ اس کے علاوہ اس خاندان کے مشہور ہونے کا باعث یہی نبی ہوں گے اور یہ نبی قبیلہ کے روایتوں کو روشن کریں گے۔ شہنشاہ نے پوچھا اے عفیراء جس وقت ان کی ملت حملہ کرے گی تو ان کے حمایتی کون ہوں گے؟ عفیراء نے بتلایا کہ ان کی مدد کرنے والے پرندے ہوں گے اور مبارک لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور ان کی بدولت کافروں میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور اس نبی کی جماعت کے ساتھ بے پناہ تعاون کیا جائے گا۔ عفیراء کی گفتگو سے متاثر ہو کر شہنشاہ نے عفیراء کو عقد کے لئے کہا مگر عفیراء نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا مطیع بہت غیرت والا ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں بہت صبر کرنے کی حاجت ہے۔ جو بھی میرے سے عقد کرے گا' وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔ بہر حال شہنشاہ یہ ساعت کر کے کھڑا ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی جانب چلا گیا۔ وہ اپنے محل میں واپس گیا اور ادھر سے عفیراء کے لئے تحفوں سے لدے ہوئے سو اونٹ روانہ کر دیئے۔

بخت نصر کا قصہ بھی اسی قصے سے ملتا جلتا ہے۔ بخت نصر کو خواب میں دکھائی دیا جو اس کے ذہن سے نکل گیا اور اس خواب

میں حضور جانِ کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر دی گئی تھی۔ بخت نصر کو یہ خواب اس وقت دکھائی دیا تھا جس وقت اس نے بیت المقدس پر حملہ آور ہو کر حضرت دانیال علیہ السلام اور کئی بنی اسرائیل کے لوگوں کو حراست میں لے لیا تھا۔ حراست میں آنے والے لوگوں میں سے ایک ہزار اطفال کو بخت نصر نے سیدھا اپنی نگہبانی میں رکھا تھا جن میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی موجود تھے۔ جس وقت بخت نصر کو خواب بھول گیا تو اس نے کاہنوں اور نجومیوں سے اس خواب کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ کہنے لگے کہ آپ ہم کو اپنا خواب تو بتا دیں ہم تو محض تعبیر ہی دے سکتے ہیں۔ بخت نصر نے کہا کہ بلاشبہ میں خواب بھول چکا ہوں اور اگر تم سب نے مجھے خواب کے بارے میں نہ بتایا تو میں تم سب کو قتل کروا دوں گا۔ وہ سب نجومی اور کاہن ڈر کر واپس لوٹے۔ ان میں سے ایک کاہن نے بخت نصر سے کہا "اے شہنشاہ! اگر کوئی فرد آپ کے خواب کی اصلیت بتا سکتا ہے تو وہ محض اسرائیل کا لڑکا دانیال (علیہ السلام) ہے"۔ بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو پیش کرنے کا فرمان دیا اور ان سے خواب کی بابت دریافت کیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام فرمانے لگے کہ میرا ایک اللہ ہے اس کے پاس اس کا علم ہے۔ آپ مجھ کو تین روز کا وقت دیں تاکہ میں اس کے بارے میں اپنے اللہ پاک سے دریافت کروں۔ حضرت دانیال علیہ السلام ادھر سے آ کر صلوٰۃ و دعا میں مصروف ہو گئے۔ اللہ پاک نے حضرت دانیال علیہ السلام پر وحی نازل کی اور وحی میں بخت نصر کا خواب اور تعبیر کا علم دے دیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے پاس گئے اور بتلایا کہ آپ کو یہ خواب دکھائی دیا ہے کہ ایک پتھر کا بت ہے جس کے ہاتھ پاؤں مٹی سے بنائے گئے ہیں اور اس کی ران پیتل کی اور پیٹ چاندی اور سفید رنگ کے سونے کا ہے اور گردن اور سر لوہے سے بنایا گیا ہے۔ بخت نصر کہنے لگے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شہنشاہ! آپ اس بت کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس بت پر فلک سے پتھروں کی برسات کی تو وہ ٹوٹ کر ٹکڑوں میں بدل گیا۔ پھر وہ پتھر اتنا بڑا ہو گیا کہ سارے عالم میں پھیلنے لگا۔" بادشاہ نے کہا کہ اب اس خواب کی تعبیر بیان کرو۔ حضرت دانیال علیہ السلام فرمانے لگے کہ وہ بت جو آپ کو خواب میں دکھائی دیا ہے' یہ اس عالم کے شہنشاہ ہیں۔ اکثر شہنشاہ بے حد قوت مند ہوا کرتے ہیں اور کچھ شہنشاہ نہایت لاغر ہوا کرتے ہیں اور بت کے ہاتھ پاؤں جو مٹی کے تھے' یہ لاغر شہنشاہ ہیں اور جو حصہ پیتل کا بنا تھا تو یہ قوت مند شہنشاہ کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ جدھر سے بت سونے اور چاندی کا تھا' وہ قوت مند اور معزز شہنشاہ کی علامت ہے اور پھر جن پتھروں کی بت پر بارش ہوئی اس کا مفہوم ہے کہ وہ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سارے عالم کو خیر اور نیکی کی دعوت دیں گے اور پھر سارا عالم حضور کی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے روشن ہو جائے گا اور اس دنیا کی اعلیٰ حکومت حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوگی اور تا قیامت انسان حضور سرورِ عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی گئی شریعت کے احکامات کی پیروی کریں گے۔ یہ گفتگو سماعت کر کے بخت نصر کو بہت حیرانگی ہوئی اور اس کے قلب میں حضرت دانیال علیہ السلام کا مقام اونچا ہو گیا۔ سو بخت نصر کے خاص لوگوں میں حضرت دانیال علیہ السلام کا بھی شمار ہونے لگا۔

ابن خلکان نے ابن قریہ کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے کہ ابن قریہ کا حقیقی اسم ایوب بن زید بن قریہ تھا اور عربی ہوتے

ہوئے بھی حجاج کے مصاحبین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔حجاج نے ابن قریہ کو عبدالرحمٰن بن اشعث بن قیس کندی کے پاس روانہ کیا۔ جس لیے عبدالرحمٰن بن اشعث، عبدالملک بن مروان کی مخالفت میں خروج کا مرتکب ہوا اور اس کی حکومت کو ماننے سے منع کر دیا تھا اور عوام کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔سو جس وقت ابن قریہ، عبدالرحمٰن بن اشعث کے پاس چلا گیا تو عبدالرحمٰن بن اشعث کہنے لگا کہ تم عبدالملک بن مروان کی مخالفت میں خطاب کرو اور اس کی حکومت کی نفی کرو اور حجاج کو قیدی بنالو۔نہیں تو میں تمہارا سر قلم کر دوں گا۔سو ابن قریہ نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے فرمان کو مان لیا اور اس کا حمایتی بن گیا۔جس وقت عبدالرحمٰن ابن اشعث حجاج کے مقابل جنگ کرتا ہوا آیا تو ہلاک کر دیا گیا تو ابن قریہ حراست میں لے کر حجاج کے حضور پیش کیا گیا۔حجاج نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں۔ابن قریہ نے حجاج کی باتوں کے چھوٹے جواب دیئے کہ عراق کے باسی سچ و جھوٹ کے متعلق بہتر علم رکھتے ہیں۔حجاز کے رہنے والے لڑائی و فساد میں افراتفری کرتے ہیں اور یہ اس کام کے ماہر ہیں۔شام کے رہنے والے اپنے حکمرانوں کی پیروی کرنے والے ہوا کرتے ہیں اور مصر والے قوت کے خادم ہیں۔یمن والے اطاعت گزار و تابعدار ہیں، ہند کی زمین کے دریا موتی اور جبل یاقوت ہیں اور اشجار ''عود'' ہیں اور ان کے پتے عطر ہیں۔یمن خلاصہ عرب اور اصل النسل ہے اور مکہ مکرمہ کے رہنے والے نیک عالم ہیں اور ادھر کی خواتین زبردست ملبوس والی ہیں اور مدینہ منورہ علم کا چشمہ ہے۔بصرہ میں گرمیاں و سردیاں شدید ہیں اور ادھر کا آب نمکین ہے اور اس کی جنگ صلح ہے۔کوفہ دریا کی حرارت کی وجہ سے معروف ہے اور سردی کی وجہ سے برا مشہور ہے اور ملک شام ''حماۃ'' اور ''کنتہ'' کے مابین دروازہ ہے۔حجاج نے ابن قریہ سے دریافت کیا کہ ''حماۃ'' اور ''کنتہ'' کیا شے ہیں؟ ابن قریہ نے بتلایا کہ بصرہ اور دونوں باہم عداوت رکھنے والے ہیں اور ان کے مابین دجلہ اور فرات دو دریا بہا کرتے ہیں جو بھلائی کا اشارہ ہیں۔

ابن قریہ نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ ہر بلند و برتر شے کی نسبت میں فضول اور کم تر شے ہے۔بہادری کے مقابلے میں ڈرپوکی اور حلیمی کے بدلے غصہ ہے۔حجاج کہنے لگے کہ عرب افراد کا یہ گمان ہے کہ ہر شے کے لئے مصیبت و تنزل ہے۔ابن قریہ کہنے لگے کہ عرب کے لوگ درست کہتے ہیں کہ بردباری کی مصیبت غصہ، دانائی کی مصیبت عجب، بہادری کی مصیبت بغاوت، دولت کی مصیبت بری حکمت اور باکمال کی مصیبت قحط الرجال ہے اور نیک افراد کی مصیبت گھٹیا افراد کا ہمسایہ ہونا ہے۔پھر حجاج نے ابن قریہ سے پوچھا کہ حجاج کی مصیبت کیا ہے؟ ابن قریہ نے بتلایا کہ اس آدمی کے لئے کوئی مصیبت نہیں جس کا سلسلۂ خاندان بلند و برتر ہو اور جس کی اولاد بھی اعلیٰ نسل ہو۔حجاج کہنے لگا کہ اب تمہارا پیمانہ بدبخت چھلک گیا ہے اور تمہارا منافق پن عیاں ہو گیا ہے۔حجاج نے اس (ابن قریہ) کا سر قلم کرنے کا فرمان دے دیا۔جس وقت حجاج نے ابن قریہ کو قتل ہوا دیکھا تو اس کو اپنے اس عمل پر بہت شرمندگی ہوئی۔علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن قریہ کو 84ھ میں ہلاک کیا گیا اس کا مفصل تذکرہ تصنیف ''غایۃ الادب'' میں بیان ہے۔

ایک داستان: ''ابتلاء الاخیار بالنساء الاشرار'' کے لکھاری نے ابو مسلم خراسانی کو ایک اعلیٰ گھوڑا تحفۃً پیش کیا۔مسلم خراسانی نے اپنے ساتھی افراد سے دریافت کیا کہ یہ اعلیٰ گھوڑا کس کام آیا کرتا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے

ہیں۔ ابو مسلم خراسانی بولے کہ نہیں۔
ابو مسلم خراسانی کے ساتھی کہنے لگے کہ حریفوں کو تلاش کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ ابو مسلم خراسانی نے کہا کہ نہیں۔ ابو مسلم خراسانی کے ساتھی افراد کہنے لگے کہ "اے خلیفہ آپ ہی اس متعلق تشریح بیان فرمائیں کہ یہ کس کام آیا کرتا ہے؟ ابو مسلم خراسانی کہنے لگے کہ یہ اعلیٰ گھوڑا اس لئے ہے تاکہ انسان اس پر سواری کرے اور یہ فاحشہ خاتون اور برے ہمسایوں سے دور جانے کے کام بھی آیا کرتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گھوڑوں میں زبردست گھوڑے "صافنات" ہیں۔ اللہ پاک نے بھی زبردست گھوڑوں کی یہ خوبی ہی بیان فرمائی ہے کہ:

"اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادِ"

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز قضاء ہو جانے کی بناء پر اپنے ایک ہزار گھوڑوں کو نحر کر دیا تھا جس کے بدلے اللہ پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ مناسب بدلہ سے نوازا تھا۔ مطلب فضا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مطیع کر دیا تھا جو سویرے ایک مہینے کا فاصلہ طے کیا کرتی تھی اور شام کے اوقات میں بھی ایک مہینے کا فاصلہ طے کیا کرتی تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دہماء رضی اللہ عنہ جو بیت اللہ کا دیدار کرنے کے لئے بہت زیادہ سفر کیا کرتے تھے نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس ایک بدوی شخص کی آمد ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھوں کو گرفت میں لیا اور مجھ کو کچھ باتوں کا علم دیا جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر تو اللہ پاک کے خوف سے کسی شے کو ترک کرے گا تو اللہ پاک تجھ کو اس سے زیادہ مناسب شے سے نواز دے گا۔ (رواہ احمد)

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی تخریج کرتے ہیں اور حضرت ابو دہماء کا اسم قرفہ بن بہیس ہے۔
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا دوسرے افراد نے بھی حضرت ابو دہماء سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ گھوڑے کا گوشت پاک ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کو اللہ پاک کے قرب اور ثواب کے حصول کے لئے نحر کیا تھا۔ ایسی ہی ایک مثل اور بھی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک پرندے کو تکنے میں مصروف ہو گئے تھے جس کی بناء پر ان کی نماز کی ادائیگی میں دیر ہو گئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بدلے کے لئے اپنا گلشن صدقہ میں دے دیا تھا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "الصافن" اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین ٹانگوں کی مدد سے کھڑا ہو اور چوتھے پیر کا کھر محض ارض پر رکھے جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ:

ألف الصفون فلا يزال كانه ... مما يقوم على الثلاث كسير

"زبردست طرز کے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور ان کا تین ٹانگوں کی مدد سے لگاتار کھڑا ہونا ان کے اعلیٰ النسل

ہونے کی علامت ہے۔''

عربی لوگ گھوڑے کو اس کی بڑائی کی وجہ سے ''الخیر'' کے اسم سے بھی پکارا کرتے ہیں۔

حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جنہیں عام طور پر عوام ''زید الخیل'' کے اسم سے مخاطب کیا کرتے تھے ''زید الخیر'' فرمایا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جس وقت گھوڑے پر سواری کرتے تھے تو ان کے دونوں پیر ارض کی طرف آویزاں ہوا کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مکمل اسم زید بن مھلھل بن زید طائی ہے، ان کے پاس گھوڑوں کی بہت زیادہ تعداد تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس بطال، کمیت، ورد، کامل، لاحق، دموک، کے سواہر طرز کے گھوڑے پائے جاتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ خاندان طے کے ہمراہ 9ھ میں حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور اسلام پر ایمان لے آئے۔

حضور شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تم میں دو عادات اس طرح کی ہیں جن کی وجہ سے اللہ پاک اور اس کے رسول حضور کی مدنی سرکار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے محبت ہے۔ ایک حیا اور دوسری حلم۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ساری صفات اللہ پاک کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اس طرح کی شے سے نوازا جس کی بناء پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے سے محبت ہے۔ ایک موقع پر حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے زید! بخار تیری موت کا سبب ہوگا۔ جس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ گھر واپس لوٹے تو ان کو بخار ہو گیا اور اسی کیفیت میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''مسحا بالسوق والاعناق'' کا مفہوم محبت اور شفقت سے ہاتھ کو پھیرنا ہے مطلب حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے ٹخنوں اور گلوں پر پیار اور مہربانی سے ہاتھ کو پھیرا تھا۔

اکثر مفسرین کے مطابق ''مسحا بالسوق والا عناق'' گھوڑوں کو نہلانے کو کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں کے ٹخنوں اور گلوں پر ہاتھ کو پھیرنا اس بات کی برہان ہے کہ یہ گھوڑے اللہ کی راہ میں جنگ کے لئے مخصوص تھے۔ اکثر علماء کرام کا یہ کہنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے گھوڑوں کو ہلاک کر دیا تھا حتیٰ کہ ان میں سے محض سو گھوڑے ہی باقی بچے تھے جن سے آج تک نسل چلتی آئی ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق کل بیس گھوڑے تھے جنہیں شیطان دریا سے نکال کر لے آیا تھا اور ان گھوڑوں کے پر بھی ہوا کرتے تھے۔ (واللہ اعلم)

اس کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ''اے اللہ! مجھ کو اس طرح کی بادشاہت سے نواز دے جس سے تو نے کسی کو بھی نہیں نوازا''، جمہور علماء کرام کے مطابق اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کے مابین مجھ کو مختلف ومشہور و بلند مرتبہ

سے نواز دے تا کہ یہ میرا معجزہ بن جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس وقت بیت المقدس کی تعمیر سے فراغت ملی تو انہوں نے اللہ پاک سے سوال کیا کہ مجھ کو اس طرح کا فرمان عطا فرما جو تیرے فرمان سے ملتا ہو اور اس طرح کی بادشاہی سے نواز دے جو میرے بعد کسی کو بھی نہ مل پائے اور یہ کہ مسجد ہی جانے کا ارادہ محض صلوٰۃ ہو تو وہ بداعمال سے اس طرح پاکیزہ ہو جائے جس طرح کہ وہ اپنی والدہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اول دو دعاؤں کو تو قبولیت بخشی گئی تھی اور تیسری دعا کے بارے میں بھی مجھے توقع ہے کہ اس کو بھی قبولیت بخش دی گئی تھی۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک پیغمبر دعا گو ہے اور دوسرا پیغمبر اس کے قبول ہونے کی توقع کر رہا ہے اس کے بعد اللہ پاک کس طرح اس دعا کو قبولیت نہیں بخشے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے چھ سو نشستیں رکھی جاتی تھیں جن پر حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھ کر فیصلہ فرماتے تھے۔ ساروں سے اوّل نیک بشروں کی جماعت ہوتی، وہ حضرت سلیمان علیہ اسلام کے قریب بیٹھ جاتی اس کے بعد نیک جنوں کی جماعت آیا کرتی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب بیٹھتی اس کے بعد پرندوں کی آمد ہوا کرتی اور وہ ان سب پر سایہ کرتے اس کے بعد تند ہوائیں چلا کرتیں، ان ہواؤں کی تندی کا تذکرہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

"غُدُوُّهَا شَهْرًا وَّرَوَاحُهَا شَهْرًا"

(کہ سویرے وہ ایک ماہ کا فاصلہ طے کیا کرتی اور شام کے اوقات میں بھی ایک ماہ کا فاصلہ طے کیا کرتی)۔

سو جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد اللہ پاک نے بادشاہی سے نوازا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک کرسی بنوا لینے کا عزم کیا کہ جس پر بیٹھ کر جن و بشر اور چرندوں و پرندوں کی لڑائیوں کے فیصلے فرمایا کرتے اور جس کا نظارہ کرنے والے غلط بیان اور جھوٹی شہادت دینے والے ڈر جایا کرتے اور بس سچی شہادت ہی دیا کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمان دیا کہ کرسی کو ہاتھی کے دانت سے تیار کروایا جائے جو موتی، یاقوت اور زمرد سے سجی ہو۔ اس کرسی کے چاروں اطراف میں کھجور کے شجر لگائے جائیں جن کی ٹہنیاں لال نایاب پتھر کی اور ہری زمرد کی ہوں۔ دو اشجار پر سونے کے مور کے نقش بنائے جائیں اور دو کھجوروں کے اشجار پر سونے کے دو گدھ تیار کئے جائیں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں۔ سو حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ کرسی بنائی گئی اور اس کرسی کے پہلو میں سونے کے دو شیر رکھے گئے جن کے سروں پر ہرے زمرد کے ستون گاڑھے گئے اور کھجور کے اشجار پر سونے کی انگور کی بیل آویزاں کی گئی جس کے خوشے یاقوت کے بنے تھے اور اس بیل نے کھجور اور کرسی کو اپنی چھاؤں میں لے رکھا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو سونے کے دو گدھ جو کھجور کے شجر پر بنائے گئے تھے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تاج پہناتے اور پھر کرسی گھومنے لگتی اور اس کے ہمراہ گدھ مور اور شیر بھی گھوما کرتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام تورات پڑھتے اور پھر فیصلے کیا کرتے۔ اس کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سیدھی طرف بچھی ہوئی نشستوں پر بنی اسرائیل کے نیک و عالم حضرات بیٹھا کرتے یہ نشستیں کندن کی تھیں اور تقریباً ایک ہزار تھیں۔ ایسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بائیں طرف چاندی کی نشستوں پر جنوں کے شریف افراد بیٹھا کرتے اور یہ بھی ہزار تھیں اور پھر پرندوے سب حضرات پر اپنے پروں کے ساتھ چھاؤں کیا کرتے۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام شہادت مانگتے اور شہادتی حضرت سلیمان علیہ اسلام کی خدمت میں شہادت دینے کے لئے حاضری دیتے تو کرسی چکی کی مانند گھوما کرتی اور شیر ہاتھوں کو وا کرتے اور اپنی پونچھ ارض پر مارا کرتے اس کے علاوہ مور اور گدھ اپنے پر پھیلا لیا کرتے۔ اس حالت میں شہادت دینے والا ڈر جایا کرتا تھا اور پھر سچی شہادت دیا کرتا اور اس میں غلط بیانی کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ سو جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوا اور بخت نصر بیت المقدس کا فاتح ٹھہرا تو وہ اس کرسی کو شہر ''انطاکیہ'' لے کر آ گیا اور کرسی پر نشست فرما ہونے کا سوچا مگر وہ کرسی پر بیٹھ نہ پایا۔ سو بخت نصر کے انتقال کے بعد اس کرسی کو بیت المقدس میں لایا گیا۔ کوئی بھی شہنشاہ اس نشست پر تشریف فرما نہ ہو سکا۔ بخت نصر کے متعلق اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ وہ ان چار شہنشاہوں میں سے تھا جنہوں نے اپنا جھنڈا ساری دنیا میں لہرایا تھا۔ حضرت امام طبری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ قول درست نہیں ہے۔ مؤرخین اور اصحاب سیر رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ تحریر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک آدمی جس کا اسم اسحٰق تھا' اس کے چچا کی ایک بیٹی تھی جو کہ بے پناہ خوبصورت تھی۔ سو وہ اسحٰق نام کا فرد اس لڑکی سے عشق کرنے لگا اور اس سے عقد کر لیا۔ پھر چند روز کے بعد اس خوبصورت لڑکی کی وفات ہو گئی۔ اسحٰق اس لڑکی کی قبر سے لپٹ گیا اور روتا رہا حتیٰ کہ ایک عرصہ بیت گیا۔ ایک روز ادھر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزرے تو اسحٰق اپنی زوجہ کی قبر پر بیٹھا روئے جا رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو شے رونے پر مجبور کر رہی ہے؟ لہٰذا اسحٰق کہنے لگا ''اے روح اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جس سے میں نے عقد کر لیا تھا اور میں اس سے بے حد پیار کرتا تھا اور وہ فوت ہو گئی ہے اور یہ اس کا مدفن ہے' میں اس کی علیحدگی پر صابر نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ اس کے فراق نے مجھے ہلاک کر دیا ہے''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ ''کیا تم چاہو گے کہ میں اللہ عزوجل کے فرمان سے اس کو حیات کر دوں''۔ تو اسحٰق نے ہاں میں جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ ''اے قبر والے! اللہ کے فرمان سے حیات ہو جا'' وہ قبر پھٹی اور اس میں سے ایک حبشی خادم جس کی آنکھ اور دہن سے آتش جاری تھی یہ کلمات ادا کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ '' لا الـــه الا الله عيسىٰ روح الله و كلمته و عبده و رسوله'' اسحٰق کہنے لگا ''اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ میری زوجہ کی گور نہیں بلکہ وہ فلاں مقام پر ہے''۔ اس نے دوسری گور کی جانب اشارہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حبشی خادم سے فرمایا کہ ''تو اسی جانب واپس چلا جا جدھر تو تھا''۔ تو وہ بے جان ہو کر گر گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسحٰق کی زوجہ کی گور پر گئے اور فرمایا کہ ''اے قبر والے! اللہ پاک کے فرمان سے کھڑا ہو جا'' تو ایک

اپنے جسم سے مٹی کو ہٹاتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسحٰق سے دریافت کیا کہ ''کیا یہ خاتون ہی تیری زوجہ ہے؟ اسحٰق بولا ''جی! اے روح اللہ!''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمان دیا کہ اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑ و اور اس کو ساتھ لے جاؤ'' اسحٰق اپنی زوجہ کا ہاتھ تھام کر لے گیا۔ پھر اسحٰق اپنی زوجہ سے کہنے لگا کہ ''تمہاری جدائی میں لگاتار نہیں سویا اور جاگتا ہی رہا ہوں اب دل کر رہا ہے کہ کچھ دیر آرام کرلوں''۔ اس کی زوجہ نے سونے کی اجازت دیدی اور اسحٰق اپنی زوجہ کی ران پر سر رکھے نیند کا مزہ لینے لگا۔ اسحٰق کے سوتے ہوئے اس کی زوجہ کے قریب سے ابن الملک کا گزر ہوا جو کہ بہت زیادہ خوبصورت وحسین تھا۔ وہ لڑکی ابن الملک پر فدا ہوگئی اور جس وقت ابن الملک نے اس خاتون کو دیکھا تو وہ بھی اس کے عشق میں مبتلا ہوگیا۔ وہ لڑکی ابن الملک سے کہنے لگی کہ مجھ کو بھی اپنے ہمرہ لے جاؤ تو ابن الملک نے اس کو اپنے عمدہ گھوڑے پر بٹھالیا اور اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ جس وقت لڑکی کا شوہر اسحٰق جاگا تو اپنی زوجہ کو نہ پا کر بہت فکرمند ہوا۔ سو اس کو ڈھونڈنے کے لئے نکل پڑا اور گھوڑے کے پیروں کے نشان دیکھ کر ان کے مطابق چلتا رہا۔ وہ دونوں ہی اس کو مل گئے اور اسحٰق نے ابن الملک سے کہا کہ ''میری زوجہ کو تم مجھے واپس کردو اس لئے کہ یہ میری زوجہ ہی نہیں میرے چچا کی دختر بھی ہے۔'' مگر لڑکی نے اس کی نفی کی اور بولی کہ ''میں ابن الملک کی باندی ہوں''۔ اسحٰق کہنے لگا کہ تم میری زوجہ اور میرے چچا کی دختر ہو۔'' مگر لڑکی کہنے لگی کہ میں تم سے واقف نہیں ہوں اور ابن الملک کی باندی ہوں۔'' پھر ابن الملک اسحٰق سے کہنے لگا کہ کیا تم میری باندی سے لڑائی کرنا چاہ رہے ہو؟ اسحٰق بولا کہ ''بخدا! یہ میری زوجہ ہے جسے حضرت عیسیٰ بن حضرت مریم علیہما السلام نے اللہ کے فرمان سے حیات کیا ہے۔''

بہرحال یہ دونوں ہی باہم لڑائی کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی اور فرمایا ''اے اسحٰق! یہ تمہاری وہی زوجہ ہے جس کو میں نے اللہ پاک کے فرمان سے حیات کیا تھا؟ اسحٰق بولا کہ ''جی'' وہ لڑکی کہنے لگی ''اے روح اللہ! یہ غلط بیانی کر رہا ہے اور میں ابن الملک کی باندی ہوں۔'' ابن الملک بھی بولا کہ ''ہاں یہ میری باندی ہے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس خاتون سے کہا کہ ''کیا تم کو میں نے حکم الٰہی سے حیات نہیں کیا تھا؟ وہ جواب میں بولی کہ ''بخدا! اے روح اللہ! آپ نے مجھے حیات نہیں کیا۔'' تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اے خاتون! جو میں نے تم کو دیا تھا وہ مجھ کو واپس کردے''۔ وہ خاتون جو اسحٰق کی زوجہ تھی بے جا ہو کر گر گئی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''جو آدمی یہ خواہش کرے کہ وہ اس طرح کے فرد کو دیکھے جس کو کفر کی کیفیت میں مرنا نصیب ہوا ہو اس کے بعد اللہ پاک نے اس کو حیات کر کے ایمان کی کیفیت میں اٹھا دیا ہو تو وہ اس حبشی کو دیکھے اور جو اسے دیکھنے کا خواہاں ہو جس کو ایمان پر موت آئے اور پھر اللہ پاک نے اس کو حیات کیا ہو مگر اس کے بعد اسے کفر کی کیفیت میں اٹھا لے تو وہ اس خاتون کو دیکھے''۔ پھر اسحٰق اسرائیلی نے اللہ پاک سے وعدہ کرلیا کہ وہ کبھی بھی عقد نہیں کرے گا۔ اس داستان میں داناؤں کے لئے سبق ہے۔ ہم سب خداوند کریم سے ایمان پر قائم رہنے اور بہتر موت کا سوال کرتے ہیں۔ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے وسیلۂ جمیل سے علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس واقعے سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اکثر علماء عارفین کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف آور ہوئے۔ ادھر انہوں نے ایک راہب

(پادری) کو عبادت میں مصروف دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احساس ہوا کہ بندگی و مجاہدہ کی زیادتی کی بناء پر راہب کا جسم کمزور اور دبلا ہو چکا ہے۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اس کو سلام عرض کیا اور پوچھا کہ "تم اس گرجا میں کتنے روز سے ہو؟ لہٰذا پادری نے جواب دیا کہ "میں تقریباً ستر برس سے اس مقام پر بندگی میں مشغول ہوں اور میری ایک آرزو ہے جو کہ مکمل نہیں ہوتی بہر حال آپ میرے لئے دعا گو ہوں ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعا کرنے سے میری برسوں پرانی آرزو پوری ہو جائے"۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پادری سے پوچھا "تمہاری کیا آرزو ہے؟" وہ پادری جواب میں بولا کہ "میں اس بات کا خواہاں ہوں کہ اللہ عزوجل مجھ کو اپنی محبت کے ایک ذرے سے نواز دیں"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شب میں دعا فرمائی۔ اللہ پاک نے وحی کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعا کی قبولیت کی خبر دے دی۔ چند روز کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو ان کو دکھائی دیا کہ گرجا گھر ویران ہو کر کھنڈر بن چکا ہے اور وہ ارض جدھر عبادت گاہ تھی، وہ پھٹ گئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارض میں آئے تو وہی پادری ادھر کھڑا تھا اس کیفیت میں کہ اس کی آنکھیں پھٹ چکی تھیں اور دہن کھلا تھا۔ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کہا مگر پادری نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پادری کی کیفیت دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ غیب سے آواز نمودار ہوئی "اے عیسیٰ علیہ السلام! اس پادری نے میرے سے ایک ذرہ خالص محبت مانگی تھی۔ بہر حال ہم کو علم تھا کہ یہ اسے سہہ نہیں پائے گا مگر ہم نے آپ کی شفاعت و دعا کی بناء پر اس کو خالص محبت کے ذرے کا ستر ہزارواں حصہ عطا کیا اور اس کی یہ کیفیت ہو گئی ہے جو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس سے بھی زیادہ نواز دیتے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مخصوص محبت کا اظہار اس طرح کے وقوعات سے ہی ہوا کرتا ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ فنا فی اللہ کے لئے محبت ساروں سے اول سیڑھی ہے اور محبت ہی وہ گھاٹی ہوا کرتی ہے جس کی بدولت بشر محویت کی منزل تک جاتا ہے۔ بلاشبہ محققین کے بیان اس بارے میں کئی قسم کے ہیں اور ہر کسی نے حسب ذوق بیان کیا ہے۔

محبت کیا چیز ہے؟ خبر رکھو کہ محبت ہر کیفیت میں خواہ وہ دکھ ہو یا مسرت، فائدہ ہو یا ضرر، محبوب کی آرزو کے سامنے سر جھکانے کا نام ہے۔

انہی معنوں کو شاعر اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ:

وقف الھوی بی حیث انت فلیس لی　　متأخر عنہ ولا متقدم

"محبت نے مجھ کو جما کر کھڑا کر رکھا ہے جس جگہ پر کہ تم ہو۔ اب میں نہ ہی آگے جا سکتا ہوں اور نہ ہی پیچھے لوٹ سکتا ہوں۔"

اجد الملامۃ فی ھواک لذیذۃ　　حبا لذکرک فلیلمنی اللوم

"میں تمہارے عشق میں ڈانٹ ڈپٹ کو بھی ذائقہ دار پایا کرتا ہوں یہ تیرے ذکر کی محبت کی بناء پر ہی تو ہے۔ اب ڈانٹنے والے جتنی چاہے برائی کریں۔"

اشبهت اعدائی فصرت احبهم
اذا کان حظی منك حظی منهم

"حریف میرے سے عداوت رکھنے لگے ہیں لہٰذا میں ان کا دوست بن گیا ہوں جس وقت مجھ کو تم سے نفع مل رہا ہو تو وہ بھی تیرے سے فائدہ مند ہوں۔"

فاھنتنی فاھنت نفسی صاغرا
مامن یھون علیك ممن یکرم

"سو تم نے مجھ کو کم تر جانا تو میں نے خود کو کم تر جان لیا کیونکہ جس کو تم کمتر سمجھنے لگو وہ محترم کس طرح ہو سکتا ہے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خبر رکھو کہ غیرت محبت کے وصف میں سے ہے۔ غیرت کے ہوتے ہوئے عشق کو بھید میں رکھنا ممکن نہیں ہے۔ جس کی زبان اس موضوع کے بیان کرنے میں طویل ہو اور وہ بھیدوں کے کھولنے پر مصر ہو تو اس کو محبت کا مزہ نہیں ملتا۔ وہ محض اپنے قلب کے اطمینان کے لئے مشہور کر رہا ہے۔ اگر اس کو اصل محبت کا مزہ مل جاتا تو وہ تشریح و وضاحت کا حاجت مند نہ ہوتا کیونکہ سچا عشق الفاظ سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا جبکہ وہ تو اداؤں سے پکڑ میں لیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ محبت کو محبوب کے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ بے شک شاعر کہتا ہے کہ:

تشیر فادری ماتقول بطرفھا
واطرق طرفی عندذاك فتفھم

"محبوبہ مجھ کو اشارہ دیا کرتی ہے تو میں اس کی آنکھوں کے اشاروں کو جان لیتا ہوں اور جواب میں اپنی آنکھ دبا لیا کرتا ہوں تو محبوبہ میرے جواب کو جان لیا کرتی ہے۔"

تکلم منافی الوجوہ عیوننا
فنحن سکوت والھوی یتکلم

"ہمارے ملنے کے اوقات میں زبان کی جگہ آنکھیں بات چیت کیا کرتی ہیں گویا کہ ہم چپ رہیں اور محبت بات چیت میں مشغول رہے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رہی لوگوں کی محبت تو وہ انسانوں کی دین ہے۔ اس کے علاوہ دوست کے راستے پر چلنے سے امان میں ہوا کرتی ہے اور دوست کی مقرر کی ہوئی منزل کی طرف جانے سے پھلتی پھولتی ہے۔ یہ محبت وسوسوں کی جڑوں کو کاٹ ڈالتی ہے اس میں اپنے محبوب کی خدمت کرنے سے لطف ملتا ہے اور بشر کو مصیبتوں میں صابر رہنے کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔ رعایا اس کو ہی ایمان کا زینہ مقرر کرتی ہے۔ صوفیاء کرام کے مطابق آدمی سے جو بھی کام سرانجام ہوا کرتا ہے وہ اس کی عبادت کا اظہار ہوا کرتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ بندہ اللہ پاک کے حقوق کو ادا کرنے میں مصروف رہے اور بندے کا پیار محض اللہ پاک ہی ہو اس معاملے میں نہ وہ منزل کی علامت کا طالب ہو اور نہ ہی اس کو معبود برحق کی پہچان کے لئے استدلال کی حاجت ہو۔

<u>ایک داستان</u>: حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دوران سفر مجھ کو پیاس کا احساس ہوا حتیٰ کہ شدید پیاس لگنے کی وجہ سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور میں گر گیا۔ چند لمحوں کے بعد میرے منہ پر پانی پڑا جس کی ٹھنڈک کا مجھے احساس ہوا۔ میں نے آنکھوں کو کھول دیا تو دکھائی دیا کہ ایک حسین نوجوان شخص ہے جو اعلیٰ گھوڑے پر بیٹھا ہے اس کا ملبوس ہرے رنگ کا ہے اور اس نے پیلے رنگ کی پگڑی پہن رکھی ہے اور وہ ہاتھوں میں پانی کا برتن پکڑے ہوئے ہے۔ اس نے مجھ کو پانی پلوا دیا اور

کہنے لگا کہ میرے گھوڑے پر میرے پیچھے بیٹھ جائیں۔ اس نے مجھے سلام کیا اور دریافت کیا کہ مجھ کو کدھر جانا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ وہ کہنے لگا کہ اتریں یہ مدینہ منورہ ہے اور حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کرنا کہ رضوان خازن جنت نے حضور کو سلام پیش کیا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے اللہ پاک اپنے میں سے جس پر خواہش کرے اپنا فضل فرمایا کرتا ہے۔

الجواف

"الجواف" یہ مچھلی ہی کی ایک طرز ہوا کرتی ہے۔

الجوذر

"الجوذر" (ذال کے ضمہ وفتحہ کے ہمراہ) یہ جنگلی گائے کے طفل کو کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

ان من یدخل الکنیسة یوما　　یلق فیھا جاذر اوظباء

"جو آدمی ہر روز گرجا گھر میں جائے گا تو ایک روز اس کو ادھر حسین ہرنیاں اور پیاری جنگلی گائیں ملیں گی۔"

وبیض بالحاظ العیون کانما　　ھززن سیوفا واستللن خناجراً

"اور بہت خوبصورت اور ڈراؤنی آنکھوں والیاں گویا کہ اس طرح کی ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں میں تلواریں سونتے ہوئے ہیں اور اپنی آنکھوں کے خنجر بحفاظت رکھے ہوئے ہیں۔"

تصدین لی یوماً بمنعرح اللوی　　فغادرن قلبی بالتصبر غادرا

"ایک روز یکا یک وہ میرے آگے ٹیلہ پر ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے میرے قلب پر ڈاکہ ڈال دیا اور میری صبر کی دولت کو چوری کر لیا۔"

سفرن بدوراً وانتقبن أھلة　　ومسن غصونًا والتفتن جاذراً

"جس وقت وہ آگے آئیں تو اس طرح لگتا تھا کہ گویا کہ وہ چودھویں کا قمر ہیں اور جس وقت نگاہوں سے دور ہوئیں تو ایسا لگا کہ گویا کہ وہ اول شب کا قمر ہیں۔"

واطلعن فی الاجیاد بالدرأ نجما　　جعلن لحبات القلوب ضرائرا

"وہ اعلیٰ طرز کے گھوڑوں کے ہمراہ نمودار ہوئیں گویا کہ ستاروں میں موتی ہیں اور پھر انہوں نے اپنی محبت کے پروں کو دل میں گاڑھ دیا۔"

الریح تعصف والا غصان تعتنق　　والمزن باکیة والزھر مغتبق

"فضائیں چلا کرتی ہیں تو ٹہنیاں ایک دوسرے سے گلے ملتی ہیں اور بادل اشکبار ہو جاتے ہیں اور کلیاں کھل جاتی ہیں۔"

کانما اللیل جفن والبروق لہ
عین من الشمس تبدو ثم تنطبق

''گویا کہ شب اس کے نینوں کا غلاف ہے اور اس کی نظروں کی روشنی آفتاب کی شعاعیں ہیں' اکثر نمودار ہوا کرتی ہیں اور اکثر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔''

تبدت فھٰذا البدر من خجل بھا
وحقك مثلی فی دجی اللیل حائر

''محبوبہ آگے آئی تو چودھویں کا قمر بھی شرمانے لگا اور اصلیت یہ ہے کہ میں تو تاریکیوں میں ہی بھٹکتا رہا ہوں۔''

وماست فشق الغصن غیظاً جیوبہ
ألست تری أور اقہ تتناثر

''اور جس وقت وہ میرے سے ملی تو اس نے غلیظ کی بناء پر میرا گریبان پھاڑ دیا' تو دیکھ نہیں رہی کہ سخت غصے وطیش کی چنگاریاں بکھری ہوئی ہیں۔''

وفاحت فألقی العود فی النار جسمہ
کذا نقلت عنہ الحدیث المجامر

''اور اس کی مہک پھیلی گویا کہ عود کی لکڑیوں کو آتش میں ڈالا گیا ہو اور ایسے یہ کہانی شہرت پا گئی۔''

وقالت فغار الدروا صفر لونہ
کذالك مازالت تغار الضرائر

''اور جس وقت وہ بولی تو موتی گہرائی میں جا پہنچے مگر ان کی رنگت عیاں ہوگئی ایسے ہی سوکنیں سدا باہم حیاء وشرم کیا کرتی ہیں۔''

بادرا اذا حاجة فی وقتھا عرضت
فللحوائج أوقات و ساعات

''جس وقت ضرورت ہو تو اس کو پیش کرو اس لئے کہ حاجات کے وقت اور متعین گھڑیاں ہوا کرتی ہیں۔''

ان أمکنت فرصة فانھض لھا عجلا
ولاتأخر فللتأخیر آفات

''اگر وقت مل جائے تو اس سے نفع حاصل کرنے میں جلدی سے کام لو اس لئے کہ دیر سے کئی مصیبتیں پیش آ جایا کرتی ہیں۔''

أماتری الغیث کلما ضحکت
کما ثم الزھر فی الریاض بکیٰ

''کیا تم نے بادلوں کا نظارہ نہیں کیا کہ جس وقت وہ ہنسا کرتے ہیں تو گلشن کے پھول رونے لگتے ہیں۔''

کالحب یبکی لدیہ عاشقہ
وکلما فاض ومعہ ضحکا

''جس طرح کہ عاشق' عشق کے دکھ میں رویا کرتا ہے اور عشق کرنے والے کے رونے پر عشق اس پر ہنسا کرتا ہے۔''

لحی اللہ امرا اولاك سرا
فبحت بہ و فض اللہ فاہ

''اللہ پاک تجھ کو اور انعامات کے ہمراہ زندہ سلامت رکھے اس لئے کہ تم نے شاعر کی سرگرمیوں کو حیات رکھا ہے۔''

لانك بالذی استودعت منہ
انم من الزجاج بما وعاہ

''کیا تم وہ نہیں ہو کہ جس نے ساغر کو لبالب بھرا اور پھر چھلکنے لگ گیا۔''

ینم بسر مستوعیہ سرا　　　　کما نم الظلام بسر نار

''تم نے بھید کو بھید رکھنے کی کاوش کی جس طرح کہ اندھیرے آتش کو ڈھک دیا کرتے ہیں۔''

أنم من النصول علی مشیب　　　　ومن صافی الزجاج علی عقار

''تیروں سے زیادہ مؤثر اور خالص شراب کے برتنوں سے ارض کے حق میں جود و سخاوت کرنے والا۔''

علی بن اسحٰق شاعر کا انتقال 360ھ میں ہوا' اللہ پاک ان پر رحم فرمائے۔

الجوزل

''الجوزل'' (جیم پر پیش ہے) کبوتری کے طفل کو کہا جاتا ہے''جوازل'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ لفظ قطار کے زیر موضوع اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

شاعر کہتا ہے کہ:

یا ابنة عمی الا احب الجوزلا　　　　ولا احب قرصك المفلفلا

''اے میرے چچا کی دختر میں کبوتر کے طفل کو پسند نہیں کیا کرتا اور تیرے ناز و نخرے بھی مجھے اچھے نہیں لگتے۔''

وانما احب طبیا اعبلا　　　　وربما سمی الشاب جوزلا

''میں محض چوکڑی بھرنے والی ہرن کو پسند کیا کرتا ہوں اور اکثر نوجوان کا اسم بھی''جوزل'' تجویز کیا جاتا ہے۔''

الجیال

''الجیال'' یہ بجو کو کہتے ہیں۔

شریعت کا حکم: اس کے متعلق شریعت کا حکم''باب الضاد'' میں بیان ہوگا۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں:

''ألنبش من جیال'' (فلاں ''بجو'' سے بھی زیادہ چوری کرنے والا ہے)۔

اس لئے کہ''بجو'' قبروں کے اندر چلا جایا کرتا ہے اور مردوں کا کفن نکال لیا کرتا ہے۔

ابو جرادة

''ابو جرادة'' یہ ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جس کو عراق والے''باذنجان'' کہا کرتے ہیں اور ملک شام والوں کے مطابق اس پرندے کا اسم''بصیر'' ہوا کرتا ہے۔

خوائص: اس پرندے کا گوشت بواسیر کے مرض میں مبتلا شخص کے لئے فائدہ مند ہے۔ واللہ اعلم۔

باب الحاء

حائم

''حائم'' سیاہ رنگ کے کوے کو کہتے ہیں۔

مرقش شاعر کہتا ہے کہ:

ولقد غدوت وکنت لا أغدو علی واق وحائم

''اور بلاشبہ میں سویرے ہی سویرے چلا جبکہ میں زیادہ سویرے چلنے کی عادت نہیں رکھتا اور میں متعجب وفکرمند پھرتا رہا۔''

فاذا الا شائم کالا یامن والا یامن کالا شائم

''میں نے انوکھا منظر دیکھا کہ بدبخت گویا کہ خوش بخت ہیں اور خوش بخت گویا کہ بدبخت ہیں۔''

وکذاك لا خیر ولا شر علی أحد بدائم

''اور مجھے اس سے یہ احساس ہوا کہ بھلائی اور برائی دائمی اشیاء نہیں ہیں۔''

بہت جلد انشاء اللہ ''باب الواؤ'' میں ان شعروں کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ ''الحائم'' کالی رنگت والے کوے کو ''غراب البین'' بھی کہتے ہیں۔

اس کا مفصل بیان ''باب الغین'' میں ہوگا۔ انشاء اللہ

الحاریة

''الحاریة'' یہ ابلغ سانپ کو کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ اس کا تذکرہ ''باب الھمزہ'' میں ہو چکا ہے۔

الحباب

''الحباب'' سانپ کو کہا جاتا ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حقیقت میں ''الحباب'' شیطان کا اسم ہے کیونکہ سانپ کو بھی شیطان کہا جاتا ہے اسی بناء پر اس کا نام ''الحباب'' تجویز کیا گیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کے اسم کو بدل دیا اس لئے کہ اس کا اسم ''الحباب'' ہوا کرتا تھا۔ حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ''الحباب'' شیطان کا اسم ہے۔'' (الحدیث)

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب تغیر الاسم'' میں تحریر کیا ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص' عزیز' عتلہ' شیطان' حکم' غراب' شہاب اور حباب وغیرہ کے اسماء کو بدلا اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آدمی کا اسم بدلا ان میں عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول ہیں جن کا اسم ''الحباب'' تھا۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسم عبداللہ رکھا اور ان کے باپ کو ''ابو الحباب'' کی کنیت سے مخاطب کیا جانے لگا۔ (رواہ ابوداؤد)

الحبتر

''الحبتر'' لومڑی کو کہتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان ''باب التاء'' میں ہو چکا ہے۔

الحبث

''الحبث'' سانپ کو کہتے ہیں۔ یہ سانپ ڈس لینے میں بہت مہارت رکھتا ہے اور اس کا زہر بے حد جان لیوا ہوا کرتا ہے۔ بہت جلد اس کا مفصل تذکرہ اس باب کے اختتام میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

حباحب

''حباحب'' جگنو (ھد اھد کے وزن پر پر) مکھی کی مانند ایک حیوان ہوا کرتا ہے۔ اس کے دو پر بھی ہوا کرتے ہیں اور شب میں روشن ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ آتش کی چنگاری ہے۔

ضرب الامثال: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''اضعف مین نار الحباحب'' (فلاں شے اس چمک سے بھی لاغر ہے جو جگنو کے پروں میں ہوا کرتی ہے)۔

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''حباحب'' بے فائدہ آتش ہے۔ یہ جگنو کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ''حباحب'' کو ''قطرب'' بھی کہتے ہیں جس طرح کہ ابن بیطار وغیرہ نے لکھا ہے۔ ''صحاح'' میں بیان ہے کہ ''قطرب'' ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: جگنو کو تناول کرنا حرام ہے کیونکہ اس کا شمار زمین کے کیڑوں میں ہوتا ہے۔

الحباری

''الحباری'' یہ ایک بہت زیادہ شہرت کا حامل اور مقبول پرندہ ہے جس کو ''سرخاب'' کہتے ہیں۔ ''الحباری'' اسم جنس ہے اس کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مساوی ہے۔ اس کے علاوہ واحد و جمع کے لئے بھی اسی کلمہ کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ بطور قیاس ''حباریات'' بھی اس کی جمع آسکتی ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نحوی لحاظ سے ''حباری'' میں

الف تانیث اور الحاق کا نہیں ہے۔ اس لئے کہ کلمہ کی بنیاد اسم پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے کلمہ کا جزو ہو گیا ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''حباری'' نکرہ و معرفہ دونوں کیفیات میں غیر منصرف ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ ''الحباری'' میں الف تانیث اور الحاق کا نہیں ہے یہ ان کی سخت لغزش ہے۔ جبکہ ''الحباری'' میں الف تانیث کا ہے جس طرح کہ ''سمانی'' میں ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہ الف تانیث کا نہ ہوتا تو اس کو منصرف پڑھا جاتا۔

مصر کے افراد ''الحباری'' کو ''جرج'' کہا کرتے ہیں۔ اس کی اڑان بہت تیز ہوتی ہے اور یہ پتھریلے علاقہ جات میں موجود ہوتا ہے۔ ''الحباری'' کے پر اکھاڑنے سے یا پھر خود ہی گرنے سے اس کی خوبصورتی مانند پڑ جاتی ہے اور یہ اسی دکھ و رنج کی بناء پر مر جایا کرتا ہے۔ سرخاب کی گردن طویل اور رنگت بہت خوشنما ہوا کرتی ہے۔ سرخاب کے پیٹ میں ایک نایاب موتی ہوا کرتا ہے اگر وہ باہر نکل آئے تو ''الحباری'' اپنے پر اکھاڑ دیا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ''الحباری'' موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ:

وھم ترکوك اسلح من حباری   رات صقرا و اشرد من نعام

''اور انہوں نے مجھ کو چھوڑا اس کیفیت میں کہ ''الحباری'' سے بھی زیادہ متفکر کہ ایک طرف وہ دیکھ رہا ہے کہ شکرہ اس پر حملہ کر رہا ہے اور دوسری جانب وہ گھبراہٹ کا شکار شتر مرغ ہے۔''

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''سرخاب'' کی خاصیت یہ ہے کہ یہ شکار کیا کرتا ہے مگر خود شکار نہیں ہوا کرتا۔

حدیث پاک میں ''الحباری'' کا ذکر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی شخص سے سماعت کیا کہ ظلم کرنے والا نہیں ہلاک ہوا کرتا مگر بذات خود سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس نے غلط بیانی کی اور فرمایا اس ہستی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری روح ہے سرخاب بنی آدم کی بداعمالیوں کی بناء پر مرتا ہے۔ (رواہ البیہقی)

حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ فاطر کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت ارض پر گناہوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو اللہ عزوجل برسات کو روک لیا کرتا ہے جس کی بناء پر غلہ کی مقدار تھوڑی ہو جایا کرتی ہے اور یہ جانوروں کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ:

یسقط الطیر حیث یلتقط الحب   وتغشی منازل الکرماء

''پرندہ ادھر گرتا ہے جدھر اس کو دانہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے بعد وہ نیک افراد کی جگہ کو پوشیدہ کر لیا کرتا ہے۔''

سرخاب تمام پرندوں میں ساروں سے زیادہ بہانہ بازی کیا کرتا ہے اور اپنی غذا کو حاصل کرنے کے لئے دھوکا بازی کیا کرتا ہے مگر پھر بھی بھوک کی بناء پر مرتا ہے۔ سرخاب کے طفل کو ''لیل ونہار'' کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ:

ونهارا رأیت منتصف اللیل ولیلا رأیت وسط النهار

''اور مجھ کو نصف شب میں دن دکھائی دیا ہے اور مجھ کو دن کے آدھے حصے میں شب نظر آئی۔''

شریعت کا حکم: سرخاب کا گوشت تناول کرنا حلال ہے اس لئے کہ یہ پاک حیوان ہے۔

حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم یزید بن عمر نے کہا ہے کہ ان کے دادا نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سرخاب کا گوشت تناول کیا ہے۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں ''اکمدمن الحباری'' (فلاں آدمی سرخاب سے زیادہ غمزدہ ہے)۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر حیوان اپنے بچوں سے محبت رکھتا ہے حتیٰ کہ سرخاب بھی جس کی بیوقوفی ضرب الامثال ہے۔ عرب کے عوام ڈرودکھ کے لمحات میں کہا کرتے ہیں ''املح من الحباری'' (مطلب سرخاب سے زیادہ ڈرپوک) اور سلامتی کے لمحات میں بولتے ہیں۔ ''اصلح من الدجاج'' اور اس مثل کا استعمال بھی کرتے ہیں کہ ''الحباری خالة الکروان'' (سرخاب' کروان کی خالہ ہے)۔

خوائص: سرخاب کا گوشت نہ تو مرغ کی مانند جلد ہضم ہونے والا ہوا کرتا ہے اور نہ ہی بطخ کی مانند تاخیر سے ہضم ہونے والا بلکہ سرخاب کا گوشت اعتدال والا ہوا کرتا ہے' اس کے اثرات حرارت والے اور تر ہیں' سرخاب کا گوشت حبس ریح کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے اور وجع مفاصل' وجع قولنج کے لئے مضر ہے۔ اس کے علاوہ الحباری کا گوشت بلغم بنانے کا موجب ہوا کرتا ہے۔ اگر اس کے گوشت میں دارچینی' سرکہ اور زیتون ملالیں تو اس کے نقصانات زائل ہوجاتے ہیں۔ الحباریٰ کا گوشت ٹھنڈی طبیعت والے شخص کے لئے فائدہ مند ہے خاص طور پر سردیوں کے موسم میں یا سرد علاقہ جات میں سرخاب کا گوشت استعمال کرنا نہایت فائدہ مند ہے۔

حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سرخاب کے پوٹہ میں ایک مختصر سا پتھر (موتی) ہوا کرتا ہے اگر کوئی کثرت احتلام میں مبتلا ہو تو اس پتھر کو اپنے پاس رکھے تو وہ شفاء پائے گا اور جو کوئی اسہال کا مریض اس پتھر کو اپنے قریب رکھے تو وہ صحت مند ہوجائے گا۔ اگر اس پتھر کو اس فرد کے قلب پر آویزاں کیا جائے جو زیادہ سوتا ہو تو پھر اس کی نیند تھوڑی ہوجائے گی۔

حکیم ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ سرخاب کا بیضہ جس میں کہ نر کے جرثومے ہوں' زلفوں پر لگائیں تو زلفیں کالی ہوجاتی ہیں اور پھر ایک برس تک ان کا رنگ نہیں اترتا اگر اس بیضہ میں مادہ کے جرثومے پائے جائیں تو یہ زلفوں کو کالا نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ یہ پتہ لگانا کہ بیضہ میں نر کے جرثومے ہیں یا مادہ کے تو اس کا عمل یہ ہے کہ سوئی کی مدد سے دھاگے کو انڈے میں ڈال کر دیکھ لیں' اگر دھاگہ سیاہ ہوگیا تو جان لیں کے بیضہ میں نر کے جرثومے ہیں ورنہ نہیں۔

خواب کی تعبیر: سرخاب کو خواب میں سخاوت کرنے والے آدمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الحبرج

"الحبرج" مذکر سرخاب کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے طفل کو "سحبور" کہتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ "سحبور" ایک پانی کا پرندہ ہے۔

الحبرکی

"الحبرکی" چیچڑی کو کہتے ہیں۔ خنساء شاعرہ کا کہنا ہے کہ:

فلست بموضع ثدی حبرکی　　أبوہ من بنی جشم بن بکر

"میں چیچڑی کو دودھ نہیں نوش کرواؤں گی اس لئے کہ ان کا والد خاندان بنوجشم بن بکر میں سے ہے۔"

"الحبرکیٰ" کے مادہ کے لئے الحبرکات" کے کلمات کا اطلاق ہے۔ ابوعمرو جرمی نے کہا ہے کہ "الحبرکیٰ" میں الف تانیث کا ہے جس کی بناء پر اس کو غیر منصرف پڑھیں گے۔ اس کے علاوہ چھوٹے ہاتھ والے شخص کو بھی "الحبرکیٰ" سے تمثیل دی جاتی ہے۔

الحبلق

"الحبلق" بکری کے طفل کو "الحبلق" کہتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ "الحبلق" کا مفہوم دبلی وکمزور جسم والی بکریاں ہیں۔

حبیش

"حبیش" حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ بلبل کی طرح ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔

الحجر

"الحجر" گھوڑی کو کہا جاتا ہے یہ نام مادہ کے لئے مخصوص ہے اس بناء پر تاء تانیث کو ہمراہ نہیں لیا گیا۔ "احجار" اور "حجور" اس کی جمع ہوتی ہے۔ افزائش نسل کے لئے جو گھوڑی ہوا کرتی ہے وہ "احجار الخیل" کہلاتی ہے۔

"الحجر" کا حدیث پاک میں ذکر: حضرت عمرو بن شعیب نے بواسطہ باپ اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ گھوڑوں اور خچروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (کامل ابن عدی)

اوپر بیان کی گئی حدیث پاک میں لفظ "الحجر" کی جگہ "حجرۃ" کا اطلاق ہوا ہے۔ یہ اسی بات کی برہان ہے کہ "الحجر" کے

ہمراہ تاء تانیث کو بھی ملا سکتے ہیں مگر مستدرک میں ابوزرعہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکارٔ سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کے لئے "فرس" کے لفظ کا اطلاق فرماتے تھے۔

"الحجر" کے طبی فائدے اور شریعت کا حکم: گھوڑی کے خصائص اور شریعت کا فرمان گھوڑے کی طرح ہی ہے۔ بہت جلد "باب الخاء" میں اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

خواب کی تعبیر: گھوڑی کے خواب میں دکھائی دینے کو نیک و پاکیزہ خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی آدمی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ گھوڑی پر سواری کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شریف خاتون کے ساتھ عقد کرے گا اور اگر گھوڑی زین ولگام سے مزین ہوگی تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ آدمی اس طرح کی خاتون سے عقد کرے گا جس کی عزت حفاظت میں نہیں ہوگی یا وہ کوئی غیر متعلق کاموں میں مبتلا ہوگی۔

سفید گھوڑی کا خواب میں دکھائی دینا حسب ونسب والی خاتون کی نشانی ہے لال رنگ کی گھوڑی کا خواب میں دکھائی دینا بے حد حسین خاتون کی جانب اشارہ ہے زرد رنگت والی گھوڑی کا خواب میں دکھائی دینا بیمار خاتون کی علامت ہے۔ یوں ہی سیاہ رنگت والی گھوڑی کا خواب میں نظر آنا دولت مند خاتون کی نشانی ہے ہری گھوڑی کا خواب میں نظر آنا بھی دولت مند خاتون کی نشانی ہے اور اکثر گھوڑی کو موسم اور برس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ موٹی گھوڑی کا خواب میں نظر آنا ہریالی اور شادابی کی علامت ہے اور کمزور گھوڑی کا خواب میں دکھائی دینا خشک سالی کی نشانی ہے۔ واللہ اعلم۔

الحجروف

"الحجروف" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک حیوان ہے جس کی طویل ٹانگیں اور بدن چیونٹی سے بڑا ہوا کرتا ہے۔

الحجل

"الحجل" (مذکر چوکور) واحد کے لئے "حجلۃ" کے کلمات کا اطلاق ہے "حجلی" "فعلی" کے وزن پر اس کی جمع ہوتی ہے۔ یہ دولفظوں کی جمع ہے اول "حجلۃ" اور دوئم "ظربیٰ" اس کی جمع "ظربان" ہوتی ہے۔ "ظربان" وہ کیڑا ہوا کرتا ہے جو کہ فضا میں پرواز کرتا ہے۔ بہت جلد اس کو "باب الظاء" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

"الحجل" کبوتر کے مساوی اور "قطاء" کی طرح کا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جس کی چونچ لال ہوا کرتی ہے۔ اس پرندے کو "دجاج البر" بھی کہتے ہیں۔ اس پرندے کی دو اقسام ہوا کرتی ہیں اول نجدی دوئم تہامی۔

نجدی ہرے رنگ کا پرندہ ہے جس کی ٹانگیں لال ہوا کرتی ہیں اور تہامی میں ہرا اور سفید دونوں رنگ ہوتے ہیں۔ ان پرندوں کے اطفال کی ولادت پروں سمیت ہوا کرتی ہے اس پرندے کا خاص وصف یہ ہے کہ اس کی مؤنث جس وقت حاملہ ہونے کی خواہاں ہوا کرتی ہے تو مٹی میں لیٹ جایا کرتی ہے جس کی بناء پر وہ حمل سے ہو جایا کرتی ہے۔

اکثر حضرات کے مطابق یہ اپنے مذکر کی آواز سماعت کر کے حمل سے ہو جاتی ہے۔جس لمحے اس (مؤنث کو انڈے دے کر فراغت ملتی ہے تو مذکر انڈوں کو مذکر حیوان سیتا ہے اور مؤنث انڈوں کو مؤنث سیتی ہے اور اطفال کی تربیت میں بھی یہی معمول ہوا کرتا ہے۔توحیدی نے کہا ہے کہ اس طرز کے پرندے بیس برس تک جیا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ان پرندوں کے گھونسلے بھی الگ الگ ہوا کرتے ہیں۔مذکر کے لئے الگ گھونسلا ہوا کرتا ہے اور مؤنث کے لئے الگ گھونسلا ہوا کرتا ہے۔اس طرز کے پرندے کی خصلت یہ ہے کہ یہ پرندہ اپنی طرز کے پرندوں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے انڈوں کو سیا کرتا ہے۔جس وقت اطفال وجود میں آ کر پرواز کے لائق ہو جایا کرتے ہیں تو آ کر اپنی والدہ سے مل جایا کرتے ہیں۔اس پرندہ کی اڑان بہت تیز ہوا کرتی ہے حتیٰ کہ بشر بھی اس کا فہم نہیں کر سکتا۔یہاں تک کہ گھوپھن (جس کی مدد سے پتھر یا کنکر پھینکتے ہیں) سے بھی نکل جایا کرتا ہے۔مذکر پرندہ مؤنث کے بارے میں بہت غیرت مند ہوا کرتا ہے۔جس وقت دو مذکر اکٹھے ہوں تو وہ مؤنث کو حاصل کرنے کے لئے باہم جھگڑتے ہیں۔سو فاتح، مفتوح کو قتل کر دیتا ہے۔ "الحجل" اپنی ہی طرح کے پرندے کی آواز سے فریب دیا کرتا ہے۔اس بناء پر شکار کرنے والے اس کو اپنے ہمراہ رکھا کرتے ہیں تا کہ اس کی آواز کی مدد سے دوسرے پرندوں کو پکڑ سکیں۔جس وقت "الحجل" کے انڈے باقی نہ بچیں تو پھر یہ دوسرے پرندے کے گھونسلوں میں جا کر ان کے انڈے چوری کر لیتا ہے اور ان انڈوں کو سیتا ہے۔

فوائد: "کتاب النشوان" اور "تاریخ النجار" میں ابونصر محمد بن مروان جعدی کا یہ قصہ نقل کیا گیا ہے کہ ابونصر ایک کردی کے ہمراہ کھانا تناول کر رہا تھا۔کھانے کے لئے کئی طرز کے پکوان کے ساتھ دو بھنے ہوئے چکور بھی موجود تھے۔کردی نے ایک چکور اٹھایا اور ہنسنا شروع کر دیا۔ابونصر محمد بن مروان نے اس سے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو کردی کہنے لگا کہ میں جب جوان تھا تو چور تھا۔ایک روز میں نے ایک تاجر کو حدف بنایا اور اس کو ہلاک کرنے کا عزم کیا تو تاجر رونے لگا۔میں نے ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔وہ تاجر یکا یک جبل پر بیٹھی دو چکوروں کی طرف دیکھنے لگا اور ان سے کہنے لگا کہ تم دونوں شہادت دینا کہ یہ آدمی مجھ کو ظلم پر ہلاک کر رہا ہے۔پھر میں نے اس کو ہلاک کر دیا۔جس وقت مجھے کھانے میں ان دو چکوروں کی جھلک دکھائی دی تو مجھ کو تاجر کی بیوقوفی پر ہنسی آئی جو کہ دو چکوروں کو اپنی ہلاکت پر شہادت دینے کے لئے کہہ رہا تھا۔کردی کی یہ بات سماعت کرنے کے بعد ابونصر بن مروان کہنے لگا کہ بخدا! تیرے خلاف راہزنی کے سلسلے میں ہم شہادتی ہیں اور پھر ابونصر بن مروان نے کردی کا سر قلم کرنے کا فرمان صادر کر دیا۔

شریعت کا حکم: چکور کو تناول کرنا بطور اجماع حلال اور درست ہے۔

بہت جلد انشاء اللہ "فی النحام فی باب النون" میں یہ حدیث پاک بیان ہوگی کہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں "حجل" نامی پرندہ جس کو "غام" بھی کہتے ہیں بھنا ہوا پیش کیا گیا۔اس کے علاوہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے مابین "حجلۃ" کے انڈے کے مساوی مہر نبوت تھی۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں واقدی کی نسبت سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ جس وقت صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم' حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں مشکوک ہو گئے۔ بعض بولتے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور بعض بولتے کہ حضور جان کائنات' فخر موجودات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ کو حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے مابین رکھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ بلاشبہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت جو کہ دونوں کندھوں کے وسط میں تھی' اٹھالی گئی ہے۔ سو مہر نبوت کا اٹھایا جانا حضور سراج منیر' رحمت عالم' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی نشانی تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے عقد کیا جس کے نتیجہ میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے عقد کیا اور حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اس لیے چھوٹے تھے اس بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تربیت کی۔

فوائد: حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس عالم میں تمام انبیاء کرام جن کو بعثت سے نوازا گیا ساروں کی مہر نبوت سیدھے ہاتھ پر تھی علاوہ رسول اللہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت دونوں کندھوں کے وسط میں تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم عراق والوں سے فرماتے تھے۔ اے بے وقوفو! ظاہری طور پر تو تم بشر لگتے ہو مگر تم میں دانائی نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ (المستدرک)

اکثر اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ ان شعروں کو پڑھا کرتے تھے۔

وأنت الذی حبت کل قصیرۃ الی فلا تدرك ندا ك القصائر

''اور تم وہ آدمی ہو جو ہر بدعمل کو پسند کیا کرتا ہے اور میرے ساتھ ہر ستم کو درست گردانتا ہے۔''

عنیت قصیرات الحجال ولم أرد قصار الخطا شر النساء البصائر

''میرا مطلب وہ شرور ہیں جو کہ تم میرے ہمراہ کر رہے ہو اور نہ کہ وہ شرور جو خواتین میں ہوتے ہیں۔''

مہر نبوت کے بارے میں مفصل بیان انشاء اللہ ''باب الکاف'' میں کلمہ ''الکرکی'' کے موضوع میں آئے گا۔

ضرب الامثال: حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چکور کو ضرب المثل کے طور پر بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ:

''اللّٰھم انی ادعوا قریشا وقد جعلو اطعامی طعام الحجل''

حضرت امام ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ قریش میری دعوت کو قبولیت نہیں دے رہے اور افراد بہت تھوڑی تعداد میں دین اسلام کو قبول کرر ہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بروز قیامت انسان سے سب سے اول نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جس کی نماز بہتر ہوگی اس کے سارے کام بہتر ہوں گے اور جس کی نماز میں نقص ہوگا اس کے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نماز میں کندھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ شیطان صفوں میں آ جاتا ہے جیسا کہ ''حجل'' چکور داخل ہو جایا کرتی ہے اور سیدھی صف الٹی (بائیں) صف سے برتر ہے۔

(رواہ ابوالقاسم الاصبہانی فی کتاب الترغیب والترہیب)

خصائص: چکور کا گوشت اعتدال والا، جید اور زود ہضم ہوا کرتا ہے اور اس کے گوشت کی تاثیر گرم ہوتی ہے مگر گھبراہٹ کو ختم کرتا ہے۔ چکور کے پتہ کو آنکھوں میں سرمہ کے طور پر استعمال کریں تو آنکھوں میں دھندلے پن کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔ چکور کا پتہ لگا تار ہر مہینے میں ایک دفعہ ناک میں ڈالیں تو دماغ تیز ہوتا ہے اور نسیان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نظر بھی تیز ہو جاتی ہے۔ مختار بن عبدون نے کہا ہے کہ چکور کا انڈا مرغی کے انڈے کی نسبت زیادہ مزے دار ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اعتدال والی خوراک تیار ہوتی ہے اور یہ معتدل طبیعت سے مطابقت کر لیتا ہے۔ چکور کا انڈہ مرغی کے انڈے کی نسبت جلد ہضم ہونے والا ہوتا ہے۔ ساروں سے زیادہ لذیذ انڈہ وہ ہوا کرتا ہے جسے ابلتے ہوئے پانی میں ڈال کر اور پھر اس میں کچھ سرکہ ڈال دیں۔ بھنا ہوا انڈا مضر ہوتا ہے اس کو تناول کرنے سے مثانہ میں پتھری بن جاتی ہے اور قولنج کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ابلا ہوا انڈا بھنے کی نسبت فائدہ مند اور جلد ہضم ہونے والا ہوتا ہے۔ اگر چکور کا انڈہ زیرہ یا نمک یا جنگلی پیاز کے پانی میں ڈال کر استعمال کریں تو آنتوں کے مروڑ اور پیٹ کے سارے دردوں سے چھٹکارا ملے گا۔

خواب کی تعبیر: چکور کے خواب میں دکھائی دینے کو عموماً آدمی وخاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کو کبھی اولاد کی محبت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

الحداۃ

''الحداۃ'' چیل کو کہا جاتا ہے۔

یہ پرندوں میں بے حد کمینہ ہوا کرتا ہے۔ اس کی کنیت ''ابوالخطاف'' اور ''ابو الصلت'' ہے۔ اگر اسے حاء کے زبر کے ہمراہ پڑھیں تو پھر اس کا مطلب ''دوسر والی کدال'' کا ہوگا اور بلاشبہ حدیث پاک میں کلمہ ''حدیا'' ہمزہ کے بنا ''ثریا'' اور ''حدایاۃ'' کے وزن پر استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر روایات میں ہمزہ کے ہمراہ ''حدیئۃ'' کا اطلاق ہوا ہے۔ گویا کہ یہ ''حدأۃ'' کی تصغیر ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ابلغ سانپ اور چیل کو قتل کر دینے میں کوئی ضرر نہیں۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک میں ''الحداۃ'' کی ۃ واؤ میں تبدیل کر دیا جس طرح کہ ''الاصغی'' میں ہوا۔ امام اصمعی نے کہا ہے کہ ''حدا'' جمع ہے ''الحداۃ'' کی۔ حضرت امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ اس کی جمع ''حدان'' ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کی جمع عنب کی مانند ہے اور عنبۃ انگور کے دانے کو کہا جاتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جمع بنانے کا یہ عمل نایاب ہے۔ عموماً اس قاعدہ کی رو سے جمع آتی ہے جس طرح کہ قرد سے جمع قردۃ اور خیل سے خیلۃ وغیرہ۔ واحد کے لئے نیچے درج کئے گئے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ جس طرح کہ عنبۃ' التولۃ' الطیبۃ' الخیرۃ الطیر ۃ۔

چیل کی خوبیاں: چیل عموماً دو انڈے دیا کرتی ہے مگر اکثر تین انڈے بھی دے دیا کرتی ہے۔ چیل کا انڈوں کو سینے کا عرصہ بیس روز ہے۔ پھر ان انڈوں میں سے اطفال کی ولادت ہوتی ہے۔ چیل کی رنگت سیاہ یا گندمی ہوا کرتی ہے۔ چیل پرندے کو شکار نہیں کیا کرتی بلکہ اس کو جھپٹ لیا کرتی ہے اور یہ پرندہ بہت تھوڑا پرواز کرتا ہے۔ چیل کے متعلق اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ یہ اپنے ہمسائے کا بے حد دھیان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کا ہمسایہ فوت ہو جائے تو اس کے اطفال کے ہمراہ عداوت نہیں رکھا کرتی بلکہ ان کی تربیت کیا کرتی ہے۔

ایک انوکھا قصہ: اخبار و آثار کے روایت کرنے والوں نے نقل کیا ہے کہ یہ پرندہ حضرت سلیمان علیہ اسلام کے شکار پکڑنے والے پرندوں میں سے ایک تھا اور اس پرندہ کی مادہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بوقت جفتی چیختی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مذکر چیل نے ایک مرتبہ اپنی مؤنث چیل کے ہمراہ جفتی کی۔ جس سے طفل کی ولادت ہوئی مگر اس نے طفل کی نفی کر دی۔ سو والدہ یہ مقدمہ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں گئی اور کہنے لگی کہ اس طفل کے باپ نے میرے ساتھ جفتی کی جس کی بدولت اس طفل کی ولادت ہوئی مگر وہ یہ نہیں مانتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مذکر پرندے سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ لہٰذا مذکر چیل نے کہا کہ اے اللہ پاک کے پیغمبر یہ جنگلوں میں گھومتی رہتی ہے مگر دوسرے حیوانات سے بچاؤ نہیں کرتی۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ طفل میرا ہے یا پھر کسی دوسرے حیوان کا۔ روایت کرنے والے نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے طفل کو لانے کا فرمان دیا۔ جس وقت طفل کو پیش کیا گیا تو وہ باپ سے مشابہت رکھتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مذکر چیل سے فرمایا کہ یہ تیرا ہی طفل ہے اور طفل کو باپ کو دے دیا۔ اس کے بعد مؤنث چیل کو فرمان دیا کہ جس وقت تمہارا خاوند تم سے جفتی کرے تو اس کو خود پر قادر نہ ہونے دینا۔ حتیٰ کہ دوسرے پرندوں کی شہادت نہ لے لو۔ سو تب سے ہی اس کی یہ خصلت ہو گئی۔ جس وقت مذکر اپنی مؤنث سے جفتی کرے تو وہ چلایا کرتی ہے اور کہا کرتی ہے کہ اے پرندو! تم سب شہادت دینا۔ یہ میرے ہمرہ جفتی کر رہا ہے اور مؤنث چلاتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کا حصہ تلاوت کرتی ہے:

''كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ'' چیل کی یہ خصلت ہے کہ وہ بائیں جانب سے شکار کیا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اکثر افراد کا کہنا ہے کہ چیل ایک جانب سے نابینا ہوا کرتی ہے۔ اسی بناء پر یہ بائیں جانب سے شکار کیا کرتی ہے۔ حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ

علیہ نے فرمایا ہے کہ چیل ایک برس نر ہوا کرتی ہے اور ایک برس مادہ ہو جاتی ہے۔

حدیث پاک میں ''الحدأة'' کا ذکر: صحیح بخاری میں بیان ہے کہ ایک عربی خاتون جو کہ ازواج مطہرات کی خدمت گار تھی۔ وہ اکثر و بیشتر یہ شعر پڑھا کرتی تھی۔

ویوم الوشاخ من اعاجیب ربنا　　　علی انہ من ظلمة الکفر نجانی

''اور جس روز ہار کھو گیا وہ انوکھا روز تھا کہ اس روز میرے اللہ نے مجھ کو کفر کی تاریکیوں سے چھٹکارا دیا۔ (مطلب ایمان کی دولت سے نوازا)''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سوال کیا کہ جو شعر میں نے تم سے سماعت کیا ہے اس کا کیا مفہوم ہے۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ ایک روز میں اپنے قبیلے کی ایک دلہن کو دیکھنے گئی۔ وہ نہانے کے لئے غسل خانے میں گئی۔ اس نے گہنے اتر کر رکھے۔ ایک چیل کی آمد ہوئی اور گہنوں کی لالی دیکھ کر ان کو اٹھا کر لے گئی۔ جس وقت گھر والوں کو گہنے (زیور) نہ ملے تو وہ سب مجھ پر شک میں مبتلا ہو گئے اور میری تلاشی لینے لگے۔ حتیٰ کہ میری فرج کو بھی ٹٹولنے لگے۔ میں خداوند کریم سے اپنی برأت کے لئے دعا گو ہوئی۔ سو اس چیل کی آمد پھر ہوئی اور اس نے گہنے ان کے آگے پھینک دیئے۔

ایک روایت میں بیان ہے کہ عربی خاتون نے کہا ہے کہ میں نے اپنے سر کو فلک کی جانب اٹھایا اور ''یَـاغِیَـاثَ الْـمُسْتَغِیْثِیْـنَ'' بولی۔ ابھی میرے یہ کلمات پورے بھی نہیں ادا ہوئے تھے کہ چیل کی آمد ہوئی اور اس نے زیور پھینک دیئے۔ لہٰذا اے ام المومنین! اگر آپ اس لمحے کیفیت کا نظارہ کر لیتیں تو لازماً میری آزادی کی کاوش کرتیں۔ میں نے اس قصے کو شعر کی مانند ذہن نشین کر لیا اور یہ شعر پڑھ کر میں خداوند کریم کا شکر ادا کیا کرتی ہوں۔

حافظ نسفی نے اپنی تصنیف ''فضائل الاعمال'' میں یہ داستان تحریر کی ہے کہ عاصم بن ابی النجود نے فرمایا ہے کہ میں ایک روز غریبی و مفلسی کا شکار ہو گیا۔ میں اپنے کچھ احباب کے پاس گیا اور اسی حالت کا ان سے ذکر کیا اور میں نے ان کے مکھڑوں پر برے اثرات دیکھے جن کا مجھے بہت رنج ہوا۔ میں ان کے پاس سے آ گیا اور دشت کی جانب چلا گیا۔ سو میں نے حاجت کے نوافل ادا کئے اور اس کے بعد سجدہ میں جا کر دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کرنے لگا:

''یامسبب الاسباب یا مفتح الابواب یاسامع الاصوات یا مجیب الدعوات یا قاضی الحاجات اکفنی بحلالك عن حرامك و اغنني بفضلك عمن سواك''

عاصم بن ابی النجود نے بذات خود کہا ہے کہ ابھی میں سجدے سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ کسی شے کے گر جانے کی آواز کا احساس ہوا۔ میں نے سر اٹھایا تو مجھے دکھائی دیا کہ چیل نے لال رنگ کی تھیلی گرائی ہے۔ میں نے اس تھیلی کو پکڑ لیا تو اس میں اسی (80) دینار اور روئی میں قید ایک نایاب پتھر تھا۔ عاصم بن ابی النجود نے کہا ہے کہ میں نے اس نایاب پتھر کو ایک بڑی رقم کے بدلے میں بیچ دیا اور دینار اپنے پاس رکھے۔ میں نے ان دیناروں سے حاجت کی اشیاء کو خریدا اور اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔ (فضائل الاعمال)

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ کے اختتام میں ''کرامات الاولیاء'' میں تحریر کیا ہے کہ شبل مروزی نے

ایک روز آدھے درہم کا گوشت خرید لیا تو ایک چیل نے ان سے یہ گوشت جھپٹ لیا۔ سو شبل مروزی مسجد میں چلے گئے اور نماز پڑھ کر دعا کرنے لگے۔ سو جس وقت وہ گھر لوٹے تو ان کی بیوی نے ان کو گوشت کھانے کو دیا۔ بہر حال انہوں نے اپنی بیگم سے دریافت کیا کہ یہ گوشت کدھر سے آیا ہے؟ لہٰذا ان کی بیگم نے جواب میں کہا کہ اس گوشت کی بناء پر دو چیلوں کی لڑائی ہو رہی تھی جس کے نتیجے میں گوشت گر گیا۔ شبل مروزی کہنے لگے کہ ساری صفات اللہ پاک ہی کے لئے ہیں جس نے اپنی بندگی کرنے والے شبل مروزی کو دھیان میں رکھا ہر چند کہ شبل مروزی نے اللہ کو یاد کرنے میں لاپروائی سے کام لیا اور اپنے خداوند کریم کو بھول بیٹھا۔ (کرامات الاولیاء)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس گوشت تھا کہ یکا یک ایک چیل ان سے گوشت اچک کر لے گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چیل کے لئے بددعا فرمانے لگے۔ سو اس چیل کے گلے میں ہڈی پھنس گئی اور وہ مر گئی۔ (المجالستہ للدینوری)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اپنے مریدوں کو نصیحت کرنے میں مصروف تھے اور بہت تیز ہوا جاری تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل کے اوپر سے ایک چیل کا گزر ہوا جو کہ چیخ رہی تھی۔ محفل کے افراد کو چیل کے چلانے پر گھبراہٹ ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ہوا! اس چیل کا سر قلم کر دے۔ پھر اسی لمحے چیل کا سر ایک جانب اور جسم ایک جانب گر گیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نشست سے اٹھے اور چیل کا سر اور بدن اٹھا لیا اور ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم'' پڑھنے لگے۔ وہ چیل حیات ہو کر پرواز کر گئی اور یہ نظارہ محفل میں بیٹھے افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

شریعت کا حکم: چیل کا گوشت تناول کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اس لئے کہ اس کا شمار ان پانچ حرام اشیاء میں ہوتا ہے جن کو ہلاک کرنے کا فرمان حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھا ہے۔

حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چیل کا گوشت حرام ہے۔ بہت جلد انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں اس کو مفصل بیان کیا جائے گا۔

حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ پانچ اس طرح کے بے حد برے حیوان ہیں جن کو حل وحرم دونوں جگہوں پر ہلاک کر دیا جائے اور ایک روایت میں بیان ہے کہ 1۔ چیل 2۔ ابلق کوا 3۔ بچھو 4۔ چوہا 5۔ دیوانہ کتا۔ اگر ان پانچوں جانوروں کو احرام باندھے ہوئے بھی ہلاک کریں تو ہلاک کرنے والے پر کوئی کفارہ ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پانچ حیوانات کو ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر جان لیوا حیوان کو تکلیف دینے سے پہلے ہلاک کر دینے میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ اس شکل میں 1۔ چیتا 2۔ بھیڑیا 3۔ باز 4۔ بھڑ 5۔ مچھر 6۔ کھٹمل 7۔ پسو 8۔ مکھی 9۔ چیونٹی وغیرہ کو ہلاک کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جان لیوا حیوانات میں سانپ' بھیڑیا' گدھ' شیر' اور عقاب وغیرہ کو احرام کی کیفیت میں ہلاک کرنا ثواب کا باعث ہے۔

ان کو "باب الصاد" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کسی کو چوکس اور مستعد کرنے کے لئے ان کلمات کا اطلاق کرتے ہیں۔ "حداة حداة وراء ك بندقه" (اے چیل! تمہارے عقب میں بندوق کی گولی ہے)۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ مثل کسی کو چوکس کرنے کے لئے بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ "بندقۃ" کا مفہوم بندوق کی گولی ہے۔

خواص: 1۔ چیل کے پتہ کو چھاؤں میں سکھا کر کانچ کے ظروف میں بھگو کر کسی بھی زہر والے حیوان کے کاٹنے کی جگہ پر ایک بوند ٹپکائیں تو زہر کے اثرات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی پتہ کو بارک پیس کر آنکھوں میں سرمہ کے طور پر لگائیں۔ اگر سیدھی جانب کاٹا ہو تو تین دفعہ سلائی بائیں آنکھ میں ڈالیں اور اگر بائیں جانب کاٹ لیا ہو تو پھر تین سلائی سیدھی آنکھ میں لگائیں۔ انشاء اللہ صحت یابی ملے گی۔

2۔ اگر چیل کے پتہ کو باریک پیس کر سانپوں کے بلوں میں چھڑکیں تو سارے سانپ مر جائیں گے۔

3۔ دمہ کی بیماری میں مبتلا شخص اگر چیل کے لہو کو تھوڑے سے مشک یا عرق گلاب میں ڈال کر استعمال کرے تو بے حد نفع بخش ہے۔

4۔ اگر کسی کی رہائش گاہ میں چیل کا پتہ آویزاں کر دیا جائے تو اس رہائش گاہ میں سانپ اور بچھو وغیرہ نہیں جائیں گے۔

خواب کی تعبیر: چیل کا خواب میں دکھائی دینا جنگ کی علامت ہے۔ کیونکہ عربی افراد اس کا استعمال ضرب المثل کے طور پر کیا کرتے ہیں کہ "حداة حداة وراء ك بندقه" (اے چیل' اے چیل! تمہارے عقب میں بندوق کی گولی)۔

اس ضرب المثل کے پیچھے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ "حداۃ" اور "بندقۃ" دو خاندان تھے۔ ایک دفعہ "حداۃ" خاندان نے "بندقۃ" پر وار کر کے اس کو ہرا دیا تو دوسری بار "بندقۃ" نے "حداۃ" کو ہرا دیا۔

اکثر علماء کرام کے مطابق "حداۃ" سے مراد چیل اور "بندقۃ" کا مفہوم شکار کرنے والا ہے۔ اکثر اوقات چیل کے خواب میں نظر آنے کو بدکار شخص اور زانیہ خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چیلوں کے گروہ کا دکھائی دینا چوروں اور ڈاکوؤں کی علامت ہے۔

ابن الدقاق نے کہا ہے کہ چیل کا خواب میں دکھائی دینا اکثر ظلم کرنے والے حکمران کی علامت ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی فرد کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے چیل کو گرفت میں لے لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خواب دیکھنے والے فرد کے گھر طفل کی ولادت ہوگی اور وہ طفل جوان ہونے سے پہلے شہنشاہ بن جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ چیل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ جس بچے کی ولادت ہوگئی اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

ارطامیدوس نے فرمایا ہے کہ چیل کا خواب میں نظر آنا اکثر چور اور ڈاکو کی علامت ہوا کرتا ہے۔ واللہ اعلم

الحذف

"الحذف" بھیڑ کے چھوٹے اطفال کو کہتے ہیں۔ سو نماز کے بارے میں حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: "لایتخللکم الشیطان کانها حذف و فی روایة کا ولاد الحذف" ۔ (تم کو شیطان خلل میں مبتلا نہ کرے گویا کہ وہ بھیڑ کے طفل ہیں)۔

حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! "اولاد حذف" کا کیا مفہوم ہے؟ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اس کا مطلب ہے "بھیڑ کے اطفال"۔

الحر

"الحر" اس لفظ کے بہت سے مفہوم ہوا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اصیل گھوڑا' کبوتر کا طفل' مذکر قمری' ہرن کا طفل' سانپ کا طفل' شکرہ اور باز وغیرہ۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "الحر" کالے وسفید دھبے والا مختصر سا حیوان ہوا کرتا ہے۔ اس حیوان کی پونچھ چھوٹی سی ہوا کرتی ہے اور اس کے کندھے اور سر کا سائز بڑا ہوا کرتا ہے۔ اس حیوان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ہریالی میں شکار کیا کرتا ہے۔

الحرباء

"الحرباء" (گرگٹ) "ابوخجادب" "ابوزندیق" "ابوقادم" اور "ابوالشقیق" اس کی کنیت کہلاتی ہے۔ اسے "جمل الیھوذ" بھی کہتے ہیں۔ جس طرح کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "عجائب المخلوقات" میں تحریر کیا کہ گرگٹ کی رفتار پیدائشی طور پر ہی تھوڑی ہوتی ہے اور کیونکہ حیات رہنے کے لئے ہر ذی روح کے لئے غذا کو حاصل کرنا لازم ہے۔ اس لئے اللہ پاک نے اس کو انوکھی طرز پر تخلیق کیا ہے تاکہ یہ حرکت کے بناء ہی اپنی غذا کو پالے۔ اللہ پاک نے گرگٹ کو اس اہلیت سے نوازا ہے کہ گرگٹ کسی جدوجہد کے بناء ہی اپنی آنکھوں کو چاروں جانب گھما پھرا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جس شجر پر ہوا کرتا ہے اس کا ہی رنگ اپنا لیا کرتا ہے کہ شکار کرنے والے کو پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس شجر پر کوئی حیوان ہے۔ صورت اور رنگت تبدیل کرنے میں گرگٹ ضرب المثل ہے۔

سو جس وقت گرگٹ کو خطرہ کا احساس ہوتا ہے تو یہ کئی طرح صورتیں اور رنگت اپنا لیا کرتا ہے۔ گرگٹ کی اس تبدیلی کو دیکھ کر شکاری ڈر جایا کرتا ہے۔ سو جس وقت گرگٹ کو بھوک لگتی ہے تو یہ شکار کے پاس جا کر بہت تیزی کے ساتھ اس کو جھپٹ لیتا

ہے اور اس کے بعد اپنی رنگت اس طریقے سے بدل لیتا ہے گویا کہ وہ شجر کا ہی حصہ ہو۔ اللہ پاک نے گرگٹ کی زبان بہت طویل بنائی ہے جس کی مدد سے گرگٹ تین بالشت دور موجود شے کو شکار کر لیا کرتا ہے۔ گرگٹ بدن کے لحاظ سے چھپکلی سے لمبا ہوا کرتا ہے۔ یہ آفتاب کے ہمراہ گردش کیے جاتا ہے اور اس کی گرمی سے اپنی رنگت بدلتا رہتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گرگٹ سرخ، زرد، ہرا اور کئی رنگ بدل لیا کرتا ہے۔ مادہ گرگٹ ''ام حبین'' کہلاتی ہے اور اس کی جمع ''الحرابی'' اور ''حرباء'' ہوتی ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی کی اپنے بھائی کے بیٹے سے لڑائی ہوگئی۔ وہ یہ معاملہ لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں گیا۔ اس آدمی نے اپنے بھائی کے بیٹے کی مخالفت میں استدلال کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس آدمی سے فرمانے لگے کہ تو اینا ہے جیسا کہ اس شاعر نے کہا ہے:

انی أتیح لہ حرباء تنضبۃ لا یرسل الساق الا ممسکا ساقا

''میں اس کے آگے اس گرگٹ کی مانند آیا کرتا ہوں جو شجر کی ٹہنیوں پر اپنی رنگت کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔''

(گویا کہ یہ آدمی بھی برہان پر برہان پیش کئے جا رہا ہے جس طرح کہ گرگٹ لگاتار اپنی رنگت تبدیل کرتا رہتا ہے)۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لفظ ''الساق'' کا مفہوم شجر کی ٹہنیاں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد دلائل پر دلائل پیش کرتا جاتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گرگٹ کا دوئم اسم ''حرباء الظہیرۃ'' ہے۔ گرگٹ آغاز میں چھپکلی کی مانند گندمی رنگت کا ہوا کرتا ہے۔ جس وقت گرگٹ بڑا ہو جایا کرتا ہے تو اس کی یہ رنگت دور ہو جاتی ہے۔ گرگٹ سدا آفتاب کو ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہے۔ جس وقت آفتاب نمودار ہوا کرتا ہے تو گرگٹ بغور اس کو تکے جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جس وقت آفتاب بلندی پر پہنچ جاتا ہے تو پھر گرگٹ کسی اونچی شے یا شجر پر بیٹھ کر آفتاب کو تکتا ہے۔ جس وقت آفتاب گرگٹ کے عین اوپر آ جایا کرتا ہے تو گرگٹ کی حالت کچھ ایسی ہو جایا کرتی ہے گویا کہ وہ نابینا ہو اور اس حال کی وجہ سے گرگٹ دیوانہ ہو جایا کرتا ہے۔ مگر پھر بھی آفتاب کی کھوج میں رہا کرتا ہے۔ سو پھر گرگٹ مغرب کی سمت چہرہ کر کے آفتاب کو تکتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو جایا کرتا ہے۔ پھر گرگٹ اپنی غذا کو ڈھونڈتا ہے۔ حتیٰ کہ سویرا ہو جاتی ہے۔ طبیعات اور جانوروں کے ماہرین گرگٹ کو ''مجوسی'' کہتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان اسی باب کے اختتام میں پیش ہوگا۔ انشاء اللہ۔

بلاشبہ ابو نجم شاعر نے اپنے کچھ شعروں میں گرگٹ کو ''شقی'' کا نام دیا ہے۔ جبکہ کسی بھی فرہنگ میں گرگٹ کا اسم ''شقی'' نہیں درج ہے۔ گرگٹ کو ''شقی'' محض اس بناء پر کہتے ہیں کہ یہ آفتاب کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ''الحرباء'' بے حد ہوشیار حیوان ہے۔ یہ آفتاب کی گرمی سے اپنی رنگت تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ شکاری کی پکڑ میں نہیں آیا کرتا اور فوری طور پر دوسری ٹہنی پر چلا جاتا ہے۔

''الحرباء'' بچھڑے کے سر کی طرح مچھلی سے مشابہت رکھتا ہے اور چھپکلی کے جیسی اس کی چار ٹانگیں ہوا کرتی ہیں۔ شیخ

جمال الدین ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گرگٹ شکل وصورت میں اونٹ کے کوہان سے ملتا جلتا ہے اور کئی رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اس کی کنیت ''ابوقرہ'' ہے۔ جس وقت گرگٹ کے پاس کوئی مکھی وغیرہ آیا کرتی ہے تو اسے جھپٹ کر پکڑ لیتا ہے۔ بلاشبہ اس سے پہلے حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ فرمادیا ہے۔

شریعت کا حکم: ''الروضۃ'' میں بیان ہے کہ گرگٹ چھپکلی کی قسموں میں سے ہے۔ اس بناء پر اس کو تناول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

امام جاحظ اور حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گرگٹ کیونکہ ''ام حبین'' کا نر ہے اس لئے اسے تناول کرنا درست ہے اس لئے کہ ''ام حبین'' کا تناول کرنا حلال ہوتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس بات کا جواب یہ ہے کہ گرگٹ کو چھپکلی کی قسموں میں سے ہونے کی بناء پر حرام مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ گرگٹ میں حرام ہونے کی علت پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک زہروالا حیوان ہے۔

ضرب الامثال: عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں ''قالوا فلان یتلون تلون الحرباء'' ۔ (فلاں آدمی لگاتار ایسے رنگ تبدیل کررہا ہے جس طرح گرگٹ اپنی رنگت کو بدلتا رہتا ہے)۔

اس مثل کا اطلاق اس فرد کے لئے ہوتا ہے جو ایک بات پر قائم نہ رہے۔

یوں ہی عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''اجود من عین الحرباء'' (گرگٹ سے زیادہ احتیاط والا)۔ ''حزم'' کا مطلب احتیاط اور کسی بھی عمل کو سرانجام دینے سے قبل سوچ بچار کرنے کا ہے۔

خوائص: اگر آنکھوں کی پلکوں کے بال اکھاڑ کر پھر اس جگہ پر گرگٹ کا لہو لگائیں تو دوبارہ بال نہیں اگ سکیں گے۔ اگر کسی فرد کی نظر کم ہو اور آنکھوں میں دھندلاپن ہو تو پھر گرگٹ کے پتہ کو آنکھ میں سرمہ کے طور پر لگائیں تو نظر تیز ہوجایا کرتی ہے اور دھندلے پن کا خاتمہ ہوجایا کرتا ہے۔ اگر کسی فرد کے سر میں پھوڑے اور پھنسیاں وغیرہ نکلے ہوں تو پھر وہ گرگٹ کی چربی لے کر اس کو لوہے کی ظروف میں پگھلا کر لہو اور آب چربی کے جتنا ڈال کر پھوڑے وغیرہ پر استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یابی ملے گی۔

خواب کی تعبیر: خواب میں گرگٹ کا دکھائی دینا اس طرح کے ذہانت والے سردار کی علامت ہے جس کو برطرف کرنا ناممکنات میں سے ہو۔ اس لئے کہ گرگٹ کی یہ خصلت ہوا کرتی ہے کہ وہ آفتاب کے ہمراہ رہا کرتا ہے اس سے جدا نہیں ہوا کرتا۔ گرگٹ کے خواب میں نظر آنے کو اکثر بادشاہ کی خدمت گاری اور اکثر دین میں فتنہ وفساد سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر مجوسی خاتون سے بھی گرگٹ کی تعبیر دی جاتی ہے اور کبھی جنگ کی علامت ہوا کرتا ہے۔ یوں ہی خواب میں گرگٹ کے نظر آنے کو اکثر میت پر بین کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الحرذون

"الحرذون" گوہ کے جیسے ایک حیوان کو کہتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "حرذون" کا مطلب نر "گوہ" ہے اس لئے کہ گوہ کی مانند اس کے بھی دو آلہ تناسل ہوا کرتے ہیں۔ یہ بہت زہروالا حیوان ہے۔ عام طور پر یہ بند عمارتوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس حیوان کے بشر کی مانند ہاتھ بھی ہوا کرتے ہیں مگر اس کی چمڑی میں برص موجود نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ چھپکلی کی چمڑی میں برص پایا جاتا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درست قول یہی ہے کہ یہ حیوان گوہ نہیں ہے جبکہ گوہ ہی کی طرح کا ایک حیوان ہے۔

شریعت کا حکم: اس حیوان کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ بے حد زہریلا ہونے کی بناء پر یہ حیوان حرام کہلاتا ہے۔

خواص: اس حیوان کے طبی خصائص کے بارے میں ارسطو نے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی فرد "حرذون" کی چکنائی (چربی) سے اپنے بدن پر مساج کرے اور اس کے بعد مگرمچھ سے لڑائی کرے تو مگرمچھ اس فرد کو ضرر نہیں پہنچا پائے گا۔ اگر کوئی جنگل کا گدھا "حرذون" کی چربی کی بدبو کو سونگھے تو وہ اس کے پاس نہیں آیا کرتا۔ اگر کوئی شخص اس حیوان کی کھال کو جلائے اور اس سے اپنے بدن پر مساج کرے تو چوٹوں کی تکلیف کا خاتمہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اس کے بدن کے ٹکڑے بھی کریں گے تو اسے درد کا احساس نہیں ہوگا۔ سو چور اور ڈاکو ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ اس بناء پر ان کو مار پیٹ کے درد محسوس ہی نہیں ہوا کرتے۔ گوہ کی طرز کا یہ حیوان بچھو کو ہلاک کر دیا کرتا ہے۔ اس حیوان کی چربی کو سیاہ کپڑے میں لپیٹ کر چوتھیا بخار میں مبتلا فرد کے گلے میں ڈال دیں تو اس طرح کرنے سے بخار جاتا رہے گا۔

خواب کی تعبیر: اس حیوان کے خواب میں دکھائی دینے کو لالچ و حرص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر بھول و نسیان کی علامت ہوا کرتا ہے۔

الحرشاف یا الحرشوف

"الحرشاف یا الحرشوف" یہ کمزور باریک ٹڈیاں ہوا کرتی ہیں۔ "حرشافہ" اس کا واحد ہے۔ اس ٹڈی کے گوشت کو بکثرت تناول کیا جاتا ہے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے خاوند نے مجھ کو "أنت کظهر امی" (مطلب تو میری والدہ کی پشت کی مانند ہے) بولا ہے۔ سو اللہ پاک نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کا نزول فرمایا کہ:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ (سورۃ المجادلة ۔ آیت 1)

اللہ پاک نے سماعت کر لی اس خاتون کی بات جو اپنے خاوند کے سلسلے میں آپ سے بحث کر رہی ہے اور اللہ پاک

سے فریاد کر رہی ہے۔

لہٰذا حضور جانِ کائنات، فخرِ موجودات، صاحبِ معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمان دیا کہ اپنے خاوند سے کہہ دینا کہ وہ ایک خادم کو رہا کر کے کفارہ کی ادائیگی کریں۔ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہ گزارش کی کہ یارسول اللہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ پاک کی قسم! وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکارِ ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ پھر اپنے خاوند سے کہہ دو کہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے۔ وہ کہنے لگیں کہ یارسول اللہ حضور شافعِ محشر، سراجِ منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ایسا کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے اس لئے کہ وہ کمزور ٹڈی کی مانند کمزور اور پتلے ہیں اور ان کی نظر بھی جا چکی ہے۔" (الحدیث)

اس حدیث میں اوس بن صامت کو دبلی پتلی ٹڈی سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔

الحرقوص

"الحرقوص" (حاء اور قاف پر پیش کے ہمراہ) ایک فرہنگ میں صاد کی جگہ سین کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ یہ چھوٹے پسو کی طرح ہوا کرتا ہے اور اس کے بدن پر لال اور پیلے دھبے ہوا کرتے ہیں۔ اس کی رنگت کالی جیسی ہوتی ہے اور اکثر اس کے پر بھی نکل آیا کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ:

مالقی البیض من الحرقوص　　　　یدخل تحت الحلق المرصوص

"ابلغ پسو کو کبھی بھی سفیدی لاحق نہیں ہوا کرتی اور اس کی گردن کے نیچے محض ایک دھاری ہوا کرتی ہے۔"

من مارد لص من اللصوص　　　　بمهر لا غال ولا رخیص

"یہ چوری کرنے والوں میں سے ایک چور ہے جس کو نہ تو زیادہ اجرت پر لیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تھوڑی اجرت پر۔"

وقیل هی دویبة القزادو انشدوا　　　　مثل الحرافیص علی حمار

"اکثر افراد کا کہنا ہے کہ "حرقوص" بندر کی مانند ایک حیوان ہے اور بطور برہان یہ بولا جاتا ہے کہ جیسا کہ بندر گدھوں کے اوپر ہوں۔"

امام زمخشری نے اپنی تصنیف "ربیع الابرار" میں تحریر کیا ہے کہ "حرقوص" پسو سے کافی بڑا ہوا کرتا ہے۔ یہ حیوان پسو سے بھی زیادہ شدید ڈستا ہے اور یہ حیوان خواتین کی فرج میں کاٹنا پسند کیا کرتا ہے جیسا کہ چیونٹی کو کاٹنے کے لئے سخت زمین اچھی لگتی ہے۔ اس حیوان کے چیونٹی کی مانند دو پر نکل آیا کرتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "حرقوص" پسو ہی کو کہا جاتا ہے۔ یہ علماء کرام ان اشعار سے استدلال کیا کرتے ہیں۔

ولو ان حرقوصا علی ظهر قملة　　　　یکر علی صفی تمیم لولت

"اور اگر "حرقوص" ایک جوں کی پشت پر بیٹھ کر خاندان تمیم کی صف میں کھڑے افراد پر حملہ کرے تو سب افراد

لازمی جنگ سے مفرور ہو جائیں گے۔"

"حرقوص" کو "النھیک" بھی کہتے ہیں۔ ایک عربی خاتون نے کہا ہے کہ:

یـا ایھـا الحـر قـوص مهلا مهلا ابـلا اعـطیتـنـی ام نـحـلا

"اے حرقوص ٹھہر جا۔ ٹھہر جا۔ کیا تم نے اونٹ دیا ہے یا شہد کی مکھی؟

ام أنـت شـیء لاتبـالـی الـجهـلا

"یا تو ایک اس طرح کی شے ہے جس کو بے عملی کے عمل کی کوئی فکر نہیں۔"

ابن سیدہ کے مطابق "حرقوص" حرام حیوان ہے۔ اس کا "بھڑ" کی مانند ایک ڈنگ ہوا کرتا ہے جس کی مدد سے یہ کوڑے کی نوک کی طرح کاٹتا ہے۔ اسی بناء پر کہتے ہیں کہ:

"لمن ضرب باطراف السیاط" (جس کو کوڑے سے مارا جائے)۔ اس مثل کا استعمال اس فرد کے لئے ہوتا ہے جس کو "حرقوص" نے کاٹ لیا ہو۔

فوائد: حرقوص سعد تمیمی چھڑی والے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور وہ غنیمت کے مال کے بانٹتے ہوئے حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہا تھا کہ انصاف فرما دیں۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیری ہلاکت ہو۔ اگر میں حق کا فیصلہ نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا۔ اگر میں حق کا فیصلہ نہ کرتا تو تم تباہ ہو جاتے۔ ایک دفعہ اس نے ایک زمین کے بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں مقدمہ کیا تو حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمان دیا تھا کہ ان کے حق کی ادائیگی کر دو۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ "اسد الغابہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ "حرقوص" ابن زہیر سعدی کو کہا کرتے تھے۔ حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات اپنی تصنیف میں تحریر کی ہے۔ حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اور فرمایا ہے کہ ہرمزان فارسی مرتد ہو کر باغی ہو چکا تھا۔ سوا کراد (ایشیا کی ایک ملت) بھی اس کے ہمراہ ہو گئی۔ ایسے ہی اس کے پاس بہت حمایتی افراد مجتمع ہو گئے تھے۔ سو عتبہ بن غزوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک رقعہ ارسال کر کے سارے حالات کی خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو ہرمزان فارسی سے جنگ کرنے کا فرمان دیا اور "حرقوص" کو مومنوں کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا۔ سو "حرقوص" اور ہرمزان کے مابین بہت بڑی جنگ ہوئی اور ہرمزان کو ہار کا سامنا کرنا پڑا اور "حرقوص" نے "سوق اھواز" کو فتح کیا اور اس پر قبضہ جمایا۔ اس لڑائی میں "حرقوص" کا بہت اہم کردار تھا۔ "حرقوص" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک حیات رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس نے جنگ صفین میں بھی شرکت کی اور اس کے بعد یہ خروج کا مرتکب ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شدید مخالف بن گیا تھا۔ جس وقت 37ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوارج کے مابین جنگ لڑی گئی تو "حرقوص" بھی اس میں ہلاک ہو گیا تھا۔

شریعت کا حکم: ''حرقوص'' کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ زمینی کیڑا ہونے کی بناء پر یہ حرام کہلاتا ہے۔

الحریش

''الحریش'' حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''الحریش'' ابلغ سانپ کو کہتے ہیں۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد لغویین کا کہنا ہے کہ ''الحریش'' ایک چار پیروں والا مویشی ہے جس کے شیر کی مانند پنجے ہوا کرتے ہیں اور ماتھے پر ایک سینگ پایا جاتا ہے۔ اس حیوان کو ''کرکدن'' بھی کہتے ہیں۔

ابو حیان توحیدی نے کہا ہے کہ ''الحریش'' بکری کے مساوی ایک مویشی ہوا کرتا ہے جو قوت اور تندی ہونے کے باوجود کاہل رہا کرتا ہے۔ ''الحریش'' کے سر کے وسط میں ایک سخت اور بالکل سیدھا سینگھ ہوا کرتا ہے جس کی مدد سے یہ سارے حیوانات کو مار کر غالب رہتا ہے۔ اسی حیوان کو پکڑنے کے لئے یہ حکمت عملی اپنائی جاتی ہے کہ اس حیوان کے آگے دوشیزہ یا بچی کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جس وقت اس حیوان کی اس پر نظر پڑتی ہے تو دودھ پینے کی غرض سے دوشیزہ کی جانب آتا ہے۔ یہ ایک قدرتی آرزو ہے جو کہ اللہ پاک نے اس حیوان میں پیدا فرمائی ہے جبکہ اکثر و بیشتر دوشیزہ کے دودھ وغیرہ نہیں پایا جاتا مگر اس حیوان کو دوشیزہ کے پستانوں کو چوسنے میں ایک راحت کا احساس ہوا کرتا ہے۔ سو اسی وقت شکار کرنے والا اس حیوان پر حملہ آور ہو کر اس کو رسیوں میں باندھ لیا کرتا ہے۔ اس حیوان کو شکار کرنے کی یہی حکمت عملی ہے۔

شریعت کا حکم: ''الحریش'' کے بارے میں شریعت کا فرمان یہ ہے کہ اگر ''حریش'' سانپ کی قسم ہو یا پھر حیوان ہو اس کا تناول کرنا حرام ہے اس لئے کہ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر درندے کو جو کہ چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہے اس کو تناول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

خواص: 1۔ جس فرد کو ''خناق'' کا مرض لاحق ہو تو وہ ''الحریش'' کا لہو نوش کر لے تو صحت یاب ہو جائے گا۔

2۔ قولنج کے مرض میں مبتلا فرد کے لئے ''الحریش'' کا گوشت تناول کرنا نہایت فائدہ مند ہے۔

3۔ اگر کسی نس سے لہو نکل رہا ہو تو اس حصے پر ''الحریش'' کی پستان لگائیں تو لہو نکلنا رک جاتا ہے۔

الحسبان

''الحسبان'' ٹڈی کو کہا جاتا ہے اور اس کے واحد کے لئے ''حسبانۃ'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

الحساس

''الحساس'' چھوٹی مچھلیوں کو کہا جاتا ہے۔

الحسل

''الحسل'' گوہ کے طفل کو کہتے ہیں۔اس کی جمع کے لئے''احسال''''حسول''''حسلان''اور''حسلة'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت گوہ کا طفل انڈے سے خارج ہوتا ہے تو اس لمحے اس کو ''الحسل'' کہا جاتا ہے۔اسی کے لئے گوہ کی کنیت''اُبو حسل'' کہلاتی ہے۔

شرعی حکم: گوہ کے طفل کے متعلق شریعت کا فرمان اس کے والد کی مانند ہے۔

ضرب المثل: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ تم ''حسل'' گوہ کے طفل کی حیات نہیں پاسکتے اس لئے کہ اس کی حیات بے حد طویل ہوا کرتی ہے۔سو عجاج شاعر کہتا ہے کہ:

انك لو عمرت عمر الحسل او عمر نوح زمن الفطحل

''اگر تجھ کو گوہ کے طفل کی حیات کی طرح زندگی مل جائے یا حضرت نوح علیہ السلام کے جتنی طویل حیات حاصل ہو جائے۔''

والصخر مبتل كطين الوحل كنت رهين هرم وقتل

''اور اگر پتھر کیچڑ کی مانند آب ٹپکانے لگیں تو اس کے بعد تم ضعیفی اور موت کے شکنجے میں ہو گئے۔''

''ہربز'' کے وزن پر''الفطحل'' اس کا مفہوم وہ دور ہے جس وقت بشر کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور اس دور میں پتھر گداز ہوا کرتے تھے۔

الحسیل

''الحسیل'' گھریلو گائے کے طفل کو کہتے ہیں۔اس کے علاوہ واحد اور جمع کے لئے بھی انہی کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کے مادہ کے لئے''الحسیلة'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا گمان صرف شبہ ہے اور درست قول یہ ہے کہ ''الحسیل'' کا واحد''الحسیلة'' ہے اور عربی افراد سے یہی سماعت کیا گیا ہے۔''کفایۃ المتحفظ'' میں تذکرہ ہے کہ کہ''الحسیل'' کے واحد کے لئے''الحسیلة'' اور جمع کے لئے''حسائل'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

حسون

''حسون'' یہ ایک اس طرح کا پرندہ ہے جو لال' زرد' سفید' کالا نیلگوں اور ہرے رنگ کا ہوا کرتا ہے۔اندلس کے رہنے والوں کے مطابق اس کا اسم''ابوالحسن'' ہے اور مصر والے اس کو''ابوزقایۃ'' کہا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اکثر زاء کو سین سے تبدیل کر کے''ابوسقایۃ'' کہا کرتے ہیں۔یہ پرندہ تربیت کو قبول کر لیا کرتا ہے۔مثال کے طور پر یہ پرندہ سمجھ لیا کرتا ہے کہ دور

کے شخص سے کوئی شے لے کر اپنے آقا کے پاس لے کر آتا ہے۔
شریعت کا حکم: اس پرندے کے بارے میں شریعت کا فرمان وہی ہے جو عام چڑیوں کا ہوا کرتا ہے۔ اس کو تفصیل سے ''باب العین'' میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

الحشرات

"الحشرات" یہ وہ چھوٹے چھوٹے حیوان ہوا کرتے ہیں جو زمین پر رینگ کر چلتے ہیں۔ ''حشرۃ'' اس کا واحد ہے۔ ابن ابی اشعث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سارے حیوان ''زمینی'' ہیں اس لئے کہ یہ حیوان زمین سے الگ نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی یہ فضا اور آب میں جایا کرتے ہیں۔ یہ حیوان اپنے سوراخوں اور ارض کے اندر ہی پناہ گزین ہوا کرتے ہیں۔ ان حیوانات کو نہ آب کی حاجت ہوا کرتی ہے اور نہ ہی مہک سونگھنے کی۔ ان حیوانات میں سانپ' چوہے' یربوع' گوہ' گرگٹ' سیہی' بچھو' گبریلا' چھپکلی' چیونٹی' کیڑے مکوڑے اور کئی طرز کے حیوان کا شمار ہے۔ ان حیوانات کے سوا کوئی دوسرے حیوانات کا تذکرہ آگے کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

فوائد: اللہ پاک کے اس فرمان "أُولَـٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ" (یہی افراد ہیں جن پر اللہ پاک کی لعنت ہے اور لعنت بھیجنے والوں پر بھی لعنت ہے) کے بارے میں مجاہد نے کہا ہے کہ ''اللاعنوان'' کا مفہوم زمینی کیڑے اور مویشی ہیں۔ اس لئے کہ علماء سوء اور علم کو پوشیدہ کرنے والوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ زمینی کیڑے قحط کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ اس بناء پر یہ سارے حیوان علماء سوء کے لئے بددعا کیا کرتے ہیں اور ان پر لعنت کیا کرتے ہیں۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس آیت مبارکہ کے بارے میں یہ نکتہ چینی کی جائے کہ غیر ذوی العقول کے لئے ذوی العقول کی جمع کے صیغہ کا اطلاق کیوں ہوا ہے تو اس بات کا جواب ہے کہ ادھر غیر ذوی العقول کے کام کی اسناد بیان کی گئی ہے اس بناء پر اس طرح کیا گیا ہے جس طرح کہ سورۂ یوسف میں ارشاد ربانی ہے۔ "رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ" جبکہ قاعدہ کے لحاظ سے "ساجدات" ہونا چاہئے تھا۔ ایسے ہی دوسری جگہ پر ارشاد ہے کہ "وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا" جبکہ یہ بھی اصول کے برخلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ "لاعنون" کا مفہوم جنوں اور بشر کے سوا ساری مخلوقات ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ملائکہ کے سوا ساری مخلوقات ہیں۔

شرعی حکم: زمینی کیڑوں کے شریعت کے فرمان کے بارے میں حضرت امام احمد' حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام داؤد رحمۃ اللہ علیہم کے مطابق ان کو تناول کرنا حرام ہے اور ان کی فروخت بھی درست امر نہیں ہے۔ مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ''الحشرات'' کا تناول کرنا حلال ہے اور استدلال کے لئے اس آیت مبارکہ کا استعمال کرتے ہیں:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً (سورۃ الانعام۔ آیت:145)

(فرمادو کہ میں اس وحی میں جس کا نزول مجھ پر ہوا ہے کسی شے کو تناول کرنے پر حرام نہیں پاتا جو اس کو تناول کرے

لیکن یہ کہ وہ مرا ہوا ہو یا بہتا ہوا لہو ہو یا سور کا گوشت۔)

اس کے علاوہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک سے بھی برہان کرتے ہیں۔ ''حضرت قلب بن ربیعہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتا تھا مگر میں نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ''الحشرات'' کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی قول ساعت نہیں کیا۔'' (رواہ ابوداؤد)

القلب

"القلب" (تا مفتوحہ اور لام مسکورہ کے بعد باء کے ہمراہ) شعبہ نے اسے ثاء سے پڑھ رکھا ہے اور اکثر ثاء اور تاء کے بین بین استعمال کیا ہے۔ ''ابو القام'' اس کی کنیت کہلاتی ہے۔ ان کے فرزند حلقام ان سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ''تلب'' حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور گزارش کی کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللّٰھم اغفر للقلب والرحمۃ'' اور ان کلمات کو تین بار فرمایا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء کرام اللہ پاک کے اس ارشاد ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ'' سے دلائل کرتے ہیں۔ عربی لوگ زمینی حشرات کو خبائث میں شامل کیا کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور باقی حضرات بھی اس حدیث پاک کو بطور دلیل استعمال کرتے ہیں کہ ''حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ حیوانات میں سے پانچ حیوان اس طرح کے ہیں کہ ان میں سے ہر کوئی خباثت والا ہے۔ ان کو حلال وحرام اور ہر جگہ ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ کوا' چیل' بچھو' چوہا اور پاگل کتا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبریلوں کو ہلاک کرنے کا فرمان دیا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور باقی علماء کرام یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ:

''قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ ''جن اشیاء کو تم تناول کرتے ہو اور پاک جانتے ہو' ان میں سے کسی کے بارے میں بھی حرام ہونے کا فرمان نہیں اترا ہے''۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الوسیط'' میں تحریر کیا ہے کہ ''الحشرات'' میں سے محض گوہ کو تناول کرنا درست اور حلال ہے۔ ایسے ہی ''یربوع'' ''ابن عدس'' ''ام حبین'' ''سیہی'' وغیرہ کو بھی اسی فرمان میں رکھا گیا ہے۔ ان کے بارے میں تفصیلی بحث ان کے ابواب میں ہوگی۔ انشاء اللہ۔

الحشو والحاشیة

"الحشو والحاشیة" اونٹ کے چھوٹے اطفال کو کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی بشر (انسان) کے چھوٹے اطفال کے لئے بھی ان ہی کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

الحصان

"الحصان" (گھوڑا) اس کا یہ نام رکھنے کا سبب علماء کرام نے یہ تحریر کیا ہے کہ کیونکہ اس کا نطفہ بچاؤ میں ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اعلیٰ گھوڑی کے سوا اور کسی سے بھی جفتی نہیں کیا کرتا۔ اس بناء پر اس کا اسم "الحصان" تجویز کیا گیا ہے۔

حدیث پاک میں "الحصان" کا ذکر: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص سورۃ کہف کی تلاوت کرنے میں مصروف تھا اور اس کے ایک طرف گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ یکا یک ایک بادل نے چھاؤں کی اور دھیرے دھیرے اس تلاوت کرنے والے فرد کے پاس ہونے لگا۔ اس کا گھوڑا ابدکنے لگا۔ جس وقت سویرہ ہوئی تو اس شخص نے حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعے کا ذکر کیا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینت تھی جس کا نزول قرآن پاک کی تلاوت کرنے پر ہوا کرتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تلاوت کرنے والے شخص حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ (رواہ البخاری ومسلم والترمذی)

بنی اسرائیل کا واقعہ: تاریخ کی تصنیفات میں اس وقوعے کا ذکر ہوا ہے کہ فرعون کو بحر قلزم میں داخل ہونے سے گھبراہٹ ہو رہی تھی اور وہ ادہم گھوڑے پر بیٹھا تھا اور اس کے گروہ میں کوئی گھوڑی موجود نہیں تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جفتی کی گھوڑی پر سواری کرتے ہوئے آئے اور ان کی وضع قطع اس عالم میں ہامان کی تھی۔ لہٰذا آپ علیہ السلام گھوڑی کو لئے ہوئے ہی دریا میں چلے گئے۔ فرعون کا گھوڑا بھی اس کی پیروی میں دریا میں چلا گیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس قافلے کے عقب سے اسے بحر قلزم کی جانب دھکیلنے کا کام کر رہے تھے۔ سو جس وقت وہ سارے کے سارے بحر قلزم میں چلے گئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بحر قلزم سے باہر آ گئے تو بحر قلزم اپنی پہلے والی کیفیت میں آ گیا۔ سو بحر قلزم نے اس سارے قافلے کو غرق کر ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سات لاکھ ستر ہزار لوگ تھے۔ مگر عمرو بن میمون کا کہنا ہے کہ چھ لاکھ کی تعداد میں تھے۔ اس کے علاوہ اکثر علماء کرام نے چھ لاکھ بیس ہزار کی تعداد تحریر کی ہے اور اس میں ساٹھ اور بیس برس کے لوگوں کو شامل نہیں کیا گیا اور جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بہتر ہزار آدمی اور خواتین بھی موجود تھیں۔ سو جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے چلنے کا عزم فرمایا تو اللہ پاک نے ان کو تیہ کے مقام میں ڈالا۔ ان کو علم نہیں تھا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں؟ بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ضعیف لوگوں کو طلب کیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو بنی اسرائیل کے مشائخ کہنے لگے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

اپنے انتقال کے لیے اپنے برادران سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ انہیں تنہا چھوڑ کر مصر سے باہر نہیں نکلیں گے۔ پس وہ مصر سے جانے ہی لگے تھے کہ ان کی راہ بند کر دی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان مشائخ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے مدفن کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کس مکام پر ہے مگر انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بہر حال پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کروا دیا اللہ پاک ہر اس فرد سے حساب لے گا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے مدفن کے مقام سے واقف ہے مگر مجھ کو اس سے آگاہ نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ جو اس بارے میں واقفیت نہیں رکھتا' وہ میری آواز سماعت نہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دو افراد کے قریب سے گزر ہوا مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آواز سماعت نہیں کی۔ حتیٰ کہ ایک ضعیف خاتون نے سماعت کیا۔ وہ خاتون کہنے لگی کہ اگر میں تم کو حضرت یوسف علیہ السلام کے مدفن کے بارے میں آگاہ کر دوں تو میں آپ سے جو بھی شے مانگوں گی کیا تو وہ مجھ کو دے دو گے؟ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس خاتون کو منع کر دیا اور فرمایا کہ جس وقت تک میں اپنے اللہ پاک سے اجازت نہ لوں میں تیرے سے عہد نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک نے فرمان دیا کہ وہ خاتون جو بھی مانگے اس کو دے دو۔ وہ ضعیف خاتون کہنے لگی کہ بوڑھے پن کی وجہ سے میں چلنے سے معذور ہوں۔ تم مجھ کو اٹھا کر اس شہر سے باہر لے جاؤ۔ یہ تو اس جہاں کے بارے میں سوال تھا اور دوئم سوال اخروی زندگی کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بہشت کے کسی بھی مرتبے میں داخل نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ میں آپ کے ہمراہ نہ ہو جاؤں۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ضعیف خاتون کی شرطوں کو مان لیا۔ وہ خاتون کہنے لگی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا مدفن دریائے نیل کے وسط میں ہے۔ آپ دعا گو ہوں حتیٰ کہ اللہ پاک اس مقام سے پانی کو دور کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ پاک نے دعا کو قبولیت بخش کر اس مقام سے پانی دور کر دیا۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا بھی مانگی کہ فجر کے وقت (مطلب صبح نموار ہونے کا وقت) ان لمحات تک روکے رکھا جائے یعنی اس میں تاخیر کی جائے جس وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کے سلسلے میں سے فارغ ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مقام کی کھدائی شروع کر دی اور وہ صندوقچہ باہر نکال لیا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا بدن مبارک حفاظت میں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس صندوق کو اپنے ہمراہ لے آئے اور ملک شام میں دفنا دیا۔ اللہ پاک نے بنی اسرائیل کی راہ کھول دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ ادھر سے چل پڑے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان سب کے آگے آگے تھے۔ دوسری طرف فرعون (لڑائی کی) تیاریاں کر رہا تھا۔ اس نے اپنی ملت کو اکٹھا کیا اور ان کو فرمان دیا کہ مرغ کی آواز سننے کے بعد (مطلب صبح تڑکے) بنی اسرائیل کے پیچھے نکل جائیں۔ حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بخدا! اس شب مرغ کی آواز سنائی ہی نہ دی۔ سو فرعون بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے کروڑوں کا لشکر لے کر نکل پڑا تھا۔ اس کے ''مقدمتہ الجیش'' کی رہنمائی ہامان کے حوالے تھی۔ فرعون کی فوج میں ستر ہزار کے قریب گھڑ سوار موجود تھے۔ حضرت امام علامہ محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرعون کے قافلے میں ایک لاکھ گھوڑے اور ستر ہزار گھڑ سواری کرنے والے تھے اور فرعون کے آگے ایک لاکھ تیر اندازوں' ایک لاکھ نیزہ بازوں اور ایک لاکھ عمود والوں کے دستے موجود تھے۔ اس کے علاوہ بحر قلزم کا پانی زیادہ ہونے کی بناء پر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سو جس وقت فرعون بنی اسرائیل کے پاس پہنچ

گیا تو آفتاب کی روشنی پھیل چکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ والے افراد گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول فرمایا اور اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان دیا کہ اپنے عصا کو سمندر میں مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمان کی تکمیل کی تو بحر قلزم میں بارہ راستے نمایاں ہو گئے اور ہر قبیلے کے لئے ایک مستقل راہ بن گئی تھی۔ اس کے علاوہ ہر راہ کے وسط میں پانی پہاڑ کی مانند کھڑا ہو گیا تھا۔ اللہ پاک نے ہوا اور سورج کی مدد سے پانی کو سکھا دیا۔ بنی اسرائیل کا ہر قبیلہ ایک ایک راہ سے سمندر میں چلا گیا۔ کیونکہ ہر راہ کے وسط میں پانی ایسے کھڑا تھا کہ ایک قبیلہ دوسرے کو دیکھ نہیں پاتا تھا۔ اس بناء پر سارے قبیلے ڈر گئے کہ ہم لوگوں کے دوسرے برادران ڈوب گئے۔ سو اللہ پاک نے پانی کو پھٹ جانے کا فرمان دیا تو پانی میں اس طرح کھڑکیاں نمودار ہو گئیں کہ ہر قبیلہ دوسرے کو دیکھ اور سن سکتا تھا۔ اسی طریقے سے بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو خیر و عافیت سے پار کر لیا۔ اللہ پاک نے اسی سانحے کو ذہن نشین کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"فَأَنْجَيْنٰكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" (سورۃ البقرۃ)

لہٰذا ہم نے تم کو چھٹکارا دلایا اور آل فرعون کو ہلاک کر دیا اس عالم میں کہ تم یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔

جس وقت بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر لیا تو فرعون بحر کے پاس آیا تو اس میں انتشار برپا تھا۔ فرعون نے اپنی فوج سے بولا کہ دیکھو کہ میری دہشت سے سمندر پھٹ چکا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے ان خادموں کو پکڑ لیا ہے جو بھاگ کر آ گئے تھے۔ اب تم پانی میں چلے جاؤ مگر فرعون کی فوج کو پانی میں جانے سے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ فرعون سے کہنے لگے آپ تو رب ہیں اس لئے پہلے آپ اس دریا میں جائیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا میں داخل ہوئے ہیں۔ سو فرعون گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قافلے میں کسی گھوڑی کا وجود نہیں تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جفتی کی خواہاں گھوڑی پر بیٹھ کر فرعون کے قافلے کے آگے آ گئے اور دریا میں چلے گئے۔ جس وقت فرعون کے گھوڑے کو اس کی بو آئی تو وہ بھی اس گھوڑی کے عقب میں دریا میں چلا گیا۔ سو فرعون عاجز ہو گیا۔ اس عالم میں کہ فرعون کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فرعون کے عقب میں ہی اس کی ساری فوج بھی دریا میں داخل ہو گئی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے عقب سے آئے اور فوج کو کہنے لگے کہ اپنے ساتھی افراد کے ساتھ مل جاؤ اور ساروں کو دریا میں دھکیلے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ساری فوج دریا میں داخل ہو گئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ان سب سے قبل ہی بحر قلزم سے باہر آ گئے۔ اللہ پاک نے بحر قلزم کو فرمان دیا کہ فرعون کو غرق کر دے۔ دریا اپنی اصلی کیفیت میں لوٹ آیا اور دریا نے ساروں کو ہلاک کر دیا۔ بحر قلزم کے دونوں کناروں کے مابین چار فرسخ کا فاصلہ تھا۔ سو بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارے سے فرعون اور اس کی فوج کی اس کیفیت کا نظارہ کر رہے تھے۔ اسی بناء پر ارشاد ربانی ہے کہ:

"وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ"۔ کہتے ہیں کہ جس دریا میں فرعون اور اس کی فوج غرق ہوئی اس کو 'بحر قلزم' کہا جاتا ہے۔ یہ ''بحر فارس'' کا ایک کنارہ کہلاتا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ بحر ہے جو مصر کے نزدیک موجود ہے۔ اس کا دوسرا نام 'اساف' ہے اور یہ

ایک حقیقت ہے کہ فرعون کفر کی کیفیت پر ہلاک ہوا ہے مگر اکثر افراد اس کے برخلاف کہتے ہیں۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان کا قول توجہ کے لائق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

عبدالملک بن مروان کا ذکر: ابن خلکان نے تحریر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جس وقت حضرت مصعب بن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے جانے کا عزم کیا تو اس کی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ یہ کہنے لگی کہ وہ خود لڑنے کے لئے نہ جائیں اور کسی دوسرے کو ماتحت بنا کر بھیج دیں اور اس نے اس معاملے میں بہت بحث کی۔ سو جس وقت عبدالملک بن مروان نے اپنی زوجہ کا کہنا نہ مانا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ سو اس کے نزدیکی افراد بھی اس کی بڑائی کی بناء پر اشکبار ہو گئے۔ پس عبدالملک کہنے لگا کہ اللہ پاک کثیر شاعر کو ہلاکت دے۔ گویا کہ وہ شعر لکھتے ہوئے اس واقعہ کو ملاحظہ کر چکا تھا۔

اذا ما اراد الغزو لم یثن همه　　　حصان علیها نظم ذر یزینها

''جس وقت کوئی قتال کا عزم کرے مگر اس میں اس کی قوت نہ ہو اور قتال کے لئے گھوڑوں کا بندوبست بھی نہ ہوا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ لڑائی سے باز آ جائے۔''

نهته فلما لم تر النهی عاقه　　　بکت فبکی مما شجاها قطینها

''اور اگر وہ بندوبست کے نہ ہوتے ہوئے بھی لڑنے کے لئے جائے گا تو اس کے بعد اس لڑائی کا نتیجہ اس کو بہت مدت تک اشکبار رکھے گا۔''

اور پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی زوجہ کو قسم دے دی کہ وہ منع کرنے سے رک جائے لیکن وہ قتال کے لئے چلا گیا۔ اس قصے کو ابن خلکان نے اعلیٰ اور خوشنما داستانوں میں شامل کیا ہے۔ جیسا کہ مامون الرشید کے اس قصے کو زبردست کہا گیا ہے۔

مامون الرشید کا ذکر: مامون الرشید جس وقت اول شب بسر کرنے کے لئے بوران بنت حسن بن سہل کے پاس گئے تو ان کے لئے کندن سے بنی ایک چٹائی بچھا کر اس پر کئی موتی ڈال دیئے گئے۔ سو مامون الرشید نے جس وقت کئی طرز کے موتیوں کو چٹائی پر دیکھا تو بولا کہ اللہ پاک ابونواس کو ہلاک کرے۔ گویا کہ اس نے یہ کیفیت دیکھ لینے کے بعد یہ شعر لکھا ہے کہ جس میں شراب کے گھڑے کی شباہت دی گئی ہے۔

کان کبری و صغری من فواقعها　　　حصباء درعلی ارض من الذهب

''کبریٰ اور صغریٰ گویا کہ وہ موتی ہیں جن کو ارض پر بکھیر دیا گیا ہے۔''

یہ شعر نقص کے طور پر ابونواس سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ سو ابونواس نے معافی طلب کرتے ہوئے بولا ہے کہ اس شعر میں ''من'' کی کثرت ہے۔ ابوالحسن اخفش نحوی کے مطابق حاجت کے تحت کسی گفتگو میں کسی کلمہ کو بڑھایا جا سکتا ہے اور وہ اس ارشاد باری تعالیٰ سے استدلال کرتے ہیں۔ ''مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ'' اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ ''من جبال فیها برد'' تھا۔

الحصور

"الحصور" یہ وہ اونٹنی کہلاتی ہے جس کے پیشاب کا چھید تنگ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس آدمی کے لئے بھی "الحصور" کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے جو خاتون کے نزدیک نہیں جایا کرتا۔

فوائد: صاغانی نے "العباب" میں تذکرہ کیا ہے کہ میرے سے میرے باپ نے (اللہ پاک ان کو بہشت میں بلند درجات سے نوازے) پانچ سونوے برس قبل کی یہ بات پتہ لگائی اور اس دور میں جوان ہوا کرتا تھا اور خوب عیش بھری حیات گزار رہا تھا۔ میرے والد محترم مجھ کو مفید اور نایاب باتیں اور علم سے آگاہی دیا کرتے تھے اور وہ نہایت نیک بشر تھے۔ میرے والد محترم نے میرے سے عربی لوگوں کے اس فرمان کا مفہوم دریافت کیا کہ:

"قد اثر حصیر الحصیر فی حصیر الحصیر"۔ (بلاشبہ حصیر کو حصیر میں ترجیح سے نوازا گیا)۔ میں نے جواب دیا کہ مجھ کو اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ میرے والد محترم نے جواب میں فرمایا کہ اول حصیر کا مطلب "البادیہ" دشت ہے۔ دوئم حصیر کا مفہوم قید، سوئم حصیر کا مفہوم پہلو اور چوتھے کا شہنشاہ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بڑی شے کو ترک کر کے چھوٹی اشیاء کے پیچھے پڑا رہا۔

حضاجر

"حضاجر" بجو کو کہتے ہیں اور نر و مادہ دونوں کے لئے اس ایک لفظ کا ہی اطلاق ہوا کرتا ہے۔ اس کے پیٹ کے کھلا (بڑا) ہونے کی بناء پر اس کو "حضاجر" کہتے ہیں اور یہ اسم معرفہ ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ:

هلا غضبت لرحل جارك   اذ تنبذه حضاجر

"تم کو اپنے ہمسائے کے اس کام پر طیش کیوں نہیں آیا جبکہ وہ تمہاری جانب "بجو" پھینک رہا تھا۔"

ابن سیدہ اس شعر کو ایسے ہی پڑھتے ہیں مگر حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی سی تبدیلی کے ہمراہ "**هلا غضبت لجار بيتك**" پڑھ رکھا ہے۔ حضرت امام سیرانی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ "بجو" کے لئے "حضاجر" کے لفظ کا جمع مبالغہ کے لئے ہوا ہے اور حضرت امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ہم نے عربوں کو "وطب" "حضجر" "اوطب" اور "خضاجر" بولتے ہوئے سماعت کیا ہے۔ اس بناء پر یہ لفظ معرفہ و نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس لفظ کا واحد کے لئے اطلاق ہوا ہے جبکہ صیغہ جمع کا ہے۔ علامہ صاحب نے اپنی تصنیف "کافیہ" میں تحریر کیا ہے کہ یہ اسم علم اور نقل عن الجمع ہے۔ اس بناء پر یہ غیر منصرف ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہی توجیہ زیادہ بہتر لگتی ہے۔ (واللہ اعلم)

الحضب

"الحضب" (اژدھا) اکثر علماء کرام کے مطابق مختصر اور سفید رنگ کے سانپ کے لئے "الحضب" کے لفظ کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

الحفان

"الحفان" چارٹانگوں والے مویشیوں کے اطفال کو کہتے ہیں۔ اس کے واحد اور نر و مادہ کے لئے محض ایک ہی لفظ "حفانة" کا ہی اطلاق ہے۔ اکثر اوقات اونٹ کے اطفال کو بھی "الحفان" کہتے ہیں۔

الحقم

"الحقم" ایک اس طرح کا پرندہ ہوتا ہے جو کبوتر سے مشابہت رکھتا ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق کبوتر کو ہی "الحقم" کہتے ہیں۔

الحلزون

"الحلزون" یہ وہ حشرات ہیں جو سمندر اور دریاؤں کے ساحل پر موجود چھوٹی چھوٹی نالیوں میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ حشرات غذا کو ڈھونڈنے کے لئے اپنا نصف جسم باہر نکال کر دائیں بائیں روزی ڈھونڈتے ہیں۔ سو اگر گداز مٹی اور رطوبت کا احساس کریں تو اس میں آکر روزی لیتے ہیں اور اگر خشکی اور سخت ہونے کا احساس کریں تو پھر باہر نہیں آیا کرتے بلکہ اپنے جسم کی مناسبت سے اپنی رہائش گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ان کا سائز بڑا ہوتا رہتا ہے تو ان کا گھر بھی اسی مناسبت سے بڑا ہوتا رہتا ہے۔

شرعی حکم: "الحلزون" کے بارے میں شریعت کا فرمان ہے کہ خبیث ہونے کی بناء پر یہ حرام ہے اور حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیپ کو استعمال کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ حشرات بھی سیپ ہی کی مانند ہیں۔ ان میں سے اکثر حشرات کو "الدنیلس" بھی کہتے ہیں۔ اس کو "باب الدال" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

الحلكة والحكاء والحكاء والحلكى

(حاء میں پیش، زبر، زیر تینوں کا استعمال درست ہے) یہ چھپکلی کی طرح کا ایک حیوان ہے جو کہ ریت میں رینگتے ہوئے چلا کرتا ہے۔

الحلم

"الحلم" چیچڑی کو کہتے ہیں۔ اس کے واحد کے لئے "حلمۃ" کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ جوں کی طرح کا ہوا کرتا ہے۔ اس کا تذکرہ "القراد" کے موضوع سے پیش کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ "الحلم" اس کیڑے کو بھی کہا جاتا ہے جو بکری کی چمڑی کے بالائی حصے پر اور اندر پایا جاتا ہے اور چمڑی کے اس حصے کو کمزور کر دیا کرتا ہے۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ "حلم الادیم" اور ولید بن عقبہ بن ابو معیط کا شعر بھی اس پر استدلال کرتا ہے:

فانك والكتاب الى على　　　كدابغة وقد حلم الاديم

"تیری اور تصنیف کی کیفیت اس طرح کی ہے گویا کہ چیچڑی چمڑے سے چمٹ گئی ہو۔ (مطلب سدا پڑھنے میں مشغول رہتے ہو)"۔

ابن سکیت کے مطابق "الحلم" دیمک کو کہا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں "الحلم" کا ذکر: حدیث پاک میں بیان ہے کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری کے کان سے چیچڑی چھڑانے کی ممانعت فرماتے تھے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز ادا کروائی تو اپنے جوتوں کو اتار کر بائیں جانب رکھ دیا۔ جس وقت لوگوں نے غور کیا تو پھر ان سب نے بھی اپنے جوتوں کو اتار کر رکھ دیا۔ جس وقت نماز ادا ہوگئی تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے جوتے اتار کر کیوں رکھ دیئے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ اے اللہ کے نبی ہم نے آپ کی تقلید میں جوتوں کو اتار دیا تھا۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو اس بناء پر اپنے جوتے اتار دیئے تھے کہ مجھ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی تھی کہ جوتوں میں "چیچڑی" کا لہو لگا ہوا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک میں "دم" لہو سے مراد عام لہو ہے جو معاف کیا گیا ہے مگر حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین کی ناپاکی سے بچاؤ کے لئے جوتے اتارے تھے۔

مشکل: علماء کرام نے کتے اور خنزیر کے لہو کے سوا ہر اس لہو کو جو عام ہو اور بہانہ کرے عام مقرر کیا ہے۔ کتے اور خنزیر کا لہو ناپاک ہے۔ اس بناء پر اسے عام نہیں کہا گیا۔ اس کے علاوہ جو لہو گوشت اور ہڈیوں پر باقی رہ جاتا ہے وہ پاکیزہ ہے۔ عموم بلویٰ کے لحاظ سے۔ بہت تھوڑے افراد اس طرح کے ہیں جو اس مسئلے سے معترض ہوئے ہیں۔ حضرت امام ابو اسحٰق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے ایک بڑے گروہ سے اس قول کو نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے لہو میں کوئی برائی نہیں ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات نے اور تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ گوشت اور ہڈی پر جو لہو لگا رہ گیا ہو اس کا رنگ ہر چند کہ گوشت پر بھی لگ جائے پھر بھی یہ معاف ہے۔

حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ماننا ہے اور وہ اس آیت کو بطور استدلال استعمال کرتے ہیں:

"اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا"

اس آیت مبارکہ میں دم مسفوح تناول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور دم مسفوح بہتے ہوئے لہو کو کہتے ہیں۔

امام اصمعی نے فرمایا ہے کہ چیچڑی جس وقت چھوٹی ہوا کرتی ہے تو "قمقامہ" کہلاتی ہے اور پھر "حمنانۃ" اور پھر "قرد" کے اسم سے پکاری جاتی ہے۔ اس کے بعد جس وقت مکمل بالغ ہو جایا کرتی ہے تو پھر اسے "الحلم" کہتے ہیں۔

ابو علی فارسی شاعر کہتا ہے کہ:

وما ذكر فان يكبر فانثی　　　شديد الازم ليس له فروس

"اور سبق حاصل نہیں کیا جبکہ گوشت کا سخت ٹکڑا منہ میں دبایا ہوا ہے اس عالم میں کہ داڑھ کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

بعض علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "فرس" کی جمع "افراس" ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سارے دانت "افراس" اور "انیاب" کے سوا مؤنث استعمال ہوا کرتے ہیں۔

شرعی حکم: "الحلم" گندا اور غلیظ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کو "باب القاف" میں مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

ضرب الامثال: عربی لوگ کہا کرتے ہیں "قرادان فما بال الحلم"

(جس وقت دو چیچڑیاں ہوں تو پھر صبر کس طرح کیا جا سکتا ہے)۔ اور عربوں کے اس قول کا بھی یہی مفہوم ہے۔

"استنت الفصال حتی القرعی"

(اونٹ کا طفل بھی بالغ ہو گیا۔ حتیٰ کہ چیچڑیاں بھی بالغ ہو گئیں)۔

اس کا معنی یہ ہے کہ چھوٹے اور لاغر افراد بھی مقابلہ کے لئے دوبدو ہو گئے۔

الحمار الاهلی

"الحمار الاهلی" (گھریلو گدھا) "حمیر" "حمر" اور "احمرۃ" کے کلمات کا اطلاق اس کی جمع کے لئے ہوا کرتا ہے۔ "حمیر" اس کی تصغیر ہوا کرتی ہے۔ توبتہ بن حمیر صاحب لیلیٰ کا اسم اس سے ہی ہے۔ "ابو صابر" اور "ابو زیاد" اس کی کنیت کہلاتی ہیں۔

جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ:

زياد لست أدری من أبوه　　　ولكن الحمار أبو زياد

''زیاد کے بارے میں مجھ کو علم نہیں کہ اس کا والد کون ہے مگر مجھ کو یہ ضرور خبر ہے کہ گدھا ''ابوزیاد'' ہے۔''

اس کے علاوہ گدھی ''ام محمود'ام تولب'ام جحش'ام نافع'ام وہب'' کہلاتی ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کوئی جانور اس طرح کا نہیں ہے کہ جو اپنے غیر جنس پر جفتی کا مرتکب ہو۔ لیکن گدھا اور گھوڑا اس طرح کے حیوان ہیں جو باہم جفتی کیا کرتے ہیں۔ گدھے کی عمر جس وقت تین برس ہو جائے تو وہ جفتی کر سکتا ہے۔ گدھے اور گھوڑی کے ایک دوسرے سے جفتی کرنے سے ایک اس طرح کی قسم کی ولادت ہوا کرتی ہے جس میں بے حد وزن اٹھا لینے کی اہلیت ہوتی ہے اور برصغیر میں اس کو ''خچر'' کے اسم سے جانا جاتا ہے۔ گدھے کی ایک انوکھی خصلت ہے کہ جس وقت اس کو شیر کی بو آ جائے تو وہ شدید ڈر کی بناء پر متفکر ہو جاتا ہے۔ گدھے کی اسی خصلت کی بدولت حبیب بن اوس طائی نے عبدالصمد بن معدل کی برائی میں یہ شعر بیان کیا ہے:

أقدمت ويحك من هجوى على خطر　　　والعير يقدم من خوف على الاسد

''تیرا بیڑہ غرق ہو کیا تیری آمد ہو گئی اور تم نے میرے قلب پر وار کر دیا اس لئے کہ گدھا شیر پر اس لمحے حملہ آور ہوتا ہے جس وقت وہ شیر سے ڈر میں مبتلا ہو۔''

گدھے کی صفات اور برائی میں افراد کی کئی قسم کی باتیں اور فرمودات ہیں۔ سو خالد بن صفوان اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی گدھے کی سواری کو تر کی گھوڑوں کی سواری پر فضیلت دیا کرتے تھے۔ خالد بن صفوان ایک دفعہ گدھے پر سواری کر کے بصرہ کی جانب روانہ تھے کہ راہ میں بصرہ کے نیکوکار افراد سے میل ہوا۔ وہ بولے کہ اے صفوان یہ کیا ہے؟ خالد بن صفوان نے جواب دیا کہ یہ ایک پالا ہوا گدھا ہے جو کہ صحیح النسل ہوتے ہوئے بھی میرے بوجھ اٹھانے کے کام کو سرانجام دیتا ہے اور اکثر میں اس پر سواری کر کے پرخطر راستوں سے گزرا کرتا ہوں۔ یہ گدھا بہت تھوڑا مرض میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے معالجے کے بھی بہت تھوڑے خرچ ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ گدھا مجھ کو ستم اور فتنہ سے امان میں رکھتا ہے۔ ایسے ہی فضل بن عیسیٰ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں گدھے پر سوار ہوتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ گدھا سب سے سستا اور محنت کرنے والا اور مفید حیوان ہے۔ فضل بن عیسیٰ کی گفتگو کو عربی شخص نے سماعت کیا تو وہ فضل بن عیسیٰ سے کہنے لگا کہ گدھے کی سواری سب سے بڑی ہے۔ اور گدھے کی سب سے بڑی مذمت یہ ہے کہ اس پر بیٹھ کر نہ تو جہاد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی خاتون کے مہر میں اس کی ادائیگی کی جا سکتی ہے اور گدھے کی آواز بے حد کراہت والی ہے۔

امام زمخشری نے فرمایا ہے کہ عرب میں یہ قانون ہے کہ جس وقت کوئی کسی کی برائی کرتا ہو تو اس کی مثل گدھے سے دی جاتی ہے اور عربی افراد گدھے کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے اور اگر کبھی حاجت کے وقت گدھے کا نام بھی لینا پڑے تو اس کی کنیت کا اطلاق ہوتا ہے یا پھر کہا جاتا ہے ''الطویل الاذنین'' (طویل کانوں والا)۔ بلاشبہ عرب کے لوگ اس امر کو تہذیب کے خلاف گردانتے ہیں کہ شریفوں کی محفل میں گدھے کا نام لیا جائے اور گدھے پر سوار ہونا بھی اچھا نہیں سمجھتے۔

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''المروأۃ'' کا مفہوم ''انسانیت'' ہے۔ ابن فارس کے مطابق ''المروأۃ''

کا مطلب ''مردانگی'' ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''المروأۃ'' وہ فرد ہوتا ہے جو خود کو فحش باتوں سے بچا کر رکھے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''المروأۃ'' وہ فرد ہوتا ہے جو اپنے دور اور اپنے وطن کے افراد کی چال چلے اور ان کی خاصیتوں کو اپنائے۔
حضرت امام داری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''المروأۃ'' کا اعتبار پیشہ کی نسبت سے ہوا کرتا ہے اور اکثر اصحاب کے مطابق ''المروأۃ'' دینی آداب کہلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر چیخنا یا فقیر کو جھڑک دینا' طاقت ہوتے ہوئے بھی نیک امور سرانجام نہ دینا' زیادہ ہنسنا اور قہقہے لگانا وغیرہ۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''الحمار'' کا ذکر: صحیحین اور حدیثوں کی کئی کتابوں میں ذکر ہوا ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جو فرد امام سے قبل ہی اپنا سر سجدے سے اٹھا لے' خوف ہے کہ اللہ پاک کہیں اس کی صورت اور سر گدھے کی طرح نہ کر دیں۔ (رواہ البخاری ومسلم)
علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک اس نماز ادا کرنے والے کے سر کو (جو امام سے پہلے ہی سجدے سے سر اٹھاتا ہے) گدھے کا سر بنا دیں گے۔ واللہ اعلم۔
سو اس حدیث میں مسخ کے جائز ہونے اور واقع ہونے کا استدلال ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو محفوظ رکھے اور اس طرح اسی لمحے ہو سکتا ہے' جس وقت اللہ پاک کا قہر شدت اختیار کر جائے۔ سو ارشاد ربانی ہے کہ

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اوپر بیان کی گئی حدیث پاک میں صراحتاً اس بات پر استدلال ہے کہ نماز میں سجود' رکوع اور تمام نماز کے ارکان کو امام سے قبل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت تم گدھے کی آواز سماعت کرو تو تم اللہ پاک کی امان مانگا کرو' اس لئے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چیخا کرتا ہے اور جس وقت تم مرغ کی آواز سماعت کرو تو پھر تم اللہ پاک سے اس کا فضل مانگو' وہ اس بناء پر کہ مرغ ملائکہ کو دیکھ کر بولا کرتا ہے۔'' (رواہ البخاری ومسلم وغیرھما)
''باب الدال'' میں مرغ کا موضوع بیان ہوگا۔ انشاء اللہ

ایک انوکھی داستان: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ابن ظفر کی تصنیف ''کتاب النصائح'' میں پڑھا ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ میں اندلیس کے سرحد کے علاقہ میں گیا۔ میں قرطبہ کے ایک بالغ فقیہ سے ملا۔ اس فقیہ کے علمی کلام نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ اس کے بعد ایک روز میں نے یہ دعا کی:
''یامن قال واسألو اللہ من فضلہ'' (اے وہ ہستی! جس کا فرمان ہے کہ اللہ پاک سے اس کا فضل طلب کرو)۔
وہ فقیہ کہنے لگا کہ اس آیت کے بارے میں آپ کو ایک انوکھی داستان نہ سناؤں تو میں نے اجازت دیدی۔ بالغ فقیہ بتانے لگا کہ ہمارے آباؤ اجداد کی نسبت سے یہ داستان نقل ہوئی ہے کہ ہمارے ادھر ''طلیطلۃ'' کے دو راہب جن کی اپنے شہر

میں بہت قدر کی جاتی تھی' کی تشریف آوری ہوئی۔ ان دونوں کو عربی زبان کا علم تھا اور وہ خود کو مومن ظاہر کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ دونوں قرآن پاک اور علم فقہ میں مہارت رکھتے تھے۔ عوام ان دونوں کے متعلق بدگمانی میں مبتلا تھے۔ پھر ہمارے بزرگ افراد نے انہیں اپنے گھر میں مقیم کیا اور ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ وہ دونوں راہب ضعیف تھے۔ سو تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا کافی مدت تک ہمارے گھر رہائش پذیر رہا' اور پھر وہ بھی علالت کا شکار ہو گیا۔ فقیہ نے کہا ہے کہ ایک روز میں نے اس راہب سے دریافت کیا کہ تمہارے مومن ہونے کی کیا وجہ ہے؟ سو اس کو میری بات پسند نہ آئی۔ پھر میں نے دوبارہ بہت اچھے اخلاق سے وہی سوال پوچھا۔ وہ راہب کہنے لگا کہ قرآن والے مطلب مومنوں کا ایک قیدی شخص ایک کلیسہ کا خدمت گار تھا اور ہم دونوں کلیسہ کی خانقاہ میں رہائش پذیر تھے۔ ہم اس مسلمان قیدی سے اپنی چاکری کروانے لگے اور وہ قیدی ہم لوگوں کے پاس ایک لمبی مدت تک رہا۔ حتیٰ کہ ہم نے اس سے عربی زبان کا علم حاصل کر لیا اور ہم کو قرآن پاک کی بعض آیتیں یاد ہو گئیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمان قیدی قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا۔ ایک روز اس قیدی نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی "وَاسْئَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِه" ۔ میں نے اپنے دوسرے راہب ساتھی سے کہہ دیا کہ (جو میرے سے زیادہ دانا تھا) تم نے سماعت کیا کہ یہ آیت کس بات کی طرف مدعو کر رہی ہے؟ لہٰذا اس نے مجھے ڈانٹ دیا۔ اس کے بعد قیدی نے ایک روز اس آیت کی تلاوت کی۔ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (اور فرمایا تیرے خدا نے کہ میرے سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبولیت بخشوں گا)۔ میں نے اپنے ساتھی راہب سے یہ بات کہی کہ یہ آیت اول آیت سے زیادہ کامل ہے۔ دوسرا راہب مجھے کہنے لگا کہ مجھ کو وہ قول زیادہ درست لگتا ہے۔ جو مومن کہا کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس پیغمبر کی خوشخبری دی تھی۔ وہ مومنوں ہی کے پیغمبر تھے۔

پادری نے کہا ہے کہ ایک روز ہم دونوں کھانا تناول کر رہے تھے اور مومن قیدی کھڑا ہو کر ہم کو شراب پیش کر رہا تھا کہ یکا یک میرے گلے میں لقمہ پھنس گیا۔ میں نے قیدی سے برتن پکڑ لیا اور مزید شراب نوش کرنے سے منع کر دیا۔ میں نے اپنے قلب میں کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا پاک آپ کا یہ ارشاد ہے کہ:

"وَاسْئَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِه" اور تیرا ہی ارشاد ہے کہ: "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" اگر یہ پیغمبر جن کی بدولت آپ کے یہ فرمودات نازل ہوئے ہیں حق پر ہیں تو آپ مجھ کو پانی پلا دیں۔ اسی لمحے خانقاہ کی ایک چٹان پھٹ گئی اور اس میں سے پانی جاری ہو گیا۔ سو میں نے چٹان کے پاس جا کر پانی پی لیا۔ جس وقت میری طلب پوری ہوئی تو پانی کا نکاس بند ہو گیا اور مومن قیدی میرے عقب میں کھڑا یہ سب ملاحظہ کر رہا تھا۔ اس کے قلب میں اسلام کے بارے میں وسوسہ پیدا ہوا اور میرے قلب میں اسلام کے لئے شوق اور یقین نے جگہ لے لی۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو بھی اس بات سے آگاہ کیا۔ تو ہم دونوں نے ہی اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے روز وہ مومن قیدی ہم لوگوں کے پاس آ کر عیسائی ہو جانے کی خواہش کرنے لگا۔ ہم نے اس کو ڈانٹ دیا اور خود سے جدا کر دیا اور پھر وہ اسلام سے کنارہ کشی کر کے عیسائی بن گیا۔ ہم دونوں دوست اس سلسلے میں متفکر تھے کہ کسی اور جگہ جا کر خلوص سے اسلام قبول کریں اور مومن ہو جائیں۔ آخر کار میرا دوسرا راہب ساتھی جو میرے سے زیادہ دانا تھا

کہنے لگا کہ ہمیں ان دعاؤں کو ہی وسیلہ بنا کر اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے۔ ہم نے اس پریشانی سے چھٹکارا پانے کے لئے ان دو آیات کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوئے اور پھر قیلولہ کرنے لگے۔ مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ تین نور والے مکھڑوں والے افراد ہماری عبادت گاہ میں تشریف آور ہوئے ہیں اور پھر انہوں نے عبادت گاہ میں موجود تصویروں کی جانب اشارہ کیا تو وہ تصویریں غائب ہوگئیں۔ انہوں نے اس جگہ پر ایک تخت کو بچھایا۔ اس کے بعد ان کی طرح ہی کا ایک گروہ ادھر آیا جن کے مکھڑے اور سر سے نور جھلک رہا تھا اور ان کے وسط میں ایک اتنا خوبصورت شخص تھا کہ اس سے قبل میں نے اتنا حسین کہیں نہ دیکھا تھا۔ وہ شخص تخت پر تشریف فرما ہوگئے۔ میں ان کے آگے جا کر کھڑا ہوا اور گزارش کی کہ کیا آپ سیدا لمسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں ان کا برادر احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ کو اسلام قبول کرنے کا فرمان دیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر گزارش کی یا رسول اللہ! ہم ادھر سے نکل کر آپ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ملک میں جانے کے خواہاں ہیں اور ایسا کس طرح ہوگا؟۔

حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرد جو کہ آگے ہی کھڑا تھا سے فرمایا کہ

"تم ان کے شہنشاہ کے پاس جا کر کہو کہ وہ ان دونوں مومنوں کو اس شہر میں بھیجنے کا انتظام کریں جدھر جانے کے یہ خواہاں ہے اور وہ قیدی جو بھٹک گیا ہے اس کو بلا کر تلقین کریں کہ وہ اپنے مذہب کو دوبارہ اپنائے اور اگر وہ ایسا کرنے سے منکر ہو تو اس کو ہلاک کر دیا جائے۔"

پادری نے کہا ہے کہ پھر میں جاگ گیا اور اپنے ساتھی کو بھی اٹھایا اور اسے اس خواب سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ یہ سن کر دوسرے پادری نے جواب میں کہا کہ اللہ پاک نے ہمارے لئے سہل کر دیا ہے۔ کیا تم نے ان تصویروں کو کیفیت ملاحظہ کی ہے؟ پادری نے کہا ہے کہ وہ تصویریں ختم ہو چکی ہیں۔ اس سے ہمارا ایمان اور مستحکم ہو گیا۔ پھر میرا ساتھی کہنے لگا کہ آؤ شہنشاہ کے پاس جاتے ہیں۔ ہم دونوں جس وقت شہنشاہ کے پاس گئے تو اس نے پہلے کی طرح ہماری عزت افزائی کی مگر ہماری آمد کی وجہ نہ جان پایا۔ میرا ساتھی راہب بادشاہ سے کہنے لگا کہ ہمارے بارے میں جو فرمان آپ کو ملا ہے اور اس قیدی کے بارے میں بھی اس کو پورا کریں۔ یہ سماعت کرتے ہی شہنشاہ کے مکھڑے کا رنگ بدل گیا اور اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ جس وقت اس نے بہتر محسوس کیا تو اس قیدی کو طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو یا عیسائی؟ قیدی بولا کہ میں عیسائی ہوں۔ بادشاہ نے اس قیدی کو فرمان دیا کہ تم اپنے مذہب اسلام کی جانب واپس ہو جاؤ اس لئے کہ ہم کو اس طرح کے آمی کی حاجت نہیں ہے جو اپنے مذہب کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ قیدی کہنے لگا کہ میں قطعی طور پر اپنے مذہب میں واپس نہیں جاؤں گا۔ شہنشاہ نے اپنی شمشیر سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد شہنشاہ نے ہم سے کہا کہ تمہیں خواب میں دکھائی دینے والا فرد تو شیطان تھا مگر اب تم کیا خواہش رکھتے ہو؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم مومنوں کے دیس میں جانے کے خواہاں ہیں۔ شہنشاہ نے کہہ دیا کہ میں اس کا بندوبست کر دوں گا مگر تم عوام سے یہ کہنا کہ ہم بیت المقدس کی جانب روانہ ہو رہے ہیں۔ سو ہم نے اسی طرح کہنے کا وعدہ کیا اور پھر آپ کے ملک میں آ گئے۔

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت تمہیں شب میں کتے اور گدھے کے بھونکنے اور چیخنے کی آواز سنائی دے تو اللہ پاک کی پناہ مانگا کرو شیطان مردود سے۔ اس لئے کہ کتے اور گدھے ان بلاؤں کا نظارہ کر کے آواز نکالتے ہیں جن کو بشر کا دیکھنا ممکن نہیں اور جس وقت شب کا وقت ہو جائے تو اپنی رہائش گاہوں سے بہت تھوڑا باہر آیا کرو اس لئے کہ شب میں موذی حیوان اور حشرات باہر نکلا کرتے ہیں۔ (رواہ والنسائی والحاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت کوئی ملت کسی اس طرح کی محفل سے اٹھتی ہے جس میں اللہ پاک کا ذکر نہ ہو تو اس ملت کی مثل اس طرح کی ہے کہ کوئی ملت مردہ گدھے سے اٹھے اس عالم میں کہ اس پر حسرت اور شرمندگی کے اثرات ظاہر ہوں۔ (رواہ الحاکم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے برا گدھا وہ ہے جس کی رنگت کالی ہو اور وہ چھوٹے قد کا ہو۔ (تاریخ نیشاپور کامل ابن عدی)

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''تعشیر الحمار'' کا مفہوم گدھے کی وہ دس آوازیں ہیں جو وہ سانس گھٹا گھٹا کر نکالا کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

لعمری لئن عشرت من خیفة الردی نهاق حمار اننی لجزوع

''قسم ہے میری حیات کی اگر میں دس دفعہ گدھے کی آواز نکالوں مرنے کے ڈر سے تو بے شک یہ میری طرف سے بے حد بے صبری کا اظہار ہوگا۔''

دور جہالت میں عربوں کا یہ قانون تھا کہ جس وقت بھی وہ کسی اس طرح کے شہر میں جاتے جدھر کوئی بیماری پھیلی ہوتی تو وہ اس شہر میں جانے سے قبل دس دفعہ گدھے کی مانند آواز نکالا کرتے۔ کیونکہ عربوں کا یہ ماننا تھا کہ اس طرح کرنے سے وہ اس بیماری سے بچے رہیں گے۔

دوسری انوکھی داستان: مسروق نے کہا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص کے پاس تین حیوان کتا گدھا اور مرغ تھے۔ مرغ اس شخص کو فجر کی نماز کے لئے جگایا کرتا۔ کتا اس کی رہائش گاہ کی چوکیداری کرتا اور گدھے پر وہ شخص پانی اور خیمے وغیرہ رکھ کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کیا کرتا تھا۔ ایک روز ایک لومڑی کی آمد ہوئی اور اس نے مرغ کا شکار کر لیا۔ اس شخص کے گھر والے بہت غمزدہ ہو گئے مگر وہ شخص شریف تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ممکن ہے اسی میں ہی ہماری بھلائی ہو۔ اس کے بعد ایک روز ایک بھیڑیئے نے اس شخص کے گدھے کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ ہو سکتا ہے اس میں بھی اللہ پاک کی جانب سے ہمارے لئے کوئی بھلائی ہو اور پھر ایک روز کتا بھی علالت کا شکار ہو کر جان ہار گیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ ممکن ہے اس میں بھی اللہ پاک نے ہمارے لئے کچھ بہتر ہی رکھا ہو۔ ایک روز اس طرح ہوا کہ جس وقت وہ صبح تڑکے بیدار ہوا تو اس نے اور اس کے گھر والوں نے دیکھا کہ سب ہمسائیوں کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔ ان کو حراست میں لینے کی توجیہ یہ تھی کہ ان سب

کے پالے ہوئے حیوانات کی آوازوں سے شہنشاہ کو اذیت ہوا کرتی تھی۔
وہ شخص کہنے لگا کہ ان تینوں حیوانات کی موت میں اللہ پاک کی یہ کارگری تھی کہ ہم سب گرفتاری سے محفوظ ہو گئے۔ سوانسان اللہ کی رضا میں خوش رہتا ہے وہ اللہ پاک کے کرم وعنایات کے رازوں کو سمجھتا ہے۔

نفع: ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسبرۃ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی یمن سے لوٹ رہا تھا کہ راہ میں اس کے گدھے کی موت ہوگئی تو اس نے باوضو ہو کر دونوافل ادا کئے اور یہ دعا کی: "اللّٰهم انی جنت مجاهدا فی سبيلك ابتغاء مرضاتك و انا اشهدانك تحی الموتیٰ و تبعث من فی القبور لا تجعل لا حد علی اليوم منة أسئالك ان تبعث لی حماری" .

(اے اللہ پاک میری آمد اس لئے ہوئی تھی کہ تیری راہ میں جنگ کروں اور اس سے میرا عزم تیری خوشنودی کا حصول تھا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ تو مرے ہوؤں کو حیات کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور تو قبروں میں دفن کئے ہوؤں کو ایک روز حیات کر کے اٹھائے گا۔ آج تیری ذات پاک مجھ کو کسی کا احسان مند نہ بنائے۔ میں تجھ سے سوالی ہوں کہ میرے گدھے کو حیات فرما دے)۔

لہٰذا اس کا گدھا اس عالم میں اٹھ گیا کہ وہ اپنے کانوں کو ہلا رہا تھا۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس واقعہ کی سند درست ہے۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

علامہ میری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرے ہوئے کو حیات کرنا صاحب شریعت کے لئے ایک کرامت ہے۔ جس طرح کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کے پاک وجود بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کے دعا گو ہونے سے مرے ہوئے بھی حیات ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گدھے کے مالک کا اسم ''نباتہ بن یزید نخعی'' ہے۔

امام شعبی نے فرمایا ہے کہ میں نے اس گدھے کو بازار میں فروخت ہوتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔ گدھے کے مالک سے دریافت کیا گیا کہ تم اس گدھے کو کس لئے بیچنے کے خواہاں ہوں جسے اللہ پاک نے تیرے لئے حیات کر دیا تھا۔ گدھے کا مالک بولا کہ اگر اس کو نیچوں نہ تو اور کیا کروں۔ اس شخص نے تین شعر کہے جن میں سے ایک درج ذیل ہے ؎

ومنا الذی أحيا الا له حماره وقدمات منه كل عضو مفصل

''اور ہم میں سے کچھ اس طرح کے لوگ بھی ہیں کہ اللہ پاک نے ان کے گدھے میں اس طرح جان ڈالی کہ ایک پیغمبر کے گدھے میں جان ڈالی گئی تھی' جبکہ اس گدھے کے بدن کے ایک ایک حصے سے جان نکالی جا چکی تھی۔''

فوائد: ارشاد ربانی ہے کہ: ''وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ۔'' (سورۃ البقرۃ آیت۔260)

اور جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''میرے آقا'' مجھ کو دکھا دے کہ تیری ذات مرنے ہوئے کو کس طرح حیات کرتی ہے۔

حضرت حسن' قتادہ' عطاء خراسانی' ضحاک اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہم کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال

کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام ایک بے جان گدھے پر سے گزرے۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک بے جان گدھے کا وجود تھا جو دریا کے ساحل پر موجود تھا۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس دریا کا اسم ''بحر طبریہ'' ہے۔ حضرت حسنؒ قتادہؒ عطاءؒ خراسانیؒ ضحاک اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ گدھے کے بے جان وجود کو زمینی و آبی حیوانات نے باہم بانٹ لیا تھا۔ سو جس وقت دریا میں لہر اٹھتی تو مچھلیاں اور دوسرے آبی حیوان گدھے کو تناول کرتے اور جس وقت دریا تھم جاتا تو زمین کے درندے گدھے کو اپنی غذا بناتے۔ جو باقی بچتا وہ فضا میں اڑ جاتا۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھی تو بہت حیران ہوئے اور اللہ سے گزارش کی کہ اے میرے اللہ پاک! مجھے علم ہے کہ تو اس بے جان وجود کے سارے اجزاء کو زمین کے درندوں' آبی حیوانات اور پرندوں کے پوٹوں سے خارج کر کے پھر سے اکٹھا فرما دے گا۔ مجھ کو دکھا دے کہ تو کس طرح مرے ہوؤں کو حیات فرمایا کرتا ہے تا کہ میں اس کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرلوں تا کہ میرا علم عین الیقین میں تبدیل ہو جائے۔ اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش کو پسند نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ کیا تیرا مجھ پر ایمان نہیں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اے میرے اللہ پاک میرا آپ کی ذات اقدس پر کامل یقین اور ایمان ہے مگر میری خواہش سے مراد محض یہ ہے کہ میرے قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے اور میرا یقین عین الیقین میں تبدیل ہو جائے۔ اکثر شاعروں نے اپنی شاعری میں اس مطلب کو بہت اچھے طریقے سے پیش کیا ہے۔

لئن کلمت بالتفریق قلبی فانت بخاطری ابدا مقیم

''اگر میرے قلب میں تیرے سے دوری کا کوئی تصور بھی آئے تو کیا ہے اس لئے کہ تو سدا سے ہی میرے قلب میں بستا ہے۔''

ولکن للعیان لطیف معنی لہ سال المعانیة الکلیم

''مگر آنکھوں کو تیرے قلب میں رہتے ہوئے بھی تیری دید کی پیاس ہے جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کی آواز سماعت کرنے کے بعد اللہ پاک سے دیدار کی درخواست فرمائی تھی۔''

اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کے لیے یہ دلیل بیان کی تھی کہ ''میرا اللہ وہ ہے جو حیات دیا کرتا ہے اور موت بھی دیا کرتا ہے''۔ سو نمرود بولا کہ میں بھی حیات اور موت دیا کرتا ہوں۔ نمرود نے دو قیدی لوگوں کو طلب کر کے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو آزادی دے دی اور بولا کہ دیکھو ایک کو میں نے موت دے دی اور دوسرے کو آزاد کر کے اسے حیات دے دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ میرا خداوند کریم تو بے جان جسم کو حیات بخشتا ہے مگر تو نے زندہ کو آزاد کیا ہے۔ نمرود کہنے لگا کہ کیا آپ علیہ السلام نے اپنے خدا کو اس طرح کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رکھا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بات کا جواب دینے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ دوسری حجت کی جانب بات بڑھائی اور نمرود کو بے جواب کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند کریم سے مرے ہوئے کو حیات کرنے کا نظارہ دکھانے کی خواہش کی تو اللہ پاک نے فرمایا کہ کیا تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا؟۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ کیوں نہیں مگر میں اس بناء پر یہ نظارہ دیکھنے کا خواہاں ہوتا کہ میرا قلب میرے دلائل کے مستحکم ہونے پر پرسکون ہو جائے اور جس وقت نمرود میرے سے پوچھے کہ تم نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو میں اس کو بتا سکوں کہ ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنالیا تو موت کے فرشتے نے اپنے اللہ پاک سے منظوری مانگی کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت دے آؤں۔ اللہ پاک نے اسے منظوری دی۔ موت کا فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رہائش گاہ میں آیا مگر اس لمحے حضرت ابراہیم علیہ السلام غیر حاضر تھے۔ بہر حال موت کا فرشتہ رہائش گاہ کے اندر چلا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے حد غیرت مند تھے۔ جس وقت ان کی تشریف آوری ہوئی تو ایک غیر مرد کو رہائش گاہ میں کھڑا پایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے بھاگے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس نے تم کو ادھر میری منظوری کے بغیر اندر آنے کی منظوری دی ہے؟ لہٰذا موت کے فرشتہ نے جواب دیا کہ اس رہائش گاہ کے مالک نے مجھ کو اندر آنے کا فرمان دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ تم درست کہتے ہو اور انہیں علم ہو گیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو ملائک نے جواب میں کہا کہ میں "موت کا فرشتہ" ہوں اور اللہ پاک کے فرمان سے آپ علیہ السلام کو یہ بشارت دینے کے لئے آیا ہوں کہ اللہ پاک نے آپ کو اپنا خلیل (دوست) منتخب کر لیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اس کی کیا نشانی ہے؟ موت کے فرشتے نے کہا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کی دعا کو قبولیت بخشی ہے اور آپ کی خواہش کی مناسبت سے بے جان کو حیات فرما دیں گے۔ اس بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک سے پوچھا کہ "رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی" (اے رب! مجھے نظارہ کروا دے کہ تو مرے ہوئے کو کس طرح حیات فرما دیتا ہے)۔ (سورۃ البقرۃ) تو اللہ پاک نے فرمایا کہ کیا تیرا میرے اوپر ایمان نہیں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیوں نہیں میرا تیری ذات اقدس پر ایمان ہے مگر میرا قلب اطمینان کا متمنی ہے۔ بلاشبہ آپ کی ذات پاک نے مجھ کو اپنا دوست بنالیا ہے اور جس وقت میں دعا گو ہوتا ہوں تو آپ میری دعا کو قبولیت بخشتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف بخاری میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شے میں پڑ سکتے ہیں جبکہ انہوں نے اللہ پاک سے گزارش کی تھی کہ اے اللہ پاک! مجھ کو مشاہدہ کروا دیں کہ آپ مرے ہوئے کو کس طرح حیات کرتے ہیں؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ کیا تیرا میرے پر ایمان نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گزارش کی کہ میرا ایمان ہے مگر میرا قلب اطمینان کا خواہاں ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک حضرت لوط علیہ السلام پر مہربان ہو جس وقت انہوں نے حالات کی سختی سے تنگی کا شکار ہو کر ایک مستحکم سہارے کی آرزو کی تھی۔ اس کے علاوہ اگر میں بھی (مطلب حضور شافع محشر، سراج

منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی مدت تک قید میں رہتا جتنی لمبی مدت حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں بسر کی تو ضرور میں شاہی فرستادہ کی دعوت کو کسی پس وپیش کے بنا منظور کر لیتا۔ (رواہ البخاری)

حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "نحن احق بالشك" کے بارے میں مزنی کا کہنا ہے کہ اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے متعلق شبہ کیا کہ اللہ پاک مرے ہوئے کو حیات کرنے پر قادر نہیں بلکہ شبہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اللہ پاک سے مرے ہوئے کو حیات کر دینے کے لئے دعا گو ہوں تو اس دعا کو قبولیت بخشی جائے گی کہ نہیں؟۔

حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں حضور جان کائنات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات مبارکہ پر شبہ کا اقرار ہے نا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر۔ مگر دونوں کی طرف سے نفی کا شبہ کرنا بھی مراد ہے۔ مطلب حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت اللہ پاک کے مرے ہوئے کو حیات کرنے پر قادر ہونے پر شبہ نہیں کرتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تو مرتبہ اولیٰ خدا پاک کی اس قوت پر شبہ نہیں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور مکی مدنی سرکار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صرف تواضع وکسر نفسی کی وجہ سے تھا اور یہ ہی کسر نفسی حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں موجود ہے جو حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا۔

اس حدیث پاک سے حضور سرکار مدینہ فیض گنجینہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ اطلاع دینے کے خواہاں ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال شبہ کی بناء پر نہیں تھا جبکہ ان کا سوال قلب کے اطمینان کی وجہ سے تھا اس لئے کہ جو اطمینان اور معرفت دیکھنے سے ملتی ہے وہ دلائل سے نہیں ملا کرتی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کی تشریح میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس وقت اس آیت کریمہ کا نزول ہوا تو بعض مومن یہ بولنے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شبہ میں مبتلا ہو گئے۔ البتہ ہمارے نبی حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ نہیں کیا۔ رسول اللہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور تواضع فرمایا:

"نحن احق بالشك"

"باب الطاء" میں اس آیت کے بارے میں مزید مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ

فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ

اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ

(یا پھر مثال کے طور پر اس آدمی کو دیکھو جو ایک اس طرح کی بستی سے گزرا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری ہوئی تھی۔ اس نے بولا کہ "یہ آبادی جو ہلاکت کا شکار ہو چکی ہے اس کو اللہ پاک کیسے پھر سے حیات کرے گا؟ اس پر خداوند کریم نے ان کی روح کو اپنے قبضے میں کر لیا اور وہ سو برس تک بے جان پڑا رہا۔ اس کے بعد اللہ پاک نے اس کو پھر سے حیات کیا اور اس سے دریافت کیا' بتاؤ کہ تم کتنے عرصے سے پڑے ہوئے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ ایک روز یا کچھ گھنٹے پڑا رہا ہوں۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ تم پر سو سال اسی کیفیت میں بیت چکے ہیں۔ اب ذرا اپنی خوراک اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تبدیلی آئی ہے۔ دوسری جانب ذرا اپنے گدھے پر نظر ڈالو (کہ اس کا پنجر تک پرانا ہو رہا ہے) اور یہ ہم نے اس بناء پر کیا ہے کہ ہم تم کو انسانوں کے لئے ایک علامت بنا دینے کے خواہاں ہیں۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت: 259)

اس آیت مبارکہ کا عطف پہلے والی آیت مبارکہ پر ہے۔ مفسرین اور اہل سر کی اس معاملے میں مخالفت ہے کہ "مــر علی قریة" بستی میں سے گزرنے والا آدمی کون تھا؟ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت ارمیاء بن حلقیا تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے قبیلہ سے نسبت رکھتے تھے۔ حضرت قتادہ' عکرمہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت عزیر بن شرخیا تھے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہی فرمان ڑیادہ بہتر ہے کہ وہ آدمی حضرت عزیر بن شرخیا تھے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس کا بستی سے گزر ہوا وہ کوئی کفر کرنے والا آدمی تھا جو بعد از قیامت اٹھائے جانے کے بارے میں مشکوک تھا اور بستی کے بارے میں بھی علماء کرام کی مخالفت ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ' عکرمہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے وہ بستی "بیت المقدس" بیان کی ہے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس بستی کا اسم "ارض مقدس" ہے۔ حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ "دیر سابر آباد" نامی بستی تھی۔ سدی کا کہنا ہے کہ اس بستی کا نام "سلمایاذ" ہے اور اکثر علماء کرام کے مطابق اس بستی کا نام "دیر ہرقل" ہے۔ اکثر علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ بستی تھی جس میں اللہ پاک نے ان افراد کی ہلاکت کی جو اپنی رہائش گاہ سے اس کیفیت میں نکلے تھے کہ ان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اکثر علماء کرام کے خیال میں اس بستی کا نام "قریۃ العنب" ہے جو کہ بیت المقدس سے دو فرسخ کی مسافت پر موجود تھی اور وہ اس لمحے ویران تھی۔

سو جو افراد یہ مانتے ہیں کہ بستی سے گزرنے والا آدمی ارمیاء ہے اور بستی بیت المقدس ہے ان کے مطابق اس بستی کی "خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا" ہونے کی وجوہات وہی ہیں جن کو محمد بن اسحٰق صاحب السیر ۃ نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ اللہ پاک نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے شہنشاہ ناشیہ بن انوص کی طرف مبعوث کیا تھا تا کہ وہ اللہ پاک کے فرمودات ان تک پہنچا کر ان کو صراط مستقیم پر لائیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر انتظام کرنے والے کے طور پر بھیجا گیا تا کہ انہیں شہنشاہ وقت کی اور شہنشاہ کو نبی وقت کی پیروی کی رغبت دلاتے رہیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام اللہ پاک کی

جانب سے وحی کی بدولت ملنے والے فرمودات کو شہنشاہ تک پہنچایا کرتے اور حکومت میں ان کو بہترین مشاورت اور نصیحت فرمایا کرتے۔ جس وقت بنی اسرائیل بدعتوں میں پڑ گئے اور گناہوں کی کثرت کرنے لگے تو اللہ پاک نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی کے ذریعے فرمایا کہ اپنی امت کو ہدایت دے کر انہیں اللہ پاک کے انعام و کرام ذہن نشین کروائیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے ایک بہت بڑا خطاب فرمایا جس کا نزول اللہ پاک نے آپ علیہ السلام کے قلب میں الہام کے ذریعے فرمایا تھا۔ اس خطاب میں بندگی پر ثواب کی خوشخبری اور گناہوں پر عذاب کا عہد اور سزا دینے کا عہد تھا اور خدا پاک کی طرف سے یہ اطلاع تھی کہ مجھ کو اپنی شان و شوکت کی قسم اگر تم بداعمالیوں کو ترک نہیں کرو گے تو میں تم کو اس طرح کی شدید آفت میں ڈال دوں گا کہ بڑے بڑے حکماء بھی متعجب ہو جائیں گے اور تم پر ایک ظلم و فساد کرنے والے حکمران کا تسلط قائم کروں گا جو ذرہ برابر بھی رحیم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ پاک نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی میں خبر کی کہ میں یافث کے رہائشیوں کی ہلاکت کرنے والا ہوں۔ یافث کے رہائشیوں کا مطلب بابل والے ہیں اور یہ سارے یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ جس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام نے یہ سماعت کیا تو وہ اشکبار ہوگ ئے اور چلانے لگے اور اپنے ملبوس کو پھاڑ کر سر میں مٹی ڈالنے لگے۔ تو اللہ پاک نے وحی نازل کی کہ اے ارمیاء تم پر یہ وحی ناگوار گزری ہے؟ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے اللہ پاک بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے سے قبل مجھ کو مار دے اس لئے کہ میں بنی اسرائیل کی بربادی کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ پاک نے وحی میں بتلایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم اب میں بنی اسرائیل کی ہلاکت تب تک نہیں کروں گا جس وقت تک کہ آپ خود ان کو ہلاک کرنے کی گزارش نہ کرو گے۔ سو اللہ پاک کے اس فرمان کو سماعت کر کے حضرت ارمیاء علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس ہستی کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق کے ساتھ بعث سے نوازا۔ پس کبھی بھی بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے پر رضا مند نہیں ہوسکتا اور پھر حضرت ارمیاء علیہ السلام اس دور کے پاس شہنشاہ گئے جو کہ ایک نیک آدمی تھا اور اسے یہ خوشی کی خبر دی۔ شہنشاہ کو بھی اس خوشی کی خبر سے مسرت ہوئی اور وہ کہنے لگا اگر اللہ پاک ہم کو عذاب میں مبتلا کرے تو یہ ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے اور اگر وہ ہم کو بخش دے تو یہ اس کا رحم ہے۔ اس کے بعد تین برس بیت گئے مگر بنی اسرائیل راہ راست پر نہ آئے اور روز بروز ان کے گناہ بڑھتے گئے۔ شہنشاہ نے بارہا جدوجہد کی کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں اور توبہ کرلیں لیکن کیونکہ ان کی تباہی کا وقت نزدیک آ گیا اس بناء پر انہوں نے شہنشاہ کی بات نہیں مانی اور اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ وحی کے نزول میں بھی کمی آنا شروع ہوگئی۔ اللہ پاک نے بنی اسرائیل پر بخت نصر شاہ بابل کا تسلط کر دیا۔ بہرحال بخت نصر ساٹھ لاکھ لشکر کے ہمراہ بیت المقدس پر حملے کے لئے آ گیا۔ جس وقت شہنشاہ کو اس حملے کا پتہ چلا تو وہ حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آپ علیہ السلام کے اللہ پاک کا عہد کدھر گیا کہ وہ اب بنی اسرائیل کو ہلاک نہیں فرمائے گا۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ مجھ کو اپنے اللہ پاک کے عہد کی صداقت پر یقین ہے اور اللہ پاک اپنے عہد کو پورا فرماتا ہے۔ جس وقت بخت نصر کے حملہ کرنے کا وقت نزدیک آ گیا تو اللہ پاک نے اپنا ایک فرشتہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے روپ میں حضرت ارمیاء علیہ السلام کے پاس روانہ فرمایا۔ وہ فرشتہ حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں نے آپ سے اپنے قبیلے کے بارے میں فتویٰ

دریافت کرنے کے لئے حاضری دی ہے۔ میں اپنے قبیلے کے ہمراہ بہت نرمی اور اچھا برتاؤ روا رکھتا ہوں مگر وہ میرے سے برا سلوک کرتے ہیں اور میری اچھائی کا عوض برائی میں دیا کرتے ہیں۔ آپ اس متعلق فتویٰ دیں؟ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے قبیلے کے ہمراہ رحم سے پیش آؤ اس لئے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ فرشتہ یہ سماعت کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد کچھ مدت کے بعد دوبارہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کے پاس اس فرشتہ کی آمد ہوئی اور اس نے وہی سوال کیا تو حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی تک قبیلے نے تیرے ساتھ اپنا رویہ درست نہیں کیا۔ فرشتہ بولا کہ نہیں۔ مگر حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو۔ فرشتہ واپس لوٹ گیا۔ سو چند روز کے بعد بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کا گھیراؤ کر لیا۔ اس کیفیت پر بنی اسرائیل متفکر ہو گئے۔ شہنشاہ حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آپ علیہ السلام کا عہد کدھر گیا؟ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو اپنے اللہ پاک کے عہد کی صداقت پر کامل یقین ہے۔ یہ سماعت کر کے بادشاہ واپس لوٹ گیا اور پھر تیسری دفعہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کے پاس فرشتہ کی آمد ہوئی۔ اس لمحے حضرت ارمیاء علیہ السلام بیت المقدس کی دیوار پر تشریف فرما نصرت الٰہی کے منتظر تھے اور ان کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ فرشتہ حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہنے لگا کہ اس سے قبل بھی میں دو دفعہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو چکا ہوں۔ سو اب تک میں نے اپنے قبیلے والوں کا برا برتاؤ سہا ہے لیکن اب نہیں سہہ سکتا۔ اس لئے کہ اب میرے صبر کی انتہا ہو چکی ہے۔ آج میں نے انہیں ایسے عمل کرتے دیکھا ہے جن پر اللہ پاک راضی نہیں ہوا کرتا۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے ان کا ایسا کیا کام دیکھ لیا ہے؟ فرشتہ کہنے لگا کہ ایک بہت بڑا فعل جس میں اللہ پاک کی خفگی ہے۔ مجھ کو اپنے قبیلہ والوں پر بہت طیش آیا۔ اس بناء پر میں آپ کی خدمت میں حاضری دینے آیا ہوں اور میں خدا پاک کے واسطے آپ سے سوالی ہوں جس نے آپ کو برحق بعث سے نوازا ہے کہ آپ دعا فرمانے لگے کہ ''زمین و آسمان کے مالک گر یہ افراد حق پر ہیں تو انہیں حیات رکھ اور اگر وہ تیری رضا کی مخالفت میں فعل سرانجام دے رہے ہیں تو پھر ان کی ہلاکت فرما دے''۔ جس وقت اس دعا کا اختتام ہوا تو اللہ پاک نے بیت المقدس پر فلک سے بجلی گرا دی جس کے نتیجے میں بیت المقدس کے گردونواح کے گھر مسمار ہو گئے اور بیت المقدس کے سات دروازے زمین بوس ہو گئے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جس وقت یہ نظارہ دیکھا تو اپنا ملبوس پھاڑ دیا اور اللہ پاک سے فریاد کی اے اللہ پاک جو عہد تیری ذات پاک نے میرے سے کیا تھا وہ کدھر گیا؟ فلک سے آواز سماعت ہوئی کہ اللہ پاک کی جانب سے جو بھی ہوا ہے وہ سب آپ کی دعا کی بناء پر ہوا ہے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ یہ سب میری بددعا کی بناء پر ہوا ہے اور یہ کہ وہ شخص جو میرے پاس فتویٰ کے لئے آیا کرتا تو وہ انسان نہیں بلکہ اللہ پاک کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔

سو اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اس بستی سے کوچ کر لیا۔ حتیٰ کہ جنگلی حیوانات کے ہمراہ رہائش اختیار کر لی۔ پھر بخت نصر بیت المقدس کے اندر آ گیا اور اس نے ملک شام کو تباہ و برباد کر کے بنی اسرائیل کو ہلاک کر دیا اور بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور پھر اپنی فوج کو فرمان دیا کہ ہر ایک فوجی اپنی اپنی ڈھال کو مٹی سے بھر کر بیت المقدس پر ڈالے۔ انہوں نے اس فرمان کی تکمیل کی۔ حتیٰ کہ بیت المقدس کو مٹی سے بھر ڈالا۔ اس کے بعد بخت نصر نے اپنی فوج کو فرمان دیا کہ بیت المقدس کے باقی

سب شہروں میں جتنے بھی شخص ہیں (ضعیف، بالغ، طفل) ساروں کو جمع کر کے لے آؤ۔ بخت نصر نے ستر ہزار اطفال کا انتخاب کر لیا۔ پھر ان کو شہنشاہوں میں بانٹ دیا جو اس کے معاون تھے۔ ہر ایک بادشاہ کو چار خادم ملے۔ سوان خادموں میں حضرت دانیال علیہ السلام اور حنانیا بھی شامل تھے۔ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے دوسرے افراد کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو ہلاک کروایا، دوسرے کو خادم بنایا اور تیسرے کو ملک شام میں آباد رہنے دیا۔ یہ اول سانحہ ہے جس کا اللہ پاک نے بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کی بناء پر نزول کیا تھا۔ پھر جس وقت بخت نصر بابل کی جانب لوٹا تو اس کے ساتھ بنی اسرائیل کے قید کئے ہوئے افراد بھی تھے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام اپنے گدھے پر سواری کرنے لگے اور اپنے پاس انگور کے پانی کا مشکیزہ اور ایک انجیر کا ٹوکرا رکھ لیا۔ حتیٰ کہ شہر ایلیا میں چلے گئے۔ جس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام ادھر رکے تو شہر کے ویران ہونے پر بہت حیران ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس بستی کو اللہ پاک اس اجاڑنے کے بعد کس طرح حیات فرمائے گا۔ اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اپنے گدھے کو ایک اور رسی سے جکڑا اور خود آرام فرمانے لگے۔ سو نیند کی حالت میں اللہ پاک نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کی روح کو سو برس تک کے لئے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس کے علاوہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کے گدھے کی موت ہوگئی مگر انگور اور انجیر بالکل تازہ رہے۔ سو اللہ پاک نے ادھر سے گزرنے والے سب افراد کی نظروں پر پردہ کر دیا۔ کسی ایک کو بھی آپ علیہ السلام دکھائی نہ دیئے۔ اس کے علاوہ اللہ پاک نے جنگلی جانوروں اور پرندوں کو گدھے کا گوشت تناول کرنے سے منع کر دیا۔ جس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام کے انتقال کو ستر برس بیت گئے تو اللہ پاک نے فارس کے شہنشاہ ''نوشک'' کو بیت المقدس کی جانب روانہ کر دیا اس لئے کہ وہ اسے آباد کرے۔ شاہ نوشک کے ہمراہ ایک ہزار کی تعداد میں انتظام کرنے والے افراد تھے اور ہر ایک کی نگہبانی میں ایک ہزار مومن افراد تھے۔ سو تعمیر و مرمت کا کام ہونے لگا اور تیس برس میں بیت المقدس پھر سے آباد ہوگیا اور اللہ پاک نے بخت نصر کو ایک مچھر کے ذریعے سے موت دے دی جو اس کی ناک میں داخل ہو کر اس کے مغز تک چلا گیا تھا۔ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے قید لوگوں کو آزادی دی اور انہیں بیت المقدس کی جانب بھیج دیا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس کی آبادی اور زیادہ ہوگئی اور وہ مالدار بھی ہوگئے۔ جس وقت سو برس مکمل ہوئے تو اللہ عزوجل نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کے دوسرے اعضاء کو بے جان ہی رکھ کر محض آنکھوں کو کھول دیا اور ان کے بعد باقی بدن میں بھی روح ڈال دی۔ اس عالم میں کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو یہ سب منظر دکھائی دے رہا تھا۔ جس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام کی نگاہ اپنے گدھے پر گئی تو اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ بالکل گل سڑ چکا تھا اور اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں اور ان پر سفیدی کا عالم تھا۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو فلک سے آنے والی آواز سنائی دی کہ اے بوسیدہ ہڈیو! اللہ پاک تم کو مجتمع ہونے کا فرمان دیتا ہے۔ سب ہڈیاں اکٹھی ہوگئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان ہڈیوں کو خود پر گوشت چڑھا لینے کا فرمان دیا۔ سو اسی طرح ہوا اور اس کے بعد اللہ پاک نے تیسرا حکم دیا اور گدھے کے بدن میں روح واپس آگئی۔ فرمان الٰہی سے گدھا حیات ہو کر کھڑا ہوگیا اور بولنا شروع کر دیا۔ اللہ عزوجل نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حیات جاوید سے نوازا ہے اور جنگلوں اور ویران مقامات پر انسانوں کو جو دکھائی دیتے ہیں وہ حضرت ارمیاء علیہ السلام ہی ہیں۔ حضرت قتادہ، عکرمہ، ضحاک رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ جس وقت بخت نصر بنی اسرائیل کے

افراد کو قیدی بنا کر بابل میں لے گیا تھا تو ان افراد میں حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام کو بخت نصر کی قید سے رہائی ملی تو وہ اپنے گدھے پر سواری کرتے ہوئے ''دیر ہرقل'' تک آئے اور دریائے دجلہ کے ساحل پر مقیم ہوئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام بستی میں گئے مگر کوئی شخص بھی دکھائی نہ دیا۔ آپ علیہ السلام نے نگاہ دوڑائی تو پھلوں سے بھرے ہوئے شجر دکھائی دیئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے پھل تناول کئے اور انگور نچوڑے اور ان کا شربت نوش کیا اور پھر کچھ پھلوں کو سفر کے لئے بھی توڑ لیا' ایک مشکیزے میں انگوروں کا رس بھر کے رکھ لیا۔ جس وقت آپ علیہ السلام نے بستی کے اجاڑ ہونے کی طرف دھیان دیا تو فرمانے لگے کہ اللہ پاک کس طرح اتنے اجاڑ کے بعد اس بستی کو حیات کرے گا؟ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے موت کے بعد پھر حیات کرنے میں شبہ نہیں کیا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ پاک نے سو برس تک حضرت عزیر علیہ السلام کی جان کو اپنے قبضے میں رکھا اور پھر حیات کیا۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے گدھے کی جانب دیکھو' بلاشبہ وہ مر چکا ہے اور اس کی ہڈیاں بکھر کر بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ اللہ عزوجل نے فضا کو گدھے کی ہڈیاں مجتمع کرنے کا فرمان دیا۔ ساری ہڈیاں باہم اکٹھی ہو کر جڑ گئیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام اس سارے منظر کا مشاہدہ کر رہے تھے اور پھر اللہ عزوجل نے گدھے میں روح ڈال دی اور گدھا فرمان الٰہی سے حیات ہو گیا۔ یہ حضرت قتادہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہما اور باقی علماء کرام کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ عزوجل نے عزیر علیہ السلام کو سو سالوں کے بعد حیات فرمایا تو حضرت عزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سواری کرتے ہوئے بیت المقدس کی جانب چلے گئے۔ حتیٰ کہ اپنے گاؤں میں پہنچ گئے۔ لوگ حضرت عزیر علیہ السلام کو شناخت کرنے پر قادر نہ ہوئے۔ اور نہ ہی لوگوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کے گھر کے بارے میں پتہ تھا۔ آپ علیہ السلام اندازاً چلتے ہوئے اپنی رہائش گاہ تک آئے اور دروازے پر دستک دی۔ ادھر ایک نابینا اور ٹانگوں سے معذور ضعیف خاتون جس کی حیات ایک سو بیس سال تھی تشریف فرما تھی۔ وہ خاتون حضرت عزیر علیہ السلام کی باندی ہوا کرتی تھی اور جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام ادھر سے گئے تھے تب یہ باندی بیس برس کی تھی اور اس دور میں حضرت عزیر علیہ السلام نے اس خاتون سے دریافت کیا کہ کیا یہ عزیر کی رہائش گاہ ہے؟ تو بوڑھی خاتون نے ہاں میں جواب دیا اور اشکبار ہو کر بولی کہ بہت مدت بیت گئی ہے کہ میں نے کسی سے بھی حضرت عزیر علیہ السلام کا نام سماعت نہیں کیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ہی عزیر ہوں۔ تو بڑھیا کہنے لگی ''سبحان اللہ'' حضرت عزیر علیہ السلام کو کھوئے ہوئے تو سو سال بیت گئے ہیں مگر آج تک ہمیں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کہنے لگے کہ میں ہی عزیر ہوں اور اللہ عزوجل نے مجھ کو سو سال تک بے جان رکھ کر پھر حیات فرمایا ہے۔ بوڑھی خاتون کہنے لگی کہ حضرت عزیر علیہ السلام کی دعاؤں کو تو قبولیت بخشی جاتی تھی۔ وہ جس وقت کسی مریض اور پریشان حال کے لئے دعا گو ہوتے تو اللہ پاک ان کو صحت یابی سے نوازتا تھا۔ آپ اللہ پاک سے میرے لئے دعا گو ہوں کہ میری آنکھوں کی روشنی واپس آ جائے اس لئے کہ میں آپ کو دیکھ پاؤں۔ اگر آپ عزیر ہی ہوئے تو میں آپ کو شناخت کر لوں گی۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے دعا فرمائی اور اپنا ہاتھ بوڑھی خاتون کی

آنکھوں پر پھیرا۔ بوڑھی خاتون کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی۔ اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام نے اس خاتون کا ہاتھ گرفت میں لے کر کہا کہ فرمان الٰہی سے کھڑی ہو جا۔ سو اللہ عزوجل نے بوڑھی خاتون کی ٹانگوں میں جان ڈال دی اور وہ بغیر کسی تکلیف کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بوڑھی خاتون نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دیکھا تو بول اٹھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔ وہ خاتون بنی اسرائیل کی محفلوں میں گئی۔ ادھر حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک بوڑھے فرزند اور پوتے اور دوسرے عزیز واقارب بھی موجود تھے۔ اس بوڑھی خاتون نے ان سب سے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کی آمد ہو گئی ہے۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نے ان کو پھر سے تم لوگوں کے پاس بھیج دیا ہے۔

ان سب نے بوڑھی خاتون کی بات پر اعتبار نہ کیا اور کہنے لگے کہ حضرت عزیر علیہ السلام تو فوت ہو چکے تھے لیکن سو سال بعد اللہ پاک نے ان کو دوبارہ حیات کر دیا۔ اس پر خاتون نے کہا کہ میں تم لوگوں کی وہی ٹانگوں سے معذور اور نابینا باندی ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے میرے لئے اپنے خداوند کریم سے دعا کی جس سے میری آنکھوں کی روشنی مجھے واپس مل گئی اور میں خود اپنی ٹانگوں سے چلتے ہوئے تم لوگوں کے پاس آئی ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ سب بوڑھی خاتون کے ہمراہ اس کی رہائش گاہ میں گئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے فرزند کہنے لگے کہ میرے والد کی ایک مخصوص نشانی ہے کہ ان کے دونوں کندھوں کے وسط میں ہلال کی مانند ایک کالا تل تھا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے کندھوں کو کھول دیا تو ان کے فرزند کی بتائی ہوئی نشانی موجود تھی۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام اپنی بستی کی جانب گئے تو یہ نظارہ کیا کہ ان سب کے پاس کوئی اس طرح کی کتاب نہیں ہے کہ جس سے شرعی احکامات کا علم ہو سکے اس لئے کہ بخت نصر نے تورات کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ یہ حالت ملاحظہ کر کے حضرت عزیر علیہ السلام اشکبار ہو گئے۔ اللہ پاک نے ایک فرشتے کے ذریعے ایک پیالے میں پانی بھیجا اور وہ پانی فرشتے نے حضرت عزیر علیہ السلام کو پینے کے لئے دیا۔ (پانی نوش کرتے ہی) تورات آپ علیہ السلام کے سینے میں اتر کر محفوظ ہو گئی۔ پھر اللہ پاک نے حضرت عزیر علیہ السلام کو بعثت سے نواز دیا۔ اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس آ کر فرمانے لگے کہ میں حضرت عزیر علیہ السلام ہوں اور مجھ کو اللہ پاک نے تمہاری جانب اس بناء پر مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں تم سب کو تورات کی تعلیم دے سکوں۔ بہر حال وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ علیہ السلام ہم کو تورات تحریر کروا دیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے ان کو تورات تحریر کروا دی۔ وہ سب کہنے لگے کہ جس وقت سے تورات کھو گئی ہے اس وقت سے اب تک اللہ پاک نے کسی کے دل میں تورات نہیں اتاری۔ پس ایسا لگتا ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ پاک کے فرزند ہیں (نعوذ باللہ)۔ اس پر حضرت عزیر علیہ السلام نے ان سب سے یہ فرمایا کہ اللہ عزوجل کی ہستی اس سے پاکیزہ و اعلیٰ ہے کہ اس ذات پاک کی زوجہ اور فرزند ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے فرزند اور پوتے جو اس لمحے حیات تھے ضعیف ہو چکے تھے مگر حضرت عزیر علیہ السلام بالغ تھے اور ان کے سر اور ڈاڑھی مونچھیں کالی تھیں۔ سو پاکیزہ ہے وہ ہستی جو ہر شے پر قدرت رکھتی ہے۔

نفع: ابن خلکان اور دیگر مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ شاہ روم قیصر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک رقعہ ارسال

کیا۔ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ میرے سفیر جو آپ کے پاس سے یہاں آئے ہیں انہوں نے مجھ کو بتلایا ہے کہ آپ کے ادھر ایک شجر ہے کہ جس وقت وہ ارض سے نکلتا ہے تو اس طرح لگتا ہے کہ گدھے کے دو کان ہوں اور پھر جس وقت وہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو مروارید کے دانوں سے مشابہ لگتا ہے۔ اس کے بعد جس وقت تھوڑا اور پھیلا کرتا ہے تو اس کی کیفیت ہرے زمرد اور زبرجد کی مانند ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے بعد جس وقت وہ کھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو اس طرح لگتا ہے کہ گویا کہ ایک بہترین طرز کا فالودہ ہو اور جس وقت وہ شجر سوکھ جاتا ہے تو قیام کرنے والے کی لئے جمع شدہ اور سفر کرنے والے کے لئے راستے کا خرچ ثابت ہوتا ہے۔ اگر میرا پیغامبر درست کہہ رہا ہے تو میری سوچ کی مناسبت سے یہ کوئی بہشت کا شجر ہے۔ اس تحریر کے جواب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شاہ روم قیصر کو تحریر کیا کہ آپ کے پیغام رساں نے آپ کو درست اطلاع دی ہے۔ بلاشبہ ادھر اس طرح کا شجر پایا جاتا ہے اور یہ وہی شجر ہے جس کو اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے لیے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے اگا دیا تھا۔ اے قیصر! تم اللہ پاک سے خوف کھاؤ اور اللہ پاک کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی نہ کرو اور پھر یہ آیت مبارکہ نقل کی:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ○

(بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل اللہ پاک کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا اس کے بعد فرمایا ہو جا' لہٰذا وہ ہو گیا۔ درست قول تیرے رب ہی کا ہے۔ تو شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو)۔

<u>شاہ قیصر کا ذکر</u>: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قیصر افریقی زبان کا لفظ ہے جس کا مفہوم ہے "چیر کر نکالنا" ہے۔ مؤرخین نام رکھنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قیصر کی والدہ کی وفات دردزہ میں ہو گئی تھی تو قیصر کو فوری طور پر اس کی والدہ کا پیٹ چاک کر کے نکالا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو قیصر کا لقب دے دیا گیا۔ سو قیصر فخریہ اپنے ساتھی شہنشاہوں میں یہ کہا کرتا تھا کہ میں تم لوگوں کی مانند فرج سے نہیں نکلا ہوا ہوں۔ قیصر کا حقیقی اسم "اغطس" تھا۔ اس کے دور حکومت میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے روم کے ہر شہنشاہ کو شاہ قیصر پکارا جانے لگا۔ جس طرح کہ ملک ترک کا لقب خاقان اور ملک فارس کا لقب کسریٰ اور ملک شام کا ہرقل' اور ملک قبط کا فرعون اور حبشہ کے ملک کا نجاشی لقب ہے۔ اس کے علاوہ ملک فرغانہ کا لقب جمشید اور ملک مصر کو اسلام میں سلطان کا لقب دیا گیا ہے۔

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ادھر ایک بات قابل فکر ہے عربی افراد رومیوں کو بنو اصغر کس لئے کہا کرتے ہیں؟ لہٰذا کہتے ہیں کہ پرانے دور میں ایک دفعہ روم میں آگ پھیل گئی تھی جس کی بناء پر شاہی قبیلے کے سارے لوگ جل گئے تھے۔ ان سب میں سے محض ایک خاتون حیات بچ گئی تھی۔ شہنشاہ کے بارے میں عوام مخالفت کا شکار ہو گئی۔ حتیٰ کہ یہ فیصلہ ہو گیا کہ سویرے جو بھی فرد سب سے قبل شہر میں داخل ہو گا' اس کو شہنشاہ قرار دیا جائے گا۔ اتفاق رائے کے لئے ایک محفل منعقد کی گئی۔ بہر حال یمن کا ایک

فرد اپنے حبشی خادم کے ساتھ روم کی جانب سے آ رہے تھے۔ خادم اپنے مالک سے قبل شہر میں داخل ہو گیا۔ سو محفل کے افراد کہنے لگے کہ تم کتنے خوش بخت ہو۔ وہ خادم شہنشاہ منتخب ہو گیا اور جو خاتون شاہی خاندان سے حیات رہ گئی تھی اس سے اس خادم شہنشاہ کا عقد کر دیا گیا۔ پھر ان کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی جس کے لئے اصغر نام تجویز کیا گیا۔ اس طفل کا اسم اصغر اس بناء پر رکھا گیا کہ سیاہ اور سفید نطفوں کے میل جول سے طفل کی رنگت پیلی تھی اور پھر ان سے جو نسل چلتی گئی اس کو بنی اصغر کہا جانے لگا۔ کچھ مدت کے بعد اس خادم کا مالک بھی ادھر آ گیا اور اس سے حکومت کے بارے میں لڑنے لگا اور بولا کہ یہ تو میرا مفرور خادم ہے۔ وہ خادم بولا کہ یہ درست کہتا ہے میں اس کا خادم ہوں۔ خادم نے اپنے مالک کو کچھ دولت دے کر رضامند کر لیا۔ ابن ظفر کی تصنیف ''کتاب النصائح'' میں بیان ہے کہ جس وقت خلیفہ ہارون الرشید مقام طوس پر گیا' اس کا مرض پھیل گیا تو اس نے طوس کے فارسی نسل معالج کو طلب کر کے فرمان دیا کہ اس کا قارورہ معالج کے آگے ایسے رکھا جائے کہ چند صحت یاب اور بیمار افراد کے قارورے بھی اس کے ہمراہ موجود ہوں۔ خلیفہ کے فرمان کی تعمیل کی گئی۔ معالج نے خلیفہ کے قارورہ کی بوتل شناخت کر کے نکال لی اور اسے دیکھ کر بولا کہ اس قارورہ والے بیمار شخص سے بول دو کہ وہ اپنی وصیت بیان کر دے اس لئے کہ اس شخص کے پٹھے لاغر ہو چکے ہیں اور جسم ڈھلا ہوا ہے۔ پھر خلیفہ کے فرمان سے معالج کو واپس بھیج دیا گیا۔ معالج کی اس بات پر خلیفہ ہارون الرشید کو اپنی حیات سے بہت مایوسی ہوگئی اور اسی کیفیت میں شعر کہے:

ان الطبیب بطبه ودوائه لایستطیع دفاع نحب قداتی

''بے شک معالج اپنی طب اور زبردست نسخوں کے ہوتے ہوئے بھی آنے والی موت کو رفع نہیں کر سکتا۔''

ما للطبیب یموت بالداء الذی قد کان یبری مثله فی مامضی

''معالج کی وفات اسی مرض کی وجہ سے ہوجایا کرتی ہے جس کے علاج کا وہ ماہر ہو۔ ہر چند کہ کئی سو بیماریوں کو اس کی بدولت اس مرض سے صحت یابی ملی ہو۔''

اس کے بعد ہارون الرشید کو علم ہوا کہ عوام میں اس کے مرنے کی اطلاع عام ہو چکی ہے تو اس نے ایک گدھا منگوایا اور فرمان دیا کہ مجھ کو ایک گدھے پر بٹھایا جائے۔ سو ہارون الرشید کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ بہرحال گدھے پر بیٹھتے ہی خلیفہ کی ٹانگیں ڈھیلی پڑ گئیں تو اس نے فرمان دیا کہ اب مجھ کو گدھے کے اوپر سے اٹھا لو۔ ایسے ہی کیا گیا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے کفن کے لئے کپڑے کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد اپنے بچھونے کے آگے قبر کھودنے کا فرمان دیا۔ سو جس وقت قبر کی کھدائی ہوگئی تو خلیفہ نے قبر میں جھانکا اور قرآن مجید کی آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

''مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ'' ۔ (سورۃ الحاقۃ۔ آیت: 28-29)

آج میری دولت میرے کچھ کام نہ آئی۔ میری ساری حکومت اختتام پذیر ہوگئی۔

اسی روز ہارون الرشید کی وفات ہوگئی۔ اللہ پاک اس پر مہربان ہو۔

منصور حلاج کا ذکر: تاریخ ابن خلکان میں تذکرہ ہے کہ حلاج کے اکثر رفیقوں نے کہا ہے کہ جس روز منصور حلاج کو

ہلاک کیا گیا۔ اسی روز منصور حلاج کسی کو خواب میں دکھائی دیے کہ وہ ایک گدھے پر سواری کرتے ہوئے ''نہروان'' کی سڑک پر موجود تھے۔ منصور حلاج نے عوام سے کہا کہ تم سب یہ سمجھ رہے ہو کہ میں چوٹ کھایا ہوا اور قتل کیا گیا ہوں۔ بہر حال منصور حلاج کو ہلاک کرنے کا سبب یہ تھا کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس کی محفل میں منصور حلاج کی زبان سے کوئی اس طرح کی بات نکلی جو کہ خلاف شریعت تھی۔ سو قضاۃ اور علماء کرام نے منصور حلاج کو ہلاک کرنے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ پھر خلیفہ مقتدر باللہ نے منصور حلاج کو حراست میں لینے کا فرمان دیا اور پھر منصور حلاج کو بوقت شب حراست میں لے لیا گیا تا کہ کہیں عوام شور برپا کر کے اس کو نہ چھڑا پائیں۔ سو جس وقت 24 ذی قعدہ کو 309ھ میں منگل کے دن منصور حلاج کو ''باب الطاق'' میں لے کر گئے تو ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ سو سب سے قبل جلاد نے منصور حلاج کو ایک ہزار کوڑے لگا کر پیٹا مگر منصور حلاج نے بردباری ظاہر کی۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے تو بھی وہ چپ رہے اور آخر کار ان کا سر قلم کر دیا گیا اور ان کی نعش جلا دی گئی اور نعش کی راکھ کو ''بحر دجلہ'' میں بہایا گیا۔ اس کے بعد منصور حلاج کا سر بغداد کی دیوار میں گاڑھا گیا اور اس کے بعد اسے ہر گلی کوچے اور بازار میں لے کر گھومتے رہے۔ سو منصور حلاج کے ساتھی خود کو یہ کہہ کر مطمئن کرتے کہ چالیس روز بعد منصور حلاج واپس لوٹ آئیں گے۔ سوئے اتفاق اسی برس بحر دجلہ میں بہت طوفان آیا جسے چند افراد نے اس بات سے مطابقت دی کہ منصور حلاج کی راکھ کی بناء پر یہ طوفان آیا ہے۔ جو کہ منصور حلاج کو جلا دینے کے بعد اس دریا میں پھینک دی گئی تھی۔ منصور حلاج کے اکثر حمایتی یہ گمان کرتے تھے کہ منصور حلاج کی ہلاکت نہیں ہوئی اور ان کی ہلاکت کے لمحے اللہ پاک نے ان کے کسی حریف کو منصور حلاج کی شباہت دے کر بھیجا تھا اور اسی حریف کی ہلاکت ہوئی تھی اور منصور حلاج کا بچاؤ ہو گیا تھا۔ سو جس وقت منصو حلاج کا سر قلم کرنے کے لئے ان کو لے جایا جا رہا تھا تو ان کی زبان پر یہ شعر تھے:

طلبت المستقر بکل أرض فلم أرلی بارضہ مستقرا

''میں نے ارض کے ہر گوشے میں راحت کو ڈھونڈا مگر مجھ کو کہیں بھی راحت نصیب نہ ہوئی۔''

أطعت مطامعی فستعبد تنی ولو انی قنعت لکنت حرا

''میں حرص میں پڑ گیا تو حرص میرا حاکم بن بیٹھا اور اگر میں تھوڑی چیز پر خوش رہتا تو رہائی میرا نصیب ہوتی۔''

اکثر علماء کرام کے مطابق منصور حلاج کو جس وقت ہلاک کرنے لگے تو ان کی زبان پر یہ شاعری تھی:

لم أسلم النفس للاسقام تتلفها الالعلمی بان الموت یشفیها

''میں خود کو موذی امراض کے حوالے نہیں کر سکتا البتہ یہ کہ میری جانکاری کی مناسبت سے مرنے میں ہی میری صحت یابی ہے۔''

ونظرۃ منک یاسؤلی ویاأملی اشھی الی من الدنیا و مافیھا

''اور اے وہ ہستی جو میری ضرورت مند ہے اور جو میری توقعات کا مرکز ومحور ہے تیری ایک نگاہ مجھ کو دنیا و جہاں سے زیادہ پیاری ہے۔''

نفس المحب علی الالام صابرة　　　لعل متلفیها یوما یداویها

''عشق کرنے والے کی جان اذیتوں پر صبر کیا کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا تلف کرنے والا ایک روز اس کا طبیب بن جائے۔''

منصور حلاج شیخ جنید بغدادی کی زیر سایہ رہے اور ان کا شبلی اور دوسرے بزرگوں سے بھی ناتا رہا۔ شیخ الامام عزالدین بن عبدالسلام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مفاتیح الکنوز'' میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت منصور کو قتل کرنے کے لئے لے کر آئے تو وہ تختہ اور کیلوں کو دیکھ کر زور سے ہنسنے لگے۔ اس کے بعد عوام پر ایک نظر دوڑائی تو دکھائی دیا کہ شبلی بھی وہیں پر ہیں۔ منصور حلاج کہنے لگے اے ابا بکر! کیا آپ کے پاس جائے نماز ہے۔ تو شبلی نے ہاں میں جواب دیا۔ منصور حلاج نے ان کو کہا کہ میرے لئے جائے نماز بچھا دو۔ شبلی نے جائے نماز (مصلی) بچھا دیا۔ منصور حلاج نے جائے نماز پر دو رکعت نفل ادا کیے۔ اول رکعت میں ''سورۃ فاتحہ'' کے بعد اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:

''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ فاتحہ'' کے بعد اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:

''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' اور پھر لمبا وظیفہ پڑھنے لگے۔ سو جس وقت منصور حلاج نے نوافل ادا کر لئے تو ابو الحرث سیاف کی آمد ہوئی اور انہوں نے ایک زوردار تھپڑ منصور حلاج کے چہرے پر رسید کیا جس سے ان کا چہرہ اور ناک سخت زخمی ہوئے اس حالت کو ملاحظہ کر کے شبلی حالت وجد میں چلے گئے اور انہوں نے اپنا ملبوس چاک کر دیا اور ڈر سے چلانا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ ابو الحسن واسطی اور دوسرے بزرگوں پر بھی عالم غشی کی کیفیت آ گئی۔ منصور حلاج نے (ہلاک ہونے سے پہلے) یہ بات کی کہ بلاشبہ تم لوگوں کے لئے میرا لہو جائز ہو چکا ہے۔ مجھ کو ہلاک کر دو۔ آج مومنوں کے لئے میری ہلاکت سے زیادہ ضروری اور کوئی فعل نہیں اور میری ہلاکت اللہ کی حدوں کی مناسبت اور شرع کے عین مطابق ہے اور جو بھی اللہ پاک کی حدوں سے بے راہ ہو جائے اس پر حد کا جاری ہونا لازم ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ منصور حلاج کے بارے میں افراد کے مابین شدید مخالفت ہے۔ اکثر کے مطابق منصور حلاج ایک عظمت والا شخص تھا اور کچھ افراد منصور حلاج کو کفر کرنے والا کہتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت امام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''مشکوٰۃ الانوار و مصفاۃ الاسرار'' میں منصور حلاج کے بارے میں ایک لمبی فصل تحریر کی ہے اور منصور حلاج کی باتوں ''انا الحق'' ''وما فی الجبة الا اللہ'' کو بیان کر کے ان سے بہتر مفہوم اخذ کیا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ منصور حلاج کے یہ کلمات جذبۂ محبت اور شدید وجد کی بناء پر ادا ہوئے ہیں اور ان کے کلمات کے بولنے والے کی مثل اس شعر کی مانند ہے۔

انا من أهوی ومن أهوی انا　　　فاذا ابصرته ابصرتنا

''میں وہ ہوں جس کو میں پسند کیا کرتا ہوں اور جس کو میں پسند کیا کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں۔ جس وقت تم نے میرے محبوب کا نظارہ کر لیا تو گویا کہ تم نے مجھ کو ہی دیکھ لیا ہے۔''

حضرت امام شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان کرنا منصور حلاج کی صفت اور برأت کے لئے بہت ہے۔ سو حضرت امام شریح رحمۃ اللہ علیہ سے جس وقت منصور حلاج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ منصور حلاج مخفی الحال فرد تھے۔ یہ فرمان ہو بہو اس طرح کا ہے جس طرح کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا جب کہ آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جس وقت اللہ پاک نے ہماری شمشیروں کو ان کے لہو سے پاکیزہ رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کے متعلق گفتگو کرنے سے کیوں نہ پاکیزہ رکھیں۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک سے ڈرنے والے فرد کے لئے اتنا استدلال کسی کو کافر مقرر کرنے سے منع کرنے کے لئے بہت ہے۔ کسی اس طرح کی بات کی وجہ سے جس میں تاویل کا شبہ ہو۔ اسلام سے کسی کو باہر کرنا ایک بے حد اہمیت کا حامل مسئلہ ہے اس بناء پر اس میں جلدی نہیں کیا کرتا لیکن کوئی بے عمل۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے منصور کی برأت میں فرمایا ہے کہ منصور حلاج کو قتل کر دیا گیا ہے اور کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اگر میں منصور حلاج کے دور میں ہوتا تو میں لازمی ان کا ساتھ دیتا۔ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا فرمان منصور حلاج کے بارے میں ان لوگوں کے لئے بہت ہے جو کہ تھوڑی عقل وفہم کے مالک ہیں۔

حلاج نام رکھنے کی وجہ: منصور کو حلاج اس بناء پر کہا جاتا تھا کہ ایک روز منصور کسی روئی دھننے والے شخص کی دکان میں تشریف فرما تھے اور اس سے کوئی اپنا کام سرانجام دینے کے لئے بول رہے تھے۔ دکان والا شخص کہنے لگا کہ میں تو اس وقت روئی کو دھن رہا ہوں۔ منصور نے اس شخص سے کہا کہ تم میرا کام کر دو میں تمہاری روئی کو دھنوں گا۔ سو وہ روئی والا شخص رضامند ہو گیا اور منصور کا کام سرانجام دینے کے لئے چلا گیا۔ جس وقت اس کی واپسی ہوئی تو اسے دکھائی دیا کہ جتنی بھی روئی اس کی دکان میں تھی وہ ساری کی ساری دھنکی جا چکی تھی۔ جبکہ وہ اتنی زیادہ مقدار میں تھی کہ اگر دس افراد بھی اس کو کئی روز تک دھنتے تو وہ نہ دھنکی جاتی۔ اسی روز سے منصور کو حلاج کا لقب دے دیا گیا۔ حلاج کا مفہوم روئی دھننے والے کا ہے۔ اکثر افراد نے حلاج نام کی یہ توجیہ بتائی ہے کہ منصور تصوف کے اسرار اور صوفیاء کرام کے نکات بیان کیا کرتے تھے اس بناء پر انہیں حلاج کے نام سے پکارا جانے لگا۔ منصور ملک فارس کے شہر بیضاء کے رہائشی تھے اور ان کا حقیقی اسم حسین بن منصور تھا۔ واللہ اعلم۔

محمد بن ابی بکر کا ذکر: ابن خلکان اور باقی مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ہی مصر کا امیر محمد بن ابی بکر کو منتخب کیا تھا۔ سو 37ھ میں محمد بن ابی بکر مصر میں تشریف آور ہوئے اور اس لمحے تک ادھر ہی قیام پذیر رہے۔ حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو شام کی فوج کا سپہ سالار بنا کر مصر روانہ کیا۔ اس فوج کے ہمراہ معاویہ بن حدیج اور ان کے رفیق بھی موجود تھے۔ سو دونوں طرف جنگ کا آغاز ہو گیا اور آخر کار محمد بن ابی بکر ہار گئے اور بھاگتے ہوئے ایک پاگل کے مکان میں چھپ گئے۔ معاویہ بن حدیج اور اس کے ساتھی پاگل کے مکان میں داخل ہو گئے اس پاگل کا ایک برادر جیل کی زندگی قیدی بن کر بسر کر رہا تھا۔ اسی پاگل نے معاویہ بن حدیج سے دریافت کیا۔ کہ کیا تم

میرے برادر کو ہلاک کرنے کے خواہاں ہو؟ معاویہ بن حدیج نے جواب دیا کہ نہیں ہم تیرے برادر کو ہلاک نہیں کریں گے۔ پاگل کہنے لگی کہ یہ محمد بن ابی بکر ہیں جو کہ میرے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ معاویہ نے اپنے آدمیوں کو فرمان دیا کہ وہ محمد بن ابی بکر کو حراست میں لے لیں۔ وہ سب محمد بن ابی بکر کو رسیوں میں باندھ کر کھینچتے ہوئے معاویہ کے پاس لے آئے۔ محمد بن ابی بکر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر اپنی جان بخشوانے کی گزارش کی۔ معاویہ بن حدیج کہنے لگا کہ تو وہ آدمی ہے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے معاملہ میں میرے قبیلے کے اسی (80) لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمہیں بخش دوں۔ بخدا! میں تم کو قطعی طور پر نہیں بخشوں گا۔ صفر کے مہینے 38ھ میں محمد بن ابی بکر کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ معاویہ بن حدیج نے فرمان دیا کہ محمد بن ابی بکر کے بے جان وجود کو راستوں پر گھسیٹو اور بطور خاص حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کے آگے سے گزارو اس لئے کہ وہ محمد بن ابی بکر کو ہلاک کرنے کے مخالف تھے اور معاویہ بن حدیج نے یہ فرمان دیا کہ محمد بن ابی بکر کی نعش کو مرے ہوئے گدھے کے بدن کے ہمراہ آگ میں جلا دو۔ اکثر افراد کا کہنا ہے کہ محمد بن ابی بکر کی نعش کو آگ میں نہیں جلایا گیا بلکہ ان کو زندہ ہی گدھے کے ساتھ آگ میں جلایا گیا تھا۔

محمد بن ابی بکر کی ہلاکت کی وجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ بددعا تھی جو حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل کے روز محمد بن ابی بکر کے لئے کی تھی۔ سو جنگ جمل میں جس وقت محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہودج میں ہاتھ داخل کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے طیش میں آ کر فرمایا کہ ''یہ کون ہے جو رسول اللہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سے مزاحمت کرتا ہے۔ اللہ پاک اس کو آتش میں جلا دے۔ پھر محمد بن ابی بکر کہنے لگے اے میری ہمشیرہ! یہ نہ کہو بلکہ اس طرح بولو کہ ''اس دنیا کی آتش سے''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''دنیا کی آتش سے''۔ اس لئے اس بددعا نے اثر کر دیا۔

(بلاشبہ ''باب الجیم'' میں یہ واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے)۔

محمد بن ابی بکر کو جدھر ہلاک کیا گیا تھا' اسی مقام پر دفنایا گیا۔ بہر حال جس وقت ایک برس بیت گیا تو محمد بن ابی بکر کے خادم نے آپ کی قبر کی کھدائی کی تو اس میں سے محض سر اور کھوپڑی برآمد ہوئی۔ خادم نے اس کھوپڑی کو مسجد کے مینار کے نیچے دفنا دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے برادر حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے برادر محمد بن ابی بکر کے سلسلے میں روانہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا سلسلہ معاویہ بن حدیج کے پاس ہے۔ جس وقت محمد بن ابی بکر کو ہلاک کر دیا گیا تو آپ کا خادم سالم آپ کا کرتا لے کر مدینہ منورہ آپ کی رہائش گاہ میں گیا تو سارے آدمی اور خواتین اکٹھی ہو گئیں۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان نے ایک مینڈھا لے کر بھنوایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج کر پیغام دیا کہ آپ کے برادر محمد بن ابی بکر کو بھی ایسی ہی بھون دیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھنا ہوا گوشت تناول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

ہوگئی۔ اس کے علاوہ ہندہ بنت شمر خصومیہ نے کہا ہے کہ میں نے نائلہ (جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں) کو اس طرح دیکھا کہ وہ معاویہ بن حدیج کے پیروں کو بوسہ دے رہی تھیں اور یہ بول رہی تھیں کہ مجھ کو تیری بدولت انتقام مل گیا ہے۔ سو جس وقت محمد بن ابی بکر کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کو محمد بن ابی بکر کی ہلاکت کی اطلاع ملی تو غصے کی شدت سے ان کی چھاتیوں سے لہو بہنے لگا۔ محمد بن ابی بکر کے ہلاک ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بہت غمگین ہوئے اور فرمایا کہ "میں نے محمد بن ابی بکر کی تربیت کی تھی انہیں پالا تھا اور میں اسے اپنا فرزند سمجھا کرتا تھا اور بھتیجا بھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد محمد بن ابی بکر کی والدہ محترمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آ گئیں تھیں۔ اسی بناء پر محمد بن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ عنہا کی زیر پرورش تھے۔ حضرت امام وعلامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت سے زیادہ کھانا تناول کر لیا تو انہوں نے فرمایا کہ جس وقت گدھے کو چارہ زیادہ کھلایا جاتا ہے تو پھر اس سے بار برادری بھی زیادہ کروائی جاتی ہے اور اس کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر: حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو شب کے کھانے کی دعوت دی۔ ہمارے آگے کھجور اور گرم دودھ پیش کیا۔ جس وقت ہم نے نصف کھانا تناول کر لیا تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اٹھ جاؤ اس لئے کہ دو نوافل شکرانہ کے پڑھ لیں۔ ابن وکیع بولے کہ (جو اس لمحے کھانے میں شامل تھے) اگر آپ ہم کو بادام کا حلوہ کھانے کو دیتے اور اس کے بعد ہم کو نماز تراویح ادا کرنے کا فرمان دیتے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہونٹوں پر یہ بات سماعت کر کے مسکراہٹ آ گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مہدی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو عام سے انداز میں سلام کہا اور خلیفہ کے لئے خاص سلام نہ کیا۔ خلیفہ مہدی طیش میں آ کر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ اے سفیان! تم ہم سے فرار کا راستہ ڈھونڈتے ہو اور یہ فہم رکھتے ہو کہ اگر ہم تیرے ہمراہ برابر تاؤ روا رکھنا چاہیں تو نہیں رکھ سکتے۔ جبکہ اس لمحے ہم اس طرح کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ کیا تم اس بات سے خوفزدہ نہیں ہو کہ ہم اسی لمحے تیری ذلت و رسوائی کا فرمان دے سکتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ اسی لمحے کوئی فرمان صادر کر سکتے ہیں تو وہ شہنشاہ عدل کرنے والا اور قدرت رکھنے والا جو کہ سچ اور جھوٹ میں تفریق کر سکتا ہے وہ آپ کے لئے بھی فرمان صادر کر سکتا ہے۔ یہ سماعت کر کے خلیفہ مہدی کا وزیر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! آپ اس بے علم سے کیوں تکرار کر رہے ہیں اگر آپ کا فرمان ہو تو میں اس کا سر قلم کر دوں۔ مہدی نے وزیر کو چپ رہنے کے لئے کہا۔ کیا ہم سفیان کو ہلاک کر کے ظالم بن جائیں جس طرح کہ ان کے ساتھی چاہتے ہیں اور ہماری بدولت سفیان ثوری جام شہادت نوش کر کے عظیم بن جائیں۔ اس کے علاوہ خلیفہ مہدی نے اپنے وزیر کو فرمان دیا کہ سفیان ثوری کے نام پر کوفہ کے قاضی کے عہدے کا حکم نامہ تحریر کرو اور اس میں یہ اضافی کلمات تحریر کرو کہ سفیان ثوری کے فیصلوں پر کسی کو بھی نکتہ چینی کرنے کی منظوری نہیں ہو گی۔ وزیر نے حکم نامہ تحریر کر کے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے حکم نام پکڑ لیا اور خلیفہ کی مجلس سے نکل کر آئے اور حکم نامہ کو بحر دجلہ میں ڈال دیا اور بغداد سے مفرور ہو

گئے۔ پھر خلیفہ مہدی نے سارے ملکوں میں نے سفیان ثوری کو ڈھونڈ اگر ان کے بارے میں کچھ بھی علم نہ ہو پایا۔ سو اس روپوشی کی کیفیت میں ہی بصرہ میں آپ وفات پا گئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ائمہ مجتہدین میں ایک پرہیز گار بڑی معتبر دین دار آدمی تھے۔ سارے افراد کا آپ کی خصوصیات پر اتفاق ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کرام سے روایت ہے کہ ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی مناسبت سے فتویٰ دیتے ہیں مگر یہ قول درست نہیں ہے۔ سو درست یہ ہے کہ ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے مطابقت رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنے رفیقوں میں شامل کیا ہے اور ایسا ہی دوسرے حضرات کا بھی کہنا ہے۔ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے رہائشی تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کون برتر ہے؟ لہٰذا آپ نے جواب دیا کہ بصرہ والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی برتری تسلیم کرتے ہیں اور کوفہ والوں کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ درجہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلند و برتر ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں کوفہ کا شخص ہوں مطلب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برتری تسلیم کرتا ہوں۔

<u>حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں داستان:</u> ''کتاب ابتلاء الاخبار'' میں تذکرہ ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابلیس سے ملے۔ ابلیس پانچ گدھوں پر وزن لاد کر ہانکتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے سوال کیا کہ یہ کیا چیز لئے پھر رہے ہو؟ تو ابلیس نے بتلایا کہ یہ سامان تجارت ہے اس کے لئے گاہکوں کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اس سامان میں کیا کیا ہے؟ تو ابلیس کہنے لگا کہ:

1۔ اس میں ظلم ہے جو کہ میں شہنشاہوں کو بیچ دوں گا۔

2۔ ابلیس کہنے لگا کہ سامان تجارت میں گھمنڈ ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو کون خریدنا پسند کرے گا؟ ابلیس کہنے لگا کہ سوداگر اور جوہری اس کے گاہک ہیں۔

3۔ پھر ابلیس بولا کہ اس سامان میں حسد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اسے کون لے گا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ علماء کرام۔

4۔ ابلیس نے بتایا کہ اس تجارت کے سامان میں چوتھی شے خیانت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اس کا گاہک کون ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ تاجروں کے کارکن اس کے گاہک ہیں۔

5۔ ابلیس کہنے لگا کہ اس سامان میں پانچویں شے دھوکہ دہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اس کے گاہک کون ہیں؟ ابلیس نے جواب دیا کہ خواتین۔

<u>خواتین کی مکاری کے بارے میں داستان:</u> حضرت جعفر صادق بن محمد باقر سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک

دیندار شخص ہوا کرتا تھا جس کا سلسلہ اللہ پاک کے ساتھ بہت بہتر تھا اور اس کی ایک بے حد خوبصورت زوجہ تھی۔ وہ شخص کسی بناء پر اس سے بدگمان ہو گیا۔ سو جس وقت بھی یہ شخص ضرورت پڑنے پر مکان سے باہر جایا کرتا تو اپنی رہائش گاہ کو باہر سے تالا لگا کر جاتا تھا۔ ایک روز اس کی زوجہ نے ایک نوجوان شخص کو دیکھا اور اس سے محبت کرنے لگی اور وہ نوجوان شخص بھی اس خاتون سے محبت کرنے لگا۔ اس خاتون نے کسی طریقے سے باہر کے تالے کی ایک نئی چابی بنوائی اور اس نوجوان شخص کو دے دی۔ وہ نوجوان روز و شب میں جس وقت بھی خواہش کرتا اس خاتون کے گھر میں آ جایا کرتا اور اس کی صحبت میں رہتا۔ سو اس خاتون کا خاوند لمبے عرصے تک اس آنے جانے سے انجان رہا۔ اس خاتون کا خاوند ایک عبادت گزار اور متقی فرد تھا اس بناء پر اس کو احساس ہوا کہ اس کی زوجہ اس سے کترا کر رہتی ہے۔ سو اس نے اپنی سوچ اپنی زوجہ کو بتا دی اور بولا کہ میں تیرے سے تب ہی اطمینان میں ہوں گا جب کہ تم اپنی عفت و عصمت کا حلف اٹھاؤ۔ زوجہ اس پر رضامند ہو گئی۔ سو جس شہر کا یہ قصہ ہے اس کے بیرونی طرف ایک پہاڑ واقع تھا اور اس کے نزدیک ایک نہر رواں تھی۔ ادھر جا کر بنی اسرائیل کے افراد حلف اٹھایا کرتے تھے اور جو بھی فرد ادھر جھوٹا حلف اٹھاتا وہ فوری طور پر مر جاتا۔ جس وقت وہ متقی، عبادت گزار شخص کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر گیا تو اس کی زوجہ نے اس نوجوان شخص کو اس بات سے آگاہ کیا تو وہ بھی متفکر ہو گیا اور بولا کہ اب تم کیا کرو گی؟ لہٰذا خاتون کہنے لگی کہ فلاں روز فلاں شب میں حلف کے لئے اپنے خاوند کے ہمراہ اس پہاڑ پر جاؤں گی۔ اس لئے تم روپ بدل کر اور سوار ہونے والا ایک گدھا لے کر شہر کے باہر پھاٹک پر رہنا اور جس وقت تمہاری نظر ہم پر پڑے تو گدھے کو لئے ہمارے نزدیک آ جانا۔ جس وقت میں پہاڑ تک جانے کے لئے گدھے پر سواری کرنے کا خیال ظاہر کروں تو تم فوراً مجھ کو اٹھا کر گدھے پر بٹھا دینا۔ جس وقت اس خاتون کے خاوند کی آمد ہوئی تو وہ اپنی زوجہ سے کہنے لگا کہ اپنے عہد کے مطابق حلف اٹھانے کے لئے پہاڑ پر چلو اس لئے کہ مجھ کو اطمینان دلا سکو۔ وہ خاتون کہنے لگی کہ میں پیدل پہاڑ تک جانے کی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ متقی شخص کہنے لگا کہ تم باہر آؤ اگر شہر کے پھاٹک پر کوئی گدھا ملا تو گدھے کو کرائے پر حاصل کر لیں گے۔ وہ خاتون اٹھی اور اس نے کپڑے بھی نہیں بدلے۔ جس وقت وہ متقی شخص اور اس کی زوجہ رہائش گاہ سے باہر آئے تو اس خاتون کی نظر اس نوجوان پر پڑ گئی جو اس کا منتظر تھا۔ اس خاتون نے گدھے والے نوجوان کو آواز دے کر بلایا اور نصف درہم کرایہ طے کر کے پہاڑ تک جانے پر رضامند کر لیا۔ اس کے بعد وہ گدھے لئے آیا اور خود سہارا دے کر خاتون کو گدھے پر سوار کرا دیا۔ وہ سواری کرتے ہوئے پہاڑ تک چلے گئے۔ وہ خاتون اس نوجوان شخص سے بولی کہ مجھ کو گدھے سے اتار دو۔ جس وقت وہ نوجوان شخص اس کے نزدیک آیا تو اس خاتون نے خود کو نیچے زمین پر گرا دیا۔ حتیٰ کہ اس کی فرج نمایاں ہو گئی۔ وہ خاتون اس گدھے والے کے لئے مغلظات کہنے لگی۔ وہ نوجوان شخص کہنے لگا کہ بخدا! اس میں میری کوئی لغزش نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے اس خاتون کو ہاتھوں میں اٹھا کر کھڑا کر دیا اور پھر وہ پہاڑ پر اس جگہ پہنچے جدھر حلف اٹھایا جاتا تھا تو خاتون نے اپنے ہاتھ پہاڑ پر رکھ دیئے اور خاوند کی جانب دیکھ کر بولی کہ میں قسم کھاتی ہوں کہ جس وقت سے میں اور تم رشتۂ ازدواج میں بندھے ہیں اس وقت سے آج تک مجھ کو آپ کے اور اس گدھے والے کے سوا اور کسی نے بھی ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی کوئی میری جانب دھیان دیتا تھا۔ وہ پہاڑ زور زور سے ہلنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ زمین بوس ہو

گیا اور بنی اسرائیل اس قصے کو بھول بیٹھے۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے:

"وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ"

(ہر چند کہ ان کافروں اور مشرکوں کی سازشیں اس طرح کی تھیں کہ جن سے پہاڑ بھی اپنے مقام سے ہل جایا کرتے)۔

ایسے ہی ایک داستان حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں ایک شخص تھا جو شمشون کہلاتا تھا اور بنی اسرائیل سے نسبت رکھتا تھا اور روم کے کسی شہر کا رہائشی تھا۔ اللہ پاک نے اس شخص کو ہدایت سے نوازا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو گیا جبکہ اس کے اہل وعیال بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور اسی شہر میں رہائش پذیر تھے۔ شمشون بستی سے دور ایک گھر میں رہنے لگا اور موقع ملتے ہی شہریوں سے لڑائی کر کے ان کو قیدی بنا کر ان سے مال غنیمت وصول کرتا۔ اکثر اوقات شمشون بھوکے پیاسے ہی کئی کئی روز تک جنگ کیا کرتے اور جس وقت پیاس لگتی تو بستی کے پتھروں سے پانی کا اخراج ہوتا تو شمشون خوب پیاس بجھا لیتے۔ اللہ پاک نے شمشون کو پیاس پر قابو عطا کیا تھا۔ جس بناء پر شہری ان سے متفکر تھے اور ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ ایک روز شہریوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ شمشون کے مقابل کس طرح آئیں۔ اس محفل کے اکثر حضرت نے یہ مشورہ دیا کہ جس وقت تک ہم شمشون کی زوجہ سے بات چیت نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ان سے مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ وہ سب شمشون کی زوجہ سے کہنے لگے کہ تم اپنے خاوند سے بے وفائی کر کے اس کو جکڑ وا دو تو ہم تم کو بہت زیادہ دولت دیں گے۔ وہ خاتون دولت کی بناء پر خاوند سے بے وفائی پر آمادہ ہو گئی اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ لازمی ان کا ساتھ دے گی۔ اس خاتون کو ان افراد نے بہت مضبوط رسیاں دیں اور کہنے لگے کہ جس وقت تمہارا خاوند نیند میں چلا جائے تو یہ رسیاں ان کے ہاتھوں میں ڈال کر گلے میں باندھ دینا۔ اس کے بعد وہ افراد واپس لوٹ گئے۔ جس وقت شمشون رہائش گاہ میں تشریف آور ہوئے تو اپنے بچھونے پر استراحت فرمانے لگے۔ آپ کی زوجہ نے ان رسیوں کی مدد سے آپ کو بہت مضبوطی سے جکڑ دیا اور سویرا ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ جس وقت شمشون جاگے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا تو وہ رسیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور شمشون اٹھ بیٹھے۔ پھر انہوں نے اپنی زوجہ سے دریافت کیا کہ تو نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ زوجہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی طاقت دیکھنے کے لئے اس طرح کیا ہے اس کے بعد اس خاتون نے شہریوں کی جانب پیغام دیا کہ میں نے اپنے شوہر کو رسیوں میں جکڑا تھا مگر وہ رسیاں ان کی طاقت سے ٹوٹ گئیں۔ پھر شہریوں نے ایک لوہے کا طوق اور زنجیر اس خاتون کو دی۔ جس وقت شمشون گہری نیند میں چلے گئے تو ان کی زوجہ نے وہ طوق اور زنجیر لے کر ان کی گردن میں ڈال دی۔ جس وقت شمشون جاگ گئے تو یہ طوق اور زنجیر ان کی گردن سے نکل کر ٹوٹ گئی۔ شمشون نے اپنی زوجہ سے دریافت کیا کہ تو نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو اس خاتون نے جواب دیا کہ آپ کی طاقت کی آزمائش کے لئے اس طرح کیا ہے۔ سو اس خاتون نے حضرت شمشون سے پوچھا کہ کیا کوئی اس طرح کی شے بھی ہے جو آپ کو ہرا سکے۔ اس پر شمشون نے جواب دیا کہ صرف اللہ پاک ہی کو مجھ پر غلبہ مل سکتا ہے اور اس کے علاوہ ایک اور شے بھی مجھ کو بے بس کر سکتی ہے۔ ان کی زوجہ نے دریافت کیا کہ وہ کیا شے ہے؟ تو شمشون نے فرمایا کہ یہ میں تم کو نہیں بتا سکتا۔ اس خاتون نے شمشون کو بہت پھسلانے کی

کوشش کی اور اس شے کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتی رہی۔ حضرت شمشون کے گیسو بہت لمبے اور گھنے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری والدہ میرے لئے ایک خطرناک چیز چھوڑ گئیں ہیں اور وہ میرے سر کی زلفیں ہیں۔ بہرحال اگر کوئی مجھ کو میری ہی زلفوں سے جکڑ دے گا تو میں عاجز ہو جاؤں گا۔ رات کو جس وقت شمشون گہری نیند میں چلے گئے تو اس خاتون نے ان کی زلفوں سے انہیں جکڑا اور شہریوں کو خبر بھیج دی۔ شہریوں نے آ کر شمشون کو حراست میں لے لیا اور ان کے کان اور ناک کٹوا دی اور آنکھوں کو نکلوا کر شہر کے وسط میں لوگوں کے لئے تماشا بنا دیا۔ اس شہر میں جگہ جگہ پر ستون نصب تھے جن پر بیٹھ کر شہر کی عوام حتیٰ کہ بادشاہ بھی شمشون کی کیفیت ملاحظہ کر رہے تھے۔ جس وقت شمشون کا مثلہ کرنے لگے تو شمشون اللہ پاک سے دعا گو ہوئے کہ یا الٰہی تو ان پر میرا تسلط قائم کر دے۔ اللہ پاک نے ان کی دعا کو قبولیت بخشی اور انہیں دوبارہ سے بالکل ٹھیک کر کے فرمان دیا کہ شہر کا وہ مینار جس پر بیٹھ کر عوام اور شہنشاہ تماشا دیکھ رہے ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔ انہوں نے حکم کی تعمیل میں ایسا ہی کیا۔ پس سارے شہری اور بادشاہ جاں بحق ہو گئے۔ پھر اللہ پاک نے شمشون کی زوجہ پر بجلی گرائی۔ اس بجلی نے ان کی زوجہ کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اس طرح اللہ پاک نے حضرت شمشون کو ان کی زوجہ سے چھٹکارا دلایا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''کتاب نزھۃ الابصار فی اخبار ملوک الامصار'' میں بیان ہے کہ کسی شہنشاہ نے ایک لڑکے کو جاتے ہوئے دیکھا جو ایک دھیمی رفتار والے گدھے کو ڈانٹ ڈپٹ کر ہانکتے ہوئے لے کر جا رہا تھا۔ بادشاہ کہنے لگا کہ اے لڑکے! اس گدھے کے ساتھ نرم برتاؤ کرو۔ پھر لڑکا بولا کہ اے شہنشاہ گدھے کے ساتھ نرم رویہ اس کے لئے مضر ہے۔ شہنشاہ نے دریافت کیا کہ وہ کس طرح؟ لڑکا کہنے لگا کہ اگر اس سے نرم رویہ رکھوں گا تو یہ دیر سے مسافت طے کرے گا تو پھر اس کو زیادہ بھوک محسوس ہوگی اور وزن زیادہ دیر تک اس پر لدا ہوگا اور اگر یہ گدھا تیزی سے مسافت طے کر لے گا تو وزن سے جلد نجات پائے گا اور خوراک بھی دیر تک تناول کرے گا۔ شہنشاہ لڑکے کی گفتگو سے حیران ہوا اور اس کو ایک ہزار دراہم انعام میں دیئے۔ لڑکا بولا کہ خداوند کریم نے یہ روزی میرے لئے تحریر کر دی تھی۔ سو میں سب سے قبل اللہ پاک کا شکر گزار ہوں اور پھر آپ کو شکریہ کہتا ہوں۔ پھر شہنشاہ نے کہا کہ آج سے ہم نے تمہیں اپنے احباب میں شمار کر لیا ہے۔ لڑکا کہنے لگا کہ یہ میرے لئے غرور اور فکر کا باعث ہے۔ شہنشاہ نے لڑکے سے فرمائش کی کہ مجھ کو کوئی تلقین کرو۔ اس لئے کہ تم مجھ کو دانا محسوس ہو رہے ہو۔ لڑکا کہنے لگا کہ اے شہنشاہ جس وقت آپ خود کو بالکل صحیح و سالم سمجھیں تو موت کا گمان کریں اور جس وقت مسرت کا احساس کریں تو آفت کو ذہن نشین رکھیں۔ اور جس وقت حفظ و امان میں ہوں تو خوفزدہ ہوں اور جس وقت کوئی فعل سرانجام دے لیں تو موت کو ذہن نشین رکھیں اور جو آپ کو اپنا نفس عزیز ہے تو اس کو شر میں نہ ڈالیں۔ شہنشاہ اس لڑکے کی بات چیت سے حیران ہوا اور بولا کہ تو کم عمر نہ ہوتا تو میں لازمی تجھے اپنی وزارت کا عہدہ دیتا۔ لڑکا کہنے لگا کہ عظمت دانائی سے ہے عمر سے نہیں ہے۔ شہنشاہ نے پوچھا کہ کیا تم اپنے اندر وزارت کی اہلیت رکھتے ہو؟ لہٰذا لڑکے نے جواب میں کہا کہ اچھائی اور برائی کا پتہ تجربے کے بعد ہی چلتا ہے اور بشر کی اہلیت یا نااہلی کا اس لمحے تک علم نہیں ہو سکتا جس وقت تک کہ اس کو آزمایا نہ جائے۔ سو شہنشاہ نے اس لڑکے کو اپنا وزیر منتخب کر لیا اور اسے اس عہدے کے تمام امور میں کامل پایا۔

ایک ضعیف کی داستان: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تصنیف ''نزھۃ الابصار'' میں کچھ مزاحیہ داستانیں بھی پائیں جاتی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید شکار کرنے گئے تو شکار کرتے ہوئے اپنے ساتھ والوں سے جدا ہوگئے۔ اس لیے فضل بن ربیع بھی خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ تھا جو کہ ان کا وزیر تھا۔ دونوں کو دکھائی دیا کہ ایک ضعیف گدھے پر بیٹھ کر آ رہا ہے اور اس ضعیف کی آنکھوں میں ایک نمی سی تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ضعیف کو دیکھ کر وزیر کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔ وزیر نے ضعیف سے پوچھا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں؟ ضعیف نے بتایا کہ میں اپنے گلشن کی جانب جا رہا ہوں۔

وزیر کہنے لگا کہ میں آپ کو وہ دوا نہ بتاؤں جس کی بدولت آپ کی آنکھوں کی نمی دور ہو جائے۔ ضعیف بولا کہ مجھے اس طرح کی دوا کی اشد ضرورت ہے۔ وزیر کہنے لگا کہ آپ فضا کی لکڑیاں اور آب کا غبار لیں اور سانپ کی چھتری لے کر ان سب چیزوں کو اخروٹ کے چھلکے میں ڈال کر اس کا سرمہ استعمال کریں تو یہ نمی ختم ہو جائے گی۔ ضعیف شخص نے گدھے کی زین دیوار سے لٹکائی اور اپنے سرین کو ابھار کر قوت سے گوز مار دیا (ریح کا اخراج کیا) اور بولا کہ یہ تمہاری دوا کا انعام ہے اور اگر اس دوا سے میں صحت یاب ہو گیا تو اس سے بھی زیادہ انعام دے کر تم کو خوش کر دوں گا۔ خلیفہ ہارون الرشید ہنسنے لگے اور اتنا زوروں سے ہنسے حتیٰ کہ ممکن تھا کہ وہ اپنی سواری سے گر جائے۔

ایک درزی کی داستان: ایک درزی کسی امیر شخص کے گھر قباء کا کپڑا ناپنے آیا۔ وہ درزی جس وقت کپڑے کی کٹائی کر رہا تھا تو امیر کی نگاہ اس پر ہی تھی۔ جس وجہ [illegible] درزی کپڑا چوری نہ کر پایا۔ درزی نے زور سے ریح خارج کی۔ امیر شخص ہنسی سے دوہرا ہو گیا۔ حتیٰ کہ درزی نے تیزی سے حسب ضرورت کپڑا کٹائی کر کے چھپا لیا۔ درزی قباء لے کر واپس لوٹنے لگا تو امیر شخص آگے ہی نشست فرما تھا۔ امیر شخص درزی سے کہنے لگا کہ ایک بار پھر اسی طرح کریں۔ درزی کہنے لگا کہ اب میں اس طرح نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر اب میں نے اس طرح کیا تو پھر آپ کی قباء تنگ ہو جائے گی۔

ذوالنون بن موسیٰ کی داستان:

تصنیف ''نشوان المحاضرۃ'' میں ذوالنون بن موسیٰ کی یہ داستان بیان ہے۔ ذوالنون بن موسیٰ نے کہا ہے کہ میں کم سن تھا اور سوئے اتفاق خلیفہ معتضد باللہ ہواز کی سڑک پر ہی موجود تھے۔ میں ایک روز دو گدھوں کو ساتھ لے کر قصبہ سانطف کی جانب جانے لگا۔ ایک گدھے پر میں سواری کر رہا تھا اور دوسرے پر خربوزے لاد رکھے تھے۔ میرا گزر خلیفہ کے قافلے کے پاس سے ہوا اور مجھے علم نہیں تھا کہ یہ کس کا قافلہ ہے؟ لہٰذا اس قافلے کی فوج میں سے ایک فوجی نے گدھے کے بورے میں سے تین یا چار خربوزے نکال لئے۔ میں نے اس ڈر سے کہ خربوزے تھوڑے رہ جائیں گے اور مالک مجھ پر چوری کا الزام لگا دے گا رونا اور چیخنا شروع کیا۔ گدھا اور میں سڑک کے وسط میں جا رہے تھے کہ یکایک میرے آگے گھڑسواروں کا ایک گروہ آ گیا جس کے آگے آگے ایک شخص جا رہا تھا لہٰذا وہ شخص رک کر میرے سے پوچھنے لگا کہ اے لڑکے تم نے کیوں رونا شروع کر دیا ہے؟ لہٰذا میں نے رونے کا سبب بتا دیا۔ وہ شخص رک گیا اور اس کے بعد قافلے پر نظر ڈال کر پوچھنے لگا کہ جس نے بھی یہ کام کیا ہے اس کو فوری

طور پر میرے قریب لاؤ۔ سو کچھ فوجیوں نے اس فوجی کو پکڑ کر اس شخص کے آگے کر دیا۔ اس شخص نے پوچھا اے لڑکے کیا یہ وہی ہے جس نے تیرے خربوزے چرائے ہیں؟ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس شخص نے اس فوجی کو کوڑے لگانے کا فرمان دیا۔ اس فوجی کو جس وقت کوڑے لگ رہے تھے اور میں گدھے پر بیٹھا یہ دیکھ رہا تھا اور وہ شخص اس فوجی کو بول رہا تھا اے کتے کیا تمہارے پاس یہ خربوزے خریدنے کے لئے رقم نہیں تھی۔ کیا یہ تیرے والد کا مال تھا جس کو تم نے چھین لیا اور کیا یہ خربوزے ان کے مالک نے محنت کے بغیر اگائے ہیں؟ کیا خربوزوں کے مالک نے ٹیکس کی ادائیگی نہیں کی تھی؟ سو جس وقت اس فوجی کو سو کوڑے لگ گئے تو اسے چھوڑ دیا گیا اور پھر اس فرد نے مجھ کو خربوزوں کے بدلے چار دینار دیئے اور پھر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فوج مجھے مغلظات کہتے ہوئے جانے لگی اور فوجی یہ بولتے ہوئے جا رہے تھے کہ فلاں فرد کی وجہ سے اس فوجی کو سو کوڑے لگے ہیں۔ میں نے اس قافلے کے ایک شخص سے سوال کیا کہ یہ کوڑے لگانے کا فرمان دینے والا کون شخص تھا؟ لہٰذا اس نے کہا کہ یہ خلیفہ معتضد باللہ تھے۔

<u>ایک طفل کی داستان</u>: حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الاذکیاء'' میں امام جاحظ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ثمامہ بن اشرس نے تحریر کیا ہے کہ میں اپنے ایک دوست کا حال چال دریافت کرنے کے لئے اس کی رہائش گاہ پر گیا اور اپنے گدھے کو دروازے پر ہی چھوڑا اور اندر چلا گیا۔ میرے پاس کوئی خادم نہیں تھا جو کہ میرے گدھے کی رکھوالی کرتا۔ جس وقت میں رہائش گاہ سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک طفل میرے گدھے پر بیٹھا اس کی رکھوالی کر رہا ہے۔ میں نے اس طفل سے کہا کہ تم میری منظوری کے بغیر اس گدھے پر کیوں بیٹھ گئے ہو؟ لہٰذا وہ طفل بولا کہ میں گدھے پر اس وجہ سے بیٹھا ہوں کہ کہیں یہ دوڑ ہی نہ جائے۔ میں نے آپ کے لئے اس کی رکھوالی کی ہے۔ میں کہنے لگا کہ میرے لئے اس کا فرار ہو جانا ادھر کھڑے رہنے سے زیادہ مناسب ہے۔ طفل کہنے لگا کہ اگر گدھے کے بارے میں آپ کی یہ سوچ ہے تو پھر اس گدھے کو مجھے خیرات کر دیں اور میرے شکریے کے حق دار ٹھہریں۔ ثمامہ نے کہا کہ طفل نے مجھ کو لاجواب کر ڈالا اور میرے ذہن میں نہ آیا کہ اس طفل کو جواب میں کیا کہوں۔

<u>ابن خاقان کی حکایت</u>: طفل کی ذہانت کے بارے میں ایک واقعہ حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ معتصم باللہ گھوڑے پر سواری کر کے خاقان کی مزاج پرسی کے لئے لئے گئے۔ اس لمحے خاقان بالکل طفل تھا۔ معتصم اس سے کہنے لگے کہ کیا خلیفہ کی رہائش گاہ اچھی ہے یا تیرے والد کی۔ خاقان نے جواب میں کہا کہ اگر خلیفہ میرے والد کی رہائش گاہ میں ہو تو میرے والد کی رہائش گاہ زیادہ اچھی ہے۔ پھر خلیفہ معتصم باللہ نے اس طفل کو انگوٹھی کا موتی دکھایا اور پوچھا کہ اے خاقان کیا تم نے اس سے زیادہ مناسب کوئی شے دیکھی ہے؟ خاقان (فتح بن خاقان) نے کہا جی اس سے مناسب وہ انگلی ہے جس میں یہ انگوٹھی موجود ہے۔

<u>ایک نوجوان لڑکے کی داستان</u>: حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ایک لڑکا خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضری دینے آیا۔ خلیفہ نے اس کے باپ کی وفات کے بارے میں اس بالغ لڑکے سے پوچھا۔ لڑکے نے جواب

دیا کہ فلاں روز ان کی وفات ہوگئی ہے۔''رحمۃ اللہ علیہ'' اور فلاں روز سے علیل ہوئے تھے''رحمۃ اللہ علیہ'' اور ان کی اتنی حیات تھی''رحمۃ اللہ علیہ'' ربیع کو اس نوجوان لڑکے کی بات چیت اچھی نہ لگی تو ربیع کہنے لگا کہ کیا تم کو خلیفہ کے آگے بار بار''رحمۃ اللہ علیہ'' کے کلمات ادا کرتے ہوئے شرم نہیں آرہی۔ وہ نوجوان بولا کہ میں تیری ڈانٹ کا برا نہیں محسوس کروں گا اس لئے کہ آپ ماں باپ کے لطف وکرم سے ناواقف ہیں۔ اس کے علاوہ ربیع کا والد لاپتہ تھا اور ربیع نہایت ہی چھوٹی عمر میں زمین پر گرا ہوا ملا تھا۔ خلیفہ منصور کو اس بات کا علم تھا اس بناء پر وہ لڑکے کی بات چیت ساعت کر کے اتنا ہنسنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی انہیں اتنا ہنستے ہوئے کسی نہ نہ دیکھا تھا۔

حاکم عبیدی کی داستان: تاریخ ابن خلکان میں حاکم عبیدی کے سوانح حیات میں ذکر ہوا ہے کہ حاکم بامر اللہ کے پاس ایک قوت مند گدھا ہوا کرتا تھا جسے اشہب (سفید مائل بہ سیاہ) کہتے تھے۔ حاکم نے اس کا اسم''قمر'' تجویز کیا تھا اور وہ اسی گدھے پر سدا کے لئے ہی سواری کے لئے نکلا کرتا تھا۔ حاکم ایک شب پیر کے روز 17 شوال 411ھ کو شہر میں گشت کرنے کی غرض سے نکلا اور مکمل شب گھومنے میں مصروف رہا۔ حتیٰ کہ سویر کے وقت شرق حلوان کی طرف چل پڑا۔ گشت کرتے ہوئے حاکم کے ہمراہ دو اور شخص بھی تھے جنہیں حاکم نے واپس بھیج دیا۔ سو جس وقت وہ دونوں واپس لوٹ آئے تو حاکم بامر اللہ کے واپس آنے کے منتظر رہے۔ حتیٰ کہ جس وقت حاکم بامر اللہ کی واپسی نہیں ہوئی تو انہوں نے شوال کے آخر تک حاکم کو ڈھونڈا مگر ان کے بارے میں کچھ علم نہ ہو پایا۔ اس کے بعد 2 ذیقعدہ کو ایک بڑی جماعت حاکم بامر اللہ کو ڈھونڈنے نکلی اور ڈھونڈتے ہوئے وہ ایک پہاڑ پر پہنچ گئے۔ ان کو پہاڑ کی چوٹی پر حاکم کا گدھا پڑا ہوا دکھائی دیا اور اس حال میں کہ شمشیر نے اس کے آگے والے پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے۔ یہ افراد لہو کے نشان دیکھتے ہوئے آگے جانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ شرق حلوان کے ایک کنویں پر جا پہنچے۔ ایک شخص اس کنواں کے اندر گیا تو اس کنویں میں سے ساتھ لہو لگے ہوئے بٹن ملے جو کہ خلیفہ حاکم بامر اللہ اپنے ملبوس پر لگاتے تھے مگر خلیفہ کی لاش کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہو سکا اور ان بٹنوں سے یہ پتہ چل گیا کہ خلیفہ کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ سو اس لمحے کچھ بے وقوفوں کی سوچ تھی کہ وہ حیات ہیں اور لازمی کسی لمحے آئیں گے۔ اکثر افراد کہتے تھے کہ خلیفہ حاکم کو اس کی ہمشیرہ نے ہلاک کروا دیا ہے۔

حاکم بامر اللہ سخاوت کرنے والا بھی تھا اور ظالم بھی۔ حاکم بامر اللہ کی ایک انوکھی طرز کی خصلت ہوا کرتی تھی۔ حاکم بامر اللہ ہر دن رعایا پر ایک نیا فرمان صادر کرتا اور رعایا کو اس فرمان کو پورا کرنے کے لئے عاجز کرتا۔ حاکم بامر اللہ نے 395ھ میں ایک فرمان صادر کیا کہ مساجد کی دیواروں اور بازاروں اور سارے شہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرو۔ سو اس کے دو برس بعد اس فرمان کو ختم کر کے یہ فرمان صادر کیا کہ جو فرد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے مغلظات کہے اور ان کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو اس کو ہلاک کر دو اور یہ فرمان بھی دیا کہ کتوں کو ہلاک کر دیا جائے۔ گلی محلوں اور جس بھی مقام پر کوئی کتا دکھائی دیتا اس کو ہلاک کر دیا جاتا۔ ایسے ہی حاکم بامر اللہ شراب اور بدذائقہ گوشت کو خریدنے اور بیچنے پر پابندی عائد کر دی اور کشمش کی خرید وفروخت پر بھی پابندی عائد کر دی اور ملک میں پائی جانے والی ساری کشمش کو جمع کروا کے آگ لگوا

دی اور اس کے جلانے پر پانچ سو دینار کا خرچ ہوا اور اس کے بعد انگور کی خرید وفروخت پر پابندی عائد کر دی۔ اس کے بعد حاکم بامراللہ نے فرمان دیا کہ (یہودیوں اور عیسائیوں کو) مسلمانوں کے ملبوس میں فرق رکھیں اور خلیفہ نے یہود ونصاریٰ کے لئے جدا جدا حمام تعمیر کروا دیئے۔ اس کے علاوہ یہودیوں اور عیسائیوں کو فرمان دیا کہ وہ مسلمانوں کی کشتیوں پر سواری نہ کریں اور اپنے لئے الگ کشتیوں کا بندوبست کریں اور کسی مومن کو خادم نہ رکھیں اور نہ ہی کسی مومن مکاری (کرایہ پر گدھا چلانے والے) کے گدھے پر سواری کریں۔ حاکم بامراللہ نے 408ھ میں ثمامہ اور مصر کے سارے گرجوں کو مسمار کرنے کا فرمان صادر کر دیا جس وقت ان گرجا گھروں کو مسمار کر دیا گیا تو ان کا سارا مال واسباب مومنوں میں بانٹ دیا گیا۔ سو اس کے بعد کچھ عرصہ کے وقفے سے حاکم نے نجومی افراد کو شہر سے نکال دیا اور علم نجوم کے بارے میں بات چیت پر پابندی عائد کر دی اور گیت سنگیت کرنے والوں کو جلاوطن کر ڈالا۔ ایسے ہی حاکم بامراللہ نے خواتین کو شب اور دن کے وقت سڑکوں پر آنے کی ممانعت کر دی اور موچیوں کو فرمان دیا کہ وہ خواتین کے لئے موزے نہ بنایا کریں۔

ایک مزید داستان: رسالہ قشیریہ کے باب ''کرامات الاولیاء'' میں بیان ہے کہ ابوحاتم بجستانی نے ابونصر سراج سے اور ابونصر سراج نے حسین بن احمد رازی سے اور انہوں نے بوسلیمان خواص سے سماعت کیا کہ وہ ایک دفعہ گدھے پر سواری کر کے جا رہے تھے اور مکھیاں گدھے کو تنگ کر رہی تھیں جس وجہ سے گدھا بار بار اپنا سر ادھر سے ادھر ہلانے لگا۔ سو میں گدھے کو لکڑی مار دیتا۔ بارہا مارنے کی بناء پر گدھا میری جانب دیکھتے ہوئے بولا کہ مجھ کو بے قصور مار رہے ہو آپ کے سر پر بھی ایسے ہی کوئی مارے گا۔ حسین بن احمد رازی نے کہا ہے کہ میں نے پوچھا اے ابوسلیمان! کیا حقیقت میں گدھے نے آپ سے بات چیت کی تھی۔ ابوسلمان خواص نے بتلایا کہ ہاں اور میں نے گدھے کی بات چیت ایسے ہی سماعت کی تھی جیسے تم میری بات چیت سماعت کر رہے ہو۔

تذنیب: حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سارے پیغمبر علیہم السلام گدھے پر سوار ہوا کرتے تھے اور اون کے کپڑے زیب تن کرتے تھے اور بکریوں کا دودھ خود اپنے ہاتھوں سے دودھ دوہا کرتے تھے اور حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابدقرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ''عفیر'' نامی گدھا تھا۔ (اکثر علماء کرام نے ''عفیر'' کی جگہ ''غفیر'' کے الفاظ بیان کئے ہیں جو کہ درست نہیں) اور یہ گدھا حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بادشاہ مصر مقوقس نے تحفے میں پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک گدھا فروہ بن عمرو جزامی نے بھی ہدیہ کے طور پر حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کیا تھا۔ اس کا نام ''یعفور'' تھا۔ ''عفیر'' اور ''یعفور'' عفرۃ سے نکلے ہیں جس کا مطلب ہے خاکستری رنگت۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس روز حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس روز ''یعفور'' (گدھے) نے خود کو ایک کنویں میں گرا کر خودکشی کر لی تھی۔

ابن عساکر نے اپنی تصنیف میں ابومنصور کی سند سے تحریر کیا ہے کہ جس وقت حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں فتح کا پرچم سربلند کیا تو حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت کے مال میں ایک کالے رنگ کا گدھا ملا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے سے گفتگو کی۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے سے اس کا نام پوچھا؟ تو گدھے نے کہا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ اللہ پاک نے میرے جدامجد کی نسل سے ساٹھ گدھوں کی ولادت کی اور ان پر پیغمبر کے سوا کوئی سوار نہیں ہوا اور اب اس نسل میں سے میرے سوا کوئی نہیں بچا ہے اور نہ آپ کی ذات اقدس کے علاوہ کوئی پیغمبر رہا ہے اور بلاشبہ مجھ کو امید تھی کہ حضور مجھ پر سواری کرایں گے۔ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں ایک یہودی شخص کے پاس تھا جس وقت وہ میری پیٹھ پر بیٹھتا تو میں جان بوجھ کر اس کو لے کر گر پڑتا تھا۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کہ کیا تو "یعفور" ہے۔ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یعفور کیا تو مؤنث کا خواہاں ہوا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس گدھے پر سواری کیا کرتے تھے اور جس وقت کسی صحابی کو بلاتے تو اس گدھے کو بھیج دیا کرتے۔

لہٰذا یہ گدھا جایا کرتا اور جس صحابی کو بلایا گیا ہوتا ان کے دروازے کو اپنے سر سے کھٹکھٹایا کرتا۔ جس وقت گھر والا باہر آیا کرتا تو یہ گدھا اپنے سر کو اشارے میں ہلایا کرتا۔ ان صحابی کو علم ہو جاتا کہ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ پس وہ صحابی حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دینے کے لئے چلے جاتے۔ جس وقت حضور سرور عالم' رحمت عالم' نور مجسم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ گدھا ابی الہیثم بن تیہان کے کنویں کے قریب آیا اور اس میں کود کر ہلاک ہو گیا۔ سو وہ کنواں اس گدھے کی گور بن گیا۔

حضرت امام حافظ ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی اسناد بھی غریب ہیں۔ کسی شخص کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ میرے تبصرے کی بنا اس حدیث کو بیان کرے اور بلاشبہ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "التعریف والاعلام فی الکلام" میں اللہ پاک کے ارشاد: "وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً" کی تشریح میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

کامل ابن عدی نے احمد بن بشیر کے سوانح حیات میں اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص اپنی خانقاہ میں بندگی کیا کرتا تھا۔ جس وقت فلک سے برسات ہوئی اور ارض پر ہریالی ہی ہریالی ہو گئی تو اس شخص کی نظر اپنے گدھے پر پڑی کہ وہ ارض پر چر رہا ہے۔ اس شخص نے بولا کہ اے اللہ پاک! اگر تیرے لئے گدھا ہوا

کرنا تو میں لازمی اس کو اپنے گدھے کے ہمراہ چرایا کرتا۔ اس شخص کا یہ قول بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کو پہنچ گیا۔ اس پیغمبر نے اس شخص کے لئے بددعا کرنے کا عزم کیا۔ اللہ پاک نے اپنے نبی کی جانب وحی کا نزول فرمایا کہ ہم اپنے بندگی کرنے والوں کو ان کی دانائی کی نسبت سے صلہ دیا کرتے ہیں۔

اس حدیث کو ابو نعیم کی تصنیف ''الحلیۃ'' میں زید بن اسلم کے سوانح حیات میں بھی ایسے ہی نقل کیا گیا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن مغیرہ سے ثابت کی اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی کہنے لگا کہ اے اللہ کے پیغمبر! اگر آپ اپنی ضرورت کے لئے سواری کرنے کے لئے ایک گدھا لے لیتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اس طرح کی شے سے پرہیز کرتا ہوں جو مجھ کو اللہ پاک کی یاد سے غفلت میں ڈال دے۔

شریعت کا حکم: گدھے کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ بعض علماء کرام کے مطابق اس کا تناول کرنا حرام ہے۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گدھے کے گوشت کو تناول کرنے کے بارے میں حدیث بیان ہے۔ حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کو اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پندرہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے گدھے کے گوشت کا مکروہ ہونا نقل کیا گیا ہے۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے گدھے کے حرام ہونے پر اجماع کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غالب بن ابجر سے روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک برس ہم اذیت میں مبتلا ہو گئے۔ ہم نے رسول اللہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا۔ میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میرے پاس گدھے کے سوا گھر والوں کو تناول کروانے کے لئے اور کچھ بھی موجود نہیں ہے اور آپ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی ہے۔ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اپنے گھر والوں کو پالے ہوئے گدھے کا گوشت تناول کراؤ اس لئے کہ میں نے تو ان گدھوں کے گوشت میں حرمت قرار دی ہے جن سے بوجھ ڈھونے کے کام کروائے جاتے ہیں۔ (الحدیث)

غالب بن ابجر سے اس کے سوا دوسری کوئی بھی روایت بیان نہیں ہوئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کا گوشت تناول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور گھوڑوں کا گوشت تناول کرنے کی منظوری دی ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

غالب بن ابجر کی حدیث کو حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ سو حدیث کے سارے حافظین نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔ اگر اس حدیث کو درست تسلیم کر بھی لیں تو یہ اضطرار کی کیفیت پر محمول ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث میں نہ ہی عموم ہے اور نہ ہی اس میں حجت کا وجود ہے۔ علماء کرام کی اس کے حرام ہونے کی علت کے متعلق مخالفت

پائی جاتی ہے۔ اکثر علماء کرام نے اس کی علت عرب کے لوگوں کی طبیعتوں میں گدھے کے بارے میں پائی جانے والی کراہیت کو مقرر کیا ہے اور اکثر علماء کرام اس کی علت نص کو بیان کرتے ہیں مگر رویانی نے دونوں مطلب نص اور کراہیت کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ منذری کا کہنا ہے کہ گدھے کا حرام ہونا بھی دو دفعہ منسوخ ہوا ہے اور قبلہ بھی دو دفعہ منسوخ ہوا ہے۔ ایسے ہی عقد متعہ بھی دو دفعہ منسوخ ہوا ہے۔ سو گدھی کے دودھ کے بارے میں علماء کرام کے مابین مخالفت ہے۔ کئی علماء کرام نے گدھی کے دودھ میں حرمت بیان کی ہے مگر عطاءؒ طاؤس اور حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہم نے گدھی کے دودھ میں چھوٹ دی ہے مگر پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ دودھ کا فرمان گوشت کے مطابق ہوا کرتا ہے اور بغیر حاجت گدھے اور ایسے ہی حرام حیوان کو ہلاک کرنا بالاتفاق حرام کہلاتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف بخاری میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ رحمت عالمؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اس طرح کے گدھے سے گزرے جس کے چہرے کو داغ دیا گیا تھا۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو اس انسان پر جس نے یہ فعل سرانجام دیا ہے (مطلب گدھے کا چہرہ داغا ہے)۔ (رواہ البخاری)

ایک دوسری روایت میں یہ کلمات ہیں کہ اللہ پاک کی لعنت ہو اس پر جس نے گدھے کو داغا ہے۔

<u>مثالیں</u>: عرب لوگوں کا کہنا ہے کہ "عشر تعشیر الحمار"۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "تعشیر الحمار" کا مفہوم ہے کہ وہ آواز جو گدھا گلا گھونٹ کر نکالا کرتا ہے اور عرب لوگ یہ مثل اس لمحے استعمال کرتے ہیں جس وقت کوئی کسی آفت کے خوف سے گدھے کی آواز نکالنے لگے۔ اس کے علاوہ عربی افراد کا اس بارے میں یہ ماننا ہے کہ گدھے کی طرح آواز نکالنے سے ان کو نفع ملے گا۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (سورۃ الجمعہ۔ آیت:5)

ان افراد کی مثل جن کو تورات اٹھوائی گئی اس کے بعد انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی مثل کی طرح ہے جو تصنیفات (مطلب وزن) اٹھایا کرتا ہے۔

حدیث پاک میں بھی گدھے کی مثال بیان ہوئی ہے کہ:

"بروز قیامت ایک شخص لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اس کے پیٹ کے اندر والے عضو ایسے چکرائیں گے جس طرح کہ گدھا چکر کھایا کرتا ہے۔ دوزخ والے اس شخص سے کہیں گے کہ تیرا اس طرح کا کیا گناہ تھا جس کی تم کو یہ سزا مل رہی ہے۔ وہ شخص جواب دے گا کہ میں انسانوں کو خیر کی نصیحت کیا کرتا تھا مگر خود وہ اعمال نہیں سرانجام دیتا تھا اور لوگوں کو شر سے منع کرتا تھا مگر بذات خود شر سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا۔" (الحدیث)

عرب کے لوگ زیادہ عقد کرنے والے کے لئے ان کلمات کا اطلاق کرتے ہیں۔ "هم يتهارجون تهارج الحمر"

ایسے ہی عربی لوگ کہا کرتے ہیں۔ "يهرجها ليله جميعا"۔

حافظ ابونعیم نے ابوزاہریہ سے نقل کیا ہے کہ کعب احبار نے کہا ہے کہ انسان یاجوج وماجوج کے فساد کے بعد دس برس بہت ہی سکون واطمینان سے بسر کریں گے۔ حتیٰ کہ ایک انار اور ایک گچھا انگور کو پکڑنے کے لئے دو دو اشخاص کی طلب ہوگی۔ اسی کیفیت میں دس برس کی مدت بیت جائے گی۔ اس کے بعد اللہ پاک ایک پرمہک فضا بھیجیں گے۔ جس سے ہر مسلمان آدمی اور ہر مسلمان خاتون کا انتقال ہو جائے گا۔ اس کے بعد انسان اس طرح کی حیات گزاریں گے جس طرح کہ گدھا چراہ گاہ میں جہاں منہ اٹھاتا ہے، چل دیا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت نازل ہو جائے گی۔ (رواہ حافظ ابونعیم)

کسی ناپسندیدہ فعل پر اگر کوئی ملت مددگار ہوتی ہے تو عرب کے لوگ اس ملت کی مثل میں کہا کرتے ہیں کہ "بال الحمار فاستبال احمرة ای حملهن علی البول" مطلب ایک گدھا پیشاب کرے تو اس کو دیکھ کر دوسرے گدھے بھی پیشاب کر دیتے ہیں۔ اس مثل کا اطلاق اس وقت ہوا کرتا ہے جس وقت لوگ درست اور غلط میں تفریق کئے بناء کسی کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

عرب کے افراد کہا کرتے ہیں "اتخذ فلان حمار الحاجات" (فلاں آدمی حاجات کے گدھے پر سواری کرنے لگا)۔ اس کے علاوہ عربی افراد یہ مثل بھی استعمال کرتے ہیں: "ترکته جوف حمار" عرب کے لوگ اس مثل کا اطلاق اس لمحے کرتے ہیں جس لمحے کسی شے میں خیر کا وجود نہ ہو اور عربی لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں:

"اصبر من حمار" (فلاں آدمی گدھے سے بھی زیادہ صبر کرنے والا ہے)۔ شاعر کہتا ہے کہ:

غدو ناغدوة سحرا بالیل عشاء بعد ماانتمف النهار

"ہم صبح تڑکے چلے اور لگاتار چلتے رہے حتیٰ کہ آدھا روز بیت گیا۔"

قصدناها حمار اذا قرون اکلنا اللحم وانفلت الحمار

"اور پھر ہم نے ایک سینگ والے گدھے کا عزم کیا، ہم نے اس کا گوشت تو تناول کر لیا مگر گدھا اپنی جان ہار گیا۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس شعر سے شاعر کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے گدھے کا گوشت تناول کر لیا حتیٰ کہ کچھ بھی پیچھے نہ رہا۔ اس کے علاوہ "قرن" کا مفہوم یہ ہے کہ گدھا بڑی عمر کا تھا وہ طفل نہیں تھا۔ شاعر کہتا ہے:

وما یقیم بدار الذل یعرفها الا الا ذلان عیر الحیی والدتد

"اور نہیں کوئی قیام کرتا اس طرح کے مقام پر جدھر ذلالت ہی ذلالت ہو۔"

هذا علی الخسف مربوط رمته وذا یشج فلا یرثی له احد

"اور ذلالت کے مقام پر دو ہی اشیاء رکتی ہیں ایک گدھا اور دوسری میخیں۔ گدھا تو پیروں میں رسی پھیر کر باندھا جاتا ہے اور میخوں کو باہر نکالنے کے لئے ان کے سر پر ضرب لگایا کرتے ہیں مگر اس ستم پر کوئی ایک بھی اشک نہیں بہایا کرتا۔"

<u>خواص</u>: گدھے کے طبی فائدے درج ذیل ہیں:

1۔ اگر کوئی شخص گدھے کے کان کی نمی شراب یا کسی اور مشروب میں ڈال کر پی لے تو وہ اس طرح کی مدہوشی کی نیند سوئے گا کہ اس کو کسی شے کی ہوش نہ رہے گی۔

2۔ اگر کوئی فرد گدھے کے جفتی کرتے ہوئے اس کی پونچھ کے بال کو اتار کر اپنی ران میں باندھ کر رکھے تو وہ بہت تیز ترین قوت باہ کا مالک ہو جائے گا اس کے علاوہ اگر گدھے کی پونچھ میں پتھر کو باندھیں یا اس کی سرین پر تیل لگا دیں تو وہ بلند آواز میں بولنا بند کر دے گا۔

3۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب حاوی نے فرمایا ہے کہ اگر گدھے کا گوشت ابال کر اس میں ٹیٹنس کی بیماری میں مبتلا شخص کو بٹھائیں تو اس شخص کے لئے بہت مفید ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر گدھے کے کھر کی انگوٹھی تیار کر کے مرگی کی بیماری میں مبتلا فرد کو پہنائیں تو اسے اس مرض سے نجات ملے گی۔

4۔ گھوڑے اور گدھے کی لید بہتے ہوئے لہو کو فوری طور پر بند کر دیا کرتی ہے۔

5۔ اگر گدھے کے ماتھے کی کھال کو اطفال کے گلے میں آویزاں کر دیں تو اطفال کی گھبراہٹ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کے علاوہ طفل نیند میں نہیں ڈرتا اور اگر گدھے کی لید میں سرکہ ملا کر سونگھ لیں تو یہ نکسیر کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

6۔ صاحب الفلاحہ کا کہنا ہے کہ اگر بچھو کے کاٹے ہوئے کو گدھے پر بٹھا کر پشت کی طرف اس کا چہرہ کریں تو اس کی اذیت گدھے میں مبتلا ہو جائے گی اور اوپر بیٹھنے والا شخص صحت یاب ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی کو بچھو نے ڈس لیا ہو تو وہ گدھے کے قریب آکر اس کے کان میں بول دے کہ میرے بدن کے عضو کو بچھو نے ڈسا ہے تو بھی اس کا درد گدھے میں چلا جائے گا اور وہ شخص تندرست ہو جائے گا مگر اول طریقہ مطلب پونچھ کی جانب چہرہ کر کے بیٹھنا زیادہ فائدہ مند اور آزمودہ ہے۔

7۔ گدھے کی ہڈی کے گودے کو تیل میں ڈال کر سر پر مساج کریں تو زلفیں لمبی اور کالی ہو جایا کرتی ہیں۔

8۔ اگر گدھے کے جگر کو بھون کر سرکہ میں ڈال کر نہار منہ تناول کریں تو مرگی کے لئے بہت نفع بخش ہے۔ اس کے علاوہ اگر صحت یاب شخص اس کو تناول کر لے تو وہ مرگی کے مرض سے بچاؤ میں رہے گا۔

9۔ عضو خاص (ذکر) پر گدھی کا دودھ ملیں تو بہت نفع بخش ہے (قوت باہ کے لئے)۔

10۔ گدھے کے چلانے سے کتے کو اذیت ہوا کرتی ہے اور اکثر اوقات کتا شدید اذیت کی بناء پر رونا شروع کر دیتا ہے۔

خواب کی تعبیر: خواب میں گدھے کا دکھائی دینا خوش نصیبی اور فلاح کی علامت ہے اور اکثر خواب میں گدھے کا دکھائی دینا خادم یا لڑکا یا دولت کی نشانی ہوا کرتا ہے اور اکثر اوقات سفر اور علم کی طرف بھی اشارہ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے: "کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا" اور اکثر معیشت کی علامت ہوا کرتا ہے جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ" اور اکثر گدھے کے خواب میں دکھائی دینے کو یہودی عالم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر اوقات مصیبتوں اور فکر مندی سے چھٹکارے کی نشانی ہوا کرتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر براجمان ہونے کی نشانی ہے۔ اکثر خواب میں گدھے پر سواری کرنے سے زینت یا فرزند کی بھی تعبیر دیتے ہیں جس طرح کہ ارشاد ربانی

کہ: "وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً" خواب میں گدھے پر سواری کرنے کو اکثر دکھوں سے چھٹکارے کی علامت قرار دیتے ہیں۔ خواب میں گدھے کو مرے ہوئے دیکھنا یا کمزور دیکھنے کو مالک کے فقر وفاقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر معبرین گدھے کے انتقال کو مالک کے انتقال سے تعبیر دیا کرتے ہیں۔ خواب میں گدھے کی پشت سے نیچے گرنا یا خواب میں گدھے کو فروخت کرنے کو غریبی ومفلسی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خواب میں گدھے کو نحر کر کے تناول کرنا کاروبار میں وسعت کی نشانی ہے اور کسی دوسرے کے لئے نحر کرنا کاروبار کی بربادی کی نشانی ہے۔ اگر کسی شخص کو خواب میں اپنے گدھے کی پونچھ طویل نظر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا مال ودولت لمبی مدت تک چلے گا اور اس کی عزت میں اضافہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں زین پہنے ہوئے گدھا دکھائی دے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے گھر اولاد نرینہ کی ولادت ہوگی یا اس کی عزت میں کثرت ہوگی۔ اگر خواب میں کوئی شخص گدھے پر بیٹھنے کو اچھا نہ سمجھے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کو وہ شے ملے گی جس کے وہ قابل نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اکثر اوقات موٹے اور دبلے دونوں طرز کے گدھے کو دولت کی فراوانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی خواب میں گدھی کا دکھائی دینا اس کو بے حد خوبصورت اور حسب ونسب والی خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ معاشی حالات میں معاون ثابت ہوگی۔ اگر کوئی فرد خواب میں کسی گدھی پر سواری کر رہا ہو اس عالم میں کے گدھی کا طفل بھی اس کے عقب میں چلتا آ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص کسی طفل والی خاتون سے عقد کرے گا۔ ایسے ہی اگر گدھا خواب میں چلائے تو یہ شر کی علامت ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ" (بلاشبہ سب سے بری آواز گدھے کی ہوا کرتی ہے) یا پھر کسی مرض کی علامت ہے۔ کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھے تو ہی چلاتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ "گدھے کی آواز سماعت کرو تو تعوذ کا ورد کرو"۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں لدا ہوا گدھا اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوتا نظر آئے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ عزوجل اس کے وزن کے جتنی اس کو خیر عطا فرمائیں گے۔ گدھی کے دودھ کا خواب میں دکھائی دینا ہریالی وشادابی کی علامت ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر خواب میں گدھی کا دودھ نوش کرنے کو بیماری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کسی خاتون کو خواب میں گدھا نظر آنے سے مراد اس کا خاوند ہے۔ اگر کسی خاتون کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس کے گدھے کی موت واقع ہوگئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے گا یا پھر اس کے خاوند کا انتقال ہو جائے گا۔ اگر کسی فرد کو دکھائی دے کہ وہ خواب میں گدھے سے ہاتھا پائی کر رہا ہے تو اس کی تعبیر اس کے اکثر رشتہ داروں کی وفات سے دی جائے گی۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آیا کہ اس کا گدھا' گھوڑا بن چکا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس فرد کو حکمران کی طرف سے دولت ملے گی اور اگر خواب میں گدھا' خچر میں تبدیل ہو جائے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ اس فرد کو سفر میں سے دولت کا حصول ہوگا۔ اگر کسی کو خواب میں گدھے کے کھر نظر آئیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کو بے حد مال کا حصول ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر کسی کو خواب میں گدھے کے کھروں کی آواز یا پھر کسی بھی مویشی کے کھروں کی آواز سماعت ہوئی مگر ان کو دیکھا نہیں تو اس کو بارش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات گدھے کو بے علم شخص سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر گدھے کو ولدزنا (حرامی) سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ فلک سے گدھا اترا اور اس نے اپنا آلہ تناسل

اس کی سرین میں داخل کر ڈالا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو بے حد دولت ملے گی۔ خاص طور پر اگر خواب دیکھنے والا فرد حکمران ہو اور گدھے کی رنگت لال مائل بہ کالی ہو۔ واللہ اعلم

الحمار الوحشی

"الحمار الوحشی" (گورخر جنگل کا گدھا) یہ "حمار وحش" بھی کہلاتا ہے۔

گورخر بے حد غیور ہوا کرتا ہے۔ اسی بناء پر ہر لمحے اپنی مادہ کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جس وقت اس کی مادہ کوئی نر طفل پیدا کرتی ہے تو وہ ہو بہو لہو کا ایک لوتھڑا ہوا کرتا ہے۔ سو مؤنث طفل سے دوڑنے کی کاوش کیا کرتی ہے مگر مذکر اسے دوڑنے نہیں دیا کرتا اور اس کو دوڑنے سے منع کرنے کے لئے اس کو ایک ٹانگ سے معذور کر دیا کرتا ہے اس لئے کہ وہ مفرور نہ ہو جائے اور طفل کو لگاتار دودھ نوش کرواتی رہے۔ یہ موضوع علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات حریری کے تیرھویں "مقامتہ" کی شاعری میں تحریر کیا ہے:

یارازق النعاب فی عشہ وجابر العظم الکثیر المھیض

"اے وہ ہستی! جو مرغی کے بچے کو اس کے گھونسلے میں فراہم کرتی ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیا کرتی ہے"۔

التح لنا اللھم من عرضہ من دنس الذم نقی رحیض

"اے اللہ! ہماری عزت وعصمت کو محفوظ فرما اور کسی کو ہماری عصمت سے کھیلنے کا موقع نہ دے۔"

کہتے ہیں کہ گورخر کی عمر سو برس تک رہتی ہے۔ مؤرخ ابن خلکان نے یزید بن زیاد کے سوانح حیات میں تحریر کیا ہے کہ ایک آدمی نے کہا ہے کہ ایک دفعہ ہم جرود کے مقام پر گئے۔ ہم نے ادھر کافی جنگلی گدھوں کا شکار کیا اور ان میں سے ایک کو ہم نے نحر کر کے پکنے کے لئے رکھ دیا۔ ہم نے گدھے کے گوشت کو بہت زیادہ پکایا لیکن پھر بھی اس کی گلاوٹ نہ ہوئی۔ پھر ہم نے اس کے نیچے مزید آتش دہکائی اور مکمل ایک روز تک پکاتے رہے لیکن اتنا زیادہ گلانے کے باوجود گوشت نہیں گل پایا۔ ہم میں سے ایک فوجی اٹھا اور گدھے کی کھوپڑی کو گھما پھرا کر دیکھنے لگا۔ یکایک اس فوجی کو گدھے کے کان پر کچھ تحریر دکھائی دی۔ اس نے پڑھا تو اس کو علم ہوا کہ گدھے کے کان پر "بہرام گور" کے کلمات کوفی رسم الخط میں تحریر ہیں۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے گدھے کی کھوپڑی اٹھائی اور میرے پاس لے کر آ گئے۔ مجھے گدھے کی کھوپڑی پر یہ اسم تحریر ہوا واضح دکھائی دیا "بہرام گور" ملک فارس کا ایک شہنشاہ ہوا کرتا تھا جو کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے ہی وفات پا گیا تھا۔ سو اس شہنشاہ کی یہ خصلت تھی کہ وہ گورخر کا شکار کیا کرتا تھا۔ اسی بناء پر اس کو "گور" کا لقب دیدیا گیا۔ اس شہنشاہ کی یہ خصلت تھی کہ وہ جس وقت کسی حیوان کا شکار کیا کرتا تو اس پر اپنا نام تحریر کر دیتا۔ سو اللہ عزوجل ہی کو علم ہے کہ گورخر کے کان پر "بہرام گور" کا اسم تحریر کرنے سے قبل گورخر کتنے برس کا تھا مگر اس کے نحر ہونے کے لمحے سے بول سکتے ہیں کہ "گورخر" دو سو برس سے زیادہ مدت تک حیات رہا۔ "جرود" دمشق کا کوئی شہر ہے اس کے علاوہ "جرود" شہر میں گورخر کی بہت بڑی تعداد پائی

جاتی ہے۔ ''جرود'' شہر میں ایک جبل الدخن (مطلب جوالا مکھی) نام کا ایک جبل بھی ہے جس سے دھویں کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق گورخر سات سو برس سے بھی زیادہ کی عمر پاتا ہے اور اس کے کئی رنگ ہوا کرتے ہیں۔ ''گورخر'' کی قسموں میں سے زیادہ لمبی عمر والا اور حسین ''اخدری'' طرز کا گورخر ہوا کرتا ہے جو ''اخدر'' کی طرف نسبت رکھتا ہے جو کسریٰ اردشیر کا ایک سانڈ گدھا ہوا کرتا تھا جو کہ فرار ہو کر جنگل کے حیوانات میں جا پہنچا تھا۔ اس سانڈ سے جنگل میں جو بھی نسل چلی وہ ''اخدری'' کہلاتی ہے۔

امام جاحظ کا کہنا ہے کہ جنگلی گدھوں کی حیات گھریلو گدھوں کے مقابلے میں زیادہ طویل ہوا کرتی ہے مگر ہمارے علم کے لحاظ سے گھریلو گدھوں میں ''ابو سیارہ'' کے گدھے سے کسی گدھے کی حیات طویل نہیں ہوئی۔ ابو سیارہ کا مکمل اسم ''عملیہ بن خالد عدوانی'' تھا۔ ابو سیارہ کا گدھا سیاہ رنگت والا تھا جسے انہوں نے چالیس سال تک مزدلفہ سے منیٰ تک کرائے پر چلا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ابو سیارہ ان اشعار کو پڑھا کرتا تھا:

لاھم مالی فی الحمار الاسود   اصبحت بین العالمین احسد

''میری دولت محض سیاہ رنگت والا گدھا ہی نہیں ہے بلکہ میرے پاس اس کے سوا بھی بہت سارا مال واسباب ہے جس کی وجہ سے افراد میرے سے حسد میں مبتلا ہو گئے ہیں۔''

هلا یکاد ذوالحمار الجعلد   فق أبا سیارة المحسد

''اے کاش کہ تمہارے پاس اس طرح کا گدھا ہوا کرتا جو تمہیں حسد کرنے والوں کے حسد سے محفوظ کرتا۔''

من شر کل حاسد اذا حسد   ومن اذاة النافثات فی العقد

''اللہ پاک ہر حسد کرنے والے کے حسد سے محفوظ رکھے اور ان جادوگرنیوں سے بھی امان میں رکھے جو گرہوں پر پھونک کر دم کیا کرتی ہیں۔''

ابو سیاہ کے بارے میں کسی شاعر نے شاعری کی ہے کہ:

خلوا الطریق عن ابی سیارة   وعن موالیه بین فزارة حتی بجیز سالماحماره

''راہ چھوڑ دو ابو سیارہ اور اس کے رشتہ داروں کے لئے حتیٰ کہ ابو سیارہ کا گدھا خیر و عافیت سے قبلہ کی طرف چلا جائے۔''

مستقبل القبلة یدعوا جاره   فقد اجار الله من اجماره

''قبلہ والے اس کے لئے دعا مانگتے ہیں کہ اللہ پاک اس آدمی کو جو ابو سیارہ کو حفاظت دے اپنی امان میں رکھے۔''

ایسے ہی عربی لوگوں میں اس مثل کو شہرت حاصل ہے:

''اصح من حمار ابی سیارة'' (ابو سیارہ کے گدھے سے زیادہ توانا)۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالبر نے ابو فاطمہ لیثی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ہم حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف فرما تھے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم فرمانے لگے کہ تم میں سے وہ کون ہے جو کہ تندرست رہنے کا خواہاں ہو اس عالم میں کہ وہ کبھی بیماری میں مبتلا نہ ہو؟ ہم سب نے آگے بڑھ کر گزارش کی کہ یا رسول اللہ! ہم سدا تندرست رہنے کے خواہاں ہیں۔ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم کھویا ہوا گدھا بننے کے خواہاں ہو؟ ہم سب نے کہا کہ نہیں' لہٰذا حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر تم اذیت سے فرار کی راہ کیوں اپناتے ہو لہٰذا قسم ہے مجھے اس ہستی کی جس کے قابو میں ابوالقاسم (حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ بے شک اللہ پاک کسی مسلمان کو اذیت میں ڈالتا ہے تو یہ اللہ پاک کا اس فرد پر احسان ہوا کرتا ہے اس لئے کہ اذیت کے ذریعے اللہ پاک اس کام برتر کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے پاس اچھے فعل نہ ہونے کی بناء پر اللہ پاک اس کو اذیت میں گرفتار کر دیا کرتے ہیں اور یہی اذیتیں مسلمان کے مقام کی برتری کا وسیلہ بن جایا کرتی ہیں۔ (الحدیث)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شعب الایمان'' میں اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے کہ میں نے اکثر ادب والوں سے ''حمر ضالۃ'' کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا مطلب ''گورخر'' ہے۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ احمد عسکری نے حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **"اتحبون ان تکونوا کالحمر والصالۃ"** میں **"صالۃ"** کی جگہ **"ضالۃ"** (بالضاد) استعمال کیا ہے جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شدت صوت اور طاقت وعقل کی وجہ سے ''گورخر'' کو **"صال"** اور **"صلصال"** بھی کہتے ہیں۔

<u>شریعت کا حکم</u>: احادیث صحیحہ کے مطابق گورخر کے بارے میں شرعی فرمان یہ ہے کہ اس کو تناول کرنا بالا تفاق حلال ہے۔ صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم نے احرام کی وجہ سے ''گورخر'' کو ترک کر دیا''۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر پالا ہوا گدھا آبادی سے فرار ہو کر جنگلوں میں رہنے لگے تو اس کے بعد اس کا تناول کرنا حرام کہلاتا ہے اور ایسے ہی اگر جنگلی حیوان آبادیوں میں آ جائے اور سدا کے لئے رہنے لگے تو پھر اس کو تناول کرنے میں حرمت نہیں ہوگی۔

سو مطرف سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے کہ اگر یہ بشر سے خوگر ہو جائے اور پالے ہوئے حیوانات کے چارے کو خوراک کے طور پر کھانے لگے تو اس کے بعد اس کا وہی فرمان ہوگا جو کہ پالتو حیوانات کا ہوا کرتا ہے۔ سو سارے علماء کرام نے مطرف کی اس بات کو قبول نہیں کیا ہے۔ گدھے اور گورخر کے ملاپ سے جس طفل کی ولادت ہو وہ حرام ہے۔ کیونکہ طفل خوراک کے سلسلے میں اپنے والدین میں سے برتر کے جیسا ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ ہم والدین میں سے ایک کو فرض کریں کہ جس کے گوشت میں حرمت ہو تو طفل نجاست کے سلسلے میں ''والدین'' میں سے بدتر کے تابع ہوا کرے گا۔

اگر وہ طفل کسی شے میں منہ ڈالے گا تو اس برتن کو صاف کرنا واجب ہوگا اور اس کے سارے جسم کے حصے درندے کے فرمان میں ہوں گے جبکہ طفل کتے اور بھیڑیئے کے ملنے سے وجود میں آیا ہو۔ یہی معاملہ نکاح کے بارے میں بھی ہے۔ اگر کسی

لڑکی کی پیدائش ہوئی اور اس کا والد آسمانی دین کا ماننے والا تھا یا اس کے برخلاف حالت ہو تو اس لڑکی کے ساتھ عقد کرنا درست نہیں مگر اس قاعدے کو جزیہ کے مسئلوں میں رد کر دیا گیا ہے۔ جزیہ کا اطلاق اس طفل پر بھی ہوگا جس کی ولادت کتابی آدمی اور کفر کرنے والی خاتون کے باہم ملنے سے ہوئی ہے۔ ایسے ہی اس قاعدے کو دیت کے معاملوں میں بھی رد کر دیا گیا ہے اور اس طفل کو جو اس طرح کی کیفیت میں وجود میں آیا ہے اس طرف میں لگائیں گے جس پر دیت زیادہ ملے۔ درست بات یہی ہے۔ ہر چند کہ اکثر علماء کرام نے طفل کو اس طرف ملایا ہے جس پر دیت تھوڑی آئے اور اکثر علماء کرام کے مطابق طفل ہر صورت میں اپنے والد کا مطیع ہوگا۔ یہ تمام اقوال حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں اور حج کے معاملہ میں اس طفل کو ماں، باپ میں سے اس کے مطیع کیا گیا ہے جس پر شریعت کے احکامات بقوت عائد کئے گئے ہوں۔ اگر اس طرح کے طفل کو قتل کر دیا جس کی پیدائش ہرن اور بکری کے ملنے سے ہوئی تھی تو اس پر جزاء واجب قرار دی گئی ہے لیکن نحر کے معاملے میں احکام اس کے الٹ ہیں۔ اگر پالے ہوئے اور غیر پالتو کے باہم ملاپ سے کسی بچے کی پیدائش ہوئی تو اس کے لئے شرعی نحر لازم نہیں اور جو طفل کی ولادت کی شکل اس طرح ہے کہ گائے اور بھینسہ کا ملاپ تھا تو اس میں بحث کی گئی ہے۔ دین میں طفل کو والدین میں سے اس کے مطیع کیا گیا ہے جو دینی لحاظ سے بہتر تھا مثال کے طور پر والد، والدہ میں کوئی ایک استقرار حمل کے اوقات میں مومن تھا ہر چند کہ ولادت کے لمحے والد اور والدہ کفر کرنے لگے تاہم استقرار حمل میں مومن ماں، باپ کے مطیع کرتے ہوئے طفل کو مومن کہا گیا ہے اور اگر والد اس طفل کے جوان ہونے سے قبل اسلام پر ایمان لے آیا تو طفل بھی مومن ہوگا۔ مگر غلامی اور رہائی کے سلسلے میں طفل والدہ کے ماتحت ہوگا جس وقت تک کہ یہ والدہ کے پیٹ میں ہے اور نسب کے بارے میں طفل ہر صورت میں والد سے نسبت رکھے گا۔ کیونکہ نسب میں آباؤ اجداد کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ کہ ننھیال کے رشتوں کا۔ لیکن اس اصول سے محض حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دختری اولاد الگ ہے۔ کیونکہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختری اولاد کی نسبت حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہو کر سادات میں شامل ہوگئی مگر اپنے آباؤ اجداد کی جانب متعلق نہیں ہوگی گویا کہ یہ معاملہ حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیات میں سے ہے۔ ایسے ہی ناجائز طفل کے نسب کو کسی سے ثابت نہیں کیا جائے گا مگر جب کسی کے والد نے اپنے طفل کی نفی کی اور بولا کہ یہ میری اولاد نہیں ہے تو ہر چند کہ یہ طفل، ناجائز ہی کیوں نہ ہو فقہاء کرام اس طرز کے طفل پر ولد الزنا (ناجائز) کے فرمان عائد نہیں ہوا کرتے۔

لہٰذا معاملہ تابعیت قربانی وعقیقہ کے معاملات میں زیر تکرار نہیں آیا لیکن اس میں پرہیز کا مطالبہ یہی ہے کہ جس حیوان کی حیات زیادہ ہوگی اس کا خیال کریں گے۔ سو اگر طفل کی پیدائش بھیڑ یا بھیڑنی کے باہم ملاپ سے ہوئی ہو تو قربانی کے لئے لازم ہوگا کہ وہ طفل تیسرے برس میں لگ جائے۔ کیونکہ ہم والدین میں سے طویل عمر والے کا اعتبار کر رہے ہیں اور ادھر وہ نر بھیڑ ہے نہ کہ مؤنث بھیڑ، اس کے علاوہ فقہاء کرام نے اس تابعیت کو سود کے معاملات میں لانے کی کاوش بھی نہیں کی جبکہ مشاہدہ یہ کرنا ہے کہ اگر دو گوشت ایک دوسرے کے بدلے بیچے جا رہے ہیں تو تھوڑے یا زیادہ کو دھیان میں رکھا جائے گا کہ نہیں۔ یہ

قابل فکر معاملہ ہے نہیں تو سود کا ڈر ہوگا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے مطابق تو یہ ہے کہ احتیاط کے مدنظر مساوی مساوی بیچ دیے جائیں گے اس میں تھوڑا یا زیادہ نہ کیا جائے اس لئے کہ سود کے معاملات میں بے حد محتاط رہنے کی حاجت ہے ایسے ہی معاملات شرکت و وکالت اور ادھار لینے دینے کے معاملے میں بھی تابعیت کے قاعدے کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ یہ معاملات بہت تھوڑے پیش آیا کرتے ہیں حالانکہ فقہاء کرام زیادہ تر درپیش حالتوں سے تکرار کیا کرتے ہیں اور افراد کے لئے ان فرمودات کا علم لازم ہوا کرتا ہے۔

ضرب الامثال: عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ "اکفر من حمار" (فلاں "حمار" سے زیادہ کفر کرنے والا ہے) اس مثل کی حقیقت یہ ہے کہ قوم عاد میں ایک فرد تھا جس کو حمار بن مویلع اور حمار بن مالک بن نصر ازدی کہتے تھے۔ یہ فرد مومن تھا اور ایک بہت بڑی وادی کا مالک تھا جو ایک روز کی مسافت کے مساوی لمبی تھی اور اس کی چوڑائی چار فرسخ تھی۔ یہ وادی جزیرہ عرب کی ساری وادیوں سے زیادہ ہری بھری و شاداب تھی اور اس میں ہر طرز کے پھلوں کے شجر تھے۔ ایک روز اس شخص کے بیٹے اس وادی میں شکار کھیلنے کی غرض سے گئے تو ادھر ان پر فلک سے بجلی گری اور ان سب کی وفات ہوگئی۔ سو وہ شخص کافر ہوگیا اور وہ کہنے لگا کہ میں اس کی بندگی نہیں کرتا جس نے میرے بچوں کے ہمراہ اس طرح کا برتاؤ کیا ہے اور اس انسان نے اپنی ملت کو بھی کفر کی جانب مدعو کیا۔ اس کی ملت کے جس شخص نے بھی کفر کی پیشکش کو قبول نہ کیا تو اس انسان نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اللہ عزوجل نے اس شخص کو ہلاکت دے دی اور اس کی وادی کو ویران اور تباہ کر دیا۔ عرب افراد تب سے ہی کسی کو سخت کفر سے متعلق کرنے کے لئے اس مثل کا استعمال کرنے لگے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

الم تران حارثة بن بدر یصلی وھو اکفر من حمار

"کیا تو نے حارث بن بدر کو نہیں دیکھ رکھا کہ وہ نماز ادا کرتا ہے جبکہ کفر میں "حمار" نام کے آدمی سے بھی زیادہ شدید ہے۔"

خواص: 1۔ گورخر کے طبی فوائد کے بارے میں ابن وحشیہ اور ابن سوید کا کہنا ہے کہ گورخر کی آنکھوں کا نظارہ کرنے سے آنکھیں شفایاب ہو جایا کرتی ہیں اور آشوب چشم کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔

2۔ گورخر کے پتے کو بطور سرمہ استعمال کریں تو بینائی میں زیادتی پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں کی بے نوری کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ آنکھیں موتیا بند سے بچاؤ میں رہا کرتی ہیں۔

3۔ گورخر کا گوشت گنٹھیا کے مرض میں مبتلا شخص کے لئے فائدہ مند ہے اس کے علاوہ گورخر کا گوشت پاؤں کی انگلیوں کی تکلیف میں بھی فائدہ مند ہوا کرتا ہے۔

4۔ گورخر کی چربی سے مالش کرنے سے برص کے مرض کا خاتمہ ہو جائے گا۔

5۔ بال گرنے کے مرض میں گورخر کے پتہ کا مساج کرنا زلفوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ شخص گورخر کا

پتہ تناول کرلے جو بستر پر پیشاب کر دیتا ہو تو اس بیماری سے نجات پائے گا۔

6۔اگر کسی کو سفید داغ ہوں تو وہ گورخر کے گودے کو چنبیلی کے تیل میں ڈال کر مساج کرے تو داغوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

خواب کی تعبیر: گورخر کا خواب میں نظر آنا خاتون یا لڑکے کی علامت ہے اور خواب میں گورخر پر سوار ہونا آفت کی علامت ہے۔اگر کسی فرد کو خواب میں یہ دکھائی دے کہ وہ ''گورخر'' پر بیٹھ کر نیچے گر گیا ہے تو اس کو آفت کے جرمانے سے خوفزدہ ہونا چاہئے اور اگر کسی کو خواب میں گورخر کا تھوڑا گوشت مل جائے یا گورخر اس کی ملکیت میں آ جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس شخص کو مال و دولت سے عزت نصیب ہوگی۔اس کے علاوہ اگر کوئی خواب میں گورخر کا دودھ نوش کرلے تو دین میں اسے فقاہت سے نوازا جائے گا۔اگر کسی کے خواب میں گورخر بدک کر بھاگ جائے تو یہ ضرر اور شر کی علامت ہے اور اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ گورخر اس سے خوگر ہو گیا ہے تو یہ خیر اور فائدے کی نشانی ہے۔

حمار قبان

"حمار قبان" (ایک مختصر دابہ) حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''قبان'' ''فعلان'' کے وزن پر ہے اور "قبّ یقبّ" سے اخذ ہوا ہے۔اس کے علاوہ یہ عام و خاص دونوں کیفیات میں غیر منصرف ہے۔

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''حمار قبان'' ایک مختصر سا دابہ ہوا کرتا ہے اور ''قبان' فعلان کے بروزن ''قب'' سے اخذ ہوا ہے اس لئے کہ عرب اس کو غیر منصرف پڑھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق یہ خاص ہے اور اگر یہ ''فعال'' کے بروزن ''قبن'' سے اخذ ہوا کرتا ہے تو عرب اس کو منصرف استعمال کرتے۔جبکہ وہ اس کو غیر منصرف ہی پڑھا کرتے ہیں سو عرب کے لوگ کہا کرتے ہیں کہ "رأیت قطیعا من حمر قبان" (میں نے ''حمار قبان'' کی ایک ٹکڑی کو دیکھا)۔شاعر کہتا ہے کہ:

یا عجبا لقد رأیت عجبا　　　حمار قبان یسوق ارنبا

''بلاشبہ مجھے ایک انوکھا منظر دکھائی دیا کہ ایک ''حمار قبان'' خرگوش کو ہانک رہا ہے۔''

خاطبها یمنعها ان تذهبا　　　فقالت اردفنی فقال مرحبا

''حمار قبان'' خرگوش سے کہنے لگا کہ تم میری منظوری کے بغیر نہیں جاسکتے'لہٰذا خرگوش بولا کہ تم مجھ کو اپنے ساتھ بٹھالو سو''حمار قبان'' کہنے لگا کہ خوش آمدید۔''

ابن مالک اور باقی صرفیوں نے کہا ہے کہ ہر وہ نام جس کے اختتام میں الف کے بعد نون اور الف اور فاء لفظ کے وسط میں کوئی حرف تشدید والا ہو تو اس میں نون کے حقیقی ہونے اور اضافی ہونے کا شبہ رہا کرتا ہے اور اس کی مثل میں ''حسان' دکان' تبان' ریان'' وغیرہ کے کلمات بیان کئے جاتے ہیں۔

علماء کرام نے کہا ہے کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ''حسان'' کو ''حسن'' سے اخذ کیا گیا ہے تو اس شکل میں ایک سین مزید ہوگا

اور اگر اسے حسن سے اخذ کیا ہوا مان لیں تو نون اس میں اضافی الف کے ہمراہ آئے گا اور پہلی شکل میں یہ ''فعال'' کے بروزن ہوگا اور دوسری شکل میں ''فعلان'' کے بروزن ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ پہلی شکل میں منصرف اور دوسری شکل میں غیر منصرف ہوگا۔

ایسے ہی اگر ''تبان'' کو ''تب'' سے اخذ ہوا سمجھیں تو اس میں الف اور نون اضافی ہوگا اور غیر منصرف پڑھیں گے اور اگر اسے ''تبن'' سے اخذ ہوا مانیں تو اس میں نون حقیقی ہوگا۔ ابن مالک اور باقی صرفیوں نے فرمایا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ اصول سمجھ لیا تو اب یہ جاننا چاہیے کہ ''قبان''، ''قب'' سے بھی اخذ ہوا ہوسکتا ہے اور ''قب'' کا مفہوم ''پتلے پیٹ والا'' ہے اور ''اقب'' کے مفہوم بھی پتلے پیٹ والے کے آیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی بات کو اپنایا ہے۔ ایسے ہی کہتے ہیں کہ ''الخیل القب'' (پتلے پیٹ والے گھوڑے) بلاشبہ امام جاحظ نے خواتین کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اس شعر کو بیان کیا ہے:

یمشین مشی قطا البطاح تاودا قب البطون رواجح الاکفال

''وہ (خواتین) ایسے چلا کرتی ہیں جیسے پتلے پیٹ والے گھوڑے اپنے سرین کو ہلاتے ہوئے چلا کرتے ہیں۔''

لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ''حمار قبان'' ہلکے پھلکے پیٹ کا ہونے کی وجہ سے ''قب'' سے اخذ ہوا ہو اس لئے کہ یہ دینار کے جتنا گول سا حیوان ہوا کرتا ہے اور اس کا پیٹ ہلکا پھلکا ہوا کرتا ہے۔ اس حیوان کی ولادت نرم و گداز ارض پر ہوا کرتی ہے اور اس کی پشت میں ابھار ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس حیوان کی کمر دبلی ہوا کرتی ہے سو جس وقت یہ حیوان چلا کرتا ہے تو اس کی ٹانگوں اور سر کے سوا بدن کا کوئی عضو دکھائی نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ اس کو الٹ دیا جائے اس لئے کہ اس حیوان کے ماتھے کے آگے ایک آڑ (روک) گولائی میں ہوا کرتی ہے۔ یہ حیوان گبریلے سے تھوڑا کم کالا ہوا کرتا ہے اور اس سے چھوٹا بھی ہوا کرتا ہے۔ اس حیوان کے چھ پاؤں ہوا کرتے ہیں اور کھارے اور ریتلے علاقے میں رہنے کو اچھا سمجھتا ہے اس کے علاوہ ''قبان'' 'قبن' 'یقبن' سے بھی اخذ ہوا ہوسکتا ہے اس سے مراد ''تیز چلنا'' ہے۔ صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ ''حمار قبان'' وہ حیوان ہوتا ہے جسے ''ہدیہ'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے حیوان کے کافی سارے پاؤں ہوا کرتے ہیں اور اگر اس کو ہاتھ لگایا جائے تو یہ کنڈلی مار لیا کرتا ہے۔ سو ''حمار قبان'' کی ایک طرز کا پیٹ ہلکا پھلکا ہوا کرتا ہے جو کنڈی نہیں مارا کرتی اور افراد اس کو ''ابو شحیمہ'' کہا کرتے ہیں۔ یہ بھی گداز ارض کا خواہاں ہوتا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق یہ کوئی علیحدہ طرز نہیں بلکہ مختصر ''حمار قبان'' ہی ہوتے ہیں۔ یمن والوں کے مطابق ''حمار قبان'' وہ حیوان ہے جو سائز میں ٹڈی سے بڑا ہوا کرتا ہے اور اس کی رنگت گندمی ہوا کرتی ہے جبکہ اشتقاق میں اس کی جگہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا اشتقاق ''قبن المتاع'' سے ہو تو پھر اس کو منصرف پڑھیں گے اس لئے کہ اس میں نون حقیقی ہوگا۔ سو ''قبان'' وہ شے ہے جس سے تولا جائے اور درست قول یہ ہے کہ ''قبان''، ''قب'' سے اخذ ہوا ہے اس بناء پر عرب لوگ اس کو غیر منصرف پڑھا کرتے ہیں۔

شرعی حکم: ''حمار قبان'' کے متعلق شریعت کا حکم ہے کہ یہ حیوان اپنی غلاظت (ناپاکی) کی وجہ سے حرام ہے۔

خواص: ''حمار قبان'' کے طبی فوائد نیچے بیان کئے گئے ہیں۔

1۔ ”حمار قبان“ کا بھنا ہوا نوش کرنے سے عسر البول اور یرقان کے مرض کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔

2۔ حکیم محمد زکریا رحمہ کے مطابق اگر ”حمار قبان“ کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر تیسرے روز چڑھ جانے والے بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں تعویذ کر دیں تو وہ صحت یاب ہو جائے گا۔

خواب کی تعبیر: اگر کسی کو ”حمار قبان“ خواب میں نظر آئے تو اس کو عزم کی پستی اور کمین افراد سے میل جول اور ان کے غائب ہونے سے تعبیر کیا جائے گا۔

الحمام

”الحمام“ (کبوتر) حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ”حمام“ کا مفہوم عربی افراد کے مطابق وہ پرندے ہیں جن کے حلق میں فطری طور پر گنگھی پائی جاتی ہو مثال کے طور پر فاختہ‘ قمری‘ ساق حر (مذکر قمری) قطعاء‘ ورشان (قمری کی ایک طرح) وغیرہ۔ لفظ ”حمام“ کا استعمال نر و مادہ دونوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ”الحمامۃ“ کی ”تاء“ جنس کے لئے ہے تانیث کے لئے نہیں سو حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا سارے علماء کرام کے مطابق ”حمام“ کا استعمال محض نر کے لئے ہوا کرتا ہے اور واحد کے لئے ”حمامۃ“ کے کلمات کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ حمید بن ثور ہلالی کا کہنا ہے کہ:

وما هاج هذا الشوق الا حمامة دعت ساق حر برهة فترنما

”اور نہیں ہوا دی میرے شوق کو لیکن قمری نے اور اس نے ٹہنی کو ہلتے ہوئے چھوڑ دیا‘ لٰہذا دونوں گانے میں مشغول ہو گئے۔“

اس شعر میں ”حمامۃ“ کا مفہوم قمری ہے۔ سو امام اصمعی نے نابغہ کی بات میں یہ شعر بیان کیا ہے کہ:

واحكم كحكم فتاة الحى اذا نظرت الىٰ حمام شراع وارد الثمد

”اور میں ایسے فرمان دیا کرتا ہوں جیسے خاندان کی دوشیزہ نے فرمان دیا تھا جس وقت کہ اسے دکھائی دیا کہ کبوتر پانی پینے کے لئے گھاٹ پر آ رہے ہیں۔“

قالت الا ليتما هذا الحمام لنا الىٰ حمامتنا اونصفه فقد

”وہ بولی کاش کہ تمہیں دکھائی دیتا کہ یہ وہ کبوتر ہیں جو ہم لوگوں کے کبوتروں میں آ کر مل گئے ہیں۔“

فحسبوه فالفوه كما زعمت تسعا وتسعين لم ينقص ولم يزد

”انہوں نے سارے کبوتروں کو گنا تو ننانوے ہوئے نہ ان میں سے کوئی تھوڑا ہوا اور نہ ان میں کثرت ہوئی۔“

”زرقاء“ یمامہ شہر کی رہائشی دوشیزہ تھی جس کو تنگ پہاڑیوں میں ”قطاع“ حیوان دکھائی دیا تو کہنے لگی کہ کاش یہ حیوان میری ملکیت ہوتا اور کہنے لگی کہ اگر اس حیوان کو پکڑ لیں تو ہمارے حیوان تعداد میں سو ہو جائیں گے۔ اس دوشیزہ کے فرمان پر اس حیوان کا تعاقب کیا گیا مگر جس وقت ان کو گنا گیا تو یہ تعداد میں چھیاسٹھ تک ہی ہو سکے۔ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس

حیوان کو دوشیزہ نے تین روز کے سفر کی دوری سے دیکھ لیا تھا اور اسے دیکھ کر وہ "قطاۃ" سمجھی تھی جبکہ وہ کبوتر تھے۔ اموی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "حمام" کا استعمال محض گھر میں پالے ہوئے کبوتروں کے لئے کیا جاتا ہے۔ عجاج کا کہنا ہے کہ:

انـی و رب البـلـد الـحـرم　　والقاطنات البیت عند زمزم قواطنامکۃ من ورق الحمم

ترجمہ: "رب کعبہ کی قسم اور ان کبوتروں کی قسم جو کہ زمزم کے گرد و نواح میں جمع رہا کرتے ہیں اور جنہوں نے اسے اپنی زیادہ تعداد کی وجہ سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔"

اس شعر میں شاعر نے "حمام" (مطلب کبوتر) ہی کو اخذ کیا ہے۔ اس کے علاوہ "حمامۃ" کی جمع "حائم" اور "حمامات" ہوتی ہے اور اکثر مفرد پر بھی "حمام" مستعمل ہوا کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

وذکـرنـی الـصـبـا بـعـد الـتـنـائـی　　حـمـامـۃ أیـکـۃ تـدعـوا حـمـامـا

"اور ٹیلہ کا وہ کبوتر جو دوسرے کبوتر کو مخاطب کر رہا تھا میری کم عمری کی یاد تازہ کر دی جبکہ میں لڑکپن سے کافی دور ہو چکا تھا۔"

ابو حاتم نے "تصنیف الطیر الکبیر" میں امام اصمعی سے داستان نقل کی ہے کہ "یمام" کا مفہوم زمین کا کبوتر ہوا کرتا ہے اس کا واحد "یمامۃ" آیا کرتا ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔ "یمام" اور "حمام" میں تفریق یہ ہے کہ حمام کی پیٹھ کے ساتھ پونچھ کے نیچے سفیدی ہوا کرتی ہے حالانکہ "یمامہ" کی پونچھ کے نیچے سفیدی نہیں پائی جاتی ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "تصنیف التحریر" میں امام اصمعی سے نقل کیا ہے کہ جس حیوان کی گنٹھی ہو وہ "حمام" ہے اور گنٹھی وہ لال یا کالی دھاری ہے جو ان کی گردن کو لپیٹ میں لئے ہوتی ہے۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "حمام" خشکی کا کبوتر ہوا کرتا ہے اور "یمام" رہائش گاہوں میں رہنے والے مطلب پالتو کبوتر ہیں مگر درست قول وہی ہے جو امام اصمعی نے فرمایا ہے۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ "حمام" وہ حیوان ہے جو سانس لئے بناء پانی پیتا ہو اور فصل کے بناء آواز نکالے۔ ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ کبوتر کی خوبی نہیں ہے بلکہ سارے پرندوں کے لئے "عب" (سانس لیے بنا پانی پینا) کے کلمات کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اشبہ کے مطابق "ھدر" (فصل کے بنا آواز نکالنا) کی جگہ محض "عب" کی جگہ محض "عب" کے کلمات سے بھی "حمام" کی تفسیر کرنا ممکن ہے اور اس پر استدلال یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "عیون المسائل" میں بیان فرمایا ہے کہ جو بھی پرندہ سانس لئے بنا پانی پیا کرتا ہے وہ "حمام" ہے اور جو قطرہ قطرہ کر کے پانی پیتا ہو مثلاً مرغی تو وہ "حمام" کے دائرے میں شمار نہیں ہوتا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان میں شک ہے۔ کیونکہ "عب" کے کلمات "ھدر" کو مستلزم نہیں ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ:

عـلـی حـویـضـی نـغـر مـکـب　　اذا فترت فترۃ یعب و حمرات شربهن عب

"میں نے اپنے تالاب کے کنارے کبوتروں کی غٹرغوں ساعت کی اور یہ دکھائی دیا کہ کبوتر ایک ہی سانس میں پانی پینے میں مصروف ہیں۔"

اس شعر میں ''نغر'' کی تعریف ''عب'' سے کی گئی ہے۔ جبکہ یہ ''ھدر'' نہیں کیا کرتا اس لئے کہ اگر وہ ''ھدر'' کیا کرتا تو وہ ''حمام'' میں شمار ہوا کرتا۔ اس کے علاوہ ''نغر'' ایک چڑیا بھی کہلاتی ہے اس کا تذکرہ بہت جلد ''باب النون'' میں ہوگا۔ انشاء اللہ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس لمبی بحث کے سمجھانے کے بعد اب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور لغت دانوں کا یہ فرمان بیان ہے کہ ''حمام'' کا استعمال محض پالتو پرندوں کے لئے ہوا کرتا ہے جو رہائش گاہوں میں موجود ہوتے ہیں اور ادھر ہی طفل کی پیدائش ہوتی ہے جس طرح کہ جنگلی کبوتر وغیرہ۔ یوں ہی قمری، ساق حر، فاختہ، دبسی قطاء، ورش، کوا اور وردانی پرندوں کے لئے بھی ''حمام'' کا استعمال ہوا کرتا ہے سوان میں سے ہر ایک پرندے کا تذکرہ ان سے متعلقہ باب میں ہوگا۔ ''حمام'' کی دو اقسام ہیں: 1۔ بری، 2۔ اھلی۔

1۔ بری:۔ یہ وہ ''حمام'' ہوا کرتا ہے جو کہ ''برج'' وغیرہ میں رہائش پذیر ہوتا ہے اور یہ بہت تیز ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اس کو ''بری'' سے نشان دیا گیا ہے۔

2۔ اھلی:۔ اس کی کافی قسمیں ہوتی ہیں اور یہ کئی صورتوں میں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر رواعب، مراعیشی، عداد، سداد، معرب، قلاب، منسوب وغیرہ اس کی قسمیں ہیں جس طرح کہ گھوڑوں کی عناق، براذین وغیرہ کئی قسمیں ہیں۔

امام جاحظ نے کہا ہے کہ قفیع کبوتر انسانوں کی ''مقلاب'' نسل سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور اس کی رنگت بالکل سفید ہوا کرتی ہے۔

(''مقلاب'' قسطنطنیہ میں رہنے والی ملت تھی جو کہ پھر یورپ وغیرہ میں بھی بکھر گئی)۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''حمام'' کا ذکر: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ صاحب معطر پسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی دکھائی دیا جو کہ کبوتر کے تعاقب میں گھوم رہا تھا۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان، شیطان کے تعاقب میں گھوم رہا ہے۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں بیان ہے کہ شیطان، شیطان کے تعاقب میں گھوم رہا ہے۔

(رواہ ابوداؤد والطبرانی وابن ماجہ وابن حبان، باسند جید)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اکثر علماء کرام نے اس حدیث پاک سے کبوتر بازوں کو مراد لیا ہے اس لئے کہ زیادہ تر یہ کبوتر بازی کرنے والے ہی کبوتروں کو اڑانے اور پکڑنے کے لئے منڈیروں پر چڑھ جایا کرتے ہیں جس سے ہمسایوں کی رہائش گاہوں کی بے پردگی ہوا کرتی ہے اور اسی بناء پر اس کو حرام مقرر کیا گیا ہے۔ اس پر مفصل بیان انشاء اللہ کبوتر کے شرعی احکامات میں ہوگا۔ سو حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اس قول کو نقل کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا تو انہوں نے پرواز کرنے والے کبوتروں کے بارے میں فرمان دیا کہ ان کو نحر کیا جائے اور پر قینچ کبوتروں کے بارے میں فرمان دیا کہ ان کو آزاد کر

اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آخری دور (مطلب قرب قیامت) میں اس طرح کے لوگ ہوں گے جو اپنے سر اور ڈاڑھیوں کے بالوں کو اس طرح کا رنگ لگایا کریں گے جس طرح کبوتر کے پوٹے میں سیاہی پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں کو جنت کی ہوا تک نہیں ملے گی۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

کبوتر کی خصلتیں: کبوتر کی ایک مخصوص خصلت یہ ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار میل کی مسافت سے بھی چھوڑیں تو یہ پرواز کر کے اپنی رہائشی مقام میں آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے اطلاعات کی آمد و رفت بھی کیا کرتا ہے۔ سو اکثر کبوتر اس طرح کے بھی ہیں جو ایک روز میں تین تین ہزار فرسخ کی مسافت طے کر لیا کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کبھی کسی کا پالا ہوا کبوتر کسی اور مقام پر کسی بناء پر پکڑا گیا اور تین برس یا اس سے بھی زیادہ اپنے رہائشی مقام سے کھویا رہا مگر پھر بھی وہ کبوتر اپنی رہائش گاہ کو بھول نہیں سکتا اور اپنی یادداشت کی طاقت اور دانائی اور کشش وطن پر لگاتار قائم رہا کرتا ہے حتیٰ کہ جس وقت اس کو موقع میسر آئے تو پرواز کر کے دوبارہ واپس اپنے رہائشی مقام میں لوٹ آیا کرتا ہے۔

شکاری پرندے کبوتر کی تاک میں رہتے ہیں مگر جتنا کبوتر کو باز سے خوف آتا ہے اتنا کسی بھی دوسرے پرندے سے نہیں آیا کرتا جبکہ کبوتر کی اڑنے کی رفتار باز سے کہیں زیادہ تیز ہوا کرتی ہے مگر باز کے ڈر کی وجہ سے کبوتر کے بازو ڈھلک جایا کرتے ہیں اور یہ ایسے ڈر جاتا ہے جس طرح کہ گدھا شیر سے' بکری بھیڑیئے سے اور چوہا' بلی سے رعب میں آ جایا کرتا ہے۔

کبوتر کی ایک انوکھی خصلت یہ ہے جو کہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "عیون الاخبار" میں مثنی بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے آدمی اور خاتون میں کوئی اس طرح کی عادت نہیں دیکھی جس کا وجود کبوتروں میں نہ ہو سو میں نے کبوتری پر غور کیا کہ وہ اپنے جوڑے کے مذکر کے سوا کسی دوسرے مذکر کو جفتی کی اجازت نہیں دیا کرتی اور نہ ہی مذکر کسی دوسری کبوتری کی جانب متوجہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن اگر جوڑے میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے یا جدا ہو جائے تو اس کے بعد سلسلہ اس کے الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت امام راوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبوتر میں مجھے ایک مخصوص بات یہ بھی نظر آئی ہے کہ جس وقت کبوتر اپنی مؤنث سے جفتی کا خواہاں ہوتا ہے تو کبوتری فوری طور پر بن سنور جایا کرتی ہے۔ مگر اکثر اوقات اس طرح بھی ہوا کرتا ہے کہ کبوتری اپنے مذکر کے موجود ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے مذکر کو خود پر جفتی کرنے کی اجازت دے دیا کرتی ہے مگر کہتے ہیں کہ ایسے جفتی کرنے کے نتیجہ میں انڈوں کی تخلیق تو ہوا کرتی ہے مگر ان انڈوں سے طفل نہیں نکلا کرتے۔

اکثر اوقات اس طرح بھی ہوا کرتا ہے کہ مذکر کبوتر' مذکر سے اور مؤنث کبوتر مؤنث سے جفتی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک انوکھی بات یہ ہے کہ جو بشر کے سوا اور کسی ذی روح میں موجود نہیں ہوا کرتی کہ کبوتر بشر کی مانند جفتی سے قبل بوسہ لیا کرتا ہے اس کے سوا جفتی کی حاجت نہ ہونے پر بھی یہ باہم بوس و کنار کیا کرتے ہیں۔ کبوتر چھ مہینے تک جفتی کیا کرتا ہے اور کبوتری کا حمل چودہ روز تک رہا کرتا ہے۔ اول اور دوئم انڈے کے مابین ایک روز اور ایک شب کا وقفہ ہوا کرتا ہے۔ ایک انڈے سے مذکر اور ایک انڈے سے مؤنث بچے کی پیدائش ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ دن کے چند اوقات میں مذکر انڈوں پر بیٹھا کرتا ہے اور باقی وقت میں مؤنث انڈے سیتی ہے اور اگر انڈے دینے کے بعد مؤنث اپنے خانہ میں نہیں جایا کرتی تو مذکر کبوتر اس کو مار مار کر

خانہ میں جانے کے لئے عاجز کر دیا کرتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کبوتر کو اس اہلیت سے نوازا ہے کہ جس وقت طفل نکل آیا کرتا ہے تو کبوتر کھاری مٹی کو چباتے ہوئے ان اطفال کو تناول کرواتا ہے تا کہ ان کے تناول کرنے کی راہ صاف ہو جائے۔ پاکیزہ ہے وہ ہستی اقدس جو لطیف اور باخبر ہے جس نے ہر ذی روح کو بہتر و لازم ہدایت دے رکھی ہے۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ کبوتر کی حیات آٹھ برس ہوا کرتی ہے۔ حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی اس آیت پاک کی ''وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ'' (اور تیرا رب جس کو چاہے تخلیق کرتا ہے اور جس کو چاہے انتخاب کرتا ہے) کی تشریح میں نقل کیا ہے کہ اللہ پاک نے مویشیوں میں سے بکری اور اڑنے والے حیوان میں سے کبوتر کا انتخاب کیا ہے۔

مسترشد باللہ کا ذکر: مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ خلیفہ مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ نے فوت ہونے سے چند روز پہلے یہ خواب دیکھا کہ ان کی گرفت میں گنڈے دار کبوتر ہے۔ خواب میں ہی ایک آنے والے کی آمد ہوئی اور وہ خلیفہ سے کہنے لگا کہ تمہارا چھٹکارا اسی میں ہے، سو جس وقت سویر ہوئی تو خلیفہ مسترشد باللہ نے یہ خواب حضرت امام ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا۔ حضرت امام ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ آپ بذات خود اس خواب سے کیا تعبیر اخذ کرتے ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ میں تو ابوتمام کے اس شعر سے اس خواب کی تعبیر اخذ کرتا ہوں۔

هن الحمام فان كسرت عيافة … من حائهن فانهن حمام

''یہ کبوتر ہیں اگر تو فال لینے کی حاجت سے ان کی ''ح'' کو کسرہ (زیر) دے دے تو ''حمام'' مطلب انتقال کر جائیں گے۔''

یہ شعر بولنے کے بعد خلیفہ نے فرمایا کہ میرا چھٹکارا میرے مرنے میں چھپا ہے۔ چند روز کے بعد 529ھ میں خلیفہ مسترشد باللہ کو ہلاک کر دیا گیا۔ سو خلیفہ مسترشد باللہ تیرہ برس آٹھ مہینے اور کچھ روز تک عہدۂ خلافت پر براجمان رہے۔

کبوتر کے بارے میں مختلف قصے: حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص کی آمد ہوئی اور وہ بولا کہ مجھے خواب دکھائی دیا ہے کہ ایک کبوتر نے موتی کھا لیا اور اس کے بعد وہ موتی بڑا ہو کر اس کے پیٹ سے نکل آیا اور پھر مجھے ایک دوسرا کبوتر دکھائی دیا اس نے بھی موتی کھا لیا اور اس کے بعد وہ موتی اس کے پیٹ سے نکل آیا اس کیفیت میں کہ جیسے وہ کھائے جانے سے قبل تھا۔ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ وہ موتی جو کہ کبوتر کے پیٹ سے بڑا ہو کر نکل آیا ہے اس کا مطلب حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حدیث سماعت کریں گے اور اپنی زبان میں اسے جدید کریں گے اور اپنے مواعظ کی بدولت اس میں تسلسل قائم کر کے اس میں اپنی نصیحتیں بھی شامل کر لیا کرتے ہیں اور دوئم موتی حضرت امام ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حدیث کو سماعت کر کے مختصر کر دیا کرتے ہیں مطلب جو قول سماعت کرتے ہیں اس کو مختصر بیان کیا کرتے ہیں اور سوئم موتی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں۔

ابن خلکان نے حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات میں درج کیا ہے کہ ایک شخص کی ان کے پاس خواب کی تعبیر جاننے کے لئے آمد ہوئی۔ وہ بولا کہ مجھے خواب میں دکھائی دیا ہے کہ میں نے اپنے ہمسائے کی کبوتری کو پکڑا ہے اوراس کے بازوؤں کو توڑ ڈالا ہے۔ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی رنگت تبدیل ہوگئی اور فرمایا کہ اور بتاؤ وہ شخص کہنے لگا کہ پھر ایک کالے کوے کی آمد ہوئی اور میرے گھر کی پشت پر بیٹھا اوراس کے بعد گھر میں نقب لگا کر اندر آ گیا۔ حضرت امام سرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کتنی جلدی تیرے خدا نے تم کو متنبہ فرما دیا ہے۔ اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے اپنے ہمسائے کی زوجہ کے ساتھ ناجائز روابط ہیں اور کالے کوے کا مطلب ایک حبشی خادم ہے جس کے تمہاری زوجہ کے ہمراہ ناجائز تعلقات ہیں۔ (رواہ ابن خلکان)

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ کپڑا بیچنے کا کام کیا کرتے تھے اور حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کئے ہوئے غلام حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کئے ہوئے خادم تھے اس کے علاوہ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو کسی ادھار کی بناء پر قیدی بنایا گیا تھا۔ حضرت امام ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مجھ کو اپنی اس کوتاہی کا علم ہے جس کی بناء پر میں قیدی بنا۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں ایک مفلس آدمی کو چالیس برس تک ''اے مفلس'' کہہ کر بلاتا رہا۔

حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار معروف تابعین میں ہوتا ہے آپ کو خوابوں کی تعبیر کے علم میں کمال حاصل تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک خاتون نے آپ کی خدمت میں حاضری دی آپ اس لمحے صبح کا ناشتہ کرنے میں مصروف تھے وہ خاتون کہنے لگی کہ مجھے ایک خواب دکھائی دیا ہے کہ ہلال ثریا میں داخل ہوگیا ہے اور ایک منادی میرے عقب سے بولا ہے کہ حضرت امام بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور انہیں یہ واقعہ بتلاؤ۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ اپنے پیٹ کو پکڑے اٹھ گئے۔ آپ کی ہمشیرہ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو حضرت امام سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میرے مطابق اس خاتون کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سات روز بعد میرا انتقال ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا سات روز کے بعد 110ھ میں انتقال ہوگیا اور حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے سو روز بعد ہوا۔ (رواہ ابن خلکان)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ کبوتر بازی حضرت لوط علیہ السلام کی امت کا کام تھا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبوتر بازی (مطلب جو شرطیہ کبوتر اڑایا کرے اور ہار جیت پر کچھ رقم لے یا دے) کرنے والے کی وفات تب تک نہیں ہوگی جس وقت تک وہ مفلسی کی اذیت نہ اٹھالے۔

حضرت امام بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ پاک کے فرمان سے مکڑی نے غار ثور کے دروازے پر جالا بن دیا اور جنگلی کبوتر کے ایک جوڑے کی آمد ہوئی اور غار کے دروازے پر بیٹھ گیا اور یہ وہ وقوعہ ہے جس وقت اللہ پاک نے

ہجرت مدینہ کے وقت غارِ ثور میں حضور سرکارِ مدینہ‘ راحت قلب وسینہ‘ فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں سے محفوظ فرمایا تھا۔ پس بیت اللہ کے سارے کبوتر اسی غارِ ثور کے کبوتر کے جوڑے کی نسل سے ہیں۔

ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز کبوتروں نے حضور سراج السالکین‘ رحمۃ اللعالمین‘ سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چھاؤں کر لی تھی۔ حضور جانِ کائنات‘ فخر موجودات‘ صاحب معجزات‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ (رواہ ابن وھب)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت مبارکہ کی بہت زیادہ تلاوت فرمایا کرتے تھے: "وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا...... فَهُوَ حَسْبُهٗ"

(اور جو اللہ پاک سے خوفزدہ ہوگا تو اللہ پاک اس کی پریشانی کا خاتمہ فرمادیں گے اور اس کو ادھر سے رزق سے نوازیں گے جدھر سے اس کو رزق ملنے کا گمان تک نہیں ہوگا اور جو اللہ پاک پر توکل رکھے گا تو اس کے لئے اللہ پاک ہی کافی ہے)۔

روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکارِ ابد قرار‘ بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بارہا اس آیت مبارکہ کا ورد فرما رہے تھے حتیٰ کہ میں سو گیا۔ اس کے بعد حضور شافع محشر‘ سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس لمحے کیا کرو گے جس وقت تم کو مدینہ سے خارج کر دیا جائے گا؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ پھر میں حرم کعبہ میں چلا جاؤں گا اور ادھر اس طرح گوشہ نشینی اختیار کر لوں گا جس طرح کہ ادھر کے کبوتر۔ حضور سرورِ عالم‘ رحمت عالم‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو مکہ مکرمہ سے بھی خارج کر دیا گیا تو پھر کیا کرو گے؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں شام اور بیت المقدس کی جانب روانہ ہو جاؤں گا۔ حضور سرکارِ مدینہ‘ راحت قلب وسینہ‘ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کو ادھر سے بھی خارج کر دیا گیا تو پھر تم کیا کرو گے؟ لہٰذا میں کہنے لگا کہ قسم ہے اس ہستی اقدس کی جس نے حضور سراج السالکین‘ رحمۃ اللعالمین‘ سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا ہے اگر میرے ساتھ یہی سلسلہ رہا تو میں مقابلہ کرنے کے لئے شمشیر اٹھا لوں گا۔ حضور جانِ کائنات‘ فخر موجودات‘ صاحب معجزات‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتلا دوں؟ تم شمشیر کبھی نہ اٹھانا اور خلیفہ وقت کی پیروی کرنا ہر چند کہ حبشی خادم ہی تیرا حکمران کیوں نہ ہو۔ (رواہ الطبرانی باسند صحیح)

بخاری شریف میں اس مکمل روایت کا ایک حصہ بیان ہوا ہے اور ابن ماجہ میں اس روایت کا محض آغاز کا حصہ ذکر کیا گیا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں داستان: تاریخ ابن خلکان میں بیان ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کو کبوتر اور کبوتر بازی کرنے کا بے حد شغف تھا۔ سو خلیفہ ہارون الرشید کو کسی نے تحفے کے طور پر کبوتر دیئے تو اس لمحے خلیفہ ہارون الرشید کے پاس قاضی ابوالبختری بھی تشریف فرما تھے۔ قاضی ابوالبختری نے اس حدیث پاک کو بیان فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بازی (مطلب شکست یا فلاح) محض ان

حیوانات میں ہے جن کے خف (گدی) حافر (سم) یا جناح (بازو پر وغیرہ) ہوتے ہوں۔ (مطلب گھوڑے اونٹ اور کبوتر وغیرہ) اور دوسرے حیوانات میں بازی حلال نہیں ہے۔ (رواہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

قاضی ابوالبختری نے خلیفہ کو خوش کرنے کے لئے اس حدیث پاک میں ''او جناح'' کا اضافہ اپنی جانب سے کر لیا تھا۔ اس بات پر خلیفہ نے قاضی کو بہت انعام سے نواز دیا۔ جس وقت قاضی ابوالبختری چلا گیا تو خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگا کہ بخدا! بلاشبہ مجھے علم ہے کہ اس ظالم ابوالبختری نے کبوتر کا ذکر کر کے حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے کی جسارت کی ہے۔ اور پھر خلیفہ نے کبوتروں کو نحر کرنے کا فرمان دے دیا۔ خلیفہ ہارون الرشید سے پوچھا گیا کہ ان کبوتروں کا کیا قصور تھا کہ انہیں نحر کرنے کا فرمان صادر کیا گیا ہے؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ کبوتروں کی بناء پر ہی حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا گیا ہے۔ پھر علماء کرام نے قاضی ابوالبختری کی بیان کی ہوئی ساری احادیث کو رد کر دیا۔ ابوالبختری مدینہ منورہ کے قاضی ہوا کرتے تھے۔ ان کو بکار بن عبداللہ الزبیری کے بعد عہدہ قضاء پر فائز کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد قاضی ابوالبختری کو بغداد میں عہدۂ قضاء پر براجمان کیا گیا تھا۔ ابوالبختری کی وفات مامون الرشید کے عہد خلافت میں 200ھ میں ہوئی۔ بختری بختر ہ سے اخذ ہوا ہے جس کا مطلب ہے فخر اور غرور ہے۔ سو کئی افراد نے بختری کو ''ابوالبختری'' کی جگہ ''ابوالبختری'' (مطلب خاء کی جگہ حاء کے ہمراہ) تحریر کیا ہے جبکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ درست قول یہ ہے کہ ''ابوالبحتری'' (حاء کے ہمراہ) ایک معروف شاعر کا اسم ہے۔

ابن ابی خیثمہ اور حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''افتراح'' میں تحریر کیا ہے کہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ''حمام'' (کبوتر) کے کلمات کا اضافہ کرنے والا ''ابوالبختری'' نہیں بلکہ غیاث بن ابراہیم تھا جس نے حدیث میں ان کلمات کا اضافہ خلیفہ مہدی کے لئے کیا تھا نہ کہ ہارون الرشید کے لئے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابوالبختری وہب بن وہب بن وہب کہتے تھے۔ یہ اسم تین نسلوں تک لگاتار چلتا رہا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ناموں کی یہی ترتیب دوسرے مفہوم میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر شاہان فارس میں بہرام بن بہرام بن بہرام' تابعین میں حسن بن حسن بن حسن اور غسان میں اس کی مثل حرث الاصغر بن حرث الاعرج بن حرث الاکبر اور متاخرین میں اس کی مثل الغزالی محمد بن محمد بن محمد ہے جو کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک ہے۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی داستان: عارف باللہ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مجھے خواب میں حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار مبارک ہوا کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مفاخرت فرما رہے ہیں۔ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ دونوں کی امت میں امام غزالی کی مانند کوئی عالم ہوا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں۔

(رواہ الشیخ ابوالحسن الشاذلی)

شیخ الامام عارف اللہ استاذ رکن الشریعت والحقیقت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے لئے صدیقیت عظمیٰ کی گواہی دی ہے۔ایسے ہی شیخ جمال الدین الاسنوی نے اپنی تصنیف "المہمات" میں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ:

"آپ (حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) ہر موجود کے لئے قطب الوجود وخلاصہ اہل الایمان وبطریق کے روح رواں ہوا کرتے تھے جو انہیں رضائے الٰہی تک پہنچایا کرتی تھی۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے ہر صادق قرب الٰہی کا حصول کرسکتا ہے۔آپ سے عداوت نہیں رکھتا مگر بے دین یا زندیق۔آپ اپنے دور کے نامور افراد میں یگانہ ہستی تھے اور کوئی بھی فرد آپ کے برابر نہیں تھا۔" (کتاب المہمات)

حجۃ الاسلام زین الدین محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں معلم تھے۔اس کے کچھ مدت کے بعد شام روانہ ہوگئے اور دمشق کی بزاویۃ الجامع (جامع مسجد) میں مقیم ہوئے۔اس کے بعد ادھر سے بیت المقدس چلے گئے اور پھر مصر میں جا کر اسکندریہ میں ایک مدت تک سکونت پذیر رہے اور پھر اپنے دیس طوس چلے گئے۔اس کے بعد طوس سے نیشاپور گئے اور ادھر کے مدرسہ نظامیہ میں معلم کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اس کے بعد درس دینے کو چھوڑ کر پھر سے طوس میں تشریف آور ہوگئے اور صوفیاء کرام کے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی اور اس خانقاہ میں آپ تلاوت قرآن پاک، وظائف الخیرات اور صالحین کی محبت اور بندگی میں مصروف رہتے تھے۔ایسے ہی آپ نے دنیا سے بالکل علیحدگی اختیار کرلی۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ معتمد عالم تھے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب بہت فائدہ مند ہیں۔بطور خاص "احیاء العلوم الدین" سے کوئی آخرت کا طلبگار مستغنی نہیں رہ سکتا۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال جمادی الثانی 505ھ میں طوس میں ہوا۔اللہ پاک آپ کے درجات بلند فرمائے۔

ابن خلکان نے تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شرف الدین بن عنین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضری دینے آئے کہ یکا یک ایک کبوتری آپ کے پاس آ کر گر گئی اور اس کبوتری کے تعاقب میں کوئی جنگلی پرندہ لگا تھا، لہٰذا جس وقت کبوتری گر پڑی تو پھر وہ جنگلی پندہ واپس لوٹ گیا مگر اس پرندہ کی وحشت سے کبوتری میں پرواز کرنے کی طاقت نہیں تھی۔جس وقت حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو درس سے فراغت ملی تو آپ اس کبوتری کے قریب آ کر اس پر ترحم کرنے لگے اور آپ نے کبوتری کو اٹھالیا اور اس پر ابن عنین نے کچھ شاعری کی جس میں سے چند شعر درج ذیل ہیں:

من نبـاء الـورقـاء ان مـجـلـسـكـم　　حـرم وانـك مـلـجـاء لـلـخـائـف

"کبوتری کا قصہ یہ ہے کہ آپ کی محفل کبوتری کے لئے حرم ثابت ہوئی اور آپ ڈری ہوئی اشیاء کے لئے امان کی جگہ ثابت ہوئے۔"

وقـدت عـلـيـك وقـد تـرانـى حـتـفـهـا　　فـحـبـوتـهـا بـبـقـائـهـا الـمـسـتـانـف

"اور یہ کبوتری آپ کی امان کو ڈھونڈتے ہوئے آئی اس عالم میں کہ وہ مرنے والی تھی لہٰذا آپ کی گرفت میں لینے

سے اس کو نئی حیات مل گئی۔"

لو انها تحیی بمال لا نشت من راحتیك بنائل متضاعف

"اگر تو حیات کی جگہ دولت کا ہدیہ دیتا تو وہ تیرے دونوں ہاتھوں سے زیادہ تحفہ لے کر جاتی۔"

شرف الدین بن عنین اور حاکم دمشق ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل بن ابوبکر بن ایوب کے مابین دوستانہ مراسم تھے اور ان دونوں کے مابین کئی اس طرح کے امور بھی ہوتے رہتے تھے جو ملک معظم کے اچھے برتاؤ کی نشانی تھے۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ ابن عنین کو بہت تیز بخار آ گیا تو اس نے ملک معظم کو تحریر کیا کہ:

انظر الی بعین مولی لم یزل یولی الندی وتلاف قبل تلافی

"تم میرا مشاہدہ اس آنکھ سے کرو جس سے مالک اپنے خادم کو دیکھا کرتا ہے اور میری موت سے پہلے مجھ کو اپنی سخاوت کی برسات سے گیلا کیجئے۔"

أنا كالذی أحتاج ما یحتاجه فاغنم ثنائی والثواب الوافی

"میں بھی آپ کی مانند حاجت مند ہوں مگر ہماری حاجات میں تفریق ہے سو آپ صفات کے حاجت مند ہیں اور میں صفت کے بدلہ کا حاجت مند ہوں۔"

سو ملک معظم بذات خود ابن عنین کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور انہیں تین سو دینار دیئے اور کہنے لگے کہ یہ تو انعام ہے مگر میں بارہا نوازنے والا ہوں۔ ملک معظم کے اس فرمان "هذه الصلة وانا العائد" کے بہت سے بیان ہوئے ہیں۔ ایک بیان یہ ہے کہ اسم موصول "صلة" اور ضمیر "عائد" کا خواہاں ہے۔ لفظ "صلة" ادھر وہ دولت ہے جو "ابن عنین" کو ملی اور لفظ "عائد" میں دو مفہوم کا شک ہے۔ اول یہ کہ میں تمہارے پاس بارہا انعام لے کر آؤں گا کہ تم رضامند ہو جاؤ گے اور دوئم یہ کہ "عائد" عاد یعود سے اخذ ہوا ہے۔

ملک معظم بہت دانا، فضیلت والے اور دلیر شخص تھے اس کے علاوہ ملک معظم کا مسلک حنفی تھا۔ ملک معظم فن ادب سے خاص شغف رکھتے تھے، حتیٰ کہ ملک معظم نے یہ منادی کرا دی کہ جو فرد بھی امام زمخشری کی تصنیف "مفصل" کو پورا یاد کر لے گا تو میں اسے سو دینار انعام میں دوں گا اور اس فرد کو ایک نایاب لباس بھی دیا جائے گا۔ سو انعام کی حرص میں کئی افراد نے اس تصنیف کو زبانی یاد کر لیا۔ ملک معظم کا انتقال 624ھ کو ہوا۔ اور حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 606ھ میں عید الفطر کے روز ہوا۔ اللہ پاک ان دونوں کو اپنے رحم سے نوازے۔

فوائد: اکثر حکماء نے فرمایا ہے کہ ہر بشر اپنے ہم شکل کی جانب مائل ہوا کرتا ہے جس طرح کہ ہر پرندہ اپنی جنس والے کی جانب مائل ہوا کرتا ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دس افراد میں سے دو افراد لازمی اس طرح کے ہوں گے کہ اگر ایک میں کوئی خوبی ہو گی تو دوسرے میں وہ نہیں ہو گی اس لئے کہ افراد کی صورتوں میں وہ فرق موجود ہے جو کہ پرندوں میں جنس سے ہوا کرتا ہے۔ اگر دو پرندوں کی دو اقسام میں پرواز میں مطابقت ہو بھی جائے تو ان دونوں میں کوئی نہ کوئی موزونیت

لازمی موجود ہوا کرتی ہے۔ سو مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز ایک کبوتر کو ایک کوے کے ہمراہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ بے حد حیران ہوئے اس لئے کہ ان کی صورتیں مختلف تھیں مگر ان کی چال میں لنگڑاہٹ تھی۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبوتر اور کوے کو لنگڑاہٹ نے اکٹھا کر دیا ہے۔ ہر بشر اپنے ہم شکل سے انس رکھتا ہے مثال کے طور پر اگر دو افراد جن میں کسی طرز کی مطابقت نہ ہو چند لمحوں کے لئے اکٹھے بیٹھیں تو وہ لازمی ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔ جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ:

وقـائـل كيف تـفـرقـتـمـا فـقـلـت قـولا فيـه انصاف

''اور کوئی کہنے والا کہنے لگا کہ تم دونوں کس طرح الگ ہو گئے ہو تو میں بولا کہ میں حق کی بات کیا کرتا ہوں۔''

لـم يك مـن شـكـلـي فـفـارقـتـه والـنـاس اشـكـال وألاف

''میری صورت اس سے الگ تھی لہٰذا وہ میرے سے علیحدہ ہو گیا اور افراد ہزاروں کی تعداد میں الگ الگ صورتوں کے ہوا کرتے ہیں۔''

یزید بن میسرہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی افراد سے فرماتے تھے کہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ تم اللہ پاک کی محبت میں کبوتر کی مانند مگن ہو جاؤ تو تم لازماً اس طرح کرو۔ (رواہ احمد فی الزھد)

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبوتر سے زیادہ احمق یا مدہوش کوئی دوسرا جانور نہیں ہے۔ کیونکہ کبوتر کی آنکھوں کے آگے اس کے اطفال کو اس کے گھر سے نکال کر نحر کیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود کبوتر اسی مقام پر آ کر انڈے دیا کرتا ہے اور طفل نکالا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: کبوتر کے بارے میں شریعت کا حکم سب کے اتفاق سے یہ ہے کہ کبوتر حلال ہے۔ اس لئے کہ یہ پاکیزہ ہے اور اس بناء پر بھی کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں کبوتر کی ہلاکت پر بکری کا تاوان واجب فرمایا ہے۔ اس کی دو حالتیں ہیں اول یہ کہ کبوتر اور بشر گھر دوست بھی ہیں اور بشر دوست بھی کبوتر کے حلال ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حضور شہنشاہ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے کبوتر کو ہلاک کرنے پر ایک بکری کا تاوان واجب فرمایا ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الروضۃ'' میں اس معاملے کو باہر کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس معاملہ میں حرفی مخالفت ہے اور اس مخالفت میں کوئی نفع نہیں ہے۔ سو کبوتر اور ہر اس حیوان کے انڈے جس کو قتل کرنا حالت احرام میں ناجائز ہو وہ حرام کہلاتا ہے۔ اگر کوئی حالت احرام میں کسی اس طرح کے حیوان کے انڈوں کا ضیاع کر دے تو اس پر جرمانے کی ادائیگی واجب ہو گی۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کرام (مطلب شوافع) اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔

فرخی اور کچھ اصحاب داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ انڈوں میں کوئی تاوان نہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انڈے کا تاوان حیوان کی قیمت کا دسواں حصہ ہوا کرتا ہے۔ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبوتر کے انڈے

کے بارے میں علماء کرام میں مخالفت پائی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق دو انڈوں کا تاوان ایک درہم ہے۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ثور نے فرمایا ہے کہ انڈے میں حیوان کی قیمت واجب ہوا کرتی ہے۔

(بہت جلد انشاء اللہ ''بعض الانعام'' کے موضوع سے اسے مفصل بیان کیا جائے گا)۔

کبوتر کے شکار کا فرمان یہ ہے کہ اگر کبوتروں کے ہمراہ کوئی مخصوص مقام کا کبوتر شامل ہو گیا تو اس کبوتر کا شکار محض اس مقام میں ہی جائز ہو گا اور جو برج میں مقیم کبوتروں کے ہمراہ کسی دوسرے مقام کے کبوتر بھی شامل ہو گئے ہوں تو اس صورت میں اس کے شکار کرنے کے بارے میں اور نہ کرنے کے بارے میں دو اقوال ہیں مگر درست قول یہ ہے کہ شکار کرنا جائز ہے۔ برج کے کبوتر کی خرید و فرخت کا فرمان تالاب میں مچھلی کی خرید و فروخت کی طرح ہے۔ مچھلی کے بارے میں تذکرہ ''باب السین'' میں ہو گا۔ انشاء اللہ۔ اگر کسی فرد نے ہوا میں پرواز کرتا ہوا کبوتر بیچ دیا اس خیال میں کہ واپس لوٹ آئے گا تو اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔ ان میں زیادہ درست قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ خرید و فروخت درست ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے اس خادم سے گمان کرتے ہیں کہ جس کو مالک کسی فعل کے لئے کہیں روانہ کر دے' لیکن جمہور علماء کرام کے مطابق یہ خرید و فروخت ناجائز ہے۔ جس طرح کہ مراوزہ کا کہنا ہے کہ عراق کے علماء کرام کبوتر کی ہر جنس کو ایک مستقل جنس میں شامل کرتے ہیں۔ عراقی علماء کرام کے مطابق کبوتر ایک جنس کہلاتا ہے۔ ایسے ہی قمری اور فاختہ کی جنس بھی الگ الگ ہے۔ انڈوں اور اطفال کے لئے کبوتر کو پالنا' ایسے ہی انس اور پیغام لانے لے جانے کی حاجت سے کبوتر پالنا بلاتردد حلال ہے۔ کبوتروں سے کھیل کود کرنے اور ان کی پرواز کروانا اور مقابلے کرانا اکثر علمائے کرام کے مطابق یہ بلا ردوکد درست ہے اس لئے کہ جنگ وغیرہ کے دوران پیغام بھیجنے کے لئے اس کی حاجت ہوتی ہے۔ مگر زیادہ درست قول یہ ہے کہ اس میں کراہت پائی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبوتر بازی کرنے والے شخص کو دیکھ کر فرمایا ہے کہ شیطان' شیطانہ کے تعاقب میں دوڑ رہا ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ کبوتر باز کو شیطان کہنے کا سبب یہ ہے کہ اس فعل میں مصروف ہونے کے بعد آدمی بیہودہ باتوں اور گناہوں سے بچاؤ نہیں کر پاتا اور نافرمانی پر شیطان کا استعمال بہت سے مقامات پر ہوا ہے۔

سو ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے کہ: ''شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ''

لہٰذا کبوتر پر شیطان کا استعمال محض اس بناء پر ہے کہ یہ گمراہی کا باعث بن رہا ہے۔ صرف کبوتر سے کھیل کے باعث کسی آدمی کو مردود الشہادت نہیں کہا جا سکتا لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق کبوتر سے کھیل کود کرنے والا شخص مردود الشہادت کہلائے گا۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا قصہ: ابو محمد رهرمزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''المحدث الفاضل بین الراوی

والوائی'' میں مصعب زبیری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے سماعت کیا ہے کہ میں مشاہدہ کرر ہا ہوں کہ تم دونوں اس شان کو مطلب حدیث کو پسند کیا کرتے ہو اور مطالبہ کرتے ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم کو حدیث اچھی لگتی ہے تو تم کو فائدہ ملے اور اللہ عزوجل تم لوگوں کے ذریعہ سے عوام کو فائدہ بخشے۔ تم حدیث کی روایت تھوڑی کیا کرو اور اس کو سمجھنے کی جدوجہد کیا کرو۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ ایک دفعہ چھت سے نیچے آ رہے تھے اور ان کی گرفت میں ایک کبوتر تھا جس کو وہ پوشیدہ کرنے کی سعی کر رہے تھے مگر افراد کی نظر کبوتر پر پڑ گئی۔ جس وقت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ افراد کی نظر کبوتر پر پڑ چکی ہے تو پھر انہوں نے فرمایا کہ ادب محض اللہ کا ہے نہ کہ ماں' باپ کا اور خیر محض اللہ پاک کی ہے نہ کہ ماں' باپ کی۔ مصعب زبیری رحمۃ اللہ علیہ ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ یحییٰ بن مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی آمد ورفت جاری رہتی تھی مگر ہمارے ہمراہ اپنے والد محترم کے پاس تشریف فرما نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایک روز ان کے والد محترم کی نظر ان پر پڑی تو انہوں نے ان کو بلایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو یہ عمل بہت مرغوب ہے جو کہ وراثت میں نہیں ملا کرتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ عبدالرحمٰن اپنے دور میں ساروں سے برتر بشر تھے اور ان کے والد محترم اپنے دور میں بے حد برتر بشر ہوا کرتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناسک'' میں بیان فرمایا ہے کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے روایت کیا اور علی نے کہا ہے کہ ہمارے سے سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ہمارے سے عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے جو کہ اپنے دور کے ساروں سے برتر شخص تھے اور انہوں نے اپنے والد محترم سے سماعت کیا جو کہ اپنے دور کے برتر شخص تھے انہوں نے فرمایا ہے کہ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگائی ہے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑائی' امامت' پرہیز گاری' زہد اور علم کی زیادتی پر سارے علماء کرام متفق ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں ہوئی اور انتقال 126ھ میں ہوا۔

خلیفہ منصور کا قصہ: ایک روایت میں بیان ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین منصور نے حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ آپ مجھ کو کوئی نصیحت کریں۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جس وقت انتقال ہوا تو ان کے وارثوں میں تیرہ فرزند اور ترکہ میں دوسوسترہ دینار تھے جن میں سے پانچ دینار کا کفن خرید لیا گیا اور دو دینار سے گور کے لئے زمین خرید لی گئی اور باقی دینار بیٹوں میں بانٹ دیئے گئے۔ ہر فرزند کو انیس دارہم ملے۔ ایسے ہی جس وقت ہشام بن عبدالملک نے بھی انتقال کے لمحے گیارہ فرزند چھوڑے۔ سو ہر فرزند کو والد کے چھوڑے ہوئے مال میں دس دس لاکھ دراہم حصے میں آئے۔ سو میں نے پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک کا مشاہدہ کیا کہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے سو گھوڑے روانہ کئے اور ہشام کے بچوں میں سے ایک کو گداگری کرتے ہوئے دیکھا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ یہ معاملہ تعجب کا باعث نہیں ہے اس لئے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچوں کو اللہ پاک کی امان میں کر دیا تھا۔ اللہ پاک ان کے لئے بہت ہو گیا اور ان کو دولت سے نواز دیا۔ اس کے علاوہ ہشام نے اس کے برخلاف اپنے لڑکوں کو دنیا کے حوالے کر دیا تھا تو اللہ عزوجل نے ان کو فقیر کر دیا۔

کبوتر کے بارے میں فقہی معاملات: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیر ماکول مویشیوں کی لید وگوبر وغیرہ کی بیع غلط ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گوبر وغیرہ کی خرید وفروخت کو درست کہتے ہیں اس لئے کہ ہر دور میں ہر مقام کے افراد کسی طرز کی ممانعت کے بغیر اس خرید وفروخت پر اتفاق رکھتے ہیں اور کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیرہ ماکول حیوانات کی لید و گوبر کی خرید وفروخت اس بناء پر بھی درست ہے کہ اس سے نفع اٹھانا حلال ہے۔ اس بناء پر دوسری اشیاء کی مانند اس کا خریدنا اور بیچنا بھی حلال ہونا چاہئے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت اللہ پاک کسی امت پر کوئی شے حرام قرار دیتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام مقرر فرما دیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد باسند صحیح)

یہ حدیث ساری چیزوں کو عام ہے ان چیزوں کے علاوہ جو کسی برہان کی وجہ سے اس حدیث کے فرمان سے باہر ہو گئی ہوں مثال کے طور پر گدھا وغیرہ۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دوسرا استدلال یہ بیان کرتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ اور لید وگوبر نجاست غلیظہ ہیں۔ اس بناء پر پاخانہ کی مانند ان کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ منافع کے باوجود پاخانہ کی خرید وفروخت کے ناجائز ہونے پر سارے علماء کرام کا اتفاق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کے جواب میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گوبر اور لید وغیرہ کو ذلیل اور بے علم افراد خریدا اور بیچا کرتے ہیں اور ان کا عمل دین اسلام میں حجت نہیں مانا جاتا اور یہ جو کہتے ہیں کہ گوبر اور لید سے نفع کی بناء پر اس کا فرمان دوسری چیزوں کی مانند ہو گیا تو ان دونوں میں تفریق یہ ہے کہ گوبر پلید ہے اور دوسری چیزوں سے منافع حلال ہے۔

ضرب الامثال: عربی افراد امن وسکون کی مثل دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ:

"امن من حمام الحرام" (حرم کے کبوتر سے زیادہ امان میں) اور کسی سے پیار کے لئے کہا کرتے ہیں۔ "آلف من حمام مكة" (مکہ مکرمہ کے کبوتروں سے زیادہ پیار کرنے والا)۔ عربی لوگ جس وقت کسی کی بدعادت کی جانب اشارہ کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ "اتقلد ها طوق الحمامة" (اس نے بدعادت کو ایسے خود میں جکڑ لیا ہے کہ وہ اب اس سے دور نہیں ہوگی جس طرح کہ حمامتہ (کبوتر) کے گلے سے اس کا دائرہ دور نہیں ہو سکتا)۔ اس کی مثال ہی ارشاد ربانی ہے کہ: "وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِىْ عُنُقِهِ" (ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے گلے میں آویزاں کیا جائے گا جو اس سے الگ نہیں ہوگا)۔ حضرت امام زمخشری نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی یہ نکتہ چینی کرے کہ اس آیت پاک میں "حسیبا" کیوں ارشاد ہوا ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ بشر اس لمحے بمنزلہ شاہد وامین ہوا کرے گا اس لئے کہ یہ اس طرح کے فعل ہیں جو عموماً افراد کو سونپ دیئے جاتے

ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے سب سے زبردست حساب کرنے والا خود نفس ہی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جس وقت اس آیت پاک کی تلاوت کیا کرتے تو فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم اپنے نفس کے ساتھ منصف رہ۔ اللہ پاک نے تم کو تیرے ہی نفس کا حساب کرنے والا منتخب کیا ہے۔ اللہ عز وجل کا فرمان مبارک ہے کہ: "سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (بہت جلد ان کے فعل ان پر ایسے چسپاں کر دیئے جائیں گے جس طرح کہ طوق گلے میں)۔ کہتے ہیں کہ: "طوق فلان عمله طوق الحمامة" (مطلب اس کے عملوں کا انتقام لازم ہے)۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "زھد" میں مطرف سے اس مثل کو نقل کیا ہے کہ "جس وقت میری وفات ہو جائے تو مجھ کو کسی مرتبے میں شامل نہ کرنا بلکہ افراد کو اکٹھا کر لینا تو میں ان سے اس طرح چپک جاؤں گا جس طرح کہ طوق (دائرہ) کبوتر کے گلے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اسی مفہوم میں سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے عبداللہ بن جحش کے یہ شعر ہیں:

ابلغ ابا سفيان عن امر عواقبه ندامة

"ابوسفیان کو یہ اطلاع دے دو کہ اس کے کاموں کا اختتام شرمندگی ہے۔"

دار ابن عمك بعتها تقضى بها عنك الغرامة

"تیرے چچازاد بھائی کی رہائش گاہ میں نے فروخت کر دی ہے جس سے قرض خواہوں کے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔"

وحليفكم بالله رب الناس مجتهد القسامة

"اور اللہ پاک تیرا معاون ہے جو لوگوں کا پالنے والا اور وارثوں میں تقسیم کا ضامن ہے۔"

اذهب بها اذهب بها طوقتها طوق الحمامة

"رہائش گاہ کو بیچ دینے کا فیصلہ میں نے اس طرح کے حتمی انداز میں کر دیا ہے جس طرح کہ کبوتر کے گلے میں طوق مطلب اب اس میں تبدل ممکن نہیں ہے۔"

حضرت امام ابوعبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ مثل حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے لی گئی ہے کہ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت بھر ارض پر بھی قبضہ کیا تو بروز قیامت اس کے گلے میں ساتوں ارض طوق کی مانند ڈالی جائیں گی۔ (الحدیث)

حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک فرمان میں یہی تاویل پیش کی ہے۔ جبکہ بخاری شریف اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے ایک بالشت جتنی زمین پر بھی ناجائز قبضہ کیا تو اس کے گلے میں ساتوں زمینیں ہنسلی کی مانند پہنا دی جائیں گی۔ (الحدیث)

ایسے ہی عربی افراد کہا کرتے ہیں کہ "اخرق من حمامته" (مطلب کبوتر سے بھی زیادہ لاغر) عربی افراد یہ مثل اس لئے استعمال کیا کرتے ہیں کہ کبوتر اپنا گھونسلہ مستحکم نہیں بنایا کرتا' اکثر اوقات کبوتر کا گھونسلہ شجر کی اس طرح کی ٹہنی پر ہوا کرتا ہے جدھر ہوا سے گھونسلہ گر پڑتا ہے اور کبوتر کے انڈے ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔ اسی کی طرح ہی شاعر عبید بن ابرص کے یہ اشعار ہیں:

عیوا بامرھم کما عیت ببیضتھا الحمامة

"وہ اپنے کاموں میں ایسے بے بس ہو گئے جس طرح کہ کبوتر اپنے انڈوں کو بچانے میں بے بس ہو جایا کرتا ہے۔"

جعلت لھا عودین من بشم و آخر من ثمامه

"کبوتر اپنا گھر تھوڑے سے تنکوں سے بنایا کرتا ہے اور وہ تنکے بھی بے حد کمزور ہوا کرتے ہیں۔"

خوائص: کبوتر کے طبی فائدے بہت سارے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

1۔ اگر کسی شخص کے جسم کے حصے سن ہو جائیں یا لقوۂ فالج کے اثرات نمایاں ہو جائیں تو اس طرح کے فرد کا کبوتروں کے نزدیک رہنا نفع بخش ہے اور اس طرح کے فرد کے لئے کبوتر کا لہو اور گوشت بھی نفع بخش ہے۔

2۔ کبوتر کا گرم لہو آنکھوں میں سرمہ کے طور پر استعمال کرنا آنکھوں میں موجود زخم اور دھندلے پن کو ختم کر دیتا ہے۔

3۔ کبوتر کا لہو نکسیر کو روک دیا کرتا ہے اور کبوتر کے لہو کو زیتون کے تیل میں ڈال کر جلی ہوئی جگہ پر لگانے سے بہت جلدی آرام آجایا کرتا ہے۔

4۔ کبوتر کی بیٹ حرارت والی ہوا کرتی ہے۔ بطور خاص جنگلی کبوتر کی بیٹ تو بے حد حرارت والی ہوا کرتی ہے۔

5۔ کبوتر کی بیٹ کے انوکھے اثرات ہیں کہ اگر اسے آب میں مکس کر کے عسر بول کے مرض میں مبتلا شخص اس آب میں بیٹھے تو صحت یاب ہو جائے گا۔

فوائد: عسر بول کے مرض میں مبتلا شخص کے لئے یہ طریقہ بے حد مؤثر اور تجربہ کیا ہوا ہے۔ اگر کسی پاکیزہ وصاف برتن پر درج ذیل آیت تحریر کر کے اور پانی سے دھو کر بیمار شخص کو پلا دیں تو اللہ کے حکم سے اس کو صحت یابی ملے گی:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" رمص نفع و شفوا بفضل الله عزوجل .

اگر کبوتر کی بیٹ کو سرکہ میں ڈال کر اس فرد کے پیٹ پر لگا دیں جو استسقاء کی تکلیف اٹھا رہا ہو تو انشاء اللہ فوری طور پر اسے افاقہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر لال کبوتر کی بیٹ دو دراہم کے جتنی مقدار میں لے کر تین دراہم دارچینی میں ڈال کر پانی میں گھول کر نوش کر لیں تو پتھر والے مریض کے لئے فائدہ مند ہے۔ کبوتر کا گوشت تولید منی ولہو میں مدد کیا کرتا ہے۔ اگر زندہ کبوتر کا پیٹ چیر کر گرم گرم بچھو کے ڈسے ہوئے پر رکھیں تو انشاء اللہ لازمی افاقہ ہوگا۔ اگر دردزہ میں مبتلا خاتون کو کبوتر کی بیٹ کا دھواں دیا جائے تو پیدائش جلد اور سہل ہو جائے گی۔

خواب کی تعبیر: خواب میں کبوتر کے دکھائی دینے کو پیغام رساں' امانت دار' سچے محبّ اور وفادار محبوب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خواب میں کبوتر کے دیکھنے کو اکثر اوقات نوحہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ:

صب ینوح اذا الحمام ینوح

''جس وقت کبوتر نوحہ کیا کرتا ہے تو اس کے ہمراہ عاشق بھی نوحہ کیا کرتا ہے۔''

کئی دفعہ خواب میں کبوتر کا دکھائی دینا اس طرح کی عربی نسل' برکت والی اور بے حد خوبصورت خاتون کی علامت ہوا کرتا ہے جو کہ اپنے خاوند کے سوا کسی اور کی طلب گار نہ ہو۔ اگر خواب میں کبوتر کسی بیمار فرد کے سر پر بیٹھا ہوا نظر آئے تو اس کو اس بیمار شخص کے انتقال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ:

هن الحمام فان کسرت عیافة من حائهن فانهن حمام

''یہ کبوتر ہیں اگر تم فال لینے کی حاجت سے ان کی ''ح'' کو زبر دے دے تو ''حمام'' مطلب تیری وفات پر استدلال کریں گے۔''

اگر کسی کو خواب میں ''بروج حمام'' (وہ مقام جدھر کبوتر رہا کرتے ہیں) دکھائی دیا تو اس کو خواتین' اطفال اور بیٹوں سے تعبیر کیا جائے گا۔ سو اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ وہ کبوتروں کو خوراک ڈال رہا ہے اور اسے اپنی جانب بلا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص قوم کی راہنمائی کرے گا۔ اگر کوئی فرد خواب میں کبوتر اور کوئے کو ایک ہی مقام پر اکٹھا کر لے یا ان کو ایک ہی مقام پر دیکھ لے تو اس کا مطلب بھی یہ ہی ہوگا کہ وہ فرد قوم کو راہنمائی کرے گا اس لئے کہ ہر وہ شے جو اپنے غیر جنس کے ہمراہ اکٹھی ہو تو اس کی تعبیر قیادت سے دیا کرتے ہیں۔ بطور خاص کوؤں کے معاملہ میں کہ کوے کا شمول فاسقین میں ہوا کرتا ہے۔ خواب میں کبوتر کی آواز غلط گفتگو کی نشانی ہے۔ اگر کوئی خواب میں کبوتر کی آواز سماعت کرے تو اس کا مفہوم خاوند سے لڑنے والی خاتون ہے۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ کبوتر اس کے نزدیک آ کر کھڑا ہو چکا ہے تو اس کو اس خط سے تعبیر کیا جائے گا جو خواب دیکھنے والے کو بہت جلد ملے گا۔ ایسے ہی اگر کسی فرد کو خواب میں نظر آئے کہ اس کی کبوتری پرواز کر گئی ہے اور واپس لوٹ کر نہیں آئی تو خواب دیکھنے والا فرد اپنی زوجہ کو طلاق دے گا' یا اس کی زوجہ کا انتقال ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے اپنی کبوتری کے پروں کو کاٹ دیا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ فرد اپنی زوجہ کے باہر نکلنے یا بچہ پیدا کرنے یا حاملہ ہونے پر پابندی عائد کرے گا۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ کبوتر اس کو راہ دکھا رہا ہے تو خواب دیکھنے والے فرد کو بہت جلد دور دراز سے کوئی اچھی اطلاع ملے گی۔ ایسے ہی خواب میں کبوتر کا نظر آنا دوستی اور شرکت والے کے لئے بھلائی کی نشانی ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں کبوتر کا شکار کرتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو اپنے عداوت رکھنے والوں سے مال و دولت کا حصول ہوگا۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ اس کی کبوتری کی آنکھ میں عیب ہے تو اس کی زوجہ کے دین اور خلوص میں کمی ہے۔ ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ خواب میں اس طرح کے حیوان کا نظر آنا جو کبوتر کے مثل خواب میں دکھائی دے' خوشی' کھیل کود اور حریف پر غالب ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر

اوقات کبوتر کا خواب میں دکھائی دینا پاکیزہ دامن، رازدار اور اولاد پر مہربان زوجہ ہوا کرتی ہے اور اکثر اسے خاتون یا اس طرح کے کثیر النسل آدمی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو اہل بیت پر مہربانی کرتا ہو۔

الحمد

"الحمد" (قطاط کے طفل) عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ "حمد قطاة یسمی الارنب ان یصدها" عرب کے لوگ یہ مثل اس پرندے سے اس لیے دیا کرتے ہیں جس وقت کوئی لاغر شخص کسی قوت مند شخص سے لڑنے پر رضامند ہو جائے۔ حضرت میدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے کسی بھی تصنیف میں اس کا تذکرہ نہیں دیکھا۔

الحمر

"الحمر" (ایک پرندہ) یہ عصفور یا گوریا طرز کی ایک چڑیا ہوا کرتی ہے۔ سوابوالھوش شاعر نے شاعری کی ہے کہ:

قد کنت احسبکم اسود حمیة فاذالصاف تبیض فیہ الحمر،

"بلاشبہ میں نے ان کو کالے کوئلے سمجھا تھا مگر دیکھنے پر علم ہوا کہ ان کی رنگت سفید ہے اور ان سے لال رنگت والے انڈے نکلا کرتے ہیں۔"

"لصاف" ایک پہاڑ کہلاتا ہے اور "حمر" کا واحد "حمرۃ" ہوتا ہے۔ راجز کا کہنا ہے کہ:

وحمرات شربھن عب اذا غفلت غفلۃ تعب

"اور لال رنگ کی شراب نوش کرنا ایک گناہ ہے جس وقت کہ وہ بے پرواہ کردے۔" اکثر اوقات اس کو میم کی کمی کے ساتھ "حمرۃ" بھی پڑھتے ہیں۔

ابن لسان کا ذکر: ابن لسان الحمرہ عرب کا ایک معروف خطیب تھا۔ یہ خاندان بنی تیم اللات بن ثعلبہ سے نسبت رکھتا تھا اور اپنے زمانے کے بڑے عالموں میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ خوش بیانی اور لمبی عمر ہونے کی بناء پر لوگ ان کے اسم کا اطلاق ضرب المثل کے طور پر کیا کرتے ہیں۔ ابن لسان کا حقیقی اسم ورقاء بن اشعر تھا اور "ابوکلاب" ان کی کنیت کہلاتی تھی۔ سوایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن لسان سے کچھ سوالات کئے۔ ابن لسان نے ان سوالوں کے بالکل درست جواب دیئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے کن ذرائع سے علم کا حصول کیا ہے۔ ابن لسان نے بتلایا کہ سوال کرنے والی زبان اور دانا قلب سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد ابن لسان کہنے لگے کہ اے خلیفہ! بلاشبہ علم کے لئے مصیبت اضاعت اور استجاعت ہے۔ سو علم کی مصیبت اس کو بھول جانا ہے اور اس کی اضاعت یہ ہے کہ علم کو نالائق کے آگے بیان کیا جائے اور اس کا نقص یہ ہے کہ اس میں غلط بیانی کی ملاوٹ کی جائے اور علم کی بھوک یہ ہے کہ طالب علم کبھی سیراب نہیں ہوا کرتا۔

شرعی حکم: ''حمر'' کے بارے میں شرعی فرمان یہ ہے کہ اس کا تناول کرنا تمام علماء کرام کے مطابق حلال ہے۔اس لئے کہ یہ ''عصافیر'' کی ایک طرز ہے۔عبادی نے کہا ہے کہ اکثر علماء کرام کے مطابق ''حمر'' کا گوشت حرمت والا ہے مگر یہ بات انوکھی اور مردود ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''حمر'' کا ذکر: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے' لہٰذا ایک شخص کی گھونسلا لئے ہوئے آمد ہوئی۔اس شخص نے گھونسلے میں سے ''حمرۃ'' کا انڈہ برآمد کیا۔''حمرۃ'' حیوان بھی آ گیا اور حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر چکر کاٹنے لگا۔حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اس پرندے کو کس نے تکلیف دی ہے؟ وہ شخص کہنے لگا یارسول اللہ! میں نے اس پرندے کے انڈوں کو نکالا ہے۔حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس پرندے پر مہربانی کرو اور اس کے انڈے (یا طفل) واپس لوٹا دو۔(رواہ ابوداؤد والحاکم)

حضرت عامر دارمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ ایک گھونسلا لے کر آیا' ان سب نے ایک پرندے کے طفل کو پکڑ رکھا تھا۔وہ پرندہ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پرواز کرنے لگا' لہٰذا حضور شہنشاہِ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کس فرد نے اس پرندے کے طفل کو پکڑ رکھا ہے؟ ایک فرد نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے' لہٰذ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس پرندے کے طفل کو آزاد کر دو' سو اس کو آزاد کر دیا گیا۔(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت عامر دارمی رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''تصنیف الجنائز'' کے آغاز میں بیان کیا ہے اس کا تذکرہ ''باب الفاء'' میں ہوگا۔انشاء اللہ۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انڈے اور طفل واپس کرنے کا جو فرمان دیا تھا اس کی دو تدابیر تھیں۔اول یہ کہ اصحابہ کرام احرام کی کیفیت میں ہوں گے اور دوئم یہ کہ اس پرندے نے جس وقت حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ صاحب معطر ومعنبر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نالہ کیا تو حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مہربان ہو گئے تو اس حالت میں ان کا آزاد کرنا لازم تھا۔

ضرب الامثال: عرب کے عوام کسی کی طویل حیات کی مثل دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ: ''اعمر من لسان الحمرۃ'' (وہ ابن لسان حمرہ سے بھی زیادہ طویل عمر والا ہے)۔ایسے ہی کسی کے بلند نسب کو بیان کرتے ہوئے عرب افراد کہا کرتے ہیں کہ: ''انسب من ابن لسان الحمرۃ'' (وہ ابن لسان حمرہ سے زیادہ بلند نسب ہے)۔ابن لسان الحمرۃ عربوں

کے ایک اعلیٰ قبیلے کا شخص تھا اور بے حد مغرور تھا۔

الحمسة

"الحمسة" (سمندری حیوان)۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "حمسة" مینڈک کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ "حمس" اس کی جمع ہوا کرتی ہے۔

الحماط

"الحماط" یہ سبزی کے کیڑے کو کہتے ہیں۔

الحمك

"الحمك" یہ ہر طرز کے حیوانات کے چھوٹے اطفال کہلاتے ہیں۔ "الحمك" کے کلمات کا اطلاق (جوں) کے مفہوم میں بھی ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ "الحمك" قطاء اور شتر مرغ کے اطفال کو بھی کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی صغار ناس کے لئے بھی "الحمك" کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ راجز کا کہنا ہے کہ:

"لاتعذلینی بر ذالات الحمك"

(اے محبوبہ تو مجھ کو برا بھلا نہ کہہ اور مجھ کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے افراد میں شامل نہ کر)۔

الحمل

"الحمل" (بکری کا چھ مہینے کا طفل) اکثر علماء کرام کے مطابق "حمل" دنبہ ہوا کرتا ہے۔ "حمل" کی جمع کے لئے "حملان" اور "احمال" کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں "حمل" کا ذکر: حضرت ابو یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک انصاری کے گھر کے نزدیک سے ہوا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بھننے کی مہک کا احساس ہوا۔ حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار ئی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون ہے جس کی رہائش گاہ میں یہ نحر ہوا ہے؟ ایک انصاری باہر آئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے صلوٰۃ (عید) سے قبل نحر کیا ہے اس لئے کہ میرے گھر والے گوشت تناول کریں۔ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو پھر سے قربانی کرنے کا فرمان دیا۔ اس صحابی نے عرض کی کہ بخدا! میرے پاس بھیڑ کے طفل کے سوا کوئی حیوان نہیں ہے۔ حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اسی طفل کو قربان کر دو اور تیرے بعد اور کسی کو بھی بھیڑ کے طفل کو قربان کرنے کی منظوری نہیں ہے۔" (رواہ ابن ماجہ)

ایک داستان: ابو طالب مکی نے اپنی تصنیف ''قوت القلوب'' میں اپنے احباب کی داستان بیان کی ہے کہ ہمارے پاس ایک فقیر کی آمد ہوئی۔ ہم نے ایک ہمسائے سے بکری کا بھنا ہوا طفل خرید لیا اور اس فقیر کو اپنے ساتھ کھانا تناول کرنے کی دعوت دی۔ جس وقت کھانے کا آغاز ہوا اور اس فقیر نے بھنے ہوئے بکری کے طفل کا ایک نوالہ اپنے منہ میں ڈالا تو اسی وقت باہر اگل ڈالا اور کہنے لگا کہ تم لوگ تناول کرو مجھ کو ایک سانحے نے کھانا تناول سے روک دیا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوں گے تو ہم بھی کھانا تناول نہیں کریں گے۔ وہ فقیر بزرگ کہنے لگے کہ میں تناول نہیں کروں گا اور پھر وہ لوٹ گئے۔ سو ہم نے بھی کھانے سے ہاتھ روک لیا اور آپس میں محو گفتگو ہو گئے کہ فقیر کے گوشت تناول نہ کرنے کا کیا سبب ہے؟ پس ہم نے ہمسائے کو طلب کیا اور اس سے گوشت کے بارے میں دریافت کیا؟ اس ہمسائے نے ٹال مٹول کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر ہم نے سختی سے کام لیا حتیٰ کہ ہمسائے نے تسلیم کر لیا کہ یہ مری ہوئی بکری کا طفل ہے اور میں نے رقم کے لالچ میں بکری کے مرے ہوئے طفل کو بھونا اور آپ کو بیچ دیا۔ روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ اس کے بعد ہم نے وہ گوشت کتوں کے آگے ڈال دیا اور پھر ہم نے اس بزرگ فقیر سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا کہ آپ کو کیا سانحہ پیش آ گیا تھا جس نے آپ کو بکری کے طفل کا بھنا ہوا گوشت تناول کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اس فقیر نے جواب دیا کہ غالباً بیس برس سے مجھ کو گوشت سے قطعی دلچسپی نہیں ہے' سو جس وقت تم نے میرے آگے یہ گوشت پیش کیا تو میرے جی میں آیا کہ میں گوشت تناول کر لوں جبکہ اس سے پہلے گوشت کی اتنی شدت سے طلب نہیں تھی' مجھے علم ہو گیا کہ لازمی گوشت میں کوئی نہ کوئی عیب ہے۔ میں نے کھانا تناول کرنے سے منع کر دیا۔

ایک انوکھی داستان: معجم ابن قانع اور حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کردم بن سائب انصاری کے سوانح حیات میں تحریر کیا ہے کہ ابن سائب انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے والد محترم کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ تھا اور یہ وہ دور تھا جس وقت مکہ معظمہ میں حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کا آغاز ہوا تھا۔ جس وقت راہ میں شب ہو گئی تو ہم نے شب بسر کرنے کے لئے ایک گڈریئے کے پاس قیام کیا' جس وقت آدھی شب بیت گئی تو ایک بھیڑیئے کی آمد ہوئی۔ پھر اس نے ریوڑ میں سے ایک بکری کے طفل کو گرفت میں لے لیا اور بھاگ گیا۔ گڈریا جلدی سے جاگا اور کہنے لگا: ''یاحاکم الوادی أوذی جارك''۔

(اے اس جگہ کے جنوں کے حکمران اپنے ہمسائے کی خبر گیری کر)۔ ایک منادی کرنے والے کی آواز آئی کہ: ''یاسرحان ارسلہ'' (اے بھیڑیئے اس کو چھوڑو) پھر وہ طفل بھاگتا ہوا واپس لوٹ آیا۔ حتیٰ کہ بکریوں کے ریوڑ میں چلا گیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے اپنے رسول حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت مبارکہ کا نزول کیا'' وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝'' (اور کچھ شخص جنات کے مردوں سے پناہ لیا کرتے تھے سو انہوں نے ان کا سرکش پن اور بڑھا دیا۔ (سورۃ الجن۔ آیت: 2)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ داستان ''المیزان'' میں اسحٰق بن حرث کے سوانح حیات میں بیان ہے اور یہ

روایت غریب ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الشفاء'' میں تحریر کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں مبتلا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایک روز والد اور فرزند دونوں ایک دستر خوان پر تشریف فرما تھے ''حلوان'' کا بھنا ہوا گوشت تناول کر رہے تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے پاس ایک یتیم طفل کا گھر تھا۔ جس وقت اس یتیم طفل کو بھنے ہوئے گوشت کی مہک گئی تو اس کا قلب بھی بھنے ہوئے گوشت کی جانب مائل ہوا مگر مفلسی کی بناء پر اس نے رونا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس طفل کی بوڑھی دادی نے بھی رونا شروع کر دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع نہیں مل پائی۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں ڈال دیا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اتنا روئے کہ آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں سفید اتر آئی۔ سو پھر جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس واقعے کی خبر ملی تو انہوں نے یہ اصول بنا لیا کہ کھانا کھانے سے قبل چھت پر جا کر یہ منادی کرا دیتے کہ جو کوئی بھی بھوکا ہو وہ یعقوب (علیہ السلام) کی رہائش گاہ میں آ کر کھانا تناول کر لے اور جو کوئی شخص روزے سے ہو وہ آ کر افطاری کر لے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے مطابق یہ روایت درست نہیں ہے اور مجھے تعجب ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی نے اس طرح کی روایت کو اپنی تصنیف میں کس طرح بیان کر دیا۔ ہر چند کہ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''معجم الاوسط والصغیر'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی لمبی روایت ذکر کی ہے۔ جس میں یہ بھی بیان ہے کہ اس بات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام جس وقت بھی کھانا تناول کرنے لگتے تو آواز دے کر پوچھتے کہ جو فرد کھانا تناول کرنے کا خواہاں ہے وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے اور جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام روزہ کی حالت میں ہوتے تو بوقت افطار منادی کرواتے کہ جو بھی فرد روزہ سے ہو وہ میرے ہمراہ افطاری میں شریک ہو جائے۔ (رواہ الطبرانی)

اس روایت کو حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ محمد بن احمد باہل بصری سے نقل کیا ہے جو کہ بہت ضعیف راوی کہلاتے ہیں۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''شعب الایمان'' میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔ واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ یوسف کی اس آیت مبارکہ ''اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ'' (بلاشبہ میں یوسف کی مہک کا احساس کر لیا کرتا ہوں) کی تشریح میں بیان کیا ہے کہ ہوا نے اللہ پاک سے منظوری لی کہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بشارت پہنچنے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی مہک پہنچا دوں۔ سو اللہ پاک نے ہوا کو منظوری دے دی اور اس کے بعد ہوا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی مہک اتنے دور کے علاقہ میں آپ علیہ السلام کے دماغ تک پہنچائی۔ اسی بناء پر ہر غمزدہ فرد کو ہوا سے سکون و اطمینان ملا کرتا ہے۔ یہ باد صبا مشرق کی جانب سے چلا کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

ایا جبلی نعمان باللہ خلیا — نسیم الصبا یسری الی نسیمھا

''اے نعمان کے جبل اللہ کے وسیلے سے سویر کی تازی ہوا کے جھونکے دکھی لوگوں کے دکھ دور کر دیا کرتے ہیں۔''

فان الصباریح اذا ما تنسمت علی نفس مهموم تجلت لھمومھا

''جس وقت صبح کی فضا کے جھونکے آیا کرتے ہیں تو دکھی افراد کے دکھوں کو دور کرتے ہوئے نکل جایا کرتے ہیں۔''

الحمنان

''الحمنان'' یہ چھوٹی چیچڑیاں کہلاتی ہیں۔اس کی جمع ''حمنانة''اور ''حمنة''آیا کرتا ہے۔

الحمولة

''الحمولة'' حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حاء کے فتحہ کے ہمراہ ہے۔یہ وہ اونٹ ہے جس سے بوجھ اٹھانے کے کام کروائے جاتے ہیں۔ایسے ہی ''الحمولة'' ہراس حیوان کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے جس سے بوجھ اٹھوانے کے کام لئے جاتے ہیں جس طرح کہ گدھا وغیرہ چاہے اس پر بوجھ لادا گیا ہو یا نہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علم الصرف کے قانون کی مناسبت سے جس وقت ''فعول'' پر ''ۃ'' داخل ہوا کرتی ہے تو وہ ''مفعول'' کے مفہوم دیتا ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ:

''وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا'' (اور حیوانات میں سے اکثر بوجھ اٹھانے کا کام کیا کرتے ہیں اور اکثر دوسرا کام کیا کرتے ہیں)۔''فرشا'' کا مفصل بیان بہت جلد ''باب الفاء'' میں آئے گا۔انشاء اللہ۔

الحمیق

''الحمیق'' ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔جو کہ قطاء اور ٹڈیوں وغیرہ کا شکار کیا کرتا ہے اور اکثر علماء کرام اسے ''باز'' بیان کرتے ہیں۔اس کے علاوہ تاریخ مکہ میں بیان ہوئے ابوالولید کے فرمان سے بھی یہی علم ہوتا ہے کہ عطاء سے ابن جریج نے سوال کیا کہ کیا احرام باندھے ہوئے میں ''عقاب'' کا شکار کرلوں؟ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں۔ابن جریج نے سوال کیا کہ کیا میں ''صقر'' شکرا اور ''حمیق'' (ایک اڑنے والا حیوان) کو بھی ہلاک کرسکتا ہوں اس لئے کہ یہ دونوں مومنوں کے کبوتروں کا شکار کرلیا کرتے ہیں۔حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہاں ان کو بھی ہلاک کرسکتے ہو اور ان کے ساتھ ساتھ مکھی، مچھر اور بھیڑیئے کو بھی ہلاک کرسکتے ہو وہ اس لئے کہ یہ انسانوں سے عداوت رکھتے ہیں۔

حمیل حر

''حمیل حر'' (حاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں کا استعمال درست ہے) یہ ایک بے حد شہرت کا حامل پرندہ ہے۔

الحنش: (حاء اور نون پر زبر ہے) اس کا مفہوم سانپ ہے۔اکثر علماء کرام کے مطابق یہ ابلغ سانپ کہلاتا ہے۔ ''احناش'' اس کی جمع ہوتی ہے۔اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''احناش'' کے کلمات گوہ، قنفذ اور یربوع وغیرہ کے لئے بنائے گئے

تھے، مگر پھر ان کلمات کو محض سانپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ ذوالرمتہ شاعر کا کہنا ہے کہ:

وکم حنش ذعف اللعاب کانه ۔ علی الشرك العادی نصف عصام

''اور کافی سارے حشرات اس طرح کے ہیں کہ خاص طور پر سانپ جو بشر کو جان سے مار دیا کرتے ہیں۔''

''حنش'' ایک شخص کا اسم تھا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''حنش'' اژدھا یا اس سے بھی بڑا سفید سانپ ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ اکثر علماء کرام کے مطابق سب سے سیاہ سانپ کو ''حنش'' کہتے ہیں اور اکثر علماء کرام نے کہا ہے کہ پرندوں اور ہوام میں سے جس چیز کا شکار کیا جائے وہ حنش کہلاتی ہے۔ ''کتاب العین'' میں تذکرہ ہے کہ ''حنش'' چھپکلی اور ہر اس حیوان کو کہا جاتا ہے، جس کا سر سانپ کے سر سے مشابہت رکھتا ہو۔

قتل دجال کے بارے میں حدیث میں تذکرہ ہے کہ ''حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ (فتنہ دجال کے ظاہر ہونے کا زمانہ) اس طرح کا ہوگا جس میں حسد و کینہ پروری اور دشمنی و نفرت کا اختتام ہو جائے گا اور زہریلے حیوانات کا زہریلا پن دور ہو جائے گا حتیٰ کہ طفل بھی اژدھے کے دہن میں ہاتھ داخل کر دے گا مگر اژدھا اس کو ضرر نہیں پہنچا پائے گا۔ (الحدیث)

حضرت خزیمہ بن جزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں نے گزارش کی یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں زمین کے حیوانات میں سے لومڑی کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے حاضری دینے آیا ہوں؟ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کوئی اس طرح کا ہے بھی جو لومڑی تناول کرتا ہو؟ میں عرض کرنے لگا کہ بھیڑیئے کے بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے؟ تو حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی فرد بھیڑیا بھی تناول کرتا ہے۔ (مطلب دونوں حیوان حرام ہیں)۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

الحنظب

''الحنظب'' ٹڈی کو کہا جاتا ہے، خلیل کا کہنا ہے کہ ''حناظب'' بچھو کو کہتے ہیں۔ حضرت حمزہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''حنظب'' کا مفہوم جنگلی بلا اور لومڑی کے مابین پیدا ہونے والا حیوان ہے اور حضرت حمزہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری سے استدلال کیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

أبوك أبوك وأنت ابنه ۔ فبئس البنی و بئس الأب

''تیرا والد تیرا والد ہے اور تو اس کا فرزند ہے۔ والد بھی برا ترین ہے اور فرزند بھی برا ترین ہے۔''

وأمك سوداء نوبية ۔ كان ان ملها الحنظب

''اور تیری والدہ کالی حبشیہ ہے، جس کی انگلیاں ٹڈی سے مشابہت رکھتی ہیں۔''

يبيت ابوك لها سافدا ۔ كما سفد الهرة الثعلب

''تیراوالد تیری ماں سے ایسے جفتی کیا کرتا ہے جس طرح کہ بلا لومڑی کے ہمراہ جفتی کیا کرتا ہے۔''

أعددت للذئب و ليل الحادس مصدراً أتلبع مثل الفارس

''میں نے بھیڑیئے سے حفاظت کے لئے اور شب میں چوکیداری کے لئے کتے کو پالا ہے۔''

یستقبل الریح بأ نف خانس　　　فی مثل جلد الحنظباء الیابس

''یہ کتا شہ سوار سے بھی زیادہ بہادر ہے اور اس کی ناک کے سوراخوں سے ایسی سوکھی ہوا خارج ہوتی ہے۔ جس طرح کے ٹڈی کی سوکھی چمڑی سے ہوا خارج ہوا کرتی ہے۔''

الحوار

''الحوار'' اونٹنی کا طفل جس وقت تک اپنی والدہ کے ہمراہ رہے تو اس لمحے تک اسے ''الحوار'' کہتے ہیں اور جس وقت والدہ سے علیحدہ ہو جائے تو پھر یہ ''فصیل'' کہلاتا ہے۔ تین کے لئے اس کی جمع ''احورۃ'' اور تین سے زیادہ کے لئے ''حیران'' اور ''حوران'' کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن ہشام وغیرہ نے عبداللہ بن انس کے سفر میں خالد بن نبیح کی نسبت سے تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کچھ شعر کہے ہیں اور یہ سفر 3ھ محرم کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ وہ شعر درج ذیل ہیں:

ترکت ابن ثور کالحوار وحوله　　　نوائح تفوی کل جیب مقدد

''میں نے ابن ثور کو اس طرح بے قرار چھوڑ دیا جس طرح کہ اونٹنی کا طفل اپنی والدہ سے فراق میں تڑپا کرتا ہے' اب اس کے گرد و نواح میں اسی طرح کی رونے والیاں ہیں جو شدت گریہ سے اپنے گریبان چاک کر رہی ہیں۔''

(اشعار خمسہ کا مفصل بیان بہت جلد انشاء اللہ ''باب العین'' میں ہوگا)۔

ضرب الامثال: عربی افراد کہا کرتے ہیں ''یایسار کل لحم الحوار واشرب لبن العشار وایاك و بنات الاحوار''۔

(اونٹ کے طفل کا گوشت تناول کرو گھابن اونٹنی کا دودھ نوش کرو اور آزاد دوشیزاؤں سے خود کو بچا کر رکھو)۔ اس مثل کے پیچھے ایک معروف واقعہ ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

وانی لاخشی ان خطبت الیهم　　　علیك الذی لاقی یسار الکواعب

''اور میں ان کو پیغام دیتے ہوئے بھی خوفزدہ ہوں کہ کہیں مجھ کو ان سے وہ فکریں نہ اٹھانی پڑیں جو ان کی طرف سے اٹھانی پڑتی ہیں۔''

علماء کرام بیئے کا رشتے کے لئے کہا کرتے تھے ''امسخ من لحم الحوار'' شاعر کہتا ہے کہ:

وقد علم الغشر والطارقون　　　بانك للضیف جوع وقر

''اور بلاشبہ مہمانوں کو تیرے بارے میں علم ہو گیا کہ تیرے مہمان بھوک سے تڑپا کرتے ہیں۔''

مسیخ ملیخ کلحم الحوار فلا انت حلو ولا انت مر

''تو اس طرح کا ہی ہے جس طرح کہ اونٹ کے طفل کا سڑا ہو گوشت لہٰذا نہ تو اب شیریں ہی ہے اور نہ ترش۔''

''المسیخ والملیخ'' وہ گوشت کہلاتا ہے جو بے ذائقہ ہو۔

عرب لوگ کہا کرتے ہیں: ''کسور العبد من لحم الحوار'' عرب لوگ یہ مثل اس لیے استعمال کرتے ہیں جس وقت ان کو کسی شے سے کوئی فائدہ نہ ملے۔ اس مثل کے پیچھے یہ قصہ ہے کہ ایک خادم نے اونٹنی کا طفل نحر کیا اور تمام گوشت خود ہی تناول کر لیا اور اپنے مالک کے لئے کچھ نہ بچایا۔ اسی وقت سے ہی عربی لوگوں نے اس شے کے لئے جو ساری کی ساری مر جائے یہ مثل بنالی۔

الحوات

''الحوات'' (مچھلی) اس کی جمع کے لئے ''احوات'' ''حوتۃ'' اور ''حیتان'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

''اِذْ تَاْتِیْھِمْ حِیْتَانُھُمْ یَوْمَ سَبْتِھِمْ'' (جس وقت ان کا ہفتے کا روز ہوا کرتا تھا تو ان کے پاس بہت زیادہ تعداد میں مچھلیاں آیا کرتی تھیں)۔ اب شک پیدا ہوتا ہے کہ مچھلیوں کو ہفتے کے روز کا علم کس طرح ہوا کرتا تھا۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں۔

1۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک بادلوں کی طرز کی کوئی شے اس طرح کی بھیج دیا کرتے ہوں جس سے مچھلیوں کو ہفتہ کے روز کا پتہ چل جاتا ہو۔

2۔ اللہ پاک مچھلیوں کی جانب وحی نازل کرتے ہوں جس طرح کہ شہد کی مکھیوں کی جانب اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی۔

3۔ ہوسکتا ہے کہ مچھلیوں کو ہفتے کے روز کا علم ایسے ہو جاتا ہو جس طرح کہ ''دواب الارض'' (ارض کے مویشی) کو اس متعلق پتہ چل جایا کرتا ہے کہ قیامت جمعہ کے روز برپا ہوگی۔

اس کی حمایت حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث ہو جاتی ہے۔

''حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کوئی حیوان اس طرح کا نہیں ہے کہ جس کا جمعہ کے روز جی گھبراہٹ میں مبتلا نہ رہتا ہو اس اندیشے کی بناء پر کہ آج قیامت نہ برپا ہو جائے۔

(الحدیث)

4۔ ہوسکتا ہے کہ مچھلیوں کو حرم کعبہ کے کبوتروں کی مانند ہفتے کے روز سلامتی کی آگہی ہو جایا کرتی تھی اس لئے کہ حرم کعبہ

کے کبوتر حاجیوں کے ہجوم کے ہوتے ہوئے بھی آزادی سے گھومتے ہیں۔ سو اکثر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں بہت زیادہ تعداد میں اتنی نزدیک ہو جایا کرتی تھیں کہ انہیں باآسانی ہاتھ سے گرفت میں لیا جا سکتا تھا مگر جس وقت اتوار کا روز ہوتا تو پوشیدہ ہو جاتی تھیں۔ کچھ مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ زیادہ تر مچھلیاں پوشیدہ ہو جاتی تھیں اور بہت تھوڑی بچ جاتی تھیں۔ صحیح سند کے ہمراہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جس وقت اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ارض پر بھیجا تو اس لمبے ارض پر گدھ اور پانی میں مچھلی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سو گدھ بوقت شب مچھلی کے پاس مقیم ہوتا تھا۔

جس وقت گدھے نے حضرت آدم علیہ السلام کی جانب نگاہ کی تو مچھلی کے پاس آ کر بولا کہ اے مچھلی بلاشبہ آج کے روز ارض پر اس طرح کی شے آئی ہے جو اپنے پیروں سے ہی چلتا اور اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے۔ مچھلی کہنے لگی اگر تم نے درست کہا ہے تو اس کے بعد مجھ کو پانی میں اس سے چھٹکارا نہیں ملنے والا اور نہ خشکی پر تم کو اس سے چھٹکارا ملے گا۔

ضرب الامثال: شاعر کہتا ہے کہ:

کالحوت لایلھیہ شیءٌ یلھمہ یصبح ظمآن و فی البحر فمہ

''مچھلی کی مانند کہ جس کو کوئی شے غفلت میں مبتلا نہیں کرتی' انوکھی بات ہے کہ مچھلی پانی میں ہی مقیم ہوتی ہے مگر اس کے باوجود پیاسی ہے۔''

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مچھلی کا ذکر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اس امت کے علماء دو اشخاص کی مانند ہوں گے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ عزوجل نے علم سے نوازا۔ سو اس شخص نے اس علم کو انسانوں میں بانٹا اور اس کے بدلے نہ تو کوئی معاوضہ مانگا اور نہ علم فروشی کو وسیلہ بنایا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے لئے فلک کے پرندے' آبی مچھلیاں' ارض پر چلنے والے جانور اور کراماً کاتبین (تحریر کرنے والا ملائکہ) رحمت کے لئے دعا گو ہوا کرتے ہیں۔ یہ علم والا شخص دربار الٰہی میں عوام کے سردار کے مرتبے سے پیش ہوگا اور یہ رسولوں' نبیوں کے ساتھ رہے گا اور دوئم شخص وہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کو دنیا میں علم کی دولت سے نوازا مگر اس نے یہ علم اللہ تعالیٰ کے بندگی کرنے والوں پر خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیا اور اس کے بدلے میں اس نے دنیا حاصل کی اور عام سی قیمت وصول کر کے مسئلوں میں تبدل کرتا رہا۔ یہ علم والا شخص بروز قیامت دربار الٰہی میں اس کیفیت میں پیش ہوگا کہ اس کے دہن میں آگ کی لگام ہوگی اور اعلان کرنے والا سب کے ہوتے ہوئے یہ اعلان کرے گا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اس کو اللہ عزوجل نے علم کی دولت سے مالا مال کیا مگر اس نے اس علم کو پھیلانے میں کنجوسی کی اور اگر پھیلاتا بھی تھا تو اس پر رقم کا مطالبہ کیا' اس کے بعد اس علم والے کو سزا دی جائے گی۔ حتیٰ کہ افراد کو حساب و کتاب سے فراغت نہ مل جائے۔ (رواہ الطبرانی فی معجم الاوسط)

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر: مچھلی کے فضائل کے لئے بس اتنا ہی بہت ہے کہ اللہ پاک نے مچھلی کو اپنے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی قیام گاہ بنایا۔ سو جس وقت اللہ پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں بھیج دیا تو مچھلی کو فرمان دیا کہ میں یونس علیہ السلام کو تیری روزی نہیں بنا رہا ہوں بلکہ تیرے پیٹ کو یونس (علیہ السلام) کی قیام گاہ اور جیل بنا رہا

ہوں۔ اس کے بعد اللہ پاک نے تھوڑے عرصے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا تھا' مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کے قیام کے عرصہ کے بارے میں علماء کرام کے مابین مخالفت ہے۔ مقاتل بن حیان نے فرمایا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام تین روز تک مچھلی کے پیٹ میں مقیم رہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے سات روز بیان فرمائے ہیں اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بیس روز تک مقیم رہے اور سدی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل بن سلیمان کے مطابق چالیس روز تک حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں قیام کیا۔ امام شعبی نے فرمایا ہے کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو سویرے نگل لیا تھا اور شام کے اوقات میں اپنے پیٹ سے خارج کر دیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

"وَاَنۡبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ" (اور ہم نے اس پر اگایا ایک بیل والا شجر) لہٰذا "یقطین" کا مفہوم "کدو" ہے۔

سارے مفسرین کا اس قول پر اتفاق ہے کہ ہر وہ شجر جو ارض پر پھیلتا اور طویل ہو جایا کرتا ہے اور اس میں تنے کا وجود نہ ہو تو "یقطین" کہلائے گا۔ سو ککڑی' کھیرا' خربوزہ اور تربوز بھی "یقطین" میں شمار ہوتے ہیں۔

فوائد: حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ پاک کسی سمت میں موجود ہے؟ حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اللہ پاک اس سے اعلیٰ وارفع ہے۔ پوچھا گیا کہ اس کی کیا برہان ہے؟ حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک کہ: "لاتفضلو فی علی یونس بن متی" (کہ تم مجھ کو یونس بن متیٰ پر بڑائی نہ دینا اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسر نفسی سے یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام میرے سے فضیلت والے ہیں)

حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ اس بات کا جواب میں تب تک نہیں دوں گا جس وقت تک میرا مہمان ایک ہزار دینار کا حصول کر کے اپنے قرضے کی ادائیگی نہ کر لے۔ دو افراد کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار دینار کی ادائیگی کر دی۔ حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے دریا میں چھلانگ لگا دی تو ایک مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگلا اور دریا کی تہہ میں جا کر حضرت یونس علیہ السلام تین طرح کے اندھیروں میں مبتلا ہو گئے۔ (ایک دریا کا اندھیرا' دوسرا شب کا اور تیسرا مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا) اس لیے حضرت یونس علیہ السلام پکارنے لگے کہ: "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ"۔ (نہیں کوئی عبادت کے لائق لیکن تو ہی' تو پاکیزہ ہے' میں اپنی جان پر خود ہی ظلم کا ارتکاب کرنے والا ہوں)۔

سو حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات "رف رف" پر سواری کر کے اس جگہ پر گئے جدھر قلموں کے چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر اپنے خدا سے راز و نیاز کی گفتگو کی تو اس کیفیت میں ہوتے ہوئے بھی حضرت یونس علیہ السلام کو

سمندر کی گہرائیوں میں جواللہ کا قرب نصیب تھا وہ اللہ کریم کا قرب حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں نصیب نہیں ہوا۔

(بہت جلد''باب النون'' میں بادشاہ روم کے اس رقعہ کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے نقل کیا جائے گا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تھا کہ وہ کون سی گور ہے جو آپ نے مردہ بندے کو ہمراہ لئے ہوئے چلا کرتی ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر کے دوران حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک جگہ پر ہم نے قیام کیا۔ جس وقت ہم وادی میں گئے تو سماعتوں میں ایک شخص کی آواز آئی جو بول رہا ہے کہ اے اللہ پاک! مجھ کو بھی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرحومہ امت میں شمولیت عطا فرما دے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں اس شخص کے نزدیک گیا تو دکھائی دیا کہ اس کی قامت تین سو ہاتھ تھی۔

اس شخص نے میرے سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام انس بن مالک ہوں۔ اس شخص نے پوچھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کدھر ہیں؟ میں نے کہا کہ ادھر نزدیک ہی ہیں اور انہوں نے آپ کی باتیں بھی سماعت فرمائی ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ جا کر حضور سے گزارش کریں کہ آپ کے برادر الیاس سلام عرض کر رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ اطلاع دے دی۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت الیاس علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے' حتیٰ کہ ان سے گلے ملے اور بیٹھ کر باہم بات چیت کرنے لگے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک برس میں محض ایک دفعہ کھانا تناول کرتا ہوں اور آج میرے افطار کا روزہ ہے۔ آپ حضور میرے ہمراہ کھانے میں شرکت فرمائیں۔ فلک سے دونوں پر ایک دستر خوان اتر آیا جس میں چپاتی' مچھلی اور کرفس (ساگ) وغیرہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں انبیاء کرام نے کھانا کھایا اور مجھ کو بھی کھانا تناول کرایا اور پھر دونوں نے ہی نماز عصر کی ادائیگی کی۔ اس کے بعد حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے اور پھر حضرت الیاس علیہ السلام ایک بادل پر سواری کرتے ہوئے فلک کی طرف اڑ رہے تھے۔ (رواہ الحکم فی المستدرک)

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کو صحیح الاسناد مقرر کیا ہے۔ حضرت ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المیزان'' میں تحریر کیا ہے کہ کیا حاکم کو اس حالت کی حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیتے ہوئے خداوند کریم سے شرم کا احساس نہیں ہوا۔ سو حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''تلخیص المستدرک'' میں حاکم کے اس فرمان کے اواخر میں ''ھٰذا صحیح'' (یہ درست ہے) کے بعد تحریر کر دیا ہے کہ میرے خیال کے مطابق یہ حدیث موضوع ہے اور جس فرد نے اس حدیث کو بنایا ہے اللہ پاک اس کا برا فرمائے اور مجھ کو یہ گمان نہیں تھا کہ حاکم اس حدیث کو صحیح الاسناد کہنے کی کم علمی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔

فوائد: حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ اسلام نے اپنے اللہ پاک سے گزارش کی کہ اگر آپ کی ذات پاک منظوری دے دیں تو میں ایک روز سارے جانوروں کو مدعو کروں۔ اللہ پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو منظوری دے دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک لمبی مدت تک دعوت کا سامان جمع کیا۔ اللہ پاک نے محض ایک مچھلی کو سمندر سے دعوت میں شامل ہونے کے لئے بھیجا۔ اس مچھلی نے وہ سب کچھ جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جوڑ رکھا تھا محض ایک ہی مرتبہ تناول کرلیا اور جس وقت اس کی بھوک نہ مٹی تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے مزید کھانا مانگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی سے دریافت کیا کہ کیا تم ہر دن اتنی ہی خوراک تناول کیا کرتی ہو؟ تو مچھلی جواب میں کہنے لگی کہ میرا ہر دن کا کھانا اس سے تین گنا زیادہ ہے مگر آج کے روز اللہ پاک مجھے اس کے سوا اور کچھ خوراک نہیں دیں گے۔ آپ علیہ السلام کو مدعو نہیں کرنا چاہیے تھا' اب میں آپ کی دعوت کی بناء پر باقی سارا دن بھوکی رہوں گی۔ (رواہ القشیری)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس داستان میں اللہ عزوجل کی طاقت کے جلوے اور اس کی بادشاہی کی بڑائی اور اس کی ذات پاک کے خزانوں کے وسیع ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اعلیٰ شان والے شہنشاہ اور نبی اپنی وسیع شہنشاہی اور بڑی حکومت کے ہوتے ہوئے بھی اللہ پاک کی خلقت میں سے محض ایک مچھلی کی بھوک نہیں مٹا سکے۔ پاکیزہ ہے وہ ہستی اقدس جو اپنی ان گنت مخلوق کی روزی سے محظوظ فرماتا ہے۔

ادھر ایک اور بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ تناول کرنے اور نوش کرنے سے پیٹ بھرنا خوراک کا کام نہیں ہے جبکہ یہ اللہ پاک کی تخلیق کی ہوئی ایک خصلت ہے کہ انسان تناول کرنے سے سیر اور پانی نوش کرنے سے مطمئن ہوجایا کرتا ہے۔ حق والوں کا یہی دین ہے' لہٰذا جو افراد اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ توجہ کے قابل نہیں ہیں۔

مچھلی کے متعلق شریعت کے حکم' خوائص اور تعبیر کو ''باب السین'' میں لفظ ''السمک'' کے موضوع میں بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

حوت الحیض

''حوت الحیض'' (مچھلی کی ایک طرز) ابن زہر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ کو اس آدمی نے اطلاع دی جس نے اس مچھلی کا نظارہ کیا ہے کہ ''حوت الحیض'' سمندر کی ایک بڑی مچھلی ہوا کرتی ہے۔ یہ مچھلی کشتی کو سمندر میں چلنے سے روک دیا کرتی ہے چاہے وہ کتنی ہی بڑی کشتی کیوں نہ ہو۔ جس وقت کشتی کے افراد آفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ''حوت الحیض'' کی جانب حیض کے لہو میں لتھڑا ہوا کپڑا پھینک دیا کرتے ہیں تو یہ اس کپڑے سے دور دوڑ جاتی ہے اور کشتی کے نزدیک نہیں آیا کرتی۔ اس مچھلی کا اسم فاطوس ہے۔ (باب الفاء میں بہت جلد اس کا مفصل بیان ہوگا۔ انشاءاللہ)۔ سو یہ ایک انوکھی بات ہے کہ جس کشتی میں حائضہ خاتون سواری کر رہی ہو یہ مچھلی اس کشتی کے پاس نہیں آیا کرتی۔

شرعی حکم: اس مچھلی کے بارے میں شریعت کا حکم بھی دوسری مچھلیوں کی مانند ہے اور اس مچھلی کے لہو کے متعلق دو اقوال

ہیں۔ اول یہ کہ اس مچھلی کا لہو بھی سارے لہوؤں کی مانند نجس ہے اور دوئم قول یہ ہے کہ اس مچھلی کا لہو پاکیزہ ہے۔ کیونکہ یہ لہو سوکھنے کے بعد سفید رنگ کا ہو جایا کرتا ہے۔ برعکس دوسرے لہوؤں کے کہ وہ سوکھنے کے بعد کالے ہو جایا کرتے ہیں۔ حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر علماء احناف سے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

خوائص: ''حوت الحیض'' کے طبی خوائص درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس مچھلی کا پتہ گندم کے دانہ کے جتنا اگر کسی مرگی میں مبتلا فرد کے ناک میں پھونک دیں تو اس کو مرگی سے صحت یابی ملے گی اور یہ عمل بے حد آزمودہ ہے۔

2۔ اس مچھلی کے جگر کو سکھا کر پیسنے کے بعد بہتے ہوئے لہو پر چھڑکیں یا زخم پر رکھیں تو لہو کا بہنا فوری طور پر رک جائے گا اور زخم چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بھر جائے گا۔

3۔ اس مچھلی کی پیٹھ کا گوشت قوت باہ کے لیے آزمایا ہوا اور فائدہ مند ہے۔

تذنیب: خواب میں حیض کو حرام عقد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ حائض ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر خاتون نے خود کو خواب میں حائضہ پایا تو سلسلہ پوشیدہ ہے اور اگر وہ خواب میں نہائے تو اسے خاتون کی فکر ختم ہونے سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر اس طرح کی خاتون جس کو حیض آنا رکا نہ ہو اس کو خواب میں دکھائی دے کہ اسے استحاضہ کا لہو آ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس خاتون کے گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ خاتون توبہ کر لینے کے بعد اس پر استقامت نہیں رکھتی۔ ایسے ہی اگر آدمی خود کو خواب میں حائض دیکھے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ غلط بیانی کرتا ہے اور اگر اپنی زوجہ کو خواب میں حائضہ دیکھ لے تو اس کو اس سے تعبیر دی جائے گی کہ اس خاتون کا معاملہ خفیہ ہے۔ واللہ اعلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کی مچھلی: ابو حامد اندلسی نے کہا ہے کہ میں نے ''شہر سبتہ'' کے نزدیک اس طرح کی ایک مچھلی کو دیکھ رکھا ہے جس کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نے تناول کیا تھا اور باقی آدھے حصے کو اللہ پاک نے حیات فرما دیا تھا اور وہ مچھلی بن کر سمندر میں ایک سرنگ بناتے ہوئے چلی تھی۔ اس کے علاوہ اب تک اس مچھلی کی نسل دریا میں پائی جاتی ہے۔ اس مچھلی کی طوالت ایک گز اور چوڑائی ایک بالشت برابر ہے۔ اس مچھلی کی ہڈیاں اور جلد بے حد باریک ہوا کرتی ہیں۔ اس مچھلی کا نصف سر اور ایک آنکھ ہوا کرتی ہے۔ جو فرد بھی اسے اس طرف سے دیکھے تو مرا ہوا جان کر چھوڑ دیا کرتا ہے جبکہ وہ حیات ہوا کرتی ہے۔ سو افراد اس مچھلی کو متبرک جان کر دور دراز اان کی جگہوں پر تحفے کے طور پر لے جایا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے بھی اس مچھلی کو ایسے ہی دیکھا ہے جس طرح کہ ابو حامد اندلسی نے اس کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ اس مچھلی کے بارے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ مچھلی کے حیات ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس مقام پر آب حیات کا چشمہ پایا جاتا تھا اور اس کا آب مچھلی سے مس ہونے کی بناء پر حیات ہو گئی تھی اس لئے کہ اس آب کی یہ خصوصیت تھی کہ جو بے جان اس سے مس ہوتا وہ حیات ہو جایا کرتا تھا۔ (رواہ البخاری)

حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے اس آب حیات سے وضو کیا تھا اور وضو کا بقیہ آپ نے اس مچھلی پر پھینک دیا تھا اور مچھلی کسی برتن میں تل کے رکھی ہوئی تھی۔ وہ مچھلی حیات ہوگئی اور اس نے پونچھ مارنا شروع کر دیا مگر اس کی پونچھ پانی پر نہیں بلکہ خشکی پر پڑ رہی تھی جبکہ پانی رواں تھا مگر جس وقت مچھلی پونچھ مارتی تو پانی سوکھ جاتا تھا۔ اکثر مفسرین اس سے بھی زیادہ انوکھی وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس مقام سے اس مچھلی کا گزر ہوا تھا ادھر سوکھا راستہ بن گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے تعاقب میں چلے حتیٰ کہ اس راہ کی مدد سے ایک جزیرہ میں جا پہنچے اور ادھر جزیرہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام دکھائی دیئے اور ان سے ملے۔

اشارہ: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آپ کی جس مبارک بوند سے اللہ عزوجل نے مچھلی کو حیات فرمایا تھا۔ وہ ایک وضو کرنے والے کے ٹکڑے کا بقیہ بچا ہوا آب تھا۔ اللہ پاک نے عبادتوں میں اثر بھی رکھا ہے سو اس کی مدد سے ایک مچھلی حیات ہوگئی۔ سو قاعدہ یہ ہے کہ نیک کام سے قلب کو حیات ملا کرتی ہے اور وضو بھی نیک کام ہے۔ کیونکہ اس نیک امر کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے تفکر کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔

لہٰذا جس وقت مچھلی حیات ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام بھی اپنی منزل کی راہ پانے میں فلاح پا گئے اور ایسے ہی جوارح اور انسان کے عضو بھی ڈر و تعجب میں مبتلا رہتے ہیں مگر جس وقت اللہ پاک کی یاد سے قلب میں جان پڑ جاتی ہے تو سارے حصوں میں راحت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ علم رکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں بے حد جدوجہد کی حتیٰ حضرت خضر علیہ السلام کو ڈھونڈ لیا۔ ایسے ہی ہر دین و دنیا کے طلبگار کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ جدوجہد کرتا رہے اور شدت سے محنت کرنے سے کنارہ کشی نہ کرے۔ کیونکہ لگاتار جدوجہد اور محنت کا رزلٹ یہ ہوگا کہ اگر فلاح پا گیا تو غنیمت کا مستحق ہوگا اور اگر ہلاک ہو گیا تو شہادت کے درجے پر فائز ہوگا جس طرح کہ حسین حلاج وغیرہ کے ہمراہ پیش آ چکا ہے اور اس کا تذکرہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مچھلی کے گزرنے کے مقام سے آب دور ہو گیا تھا اور ایک کھڑکی سی بن چکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کی علامات کے تعاقب میں چلتے رہے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ان کا میل ہو گیا۔ (الحدیث)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جتنی دیر تک مچھلی چلتی تھی ادھر کا آب ساکن ہو گیا تھا اور سوکھی راہ بن گئی تھی، لہٰذا جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک کا احساس ہوا تو پھر انہوں نے حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا: ''کہ ہمارے قریب ناشتہ لے آؤ اس لئے کہ سفر میں بہت تھکاوٹ کا احساس ہو رہا ہے۔'' (القرآن)

حضرت ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی خوشنودی کے لئے چالیس روز تک سفر کیا مگر آپ علیہ السلام کو بھوک کا احساس نہ ہوا۔ جس وقت ایک انسان کی جستجو میں نکلے تو ایک ہی روز میں بھوک کا احساس ہونے لگا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس میں اس

طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں علم کے طلبگار تھے اور طالب علم کی فکر یہ ہو کہ وہ ہر سختی کو سہے اور سردی و گرمی کی شدت کی فکر نہ کرے اور نہ ہی اس کو بھوک اور رسوائی محسوس ہو اس لئے کہ مطلوب کی اعلیٰ قدر کا علم اس کے طلب گار کو ہی ہوا کرتا ہے اور جس کو مطلوب کی قدر و قیمت کا پتہ چل جائے اس کے لئے ساری آفتوں کا سہنا سہل ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مطلوب کی جتنی عظمت ہو مانگ اور تلاش بھی اسی کے جتنی ہوا کرتی ہے۔ (اس بارے میں مقاتل سے مروی ایک واقعے کا بیان بہت جلد ''باب الصاد'' میں ہوگا۔ انشاء اللہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی ''مجمع البحرین'' (دو دریاؤں کے مل جانے کا مقام) پر حیات ہوئی تھی۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''مجمع البحرین'' بحر فارس اور بحر روم کی طرف مشرق میں واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ دونوں بحر اکٹھے مل جایا کرتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق مچھلی کے حیات ہونے کا قصہ بحر اردن اور قلزم کا ہے حالانکہ اکثر علماء کرام کے مطابق ''مجمع البحرین'' کا مفہوم بحر مغرب اور بحر زقاق ہیں۔ ''مجمع البحرین'' پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے ملنے میں یہ تدبیر تھی کہ یہ دونوں پیغمبر علم کے بحر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت کے بحر ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام باطنی علوم کے بحر ہیں۔ ان دو رعلمی بحرین کے دو آبی بحرین کے نزدیک ملنے میں بہتری پیدا ہوگئی۔

رمز: یہ علم رکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے درجہ میں اعلیٰ ہوتے ہوئے بھی حضرت خضر علیہ السلام کو نہ ڈھونڈ پائے۔ حتیٰ کہ ان سے علیحدگی کر لی۔ یہی عالم اس فرد کا ہے جو کہ حق کا طلبگار ہو لیکن اپنے اللہ کا قرب اور اس کی محبت اس لمحے تک نہیں پا سکتا جس وقت تک کہ وہ غیر اللہ سے جدائی اور علیحدگی نہ کرے۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک کے ہمراہ اس طرح کا اکیلا پن اپنا لو جس سے غیر اللہ سے علیحدگی ہو جائے اور جیسے اللہ عزوجل واحد اور یکتا ہے ایسے ہی بشر کو بھی اللہ عزوجل کے قرب کے حصول کے لئے دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو کر اکیلا اور تنہا ہو جانا چاہیے۔

حضرت امام تاج الدین سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو فرد اپنے حال میں مستقبل کے لئے مجرد ہو گیا مطلب اس نے حال کا امر مستقبل پر چھوڑ دیا تو اس نے اپنے مقاصد کو کھو دیا اور جس فرد نے مستقبل کا کام حال میں ہی سر انجام دے دیا تو اس کو اپنے مقاصد میں فلاح مل گئی۔ شاعر کہتا ہے کہ:

لا کنت ان کنت ادری　　　کیف الطریق الیکا

''میں واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے اجنبی ہو گیا کہ تیری جانب جانے کی کون سی راہ ہے۔''

افنیتنی عن جمیعی　　　فکنت سلم یدیکا

''تم نے میرے دل کا چین برباد کر دیا ہے اور اب میں تیرے ہاتھ میں قید ہو گیا ہوں۔''

حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ انسان منفرد اور مقبول کس وقت ہوا کرتا ہے؟ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جس وقت انسان اپنے جسمانی اعضاء کو ساری مخالفتوں سے روکے اور اپنی آرزوؤں کو ختم کر دے تو وہ اپنے خالق کے حضور مقبول ہو جایا کرتا ہے اور ایسے ہی اس کو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور شے کی شناخت اور تمیز نہیں رہا کرتی۔

شاعر اسی مطلب کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وعن فنائی فنی فنائی وفی فنائی وجدت أنتا

''میں تو ختم ہو گیا اور میرے ہمراہ میرا اسم اور میری عزت بھی ختم ہو گئی مگر ختم ہو جانے کے بعد میں نے تیری ذات کو حاصل کر لیا۔''

فی محو اسمی ووسم جسمی سألت عنی فقلت أنتا

''اور جس وقت میں نے اپنے بارے میں پوچھا تو جواب تیری ہی ذات کے بارے میں ملا۔''

أشار سری الیك حتی فنی فنائی و دمت أنتا

''میرا مطلوب و محبوب سدا سے تیری ہی ذات ہے حتیٰ کہ میں ختم ہو گیا اور تیری ذات باقی رہی۔''

أنت حیاتی و سر قلبی فحیث ما کنت کنت أنتا

''تو ہی میری حیات اور میرے قلب کا بھید ہے' سو جدھر میں ہوا کرتا ہوں ادھر تو بھی پایا جاتا ہے۔''

حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر: حضرت خضر علیہ السلام کے اسم کے بارے میں سخت مخالفت ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق خضر علیہ السلام کا اسم بلیا بن ملکان بن قانع بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور ایسا حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کا اسم ایلیا بن عامیل بن شالخسین بن ارما بن علقما بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام ہے مگر حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا اسم ارمیا بن حلقیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے نسبت رکھتے ہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا وہی اسم درست ہے جس کو عام اہل سیر نے بیان کیا ہے اور حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے جس طرح کہ حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا اسم ''بلیا بن ملکان'' ہے۔ اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل سے نسبت رکھتے تھے۔ اکثر مؤرخین کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام ''ابناء الملوک'' (شہزادگان) میں سے تھے اور ''ابو العباس'' ان کی کنیت کہلاتی تھی۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے والد محترم شہنشاہ تھے اور آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا اسم ''الھا'' تھا اور ایک غار میں حضرت خضر علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس غار میں ایک دیہات کے شخص کے ریوڑ کی بکری ہر روز حضرت خضر علیہ السلام کو دودھ نوش کرایا کرتی تھی۔ اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ان کی ماں نے غار میں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ جس وقت اس دیہات کے رہنے والے فرد کو علم ہوا تو وہ حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی رہائش گاہ میں لے آیا اور ادھر ان کو پال کر تربیت کی۔ جس وقت حضرت خضر علیہ السلام بالغ ہوئے تو شہنشاہ (مطلب حضرت خضر علیہ السلام کے والد محترم) کو حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کو نقل کروانے کے لئے ایک کاتب کی حاجت درپیش ہوئی۔ کافی سارے علماء کرام اور لکھاری شہنشاہ کی خدمت میں اکٹھے ہو گئے

تا کہ ان صحیفوں کو تحریر کرنے کی نیکی حاصل کریں۔ ان کاتبوں میں حضرت خضر علیہ السلام بھی موجود تھے مگر شہنشاہ کو ان کے متعلق کچھ بھی واقفیت نہیں تھی۔ جس وقت شہنشاہ کو حضرت خضر علیہ السلام کا لکھا ہوا بہت بھایا تو شہنشاہ نے حضرت خضر علیہ السلام کے شجرہ نسب کی کھوج کا فرمان دیا۔ سو جس وقت شہنشاہ کو علم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام تو ان ہی کے فرزند ہیں تو وہ حضرت خضر علیہ السلام کے گلے لگ گئے اور انہیں بہت مسرت ہوئی۔ اس کے بعد شہنشاہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عوام کے کاموں کا حکمران قرار دے دیا اور پھر حضرت خضر علیہ السلام شہنشاہ کے پاس سے مفرور ہو گئے اور دشت میں پھرتے رہے حتیٰ کہ آب حیات کے چشمہ پر جا پہنچے اور اس کا آب نوش کر لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام اب تک حیات ہیں اور دجال کے ظاہر ہونے تک حیات رہیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہی وہ شخص ہوں گے جنہیں دجال ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلاک کر دے گا اور پھر اللہ عزوجل آپ علیہ السلام کو حیات سے نواز دیں گے۔ (بہت جلد انشاء اللہ ''باب السین'' میں صاحب ابتلاء الاخیار کا یہ بیان نقل ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ذوالقرنین کی خالہ کے بیٹے تھے۔) حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کا لقب کیوں دیا گیا اس کے بارے میں علماء کرام کے مختلف بیانات ہیں۔ اکثر علماء کرام کا یہ کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام کو خضر اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام جس ارض پر بھی قدم رنجہ فرماتے وہ ہری بھری ہو جاتی تھی اور اکثر علماء کرام کے مطابق خضر کا لقب اس لئے دیا گیا کہ جس وقت آپ علیہ السلام نماز ادا کرتے تو آپ علیہ السلام کے گرد و نواح میں سبزہ قائم ہو جاتا تھا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اول قول زیادہ درست ہے۔ سو حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے متعلق علماء کرام کے مابین مخالفت ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں اور پائے جاتے ہیں۔ سارے علماء کرام' صوفیاء کرام اور اہل معرفت کا یہی فرمان ہے۔ علماء کرام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملنا اور ان سے سوالات اور مقدس جگہوں میں آپ علیہ السلام کے موجود ہونے کی روایات اور اقوال بہت معروف ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں اور عام علماء کرام اور صلحاء کرام کے ہمراہ رہا کرتے ہیں۔ اکثر علماء کرام کا یہی مسلک ہے مگر اکثر محدثین نے حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے ابن المنادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا کسی بھی حدیث سے ثبوت نہیں ہے۔ حضرت امام ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی صدی کے اواخر سے قبل ہی حضرت خضر علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں؟ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے حالانکہ حضور شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جو اس لمحے ارض پر پایا جاتا ہے وہ دوسری صدی کے ظاہر ہونے کے لمحے موجود نہیں رہے گا''۔ (رواہ البخاری)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درست قول یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں۔ سو اکثر علماء کرام کا یہ کہنا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے لمحے حضرت خضر علیہ السلام حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب موجود تھے اور جس وقت حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے تب حضرت خضر علیہ السلام نے اہل بیت سے اظہار افسوس کیا تھا۔ حضرت امام الحدثین ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی ''تصنیف التمہید'' میں تذکرہ ہے کہ جس لمحے حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر کفن پہنا رہے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی کہنے والے کو یہ بات کرتے ہوئے سماعت کیا کہ:

''اے رہائش گاہ والو! اللہ پاک تم پر سلامتی فرمائے، بلاشبہ اللہ پاک کی جانب سے ہر فانی کا کوئی ولی عہد ہے اور ہر بے کار شے کا اللہ پاک ہی معاوضہ دیا کرتے ہیں اور آفت و دکھ کو محض وہی ختم کر سکتا ہے، لہٰذا تم صابر رہو اور صبر سے ثواب کا حصول کرو۔''

سو پھر حضرت خضر علیہ السلام نے اہل بیت کے لئے دعا مانگی۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے کہنے والے کی آواز کو سماعت کیا مگر وہ دکھائی نہیں دیئے۔ سارے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کو لگا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اکثر افراد کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام ہی حضرت ارمیاء علیہ السلام ہیں جن کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے مگر حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کے بطلان پر استدلال کیا ہے جس کا تذکرہ طویل ہے اور اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھی ہیں جو ''یسع'' کہلاتے ہیں اور اس معاملہ میں سب سے انوکھا فرمان نقاش کا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کے فرزند ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت کے بارے میں بھی علماء کرام میں مخالفت پائی جاتی ہے۔ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ علماء کرام کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں۔ اکثر علماء کرام کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام اللہ پاک کے پیغمبر ہیں۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات کو راجح مقرر کیا ہے۔ لیکن حضرت امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تین اقوال بیان کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ علیہ السلام اللہ عزوجل کے پیغمبر ہیں۔ دوئم یہ کہ آپ (حضرت خضر علیہ السلام) اللہ پاک کے ولی ہیں اور سوئم یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام ملائکہ کی جماعت سے نسبت رکھتے تھے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری بات انوکھی اور غلط ہے۔ حضرت امام مازری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں علماء کرام کی اس بات میں مخالفت ہے کہ آیا حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر تھے یا ولی تھے؟ اکثر علماء کرام کا یہ بیان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ پاک کے پیغمبر ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔ ''وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ'' (اور میں نے یہ عمل بذات خود نہیں کیا)۔ (سورۂ کہف) لہٰذا یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور جو عمل بھی آپ علیہ السلام

نے کیا ہے اللہ کی وحی کے نزول سے کیا اور اس آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پر وحی کا نزول ہوا کرتا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کی دوسری برہان یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ علم رکھتے تھے اور یہ قول بعید از قیاس ہے کہ ولی' پیغمبر سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ سو جو افراد حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت کو تسلیم نہیں کرتے اور انہیں ولی مانتے ہیں وہ اس استدلال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے اس دور کے پیغمبر کو یہ فرمان دیا ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام سے کہو کہ وہ اس طرح کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں ان کے سوا اور کون پیغمبر نہیں تھا تو یہ دلیل پھر کس طرح درست ہوسکتی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام اس دور میں پیغمبر تھے تو اس بات کا یہ جواب ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے سے قبل نبوت عطا نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت یوشع علیہ السلام بھی حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور حضرت یوشع علیہ السلام نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کے بحر میں داخل ہونے کی خبر دی تھی۔ سو آپ علیہ السلام کے رسول ہونے کے بارے میں بھی مخالفت ہے۔ حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں' اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں مگر کچھ افراد کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا انتقام آخری دور میں اس لمحے ہوگا جس وقت قرآن پاک کو اس جہاں سے اٹھالیا جائے گا۔ حضرت علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کشتی' خادم اور قریہ کے بارے میں واقعہ بہت مقبول ہے۔

فوائد: جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی علیحدگی کا لمحہ نزدیک آ گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ اگر آپ صابر رہتے تو ایک ہزار انوکھے و نادر واقعات کا انکشاف آپ پر ہوتا جو ان واقعات (جن کا آپ علیہ السلام نے نظارہ کیا ہے) سے بھی انوکھے ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہوتے پر اشکبار ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ اے اللہ کے پیغمبر مجھ کو نصیحت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام فرمانے لگے: اے موسیٰ علیہ السلام! اپنی آخرت کے بارے میں متفکر ہوں اور بے مقصد باتوں کی تلاش میں نہ پڑیں اور حفظ و امان کے لمحے ڈر کو نہ بھلائیں اور ڈر کے لمحات میں سلامتی سے مایوس نہ ہوں اور اعلانیہ باتوں سے عقل و فہم سے کام لیں اور طاقت ہوتے ہوئے نیکی کرنا نہ ترک کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ اے اللہ پاک کے پیغمبر اور نصیحت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام فرمانے لگے اے موسیٰ! خود شامد سے کام نہ لیں اور حاجت کے بغیر سفر نہ کریں اور جس وقت تک کوئی بے حد حیرانگی والی بات نہ سماعت کریں اس لمحے تک نہ ہنسیں اور گناہ گار افراد کو گناہ سے توبہ کر لینے کے بعد ان کے گناہوں پر غیرت نہ دلانا اور اے ابن عمران! جس وقت آپ سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس پر شرمندگی کے اشک بہالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند کریم آپ پر اپنی نعمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کی حیات کو اپنی بندگی میں مکمل فرمائے اور حریف سے آپ کو محفوظ رکھے۔ پھر حضرت خضر

علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے اللہ کے پیغمبر آپ علیہ السلام بھی مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت فرمائی کہ اپنے غصہ سے بچیں اور اگر کسی پر غصہ کرنے کے خواہاں ہوں بھی تو احکام الٰہی کے نفاذ میں غصہ برتیں اور اس میں کسی کا لحاظ نہ کریں اور ماسوائے اللہ پاک کے اور کسی سے بھی رضا مند نہ ہوں اور دنیا سے پیار نہ کریں اور نہ دنیا سے عداوت رکھیں اس لئے کہ اس طرح کرنے سے بشر کے ایمان کا اخراج ہو جایا کرتا ہے اور بشر کفر میں داخل ہو جایا کرتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنی بندگی میں آپ کا معاون ہو اور آپ کو آپ کے سارے کاموں میں مسرت سے نوازے اور خلقت کے قلوب میں آپ کی محبت ڈال دے اور آپ کو اپنا فضل عطا فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آمین۔ (رواہ السہیلی)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے الگ ہونے کا قصد کیا تو حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام فرمانے لگے۔ اے موسیٰ! علم کو محض افراد کے آگے بیان کرنے کے لئے حاصل نہ کرو اس کی بجائے علم کا حصول عمل کرنے کے لئے کرو۔

اختتام: ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الھواتف'' میں تذکرہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت خضر علیہ السلام ملے اور اس دعا کو سکھایا اور فرمایا کہ اس دعا میں بے حد ثواب و انعام ہے اور جو شخص ہر نماز کے بعد اس دعا کا ورد کرے گا اس پر اللہ عزوجل کی رحمت کا نزول ہوگا۔ دعا درج ذیل ہے:

"یامن لایشغلہ سمع عن سمع ویامن لاتعظلہ المسائل و یامن لا یبرمہ الحاح الملحین اذقنی برد عفوک وحلاوۃ رحمتک"

ایک انوکھی داستان: حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''المتفق والمفترق'' میں اسامہ بن زید تنوخی کے سوانح حیات میں تحریر کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید خلیفہ خالد بن ولید بن عبدالملک اور پھر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مصر کے گورنر منتخب ہوئے تھے اور ان کے برادر سلیمان وہ ہیں جنہوں نے مصر کے جزیرہ فسطاط میں ''مقاس النیل العتیق'' کی تعمیر کروائی تھی اور ابن یونس نے اس کا تذکرہ اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ اسکندریہ میں ایک ''شراحیل'' نام کا بت موجود تھا' یہ بت بحر کے کنارے پر گڑھا ہوا تھا اور اس بت کی ایک انگل قسطنطیہ کی جانب اشارہ کر رہی تھی۔ اس بت کے بارے میں یہ علم نہیں ہو پایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کا بت تھا یا سکندر اعظم کے دور کا بت تھا۔ اس بت کے گردونواح میں بے حد مچھلیاں اکٹھی رہتی تھیں اور لوگ انہیں پکڑتے تھے۔ ''شراحیل'' کی قامت اتنی بلند تھی کہ اگر ایک فرد سیدھا کھڑا ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھالے تب اس کے مساوی ہو سکتا تھا۔ ولید بن عبدالملک کے گورنر مصر حضرت اسامہ بن زید نے ولید کو تحریر کیا کہ اے خلیفہ ہمارے ادھر اسکندریہ میں ایک ''شراحیل'' نامی بت کھڑا ہے۔ یہ بت تانبے کا بنا ہوا ہے اور ہم زیادہ سکے نہیں رکھتے۔ اگر خلیفہ فرمان دیں تو یہ بت جو ساحل کنارے گاڑھا ہوا ہے اسے اکھاڑ کر اس کے سکے بنوالیں۔ جو بھی آپ کا فیصلہ ہو اس کی ہمیں خبر دے دیں۔ خلیفہ نے کچھ مشاہدہ کرنے والوں کو بھیج دیا

اور انہوں نے یہ بت ساحل سمندر سے اکھاڑ لیا۔ بہر حال اس بت کی آنکھیں بہت نایاب یاقوت کی تھیں اور پھر حضرت اسامہ بن زید نے اس بت کو ڈھلوایا اور اس کے سکے بنوا لئے۔ جس وقت ''شراحیل'' بت کو ساحل سے ہٹا دیا گیا تو ادھر سے مچھلیاں چلی گئیں۔ سو پھر اس مقام پر مچھلیاں دکھائی نہیں دیں۔ اس کے برعکس ادھر مچھلیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوا کرتی تھی کہ انہیں ہاتھوں سے بھی پکڑا جاتا تھا۔ (رواہ الحافظ ابوبکر بن السحق والمعرق)

الحوشی

''الحوشی'' (وحشی اونٹ) کہتے ہیں وحشی اونٹ کو یہ ''حوش'' کی طرف نسبت رکھتا ہے اور ''حوش'' کا مفہوم جنوں کا سانڈ ہے۔ علماء کرام کا خیال ہے کہ اس سانڈ نے اکثر اونٹنیوں سے جفتی کی تھی' سو یہ نسل اس سانڈ کی طرف کی نسبت رکھتی ہے۔

الحواصل

''الحواصل'' (ایک پرندہ) اس پرندہ کا پوٹا بہت بڑا ہوا کرتا ہے اور اس کے پروں سے پوستین تیار کی جاتی ہے۔ ''حواصل'' اس کی جمع ہوتی ہے۔ ابن بیطار کا کہنا ہے کہ یہ پرندہ مصر میں بہت زیادہ موجود ہوتا ہے اور ''جع'' اور ''جمل الماء'' اور کئی دوسرے اسماء سے مقبول ہے۔ اس پرندے کی دو قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ 1۔ سفید' 2۔ کالی۔

کالی رنگت والے پرندے کا گوشت بے حد بدبو والا اور کھانے کے قابل نہیں ہوتا ہے مگر سفید رنگت والے پرندے کا گوشت اعلیٰ ہوا کرتا ہے۔ اس میں گرمی تھوڑی اور رطوبت کی کثرت ہوتی ہے اور اس پرندے کی عمر زیادہ طویل نہیں ہوتی۔

''الحوصل'' کا گوشت گرم طبیعت والے افراد کے لئے موزوں ہے۔ اس کے علاوہ ان افراد کے لئے بھی موزوں ہے جو صفراء کے زیر اثر ہوں۔ ایسے ہی نوجوانوں کے لئے بھی اس پرندے کا گوشت فائدہ مند ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''الحوصل'' کے گوشت کی تاثیر بے حد گرم ہوا کرتی ہے اور اس کے گوشت میں لومڑی اور بھیڑ کے گوشت سے بھی زیادہ گرمی پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کا پوٹا بشر کے معدہ کی مانند ہوا کرتا ہے۔

شریعت کا حکم: ''الحوصل'' کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ یہ حلال اور پاکیزہ ہے۔ حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی قول کو نقل کیا ہے۔ اگر کوئی معترض ہو کہ ''الحوصل'' کے بارے میں ''طیر الماء'' (آبی پرندے) کی شکل کیوں نہیں اختیار کی گئی تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ وہ شکل ان پرندوں کے لئے ہوا کرتی ہے جو سدا آب میں رہا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حوصل تو آب میں جایا کرتا ہے مگر اس کے بعد آب سے الگ ہو جایا کرتا ہے مگر یہ پرندہ گھریلو بطخ کی مانند ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس پرندے حوصل کو مدینہ منورہ میں دیکھ رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ان پرندوں میں سے ایک حوصل کافی برس تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا اور مدینہ منورہ کی نالیوں میں گھومتا رہا۔

الحلان

''الــحــلان'' (بکری کے پیٹ میں موجود طفل)۔امام اصمعی نے کہا ہے کہ ''الحلان'' چھوٹی بکریاں کہلاتی ہیں۔ابن سکیت نے کہا ہے کہ ''حلان'' بکری کے اس طفل کو کہا جاتا ہے جس کو قربانی میں نحر کیا جا سکے۔

حدیث میں ''الحلان'' کا ذکر: حدیث میں بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بکری کے بارے میں جو حاملہ تھی اور جس کو ایک احرام والے نے ہلاک کر دیا تھا فیصلہ کیا تھا کہ اس کے تاوان میں اسی طرز کی بکری کی ادائیگی کی جائے۔

(الحدیث)

دوسری حدیث میں بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایسے نحر کیا گیا (مطلب شہید کیا گیا) جیسے کہ بے حد بے رحمی سے بکری کے پیٹ میں پائے جانے والے طفل کو نحر کیا جاتا ہے۔مطلب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لہو بکری کے طفل کے لہو سے بھی زیادہ کم قیمت جانا گیا۔

(''الحلان'' کے بارے میں شرعی فرمان آگے بیان ہوگا۔انشاء اللہ)

حیدرۃ

''حیدرۃ'' شیر کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''حیدرۃ'' کا ذکر: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ کو غزوہ خیبر کے روز حضور، سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لمحے آشوب چشم کے مرض میں مبتلا تھے۔حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ کل کے روز میں جھنڈا اس فرد کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے پیار کرتے ہیں۔حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آنکھوں کے درد میں مبتلا تھے حتیٰ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے کر آئے۔حضور مکی مدنی سرکار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دہن کا لعاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگا دیا اور ایسا کرنے سے فوری طور پر ان کا مرض دور ہو گیا اور پھر حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہودیوں کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنے کے لئے مرحب یہ شاعر کہتا ہوا آیا۔

قد علمت خیبر انی مرحب　　　شاکی السلاح بطل محرب

''بلاشبہ خیبر والے اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ میں مرحب ہوں اور ہتھیار بند اور قتال کرنے کا علم رکھتا ہوں۔''

روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں درج ذیل اشعار پڑھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ　　　کلیت غابات کریہ المنظرۃ

''میں وہ ہوں کہ جس کی والدہ نے اس کا اسم ''حیدرۃ'' تجویز کیا تھا اور میں جھاڑی کے اس شیر کی طرح ہوں کہ انسان جس کی جانب دیکھتے ہوئے کپکپی کا شکار ہو جاتے ہیں۔''

''اکیلھم بالسیف کیل السندرہ''

''اور میں شمشیر پر گرفت مضبوط کر کے بجلی کی مانند دشمن پر حملہ آور ہو جاتا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب پر حملہ کیا اور اس کا سر قلم کر دیا اور خیبر کے فاتح ٹھہرے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قاسم بن ثابت نے ''حیدرۃ'' اسم کے سبب کے بارے میں تین اقوال بیان کئے ہیں۔ اول قول یہ ہے کہ پرانی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم اسد درج تھا۔ اس کے علاوہ ''اسد'' اور ''حیدرۃ'' کے کلمات کا اطلاق شیر کے لئے ہوا ہے اسی بناء پر ''حیدرۃ'' بیان کیا گیا ہے۔

دوئم قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے لمحے آپ رضی اللہ عنہ کا اسم اپنے والد کے اسم کی جانب نسبت کرتے ہوئے ''اسد'' تجویز کیا۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ اس لمحے موجود نہیں تھے۔ جس وقت حضرت ابو طالب کی آمد ہوئی تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا اسم علی تجویز کیا۔

سوئم قول یہ ہے کہ کم عمری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''حیدرۃ'' کا لقب دیا گیا تھا۔ سو آپ رضی اللہ عنہ کا بدن مبارک شیر کی مانند گوشت سے پر اور پیٹ بڑا تھا اس بناء پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ''حیدرۃ'' پکارا جانے لگا۔ ایسے ہی ایک چور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ''نافع نامی'' قید خانے سے فرار ہوتے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

ولو انی مکثت لھم قلیلا　　　لجرونی لحیدرۃ البطین

''اور اگر میں تھوڑی مدت اور ان کا قیدی رہتا تو وہ لازم مجھ کو گھسیٹ کر بڑے پیٹ والے کے آگے ڈال دیتے۔''

مرحب کو خیبر کی جنگ سے پہلے خواب میں دکھائی دیا تھا کہ اس کو ایک شیر نے چیر پھاڑ دیا ہے۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کی لڑائی میں مرحب کے مقابل جاتے ہوئے یہ شعر کہے تو مرحب کے ذہن میں اس کا خواب آ گیا اور ڈر کے مارے اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس قصے سے ایک شرعی مسئلہ نکل آتا ہے کہ لڑائی میں اس طریقہ کار پر بازی لگانا درست ہے کہ اگر بازی لگانے والے کو ہلاک کر دیا جائے تو عام مومنوں کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔ اگر کفر کرنے والا مقابلے کے لئے مدعو کرے تو کسی مومن کے لئے اس کافر سے مقابلہ کرنا ثواب کا باعث ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کے روز

مومنوں سے لڑنے کے لئے سب سے قبل عتبہ اور اس کے فرزند اور برادر جنگ کے میدان میں آئے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تین انصاری نوجوان افراد مقابلے کے لئے آئے۔ لہٰذا عتبہ نے ان سے سوال کیا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنے بارے میں آگاہ کیا۔ عتبہ کہنے لگا کہ ہم کو تم لوگوں سے کوئی ضرورت نہیں ہم تو محض اپنے قریشی اقرباء سے جنگ کے خواہاں ہیں۔ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اے حمزہ! اٹھ جاؤ' اے علی! اٹھ جاؤ' اے عبیدہ بن حرث کھڑے ہو جاؤ' پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے برادر شیبہ کے مقابل اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید کے مابین محض دو دو وار ہی چل پائے تھے کہ دونوں کو زخم گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ شیبہ اور عتبہ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے (مطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے) ولید کو ہلاک کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے کر آئے اس کیفیت میں کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زخموں سے لہو نکل رہا تھا۔

لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوں گا؟ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا ہاں' تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ کاش آج ابوطالب حیات ہوتے تاکہ ان کو ہم لوگوں کے حق پر ہونے کا یقین ہو جاتا۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطالب کے اس شعر کو دہرایا:

ولا تسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل

''اور ہم ان کو (مطلب حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے' حتیٰ کہ ہم لوگوں کی لاشیں گر جائیں گی اور ہم اپنے بچوں اور ازواج سے الگ ہو جائیں گے۔''

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بولے:

فان تقطعوا رجلی فانی مسلم أرجی بما عیشا من اللہ عالیا

''لہٰذا ہر چند کہ حریفوں نے میرے پاؤں کو کاٹ دیا مگر میں بے نیاز ہوں اس لئے کہ میں مومن ہوں اور اسی کے ذریعے مجھ کو خداوند کریم سے اعلیٰ وارفع حیات کی توقع (مطلب شہید ہونے کی توقع) ہے۔''

والبسنی الرحمن فضلا و منۃ لباسا من الاسلام غطی المساویا

''اور اللہ عزوجل نے اپنے فضل وکرم سے مجھ کو اسلام کا اس طرح کا لبادہ اوڑھا دیا ہے جس نے میری بدیوں کو ڈھک دیا ہے۔''

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غزول خندق میں عمرو بن عبدود قتال کے لئے مدعو کرتے ہوئے میدان

میں آیا اور وہ سر سے پیر تک لوہے سے خود کو ڈھکے ہوئے تھا۔ اس کے بلانے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور گزارش کی یا رسول اللہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہوں اس کے مقابل آنے کے لئے' لہٰذا حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ یہ عمرو ہے' بیٹھو۔ عمرو مخاطب کرتے ہوئے بولا کہ کیا تم سب میں کوئی مرد نہیں جو میرے مدمقابل آئے اور اے مومنوں! تم لوگوں کی بہشت کدھر گئی جس کے بارے میں تم دعوٰتا کہا کرتے ہو کہ تم میں سے جس کی موت ہوئی اس کا داخلہ بہشت میں ہوگا۔ اس لمحے تم میں سے کوئی میرے مقابل کیوں نہیں آرہا' حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں اس سے لڑوں گا۔ حضور سرکار مدینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ یہ عمرو ہے بیٹھے رہو۔ سوئم دفعہ عمرو نے قتال کے لئے مدعو کیا اور رجزیہ اشعار پڑھنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور گزارش کی یا رسول اللہ میں اس سے لڑوں گا' حضور سرالسالکین، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ اگر یہ عمرو ہے تو آپ اس سے بے نیاز ہو جائیں۔ حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منظوری دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے حتیٰ کہ عمرو کے مقابل جا پہنچے۔ عمرو نے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں۔ عمرو بولا اے بھتیجے مجھ کو تیری حاجت نہیں ہے' میں تو تمہارے اقرباء سے قتال کرنے کا خواہاں ہوں۔ جس کی عمر تیرے سے زیادہ ہو' لہٰذا یہ بات مجھے نہیں بھائی کہ میں تیرا لہو بہا دوں' لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ بخدا! مجھ کو تو تیرا لہو بہانا معیوب نہیں لگتا۔ سو وہ غصے میں آگ بگولہ ہو گیا اور سواری سے اتر آیا اور شعلے کی مانند چمکتی ہوئی شمشیر نکال لی۔

اس کے بعد طیش کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب اپنی توجہ مبذول کی اور حملہ آور ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے حملے کو اپنی ڈھال سے روکنا چاہا مگر حملہ اتنی شدت سے ہوا تھا کہ تلوار ڈھال کے اندر چلی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر زخم لگ گئے۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو پر حملہ آور ہوئے تو وہ بے جان ہو کر زمین بوس ہو گیا۔ فضا چونکہ گرد آلود تھی اس بناء پر جنگ کا نظارہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ سو جس وقت حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی آواز سماعت فرمائی تو علم ہو گیا کہ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو کو ہلاک کر دیا ہے۔ (رواہ الشافعی)

سو اکثر روایات میں تذکرہ ہے کہ جس وقت حضرت علی اللہ عنہ اور عمرو ایک دوسرے کے مقابل آئے تو رسول اللہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے "آج ایمان (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکل) اور کفر وشرک (عمرو کی شکل) صف آراء ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شمشیر کا اسم ذوالفقار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار اس بناء پر ذوالفقار کہلاتی تھی کہ اس کے درمیان میں علامات تھیں اور یہ شمشیر منبہ بن حجاج کی ہوا کرتی تھی' اور حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ بدر میں اس کی چیزوں سے ملی تھی۔ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شمشیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ

دی۔اس کے علاوہ یہ شمشیر خانہ کعبہ کے نزدیک موجود دفینے کے لوہے سے بنائی گئی تھی جو جرہم یا پھر کسی اور کے دفینہ کے ہمراہ ملا تھا۔عمرو بن معدیکرب کی شمشیر کو بھی اسی لوہے سے بنایا گیا تھا۔

ضمیمہ: سپہ سالار کے لئے لازم ہے کہ اس میں درج ذیل حیوانی خوبیاں پائی جاتی ہوں۔1۔دل کی طاقت میں شیر کی مثل ہو جو نہ ہی مفرور ہوتا ہے اور نہ ہی ہمت چھوڑ دیتا ہے۔2۔گھمنڈ میں چیتے کی مثل ہو اس لئے کہ چیتا حریف کے آگے سر نہیں جھکایا کرتا۔3۔بہادری میں ریچھ کی مثل ہو اس لئے کہ ریچھ اپنے سارے بدن سے حریف کو ہلاک کر دیا کرتا ہے۔4۔حملہ آور ہونے میں خنزیر (سور) کی مثل ہو اس لئے کہ خنزیر حملہ آور ہونے کے بعد پشت نہیں پھیرا کرتا۔5۔غارت گری میں بھیڑیئے کے جیسا ہو اس لئے کہ بھیڑیا اگر ایک طرف سے کامیاب نہیں ہوتا تو فوری طور پر دوسری جانب سے حملہ کر دیا کرتا ہے۔6۔ہتھیاروں کا وزن سہنے میں چیونٹی کی مثل ہو اس لئے کہ چیونٹی اپنی ذات کے وزن سے بھی زیادہ وزن اٹھانے کی اہلیت رکھتی ہے۔7۔سپہ سالار میں پتھر کی مانند ثابت قدمی کوٹ کوٹ کر بھری ہو اس لئے کہ پتھر اپنے مقام سے ہٹا نہیں کرتا۔8۔وفا نبھانے میں کتے کی مانند ہو جو اپنے آقا کی پیروی میں آتش میں کودنے سے بھی اجتناب نہیں کرتا۔9۔گدھے کے جیسا صابر ہو۔10۔مرغ کے جیسا موقع شناس ہو جو کہ کبھی بھی موقع کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتا۔11۔نگہبانی میں سارس جیسی صفات رکھتا ہو۔12۔جدوجہد میں بھڑ جیسا ہو اور بھڑ ایک مختصر سا حیوان ہے جو خراسان میں موجود ہوتا ہے۔

الحیرمة

"الحیرمة" گائے کو کہا جاتا ہے"حرم" کے کلمات کا اطلاق اس کی جمع کے لئے ہوا کرتا ہے۔ابن احمر کہتا ہے کہ:

تبدل ادما من ظباء و حیرما

''ہرن کی چمڑی گائے کی چمڑی میں بدل جایا کرتی ہے۔''

الحیة

"الحیة" (سانپ) یہ اسم جنس کہلاتا ہے۔اس کو نر و مادہ دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔اگر نر و مادہ میں فرق کرنا چاہیں تو ایسے استعمال کیا کرتے ہیں۔ "هذا حیة ذکر وهذا حیة انثی" (یہ نر سانپ ہے اور یہ مادہ سانپ ہے)۔مبرد نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الکامل'' میں تحریر کیا ہے کہ ''حیۃ'' میں تاء جنس کی بناء پر ہے جس طرح کہ دجاجة اور بطة میں تائے جنسی موجود ہے۔اکثر عرب افراد سے ایسے ہی روایت کیا گیا ہے:

"رأیت حیا علی حیة" (مجھ کو ایک سانپ، سانپنی کے اوپر دکھائی دیا) اور ''حیۃ'' کی جانب نسبت کا اطلاق ''حیوی'' ہوا کرتا ہے۔ایسے ہی ''حیات'' کے نر کے لئے ''حیوت'' کے کلمات کا اطلاق بھی ہوا کرتا ہے۔امام اصمعی کہتے ہیں کہ:

ویأکل الحیة والحیوتا ویخنق العجوز اوتموتا

''اور سانپ مچھلیوں کو تو ہڑپ کر جایا کرتا ہے مگر ضعیفوں کو چیر پھاڑ دیا کرتا ہے۔''

ابن خالویہ کا کہنا ہے کہ سانپ کے تقریباً ایک سو اسماء ہیں۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سے مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے جس وقت سانپ کو زمین پر بھیجا تو سب سے قبل اسے ''سجستان'' میں بھیجا۔ دوسرے ملکوں کی بجائے ''سجستان'' میں سانپوں کی بہت زیادہ تعداد پائی جاتی ہے اور اگر ''عبربد'' (سانپ کی ایک طرز) جو سانپوں کو تناول کرلیا کرتا ہے کا وجود نہ ہوتا تو سانپوں کی زیادتی کی بناء پر سجستان کے افراد ادھر سے کوچ کر جاتے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ عزوجل نے ''سانپ کو'' اصفہان میں' ابلیس کو جدہ کے مقام پر اور حضرت حواٴ علیہا السلام کو مقام عرفات پر اور حضرت آدم علیہ السلام کو ''جبل سراندیپ'' کے مقام پر نازل فرمایا''۔

سراندیپ: یہ دریائے ہند میں ملک چین کا ایک جزیرہ ہے۔ اس کا جبل اتنا اونچا ہے کہ جہاز میں سواری کرنے والے اس جبل کو کئی روز کے فاصلے کی دوری سے دیکھ لیا کرتے ہیں اور اس جبل کے ایک پتھر پر حضرت آدم علیہ السلام کے مبارک پاؤں کے نشان بن چکے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر دن بوقت شب اس نشان پر بجلی کی مانند روشنی دکھائی دیتی ہے جبکہ اس لمحے فلک پر بادلوں کا کوئی وجود نہیں ہوا کرتا اور ہر دن اس علامات پر برسات لازمی ہوا کرتی ہے جو اس علامت کو دھویا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ لال یاقوت اور الماس اسی جبل پر موجود ہوا کرتے ہیں۔ جس وقت برسات برستی ہے تو یہ آبی بہاؤ کے ہمراہ اوپر سے نیچے آجایا کرتے ہیں۔ (سری لنکا کو بھی سراندیپ کہا جاتا ہے)۔

حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر عود ہندی کی بہت کثرت موجود ہوتی ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''جبل سراندیپ'' ''ساتید ما'' کے نزدیک ہے۔ ''ساتید ما'' ایک جزیرہ ہے جو دریائے ہند اور دریائے قلزم کے پاس موجود ہے۔ ''ساتید ما'' کا اطلاق ''قتل و غارت کرنے'' کے مفہوم میں ہوا کرتا ہے۔ ''ساتید ما'' کو ''ساتید ما'' اس بناء پر کہتے ہیں کہ کوئی روز اس طرح کا نہیں گزرتا کہ ادھر قتل و غارت گری نہ ہوتی ہو۔ البکری نے اپنی تصنیف ''معجم'' میں اور حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام سیبویہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ قیصر روم اور کسریٰ فارس کے مابین جنگ لڑی گئی۔ قیصر روم' کسریٰ فارس کے ملک میں داخل ہوگیا مگر کسریٰ نے جواب میں حملہ آور ہوکر قیصر روم شکست کھانے پر عاجز کر ڈالا اور لشکر کو لئے قیصر روم کا پیچھا کرنے لگا اور جزیرہ ''ساتید ما'' پر پہنچ کر قیصر روم کو محصور کرلیا۔ قیصر روم کے فوجی ڈر کر فرار ہو گئے۔ کسریٰ فارس کے لشکر نے قیصر کی فوج کا پیچھا کیا اور آخر کار انہیں پکڑ کر کتوں کی مانند ہلاک کر دیا مگر قیصر مفرور ہوگیا اور اسے حراست میں نہ لیا جاسکا۔ اسی کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ:

لمارأت ساتيدما استعبرت ۔۔۔ در اليوم من لامها

''محبوبہ نے میرے لہو کے اشک دیکھ کر اشک بھی نہیں بہائے۔ اگر اس کی اس سنگ دلی پر کوئی اس کو برا کہے تو یہ بے حد صحیح ہے۔''

سانپ کی کئی قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ ان قسموں میں سے ایک طرز ''الرقشا'' کہلاتی ہے۔ یہ وہ سانپ ہے جس کے جسم پر

کالے اور سفید نشان موجود ہوں۔ اس کے علاوہ اس سانپ کو ''الرقطا'' بھی کہتے ہیں اور اس طرز کا سانپ ابلغ سانپوں میں ساروں سے زیادہ خباثت والا ہوا کرتا ہے۔ نابغہ نے سلیم کی خوبی میں درج ذیل اشعار بیان کئے ہیں:

فبت کانی ساور تنی فنیلة　　　من الرقش فی انیا بها السم ناقع

''میں نے اس فکرمندی میں شب بسر کی گویا کہ سانپ کی پکڑ میں ہوں اور سانپ کا منہ زہر سے بھرا ہوا ہے۔''

تبادرها الراقون من شر سمها　　　فتطلقه' یوما ویوما تراجع

''سانپ کے کاٹنے کے بعد منتری زہر سے محفوظ رہنے کے لئے منتر پڑھنے لگے' سو یہ منتر اکثر فلاح پاتا اور اکثر بے کار ہوتا۔''

تسهد من لیل التمام سلیمها　　　کحلی نساء فی یدیه قعاقع

''سانپ کا کاٹا ہوا جاگتے ہوئے شب بسر کیا کرتا ہے گویا کہ خواتین کے ہاتھوں میں گھنگھر و والے گہنے ہوں۔''

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے کہ:

هم ایقظو رقط الافعی و نبهوا　　　عقارب لیل نام عنها حواتها

''وہ جاگ رہا ہے جس طرح کہ سانپ کا کاٹا ہوا فرد جاگتا رہتا ہے اور شب میں بچھو یہاں سے وہاں گھومتے رہتے ہیں مگر سونے والے سوئے ہوئے ہیں۔''

وهم نقلوا عنی الذی لم أفه به　　　وما آفة الاخبار الارواتها

''اور افراد نے محبوب کے بارے میں میری جانب نسبت کر کے وہ باتیں کی ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی موجود نہیں تھیں اور دراصل کئی آفات غلط اطلاعات پھیلانے کی وجہ سے آتی ہیں۔''

عرب لوگوں کے مطابق ''ابلغ'' سانپ بے زبان (گونگا) ہوا کرتا ہے اور اسی لئے شتر مرغ بھی بے زبان ہوا کرتا ہے۔

علی بن نصر جہنی کا ذکر: علی بن نصر جہنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں متوکل کے پاس گیا تو دکھائی دیا کہ متوکل ''رفق'' کی تعریف میں رطب اللسان ہے' سو میں بولا کہ اے خلیفہ! امام اصمعی نے مجھ کو یہ شاعری سماعت کروائی ہے۔

لم أر مثل الرفق فی لینه　　　اخرج للعذراء من خدرها

''میں نے گداز پن میں اس سے زیادہ کسی کو نہیں پایا اور یہ گداز پن ہی ہے جو لڑکی کو اس کے حفاظت والے گھر سے باہر لے آیا ہے۔''

من یستغن بالرفق فی أمره　　　یستخرج الحیة من جحرها

''اور جو بھی اپنے امور میں نرمی کا برتاؤ کرے گا وہ فلاح پائے گا' ایسے ہی سپیرا نرم برتاؤ کی بدولت سانپ کو اس کے سوراخ سے باہر نکالا کرتا ہے۔''

متوکل کہنے لگا اے خادم کاغذ اور قلم لے آؤ' لہٰذا جس وقت کاغذ اور قلم پیش کئے گئے تو خلیفہ متوکل نے یہ شعر تحریر کر لئے اور

مجھ کو انعام دینے کا فرمان دیا۔ حضرت ابوبکر بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مستعین باللہ نے نصر بن علی کو ایک خط ارسال کیا جس میں تحریر تھا کہ آپ کو قاضی کے عہدے کے لئے مقرر کیا جا رہا ہے۔ نصر بن علی' امیر بصرہ عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اس متعلق آگاہ کیا۔ عبدالملک نے انہیں استخارہ کرنے کی رائے دی۔ بہرحال نصر بن علی اپنی رہائش گاہ میں آئے اور دو رکعت نماز ادا کر کے دعا گو ہوئے۔ ''اے اللہ پاک! اگر میرے قریب کوئی خیر ہے تو مجھ کو موت عطا فرما دے' لہٰذا نصر بن علی پھر نیند میں چلے گئے' سو جس وقت لوگوں نے ان کو بیدار کرنا چاہا تو ان کی وفات ہو چکی تھی۔ یہ قصہ ربیع الثانی 250ھ کو پیش آیا۔ سانپ کی ایک قسم ''ازعر'' بھی کہلاتی ہے اس طرز کے سانپوں کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ ''ازعر'' ہی کی ایک اور طرز ''ازب'' کہلاتی ہے۔ ان سانپوں کے بال ہوا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سانپوں کی ایک طرز ''ذات القرون'' کہلاتی ہے۔ اس طرز کے سانپوں کے سینگ ہوا کرتے ہیں مگر ارسطو سانپوں کی اس طرز کے پائے جانے کی نفی کرتے ہیں۔ راجز کا کہنا ہے کہ:

وذات قــرنيــن طعـون الضـرس تـنهـس لـو تـمكـنـت مـن نهـس

''اور ان سانپوں کے سینگ اور ڈاڑھیں ہوا کرتی ہیں اور گروہ اپنے دانت گھسائیں تو گھس کر ہی رہ جائیں۔''

تـديـر عيـنـا كشهـاب القبـس

''ان سانپوں کے دیدوں سے زہر کے شعلے خارج ہوتے ہیں۔''

سانپ کی ایک طرز ''شجاع'' کہلاتی ہے جس کا تذکرہ بہت جلد ''باب الشین'' میں ہوگا۔ سانپ کی ایک طرز ''عربد'' کہلاتی ہے۔ اس طرز کے سانپ بہت طویل ہوا کرتے ہیں اور دوسرے سانپوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ''اصلہ'' بھی سانپوں کی ایک قسم ہے۔ یہ سانپ بہت بڑے ہوا کرتے ہیں اور انسانوں سے ان کی شکل بہت مشابہت رکھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ سانپ ہزار برس کا ہو جایا کرتا ہے تو یہ انسانوں کا روپ دھار لیتا ہے۔ اس طرز کا سانپ انسانوں کو اپنی نگاہوں سے جاں بحق کر دیتا ہے۔ ''صل'' بھی سانپ کی ایک طرز ہے جسے ''ملکتہ'' بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے سر پر ایک تاج پایا جاتا ہے۔ یہ سانپ بے حد زہریلا ہوا کرتا ہے جس مقام سے اس سانپ کا گزر ہوتا ہے وہ جل جاتا ہے اور اس کے سوراخ کے گرد و نواح میں کوئی سبزہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا اور اگر کوئی پرندہ اس کے گھر کے پاس سے گزرے تو ادھر ہی گر کر مر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جانور اس طرز کے سانپ کے گھر کے نزدیک سے گزرے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔ اگر کوئی شکاری تیر سے اس سانپ پر حملہ آور ہو تو یہ سانپ ادھر سے ہی شکاری اور اس کی سواری کو جان سے مار دیتا ہے۔ کیونکہ یہ اثرات اس کی پھنکار اور آواز میں پائے جاتے ہیں۔ سو ایک مرتبہ ایک گھڑ سوار نے اس طرز کے سانپ کو نیزے کی مدد سے مارا تو گھوڑا اور گھڑ سوار دونوں ہی جاں بحق ہو گئے۔ ترکستان میں اس طرز کے سانپوں کی بہت زیادہ تعداد موجود ہوا کرتی ہے۔ سانپ کی ایک طرز ''ابتر'' (پونچھ کٹا ہوا) بھی ہوتی ہے۔ ان دونوں سانپوں کے بارے میں صحیح بخاری میں و صحیح مسلم میں حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک روایت کیا گیا ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان دونوں سانپوں کو ہلاک کردو اس لئے کہ ان کے دیکھ لینے سے نظر ختم ہو جاتی ہے اور حاملہ خاتون کا حمل ضائع ہو جایا کرتا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہم نے اس طرز کے سانپ کے زہر کو دیکھ رکھا ہے۔ ''باب الطاء'' میں اس کا مزید مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

سانپ کی ایک طرز ''ناظرہ'' بھی ہوا کرتی ہے جس وقت بشر اس سانپ کی آواز سماعت کرلے تو وہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سارے سانپوں کی اطراز کے اسم بیان کئے ہیں۔

1۔ العیم' 2۔ العین' 3۔ الضم' 4۔ الازعرر' 5۔ الابتر' 6۔ الاین' 7۔ الارقم' 8۔ الناشر' 9۔ الاصلة' 10۔ الجان' 11۔ الثعبان' 12۔ الشجاع' 13۔ الازب' 14 الارب' 15۔ الارقش' 16۔ العفوان' 17۔ ارقط' 18۔ الصل' 19۔ ذوالطفتین' 20۔ عربد

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سانپ کو ابوالبختری' ابوالربیع' ابوعثمان' ابوالعاص' ابومذعور' ابووثاب' ابویقظان' ام طبق' ام عافیہ' ام عثمان' ام الفتح' ام محبوب' بنات طبق' اور حیۃ الصماء بھی پکارتے ہیں۔ ''حیۃ الصماء'' بے حد شرارتی سانپ ہوا کرتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

اذا تخازرت وما بی من خزر ثم کسرت الطرف من غیر حور

''جس وقت میں تڑپ میں مبتلا ہوا اور ظاہری طور پر مجھ کو کوئی اذیت نہیں تھی' اس کے بعد میں نے کسی مشکل کے بنا بندھن توڑ دیئے۔''

الفیتنی الوی بعید المستقر احمل ماحملت من خیر و شر

''تو نے مجھ کو دیکھ لیا کہ میں بہت دور مقام پر بل کھانے میں مصروف ہوں اور خیر وشر کا وزن اٹھائے ہوئے ہوں۔''

کالحیة الصماء فی اصل الشجر

''جس طرح کہ مذکر سانپ شجر کی جڑ میں لپٹ گیا ہو۔''

نر سانپ ''الصمۃ'' کہلاتا ہے اور اس کی جمع کے لئے ''صمم'' کے الفاظ کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ اسی سے ہی درید بن صمۃ کے باپ کا اسم ہے۔ جانوروں کے ماہر حضرات کی سوچ ہے کہ عام طور پر سانپ ایک ہزار برس تک جیتا ہے' اور ہر برس یہ اپنی چمڑی کو اتار دیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سانپ ایک برس میں ایک بار انڈے دیا کرتا ہے اور یہ انڈے تعداد میں اس کے جسم کی ہڈیوں کے مساوی ہوا کرتے ہیں۔ مگر سانپ کے زیادہ تر انڈوں پر چیونٹیاں اکٹھی ہو جانے کی بناء پر یہ انڈے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ محض چند انڈوں میں سے سانپ کے طفل نکلا کرتے ہیں۔ گر کوئی بچھو سانپ کو ڈس لے تو سانپ کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ''الحریش'' بھی سانپ کی ایک طرز ہے جس کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔ یہ طرز ابلغ سانپ کی مانند بے حد شرارتی ہوا کرتی ہے۔ یہ سانپ ریگستانی علاقوں میں موجود ہوتے ہیں۔ سانپ کے انڈوں کی شکل لمبوتری اور رنگت مختلف قسم کی ہوا

شک کوئی کتنی ہی قوت لگائے' سانپ حقیقی وطبعی طور پر پانی کا حیوان ہے مگر زمین پر وجود میں آنے والا سانپ پانی میں بھی مقیم ہو سکتا ہے اور یوں ہی آبی سانپ زمین پر بھی رہ سکتا ہے۔

امام جاحظ نے کہا ہے کہ زہر کے لحاظ سے سانپ کی تین اقسام ہیں۔ اول طرز کے سانپ ثعبان' افعی اور ہندی وغیرہ ہیں جن کے ڈس لینے پر کوئی دوا اور تریاق مؤثر نہیں ہوتا۔ دوسری طرز ان سانپوں کی ہے جن کے ڈسنے پر تریاق سے افاقہ ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے سوا اور جتنے بھی سانپ ہیں ان کا کاٹا ہوا بشر محض خوف سے ہی موت کا شکار ہو جاتا ہے جس طرح کہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ خوف کی بناء پر انسانی جسم کے سارے مسام کھل جایا کرتے ہیں جس کی بناء پر زہر بہ آسانی جسم کے اندر تک چلا جاتا ہے۔ سو ایک واقعہ کو شہرت حاصل ہے کہ کوئی فرد شجر کے نیچے نیند میں گم تھا کہ شجر کی ٹہنی پر ایک سانپ تھا۔ اس نے نیچے ہو کر اس فرد کے سر میں ڈس لیا جس سے اس فرد کا چہرہ لال ہو گیا اور وہ جاگ گیا' لہٰذا اس نے گردونواح میں نظر دوڑائی مگر کچھ نظر نہ آیا۔ وہ سر میں خارش کرتا ہوا پھر دوبارہ سو گیا۔ کچھ دیر بعد جاگا مگر اس پر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لہٰذا اس فرد کو سانپ کے ڈستے وقت کسی نے دیکھ لیا تھا مگر دیکھنے والے نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ سو کچھ مدت کے بعد اس دیکھ لینے والے شخص نے سونے والے شخص سے یہ بولا کہ کیا تم کو علم ہے کہ تم فلاں روز نیند میں مگن تھے تو تم کو کسی شے نے کاٹ لیا تھا۔ اس نے جواب دیا بخدا! مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ۔ دیکھنے والا کہنے لگا کہ اس روز ایک سانپ نے شجر کی ٹہنی سے لٹک کر تم کو ڈس لیا تھا۔ پس اس فرد پر دہشت طاری ہو گئی اور وہ مر گیا۔

فوائد: ابن ظفر کی تصنیف ''النصائح'' میں ذکر ہے کہ جس وقت اہل حیرہ اپنے ''قصر ابیض'' میں قلعہ بند ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نجف میں مقیم ہوئے اور نجف والوں کو پیغام روانہ کیا کہ اپنے حکمرانوں میں سے کسی حکمران کو میرے پاس اصلاح کے لئے روانہ کرو۔ ان لوگوں نے عبدالمسیح بن عمرو بن قیس بن حیان بن نفیلہ عنانی کو روانہ کیا۔ یہ حکمران بے حد ضعیف تھا اور اس کی حیات ساڑھے تین سو برس تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس ضعیف سے بات چیت کی جو بہت شہرت رکھتی ہے۔ سو اس ضعیف کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس کی جانب ضعیف بار بار دیکھ رہا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم دوبارہ دوبارہ اس بوتل کی جانب کس لئے دیکھ رہے ہو؟' ضعیف کہنے لگا کہ اس بوتل میں اس طرح کا زہر ہے جو تناول کرنے والے کو ایک پل میں موت دیتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کا کیا کرو گے؟ تو ضعیف نے جواب دیا کہ گر آپ کی اس بات چیت کا نتیجہ میری ملت کے حق میں مفید ہوا تو پھر میں اللہ پاک کا شکر کروں گا اور آپ کی شرطوں کو تسلیم کر لوں گا ورنہ اس کے برخلاف ہوا تو یہ زہر تناول کر کے خود کو مار لوں گا۔ اس لئے کہ یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ میں اپنی ملت کے پاس بری اطلاع لے کر جاؤں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ضعیف سے کہا کہ یہ بوتل مجھے دے دو' سو اس نے بوتل دے دی۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بوتل سے زہر نکالا اور اپنے ہاتھ پر رکھ لیا پھر یہ دعا پڑھی:

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط' بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ والسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء

فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم"۔ اور پھر یہ زہر نگل لیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پانی نوش کیا اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ مبارک پر مارا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو بے حد پسینہ آیا اور زہر کا اثر جاتا رہا۔ عبدالمسیح اپنی ملت کی جانب گیا (اور وہ نسطوریہ فرقہ کے عیسائی تھے) اور بولا کہ میں اس طرح کے فرد کے پاس سے آ رہا ہوں جس نے ''سم ساعت'' نوش کر لیا مگر اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ تم اس کا مطالبہ پورا کر دو اور اس کو اپنی ارض سے راضی کر کے واپس بھیجو اس لئے کہ یہ اس طرح کی ملت ہے جس میں صلاحیت نس نس میں بھری ہے اور بہت جلد اس ملت کی شان عظیم ہو گی۔ سو ''اہل حیرہ'' نے چاندی کے دس ہزار درہم کے عوض مومنوں سے اصلاح کر لی۔ اکثر جانوروں کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ''سم ساعت'' محض ہندی سانپ ہوا کرتا ہے اور اس کے زہر کے اثر پر کوئی دوا اور تریاق اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ: ''کتاب النصائح'' میں بیان ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی تھی' اس باندی نے ایک روز حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کس جنس سے متعلق ہیں؟ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تیری مانند ایک بشر ہوں۔ اس باندی نے بتلایا کہ آپ کس طرح کے شخص ہیں کہ میں نے آپ کو چالیس روز تک زہر تناول کرایا مگر آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچ پایا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کیا تم کو علم نہیں ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والوں کو کوئی شے بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور میں تو اسم اعظم کے ہمراہ ذکر الٰہی کیا کرتا ہوں' وہ باندی بولی کہ اسم اعظم کیا ہے؟ حضرت ابوالدردار رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ یہ ہے:

"بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم"

پھر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو زہر کس لئے دیا تھا؟ وہ باندی کہنے لگی کہ آپ سے عداوت کی بناء پر' حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تم اللہ کی راہ میں آزاد ہو اور تم نے جو برابرتاؤ اپنایا وہ بھی میں نے بخش دیا۔

انوکھی داستان: حضرت امام قطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ غافر کی تفسیر میں ثور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں نے حضرت کعب الحبار سے روایت کی ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ عزوجل نے عرش کو تخلیق کیا تو عرش بولا کہ اللہ عزوجل نے میرے سے بڑی کوئی شے تخلیق نہیں کی۔ اللہ پاک نے سانپ کا طوق عرش کو پہنایا' اور اس سانپ کے ستر ہزار بازو اور ہر بازو میں ستر ہزار پر موجود تھے اور ہر پر میں ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ستر ہزار دہن تھے اور ہر دہن میں ستر ہزار زبانیں تھیں اور ہر دن اس سانپ کے دہن سے اتنی تعداد میں سبحان اللہ نکلا کرتا تھا جو گنتی میں برسات کی بوندوں' اشجار کے پتوں' ارض کے سنگریزوں' ریت کے ذرات' دنیا کے دن اور ملائکہ کی تعداد کے مساوی ہوا کرتا تھا۔ پس سانپ عرش کے گرد چپک گیا۔ عرش' سانپ کے آدھے بدن تک آیا۔ سو عرش نے اس سانپ کو دیکھا تو شرمسار ہو گیا' لہٰذا عرش نے تواضع اپنالی۔

خلیفہ ہارون الرشید کا واقعہ: روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید بوقت شب محو خواب تھے تو انہوں نے یہ آواز سماعت کی:

یــــارا قـــد الـــلـــیـــل الـتـبـــہ ان الــخـــطـــوب لهـــا ســـری

''اے شب کو محوخواب ہونے والے اٹھ' اس لئے کہ آفات آگے بڑھ رہی ہیں۔''

ثـقة الـــفتـــیٰ مـــن نـــفســـہ ثـــقـةمـــحـــلـــلة الـــعـــرا

''نو جوان کے لئے خود اعتمادی لازم ہے اس لئے کہ خود اعتمادی کھٹنائیوں کو دور کر دیتی ہے۔''

خلیفہ ہارون الرشید جاگ گیا' اس کا دیا بجھا ہوا تھا تو خلیفہ ہارون الرشید نے شمع جلانے کا فرمان دیا۔ سو جس وقت روشنی ہوئی تو خلیفہ کو دکھائی دیا کہ اس کے بستر کے نزدیک ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ سو خلیفہ ہارون نے اس سانپ کو ہلاک کر دیا۔

انوکھی داستان: حضرت امام ابوالفرج بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الاذکیاء'' میں بشر بن فضل سے نقل کیا ہے کہ بشر بن فضل نے فرمایا ہے کہ ہم حج کی غرض سے نکلے' لہٰذا ہم لوگوں کا گزر عرتب کے ایک چشمہ کے پاس سے ہوا۔ ہمیں لوگوں کو بتلایا کہ ادھر نزدیک ہی تین دوشیزائیں ہیں جو بے حد خوبصورت ہیں اور باہم بہنیں ہیں اور یہ تینوں ہی طبیب ہیں۔ بہر حال ہم نے چاہا کہ ان کا دیدار کریں' لہٰذا ہم لوگوں نے جنگل کی ایک لکڑی سے اپنے ایک ساتھ والے فرد کی ٹانگ پر ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا' اس کے بعد ہم سب اسے لے کر ان دوشیزاؤں کے پاس گئے' پھر ہم کہنے لگے کہ ہمارے اس ساتھی کو سانپ نے کاٹ لیا ہے' لہٰذا کیا کوئی سانپ کے کاٹے ہوئے کا علاج کرنے والا ہے؟ ایک لڑکی کی آمد ہوئی جوان بہنوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ وہ ایک اس طرح کی کنیز تھی گویا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ بہر حال وہ آکر اس زخمی فرد کا معائنہ کرنے لگی اور بولی کہ اسے کسی سانپ نے نہیں ڈسا۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح علم ہوا؟ وہ دوشیزہ بولی کہ جس شے سے اس شخص کو یہ ضرب لگی ہے اس پر کسی مذکر سانپ نے پیشاب کر دیا ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس وقت آفتاب نکلے گا تو اس آدمی کی وفات ہو جائے گی۔ بشر بن فضل نے فرمایا ہے کہ جس وقت آفتاب طلوع ہوا تو ہمارا وہ ساتھی انتقال کر گیا' لہٰذا اس قصے سے ہم بہت حیران ہوئے اور پھر واپس لوٹ آئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ: ''کتاب الاذکیا'' کے اختتام میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سپیرے کے پاس سے گزرے جو سانپ کو پکڑنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ سانپ کہنے لگا اے روح اللہ! آپ اس شخص سے فرما دیں کہ اگر یہ میرے سے دور نہ ہٹا تو میں اس کو بہت سخت اذیت دوں گا اور اس کو کاٹ لوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چل پڑے۔ اس کے بعد واپس لوٹ آئے تو دکھائی دیا کہ وہ سانپ سپیرے کی گرد میں بیٹھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سانپ سے فرمانے لگے کہ ابھی تو تم مجھ سے اس سپیرے کے بارے میں شکوہ کر رہے تھے اور اب اس کی گود میں ہو یہ کس طرح ہوا؟ سانپ نے بتلایا کہ اے روح اللہ بلاشبہ سپیرے نے حلف اٹھایا تھا اور اب یہ میرے ہمراہ فریب کر رہا ہے' اس فریب کا زہر اس کے لئے میرے زہر سے زیادہ ضرر کا باعث ہے۔

نوشیروان کا واقعہ: حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عجائب المخلوقات'' میں تحریر کیا ہے کہ ''ریحان فارسی'' کا وجود پہلے ملک فارس میں نہیں ہوا۔ کرتا تھا بلکہ ایک سانپ نے اس پودے کا بیج لا کر نوشیروان کو دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نوشیروان

کے دور میں ایک سانپ کے برادر کو ایک بچھو نے کاٹ لیا تھا جس سے وہ مر گیا۔ مر جانے والے سانپ کا برادر مطلب ایک اور سانپ نوشیروان کے پاس نالہ کرتے ہوئے آیا تو جیسے ہی سانپ نوشیروان کے نزدیک آیا اس کے محافظ سانپ کو مارنے کے لئے آگے بھاگے۔ نوشیروان نے ان محافظوں کو منع کیا اور فرمان دیا کہ ابھی اسے ہلاک نہ کرو اس لئے کہ یہ مخصوص مقصد کے تحت آیا ہے۔ چنانچہ وہ سانپ رینگتا ہوا نوشیروان کے نزدیک آ گیا اور کچھ اس طرز کے اشارے کئے جس سے نوشیروان کو علم ہو گیا کہ سانپ پر ظلم ہوا ہے اور یہ میرے سے مدد کا طلبگار ہے۔ نوشیروان نے سانپ کے ہمراہ اپنے ایک سپاہی کو روانہ کیا۔ وہ سانپ اس سپاہی کو ہمراہ لئے ایک کنویں پر آ گیا۔ سپاہی نے جھک کر کنویں میں دیکھا تو اسے علم ہوا کہ کنویں میں ایک سانپ مرا ہوا پڑا ہے اور اس کی پشت پر ایک بچھو بیٹھا ہے' سپاہی نے اپنے ہتھیار سے بچھو کو ہلاک کر دیا' پھر سپاہی واپس آیا اور سانپ کی کیفیت سے نوشیروان کو آگاہ کیا۔ سانپ نے اس نیکی کے عوض میں نوشیروان عادل کو ''ریحان'' کا بیج دیا' تو نوشیروان نے اسے اگانے کا فرمان دیا۔ اس بیج سے ''ریحان'' کا پودا نکل آیا اور کیونکہ نوشیروان کو زکام اور دوسرے دماغی امراض لاحق تھے تو اس نے ان کے علاج کے لئے اس پودے کو استعمال کیا تو بے حد فائدہ اٹھایا۔

فوائد: علامہ ابونعیم علیہ الرحمۃ نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں تحریر کیا ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دفعہ سفیان بن عیینہ کے دربار میں تھا اور بلاشبہ اس دربار میں کم از کم ہزار افراد مجتمع تھے' سفیان بن عیینہ نے ایک شخص کو جو اس کی سیدھی طرف اختتام میں نشست فرما تھا فرمان دیا کہ اٹھو اور ان سب افراد کو سانپ کا واقعہ سناؤ۔ وہ شخص بولا کہ مجھ کو کمر کو سہارا دینے کے لئے تکیہ دیں' سو ایک اور فرد نے ان کی کمر کے پیچھے ایک موٹا تکیہ رکھا۔ پھر وہ شخص بولا کہ میرے باپ کے جد امجد سے انہوں نے سماعت کیا تھا کہ ان کے دور میں ایک شخص تھا جو کہ ''ابن حمیر'' کے اسم سے شہرت رکھتا تھا اور بے حد پرہیز گار تھا' اکثر و بیشتر روزے کی کیفیت میں رہتا تھا اور شب میں نوافل ادا کیا کرتا تھا۔ یہ شخص شکار کا بے حد شوقین تھا' سو وہ شخص ایک روز شکار کی غرض سے جنگل میں چلا گیا اور شکار کو ڈھونڈنے لگا کہ یکا یک اس کے آگے ایک سانپ آ گیا اور بولا اے محمد حمیر مجھ کو امان دو اللہ پاک تم کو امان دے گا۔ اس نے سوال کیا کہ تیرا حریف کدھر ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ حریف میرے عقب میں ہے۔ ابن حمیر کہنے لگے کہ تم کس امت سے نسبت رکھتے ہو؟ سانپ نے جواب دیا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے' پھر اس شخص نے اپنی کملی کو اس سانپ کے لئے کھول دیا اور سانپ سے کہا کہ اس کمبل میں پناہ لے لو۔ سانپ کہنے لگا کہ اس میں تو میرا حریف مجھے ڈھونڈ لے گا' پھر ابن حمیر نے اس کے لئے اپنا دوسرا کمبل کھول دیا اور فرمایا کہ اس میں داخل ہو جاؤ اور اس پوستین اور میرے سینہ کے وسط میں پوشیدہ ہو جاؤ۔ سانپ نے جواب دیا کہ ادھر بھی میرے حریف کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی۔ ابن حمیر نے کہا ہے کہ پھر میں آخر تم کو کس جگہ پر غائب کروں؟۔ پھر سانپ نے جواب دیا کہ گر تم میرے ہمراہ خیر سے پیش آنا چاہتے ہو تو اپنا دہن کھولو میں اس میں چلا جاؤں گا۔ ابن حمیر کہنے لگے کہ میں خوفزدہ ہوں کہ کہیں تم مجھے ہلاک نہ کر دو۔ سانپ کہنے لگا کہ بخدا! میں تم کو ہلاک نہیں کروں گا' اس بات پر میں اللہ پاک اور اس کے رسولوں' ملائکہ اور عالمین عرش اور فلک پر رہائش رکھنے والوں کو گواہ بنا رہا ہوں کہ میں تم کو کوئی ضرر نہیں دوں گا اور اپنے حریف کے جانے کے بعد فوری طور پر باہر نکل آؤں گا۔ اس قسم کے بعد ابن

حمیر نے اپنا دہن کھولا اور سانپ اس کے منہ میں چلا گیا' پھر ابن حمیر اس کو لے کر آگے چل پڑے' سو ابھی کچھ ہی قدم چلے تھے کہ ایک آدمی ہاتھ میں شمشیر لئے بھاگتا ہوا آیا اور بولا کہ کیا تم نے میرے حریف (دشمن) کو دیکھا ہے؟ ابن حمیر نے کہا کہ نہیں میں نے تیرے دشمن کو نہیں دیکھا اور اس کے بعد اپنی غلط بیانی پر سو بار استغفار پڑھ کر آگے چل پڑے۔ اس کے بعد تھوڑا چلنے اور پھر سانپ سے کہا کہ تیرا حریف چلا گیا ہے۔ سانپ کہنے لگا کہ اب تم دو کاموں میں سے ایک کا انتخاب کرو کہ میں دو مقامات پر ڈنک مارنا پسند کیا کرتا ہوں ایک جگر پر اور دوسرا قلب پر تو اب تمہیں حق ہے کہ بتاؤ تیرا جگر پھاڑ ڈالوں یا قلب کو جلا دوں تا کہ تیری روح بدن سے نکل جائے۔ ابن حمیر کہنے لگے کہ سبحان اللہ' تیرا عہد کدھر گیا جو تو نے کیا تھا اور جو حلف اٹھایا اس کا کیا بنا؟ سانپ بولا کہ میں نے تیرے سے زیادہ احمق شخص نہیں دیکھا۔ کیا تو وہ عداوت بھول بیٹھا ہے جو میرے اور تیرے والد (حضرت آدم علیہ السلام) میں تھی اور جس کی بناء پر میں نے ان کو بہشت سے نکلوا دیا تھا۔ میں یہ سمجھ نہیں پایا کہ تو نے میرے ساتھ نیک برتاؤ کیوں کیا ہے؟ ابن حمیر کہنے لگا کہ کیا تم نے مجھے ہلاک کرنے کا عہد کر لیا ہے؟ تو سانپ نے ہاں میں جواب دیا۔ ابن حمیر کہنے لگے کہ کیا تم نے مجھے ہلاک کرنے عہد کر لیا ہے؟ تو سانپ نے ہاں میں جواب دیا۔ ابن حمیر کہنے لگے کہ پھر مجھے تھوڑا وقت دو کہ میں اس جبل تک چلا جاؤں اور اپنے گرنے کا مقام منتخب کر لوں' تو سانپ نے منظور کر لیا۔ ابن حمیر نے کہا کہ پھر میں اپنی حیات سے ناامید ہو کر جبل کی جانب چل پڑا اور فلک پر نگاہ ڈال کر اللہ عزوجل سے یہ دعا کرنے لگا: "**یا لطیف یا لطیف الطف بی بلطفك الخفي یالطیف یا قدیر أسئالك بالقدرة التي استویت بها علی العرش فلم یعلم العرش أین مستقرك منه یا حلیم یا علیم یا علي یا عظیم یاحیی یا قیوم یاالله الا ما کفیتنی شر هٰذاه الحیة** ۔" اس کے بعد میں چلنے لگا۔ سو ایک دم سے مجھے دکھائی دیا کہ ایک بہت خوبصورت شخص جو خوبصورت لباس پہنے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے تھا میرے آگے آیا اور پوچھا کہ بلاشبہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تیرا رنگ متغیر ہے اور تم متفکر دکھائی دے رہے ہو۔ ابن حمیر نے جواب دیا کہ میرے سے عداوت رکھنے والے نے مجھ پر ستم کیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تیرا حریف کدھر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے شکم میں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اپنا دہن کھولو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص نے ایک بڑا پتہ جو برگ زیتون سے مشابہت رکھتا تھا' میرے دہن میں رکھ اور فرمایا کہ اس پتے کو چبا چبا کر کھا لو۔ سو میں نے ایسا ہی کیا تو پتہ نگلنے کے بعد میرے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگے اور سانپ میرے شکم میں حرکت کرنے لگا' پھر میں نے سانپ کو نیچے کی جانب ٹکڑوں کی صورت میں خارج کر دیا اور اس کے خارج ہوتے ہی میرا ڈر دور ہو گیا۔ میں نے اس فرد سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ اس لئے کہ اللہ پاک نے آپ کے ذریعے پر احسان فرمایا ہے اور مجھ کو اس جان لیوا سے چھٹکارا دلایا ہے۔ وہ فرد مسکرانے لگا اور کہا کہ کیا تم مجھے نہیں جانتے' میں نے جواب دیا بخدا! نہیں جانتا۔ تو وہ شخص کہنے لگا اے ابن حمیر جس وقت تیرے اور سانپ کے مابین بات چیت ہوئی اور اس کے بعد تم نے سانپ سے وقت لے کر دعا کی تو ساتوں آسمانوں کے ملائکہ نے اللہ پاک سے نالہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھ کو میری شان وشوکت کی قسم میں ملاحظہ فرما رہا ہوں جو اس سانپ نے میرے بندے کے ہمراہ برتاؤ کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے مجھے فرمان دیا کہ بہشت سے درخت طوبیٰ کا ایک پتہ توڑ لاؤ اور وہ پتہ میرے بندے

ابن حمیر کو دے آؤ۔ میں نے اس طرح کیا۔ اس کے علاوہ مجھ کو "معروف" کہتے ہیں اور میں چوتھے فلک کا فرشتہ ہوں اس کے بعد فرشتہ کہنے لگا کہ اے ابن حمیر تم نیکی کو اپنا لو اس لئے کہ نیکی بدی کے وار سے بچایا کرتی ہے۔ ہر چند کہ وہ شخص جس کے ہمراہ نیکی کی گئی وہ اس کی قدر نہ جانے اور اس کا زیاں کر دے مگر اللہ عزوجل کے ہاں نیکی بے کار نہیں جاتی۔

فوائد: 1۔ حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللّٰھم انی اعوذبك من الھدم والتردی و اعوذبك من الحرق والغرق وأعوذبك من ان یتخبطنی الشیطان عندالموت واعوذبك من ان اموت فی سبیلك مدبرا واعوذبك ان أموت لدیغا۔"

(اے اللہ پاک میں تیری امان طلب کرتا ہوں گرنے اور برباد ہونے سے اور تیری امان مانگتا ہوں جلنے اور ڈوب جانے سے اور تیری امان طلب کرتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھ کو مرنے کے وقت بھٹکا دے اور تیری امان طلب کرتا ہوں اس سے کہ جہاد کے میدان سے فرار کی راہ سے اور تیری امان طلب کرتا ہوں اس سے کہ میری وفات ڈسنے کے بناء پر نہ ہو)۔

امام جاحظ کا کہنا ہے کہ علماء کرام کے مطابق اس دعا کی تاویل یہ ہے کہ شیطان اللہ پاک کا سب سے بڑا حریف ہے کیونکہ وہ مسلمان کو مرنے کے لمحے گمراہ کرتا ہے تاکہ مسلمان نیکی پر نہ مر سکے اسی بناء پر حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے شر سے امان طلب کی ہے۔

2۔ سانپ اور بچھو کے کاٹے ہوئے کو ملسوع اور ملدوغ کہتے ہیں اکثر متقدمین کرام کا کہنا ہے کہ جو فرد شب کے اور روز کے پہلے حصہ میں یہ کلمات پڑھ لیا کرے تو وہ فرد سانپ اور بچھو کے کاٹنے اور چور سے حفاظت میں رہے گا۔ کلمات درج ذیل ہیں۔

"اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

بچھو کے کاٹے ہوئے کو جھاڑنے کا طریقہ: یہ طریقہ با اثر اور آزمایا ہوا ہے۔ جھاڑنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے قبل اس شخص سے سوال کرے جسے بچھو یا سانپ وغیرہ نے کاٹا ہے کہ درد کدھر تک سرایت کر گیا ہے اس کے بعد اس مقام پر جدھر تک درد گیا ہے لوہے کی ایک چھڑی رکھے اور جھاڑ کی دعا کا ورد کرے اور بار بار ورد کرتا رہے اور درد کا مقام چھڑی سے دباتا جائے۔ حتیٰ کہ تکلیف سمٹ کر زخم پر آ جائے۔ اس کے بعد اس مقام کو چوسے اور جس وقت تک تکلیف ختم نہ ہو جائے اس مقام کو مسلسل چوستا جائے۔ دعا درج ذیل ہے:

"سلام علی نوح فی العلمین وعلی محمد فی المرسلین من حاملات السم اجمعین لادابة بین السماء والارض الاوربی اخذ بنا صیتھا اجمعین کذالك یجزی عباده المحسنین ان

ربی علی صراط مستقیم نوح نوح نوح قال لکم نوح من ذکرنی فلاتلدغوہ ان ربی بکل شیء علیم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی اله و اصحابه وسلم ۔"

سانپ اور پاگل کتے کے کاٹنے یا زہر پینے والے کے لئے آزمودہ عمل: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اکثر علماءِ محققین کے قلم کا تحریر کیا ہوا یہ عمل دیکھا ہے کہ اگر سانپ کے ڈسے یا کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہر نوش کرنے والے کو یا پھر اس کو جو عمل کرنے والے کو بلانے کے لئے آئے سیدھا کھڑا کر دیں اور پھر اس کے دونوں پاؤں کے گرد ایک دائرہ اس طرح کھینچ لیں کہ سیدھے پاؤں کے انگوٹھے سے دائرے کا آغاز ہو اور اسی جگہ پر آ کر دائرہ کا اختتام ہو۔ اس کے بعد فولاد کی ایک نئی چھری سے دونوں پاؤں کے مابین ایک دوسرا خط کھینچیں۔ پھر سیدھے پاؤں کے تلوے اور الٹے پاؤں کے ٹخنے کے نیچے سے خاک لے کر ایک پاکیزہ برتن میں ڈالیں اور اس کے بعد اس خاک پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیں۔ اس کے بعد چھری کو لے کر ایک دوسرے ظروف میں کھڑی کر دیں۔ ایسے کہ چھری کی نوک بالائی جانب ہو۔ پھر وہ آب جو پہلے سے ہی برتن میں موجود ہے (جس میں پاؤں کی خاک بھی موجود ہے) اس دوسرے برتن میں کھڑی ہوئی چھری پر بہادیں اور بہانے کے لمحات میں منتر کا ورد کریں۔ ایسے پانی بہائیں کہ پانی ختم ہونے کے ساتھ ہی منتر بھی پورا ہو جائے۔ اس کے بعد چھری کو اٹھائیں اور اول برتن میں جو کہ خالی ہوا ہے ایسے ہی کھڑا کر دیں اور پھر وہی طریقہ دہرائیں۔ اس کے بعد اس آب کو سانپ یا پاگل کتے کے کاٹے ہوئے یا زہر پی لینے والے کو نوش کروادیں۔ انشاء اللہ فوری طور پر صحت یابی نصیب ہوگی۔ عمل درج ذیل ہے:

"سارا سارا فی سارا عاتی نور نور نور انا وارمیاہ فاہ یاطوا کاطوا برملس اوزانا وصنانیما کا مایوقا بانیاساتیا کا طوط اصباوتا ابریلس توتی تنااوس" ۔

یہ عمل بے حد اثر کرنے والا اور آزمودہ ہے۔

کوئی شاعر کیا بہترین مثال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

قال احبیبك ملسوع فقلت لھم ۔۔۔ من عقرب الصدغ أومن حیة الشعر

"لوگ میرے سے کہنے لگے کہ تیرے محبوب کو کسی زہر والے حشرات نے کاٹ لیا ہے تو میں نے ان سے بولا کہ کنپٹی کے بچھو نے اس کو کاٹ لیا ہے یا اس کے گیسوؤں کی ناگن نے اس کو کاٹا ہے"۔

قالو بلیٰ من افاعی الارض قلت لھم ۔۔۔ وكیف تسعی افاعی الارض للقمر

"وہ بولے کیوں نہیں بلکہ ارض کے سانپوں میں سے ایک سانپ نے اس کو کاٹ لیا ہے میں ان سے بولا کہ ارضی سانپ ماہتاب تک کس طرح جا سکتا ہے؟"۔

جمال الملک بن افلح کہتے ہیں کہ:

وقالو ایصیر الشعر فی الماء حیة ۔۔۔ اذا الشمس حاذنة فما خلته صدقا

"اور افراد کہا کرتے ہیں کہ زلف پانی میں سانپ کی صورت اپنا لیتے ہیں جس وقت کہ آفتاب کی چمک ان پر پڑ

رہی ہو مجھ کو ان کا یہ قول درست نہیں لگتا۔"

فلما التوىٰ صدغاه في ماء وجهة وقد لسعاقلبي تيقنته حقا

"لہٰذا جس وقت محبوبہ نے اپنے مکھڑے پر پانی ڈالا اور اس کے بالوں نے سانپ کی مانند بل کھاتے ہوئے میرے قلب کو ڈسا تو مجھے تیقن ہو گیا کہ وہ لوگ درست کہتے تھے"۔

انوکھی کہانی: حضرت امام مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ دور جہالت میں دو برادران سفر کرنے کے لئے نکلے' لہٰذا وہ دونوں راہ میں ایک سڑک کے کنارے پر موجود شجر کے سائے میں رک گئے' لہٰذا جس وقت تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا شجر کے پاس موجود پتھر کے نیچے سے ایک سانپ ایک دینار لئے ہوئے آمد ہوا اور اس نے وہ دینار ان دونوں برادران کے آگے رکھ دیئے۔ وہ دونوں برادر کہنے لگے کہ ضرور ادھر کوئی خزانہ دفن کیا ہوا لگ رہا ہے۔ وہ برادران تین روز تک ادھر ہی مقیم رہے اور وہ سانپ ہر دن ایک دینار لاتا اور ان بھائیوں کے آگے رکھ دیتا۔ ان برادران میں سے ایک بولا کہ ہم کس وقت تک اس سانپ کے منتظر رہیں اس لئے کیوں نہ اس سانپ کو ہلاک کر کے سارا خزانہ نکال لیں۔ دوسرے برادر نے اس کو روک دیا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی خزانہ میسر نہ آیا تو تیری محنت رائیگاں جائے گی۔ مگر اس نے اپنی ہی مرضی کی اور ایک کلہاڑی لئے سانپ کا انتظار کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی سانپ نے اپنا سر پتھر سے باہر نکالا تو اس نے کلہاڑی سے اس کو مارا مگر مکمل کامیابی نہ ملی۔ سانپ کو زخم لگ گیا مگر وہ پھر بھی نہ مرا' سو سانپ نے جلدی سے حملہ کرنے والے پر واپس لوٹ کر وار کیا اور اسے کاٹ لیا جس بناء پر وہ انتقال کر گیا اور پھر سانپ دوبارہ پتھر میں چلا گیا۔ دوسرے برادر نے اپنے ہلاک ہوئے برادر کو دفنایا اور ادھر ہی مقیم رہا حتیٰ کہ جس وقت دوسرے روز سانپ پھر باہر آیا تو اس کے دہن میں دینار نہیں تھا بلکہ اس کے سر پر پٹی لگی ہوئی تھی۔ سانپ اس کی جانب آیا' لہٰذا وہ برادر بولا کہ تم کو علم ہے کہ میں نے اپنے برادر کو اس عمل سے منع کیا تھا مگر وہ بدنصیب نہیں رکا اور اس کے نتیجے میں اپنی جان ہار گیا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے ضرر نہ پہنچاؤ اور میں تم کو کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا اور تم ویسے ہی مجھ پر مہربانی کرو جس طرح کہ اول روز کی تھی۔ سانپ نہیں مانا اور بولا کہ مجھے بہتر علم ہے کہ تیرا قلب میرے بارے میں کبھی پاک نہیں ہوگا اس لئے کہ میں نے تیرے بھائی کو ہلاک کر دیا ہے اور اس کی قبر تیری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں بھی تیرے بارے میں ٹھیک نہیں سوچوں گا۔ اس لئے کہ میرے سر کا زخم مجھ کو اس رنج کی یاد دلائے گا جو تیرے برادر نے مجھے دیا ہے۔ اس کے بعد وہ سانپ (جو اصل میں ایک جن تھا) نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھنے لگا:

وكانت تريه المال ربا وظاهره
وما لقيت ذات الصفا حليفها

"اور میں اپنے حریف سے کوئی احسن سلسلہ نہیں دیکھ پایا جبکہ میری دولت اس کی پرورش کرتی تھی اور اس کے نمایاں خبر رکھنے والی تھی۔"

ایک انوکھی کہانی: رحلہ بن صلاح اور تاریخ ابن نجار میں یوسف بن علی بن محمد زنجانی فقیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے ترجمہ میں بیان ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ شیخ ابو اسحٰق حضرت امام شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی حضرت امام

ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں بغداد کی جامع منصور میں کافی سارے علماء کرام کے ساتھ تھا۔ کہ ایک خراسانی کی آمد ہوئی اور اس نے ''مسئلہ مصراۃ'' پر دلائل مانگے۔ کسی استدلال کرنے والے نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حجت قرار دے دیا۔ وہ نوجوان کہنے لگا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ حضرت قاضی امام ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ابھی اس جوان نے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ اس کے قریب ایک بڑا سانپ آ کر گر گیا۔ لوگ دوڑ گئے' پھر وہ سانپ اس جوان کے تعاقب میں چلنے لگا' لہٰذا اس جوان سے توبہ کرنے کے لئے کہا گیا' پھر اس نے توبہ کر لی تو سانپ غائب ہو گیا اور اس کی کوئی علامت نہ رہی۔ ابن صلاح کا کہنا ہے کہ یہ مستند قصہ ہے اور اسے حضرت امام قاضی ابوطیب' حضرت امام طبری' ابواسحٰق اور ابوالقاسم زنجانی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

دوئم قصہ: اسی قصے سے مشابہت رکھتا ایک اور قصہ بھی ہے جس کو ابوالیمین نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میرے سے منصور قزاز نے اور ان سے حضرت امام نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے' ان سے کریمی نے اور ان سے یزید بن قرۃ الدرع نے اور انہوں نے عمر بن حبیب سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ابن خبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا تو ادھر ''مسئلہ مصراۃ'' پر مباحثہ شروع ہو گیا۔ اکثر افراد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا۔ دوسرے لوگ بولے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مقبول نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بھی ان کی حمایت کی۔ میں آگے گیا اور بولا کہ یہ حدیث درست ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معتمد روایت کرنے والے ہیں۔ خلیفہ نے میری جانب شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا۔ میں دربار سے اٹھا اور اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ بہر حال ابھی میں بیٹھ ہی پایا تھا کہ دروازے پر ایک سپاہی کی آمد ہوئی اور وہ بولا کہ خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے' اس لئے آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں من ہی من میں بولا کہ اے خداوند کریم تجھے بہتر علم ہے کہ میں نے تیرے نبی حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا دفاع کیا ہے اور تیرے نبی حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے کو جرم متعین کیا ہے۔ اے خالق خلیفہ سے مجھے محفوظ رکھنا۔ پھر میں خلیفہ کی مجلس میں پیش ہوا تو دکھائی دیا کہ خلیفہ ہارون الرشید سونے کی کرسی پر بازو چڑھائے ہوئے ہاتھ میں شمشیر لئے نشست فرما ہے اور اس کے آگے وہ چمڑا بچھایا گیا ہے جو جرم کرنے والے کو ہلاک کرنے کے لئے بچھاتے تھے۔ خلیفہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ اے ابن حبیب آج تک کسی میں اتنا حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ میرے قول کو رد کرے جس طرح تم نے رد کیا ہے۔ میں نے جواب دیا اے خلیفہ جو آپ نے فرمایا تھا اس میں حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکامات پر نقص لگتا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ جس وقت حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھوٹا کہیں گے تو پھر مکمل شریعت غلط کہلائے گی اور سارے فرائض صلوٰۃ وصوم' حج وعقد' طلاق اور حدود وغیرہ کے فرمودات غلط اور جھوٹے ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ سارا کچھ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی بدولت ہمارے تک منتقل ہوا ہے

اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے سوا دین کی واقفیت کے لئے ہمارے پاس اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ خلیفہ نے من ہی من میں سوچ بچار کی اور بولے کہ اے ابن حبیب تم نے تو مجھ کو نئی حیات عطا کر دی ہے۔ اللہ پاک تم کو بھی حیات سے نوازے اور پھر خلیفہ نے مجھے دس ہزار دراہم انعام میں دینے کا فرمان دیا۔ (اسی طرح کا ایک اور قصہ بھی ہے جس کا ذکر بہت جلد ''باب القاف'' میں ہو گا۔ انشاء اللہ)

اختتام: حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میراث کے کئی معاملات میں دادا کو برادران کی مانند مقرر کرتے ہوئے فیصلے فرمائے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور ایک لوہے کا چپس لیا اس لئے کہ اس پر یہ بات تحریر کر دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ لگ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میراث کے معاملے میں دادا کو والد کی مانند مقرر کریں گے۔ یکا یک ایک سانپ آ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انتشار پھیل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر رضائے الٰہی ہوئی کہ میں اس فرمان کو صادر کروں تو میں لازم ایسا کروں گا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ میں تشریف آور ہوئے۔ دستک دی اور رہائش گاہ میں داخل ہوئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس لمحے ایک لونڈی سے سر میں تیل کی مالش کروا رہے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لونڈی کو دور جانے کا فرمان دیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ فرمان دیتے تو میں خود خدمت میں حاضری دیتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے ضرورت تھی اسی بناء پر میں خود ہی آ گیا ہوں اور میرا یہ عزم ہے کہ میں دادا کی میراث کے معاملے میں دادا کو والد کی جگہ مقرر کروں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں آپ کے اس فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور وہ اسی کیفیت میں رہائش گاہ سے باہر آئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں اپنا مشورہ ایک لکڑی پر تحریر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا اور ایک شجر کی مثل سے معاملہ کی تشریح کی اگر کوئی شجر ایک تنے پر اگ جائے اور اس کے بعد اس کی ایک ٹہنی نکلے اور اس کے بعد اس ٹہنی سے ایک اور ٹہنی نکل آئے تو یہ تنا ساری ٹہنیوں کو سیراب کیا کرتا ہے۔ سو جو اول ٹہنی کو کاٹ ڈالیں تو آب دوئم شاخ کی طرف ہو جایا کرتا ہے اور جو دوئم ٹہنی بھی کٹ جائے تو آب دوبارہ اول ٹہنی کی جانب آ جاتا ہے۔ سو جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مشورہ پیش ہوا تو انہوں نے عوام سے خطاب فرما کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مشورہ پڑھ کر سماعت کرایا اور فرمانے لگے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جد امجد کی میراث کے معاملہ میں یہ مشورہ ہے اور میں اس کو نافذ کر رہا ہوں۔

تذنیب: حضرت امام حافظ ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے روایت ہے کہ ابو ہراش ہذلی (جن کا اسم خولید بن مرقعات تھا) کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں سانپ کے کاٹنے کی بناء پر ہوا تھا۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ ابو خراش اتنا تیز بھاگتے تھے کہ اکثر وہ گھوڑوں کو مات دے دیا کرتے تھے۔ ابو خراش کا شعر درج ذیل ہے:

رقوفی وقالوا یا خویلد لا ترع　　　فقلت وأنکرت الوجوه هم هم

''مجھ کو جھاڑنے والوں نے سانپ کے ڈسے سے جھاڑا اور بولے کہ اے خویلد خوفزدہ مت ہو لہٰذا میں نے جواب دیا کہ میں چہروں کو شناخت نہیں کرتا اور نیند کی بناء پر میرا سر نیچے جھکا جا رہا ہے۔''

ابوخراش نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ اسلام کے احکامات پر بے حد سختی سے عمل پیرا تھے۔ ابوخراش کی وفات کا باعث یہ بنا تھا کہ ایک دفعہ چند یمنی افراد جو حج کے لئے روانہ تھے ابوخراش کی رہائش گاہ میں ٹھہرے۔ آپ کی رہائش گاہ سے پانی ختم ہو گیا اور پانی آپ کی رہائش گاہ سے بے حد دور تھا۔ ابوخراش نے مہمان افراد سے کہا کہ سوئے اتفاق آج کی شب رہائش گاہ سے پانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ ایک رسی' بکری اور مشک ہے۔ آپ فلاں مقام سے آب لینا اور بکری کو نحر کر کے پکانا اور جس وقت ادھر سے جاؤ تو یہ رسی اور مشک دونوں ہی کنویں پر رہنے دینا۔ سویرے ادھر سے کوئی جائے گا تو لے آئے گا۔ مہمان کہنے لگے بخدا! آج کی شب ہم قطعی سفر نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ پانی بھی لے کر نہیں آئیں گے۔ سو جس وقت ابوخراش نے مہمان افراد کی کیفیت ملاحظہ کی تو خود ہی رسی اور مشک لئے کنویں کی جانب گئے تا کہ مہمان افراد کے لئے پانی لے کر آئیں۔ پانی لے کر واپس آتے ہوئے ایک سانپ نے آپ کو کاٹ لیا۔ بہر حال ابوخراش تیزی سے اپنی رہائش گاہ میں آئے اور مہمان افراد کو پانی دیا اور بولے کہ بکری نحر کرو اور تناول کرو اور سانپ کے کاٹنے کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔ سو ان افراد نے جو مہمان تھے بکری کو نحر کر کے پکا لیا اور خوب پیٹ بھر کر تناول کیا حتیٰ کہ سویرا ہو گئی اور سویرے تک ابوخراش کا انتقال ہو چکا تھا۔ مہمان افراد تدفین وغیرہ میں شرکت کر کے واپس لوٹ گئے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابوخراش کی موت کا علم ہوا اور یہ کہ ان کا انتقال یمن کے افراد کی بناء پر ہوا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے حد طیش آیا اور انہوں نے فرمایا کہ اگر مہمان نوازی کرنا سنت نہ ہوا کرتا تو میں یہ فرمان نافذ کر دیتا کہ آج کے بعد کسی یمن کے شخص کو مہمان نہ بنایا جائے اور اس فرمان کو سارے اسلامی ملکوں میں بھیج دیتا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے یمن کے عامل کو ایک تحریر ارسال کی جس پر درج تھا کہ جس وقت یہ حجاج حج کر کے واپس لوٹیں تو ان سب سے ابوخراش کی وفات کا جرمانہ لیا جائے اور ادب سے انہیں سزا بھی دی جائے۔

ایک انوکھا قصہ: ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عماد الدولہ ابوالحسن علی بن بویہ کے سوانح حیات میں بیان کیا ہے کہ ان کے باپ مچھلی کے شکاری ہوا کرتے تھے اور یہی ان کا معاشی وسیلہ تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے سب سے بڑے عماد الدولہ پھر رکن الدولہ اور پھر سب سے چھوٹے معز الدولہ تھے۔ یہ تینوں ہی شہنشاہ بن چکے ہیں اور عماد الدولہ ان دونوں کی شہرت اور خوشحالی کا باعث بنے۔ عماد الدولہ کی حکومت میں عراق' عرب و عجم' اہواز اور فارس وغیرہ کا شمار ہے۔ عماد الدولہ کے ہمراہ ایک انوکھا قصہ پیش آیا کہ جس وقت شیراز پر ان کی حکومت ہوئی تو ان کے رفیق ان کے پاس اکٹھے ہو کر مال کا مطالبہ کرنے لگے۔

ان دنوں عماد الدولہ کے پاس اتنی دولت نہیں موجود تھی کہ انہیں دے کر رضامند کر لیتے سو اسی پریشانی کی بناء پر عماد الدولہ کا حوصلہ کمزور ہو گیا سو وہ پریشانی میں ہی اٹھے اور دوسرے کمرے میں جا کر کوئی حکمت عملی سوچنے لگے مگر جس وقت کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا تو دوبارہ ان رفقاء میں لوٹ آئے۔ سو ایسے ہی کئی روز گزر گئے اور رفیقوں کا دولت کا مطالبہ جاری رہا۔ عماد الدولہ اپنے کمرے میں آ کر غور و فکر کرنے لگے۔ چند لمحوں کے بعد یکا یک عماد الدولہ کو ایک سانپ دکھائی دیا جو کمرے کی چھت کے ایک

سوراخ سے نکل کر دوسرے میں چلا گیا۔ عمادالدولہ ڈر گئے کہ کہیں یہ سانپ میرے اوپر ہی نہ گر جائے۔ اس نے فراشوں کو طلب کر کے سیڑھی لانے اور سانپ کو تلاش کرنے کا فرمان دیا۔ جس وقت فراشوں نے کھوج لگائی تو علم ہوا کہ اس چھت اور اس سے جڑی دوسری چھت کے وسط میں ایک کھڑکی موجود ہے۔ بہر حال عمادالدولہ نے اس کھڑکی کو کھول دینے کا فرمان صادر کیا۔ سو جس وقت کھڑکی کھلی تو اس میں صندوق پڑے ہوئے تھے۔ عمادالدولہ نے فرمان دیا کہ ان صندوقوں کو کھول دو۔ سو جس وقت صندوق کھولے گئے تو ان میں سے پانچ لاکھ دینار نکلے جو عمادالدولہ کے آگے رکھے گئے۔ عمادالدولہ کو بے پناہ مسرت کا احساس ہوا اور انہوں نے یہ رقم ان رفیقوں میں بانٹ دی جو دولت کا تقاضا کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ ان صندوقوں میں سے بہت زیادہ تعداد میں اعلیٰ کپڑوں کے تھان بھی نکلے۔ عمادالدولہ نے ان کپڑوں سے لباس تیار کروانے کے لئے ایک بہترین درزی کو ڈھونڈا۔ عوام نے کہا کہ جو درزی پہلے شہنشاہ کے ملبوس تیار کرتا تھا وہی سب سے بہترین درزی ہے۔ اس درزی کو عمادالدولہ نے طلب کیا جو کہ اسی شہر میں رہائش پذیر تھا اور کانوں سے بہرہ تھا اور اس کے پاس پہلے شہنشاہ کی کوئی امانت بھی تھی۔ سو عمادالدولہ کے طلب کرنے پر درزی کو یہ محسوس ہوا کہ شاید کسی نے عمادالدولہ سے چغلی کر دی ہے اور اس کو پہلے شہنشاہ کی امانت کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ جس وقت درزی عمادالدولہ کے پاس پیش ہوا تو عمادالدولہ نے درزی کو کپڑے کا ناپ لینے کا فرمان دیا۔ بہرہ ہونے کی بناء پر درزی کو شہنشاہ کی بات سمجھ میں نہ آئی اور وہ فوری طور پر بولا کہ بخدا' میرے پاس بارہ صندوقچوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور مجھ کو یہ بھی علم نہیں کہ ان میں کیا رکھا ہے۔ عمادالدولہ کو اس درزی کے جواب میں حیرانگی ہوئی اور اس نے اپنے کچھ افراد کو درزی کے ہمراہ بھیجا کہ وہ صندوق اٹھا کر لے آئیں۔ جس وقت وہ بارہ صندوق عمادالدولہ کے سامنے لائے گئے تو انہوں نے ان کو کھولنے کا فرمان دیا۔ جس وقت یہ صندوق کھلے تو ان میں مختلف طرز کے نایاب کپڑے موجود تھے۔ یہ عمادالدولہ کی سعادت مندی کی نشانی ہے۔ عمادالدولہ کا انتقال 338ھ میں ہوا۔

شرعی حکم: سانپ نقصان کی بناء پر حرام ہے۔ ایسے ہی وہ تریاق جس کو سانپ کے گوشت سے بنایا جاتا ہے اس کا تناول کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مگر دریا میں رہنے والی مچھلی جو سانپ سے مشابہت رکھتی ہے وہ جائز اور حلال ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور حضور سرکار مدینہ' راحت قلب وسینہ' فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کو ہلاک کرنے کا جو فرمان دیا ہے وہ استحباب پر دیا گیا ہوگا۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سانپ کا ذکر: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ کے مقام پر ایک غار میں نشست فرما تھے کہ حضور جان کائنات' فخر موجودات' صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لمحے وحی کے ذریعے سورہ مرسلات کا نزول ہوا۔ ہم حضور شہنشاہِ مدینہ' قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے اس سورۃ کو شوق سے سماعت کر رہے تھے کہ یکا یک ایک سانپ ظاہر ہوا۔ حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اس سانپ کو ہلاک کر دو۔ سو ہم اس کی جانب بھاگے تا کہ اس کو ہم ہلاک کر دیں مگر وہ ہم سے بچ کر بھاگ گیا۔ حضور شافع محشر'

سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ عزوجل نے اس کو تم لوگوں کے شر سے محفوظ کر دیا ہے جس طرح کہ تم سب کو اس کے شر سے امان میں رکھا تھا۔'' (رواہ البخاری و مسلم ونسائی)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت سے ہماری ان سانپوں سے دشمنی ہوئی ہے ہم ان سے حفاظت میں نہیں رہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جو سانپ کو ہلاک نہ کرے بلکہ زندہ جانے دے وہ ہمارے میں سے نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ''جس فرد نے سانپ کو اس خوف سے ہلاک کئے بناء ہی چھوڑ دیا کہ وہ ہم سے انتقام لے گا تو اس فرد پر اللہ عزوجل اس کے ملائکہ اور سارے افراد کی لعنت ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''حضور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ فیض گنجینہ صاحب معطر ومعنبر پسینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ سانپ بچھو چوہا اور کوا فسق والے مطلب اللہ پاک کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔'' (رواہ البیہقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''حضور سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سانپ کو ہلاک کیا تو گویا کہ اس نے ایک شرک کرنے والے فرد کو ہلاک کر دیا اور جس نے سانپ کو اس ڈر سے نہ مارا کہ وہ ہم سے انتقام لے گا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (رواہ الامام احمد فی مسندہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سانپ مسوخ ہیں جس طرح کہ بنی اسرائیل کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے تھے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ مکانوں میں نکلنے والے سانپوں پر نظر پڑتے ہی ہلاک نہ کیا جائے بلکہ تین روز تک انہیں متنبہ کیا جائے اس لئے کہ حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ مدینہ منورہ میں چند جن (Jinn) تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جس وقت تم کو مکان میں سانپ دکھائی دے تو اس کو تین روز تک کا وقت دو۔ اکثر علماء کرام نے اس حدیث پاک کو محض مدینہ منورہ کے لئے قرار دیا ہے مگر علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ فرمان عام ہے اور تمام شہروں میں اس پر عملدر آمد کیا جا سکتا ہے۔

ہشام بن زہرہ کے مولیٰ ابوسائب سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ میں گیا۔ مجھے دکھائی دیا کہ وہ نماز ادا کر رہے ہیں سو میں بیٹھ گیا اور ان کو نماز سے فراغت ملنے کا منتظر رہا میں نے محسوس کیا کہ گھر کے کونے میں پڑی چارپائی کے نیچے کچھ سرسراہٹ ہوئی ہے میں نے ادھر دھیان دیا تو ادھر ایک سانپ موجود تھا۔ بہر حال میں اٹھ گیا تا کہ اس کو ہلاک کر دوں لہٰذا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز کی کیفیت میں ہی انگلی سے اشارہ کر کے مجھے روک دیا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر جس وقت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مکان کے ایک کمرے کی

جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس رہائش گاہ کو دیکھا ہے‘ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس رہائش گاہ میں ایک بالغ جو ابھی نیا نیا شادی شدہ تھا سکونت پذیر تھا۔ ہم حضور شہنشاہ مدینہ‘ قرارِ قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خندق میں شامل ہوئے تو وہ بالغ بھی ہم لوگوں کے ہمراہ تھا۔ وہ بالغ دوپہر کے اوقات میں حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد قرار‘ بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری لے کر اپنے گھر چلا جاتا اور پھر واپس آ جاتا۔ ایک روز اس بالغ نے حضور شافع محشر‘ سراج منیر‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری مانگی تو حضور سرورِ عالم‘ رحمت عالم‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جس وقت جاؤ تو اپنے ہمراہ کوئی ہتھیار بھی لے کر جانا اس لئے کہ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں بنی قریظہ تم کو ضرر نہ پہنچا دیں۔ اس بالغ نے اپنا نیزہ اٹھایا اس کے بعد وہ اپنے اہل و عیال کی جانب چل پڑا۔ اسے دکھائی دیا کہ اس کی زوجہ دروازے پر کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر اسے غصہ آیا اور اس نے زوجہ کو قتل کرنے کے لئے نیزہ کو سیدھا کیا‘ اس کی زوجہ کہنے لگی کہ اپنے نیزہ کو رکھو اور رہائش گاہ کے اندر جا کر دیکھو کہ میرے باہر آنے کا کیا سبب ہے۔ پس وہ رہائش گاہ میں گیا تو دکھائی دیا کہ ایک بہت بڑا سانپ پلنگ پر کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا ہے۔ بالغ نے سانپ پر نیزہ سے وار کیا‘ سانپ نے بھی بالغ کو کاٹ لیا جس سے اس کا انتقال ہو گیا۔ سانپ بھی مر گیا مگر یہ علم نہ ہو سکا کہ پہلے کون مرا؟ سانپ یا بالغ۔

روایت کرنے والے نے کہا ہے کہ ہم نے حضور سرکار مدینہ‘ راحت قلب و سینہ‘ فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحے سے آگاہ کیا اور گزارش کی کہ آپ حضور سراج السالکین‘ رحمۃ اللعالمین‘ سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم اس بالغ کو حیات بخش دیں۔ حضور جان کائنات‘ فخر موجودات‘ صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان دیا کہ اپنے رفیق کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اس کے بعد حضور شہنشاہِ مدینہ‘ قرارِ قلب و سینہ‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ مدینہ منورہ کے چند جنات ہیں جو کہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ جس وقت تمہیں رہائش گاہ میں کوئی سانپ دکھائی دے تو اس کو ہلاک کرنے سے قبل تین روز تک متنبہ کرو۔ اگر پھر وہ تم لوگوں کے آگے آئے تو اس کو ہلاک کر دو اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ (رواہ مسلم‘ رواہ الامام مالک فی الموطا)

علماء کرام کی اس کے متعلق مخالفت ہے کہ سانپ کو تین دفعہ متنبہ کرنا ہے یا پھر تین روز تک متنبہ کرنا ہے۔ جمہور علما کے مطابق زیادہ درست قول یہی ہے کہ تین روز تک سانپ کو متنبہ کیا جائے اس کے برعکس اس کو ہلاک کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ سانپ کو متنبہ کرنے کے لئے ان الفاظ کی ادائیگی کریں:

”انشد کن بالعهد الذی اخذه علیکن نوح وسلیمان علیهما السلام ان لاتبدو ولا توذوننا۔“

(میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمہارے سے لیا تھا کہ تم ہمارے آگے نہ آؤ اور نہ ہی ہم کو تکلیف دو)۔

”اسد الغابۃ“ عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ سے مروی ہے کہ عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار‘ سرکار ابد

قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس وقت تم کو مکان میں سانپ نظر آئے تو اس سے بولو کہ ہم تم کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیا ہوا عہد ذہن نشین کرواتے ہیں کہ تم ہم کو ضرر نہ دو۔ سو اگر وہ پھر سے دکھائی دے تو اس کو ہلاک کر دو۔ (رواہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ)

حافظ ابو عمر عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر بن نافع بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کی ولادت حضور شافع محشر سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہوئی اور یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خالہ کے فرزند ہیں۔ جس وقت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے افریقہ میں فتح کے جھنڈے گاڑے تو آپ رضی اللہ عنہ ''قیروان'' نام کے مقام (جدھر سانپ بکثرت تھے) پر کھڑے ہوئے اور اونچی آواز میں منادی کی کہ اے وادی والو ہم انشاء اللہ ادھر ٹھہریں گے اس لئے اس مقام کو چھوڑ دو اور یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ روایت کرنے والے کا کہنا ہے کہ ہم کو نظر آیا کہ ہر چٹان اور شجر کی جڑ سے سانپ نکلے اور اس وادی کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے۔ سو جس وقت مکمل وادی سانپوں سے فارغ ہوگئی تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی افراد کو فرمان دیا کہ اب ذکر الٰہی کر کے ادھر ٹھہرو۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات (جن کی دعا قبول ہوتی ہے) تھے۔ علماء احناف کے مطابق سفید سانپ کو ہلاک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اس لئے کہ یہ جن (Jinn) ہوا کرتا ہے۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سارے سانپوں کو ہلاک کرنے میں کوئی ضرر نہیں ہے مگر زیادہ برتر یہی ہے کہ ہلاک کرنے سے قبل ان کو متنبہ کیا جائے۔

ایک مجرب طریقہ: علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اکثر مشائخ کی بدولت مجھ کو اس آزمودہ طریقے سے آگاہی ہوئی ہے کہ ایک پرچے کے چار پرزوں پر درج ذیل الفاظ کو تحریر کر کے مکان کے چاروں کونوں میں ایک ایک پرچے پر تحریر کر دیں۔ اس طریقہ سے سانپ دوڑ جائیں گے اور کوئی بھی سانپ مکان میں نہیں آپائے گا۔ انشاء اللہ وہ الفاظ یہ ہیں:

۱۱۱۱۶۱۱۱۸ ۷ ا رح ۵ ۵ ۷ ۱۱ ۵ ۱ ا و و ے و و ا ۵ ر و ا ا م ا ا ح ا ا ا ا ح ط ۵ ھ ۸

ایک فقہی معاملہ: ''کتاب الاحیاء'' میں بیان ہے کہ جس وقت کوئی شخص سفر یا حضر میں موزہ پہننے لگے تو اس کے لئے ثواب کا باعث ہے کہ پہننے سے قبل اسے جھاڑ لے اس لئے کہ سانپ اور بچھو کے ڈسنے کے اندیشے سے حفاظت میں رہے۔ اس معاملے کا استدلال ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جس کا ذکر انشاء اللہ ''باب الغین'' میں ''لفظ غراب'' کے زیر موضوع ہوگا۔

فتاویٰ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ میں اس معاملے کا جواب اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اگر کوئی سپیرا سانپ کو پکڑ لے جس طرح کہ ان کی خصلت ہے اور سانپ اس سپیرے کو کاٹ لے جس بناء پر سپیرے کا انتقال ہو جائے تو اس شکل میں سپیرا مجرم ہوگا کہ نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سپیرے سانپ کو اس عزم سے پکڑے کہ عوام اس کے فن پر بھروسا کریں گے اور وہ اس کام میں ماہر بھی ہو تو یقیناً وہ سانپ سے حفظ و امان میں رہے گا، لیکن اس کے برعکس اگر سانپ کے کاٹنے کی بناء پر وہ فوت ہو جائے تو سپیرے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر کوئی سانپ سپیرے سے بھاگ کر کسی فرد کو ضرر پہنچائے تو اس صورت میں سپیرے سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (فتاویٰ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''زہد'' میں تحریر کیا ہے کہ ایک سپیرے کے پاس کچھ سانپ تھے وہ یمن میں کسی کے گھر مہمان گیا۔ بوقت شب ایک سانپ پٹاری سے باہر آ گیا اور اس نے گھر والوں میں سے کسی ایک کو کاٹ لیا جس سے اس کا انتقال ہو گیا۔ یمن کے حکمران نے اس سانحے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو رقعہ تحریر کر کے آگاہ کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سپیرے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے لیکن سپیروں کو سرزنش کر دی جائے کہ اگر وہ کسی دوسرے کے گھر قیام کریں تو گھر والوں کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ اس کے ہمراہ سانپ بھی ہیں۔ (رواہ الامام احمد فی الزہد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت سے میرے عمامہ کا شملہ گرفت میں لے کر فرمایا اے عمران! بلاشبہ اللہ عزوجل فی سبیل اللہ دولت صرف کرنے والے کو محبوب رکھتا ہے اور کنجوسی کرنے والے سے عداوت رکھتا ہے۔ تم تناول بھی کرو اور کرواؤ بھی اور جو تم نے راہ خدا میں خرچ نہ کیا تو اللہ عزوجل روزی کے در بند کر دے گا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بلاشبہ اللہ پاک کو عقلمندی پر منحصر اقدامات بے حد اچھے لگتے ہیں اور جس وقت آفات گھیراؤ کر لیں تو دانائی کی رہبری خدا پاک کو پیاری ہے اور فیاضی بھی اللہ پاک کو بہت مرغوب ہے ہر چند کہ کھجوروں کی ادائیگی ہی کی جائے اور بہادری بھی اللہ پاک کو بہت پیاری ہے خواہ ایک سانپ کو ہی ہلاک کیا جائے۔

(کتاب الاربعین علی مذہب المحققین من الصوفیۃ)

ضرب الامثال: عرب کے لوگ تندی و تیزی کی مثل دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ: ''فلان اسمع من حیۃ و اعدی من حیۃ'' کلمہ اعدیٰ وعدو سے اخذ ہوا ہے جس کے مفہوم بھاگنے کے ہیں اس لئے کہ جس وقت سانپ کو خطرے کا احساس ہوا کرتا ہے تو وہ بے حد تیزی سے اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس مثل کا استعمال ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ''ایمان مدینہ منورہ میں سکڑ کر رہ جائے گا جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں سکڑ جایا کرتا ہے۔'' (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اسلام کا آغاز انجان ماحول میں ہوا اور بہت جلد یہ دوبارہ انجان ہو جائے گا جس طرح کہ اس کا آغاز ہوا تھا۔ سو غربا (مطلب انجان افراد) کے لئے بشارت ہے۔ (رواہ الترمذی)

حدیث پاک میں مسجدین کا مفہوم مسجد حرام اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ''بارز'' کا اطلاق ملنے کے مفہوم میں ہے۔ اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ آخری دور میں مسلمان کا ایمان اور اس کی حضور سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و یگانگت اس کو مدینہ منورہ کی جانب لے آئے گی اور اس کا مفہوم یہ بھی نکل سکتا ہے کہ مدینہ منورہ دجال کے فتنہ سے حفظ و امان میں رہے گا اور اسلام مدینہ منورہ میں شان و شوکت سے باقی ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے افراد کا حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجحان مراد ہو اور یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ دین کا علم اس دور میں محض مدینہ منورہ کے علماء کرام سے ہی حاصل کیا جائے گا۔ بہت

جلد''باب المیم ''میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث بیان ہوگی۔ انشاء اللہ۔

حضرت شہنشاہ مدینہ' قرار قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بہت جلد وہ دور آنے والا ہے کہ انسان علم کے حصول کے لئے بہت دور کا سفر کریں گے مگر مدینہ کے عالم کے علاوہ ان کو اور کوئی عالم دستیاب نہ ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

عرب افراد کسی شے کے مکروہ ہونے کو بتانے کے لئے کہا کرتے ہیں:

''من ریح السذاب الی الحیات''۔ (گندھک کی بو سانپ کو بری لگتی ہے)

جس وقت کسی لاغر کا قوت مند سے مقابلہ ہو تو عرب افراد ایسے کہا کرتے ہیں۔ ''الحیۃ من الحیۃ'' اور کبھی ایسے بھی بولتے ہیں کہ: ''الحیوت من الحیۃ''۔

خواص: سانپ کے حسب ذیل طبی فوائد ہیں۔ عیسیٰ بن علی نے کہا ہے کہ اگر حیات سانپ کے دانت نکال کر کسی اس طرح کے فرد کے گلے میں آویزاں کریں جو چوتھیا بخار کا مریض ہو تو حکم الٰہی سے اس کو صحت یابی ملے گی۔ اس کے علاوہ اگر دانت کی تکلیف کے لئے سانپ کے دانت کو گلے میں باندھ لیں تو بہت فائدہ مند ہے۔ سانپ کا گوشت حواس کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کے گوشت کا شوربہ نظر تیز کرتا ہے۔ سانپ کا گوشت ٹھوس اور حرارت والا ہوتا ہے اور لہو کی صفائی کرتا ہے اور کئی امراض کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر سانپ کی کھال کو اون کے کپڑوں کے ہمراہ رکھ دیں تو یہ کپڑے خراب نہیں ہوں گے اور کیڑوں سے بچے رہیں گے۔ اس کے علاوہ اگر سانپ کی چمڑی کو جلانے کے بعد زیتون کے تیل میں ڈال کر تکلیف میں مبتلا دانت یا داڑھ پر لگائیں تو فوری طور پر آرام محسوس ہوگا۔ ایسے ہی سانپ کی چمڑی کو پیس کر سرکے میں ڈال کر گنج پن والے شخص کے سر پر لگائیں تو تازے اور اچھے بال نکل آئیں گے۔ سانپ کی چمڑی اور بھنے ہوئے باز کے دھویں سے بواسیر کے مرض میں افاقہ ہوتا ہے۔ سانپ کے انڈے کو پیس لیں اور سرکہ میں ڈال کر اس طرح کے فرد کو لگائیں جو نئے نئے برص کی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کا یہ مرض دور ہو جائے گا۔ اگر تین کھجوروں کے ساتھ سانپ کی کھال اس طرح کے فرد کو تناول کرائیں جسے پھوڑے پھنسیاں نکلتے ہوں تو اللہ کے حکم سے وہ صحت یاب ہو جائے گا اور جو صحت مند فرد تناول کر لے تو وہ اس بیماری سے بچا رہے گا۔ اگر سانپ کا قلب چوتھیا بخار میں مبتلا شخص کی گردن میں ڈالیں تو اس کو افاقہ ہوگا۔

نفع: ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک ضعیف شخص حضور مکی مدنی سرکار' سرکار ابد قرار' بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ اس کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو کر ان میں سفیدی چھا گئی تھی۔ حضور شافع محشر' سراج منیر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ اس ضعیف شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ میرا پیر انجانے میں ایک سانپ کے انڈے پر پڑ گیا جس کی بنا پر میری آنکھوں کی روشنی چلی گئی۔ حضور سرور عالم' رحمت عالم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضعیف کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا تو اس کی آنکھوں کا نور واپس آ گیا اور نظر میں اتنا اضافہ ہوا کہ 80 برس کی حیات میں جس وقت کہ اس کی آنکھوں میں سفیدی اتر چکی تھی وہ ضعیف سوئی میں دھاگہ بھی خود ڈالنے لگا تھا۔

خواب کی تعبیر: خواب میں سانپ کے نظر آنے کو کئی باتوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر عداوت، مال، حیات، سیلاب، خاتون اور بچے وغیرہ۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ سانپ سے جھگڑا کر رہا ہے اور سانپ اس کو کاٹنے کا خواہاں ہے تو اس کو عداوت رکھنے والے حریف سے تعبیر کیا جائے گا۔ جس طرح کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اِهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ"

(تم اترو اس سے مطلب بہشت سے سارے کے سارے اور تم میں سے اکثر اکثر کے حریف ہیں)

اگر کسی شخص کو خواب میں نظر آئے کہ اس نے سانپ کو گرفت میں لے لیا ہے اور ایسے سانپ پر غلبہ مل گیا ہے اور جیسے وہ چاہے سانپ کو عاجز کر دیتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو مال اور فلاح و کامیابی عطا ہوگی اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کی مدد سے فرعون کو ہرا دیا تھا۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ اس کے دہن سے سانپ نکل رہا ہے اور جسے خواب نظر آیا اگر وہ بیمار ہے تو اسے اس فرد کے انتقال سے تعبیر کیا جائے گا اس لئے کہ "حیة" سانپ اور "حیات" (زندگی) ایک ہی مادہ سے ہیں اور اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ سانپ اشجار اور فصلوں میں گھوم رہے ہیں تو اس فرد کی زوجہ کا انتقال ہو جائے گا۔

اگر کسی فرد کو خواب میں اپنی حاملہ زوجہ سانپ کو جنم دیتے ہوئے دکھائی دے تو اسے نافرمان اولاد سے تعبیر کیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی کو خواب میں مرا ہوا سانپ نظر آئے تو اس سے مراد یہ ہے کہ خدا پاک نے اس کو عداوت رکھنے والے حریف سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ اگر کسی فرد کو خواب میں نظر آئے کہ سانپ نے اسے کاٹ لیا ہے اور کاٹنے والا مقام سوج چکا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ بہت جلد اس کو دولت ملنے والی ہے۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ سانپ کا گوشت تناول کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اسے اپنے حریف کی دولت پر قبضہ ملے گا اور اگر اسے دکھائی دیا کہ وہ سانپ کا کچا گوشت تناول کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا حریف غائب ہو جائے گا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ اس کے چھت پر سے کوئی سانپ گر گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کے اہل و عیال میں سے کوئی عزت دار فرد وفات پائے گا۔

اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس نے سانپ کو نگلا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بہت جلد اس کو حکومت ملے گی۔ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ وہ سانپوں کے ساتھ ہے مگر سانپوں نے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچایا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ اپنے عداوت رکھنے والے حریف سے حفاظت میں رہے گا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ سانپ اس کی رہائش گاہ سے غائب ہو گیا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کی رہائش گاہ میں بیماری کی بناء پر کئی افراد کا انتقال ہو جائے گا اس لئے کہ سانپ سے مراد حیات ہوا کرتی ہے۔ اگر قیدی کو خواب میں نظر آئے کہ وہ سانپوں کے درمیان ہے مگر انہوں نے اسے کوئی ضرر نہیں دیا تو اسے اس قیدی کی آزادی سے تعبیر کیا جائے گا۔

اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ کسی راہ میں سانپ اپنی پھنکاروں سے افراد کو روکے جا رہے ہیں تو اس کو شہنشاہ کے ظلم و ستم سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ سانپ سے بات چیت کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کو خوشیاں ملیں گی۔ خواب میں اگر کالا سانپ نظر آئے تو اس سے مراد قوت مند حریف ہوا کرتا ہے۔ اگر خواب میں دکھائی دے کہ

اس نے کالے سانپ کو اپنی حراست میں لے لیا ہے تو اسے اس بات سے تعبیر کیا جائے گا کہ اس فرد کو ولایت اور سلطنت کا حصول ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر سفید سانپ خواب میں دکھائی دے تو اسے کمزور حریف سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر کسی کو خواب میں اژدھا دکھائی دے تو اسے گھر والوں اور زوجہ کی دشمنی سے تعبیر کیا جائے گا اور اکثر اژدھے کو حسد میں مبتلا ہمسائے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ''اصلہ'' سانپ کا خواب میں نظر آنا حسب ونسب والی خاتون کی علامت ہے۔

ایسے ہی ''شجاع'' سانپ کے خواب میں نظر آنے کو بے جا اسراف کرنے والی خاتون اور بدنصیب لڑکے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''افعی'' سانپ کا خواب میں آنا دولت مند قوم کی علامت ہے اور گھریلو سانپ کا خواب میں دکھائی دینا زہر کی زیادتی کی بناء پر راہزنی کی علامت ہوا کرتا ہے اور آبی سانپ کو مال و دولت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ اس کے شکم میں سانپ ہے تو اس کو خاندانی عداوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الحیوت

''الحیوت'' یہ نر سانپ کہلاتا ہے اور ''سفود'' کے وزن پر ہے۔

الحیدوان

''الحیدوان'' قمری کو کہتے ہیں۔ بہت جلد ''باب الواؤ'' میں اس کا مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

الحیقطان

''الحیقطان'' (قاف پر پیش ہے) یہ مرغ کو کہا جاتا ہے۔

الحیوان

''الحیوان'' ہر وہ شے ہے جس میں حیات اور حرکت کا وجود ہو۔ حیوان بہشت کے آب کا اسم بھی ہے جس طرح کہ ابن سیدہ نے فرمایا ہے اس کے علاوہ چوتھے فلک پر موجود ایک کا نام بھی حیوان ہے اور ہر دن ایک فرشتہ اس نہر میں غوطہ زنی کرتا ہے اور اس کے بعد نہر سے باہر آ کر اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے اور ایسا کرنے سے ستر ہزار پانی کی بوندیں گرتی ہیں اور اللہ عزوجل پانی کی ہر بوند سے ایک فرشتہ کی ولادت فرماتا ہے۔ اس کے بعد ان ملائکہ کو فرمان دیا جاتا ہے کہ بیت المامور کا طواف کرو۔ جس وقت وہ ایک دفعہ بیت المامور کا طواف کر لیا کرتے ہیں تو اس کے بعد دوبارہ ان کا نمبر نہیں آتا۔ اس کے بعد وہ فلک وارض کے مابین کے مقیم ہوتے ہیں اور تا قیامت اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ایک عالم شیطان ایک ہزار عبادت گزاروں سے بھاری ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

امام زمخشری نے اللہ پاک کے فرمان "اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ" کی تفصیل میں بیان کیا ہے کہ اخروی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور (اخروی زندگی میں) وفات نام کی کوئی شے نہیں ہوگی۔ "حیوان" "حیی" کا مصدر ہے اور اس کی حقیقت "حییان" ہے۔ یاء ثانی کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے جس طرح عرب میں اکثر افراد کا اسم "حیوۃ" تھا۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے ہر وہ شے جس میں زندگی پائی جاتی ہے حیوان کہلاتی ہے۔ سو کلمہ حیوان میں لفظ حیات کے مقابلہ میں مفہوم کی کثرت موجود ہے جو اس کے وزن "فعلان" کی صفت ہے۔ حیات کے مفہوم حرکت کے ہوا کرتے ہیں اور موت کا مفہوم سکون کہلاتا ہے۔ "فعلان" کا وزن مفہوم میں کثرت پیدا کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "حیوۃ" اور "حیوان" کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام سیبویہ کے نزدیک حیوان مصدر ہے جس طرح کہ "هیمان" وغیرہ اور آیت پاک کا مفہوم یہ ہے کہ اخروی حیات میں موت کا وجود نہیں ہوگا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ ہی فرمان ہے اور یہ ہی بات سب سے افضل ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق "حیوان" کی حقیقت "حییان" تھی۔ اجتماع یا ثقل کی وجہ سے ایک یاء کو واؤ میں تبدیل کیا گیا ہے' امام جاحظ کا کہنا ہے کہ حیوان کی چار اقسام ہوا کرتی ہیں۔ 1۔ ارض پر چلنے والے' 2۔ پرواز کرنے والے' 3۔ تیرنے والے' 4۔ گھسٹنے والے۔

لہٰذا ہر وہ حیوان جو پرواز کرتا ہے اس کو چلنے پر بھی قدرت ہوتی ہے مگر جو حیوان چل سکتا ہے وہ پرواز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ چلنے والے حیوانات کی تین قسمیں ہیں۔ 1۔ بشر' 2۔ چوپائے' 3۔ درندے سو پرواز کرنے والے پرندے چار قسم کے ہوا کرتے ہیں۔

1۔ گوشت کھانے والے' 2۔ ارض پر چلنے والے' 3۔ زمینی کیڑے' 4۔ چھوٹے طبقہ کے پرندے۔

پرواز کرنے والے پرندوں کی اول طرز (گوشت تناول کرنے والے) میں شکار کرنے والے پرندے مثال کے طور پر باز' شاہین' چیل' کوا اور گدھ وغیرہ کا شمار ہوا کرتا ہے اور دوئم طرز میں کبوتر اور فاختہ وغیرہ کا شمار ہوتا ہے اور سوئم طرز میں بھڑ' مکھیاں' شہد کی مکھیاں' ٹڈیاں وغیرہ شمار ہوتی ہیں اور چوتھی طرز میں چیونٹے' چیونٹیاں اور دیمک وغیرہ کا شمار ہوتا ہے جو بارش کے موسم میں پر نکال کر پرواز کیا کرتے ہیں۔ سوئم اور چہارم طرز کے جانور ہر چند کہ پرواز کرنے والے ہیں مگر ان کا شمول پرندوں میں نہیں ہوا کرتا اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ہر وہ حیوان جس کے بازو مطلب پر پائے جاتے ہوں وہ "طائر" کہلاتا ہو مثال کے طور پر ملائکہ اور جن وغیرہ ان کے بازو (پر) ہوا کرتے ہیں مگر یہ "طیور" نہیں ہوتے جبکہ یہ اپنے بازوؤں کی مدد سے پرواز بھی کرتے ہیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اللہ پاک کے فرمان سے بہشت کے گلشن میں پرواز کرتے رہتے ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ کا شمول پرندوں میں نہیں بلکہ بشر میں ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیوان کا ذکر: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سراج السالکین' رحمۃ اللعالمین' سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ عزوجل نے اس فرد پر لعنت فرما دی ہے جو کسی حیوان کا ناک کاٹے یا کان کاٹے (مثلہ کرے)۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ایک روایت میں بیان ہے کہ اللہ پاک کی لعنت ہے اس فرد پر جو کسی زندہ شے پر نشانہ بازی کرے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور جانِ کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حیوان کے ہاتھوں اور پاؤں کو جکڑ کر اس پر تیراندازی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

علماء کرام نے حدیث میں بیان ''نہی'' سے تحریم کا مفہوم لیا ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں لعنت کے الفاظ پائے گئے ہیں اور یہ لعنت اس بناء پر ہوا کرتی ہے کہ اس عمل میں زندہ کو تکلیف دینا اس کی جان کو ختم کرنا اور اس کی قیمت کا ضیاع ہے۔ اگر وہ حیوان حلال ہے تو بھی ضیاع ہے اور جو حرام ہے تو اس کے منافع کو ضائع کرنا ہے۔

اختتام: شیخ تاج الدین عطاء اللہ اسکندری نے ''تصنیف التنویر فی اسقاط التدبیر'' میں بیان کیا ہے کہ باقی حیات وجودات کے برخلاف اللہ پاک نے حیوان (مطلب بشر) کو بطور خاص خوراک کا حاجت مند بنایا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنی خاصیات میں سے وہ خاصیات بشر کو نوازی ہیں کہ اگر اسے خوراک سے بے نیاز چھوڑا جاتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویدار ہو جاتا یا پھر خود میں ربوبیت کے وجود کا احساس کرنے لگتا۔ اللہ پاک نے (جو حکومت والا بھی ہے اور خبر رکھنے والا بھی) بشر کو کھانے، پینے، لباس اور دوسری حاجات کا حاجت مند بنایا ہے۔ اس لئے کہ یہ ساری ضروریات اس کے دعویٰ کو غلط قرار دیتی ہیں۔

شرعی حکم: حیوان کے بارے میں شرعی حکم درج ذیل ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حیوان میں خرید و فروخت جائز ہوا کرتی ہے اس لئے کہ یہ قیمت کی مناسبت سے خریدار کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ دیت اور عقد کے بارے میں بھی یہی احکامات ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں میں بیع سلم فرمائی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بیع سلم کو جائز قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس میں کراہیت بیان کی ہے اور یہ کہ جانور کے وصف بھی منضبط نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ برہان روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمان دیا کہ میں ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلہ لے لوں اور ادائیگی کا وقت بھی مقرر کر دوں۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک اونٹ جس کا اسم ''عصفور'' تھا بیس اونٹوں کے عوض ایک مخصوص عرصہ تک کے لئے بیچا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری کو چار اونٹ کے عوض مشروط کر کے بیچا کہ اونٹوں کا مالک ان چاروں اونٹوں کو زیدہ کے مقام میں انہیں (مطلب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو) دے گا۔ (رواہ البیہقی)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع محشر، سراج منیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو جانور کے بدلے بیچنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن صحیح بیان کرتے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے سننا بھی ثابت ہے جس طرح کہ علی بن مدینی بھی کہتے ہیں اور اس حدیث پاک پر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ جانور کے بدلے جانور بیچنا حلال نہیں ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اہل کوفہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ہر چند کہ اکثر علمائے کرام نے جانور کو جانور کے بدلے بیچنے بلکہ ادھار بیچنے کی چھوٹ دی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جانور کو جانور کے بدلے قرض کے طور پر بیچنے کی منظوری دی ہے۔

حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس شکل میں گمان کیا جائے گا جس وقت دونوں جانب قرض ہو مطلب یہ خرید و فروخت ادھار کے بدلے ادھار کے فرمان میں ہو جائے گی۔ حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت جانوروں کی اجناس میں اختلاف ہوگا تو جانور کے عوض جانور ادھار بیچنا درست ہے اور اگر جنس ایک جیسی ہو تو اس صورت میں بطور قرض بیچنا جائز نہیں ہے۔

''الاحیاء'' میں تذکرہ ہے کہ جانور کے عوض جانور بطور قرض خریدنا اور بیچنا کراہیت والا فعل ہے اس لئے کہ خریدار اچھا نہیں سمجھتا اس میں وفات کو جو اللہ کے حکم سے لازمی ہوگی۔ کہتے ہیں کہ جانور کو بیچو اور دوا اموات کو خریدلو۔

سارے حیوانات میں نقصان ہونے کی شکل میں تاوان قیمت کے وسیلے سے حاصل کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر کسی خادم میں کسی کا حصہ تھا اور اس نے اپنا حصہ رہا کر دیا اور وہ اتنی رقم بھی رکھتا ہے کہ جو خادم کی قیمت کے مساوی ہے تو اس کے بعد پھر قیمت لگائی جائے گی اور اس کے حصے میں آنے والی رقم لے کر باقی دوسرے حصہ دار کو ادا کی جائے گی اور یہ خادم محض پہلے رہا کرنے والے کی جانب سے رہا مانا جائے گا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خادم میں رہائی کی بدولت ہوئی خرابی کے ضمان میں قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ اگر مثل واجب کر دیا جائے تو ایک ہی جنس میں قیمت کے فرق اور مختلف ہونے کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ وعدہ پورا کرنے کے لئے قیمت ہی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق سارے اعضاء جانور میں اس عیب کی بناء پر جانور کی قیمت جتنی تھوڑی ہوگی اتنا ہی ضمان کی ادائیگی کرائی جائے گی اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مطابق اونٹ' گائے اور گھوڑے وغیرہ میں قیمت کا چوتھا حصہ واجب ہوگا۔

(بہت جلد ''باب الفاء'' میں انشاء اللہ لفظ ''فحل'' کے موضوع میں عروۃ البارقی کی حدیث پیش ہوگی جو ان کے ثبوت کا استدلال ہے)۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے گدھے اور خچر کی پونچھ کاٹنے کی شکل میں مکمل قیمت کو واجب فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ

وہ شے جسے ضرر دیا گیا ہے ضرر دینے والے کو دی جائے گی۔

خواص: 1۔ خصی جانور غیر خصی جانور کے مقابلے میں ٹھنڈک والا ہوا کرتا ہے اور موٹے اور چربی والے جانور اعلیٰ اور مزیدار ہوا کرتے ہیں مگر جلدی ہضم نہیں ہوتے اور اگر لاغر حیوان ہو تو اس کے گوشت کے اثرات اس کے الٹ ہیں مگر زیادہ جلدی ہضم ہو جایا کرتا ہے۔

2۔ حیوانات میں ساروں سے اعلیٰ گوشت بکری کی ٹانگ (ران) کا ہوا کرتا ہے اور یہ زود ہضم بھی ہوتا ہے مگر بکری کے گوشت سے معدے میں ڈھیلا پن ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس طرح کے پھل کا جوس نوش کیا جائے جو قابض ہوں۔

3۔ حیوانات میں ساروں سے مزیدار گوشت بالغ بھیڑ، کم عمر گائے اور خصی بکرے کا ہوا کرتا ہے۔

خواب کی تعبیر: اگر کسی کو خواب میں دکھائی دے کہ وہ کسی مویشی یا بندے سے بات چیت کر رہا ہے اور یہ بات چیت اس شخص کو سمجھ آ جائے تو اس کی تعبیر وہی دی جائے گی جو کچھ اس مویشی یا پرندے نے بات کی ہے اور اکثر اس کا یہ مفہوم بیان کیا جاتا ہے کہ خواب دیکھنے والے سے کوئی انوکھا فعل سرانجام ہوگا۔ سو اگر خواب میں مویشی یا پرندے کی بات چیت کا علم نہ ہو تو اسے خواب دیکھنے والے کی دولت کے ضائع ہونے سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جانور ماکول ہے اور زیادہ تر ایسے خواب کو نظر انداز کر دینا چاہئے کیونکہ یہ لغو ہوا کرتا ہے۔ سارے جانوروں کی کھال اگر خواب میں دکھائی دے تو اس کو وراثت کے حاصل ہونے یا گھر ملنے سے تعبیر کیا جائے گا اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے: "وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا" (اور ہم نے مویشیوں کی کھالوں کو تم لوگوں کے لئے رہائش گاہ بنا دیا)۔

جو کسی فرد کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے سمور (نیولے جیسا ایک حیوان) "سنجاب" (لومڑی کی مانند ایک حیوان) لومڑی، خرگوش اور چیتے کی کھال پہن لی ہے تو اس کو نعمت، زیادہ دولت اور اونچی شان سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر کسی بیمار کو خواب میں دکھائی دے کہ اس کی کھال کو اتارا جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ یا تو اس کا انتقال ہو جائے گا یا اس کو فقر اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سو خواب میں اونٹ کی کھال کا دکھائی دینا طبلہ کی علامت ہے اور ایسے ہی بھیڑ کی کھال، کتابت کی، بکری کی کھال فرش، گائے کی کھال، ڈول اور تسمہ، گدھے اور خچر کی کھال ڈول وغیرہ کی علامت ہے۔ ایسے ہی حیوانات کے بال اور اون وغیرہ کو مال و دولت اور لباس کا بغیر میراث کے میسر آنا ہے۔ ایسے ہی سینگ کے خواب میں دکھائی دینے کو ہتھیار، مال و دولت اور جاہ و جلال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو خواب میں ہاتھی کے دانت دکھائی دیں تو یہ شہنشاہ کے ترکہ کے ملنے کی علامت ہے۔ خواب میں جانوروں کے کھر دکھائی دینے کو خاوند اور زوجہ کے مابین سلوک اور دوڑ دھوپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جانوروں کے قدموں کو اکثر حریف کے گرد و نواح میں پھرا تو اکثر بیماری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی جانور کی دم کو خطرات کے ٹل جانے اور مددگاری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

جانوروں کی آوازوں کی مختلف تعبیر ہوا کرتی ہے۔ مثلاً خواب میں بکری کی آواز سماعت کرنا خاتون یا دوست کی جانب سے مہربانی یا کسی نیک شخص کی جانب سے نیکی کی جانب اشارہ ہوا کرتا ہے اور بکری کے طفل کی آواز کو خوشی اور سکون سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ گھوڑے کی آواز کو کسی نیک شخص کی وحشت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خواب میں گدھے کی آواز سماعت کرنا کسی احمق کی علامت ہے۔ ایسے ہی خچر کی آواز تنگی کا اشارہ ہے۔ بچھڑے، بیل اور گائے کی آواز کا سماعت ہونا کسی فساد میں مبتلا ہونے کی نشانی ہے۔ اونٹ کی آواز کو حج، جہاد یا لمبی مسافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خواب میں شیر کی چنگھاڑ سماعت کرنا کسی ظلم کرنے والے حکمران کے ڈر اور وحشت کا اشارہ ہے جو خواب دیکھنے والے فرد کو سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر کوئی ملازم جو چور ہو یا کوئی فسق و فجور کا عادی شخص خواب میں بلی کی آواز سماعت کرے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ بہت مقبول ہوگا۔ خواب میں چوہے کی آواز کو کسی راہزن یا چور کی طرف سے ضرر ملنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہرن کی آواز سماعت کرنا کسی نیک فطرت خاتون سے نفع ملنے کی علامت ہے۔ خواب میں کتے کی آواز سماعت کرنا کسی ظلم کے مرتکب ہونے والے کی شرمندگی کی علامت ہے۔ بھیڑیے کی آواز کو کسی ظالم کے ظلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لومڑی کی آواز اگر خواب میں سماعت ہو تو وہ کسی غلط بیان کرنے والے مرد یا خاتون کے مکر و فریب کی علامت ہے۔ گیدڑ کی آواز کو خواتین یا بے بس قیدیوں کے چیخنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواب میں خنزیر کی آواز سماعت کرنے کو کسی احمق حریف پر جیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چیتے کی آواز کو خواب میں سماعت کرنے والے کو کسی لالچی اور ناقابل بھروسہ شخص کے چیلنج کا مقابلہ درپیش ہوگا اور خواب دیکھنے والے کو اس پر غلبہ ملے گا۔ مینڈک کی آواز کو کسی حکمران یا عالم کے امور کی طرح کا کوئی عمل کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام اس کو بری باتوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ سانپ کی پھنکار کو اس طرح کے عداوت رکھنے والے سے تعبیر کیا جاتا ہے جو اپنی عداوت کو عیاں کرتا ہے اور سانپ کی آواز سماعت کرنے والے کو اپنے حریف پر غلبہ حاصل ہوگا۔ خواب میں اگر کوئی فرد دیکھے کہ سانپ نے اس سے کوئی اچھی بات کی ہے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ اس کے حریف کو ہار کا سامنا کرنا پڑے گا اور لوگ اس فعل سے تعجب کا شکار ہو جائیں گے۔

ام حبین

"ام حبین" یہ گرگٹ کی مانند ایک حیوان ہے۔ "ام حبین" اسم جنس خاص ہے۔ اکثر اس پر الف لام بھی داخل ہوا کرتا ہے مگر الف لام کے اطلاق سے یہ نکرہ نہیں ہوا کرتا۔

اس حیوان کا اسم "حبن" (پیٹ کا ورم) سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ "فلان بہ حبن" (کہ فلاں کے پیٹ پر ورم ہے) سو اس حیوان کا پیٹ بڑا ہوا کرتا ہے اسی بناء پر اس کو "ام حبین" کہتے ہیں۔ اس حیوان کی چھاتی کے سوا سارے جسم کے حصے گرگٹ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مادہ تثنیہ اور جمع وغیرہ کے لئے اس کا اطلاق ایسے ہوا کرتا ہے: "ھی انثی الحراجی وھماام حبین وھن امھات حبین" ابو منصور کا کہنا ہے کہ یہ جانور ہتھیلی کے جتنا بڑا اور گوہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ صاحب کفایہ نے کہا ہے کہ یہ حیوان گرگٹ کا مادہ ہے۔

ابن سکیت کا کہنا ہے کہ یہ حیوان چھپکلی سے زیادہ چوڑا ہوا کرتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان پایا جاتا ہے۔ ابوزید نے

کہا ہے کہ ''ام حبین'' کا مفہوم چور ہے۔ اس حیوان کے چار پیر ہوا کرتے ہیں اور یہ چھوٹے مینڈک کے جتنا بڑا ہوا کرتا ہے۔ شکار کرنے والے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ:

ام حبین انشری بردیك ان الامیر ناظر الیك

''اے ''ام حبین'' کیا ہم تیری چادر کو خرید یں کیونکہ امیر تیری جانب للچائی ہوئی نگاہوں سے تکتا ہے۔''

وضارب بسوطه جنبیك

''اور امیر بہت جلد تیرے پہلو میں کوڑوں سے وار کرے گا۔''

شکار کرنے والے یہ بول کر اس کا تعاقب کیا کرتے ہیں اور اس کو پکڑ لیا کرتے ہیں تو یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر پروں کو کھول دیتی ہے۔ اس کے پروں کی رنگت مٹیالی ہوا کرتی ہے۔ سو جس وقت شکار کرنے والے اس کا اور تعاقب کرتے ہیں تو یہ اپنے پروں کے نیچے والے عضو کو پھیلا دیا کرتی ہے۔ اس حیوان کے نیچے والے حصے کی ہم آہنگ لالی زردی اور سفیدی بہت حسین ہوا کرتی ہے۔ پھر شکاری اس کے پیچھے جانا روک دیتے ہیں۔ علی بن حمزہ نے فرمایا ہے کہ میرے مطابق درست قول یہ ہے کہ ''ام حبین'' کی یہ خوبی مؤنث ٹڈی کی ہے۔ ''ام عویف'' (مؤنث ٹڈی) کا مفصل تذکرہ انشاء اللہ ''باب العین'' میں ہوگا۔

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''ام حبین'' شمس کی جانب چہرہ کر کے بیٹھا کرتی ہے۔ سو جس طرف شمس گھوما کرتا ہے اس کے ہمراہ یہ بھی اپنے مکھڑے کو گھمایا کرتی ہے اور یہی خوبی ''گرگٹ'' میں بھی پائی جاتی ہے۔ ''مرصع'' میں تذکرہ ہے کہ ''ام حبین'' کے بارے میں کئی باتیں ہیں۔ اکثر علمائے کرام کے مطابق ''ام حبین'' ''عضاۃ'' کی ایک طرز ہے اور یہ ''عضاۃ'' سے زیادہ بڑی ہوا کرتی ہے۔ اکثر علماء کرام کے مطابق یہ چھپکلی کی ایک طرز ہے۔ اس میں مشکل ہے اس لئے کہ ''الوزغ'' کا مفہوم چھپکلی ہے جس طرح کی لغت دانوں نے بیان کیا ہے۔ ''ام حبین'' کو ''حبیہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ الف لام کے بناء خاص ہے اور اس کو واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر اوقات اس کی جمع کے لئے ''ام حبنیات'' اور ''امہات حبین'' کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہے کہ ''أتموا صلاتکم ولا تصلوا صلاة ام حبین'' (تم اپنی نماز مکمل کرو اور ''ام حبین'' کی مانند نماز ادا نہ کرو)۔

علماء کرام نے اس حدیث کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ ''ام حبین'' جس وقت چلا کرتی ہے تو اپنے پیٹ کے بڑا ہونے کی بناء پر اپنے سر کو کبھی نیچے اور کبھی اوپر کی جانب کیا کرتی ہے۔ اس طریقے سے نماز ادا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے کہ نمازی سجدہ کی کیفیت میں اپنے سر کو اونچا یا نیچا نہ کرے۔

<u>حدیث پاک میں ''ام حبین'' کا ذکر</u>: ایک دفعہ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا کہ ان کا شکم بڑھا ہوا تھا۔ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مذاق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ''ام حبین'' کے نام سے مخاطب فرمایا۔ (الحدیث)

امام جاحظ کا کہنا ہے کہ حضرت امام ابوزید نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک اعرابی فرد سے ''ام حبین'' کو ''حبیہ'' بولتے ہوئے سماعت کیا ہے اور ''ام حبین'' ''احبن'' کی تصغیر کہلاتی ہے۔ ''احبن'' جو سید ھا لیٹے اور اس کا شکم پھولنے لگے۔

شرعی حکم: ''ام حبین'' کے شرعی احکامات کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ پاکیزہ اور حلال ہے۔ کیونکہ یہ پاک حیوانات میں سے ہے۔ اگر کوئی احرام باندھے ہوئے اسے ہلاک کردے یا حرم میں ''ام حبین'' کا شکار کرلے تو اس کو فدیہ کی ادائیگی کرنا ہوگی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قانون کی مناسبت سے تاوان اسی حیوان کا دیا جاتا ہے جو زمین کا حیوان ہے اور جس کا گوشت تناول کیا جاتا ہو۔ حضرت امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معاملہ میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ''ام حبین'' حلال ہے۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرصع میں تحریر کیا ہے کہ یہ حیوان حرام ہے۔ ابن عبدالبر نے اپنی تصنیف ''التمہید'' میں ایک بڑے گروہ سے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ایک شہری نے کسی اعرابی سے پوچھا کہ کیا تم سب ''الضب'' کا گوشت تناول کرتے ہو؟ تو اس نے ہاں میں جواب دیا۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ کیا تم ''یربوع'' کا گوشت تناول کرتے ہو؟ تو پھر اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ کیا تم ''قنفذ'' کا گوشت تناول کیا کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا ہاں۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ کیا تم ''الورل'' کا گوشت تناول کرتے ہو؟ اس اعرابی نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ کیا تم لوگ ''ام حبین'' کا گوشت تناول کرتے ہو؟ تو اس اعرابی نے جواب دیا کہ نہیں تناول کرتے۔ شہری کہنے لگا کہ پھر تو ''ام حبین'' اس کے امن سے بے حد پر مسرت ہوگا۔

ام حسان

"ام حسان" یہ بشر کی ہتھیلی کے جتنا ایک مویشی ہوا کرتا ہے۔

ام حسیس

"ام حسیس" (حاء پر پیش ہے) یہ ایک آبی حیوان ہے اس کی رنگت کالی ہوتی ہے اور پاؤں کافی سارے ہوا کرتے ہیں۔

ام حفصة

"ام حفصة" گھریلو مرغی کو کہا جاتا ہے۔

ام حمارس

"ام حمارس" (حاء پر زبر ہے) ابن اثیر نے کہا ہے کہ ''ام حمارس'' ہرن کہلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب الخاء

الخاز باز

''الخاز باز'' مکھی کو کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک فرہنگ ''الخر باز'' بھی موجود ہے۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ دو جدا جدا نام ہیں۔ ''خار اور باز'' دو ناموں سے مل کر ایک کلمہ بن گیا ہے جس کا مفہوم مکھی ہے۔ یہ کسرہ کی بنیاد پر ہے جو کہ رفع، نصب اور جر تینوں کیفیات میں مساوی رہا کرتا ہے۔

ابن حمر کا کہنا ہے کہ:

تفقا فوقه القلع السواری وجن الخاز باز به جنونا

''اس کے اوپر پکھالوں کے گھنگھرو ایسے چھا گئے ہیں جس طرح کہ مکھیاں بھنبھناتے ہوئے اکٹھی ہو کر گر جائیں۔''

حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ لفظ ''جن'' ''جن الذباب'' سے ماخوذ ہو اس لئے کہ جس وقت مکھی کی آواز زیادہ ہو جایا کرتی ہے تو پھر اس کے لئے ''جن الذباب'' (مطلب مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں) کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ''جن'' ''جن النبت جنونا'' سے بنا ہے اس لئے کہ جس وقت گھاس طویل ہو جایا کرتی ہے تو گھاس کے لئے ''جن النبت جنونا'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ متنبی شاعر نے اپنی شاعری میں ''جن الخاز باز'' سے مکھیوں کے بھنبھنانے کا مفہوم ہی لیا ہے:

کلما جادت الظنون بوعد عنك جادت يداك بالانجاز

''اے ممدوح جس وقت تیرا عہد پورا ہونے کے بارے میں افراد کے خیالات بہتر ہو جاتے ہیں تو تیرے ہاتھ اس عہد کو مکمل کر دیا کرتے ہیں۔''

ملك منشد القريض لديه يضع الثوب فی يدی بزاز

''وہ اس طرح کا شہنشاہ ہے کہ اس کے آگے شعر ادا کرنے والا ایسا ہے گویا کہ کوئی آدمی کپڑے کو کپڑا فروخت کرنے والے کے ہاتھ میں رکھ دے۔''

ولنا القول وهو ادرئ بفحوا واهدى فيه الى الاعجاز

''اور ہم تو محض شاعری کرتے ہیں مگر وہ اس کا مطلب جان لیا کرتا ہے اور اس شاعری کی وسعتوں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔''

ومن الناس من تجوز عليه شعراء كانها الخاز باز

''اورافراد میں سے چند فرد اس طرح کے ہیں کہ شاعری کرنے والے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جس طرح کہ مکھیاں۔''

ویری انہ البصیر بھذا وھوفی العمی ضائع العکاز

''اوران کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ شعر کے مطلب کے بارے میں علم رکھتے ہیں جب کہ ان کی مثل اسی طرح ہے۔''

امام اصمعی نے کہا ہے کہ ''خازباز'' مکھی کی آواز کی نقل ہے مگر بعد میں ''خازباز'' کے کلمات کا اطلاق مکھی کے لئے ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ ''الخازباز'' ایک طرز کی گھاس ہوا کرتی ہے۔ سو ابن نصیر نے ابن الاعرابی کی بات کی حمایت میں یہ شاعری کی ہے:

رعیتھا اکرم عود عودا الصل والصفصل والیغصیدا

''میں نے اس کا لحاظ کیا جس طرح کہ زبردست لکڑی کو محفوظ رکھا جاتا ہے جس سے عمدہ طرز کے تیر' نیزے اور دست پناہ تیار کیے جاتے ہیں۔''

والخاز باز السفم النجودا بحیث یدعوا عامر مسعودا

''اور مکھیاں جمع ہو رہی ہیں اور عامر اور مسعود نام کے گڈریوں کو بلا رہی ہیں۔''

اکثر علماء کرام کے مطابق ''الخازباز'' کا مفہوم ''بلی'' ہوا کرتا ہے۔ بہت جلد اس کے بارے میں شرعی احکامات بیان ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

ضرب المثل: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ: ''الخازباز اخصب'' (مطلب مکھیاں چوس لینے والی ہیں)۔

حضرت امام میدانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''الخازباز'' ایک مکھی کہلاتی ہے جو ربیع کے موسم میں پرواز کرتی ہے اور یہ مکھی برس کے اچھے حالات پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

خاطف ظلہ

''خاطف ظلہ'' ایک طرز کی چڑیا ہوا کرتی ہے۔ کمیت بن زید کا کہنا ہے کہ:

وریطۃ فتیان کخاطف ظلہ جعلت لھم منھا خباء ممدداء

''اور بالغوں کے گیسو اتنے باریک ہیں گویا کہ پرواز کرتی ہوئی چڑیاں ہیں' میں نے ان سے طویل طویل سلسلے والے خیموں کو تیار کیا ہے۔''

ابن سلمہ نے کہا ہے کہ ''خاطف ظلہ'' ایک پرندہ ہوا کرتا ہے جس کو ''الرفراف'' بھی کہتے ہیں۔ جس وقت یہ پرندہ آب میں اپنی پرچھائی کو دیکھا کرتا ہے تو اس کو تھام لینے کے لئے جھپٹا کرتا ہے اور ''ملاعب'' (ایک بدک جانے والا پرندہ) کی بھی یہ

ہی خاصیت ہے بہت جلد "باب المیم" میں اس کا بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

الخاطف

"الخاطف" یہ بھیڑیا کہلاتا ہے۔ اس کا تذکرہ انشاء اللہ "باب الذال" میں آئے گا۔

الخبهقعی

"الخبهقعی" (خاء اور باء پر فتحہ عین مقصورہ و ممدودہ دونوں کا استعمال ہوتا ہے)۔

یہ اس طرح کے کتے کا طفل ہے جس نے مؤنث بھیڑیئے سے جفتی کی ہو اور مؤنث بھیڑیئے سے اس طفل کی ولادت ہو۔ اس کے علاوہ بنی تمیم کے ایک دیہات میں رہنے والے کا اسم بھی "الخبهقعی" کہلاتا تھا۔

الخثق

"الخثق" (خاء اور ثاء میں زبر ہے) ارسطاطالیس نے "النعوت" میں تحریر کیا ہے کہ "الخثق" ایک بڑا پرندہ ہوا کرتا ہے جو کہ چین اور بابل کے شہروں میں موجود ہوا کرتا ہے اور آج تک کسی نے بھی اس پرندے کو حیات نہیں دیکھا۔ اس پرندے کی یہ خاص بات ہے کہ جس وقت یہ پرندہ کسی زہر کو سونگھ لیا کرتا ہے تو اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے اور ان لمحات میں اسے بہت جلدی سے پسینہ آیا کرتا ہے اور پھر یہ مر جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس پرندہ کا سردیوں اور گرمیوں میں جس راہ سے گزر ہوتا ہے اس پر بہت زیادہ زہر گرا ہوا ہوتا ہے۔ جس وقت اس پرندے کو زہر کی بو محسوس ہوا کرتی ہے تو یہ حواس سے بیگانہ ہو کر گر پڑتا ہے اور اسی کیفیت میں ہی اس کی وفات ہو جاتی ہے۔ لوگ اس پرندے کے بے جان وجود کو اٹھا لیا کرتے ہیں اور اس کی مدد سے ظروف' چھری اور چاقو وغیرہ کے دستے تیار کرتے ہیں۔ اس پرندہ کی وفات کے بعد بھی اس کی ہڈی میں یہ اثرات رہتے ہیں کہ اگر اس کی ہڈی کو زہر کے قریب لایا جائے تو اس سے پسینے پھوٹ پڑتے ہیں اور بعض لوگ خوراک میں زہر شامل ہونے کا فیصلہ اسی ہڈی کی مدد سے کیا کرتے ہیں۔ اس پرندے کی ہڈی کا گودا سارے ذی روح افراد کے لئے زہر قاتل ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سانپ اس پرندے کی ہڈی سے اس طرح دور جاتا ہے کہ پھر اس مقام پر نہیں آیا کرتا جدھر اس پرندے کی ہڈی موجود ہو۔

الخداریة

"الخداریة" (خاء پر پیش ہے) یہ عقاب کہلاتا ہے اور عقاب کو "الخداریة" اس کے کالے رنگ کی بناء پر کہتے ہیں اس لئے کہ "الخداریة" کا مفہوم سیاہی ہے۔ عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ: "بعیر خداری" (مطلب کالا اونٹ) ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ "لون خداری" میدانی نے اپنی تصنیف "مجمع الامثال" میں لفظ "خداری" کا اطلاق سیاہی کے مفہوم میں کیا ہے سو میدانی کا

کہنا ہے کہ ''اعلیٰ افراداپنی کوشش کو بھی ختم نہیں کیا کرتے اسی بناء پران کے حیات کارنامے فانی نہیں ہوا کرتے حتیٰ کہ دور خود ہی ختم ہو جائے اور ہم اس تصنیف کے قاری سے معافی کے طلبگار ہیں کہ اگر تصنیف میں کوئی کوتاہی دکھائی دے یا ہماری کسی تعبیر سے کوئی مخالفت کرے اس لئے کہ ہم سارے اپنی کیفیات سے منکر ہوتے ہیں جونفس پر حاوی ہوا کرتی ہیں جبکہ دور اس کی سیاہی کے مابین آڑ بن گیا ہے اور پرندے اپنے گھونسلوں سے پرواز کر گئے' جوانی چلی گئی' کمزور کا پنجہ طاقت ور پر حاوی ہوگیا اور دشت محبت میں تفریح بازی کے زمانہ کا اختتام ہوگیا۔ اسی کے مفہوم میں کسی شاعر نے بیان کیا ہے کہ:

وھت عـزمـاتك عـنـد الـمشيب　　　وما كـان مـن حـقـهـا ان تهـى

''اور (اے محبوبہ) تیرے عزائم نے مجھ کو ضعیفی میں لاغر کر دیا ہے جبکہ ضعیفی کی حیات ان کاموں کے لئے نہیں ہے۔''

وانـكـرت نـفـسـك لـمـا كـبـرت　　　فـلا هـي انـت ولا انـت هـي

''اور اب تم انجان لگتی ہو اور اس طرح احساس ہوا کرتا ہے کہ جو تیری پہلی حالت تھی اب نہیں ہے۔''

وان ذكـرت شـهـوات الـنـفـوس　　　فـمـا تشتهـي غيـر ان تشتهـي

''اور اگر اب محبت کے زمانے کو ذہن نشین کیا جائے تو لا حاصل ہے اس لئے کہ تیری حالت ویسی نہیں جیسی اس سے قبل تھی اور نہ ہی میری حالت وہ ہے جو پہلے ہوا کرتی تھی''۔

الخدرنق

''الخدرنق'' یہ مکڑی کہلاتی ہے۔ درۃ الخواص میں بیان ہے کہ ''الخدرنق'' کو ''دال اور ذال'' دونوں کے ہمراہ تحریر کیا جاتا ہے۔

الخراطین

''الخراطین'' کہتے ہیں کہ یہ کینچوے ہوا کرتے ہیں جن کا بیان ''باب الف'' میں ہو چکا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''الخراطین'' سانپ کی چھتری کو کہا جاتا ہے۔ بہت جلد ''باب الشین'' میں اس کا مفصل بیان ہوگا۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''الخراطین'' ایک بڑی جونک ہوا کرتی ہے جو کہ مرطوب جگہوں پر موجود ہوا کرتی ہے۔

خصائص: ''الخراطین'' کو اگر تیل میں تلیں اور اس کے بعد باریک پیس لیں اور پینے کے بعد بواسیر پر استعمال کریں تو بہت افاقہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر ''الخراطین'' (کینچوے) کو تیل میں ڈال کر وہ ظروف ارض کے نیچے دفنا دیں اور سات روز کے بعد ان ظروف کو باہر نکال کر اس میں سے کینچوے نکال کر باہر پھینک دیں تا کہ ان کی بدبو چلی جائے۔ اس کے بعد اس تیل کو بوتل میں بند کر کے اس میں ''گل لالہ'' تیل کے بوجھ سے آدھا ڈال کر دوبارہ اس بوتل کو سات روز تک ارض میں دفنا دیں اور پھر یہ تیل بالوں پر خضاب کے طور پر ل گائیں تو بال کالے ہو جائیں گے اور پھر ضعیف ہونے تک دوبارہ بالوں کی رنگت سفید

نہیں ہوگی۔

الخراب

"الخرب" (خائے معجمہ اور راء مہملہ میں زبر اور بائے موحدہ) یہ مذکر سرخاب کہلاتا ہے اور "الغرب" کی جمع "خراب" "اخراب" "خربان" آیا کرتی ہے۔

ایک داستان: ابوجعفر احمد بن جعفر بلخی نے کہا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام ابوالحسن کسائی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد یزیدی کو مناظرہ کرنے کے لئے اکٹھا کیا۔ محمد یزیدی نے حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے شاعر کے اس شعر کے صحیح اعراب کے بارے میں پوچھا:

ما رأینا قط خربا نقر عنه البیض صقر

"ہم نے کبھی مذکر سرخاب اس طرح کا نہیں دیکھا کہ اس کے انڈوں میں شکرا ٹھونگیں مارا کرے مطلب مذکر سرخاب کے انڈوں میں سے شکرا کا طفل نکلتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔"

لا یکون العیر مهرا لا یکون المهر مهرا

"گدھا کبھی بچھیرا نہیں کہلا سکتا' نہیں کہلا سکتا گدھا بچھیرا' مطلب بچھیرا گھوڑے کا ہی طفل ہوا کرتا ہے گدھے کا نہیں۔"

حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا کہ دوئم شعر کے دوئم مصرع میں لفظ "مهر" منصوب ہونا چاہئے تھا۔ مطلب "مهر" کی جگہ "مهرا" کا استعمال ہونا چاہئے تھا اس لئے کہ یہ کان کی اطلاع ہے۔ سو شعر میں ایک طرز کا عیب آ گیا ہے۔ بہرحال محمد یزیدی کہنے لگا کہ شعر تو بالکل درست ہے۔ اس لئے کہ بات کا "لا یکون" پر اختتام ہوگیا ہے اور اس کے بعد دوبارہ نئی بات کا آغاز ہوا ہے۔ یہ بول کر محمد یزیدی نے اپنی ٹوپی کو فرش پر مارا اور فخریہ کہنے لگا کہ میں ابومحمد ہوں۔ یحییٰ بن ابن خالد بولے کہ تم خلیفہ کے آگے اپنی کنیت کا استعمال کر کے ان کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہو۔ خلیفہ ہارون الرشید کہنے لگے کہ بخدا! حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر کے اعراب میں غفلت برتی ہے مگر تمیز و ادب کو دھیان میں رکھا۔ اس بناء پر یہ میرے مطابق تم سے زیادہ پیارے ہیں اس لئے کہ تم نے شعر کو درست کیا مگر تمیز و تہذیب کو بھول بیٹھے اور بے ادبی کرنے لگے۔ محمد یزیدی نے جواب دیا کہ اے خلیفہ! فلاح کی شیرینی نے مجھے خود سے بیگانہ کر ڈالا تھا جس پر میں آداب پر دھیان نہ دے پایا۔ سو خلیفہ ہارون الرشید نے محمد یزیدی کو مجلس سے باہر نکالنے کا فرمان دیا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کی محفل میں حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد بن حسن حنفی اکٹھے ہوئے۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کون ہے جو سارے علوم میں ماہر ہے۔ حضرت امام محمد بن حسن حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ کی سوچ کے مطابق جو شخص نماز میں سجدہ سہو کی ادائیگی کرنا بھول جائے تو کیا

وہ دوسری دفعہ (دوسری صلوٰۃ میں) سجدہ سہو کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں۔ حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیوں؟ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ علماء نحو کا کہنا ہے کہ اسم تصغیر کی پھر سے تصغیر نہیں ہوسکتی۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ آپ کا کیا مشورہ ہے اس کے متعلق کہ اگر کوئی فروعتق (خادم کی رہائی) کو ملک پر آویزاں کردے؟۔

حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ درست نہیں ہے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کس لئے درست ہے؟ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بناء پر درست نہیں ہے کہ سیلاب برسات سے قبل نہیں آسکتا۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علم نحو کی تعلیم آخری عمر میں حاصل کی تھی اور اس کا باعث یہ قصہ بنا کہ ایک روز حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ پیدل چلتے چلتے تھکن کا شکار ہوئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے "قد عییت" (کہ مجھ پر تھکن غلب آگئی) حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی سماعت کرنے والے نے کہا کہ بلاشبہ آپ نے لغزش کی ہے۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ وہ کس طرح؟' نکتہ چینی کرنے والا بولا کہ اگر آپ تھکن ظاہر کرنا چاہ رہے تھے تو آپ ''اعییت'' کے کلمات استعمال کرتے اور اگر آپ کا عزم انقطاع حلیہ کے ظاہر کرنے کا تھا تو پھر آپ 'عییت'' کے کلمات ادا کرتے۔ سو حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات پر بہت شرمساری ہوئی اور اس قصے کے بعد علم نحو کے حصول میں مگن ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس علم میں مہارت حاصل کر لی اور اپنے زمانے میں علم النحو کے امام ہوئے۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کے فرزندان امین اور مامون کے معلم تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے دونوں فرزندان کے قریب حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت مقام تھا۔ حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد بن حسن حنفی کا انتقال ایک ہی روز 189ھ میں ہوا اور ان دونوں کو ایک ہی مقام پر دفنایا گیا۔ خلیفہ ہارون الرشید ان دونوں کی قبور پر کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ آج علم فقہ اور ادب اس مقام پر دفن ہو گئے ہیں۔

ضرب المثل: عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ "ما راینا صقرا یرصدہ خرب" (ہم نے کسی شکرے کو اس کیفیت میں نہیں دیکھا کہ کوئی سرخاب اس کی تاک میں ہو۔)

عربی لوگ اس مثل کا اطلاق تب کرتے ہیں جس وقت کسی نیک شخص پر کسی کمینے فرد کو غلبہ ملے۔

الخرشة

''الخرشۃ'' مکھی کو کہتے ہیں۔ حضرت امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''الخرشۃ'' سے کئی افراد کے اسم تجویز کئے گئے مثال کے طور پر۔ 1۔ سماک بن خرشۃ الاحباری اور ایسے ہی سماک کی والدہ کا اسم بھی اسی مکھی کے اسم پر ''خرشۃ'' تجویز کیا گیا۔ 2۔ ابوخراشۃ السلمی اس کے علاوہ عباس بن مرداس کے شعر میں بھی ابوخراشۃ السلمی کے اسم کا تذکرہ ہے۔

ابا خراشہ اما انت ذا نفر   فان قومی لم تاکلھم الضبع

''اے ابوخراشتہ کیا تو حقارت کے لائق نہیں ہے۔میری ملت اس طرح کی ہے کہ اس کو خشک سالی ستایا نہیں کرتی۔''
اور ''الخرشتہ'' مکھی کے اسم پر خرشتہ بن حرفزاری کوفی کا اسم ہے جن کا انتقال 74ھ میں ہوا اور ان کے والد کی وفات ہو چکی تھی اُن کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پالا تھا۔

الخرشقلا

"الخرشقلا" یہ بلطی مچھلی کہلاتی ہے حدیث پاک میں بیان ہے کہ ''اگر بلطی مچھلی نہ ہوا کرتی تو تم بہشت کے پتوں کو بحر نیل کے آب میں پایا کرتے۔'' (الحدیث)

الخرشنة

"الخرشنة" کبوتر سے بڑا ایک پرندہ ہوا کرتا ہے۔بہت جلد اس کا بیان ''باب الکاف'' میں ہوگا۔انشاء اللہ۔

الخرق

''الخرق'' (خاء اور راء پر پیش اور اختتام میں قاف) یہ ایک طرز کی چڑیا ہوا کرتی ہے۔امام جاحظ نے بھی اس کی مثل کو بیان کر رکھا ہے۔

الخرنق

''الخرنق'' (خائے معجمہ کے نیچے زیر پائی جاتی ہے) یہ خرگوش کے طفل کہلاتے ہیں۔''الخرنق'' ایک شاعر کا اسم بھی تھا جو کہ تابعین کے دور میں ہوا کرتا تھا اور اس سے ہی ''ارض مخرنقہ'' بھی ہے مطلب اس طرح کی ارض جدھر خرگوش کی بہت زیادہ تعداد میں موجود ہو۔

عربی لوگ کہا کرتے ہیں کہ: ''الین من خرنق'' (وہ خرگوش سے زیادہ گداز ہے) ایسے ہی حضور سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ فیض گنجینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ کا اسم بھی ''خرنق'' تھا اس بناء پر کہ وہ نرم و گداز تھی۔اس لئے کہ عربی لوگ جس وقت کسی شے کی ملائمت کو بیان کرتے ہیں تو اس کو ''خرنق'' سے مشابہ قرار دیتے تھے۔

حضرت سراج السالکین رحمۃ اللعالمین سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری زرہ بھی ہوا کرتی تھی جو کہ ''البتیرا'' کہلاتی تھی۔اس بناء پر کہ یہ مختصر تھی اور حضور جان کائنات فخر موجودات صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تیسری زرہ ''ذات الفضول'' کہلاتی تھی۔اس لئے کہ یہ طوالت میں دوسری زرہوں سے لمبی تھی۔یہ وہ زرہ مبارک ہے جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے وقت حضور شہنشاہِ مدینہ قرار قلب و سینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کی تھی اور یہی وہ زرہ مبارک تھی جو کہ وقت انتقال حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے چھڑالیا تھا۔ حضور شافع محشر' سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بھی زرہیں تھیں جو کہ ''ذات الوشاح'' ''ذات الحواشی'' ''فضہ'' اور ''السغدیہ'' کے اسم سے مقبول تھیں۔

حافظ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک ''السغدیہ'' اسم کی زرہ تھی جس کو زیب تن کر کے آپ علیہ السلام نے جالوت کو ہلاک کیا تھا اور یہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بذات خود اپنے ہاتھوں سے تیار کی تھی۔ حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس ارشاد ربانی ''وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَآءُ'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم حضرت داؤد علیہ السلام کا زرہیں تیار کرنا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بنایا کرتے تھے اور ان کو بیچا کرتے تھے' اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کا رزق تناول کیا کرتے تھے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت سے پرندوں اور دوسرے حیوانات کا بولنا اخذ کیا ہے اور اکثر مفسرین اس سے اچھی آواز کا مفہوم اخذ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح کی آواز اپنی خلقت میں سے کسی کو بھی نہیں نوازی تھی۔ سو حضرت داؤد علیہ السلام جس وقت اللہ پاک کی کتاب زبور کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو جنگلی درندے آپ علیہ السلام کے اتنے نزدیک آجایا کرتے تھے کہ آپ علیہ السلام ان کی گردنوں کو گرفت میں لے لیا کرتے تھے اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے گردونواح میں جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام پر اپنے پروں کی چھاؤں کر دیتے تھے اور بہتا ہوا آب اور چلتی ہوئی فضائیں بھی آپ علیہ السلام کی آواز سماعت کر کے تھم جاتی تھیں۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک زنجیر سے نوازا تھا جو آنے جانے کی راہ پر آویزاں تھی اور اس کا ایک کونہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ سے ملحق تھا۔ اس زنجیر میں لوہے کی طاقت رکھی گئی تھی اور اس کی رنگت آگ کے رنگ کی مانند تھی۔ اس زنجیر کے گولائی میں حلقے تھے اور ہر دو حلقوں کے مابین جواہرات لگے ہوئے تھے اور ان کے آس پاس موتیوں کی لڑیاں آویزاں تھیں۔ جس وقت ہوا میں تندی آتی تو یہ زنجیر بھی اس تندی کی بناء پر ہلتی تھی اور اسی بناء پر حضرت داؤد علیہ السلام کو ہر ایک سانحے کی خبر ہو جاتی تھی۔ سو جو بھی بیمار یا پریشان حال اس زنجیر کو ہاتھ لگالیتا وہ بالکل صحت یاب ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل اس زنجیر کی مدد سے اللہ عزوجل سے مدد مانگا کرتے تھے۔ جس وقت بنی اسرائیل میں کوئی آدمی کسی دوسرے پر ستم کا مرتکب ہوتا یا کسی کی حق تلفی کرتا تو مدعی آکر اس زنجیر کو گرفت میں لے لیا کرتا تھا۔ لہٰذا اگر وہ اپنے دعویٰ میں حق پر ہوتا تو زنجیر اس کی گرفت میں آجاتی اور اگر وہ حق پر نہ ہوتا تو زنجیر اس کی گرفت میں نہیں آتی تھی اور یہ معاملہ بنی اسرائیل میں اس دور تک جاری رہا جس وقت تک کہ وہ دھوکا دہی سے بچتے رہے۔ کئی ذرائع سے ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک کھیتی باڑی کرنے والے فرد نے اپنا نایاب سامان ایک شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد اس نے نایاب سامان واپس مانگا تو وہ شخص مکر گیا۔ اس شخص نے لڑنا شروع کر دیا اور اپنی خیانت کو پوشیدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ کیا کہ ایک چھڑی لے کر اس میں چھید کر کے وہ نایاب موتی (جو کھیتی باڑی کرنے والے فرد کا تھا) اس میں

پوشیدہ کر دیا۔ جس وقت وہ دونوں زنجیر کے قریب آئے کھیتی باڑی کرنے والا کہنے لگا کہ میری امانت مجھے لوٹا دو۔ دوسرا شخص بولا کہ مجھے تمہاری امانت کے بارے میں علم نہیں ہے۔ اگر تم حق پر ہو تو اس زنجیر کو گرفت میں لے لو۔ کھیتی باڑی کرنے والے نے زنجیر کو گرفت میں لینا چاہا تو وہ اس کی گرفت میں آ گئی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اب تم (خیانت کرنے والا) اٹھ کر زنجیر تھامو۔ وہ بولا کہ میری چھڑی کو پکڑ لو اس لئے کہ میں زنجیر کو گرفت میں لے پاؤں اور پھر وہ زنجیر کے قریب آیا اور بولا کہ اے اللہ پاک تجھے علم ہے کہ جو امانت میرے پاس رکھوائی تھی اب وہ میرے پاس نہیں بلکہ اس مالک کے ہاتھ میں ہے۔ تو زنجیر کو میرے نزدیک کر دے۔ پھر اس نے زنجیر کی جانب ہاتھ کیا تو وہ اس کی گرفت میں آ گئی۔ (کیونکہ وہ اس لمحے اپنی بات میں سچا تھا اس لئے کہ اس نے وہ موتی اس لمحے چھڑی کے اندر چھید میں رکھا تھا اور وہ چھڑی اس عیار نے کسان کو پکڑا دی تھی اس بناء پر زنجیر اس کی گرفت میں آ گئی) لہٰذا لوگ حیران ہوئے اور ان کے قلوب میں زنجیر کے بارے میں وسوسے اٹھنے لگے (اس لئے کہ وہ کسان کے حق پر ہونے کا علم رکھتے تھے) لہٰذا اگلی سویر جس وقت سب جاگے تو اللہ پاک نے زنجیر کو فلک پر اٹھا لیا تھا۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو ہلاک کرنے کے بعد ستر برس تک حکومت کی اور بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کسی شہنشاہ کی شہنشائی پر مجتمع نہیں ہوئے۔ اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے شہنشاہی اور نبوت کو اکٹھا کر دیا تھا اور یہ دونوں اشیاء مطلب نبوت اور شہنشاہی حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل کسی اور کو عطا نہیں ہوئی تھیں اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل یہ قانون تھا کہ ایک قبیلہ میں نبوت اور دوسرے قبیلہ میں شہنشاہی ہوا کرتی تھی۔ سو جس وقت اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وفات دی تو تب ان کی حیات سو برس تھی۔

حافظ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضور سرورِ عالم، رحمت عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو زرہیں بنی قینقاع کے مال غنیمت سے ملی تھیں اور ان دو زرہوں کے ساتھ حضور سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل زرہیں "9" تھیں اور حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں "فضۃ" اور "ذات الفضول" اور غزوہ حنین میں "ذات الفضول" اور "السغدیہ" زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ واللہ اعلم۔

الخروف

"الخروف" اس بات کو شہرت حاصل ہے کہ یہ بکری کا طفل ہے مگر امام اصمعی کا کہنا ہے کہ "الخروف" بھیڑ کا طفل یا گھوڑی کا طفل ہے جس وقت کہ وہ چھ ماہ کا ہو جائے۔

ابن لہیعہ نے موسیٰ بن وردان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک بھیڑ کا گزر حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ہوا۔ حضور شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ وہ ہے جس میں برکت موجود

ہے۔(الحدیث)

ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

امثال: عربی افراد کہا کرتے ہیں "کالغروف یتقلب علی الصوف" (خروف اون پر لوٹ پوٹ ہو جایا کرتا ہے)۔اس مثل کا اطلاق اس فرد پر ہوا کرتا ہے جس نے کسی کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہو۔

خواب کی تعبیر: بکری کے طفل کا خواب میں نظر آنا' اس طرح کے لڑکے کی علامت ہے جو ماں' باپ کا تابعدار ہو۔اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس کو کسی نے بکری کا طفل خیرات کیا ہے اور اس کی زوجہ امید سے ہو تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کا بیٹا پیدا ہوگا۔

خواب میں جانوروں کے کم عمر اطفال فکر مندی کی نشانی ہیں اس لئے کہ چھوٹے اطفال کو پالنے میں بہت دشواریوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔اگر کسی شخص کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے بلا حاجت بکری کا طفل نحر کیا تو یہ اس لڑکے کی وفات کی علامت ہے۔اگر کسی کو خواب میں بکری کا طفل دکھائی دے اور وہ خواب دیکھنے والا کسی کام کے جدوجہد کر رہا تھا تو یہ خیر کی نشانی ہے اس لئے کہ بکری کے اطفال بہت جلد انسانوں سے خوگر ہو جایا کرتے ہیں۔

خواب میں اگر بکری کا فربہ بھنا ہوا طفل نظر آیا تو یہ زیادہ دولت کا اشارہ ہے اور بکری کا کمزور دبلا طفل نظر آنا دولت میں قلت کی نشانی ہے۔اگر کسی فرد کو خواب میں دکھائی دے کہ اس نے بکری کے طفل کا بھنا ہوا گوشت تناول کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے بیٹے کی کمائی سے نفع اٹھائے گا۔واللہ اعلم۔

الخزز

"الخزز" (خاء پر پیش اور اول "ز" پر زبر ہے) یہ مذکر خرگوش کہلاتا ہے اور "خزان" کے کلمات کا اطلاق اس کی جمع کے لئے ہوا کرتا ہے جس طرح کہ "مرز" کی جمع "مردان" آیا کرتی ہے۔

الخشاش

"الخشاش" (خاء زبر ہے) یہ کیڑے مکوڑے پر اور حشرات وغیرہ کہلاتے ہیں۔قاضی عیاض نے خاء پر تینوں اعراب بیان کئے ہیں اور ابو علی فارسی کا کہنا ہے کہ خاء پر پیش ہے اور زبیدی کے مطابق خاء پر زبر ہے۔اس کے علاوہ زبیدی نے خاء پر پیش کو بڑی غلطی کہا ہے مگر درست قول یہ ہے کہ خاء پر زبر ہے اور زیادہ شہرت کی حامل بھی یہی بات ہے۔"الخشاش" کے واحد کے لئے "خشاشۃ" کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

"خشاش" کے مفہوم کے بارے میں کئی باتیں ہیں۔

1۔"الخشاش" زمین کے حشرات کو کہا جاتا ہے۔

2۔ ''الخشاش'' وہ کیڑا ہوا کرتا ہے جس کے جسم پر سفید و کالے نقطے پائے جاتے ہوں اور یہ سانپوں کے ہمراہ ان کی بلوں میں مقیم ہوا کرتا ہے۔

3۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ''الخشاش'' بڑا سانپ ہوا کرتا ہے اور اکثر علماء کرام کے مطابق ''الخشاش'' کا مفہوم ''الارقم'' ہے جسے ابلغ سانپ بھی کہتے ہیں اور اکثر علماء کرام نے ''الخشاش'' ایک چھوٹے سر والے سانپ کو کہا ہے۔

حدیث پاک میں ''العشاش'' کا ذکر: صحیح حدیث میں بیان ہے کہ ''ایک خاتون اس بناء پر دوزخ میں گئی کہ اس نے ایک بلی کو جکڑ رکھا تھا۔ نہ تو اس خاتون نے بلی کو کوئی خوراک دی اور نہ ہی اسے آزاد کیا تاکہ وہ حشرات سے ہی اپنی بھوک مٹاتی۔'' (الحدیث)

اس حدیث پاک میں ''خشاش الارض'' کا مفہوم زمین کے حشرات ہیں۔

حسن بن عبداللہ بن سعد عسکری نے ''تصنیف التحریف والتصحیف'' میں ''العشاش'' کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ ''العشاش'' (خاء پر زبر کے ہمراہ) ہر شے کے مختصر حصہ کو کہا جاتا ہے مثال کے طور پر پرندوں میں مردہ کھانے والا پرندہ یا پھر وہ پرندہ جنہیں شکار نہیں کیا جاتا انہیں ''العشاش'' کہا جاتا ہے اور اسی مفہوم کی حمایت میں حسن بن عبداللہ کا یہ شعر ہے:

خشاش الارض اکثرها فراخا وأم الصقر مقلاة نزور

''خشاش الارض'' زیادہ اولاد والے ہوا کرتے ہیں مگر ''ام قصر'' تیز نظر والی تھوڑے طفل جنا کرتی ہے۔''

ابن ابی الدنیا نے اپنی تصنیف ''مکاید الشیطان'' میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''حضور مکی مدنی سرکار سرکار ابد قرار بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ عزّ وجل نے جن کی پیدائش تین قسموں میں فرمائی ہے۔ اول قسم سانپ، بچھو اور حشرات کی صورت میں ہے۔ دوئم قسم میں فضا میں پرواز کرنے والے جن ہیں اور سوئم قسم وہ ہے جن پر حساب و کتاب اور جزا و سزا کا اطلاق ہوگا اور اللہ پاک نے بشر کی تخلیق بھی تین اقسام پر کی ہے۔ اول قسم وہ ہے جو ہو بہو حیوانات کی مانند ہے اور ان کے قلب ہیں مگر سمجھ نہیں رکھتے، ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھا نہیں کرتے، ان کے کان ہیں لیکن وہ ان سے سماعت نہیں کیا کرتے۔ دوئم قسم وہ ہے جن کے بدن تو آدمیوں کی مانند ہیں لیکن ان کی ارواح شیطانوں کی روحوں کی مانند ہیں، سوئم قسم وہ ہے جو ملائکہ کی مانند ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جو بروز قیامت اللہ پاک کی پناہ میں ہونگے جس روز کہ اللہ پاک کی پناہ کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہوگی۔''

(رواہ ابن ابی الدنیا فی مکاید الشیطان)

وہب بن الورد سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ابلیس بھیس بدل کر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ ابلیس کہنے لگا کہ کیا میں آپ کو کوئی نیک مشورہ نہ دوں؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے مشورے کا خیال نہیں رکھتا ہوں لیکن یہ بتلاؤ کہ بنی آدم کے بارے میں تم کیا گمان کرتے ہو؟ ابلیس کہنے لگا کہ ہمارے مطابق بنی آدم کی تین قسمیں

ہیں۔ اول قسم میں وہ افراد ہیں' جو بے حد کٹھن ہیں اور ہم بہت جدو جہد کے بعد ان کو ورغلا کر اپنے شکنجے میں کرتے ہیں اور انہیں دین کی راہ سے ہٹا دیتے ہیں مگر اس طرز کے افراد فوری طور پر توبہ استغفار کرلیا کرتے ہیں جس کی بناء پر ہماری جدو جہد اکارت جاتی ہے۔ ہم پھر جا کر نہیں اپنا ساتھی بنانے میں فلاح پالیتے ہیں مگر وہ پھر توبہ استغفار کرلیا کرتے ہیں۔ اس طرز کے افراد سے ہمیں ناامیدی ہو جایا کرتی ہے۔ اس بناء پر ہم ان سے اپنی کوئی ضرورت پوری نہیں کر پاتے۔ ایسے ہی دوئم قسم میں وہ افراد شامل ہیں جو نہایت سہل طریقے سے ہمارے چنگل میں آ جاتے ہیں۔ وہ ہم لوگوں کے ہاتھوں میں اس طرز سے رہا کرتے ہیں جس طرح کہ اطفال کے ہاتھوں میں گیند کہ جدھر دل کرے پھینک دو۔ بلاشبہ اس طرز کے افراد کی بدولت ہماری جدو جہد مفید ہو جایا کرتی ہے۔ ایسے ہی سوئم قسم میں آپ (مطلب حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی طرح کے افراد ہیں جو گناہوں سے پاک ہوا کرتے ہیں اور اس طرح کے افراد پر ہم قادر نہیں ہوا کرتے۔

الخشاف

''الخشاف'' چمگادڑ کہلاتا ہے۔ اس کا مفصل بیان انشاء اللہ کلمہ ''خفاش'' کے موضوع میں ہوگا۔

الخشرم

''الخشرم'' بھڑوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے۔ امام اصمعی کا کہنا ہے کہ ''الخشرم'' کا کوئی بھی واحد نہیں ہوا کرتا۔

الخشف

''الخشف'' (خاء پر پیش اور شین پر زبر ہے) یہ ہری مکھی کہلاتی ہے اور جو ''الخشف'' (خاء کے کسرہ اور شین کے سکون کے ہمراہ) ہو تو اس کا مفہوم ہرن کا طفل ہے۔ ''خشفۃ'' کے کلمات کا اطلاق اس کی جمع کے لئے ہوا کرتا ہے۔

ایک داستان: ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ جریر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی خدمت میں حاضری دی اور گزارش کی اے اللہ پاک کے پیغمبر کیا میں آپ کے ہمراہ رہ سکتا ہوں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو منظوری دے دی۔ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شخص کے ہمراہ باہر گئے حتیٰ کہ نہر کے کنارے پر جا پہنچے۔ دونوں نے بیٹھ کر کھانا تناول کیا اور ان کے پاس محض تین چپاتیاں تھیں۔ دو چپاتیاں تو انہوں نے تناول کرلیں اور ایک چپاتی باقی بچ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کر نہر کی جانب چلے گئے۔ آپ علیہ السلام نے نہر کا آب نوش کیا اور اس کے بعد واپس لوٹ کر دیکھا تو باقی رہ گئی چپاتی کو موجود نہ پایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تیسری چپاتی کون لے گیا ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ مجھے اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام اور وہ شخص ادھر سے چل پڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو راہ میں ایک ہرنی اور اس کے دو اطفال دکھائی دیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے اطفال میں سے ایک کو بلایا تو وہ آپ علیہ السلام کے قریب آ گیا' لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے اس طفل کو نحر کیا

اوراس کے گوشت کو پکایا اوراس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران ساتھی شخص نے ہرنی کے گوشت کا طفل تناول کیا۔ سو
جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوراس ساتھی شخص نے گوشت تناول کرلیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن کے طفل کو
فرمان دیا کہ اللہ کے حکم سے حیات ہو جا۔ سو ہرن کا وہ طفل حیات ہوگیا اور بھاگ کر اپنی والدہ کے قریب چلا گیا۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے اس ساتھ والے شخص سے فرمایا کہ میں تم کو اس ہستی کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس نے تم کو یہ معجزہ
دکھایا ہے کہ تیسری چپاتی کون لے گیا ہے؟ لہٰذا وہ شخص بولا کہ مجھے اس بارے میں معلوم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور
وہ شخص چل پڑے حتیٰ کہ نہر کے قریب چلے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوتوں کو اتار کر رکھا اور پانی پر چلنے لگے۔
واپس آ کر اس شخص سے تیسری چپاتی کے بارے میں پوچھا کہ میں تم کو اس ہستی کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ وہ تیسری چپاتی
کون لے گیا؟ تو وہ شخص جواب میں بولا کہ مجھے اس بارے میں معلوم نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شخص کے ہمراہ چلنے
لگے حتیٰ کہ ایک میدان میں آ کر بیٹھ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس میدانی مقام سے ریت اور مٹی کو پکڑ کر انہیں فرمان دیا کہ سونا بن جاؤ۔ سو وہ مٹی اور ریت
سونے میں بدل گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سونے کو تین حصوں میں بانٹا اور اس ساتھ والے فرد سے فرمایا کہ ایک حصہ
میرے لئے اور ایک تمہارے لئے اور تیسرا حصہ اس فرد کے لئے ہے جس نے تیسری چپاتی لی ہے۔ وہ شخص جلدی سے بولا کہ
تیسری چپاتی میں نے ہی لی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سارا سونا تمہارے لئے ہی ہے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ
السلام اس شخص سے الگ ہو گئے۔ سو وہ شخص تنہا ہی اس دولت کی حفاظت کرتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد دو افراد اس کی جانب آئے
اور اسے ہلاک کر کے سونا چھین لینے کی سازش کرنے لگے۔ وہ شخص بولا کہ مجھے ہلاک نہ کرو اور سونے کو تین حصوں میں بانٹ لو
اور پھر اس شخص نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک جا کر بازار سے کھانا لے آئے۔ جو شخص کھانا خریدنے کے لئے گیا وہ یہ سوچنے
لگا کہ کیوں نہ میں اس خوراک میں زہر ڈال دوں تو یہ دونوں ہلاک ہو جائیں گے اور سارا سونا مجھے مل جائے گا۔ اس نے خوراک
میں زہر ڈال دیا' تو یہ دونوں افراد کھانا لانے والے کی غیر حاضری میں یہ سوچ چکے تھے کہ جیسے ہی وہ شخص کھانا لے کر آئے گا تو
اس کو ہلاک کر کے دونوں سونے کے مالک بن جائیں گے۔ کھانا لانے والا شخص آیا تو ان دونوں نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس
کے بعد اطمینان سے کھانا کھانے لگے۔ زہریلا کھانا تناول کرنے کی وجہ سے دونوں کا انتقال ہو گیا اور سونا اسی مقام پر پڑا رہا۔ سو
دولت کے لالچ نے ان تینوں کو ہلاک کر دیا۔ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا اور آپ علیہ السلام نے یہ
کیفیت دیکھی تو اپنے رفیقوں سے فرمایا کہ یہ دنیا ہے یہ یہاں سکونت پذیر افراد کے ہمراہ اس طرح کا برتاؤ ہی کیا کرتی ہے۔ تم
اس سے پرہیز کرو۔

الخضرم

"الخضرم" گوہ کے طفل کو کہتے ہیں۔

الخضیراء

"الخضیراء" عربی افراد کے مطابق "الخضیراء" ایک مقبول پرندے کو کہتے ہیں۔

الخطاف

"الخطاف" (خاء پر پیش ہے) اس کی جمع کے لئے "خطاطیف" کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو "زوار الہند" بھی کہتے ہیں۔ اور یہ اس طرح کا پرندہ ہے جو سارے مقامات سے کوچ کر کے بشر کی آبادی کے قریب پناہ گزیں ہوا کرتا ہے اس لئے کہ یہ بشر کی صحبت کو اچھا سمجھتا ہے۔ سو یہ پرندہ اونچی جگہوں پر اپنا گھر بنایا کرتا ہے کہ جدھر کوئی بھی با آسانی نہ جاسکے۔ اس پرندے کو عام الفاظ میں بہشت کی چڑیا بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ انسانی خوراک کو پسند نہیں کرتا۔ "الخطاف" کی خوراک مکھیاں اور مچھر وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔

"ابن ماجہ میں ایک حدیث بیان ہے کہ حضرت سہل بن ساعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص حضور شافع محشر، سراج منیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دینے آیا۔ وہ کہنے لگا کہ اے حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اس طرح کا طریقہ بتلائیں کہ جس وقت میں وہ اختیار کروں تو اللہ پاک اور اس کے بندگی کرنے والے میرے سے محبت میں مبتلا ہو جائیں۔ حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا سے بیگانہ ہو جاؤ تو خدا پاک تیرے سے پیار کرے گا اور جو افراد کی ملکیت ہے اس سے بھی بے رغبتی اختیار کر لو تو افراد تم سے پیار کرنے لگیں گے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا سے بے نیاز ہو جانا اللہ پاک کی محبت کی باعث اس بناء پر ہے کہ اللہ پاک اس کو محبوب رکھتے ہیں جو اس کا اطاعت گزار ہے اور اللہ پاک اس سے عداوت رکھتے ہیں جو اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ پاک کی پیروی کو دنیا کی محبت کے ہمراہ جمع نہیں کیا جاسکتا اور افراد کی ملکیت سے بے نیاز ہو جانے سے ان کی محبت کا باعث یہ ہے کہ دنیا دار افراد اس دنیا کے فائدوں میں ایسے مشغول ہیں جس طرح کہ کتا مردہ تناول کرنے میں مشغول ہوا کرتا ہے۔ جو شخص دنیا والوں سے اس سلسلے میں الجھا کرتا ہے تو وہ اس کے حریف بن جایا کرتے ہیں اور گروہ ان سے بے نیاز ہو جائے تو وہ اس کو محبوب رکھیں گے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

وما ھی الا جیفۃ مستحیۃ علیھا کلاب ھمھن اجتذابھا

"اور نہیں ہے دنیا لیکن ایک مردار ہوا جس کو دنیا نے پاک گمان کر لیا ہے اور دنیا داروں کی مثل کتوں کے جیسی ہے جو بے جان جسم کو تناول کرنے میں لگے رہتے ہیں۔"

فان تجتنبھا کنت سلما لا ھلھا وان تجتذبھا نازعتک کلابھا

''لہٰذا اگر تم اس مرے ہوئے سے پرہیز کرو گے تو دنیاداروں کے لئے پیارے بن جاؤ گے اور اگر تم اسے تناول کرنے کے خواہاں ہوگے تو دنیا کے کتے تیرے سے الجھیں گے۔''

سوخطاف کی تعریف میں بھی کسی شاعر نے کیا خوب شعر کہے ہیں:

کن زاهد فیما حوته یدالوری تضحی الی کل الانام جیبا

''تم دنیاوالوں اور ان کی دولت سے مستغنیٰ ہوجاؤ تو دنیا والے تم کو اپنا پیارا بنالیں گے۔''

أوماتری الخطاف حرم زادهم أضعی مقیمافی البیوت ربیبا

''یا تم ابابیل کی جانب دیکھو کہ اس نے سارے انسانوں کی روزی کو خود پر ناجائز قرار دے رکھا ہے اسی بناء پر انسانوں کے مکانوں میں رہتے ہوئے بھی افراد اس کو پریشان نہیں کیا کرتے۔''

اس پرندے کو ''ربیب'' بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ پرندہ گنجان مقامات کی بجائے آبادی والے مقامات اور افراد کے ساتھ کو پسند کیا کرتا ہے۔''ابابیل'' کی ایک انوکھی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کی آنکھ ایک دفعہ پھوٹ جائے تو پھر سے نئی نکل آیا کرتی ہے۔اس کے علاوہ کسی نے بھی ابابیل کو کسی ایسی شے پر رکے ہوئے نہیں دیکھ رکھا جس کو وہ سدا اپنی خوراک بنایا کرتا ہو اور نہ ہی کسی نے ''ابابیل'' کو اپنی مؤنث سے جفتی کرتے ہوئے دیکھ رکھا ہے۔ چمگادڑ بعض اوقات ابابیل کے اطفال کو پکڑنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔اس بناء پر ''الخطاف'' جس وقت بچے جنتی ہے تو اپنے گھونسلے میں اجوائن کے پودے کی لکڑیوں کو رکھا کرتی ہے۔ان لکڑیوں کی مہک سے چمگادڑ ''الخطاف'' کے گھونسلے کے قریب نہیں آیا کرتی اور اس کے اطفال کو ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

''ابابیل'' پرانے گھونسلہ سے تب تک اطفال نہیں نکالا کرتی جس وقت تک کہ اس گھونسلے کو نئے سرے سے مٹی سے مرمت نہ کرلے۔اس کے علاوہ یہ پرندہ بہت انوکھے عمل سے اس لمبے تک گھونسلہ بنایا کرتا ہے۔سو''الخطاف'' پہلے خاک میں تنکے ڈال لیا کرتی ہے اور جو اسے تنکے ملی ہوئی خاک نہ مل پائے تو یہ پانی میں کود کر باہر آتی ہے اور اس کے بعد ارض پر لیٹ جایا کرتی ہے اور جس وقت اس کا بدن اور پر وغیرہ خاک سے لتھڑ جاتے ہیں تو پھر یہ اپنے پروں کی مدد سے گھونسلہ بناتی ہے اور سب سے انوکھی بات یہ ہے کہ ''الخطاف'' اپنے گھونسلہ میں فضلہ نہیں کیا کرتی بلکہ گھونسلے سے باہر کیا کرتی ہے اور جس وقت اس کے بچے بالغ ہوجائیں تو انہیں بھی یہی اطوار سکھاتی ہے۔

ابابیل کے اطفال کو جس وقت یرقان کا مرض لاحق ہوا کرتا ہے تو یہ بھارت آیا کرتی ہے اور پتھری کو لے جایا کرتی ہے اور پھر یہ پتھری اپنے اطفال کے بدن کے اوپر رکھتی ہے اور ایسا کرنے سے اس کے اطفال کو یرقان کے مرض سے صحت یابی ملتی ہے۔جس وقت بشر میں سے کوئی یرقان میں مبتلا ہوا کرتا ہے تو اس پتھری کو ڈھونڈتے ہوئے ''الخطاف'' کے گھونسلے تک آجاتے ہیں حتیٰ کہ گھونسلے میں سے اس کے اطفال کو نکال کر انہیں زعفران کا رنگ لگادیتے ہیں اور اس کے بعد ان کو گھونسلے میں بٹھا دیا کرتے ہیں۔جس وقت ''الخطاف'' کو اپنے اطفال پر زرد رنگ کا غلبہ محسوس ہوتا ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ حرارت کی وجہ سے اس کی

اولاد کو یرقان کی بیماری لاحق ہوگئی ہے۔سو"الخطاف" ہندوستان سے اس پتھری کو حاصل کرتی ہے اور اپنے اطفال کے بدن پر رکھ دیتی ہے۔سو بشر یہ پتھری ان اطفال کے اوپر سے اٹھا لئے کرتے ہیں۔یہ ایک مختصری پتھری ہوا کرتی ہے جس پر لال سیاہی مائل لکیریں ہوا کرتی ہیں یہ پتھری "حجر السونو" (ابابیل کا پتھر) کہلاتی ہے۔افراد یہ پتھری لینے کے بعد اس کو یرقان کے معالجے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اس پتھری کی خاص بات یہ ہے کہ اگر اس پتھری کو گردن میں آویزاں کرلیں یا پانی میں ڈال کر نوش کرلیں تو حکم الٰہی سے یرقان کے مرض سے صحت یابی مل جاتی ہے۔"الخطاف" جس وقت فلک کی بجلی کی کڑکڑاہٹ سماعت کرلے تو ڈر کر مرنے والی ہو جایا کرتی ہے۔حکیم ارسطو نے اپنی تصنیف "النعوت الخطاطیف" میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت ابابیل کی آنکھوں کا نور ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک شجر کا پتہ تناول کرلیا کرتی ہے جو "عین الشمس" کہلاتا ہے۔جس وقت یہ "عین الشمس" کا پتہ تناول کرلے تو اس کی آنکھوں کی بینائی واپس لوٹ آتی ہے۔"عین الشمس" کا شجر آنکھوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

سو جریدے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ کے باب المحبۃ کے اختتام میں بیان ہے کہ ایک دفعہ ابابیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں اپنی مؤنث سے جفتی کا خواہاں تھا مگر اس کی مؤنث رضامند نہ ہوئی۔ابابیل کہنے لگا کہ تم مجھ کو جفتی سے منع کر رہی ہو جبکہ میں اپنی قوت کا مالک ہوں کہ جو خواہش کروں تو محل کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے اوپر گرا ڈالوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی بات چیت سماعت فرمائی۔آپ علیہ السلام نے مذکر ابابیل کو طلب کیا جس وقت مذکر ابابیل پیش ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے کہ تم نے میرے بارے میں اس طرح کا کلام کس لئے کیا ہے؟ جواب میں وہ کہنے لگا کہ اے اللہ کے پیغمبر عشق کرنے والوں کا کلام قابل مکافات نہیں ہوتا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم درست کہہ رہے ہو۔

فوائد: حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سورۂ نمل کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکال دیا گیا تو انہوں نے اللہ پاک سے خوف و ڈر کا شکوہ کیا۔اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو "الخطاف" کی جانب مائل کر دیا۔سو اسی بناء پر ابابیل حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے ہمراہ انسیت رکھتا ہے اور ان کی رہائش گاہوں سے دور نہیں ہوتا۔

حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "الخطاف" کو قرآن پاک کی سورۃ حشر کی چار آیات حفظ ہیں:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ لہٰذا جس وقت ابابیل "العزیز الحکیم" پر جاتی ہے تو اپنی آواز کو اونچا کرلیا کرتی ہے۔

ابابیل کی اقسام: ابابیل کی چار قسمیں مقبول ہیں۔

1۔اول قسم وہ ابابیل ہوا کرتی ہے جو بحر کے ساحل پر رہائش اختیار کرتی ہے اور ارض کی کھدائی کر کے اپنا گھونسلہ بنایا کرتی

ہے۔ یہ اولی ابابیل ''صغیر الجثۃ'' اور ''عصفور الجنۃ'' سے مختصر ہوا کرتی ہے۔ اس کا رنگ خاکی ہوا کرتا ہے اور اس کو ''السونو'' کے اسم سے شہرت حاصل ہے۔ اس کا مفصل بیان ''باب السین'' میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

2۔ یہ وہ ابابیل ہوا کرتی ہے جس کے رنگ پر اور پیٹھ پر لالی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ مصر والے اس کے ہریالی مائل ہونے کی بناء پر اس کو ''خضیری'' کہتے ہیں اور اس ابابیل کی غذا مکھیاں اور پروانے وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔

3۔ یہ وہ ابابیل ہے جس کے بازو طویل اور باریک ہوا کرتے ہیں۔ یہ پہاڑوں میں اپنی قیام گاہ بنایا کرتی ہے اور اس کی غذا میں چیونٹیاں وغیرہ شامل ہیں۔ اس طرز کی ابابیل ''سمائم'' کہلاتی ہے۔ اس کے مفرد کے لئے ''سمامۃ'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔

4۔ اس طرز کی ابابیل ''السونو'' کہلاتی ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''سنونوۃ'' کے کلمات کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ اس طرز کے ابابیل کی رہائش گاہ مسجد حرام میں ''باب ابراہیم'' اور ''باب بنی شیبہ'' کی جگہیں ہیں۔ اکثر افراد ''السونو'' کو ہی وہ ابابیل گمان کرتے ہیں جس کے وسیلے سے اللہ عزوجل نے ابرہہ اور اس کی فوج کو بربادی سے ہمکنار کیا تھا۔

حدیث میں ابابیل کا ذکر: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ بالغ بیٹھے تھے اور وہ خوبصورتی میں ماہتاب یا دینار لگتے تھے۔ ہم ان کی خوبصورتی و وجاہت پر حیران ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح لگ رہا ہے کہ تم ان بالغوں کی خوبصورتی و وجاہت پر رشک میں مبتلا ہو رہے۔ ہم نے جواب میں کہا بخدا! ایک مومن شخص کو ان کی طرح کے نوجوانوں سے لازمی رشک ہوا کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ہستی اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری روح ہے اگر میں ان نوجوانوں کو ارض میں دفنانے کے بعد اپنے ہاتھوں سے ان کی مدفن جھاڑنے لگ جاؤں تو یہ مجھ کو اس امر سے زیادہ پیارا ہے کہ ان ابابیلوں کے گھونسلے جو اس چھت میں بنے ہوئے ہیں اجڑ جائیں اور ان کے انڈے سلامت نہ رہیں۔

(رواہ نعیم بن حماد)

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات اس لئے بیان فرمائے تھے کہ نوجوان نظر بد سے بچاؤ میں رہیں۔ ابو اسحاق صابی نے ابابیل کے بارے میں شاعری کی ہے کہ:

وھندیۃ الاوطان زنجیۃ الخلق   مسودۃ الالوان معمرۃ الحدق

''اور اس کا دیس بھارت ہے اور ولادت کے لحاظ سے ابابیل زنگی ہے اور اس کی رنگت کالی ہے اور اس کی آنکھ میں لالی ہے۔''

اذا صرصرت حسرت باخر صوتھا   حدا دافا ذرت من مدامعھا العلق

''جس وقت وہ بولا کرتی ہے تو اختتام میں آواز کو اونچا کر دیا کرتی ہے اور اس کے اشکوں سے ڈر نمایاں ہونے لگتا ہے۔''

کان بھا حزنا و قد بست لہ   کما صر ملوی العمود بالوتر الحزق

''گویا کہ وہ غمگین ہے اور بلاشبہ میں اس کا نظارہ کرنے کے لئے ٹھہر گیا اور اس کی آواز میں اس طرح چلاہٹ تھی جس طرح کہ رسی کھولتے ہوئے کمان کی لکڑی چلاتی ہے۔''

تصیف لدینا ثم تشتو بأرضها ففی کل عام نلتقی ثم تفترق

''ابابیل موسم گرما میں ہم لوگوں کے پاس مقیم ہوا کرتی ہے اور سردیوں کے موسم میں اپنے دیس میں رہائش پذیر ہو جایا کرتی ہے لہٰذا ہر برس ہم اس سے ملتے بھی ہیں اور اس کے بعد بچھڑ بھی جاتے ہیں۔''

شریعت کا حکم: ابابیل کا گوشت حرام کہلاتا ہے۔ کیونکہ ابوالحویرث عبدالرحمٰن معاویہ جو کہ تابعین میں سے ہیں نے روایت کیا ہے کہ حضور سراج السالکین، رحمۃ اللعالمین، سیدالمرسلین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابابیل'' کو ہلاک کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور حضور جان کائنات، فخر موجودات، صاحب معجزات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ان پناہ گزینوں کو ہلاک نہ کرو کیونکہ یہ دوسروں سے بچاؤ کر کے تم لوگوں کی امان میں آئی ہے۔ (رواہ البیہقی وقال انہ منقطع)

عباد بن اسحٰق نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ ''حضور شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خطایف'' (ابابیل) کو ہلاک کرنے کی ممانعت فرمائی ہے جو کہ رہائش گاہوں میں پناہ گزین ہوا کرتی ہیں۔''

(رواہ ابراہیم بن طھمان)

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ روایت غریب ہے مگر ایک صحیح روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے، میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور مکی مدنی سرکار، سرکار ابد قرار، بی بی آمنہ کے لال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مینڈک کو ہلاک نہ کرو کیونکہ یہ اللہ عزوجل کی تسبیح کیا کرتا ہے اور ''الخطاف'' (ابابیل) کو بھی ہلاک نہ کرو اس بناء پر کہ جس وقت بیت المقدس کو مسمار کر دیا گیا تھا تو اس لمحے ابابیل اللہ پاک سے دعا گو ہوئی تھی کہ ''اے میرے خداوند کریم! سمندر پر میرا تسلط قائم کر دے حتیٰ کہ میں بیت المقدس کو تباہ کرنے والوں کو بحر میں غرق کر دوں''۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک کی سند صحیح ہے۔ بہت جلد ''باب الضاد'' میں اس کا مفصل بیان ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ''جلالہ'' (گندگی کھانے والا حیوان) ''المجثمہ'' (وہ حیوان جس کو جکڑ کر دور سے ہلاک کیا گیا ہو) اور الخطفۃ (جھپٹ لیا جانے والا حیوان) کا گوشت تناول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ سو ابابیل میں بھی یہ خاصیت موجود ہوتی ہے کہ ابابیل بہت تیزی سے کوئی شے جھپٹ کر لے جایا کرتی ہے۔ اسی بناء پر اس کا گوشت بھی حرام ہے۔ حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ وہ حیوان جن کی خوراک حرام ہوا کرتی ہے ان کا گوشت بھی حرام کہلاتا ہے۔ حضرت امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہر نجس حیوان جس طرح کہ ابابیل اور چمگادڑ وغیرہ ان کا گوشت حرام کہلاتا ہے۔ محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ابابیل حلال کہلاتی ہے اس لئے کہ یہ حلال اور پاکیزہ خوراک تناول کرتی ہے۔ ابو عاصم عبادی

کا کہنا ہے کہ ابابیل کے حلال ہونے کے بارے میں شک ہے اور یہ ہی زیادہ ائمہ شوافع کرام کا ماننا ہے اور اسے ''شرح المہذب'' میں بیان کر دیا گیا۔

خواص: 1۔ارسطو نے کہا ہے کہ اگر ابابیل کی آنکھ کو ایک کپڑے میں ڈال کر کسی چارپائی کے ساتھ گرہ لگا دیں تو جو بھی فرد اس چارپائی پر لیٹے گا اس کو نیند نہیں آئے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ کو سکھا کر کسی بہترین تیل میں ڈال کر یہ تیل کسی خاتون کو نوش کروادیں تو خاتون تیل نوش کروانے والے کی محبت میں مبتلا ہو جائے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ سکھا کر چنبیلی کے تیل میں ڈال کر حاملہ خاتون کی ناف پر لگائیں تو اس خاتون کے درد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

2۔ابابیل کے قلب کو سکھا کر پانی میں ڈال کر نوش کرلیں تو یہ قوت باہ کے لئے بے حد فائدہ مند ہے۔

3۔اگر کسی خاتون کے علم میں لائے بغیر اس کو ابابیل کے لہو کی کچھ بوندیں نوش کروادیں تو اس خاتون کی شہوت کا خاتمہ ہو جائے گا اور جو ابابیل کے لہو کو سر پر تھوپ لیں تو دردسر جو لڑائی جھگڑے کی بناء پر ہوا ہوگا دور ہو جائے گا اور یہ زیادہ تر نومولود اطفال کو ہوا کرتا ہے۔

4۔ابابیل کی بیٹ کو اگر زخموں پر استعمال کریں تو وہ جلدی سے ٹھیک ہو جایا کرتے ہیں بطور خاص وہ زخم جن میں چھید پائے جاتے ہوں۔

5۔ابابیل کا پتہ نوش کرنے سے زلفوں کی سفیدی کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے اور زلفوں کی رنگت سیاہ ہو جایا کرتی ہے مگر اس کے لئے لازم ہے کہ ابابیل کا پتہ نوش کرنے سے پہلے کچھ چھاچھ دہن میں بھریں اس لئے کہ دانتوں پر کالے داغ نہ بن جائیں۔

6۔ابابیل کا گوشت تناول کرنے سے نیند ختم ہو جایا کرتی ہے۔

7۔ابابیل کے سر میں ایک پتھری موجود ہوا کرتی ہے جس کے بے شمار فائدے ہوا کرتے ہیں۔ ہر ابابیل اس پتھری کو کھا لیا کرتی ہے۔ سو جسے بھی یہ پتھری حاصل ہو اور وہ اس کو اپنے قریب رکھے تو وہ ہر طرز کی برائی سے امان میں رہے گا اور پتھری رکھنے والا فرد جس سے بھی محبت میں مبتلا ہوگا وہ اس کی محبت کو جھٹلا نہیں پائے گا۔

8۔اسکندریہ کا کہنا ہے کہ جس وقت ابابیل پہلی بار انڈے دیا کرتی ہے تو اس کی رہائش گاہ میں دو پتھریاں نمایاں ہوا کرتی ہیں جن کی رنگت یا تو سفید ہوا کرتی ہے یا ایک پتھری کی رنگت سفید اور دوسری کی رنگت لال ہوا کرتی ہے۔ سو سفید رنگت والی پتھری کو کسی مرگی کے مرض میں مبتلا فرد پر رکھا جائے تو اس کی بیماری میں کمی آتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بے زبان شخص اس پتھری کو اپنے قریب رکھا کرے تو اس کی زبان کھل جایا کرتی ہے اور وہ کلام کرنے پر قادر ہو جایا کرتا ہے۔

ایسے ہی لال پتھری کو اگر عسر بول کے مرض میں مبتلا فرد اپنے گلے میں ڈالے تو وہ صحت مند ہو جایا کرتا ہے۔ اکثر یہ دونوں پتھریاں جدا جدا شکلوں کی ہوا کرتی ہیں ایک طویل ہوا کرتی ہے اور دوسری گولائی میں اگر ان دونوں پتھروں کو گائے کی چمڑی میں سلائی کر کے اس طرح کہ شخص کے گلے میں ڈالیں جو خیالات اور شبہات کی بناء پر فکر مند ہو تو اسے بہت نفع

ملے گا۔

یہ پتھریاں بعض ان گھونسلوں میں موجود ہوا کرتی ہیں جن کی سمت مشرق کی جانب ہو اور ان پتھریوں کے خصائص بہت مفید اور اثر انگیز ہیں۔ ابن الدقاق نے کہا ہے کہ اگر ابابیل کے گھر کی خاک کو پانی میں ڈال کر نوش کر لیں تو سلسل بول کے لئے نہایت فائدہ مند ہے۔

خواب کی تعبیر: ابابیل کو خواب میں آدمی یا خاتون سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر اس کو اس طرح کے طفل سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ جو کتاب الٰہی کا قاری ہو اور ابابیل کو اکثر لوٹے ہوئے مال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس نے ابابیل کو گرفت میں لیا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ خواب دیکھنے والے کو ناجائز دولت کا حصول ہوگا۔ اس لئے کہ ابابیل کا مفہوم جھپٹ لینے والے کے ہیں۔ اگر کسی کو خواب میں نظر آئے کہ اس کی رہائش گاہ میں کئی ابابیل آ گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والے فرد کو جائز دولت ملے گی۔ اکثر علماء کرام کے مطابق ابابیل کا خواب میں نظر آنا ایک محبت کرنے والے پرہیزگار شخص کی علامت ہے۔ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی فرد خواب میں ابابیل کا گوشت تناول کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی بڑے فساد میں مبتلا ہوگا۔ اگر کسی کو خواب میں دکھائی دیا کہ اس کی رہائش گاہ سے "ابابیل" خارج ہو رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کے اقرباء سفر کی بنا پر اس سے الگ ہو نگے۔ اس کے علاوہ ابابیل کو خواب میں اکثر اوقات کام کی مصروفیت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور خواب میں ابابیل کی آواز سماعت کرنا نیک امر کی جانب رجحان ہے۔ اس لئے کہ ابابیل کی آواز تسبیح کی جانب ہے اور اکثر اس کو امین خاتون سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جاماسب کا کہنا ہے کہ اگر کوئی خواب میں ابابیل کو شکار کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کی رہائش گاہ میں چور داخل ہوں گے۔ واللہ اعلم

الخطاف

"الخطّاف" (خاء پر زبر اور طاء پر شد ہے) یہ سمندری مچھلی کہلاتی ہے جس کی پیٹھ پر دو کالی رنگت والے پر ہوا کرتے ہیں اور یہ مچھلی آب سے خارج ہو کر اڑتی ہے اور اس کے بعد پھر آب میں واپس آ جاتی ہے ابو حامد اندلسی نے اس مچھلی کے بارے میں ہی بیان کیا ہے۔

الخفاش

"الخفاش" (خاء پر پیش اور فاء پر تشد ہے)۔ اس کی جمع کے لئے "الخفافیش" کے کلمات کا اطلاق ہے۔

"الخفاش" یہ وہ پرندہ ہے جو بوقت شب اڑان بھرتا ہے اور اس کی انوکھی شکل و صورت ہوا کرتی ہے۔

چمگادڑ کو "الخفاش" اس بنا پر بولتے ہیں کہ یہ لفظ "الخفش" سے بنا ہے۔ جس کا مطلب "ضعف البصر" مطلب

کمزور نظر کے ہیں۔

فوائد: ''اخفش'' وہ آدمی کہلاتا ہے جس کی بینائی پیدائشی طور پر کم ہو یا ولادت کے بعد کسی بنا پر اس کی بینائی لاغر ہو گئی ہو۔ عربی زبان میں ''اخفش'' اس فرد کو کہتے ہیں جس کو شب میں تو نظر آیا کرتا ہے مگر دن کی چمک میں کچھ بھی نظر نہیں آیا کرتا یا جس روز فلک پر بادل اُمڈ آئیں اس روز تو نظر آئے مگر آفتاب کی روشنی میں کچھ بھی نظر نہ آئے۔

اختتام: ہر آنکھ کو پھوڑنے کا جرمانہ ادا ہو گا اگرچہ کسی بھینگے کی آنکھ نکالی ہو گی یا چندھیا پن والے یا کانے کی یا نابینا کی اس لئے کہ ان سارے نقائص کے ہوتے ہوئے بھی ان کی نظر تھوڑی بہت فائدہ مند تھی۔ سو فائدے کی مقدار کیا ہے اس سے تکرار نہیں کی جائے گی اس لئے کہ پکڑنے والے کی گرفت کی طاقت اور چلنے والے کی آہستہ و تیز رفتاری سے بھی فیصلے نہیں ہوتے۔ سو اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی اتری ہو اس شرط پر کہ اس سفیدی کی بنا پر کسی اڑ کا وجود نہ ہو تو یہ ایسے ہے جس طرح کے کسی کے بدن پر مسہ یا تل موجود ہو۔ اگر سفیدی پپوٹے یا پتلی میں ہو تو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے البتہ اگر قوت بینائی پر سفیدی ہے اور اتنی کم ہے کہ نظر میں کوئی کمی نہیں ہوئی تو اس طرح کی آنکھ کو نکالنے پر آدھا جرمانہ واجب ہو گا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور باقی ائمہ کرام کا یہی فرمان ہے۔ ان حضرات کے مطابق نظر کا یہ ضرر کسی بیماری کی بنا پر وجود میں آیا ہو یا کسی کی اذیت دینے سے تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اگر آنکھ کی سفیدی تھوڑی ہے اور اتنی تھوڑی ہے کہ ہم اس کو ناپ سکیں تو اس کی مطابق جرمانہ میں کمی بیشی ہو گی۔ مگر جو ضرر کا حساب کٹھن ہو تو پھر دانا افراد سے فیصلہ کروایا جائے گا۔

چندھیا پن میں پیدائشی نور میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ چندھیا پن ولادت سے ہی ہے یا کسی بیماری کی بنا پر اس کی تبدیلی اس لمحے سمجھ میں آئے گی جس لمحے چندھیا پن میں کسی غفلت کی بنا پر مبتلا ہوا ہو اور فطری چندھیا پن کی نشانیاں اس سے جدا ہیں۔ سو اگر کسی کانے کی آنکھ کو ضرر دیا تو اس کا آدھا جرمانہ واجب ہو گا۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کانے کی آنکھ کو ضرر دینے پر مکمل جرمانہ (دیت) واجب ہے۔

اس کے علاوہ عبدالملک بن مروان، حضرت امام زہری، حضرت ابوقتادہ، حضرت امام مالک، لیث، حضرت امام احمد اور اسحاق بن راہو یہ رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی مذہب کے پیروکار ہیں۔

چمگادڑ کے بارے میں مزید تفصیل: بطلیموس کا کہنا ہے کہ خفاش کے لئے چار اسماء ہیں۔

خفاش، خشاف، خطاف، وطواط، سو خفاش کا شک ہے کہ یہ ''اخفش'' سے بنایا گیا ہے جس کے مفہوم کمزور بینائی کے ہیں۔

اخفش کا استعمال فرہنگ میں دو طرز کے افراد پر ہوا کرتا ہے۔ اول فرد وہ ہے کہ جو ولادت سے ہی کمزور بینائی والا ہو اخفش کہلاتا ہے اور دوئم فرد وہ ہے جس کو بوقت شب تو نظر آتا ہو مگر دن کی روشنی میں کچھ بھی نظر نہ آتا ہو یا جس روز فلک پر بادل اُمڈ آئے ہوں اس روز تو نظر آئے مگر آفتاب کی روشنی میں کچھ نظر نہ آئے وہ بھی ''اخفش'' کہلاتا ہے۔

امام جاحظ کا کہنا ہے کہ ''خفاش'' شب کے سارے پرندے ہوا کرتے ہیں اور ''وطواط'' کا مفہوم ''خفاش'' ہی ہوا کرتا

ہے۔اس کے علاوہ ابن قتیبہ اور ابو حاتم نے ''بڑے پرندے کے موضوع'' سے اس کا ذکر کیا ہے۔سو بطلیموس نے ''خفاش'' کو ''خطاف'' بھی بیان کیا ہے مگر صاحب تصنیف کو اس بارے میں اعتراض ہے۔اسی بناء پر کہ درست قول یہ ہے کہ ''خفاش'' اور ''خطاف'' دو جدا جدا اقسام ہیں' اکثر افراد کے مطابق ''خفاش'' چھوٹا پرندہ ہوا کرتا ہے اور ''وطواط'' بڑا پرندہ کہلاتا ہے اور ان دونوں پرندوں کو نہ تو ماہتاب کی چمک میں دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی دن کی روشنی میں ان کو کچھ نظر آیا کرتا ہے۔جس طرح کہ شاعر کہتا ہے کہ:

مثل النهار يزيد ابصار الورى نورا ويعمى اعين الخفاش

''دوپہر کے اوقات میں خلقت کی نظر تیز ہو جایا کرتی ہے مگر چمگادڑ کی آنکھیں اس لمحے نابینا ہو جایا کرتی ہیں۔''

اس لئے چمگادڑ کو دن کو روشنی میں دکھائی نہیں دیتا' سو وہ باہر نکلنے کے لئے ایسے لمحے کی کھوج میں رہا کرتی ہے جس میں نہ تاریکی ہو اور نہ روشنی' چمگادڑ سورج کے غروب ہونے کے اوقات میں نکلا کرتی ہے اور چمگادڑ کی خوراک کا بھی یہی لمحہ ہوا کرتا ہے اس لئے کہ مچھر اسی لمحے باہر آیا کرتے ہیں تاکہ وہ جانوروں اور بشر کا لہو چوس کر اپنا کھانا حاصل کر لیں۔سو چمگادڑ مچھروں کی تلاش میں اور مچھر بشر اور جانوروں کے لہو کی تلاش میں ایک ساتھ نکلا کرتے ہیں' ایک رزق کی کھوج میں دوسرے روزی کے کھوجی کی خوراک بن جایا کرتا ہے۔پاکیزہ ہے وہ ہستی جو حکمت و دانائی والی ہے' چمگادڑ کی جنس پرندوں میں سے نہیں ہے' وہ ایک پرواز کرنے والا حیوان ہے جس کے دو کان' دو دانت اور دودھیے ہوا کرتے ہیں اور چمگادڑ کی مؤنث کو حیض آیا کرتا ہے اور وہ حیض سے پاکیزہ بھی ہوا کرتی ہے۔اس کے علاوہ چمگادڑ انسانوں کو مانند ہنستی ہے اور مویشیوں کی مانند پیشاب کیا کرتی ہے اور اطفال کی جنم دیتی ہے اور چمگادڑ اپنے اطفال کو دودھ بھی پلایا کرتی ہے۔چمگادڑ کے وجود پر کوئی بال وغیرہ نہیں ہوا کرتے۔اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ چمگادڑ کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی سے تخلیق کیا تھا اس بناء پر چمگادڑ اللہ پاک کی باقی مخلوق سے منفرد ہے اور اسی وجہ سے سارے پرندے چمگادڑ سے عداوت رکھتے ہیں اور اس کو ناپسند کیا کرتے ہیں سو جو پرندے گوشت خور ہیں وہ چمگادڑ کو تناول کر جاتے ہیں اور جو پرندے گوشت خور نہیں ہوا کرتے وہ اس کو ہلاک کر دیا کرتے ہیں۔اس بناء پر چمگادڑ شب میں اڑتی ہے۔حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت تک افراد کی نگاہ چمگادڑ پر رہا کرتی ہے تو وہ اڑتی رہتی ہے اور جس وقت پر حیوان افراد کی نگاہوں سے دور ہو جایا کرتا ہے تو پھر گر پڑتا ہے جس کی بناء پر اس کی وفات ہو جاتی ہے۔یہ اس بناء پر ہے کہ مخلوق کے عمل سے خالق کا عمل افضل ہو جائے اور یہ علم ہو جائے کہ کمال محض اللہ پاک کے لئے ہے۔علماء کرام کا کہنا ہے کہ چمگادڑ میں پرواز کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہوا کرتی ہے اور جس جانب اڑنے کی خواہاں ہوتی ہے اسی جانب اڑ جایا کرتی ہے۔چمگادڑ کی حیات بے حد لمبی ہوا کرتی ہے اور یہ مکھیاں' مچھر اور اکثر پھل وغیرہ کھاتی ہے۔کہتے ہیں کہ چمگادڑ' گدھ اور گورخر سے بھی زیادہ دراز حیات والی ہوتی ہے۔چمگادڑ کی مؤنث سات تک اطفال جنم دیا کرتی ہے اور یہ فضا میں اڑان کے دوران بھی جفتی کر لیا کرتے ہیں۔سو چمگادڑ بندر اور بشر کے سوا کوئی حیوان اس طرح کا نہیں ہے جو اپنی اولاد کو اٹھا کر رکھتی ہو۔چمگادڑ اپنی اولاد کو پروں کے نیچے اور اکثر دہن

میں دبا کر پرواز کرتی ہے اور اکثر پرواز کرتے ہوئے ہی اولاد کو دودھ پلا دیا کرتی ہے۔ چمگادڑ کی خوبی یہ ہے کہ اگر اس کے بدن کے ہمراہ چنار کے شجر کا پتا یا ٹہنی وغیرہ لگ جائے تو یہ مر جاتی ہے اگر چمگادڑ کو "اطرق کری" کہیں تو یہ ارض کے ہمراہ لپٹ جایا کرتی ہے۔

شریعت کا حکم: چمگادڑ کا گوشت تناول کرنا حرام ہے کیونکہ حضور سرور عالم، رحمت عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمگادڑ کو ہلاک کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور فرمایا کہ جس وقت بیت المقدس کو تباہ کیا گیا تو چمگادڑ دعا گو ہوئی کہ اے پروردگار عالم! بحر پر مجھ کو مسلط کر دے حتیٰ کہ میں بیت المقدس کو تباہ کرنے والوں کو سمندر میں غرق کر ڈالوں۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے چمگادڑ کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چمگادڑ کو کون تناول کرتا ہے، حضرت امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سارے پرندے پاک اور حلال ہیں ماسوائے چمگادڑ کے سو "روضہ" کی عبادت سے اس کے حرام ہونے کا علم ہوتا ہے۔ تصنیف الحج میں مذکور ہے کہ اگر کسی احرام والے نے چمگادڑ کو قتل کر دیا تو اس پر ثواب ہے اور مکمل قیمت کی ادائیگی واجب ہے جبکہ اس قول کی تشریح موجود ہے کہ جن حیوانات کا گوشت نہیں تناول کیا جاتا ان کو ہلاک کر دینے پر کوئی صلہ نہیں۔ محاصلی نے تحریر کیا ہے کہ جنگلی چوہے کا گوشت حرمت والا ہے اور اس میں فدیہ بھی ہے۔

اختتام: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الام" میں تحریر کیا ہے کہ وطواط کا بدن چڑیا سے بڑا اور ہدہد سے چھوٹا ہوا کرتا ہے اور اس کا گوشت بھی تناول کیا کرتے ہیں اگر کوئی شخص احرام کی کیفیت میں اس کو ہلاک کر دے تو اس پر اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہے۔ عطا رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ تین درہم کی ادائیگی واجب ہے۔ سو اس تشریح سے علم ہوا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے محض یہ تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی فرد وطواط کا گوشت تناول کرتا ہے تو اس پر جزا واجب ہوا کرتی ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس حالت میں تین دراہم واجب ہوں گے۔ امام اصمعی کا کہنا ہے کہ وطواط چمگادڑ کو ہی کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ میرے مطابق "خطاف" کا گوشت حرام کہلاتا ہے۔

خواص: اگر چمگادڑ کے سر کو کسی تکیہ میں سی دیں تو جو بھی فرد اس تکیے پر سوئے گا تو اس کی نیند کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر چمگادڑ کا سر چنبیلی کے تیل میں ملا کر کسی تانبے یا لوہے کے ظروف میں جوش دلائیں اور ساتھ ساتھ تیل کو ہلاتے جائیں حتیٰ کہ چمگادڑ کا سر کوئلے کی مانند ہو جائے اس کے بعد اس تیل کا استعمال فالج اور نقرس میں مبتلا افراد یا پھر وہ فرد جسے رعشہ ہو بطور مساج کریں تو یہ ان کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

یہ طریقہ انوکھا اور آزمودہ ہے۔ اگر چمگادڑ کو رہائش گاہ میں نحر کیا جائے اور اس کے قلب کو جلا کر اس سے رہائش گاہ میں دھواں دیں تو اس رہائش گاہ میں سانپ اور بچھو کبھی بھی نہیں آئیں گے۔ اگر شہوت کے غالب ہونے کے اوقات میں کوئی شخص چمگادڑ کا قلب اپنے جسم پر آویزاں کر لے تو ایسا کرنے سے مردانہ طاقت میں زیادتی پیدا ہوگی۔ اگر چمگادڑ کی گردن کو کوئی شخص باندھ لے تو وہ بچھو سے حفاظت میں رہے گا۔ اگر کوئی خاتون جو دردزہ میں مبتلا ہو اس کی فرج میں چمگادڑ کے پتہ کو مل دیں تو

صحت یابی ملے گی' اگر کوئی خاتون لہو کو روکنے کے لئے چمگادڑ کی چربی کو استعمال کرے تو لہو رک جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر چمگادڑ کو پکائیں اتنا زیادہ کہ وہ جل جائے اور اس کے بعد جو فرد قطرہ قطرہ پیشاب آنے کی بیماری کا شکار ہو اس کے آلۂ تناسل کے چھید میں ملیں تو اس بیماری سے نجات ملے گی۔ اگر چمگادڑ کے شوربہ کو کسی بڑے ظروف میں ڈال کر اس میں فالج کی بیماری میں مبتلا فرد کو بٹھا دیں تو اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ اگر چمگادڑ کی بیٹ کو داد (پھنسیوں کے چھتے) پر ملیں تو صحت یابی ملتی ہے۔ اگر کوئی فرد بغل کے بال نکال کر چمگادڑ کے لہو میں ہم وزن دودھ ڈال کر بغل میں مساج کرلے تو پھر کبھی بال نہیں نکلیں گے اور اگر اطفال کے زیر ناف چمگادڑ کا لہو مل دیا جائے تو اس مقام پر بال نہیں نکلیں گے۔

خواب کی تعبیر: چمگادڑ کو خواب میں عبادت کرنے والے آدمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''ارطیامیدروس'' کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو خواب میں چمگادڑ دکھائی دے تو یہ دلیری اور ڈر کے خاتمے کی علامت ہے اس لئے کہ چمگادڑ شب کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے جس کا گوشت تناول نہیں کیا جاتا۔ اگر حاملہ خاتون کو خواب میں چمگادڑ نظر آئے تو یہ پیدائش میں آسانی کی نشانی ہے۔ اگر کوئی سفر کرنے والا بے شک وہ زمین کا سفر کر رہا ہو یا پانی کا سفر اس کو خوب میں چمگادڑ نظر آئے تو اس کو اس فرد کے لئے نحوست سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر کسی کو خواب میں رہائش میں چمگادڑ آتا دکھائی دے تو اسے رہائش گاہ کی ویرانی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ خواب میں چمگادڑ کا دکھائی دینا جادوگر خاتون کی علامت ہے۔

الخنان

"الخنان" چھپکلی کو کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا جس پر کچھ آزاد افراد معترض ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خنان (چھپکلی کی زبان والے) چپ ہو جا۔ (ذکرہ الھر دی وغیرہ)

الخلنبوص

"الخلنبوص" (خاء اور لام پر زبر' نون پر سکون اور باء پر پیش ہے)۔ ایک پرندے کا اسم کہلاتا ہے جو چڑیا سے بھی مختصر ہوا کرتا ہے مگر اس کی رنگت اور صورت چڑیا کی مانند ہوا کرتی ہے۔